سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا

میں مانیٹر ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ وہاں تحریر کے ذریعے معلوم ہو رہا تھا کہ مورینا بے ہوش ہو گئی ہے اور درجہ بہ درجہ برین واشنگ کے مرحلوں سے گزر رہی ہے۔ باقی بہت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر آپریٹ کر رہا تھا۔ جب کمپیوٹر نے بتایا کہ اس کی ذہنی سطح ایک بچے کی ذہنی سطح کے برابر ہو گئی ہے تو اس نے مشین کو آف کر دیا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے نو بجے تھے۔ باقی نے مورینا کے سر سے کیپ ہٹائی۔ پھر اسے اُٹھا کر تہ خانے کے دوسرے حصے میں لے جا کر لٹا دیا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تنانہ کو لایا جائے؟"

میں نے کہا "مورینا کو بیدار ہونے دو۔ میں اس آپریشن کا نتیجہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

باقی تہ خانے سے باہر گیا۔ ایک تھرماس میں کافی اور کچھ کھانے کی چیزیں لے آیا۔ ہم نے بھوک مٹائی۔ پھر میں نے کافی پینے کے دوران جناب شیخ صاحب کو مخاطب کر کے تمام حالات بتلائے۔ پھر کہا۔ "یہ مشین دشمنوں کے ہاتھ لگے تو نقصان دہ ہے۔ ورنہ ہم اس سے بہتیرے فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا "انسان کا ایجاد کردہ کوئی سا بھی ہتھیار اپنے پاس ہو تو اپنی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے۔ دشمن کے ہاتھ میں ہو تو خطرہ بن جاتا ہے۔ جب سے وہ مشین ایجاد ہوئی ہے، تب سے کسی ایک کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ تمھارے ہاتھ میں بھی رہے گی۔ یہ شیطانی چرخہ ہے۔ اسے ضائع کر دو۔ اگر دل نہیں مانتا ہے تو اس کے کچھ پُرزے ہمیشہ نکال کر کہیں چھپا دیا کرو۔ اسے مکمل حالت میں کبھی نہ رکھو۔"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"تم ایک بات بھول رہے ہو۔ ہارڈی کے پاس جو کاغذات ہیں، ان کے ذریعے کوئی ماہر دوسری مشین تیار کر سکتا ہے۔"

"میں ابھی انھیں ضائع کرتا ہوں۔"

میں نے کافی کا آخری گھونٹ پیا۔ پھر ہارڈی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے ایک ماتحت سے پوچھ رہا تھا "کیا رپورٹ ہے؟"

ماتحت نے جواب دیا "میں نے اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ مسٹر آئرن کو اسی شہر کے کسی حوالات یا جیل میں نہیں رکھا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی رقمیں خرچ کی ہیں۔ ایک پولیس افسر دعوے سے کہتا ہے کہ مسٹر آئرن کو سُپر ماسٹر کے ٹارچر چیمبر میں پہنچایا گیا ہے۔ اور وہ چیمبر کہاں ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔"

دوسرے ماتحت نے کہا "پولیس اور فوج کے جوان آپ کو بھی تلاش کر رہے ہیں۔ جناب آپ اپنی فکر کریں۔ ان کے پاس ایسے آلات ہیں جن کے ذریعے وہ تہ خانوں اور چور راستوں کا سراغ لگا لیتے ہیں۔"

ہارڈی نے پریشان ہوکر سپیٹر پال کو گالی دی جس نے دونوں پاؤں سے معذور بنا دیا تھا۔ وہ وہیل چیئر یا کسی ماتحت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے تمام ماتحتوں کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ وہیل چیئر کو چلاتا ہوا الماری کے پاس آیا۔ اس کے چور خانے سے مشین کے اہم کاغذات نکالتے ہوئے سوچنے لگا "میں یہ کاغذات کیوں نکال رہا ہوں۔ اوہ گاڈ! میں بے اختیار ایسا کر رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر ہاتھ روک رہا تھا مگر وہی کر رہا تھا جو میں چاہتا تھا۔ پھر وہ اپنی پوری قوتِ ارادی سے کام لینے لگا۔ میں نے وہیل چیئر دوسری طرف گھمانے پر مجبور کیا۔ وہ الماری میں کاغذات واپس رکھنا چاہتا تھا۔ آخر مجھے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمانا پڑا۔ وہ گھوم کر وہیل چیئر کو چلاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کاغذات میز پر رکھ کر ماتحت کو آواز دی۔ اس کے آنے پر حکم دیا۔ "ماچس لاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ایک منٹ کے اندر ماچس مہیا کر دی گئی۔ ہارڈی نے خود ہی کاغذات کو آگ لگا دی۔ پھر اپنے ماتحت سے کہا۔ "جلتے ہوئے یہ ٹرانسفارمر مشین کے اہم کاغذات ہیں۔ فرہاد میرے دماغ میں رہ کر انھیں جلا رہا ہے۔ کیا تم آگ بجھا سکتے ہو؟"

یہ سنتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ فوراً رُک گیا۔ ہارڈی نے ایک دم سے چیخ کر کہا۔ "یہ آگ کس نے لگائی ہے....؟ جلدی بجھاؤ۔"

وہ وہیل چیئر کو تیزی سے چلاتا ہوا آیا۔ ماتحت نے اسے ایک لات ماری۔ کرسی کا پہیہ واپس گھومتا ہوا پیچھا گیا۔ کرسی دیوار سے ٹکرائی۔ پھر واپس آئی۔ ماتحت نے پھر لات مارتے ہوئے کہا۔ "ہارڈی! میں تمھیں لات مارتا ہوں۔ اور ناچتی کرسی ہے۔"

وہ کرسی سے گر پڑا۔ فرش پر ریںگتے ہوئے کاغذات کی طرف آنے لگا۔ چیخ چیخ کر دوسرے ماتحتوں کو بلانے لگا۔ کئی لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ ان میں سے جس نے آواز سنائی، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بِڈّے باس کے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دوسرے نے اسے پکڑ لیا۔ میں نے تیسرے کے ذریعے ہارڈی کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "کاغذات جل چکے ہیں۔ اپنے ماتحتوں سے لات جوتے کھانے کے بعد تمھیں شرم سے مر جانا چاہیے۔"

وہ جنون کی حالت میں فرش پر ہاتھ مار رہا تھا۔ گالیاں دے رہا تھا۔ میں اس کے دانتوں تلے زبان لے آیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تلملا گیا۔ میں نے کہا۔ "اب گالی نکلے گی تو زبان آدھی کٹ جائے گی۔"

وہ غصّے سے ہانپتے ہوئے بولا۔ "اگر میں زندہ رہ گیا تو یہی بُرا وقت تم پر لاؤں گا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ٹیلی پیتھی سیکھنے کی حسرت اب بھی ہے؟"

"ہاں ہے اور مرتے دم تک رہے گی۔ تم یہ کاغذات جلا کر سمجھتے ہو۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہیں ہوگا۔ میں دعویٰ کرتا ہوں، میرے خاندان میں ابھی ایسے افراد ہیں، جو یہ علم حاصل کر لیں گے۔"

میں اس کا چیلنج سُن رہا تھا۔ اور اس کے دماغ کی تہ میں اُتر کر مزید معلومات حاصل کر رہا تھا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا۔ اس کا دعویٰ درست ہو سکتا ہے۔

دراصل ہم اتنے الجھاوے میں میجر برائٹ کو بھول گئے تھے۔ آئرن نے اُسے ٹریپ کیا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں سے سحرزدہ کرنے کے بعد اس سے مشین کا مکمل نقشہ بنوایا تھا۔ اسے آپریٹ کرنے کے تمام طریقے اور مختلف تفصیلات لکھوالی تھیں۔ میجر برائٹ اپنے ہوش و حواس میں ایسا کرنے سے انکار کرتا تھا۔ لیکن خود فراموشی کے عالم میں وہی کام کرتا جاتا تھا۔

اگر میجر برائٹ مارا نہ جاتا تو اب تک ان کے لیے مشین تیار کر چکا ہوتا۔ ہارڈی کے دماغ نے بتایا، مشین کا وہ تمام نقشہ اور تمام تفصیلات اس کی ایک بہن سلارا اور ایک بھائی جارج فری مین کے پاس ہیں۔ ان چار بہن بھائیوں نے ایک بہت ہی ذہین اور تجربے کار مکینک کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اور یہ طے کیا تھا کہ جب تک مشین تیار نہیں ہوگی، سلارا اور جارج فری مین اس مکینک کے ساتھ روپوش رہ کر اپنی کوششوں میں مصروف رہیں گے۔ اور اپنے بھائیوں آئرن اور ہارڈی سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے۔

اس کا مطلب تھا میں، آئرن اور ہارڈی کے ذریعے سلارا اور جارج فری مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ ٹرانسفارمر مشین شیطان کی آنت بن رہی ہے۔ ہم جتنا اسے کاٹ رہے ہیں، یہ لمبی ہوتی جا رہی ہے۔ اب تک ہماری یہ کامیابی رہی کہ ہم نے موجودہ مشین کے ذریعے نئے خیال خوانی کرنے والوں کو پیدا نہیں ہونے دیا۔ مورینا اور تنانہ نے اس سے استفادہ حاصل کیا تھا۔ آج میں نے ان کے دماغ سے یہ علم دھو ڈالا۔

ہارڈی نے مجھے چیلنج کر کے خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی۔ میں نے جناب شیخ صاحب کو یہ باتیں بتائیں۔ انھوں نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ شیطانی چکّر ہے۔ جب ہماری دُنیا میں ایک بُرائی پیدا ہوتی ہے تو پھر وہ کبھی نہیں مرتی۔ اس کے برعکس بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیکی ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔ اسے رواں دواں رکھنے والے گنتی کے لوگ رہ گئے ہیں۔ میری دُعا ہے، وہ دوسری مشین تیار نہ ہو۔ تم محتاط رہو۔ اپنی مشین کو کبھی مکمل نہ رہنے دو۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ مورینا کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے باقی کے ساتھ تہ خانے کے دوسرے حصّے میں جا کر دیکھا۔ وہ ننھی بچّی کی طرح ہاتھ پاؤں جھٹک کر رو رہی تھی۔ باقی نے پوچھا۔ "کیوں رو رہی ہو؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ رونے کے دوران اس کا دائیں ہاتھ کا انگوٹھا منہ میں آیا اور وہ یک لخت چُپ ہوگئی۔ انگوٹھا چوسنے لگی۔ میں نے سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "اسے بھُوک لگی ہے۔ دودھ اور فیڈر کا بندوبست کرو۔"

ایک بچّہ اظہار کے لیے دُنیا کی کوئی زبان نہیں جانتا۔ اپنے آس پاس کی چیزوں کو اور لوگوں کو رفتہ رفتہ پہچانتا ہے۔ مورینا بھی دن، مہینے اور سال گزرتے

رہنے کے دوران دوبارہ شعوری عمر کو پہنچنے والی تھی۔ اگر ہم اسے یونہی چھوڑ دیتے تو وہ بڑھاپے میں جوانی کا شعور حاصل کرتی۔ جذبے جوان ہوتے اور جسم بوڑھا ہو چکا ہوتا۔ لیکن ہم نے پہلے ہی طے کر لیا تھا۔ دونوں کی برین واشنگ کے بعد ان کو از سرِ نو دماغی طور پر نارمل بنائیں گے۔

غلام باقی باہر گیا۔ آدھے گھنٹے بعد دودھ بنا کر ایک فیڈر میں لے آیا۔ اسے مورینا کے منہ میں دے کر بولا۔ "میں نے دو فیڈر خریدے ہیں۔ تنانہ کو بھی ضرورت پڑے گی۔"

وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ ہم نے تنانہ کی بھی برین واشنگ کی۔ اسے مقررہ وقت تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس نے بھی بیدار ہونے کے بعد ننھی بچی جیسی حرکتیں شروع کر دیں۔ اس رات ہمیں نئے تجربات سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ دو جوان بچّیاں ہمیں سونے نہیں دے رہی تھیں۔ بھُوک مٹانے کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ وہ فیڈر سے دودھ پی لیتی تھیں۔ اپنی جسامت کے لحاظ سے بار بار پیتی تھیں۔ لیکن اس کے بعد کا مسئلہ پریشان کن ہو گیا۔ ہم پہلے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان بچیوں کے بدلنے کے لیے پھلیا اور نیپیز وغیرہ کی ضرورت ہو گی۔ ہم نے ناک پر رومال رکھ لیے۔ تہ خانے سے باہر آکر باقی نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! ہمیں یہ دن بھی دیکھنا تھے۔ ان کی صفائی کیسے ہو گی؟"

"میں خود پریشان ہوں۔ ان کی برین واشنگ کرتے وقت خیال تک نہ آیا کہ ان حالات سے گزرنا ہو گا۔"

باقی نے پوچھا۔ "کیا انھیں جلد از جلد نارمل حالت میں نہیں لایا جا سکتا؟"

"اتنی جلدی ٹرانسفارمر مشین سے دوبارہ گزرنا ان کے لیے خطرناک ہو گا۔ کم از کم بارہ گھنٹے کا وقفہ ہونا چاہیے۔"

"بارہ گھنٹے بعد ہی سہی، مگر تہ خانے میں جائیں گے کیسے؟"

"تم گاڑی لے کر جاؤ اور کسی گٹر صاف کرنے والے کو پکڑ لاؤ۔"

وہ بے چارہ گیا۔ بڑی دیر تک بھٹکنے کے بعد ایک شرابی ہاتھ آیا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ وہ ہماری پناہ گاہ اور تہ خانے کو یاد نہ رکھ سکے۔ کیونکہ وہ صفائی کے سلسلے میں کئی بار تہ خانے کے اندر اور باہر جاتا رہا۔ میری خیال خوانی نے کبھی وہ کام نہیں کیا تھا جو اس رات شرابی کے دماغ میں رہ کر کرنا پڑا۔ بہرحال کام ہونے کے بعد میں نے شرابی کو اسی تہ خانے میں سُلا دیا۔ کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

ہم نے تہ خانے میں پرفیوم اسپرے کیا۔ وہیں چار گھنٹے تک نیند پوری کی۔ میرا دماغ نیند کی حالت میں بدستور محتاط رہا۔ اگر کسی طرف سے بھی خطرہ پیش آتا تو آنکھ کھُل جاتی۔ دونوں بچیوں نے اتنی مہربانی کی کہ ہمیں چار گھنٹے تک آرام سے سونے دیا۔

میں نے اس شرابی کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ جب تک میں اس کے دماغ میں نہ آؤں، وہ سوتا ہی رہے گا۔ میں نے صبح چھ بجے بیدار ہو کر باقی سے کہا۔ "باہر جاؤ اور کسی راہبہ کو پکڑ لاؤ۔"

"راہبہ؟ کیا آپ ان بہنوں کو راہبہ بنائیں گے۔"

"ہاں، صبح کا وقت ہے۔ کسی بھی گرجا گھر میں جا کر کسی ایک راہبہ سے بات کرو۔ پھر اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ وہ خود تمھارے پاس آجائے گی۔"

وہ میرے حُکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ پچھلی رات سے ہم بہ آسانی اپنا ہر کام کرتے جا رہے تھے۔ ایک راہبہ کو ٹریپ کر کے لانا بھی کچھ مشکل نہ تھا۔ ہم نے اس کی ذہنی توانائی اور اس کے پاکیزہ خیالات مورینا کے ذہن میں منتقل کر دیے۔ اسے مقررہ وقت تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ راہبہ کے بیدار ہونے پر اسے خیال خوانی کے ذریعے گرجا گھر پہنچا دیا۔ لیکن اس وقت تک گرجا کے منتظم نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دی تھی۔ واپسی پر اسے وہاں کے راہبوں، راہباؤں اور پولیس والوں نے گھیر لیا۔

فادر نے پوچھا۔ "تم کہاں تھیں؟"

وہ بے چاری پریشان ہو کر آس پاس یوں دیکھ رہی تھی، جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ پولیس افسر نے پوچھا۔ "کیا تم سے کسی نے زیادتی کی ہے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے سحرزدہ کر دیا ہو۔"

افسر نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تمھارا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا؟"

"میں کیسے بتاؤں، میں کس عالم میں تھی۔"

"اچھی طرح سوچ سوچ کر بتاؤ۔"

پچھلے دن سے پولیس اور فوج کے جوان ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں سرگرمیاں دکھا رہے تھے۔ آئرن کو گرفتار کرنے کے بعد ہارڈی اور مورینا کو تلاش کر رہے تھے۔ ایسے وقت راہبہ نے سوچ سوچ کر کہا۔ "مجھے یاد آتا ہے، میں نے صبح ایک نیگرو کی کسی بات کا جواب دیا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ ایک خواب کا سا عالم تھا۔ جیسے میں کسی کار میں جا رہی ہوں۔ کسی ویران سے مکان میں ہوں۔ مجھے کسی مشین سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں آرہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوتا رہا؟"

راہبہ کا اتنا ہی بیان کافی تھا۔ یہ بیان سُپر ماسٹر تک پہنچ گیا۔ میں نے کہا۔ "باقی! اب تنانہ کے لیے کسی دوسری عورت کو حاصل کرنا مشکل ہوگا۔ ہمیں اب باہر نہیں جانا چاہیے۔"

"پھر تنانہ کا کیا ہو گا؟"

"اس کے دماغ میں تمھاری دماغی صلاحیتیں منتقل ہو سکتی ہیں۔ میں مشین آپریٹ کروں گا۔"

ہماری پناہ گاہ سے باہر پورے شہر میں پھر ایک بار ہلچل مچ گئی تھی۔ سُپر ماسٹر کے حُکم کے مطابق شہر کے تمام نیگرو کو پکڑ کر اس راہبہ کے سامنے لایا جا رہا تھا۔ جو لائے جا رہے تھے، ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ آخر کسی پرانے رسالے سے مورینا اور غلام باقی کی تصویر مل گئی۔ راہبہ کو وہ تصویر دکھائی گئی۔ وہ غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ایسا ہی نیگرو تھا۔ مگر کچھ فرق تھا۔ آنکھیں بالکل ویسی ہی ہیں۔ ناک اور جبڑے ذرا مختلف ہیں۔"

اسپیشل جنس کے ایک افسر نے کہا۔ "پھر تو وہ غلام باقی ہی ہے۔ ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے تھوڑی سی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔"

بہرام گنگولی نے کہا "مشین کے سلسلے میں فرہاد پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔ میں آئرن کے دماغ کو کھنگال چکا ہوں۔ مشین دونوں بھائیوں کے پاس نہیں ہے۔ غلام باقی بلاشبہ فرہاد کا آدمی ہے۔ یہ لوگ مشین کے ساتھ اسی شہر میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

میں پچھلی رات سے تہ خانے میں مصروف تھا۔ ادھر آئرن کو اتنی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں کہ اس کا دماغ کمزور ہو کر بہرام گنگولی کے اختیار میں آگیا تھا۔ بہرام نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے معمول بنا کر پوچھا۔ "ٹرانسفارمر مشین کے بارے جو کچھ جانتے ہو، بیان کرو۔"

آئرن نے کہا "وہ مشین جنرل ڈی کورا کے پاس تھی۔ تنانہ اور فرہاد نے اسے چرا کر دوسری جگہ چھپا دیا۔ تنانہ اپنی بہن کو ہمارے سحر سے نکالنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے مشین ضروری تھی۔ جب کہ فرہاد اس مشین کو نابود کر دینا چاہتا تھا۔"

بہرام نے پوچھا "تمھیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

اس نے جواب دیا "میرے ہم زاد ہارڈی کو قسمت سے موقع مل گیا۔ تنانہ ایک ہوٹل میں اس سے ملی اور اس نے آنکھوں سے سحر زدہ ہو کر یہ ساری باتیں بتائیں، جو میں بیان کر رہا ہوں۔"

بہرام نے سوال کیا "جب تمھیں معلوم ہوا کہ مشین تنانہ کے پاس ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں کرنا تھا۔ ہم سے پہلے ہی وہ مشین اس کا باڈی گارڈ پیٹر پال لے گیا تھا۔ پھر ہمیں اس سلسلے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔"

"کیا وہ مشین تمھارے ہم زاد ہارڈی کے پاس ہو سکتی ہے؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں، اس کے پاس نہیں ہے۔"

"ہارڈی کا پتا بتاؤ؟"

آئرن نے ایک معمول کی حیثیت سے اپنے ہم زاد کا پتا بتا دیا۔ بہرام نے کہا "لیڈی کرینا کے بیان کے مطابق تم نے ایک بار میجر برائٹ کو ٹریپ کیا تھا۔ اور اس سے اہم معلومات حاصل کی تھیں۔ اس بارے میں وضاحت سے بیان کرو۔"

آئرن نے وضاحت سے بتایا کس طرح میجر برائٹ سے مشین کا نقشہ اور تفصیلات معلوم کی گئی ہیں۔ اور ان کی روشنی میں کہیں بڑی رازداری سے دوسری مشین تیار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک دھماکا خیز اطلاع تھی۔ بہرام نے کرید کرید کر آئرن سے سوالات کیے۔ اس کی بہن سلارا اور جارج فری مین کا حلیہ، پتا ٹھکانا، زمین جائداد، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے متعلق پوچھتا رہا۔ آئرن کا ایک ہی جواب تھا "میری بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین نے اپنا یہ نام اور پچھلے تمام حوالے ختم کر دیے ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے ہمارا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ مشین کے سلسلے میں کامیاب ہونے کے بعد ہی منظر عام پر آئیں گے۔"

چونکہ ٹرانس میں آنے والا معمول کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اپنے عامل سے کوئی بات نہیں چھپاتا، اس لیے آئرن کی باتوں پر بھروسا کرنا پڑا۔

صبح ہونے سے پہلے ہارڈی کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے بیان دیا۔ "میں تقریباً مشین تک پہنچ چکا تھا۔ پیٹر پال نے گولیاں چلا کر مجھے دونوں پاؤں سے معذور کر دیا۔ تنانہ نے جو اہم کاغذات دیے تھے، انھیں فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے آکر جلا ڈالا۔"

ان تمام بیانات کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ مشین اور دونوں بہنیں فرہاد کے قبضے میں ہیں۔ سپر ماسٹر نے بہرام کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "گنگولی! تم اچھے جا رہے ہو۔ تم نے مشین سے تعلق رکھنے والے پیٹر پال، آئرن اور ہارڈی سب کو گرفتار کیا۔ بس آخری کوشش کر ڈالو۔ فرہاد اس شہر سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ میں نے شہر کے چاروں طرف مسلح فوجیوں کی آہنی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ وہ فضائی اور دریائی راستوں سے بھی نہیں جا سکے گا۔ میں اس کم بخت کے لیے چپے چپے پر بارود بچھا رہا ہوں۔ میرے تمھیں خصوصی اختیارات کے یہ کاغذات دے رہا ہوں۔ ان کے ذریعے تم کسی بھی گھر میں گھس کر تہ خانے اور چور راستوں کا سراغ لگا سکتے ہو۔"

میں نے کہا "باقی! ہمارے اطراف گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ ہم تہ خانے میں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ مشین کو چاروں سوٹ کیس میں پیک کرو۔"

تنانہ ٹرانسفارمر مشین کے آپریشن سے گزر چکی تھی۔ ابھی سو رہی تھی۔ مورینا کچھ دیر میں بیدار ہونے والی تھی۔ اس شرابی کو میں نے اب تک سلا رکھا تھا۔ ہم مشین پیک کرنے کے بعد چاروں سوٹ کیس گیراج میں لے آئے۔ فرنانڈو نے مجھے جو مخصوص کار دی تھی، اس کی ڈکی میں چاروں سوٹ کیس رکھ دیے۔ میں نے وہی دو پرزے پھر نکال لیے تھے۔ انھیں لے کر باغیچے کے ایک گوشے میں آیا۔ وہاں تھوڑی سی کھدائی کی۔ پھر پلاسٹک کی تھیلی میں لپٹے ہوئے پرزوں کو وہاں چھپا کر مٹی برابر کر دی۔

غلام باقی گیراج میں انتظار کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا ہم یہاں سے جا رہے ہیں؟"

"میں اس کار میں جا رہا ہوں۔"

"راستوں کی سخت چیکنگ ہو رہی ہے۔ فوجی جوان کار کی ڈکی کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔"

"میں بچ نکلنے کی کوشش کروں گا۔ تم اندر جاؤ۔ مورینا بیدار ہو گئی۔ اس میں یقیناً ایک راہبہ کی سادگی اور سچائی پیدا ہو چکی ہو گی۔ فی الحال تم اس سے نفرت نہ کرنا۔ اس کے ساتھ یہاں سے نکل کر قریبی پولیس اسٹیشن چلے جاؤ۔ خود کو قانون کے حوالے کرو۔ اس کے بعد میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

تنانہ اور اُس شرابی کا کیا ہو گا؟"

"تمھارے جانے کے بعد وہ بھی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

میں نے کار گیراج سے نکالی۔ پھر وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ باقی میری ہدایت کے مطابق تہ خانے میں آیا۔ مورینا بستر پر بیٹھی پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ "میں کہاں ہوں، یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ بستر سے اٹھ کر تہ خانے کے دوسرے حصے میں آئی۔ اپنی بہن تنانہ کو دیکھ کر یاد آیا کہ دونوں بہنیں فرہاد کے ساتھ کسی پناہ گاہ میں آئی تھیں۔ پھر اسے جبراً ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے گزارا گیا تھا۔ اس نے سوچا۔ "کیا فرہاد اور غلام باقی نے میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں۔"

وہ خیال خوانی کی کوشش کرنے لگی۔ اتنے میں غلام باقی کی آواز سنائی دی۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا پھر پوچھا "تم نے ہم بہنوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟"

"تمھیں آئرن اور ہارڈی کے سحر سے نکالا ہے۔ ٹیلی پیتھی تم دونوں کے لیے عذابِ جان بن گئی تھی۔ ہم نے اس عذاب سے بھی تمھیں نجات دلا دی۔"

مورینا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

باقی نے کہا۔ "تم تو بہت مغرور اور تنک مزاج ہو۔ کیا ہماری اس حرکت پر غصہ نہیں آرہا ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باقی کے سامنے آئی۔ پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "میرے بچے! ہم سب فانی ہیں۔ غصہ اور غرور انسان کو وقت سے پہلے مار ڈالتا ہے۔"

پھر اس نے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا "مسیح اعظم! ہمیں صبر کی توفیق دے۔ جو چیز ہم سے چھن جائے، اس پر افسوس نہیں کرنا چاہیے۔"

ٹرانسفارمر مشین نے کرشمہ دکھایا تھا۔ وہ راہبہ کے انداز میں سوچ رہی تھی۔ اور بول رہی تھی۔ میں نے شرابی کو جگایا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مورینا اور باقی کو دیکھ کر بولا۔ "میں کہاں ہوں؟"

باقی نے کہا۔ "تم نے رات کو زیادہ پی لی تھی۔ بھٹک کر یہاں آگئے تھے۔ اب یہاں سے جاؤ۔ پولیس آنے والی ہے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا تہ خانے سے باہر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "باقی! پولیس اسٹیشن جانا ضروری نہیں ہے۔ وہیں سے فون پر رابطہ قائم کرو۔ فوجی جوان دوڑے چلے آئیں گے۔ مگر تھوڑا انتظار کر لو۔ تنانہ کو بیدار ہونے دو۔"

باقی نے وقت گزارنے کے لیے مورینا سے پوچھا۔ "کیا تمھیں پچھلی تمام باتیں یاد ہیں؟"

"بے شک، بھلا یاد کیوں نہیں رہیں گی؟"

"کیا تمھیں یاد ہے، تم ننھی سی بچی بن گئی تھیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میری طرح ہر عورت پہلے بچی ہوتی ہے۔"

"لیکن تم پچھلی رات بچی بن گئی تھیں۔ ہم نے تم دونوں بہنوں کا برین واش کیا تھا۔"

"کیا ہو گا۔ بے ہوشی میں عمر کا کتنا حصہ گزر جاتا ہے، یہ معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجھے برین واشنگ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"تم ابھی کیا محسوس کر رہی ہو؟"

"میں خود کو بہت ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے میں نے نیا جنم لیا ہے۔"

"آئرن کی آنکھیں یاد آتی ہیں؟"

"آئرن؟" وہ سوچنے لگی۔ اس کا تصور کرنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں، بڑی خطرناک آنکھیں ہیں۔ میں کبھی اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔

"تمھیں جانا چاہیے۔ تم تو اس سے عشق کرتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "انسان خطا کا پتلا ہے۔ خداوند یسوع ہم سب کو معاف کرے۔ میں گناہ گار ہوں۔ اب میں ساری زندگی راہبہ بن کر چرچ میں گزاروں گی۔"

باقی نے کہا۔ "کتنے نیک خیالات ہیں۔ خدا ہر بیوی کو ممی کو ایسے نیک اور پارسا خیالات عطا کرے۔ آمین۔"

ایک گھنٹے بعد تنانہ بیدار ہو گئی۔ مورینا اور باقی اسے خاموشی سے تکنے

لگے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کا ردِعمل دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک بستر پر پڑی رہی، کچھ سوچتی رہی، پھر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ موریتا اور باقی اس کے سامنے آگئے۔ موریتا نے پوچھا "ہیلو تنانہ! ٹھیک ہونا؟"

وہ ذرا نقاہت سے مسکرا کر بولی۔ "ٹھیک ہوں۔ ذرا کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

غلام باقی نے کہا "تہ خانے سے باہر چلو۔ تازہ پھل کھاؤ گی اور دودھ پیو گی تو توانائی بحال ہو جائے گی۔"

اس نے بستر سے اُتر کر ساتھ چلتے ہوئے پوچھا "میرے آقا کہاں ہیں؟"

"آقا؟" باقی نے تعجب سے پوچھا "کون آقا؟"

تنانہ نے کہا "وہی جو تمہارے ہیں، وہ میرے بھی آقا ہیں۔ میں ان کی باندی ہوں۔ اپنی کھال کے جوتے بنا کر انھیں پہنا سکتی ہوں۔"

"یا حیرت!" باقی نے پوچھا "تم میرے آقا فرہاد صاحب کو پوچھ رہی ہو؟"

"اور کون ہو سکتا ہے میرا آقا؟ بتاؤ نا کہاں ہیں وہ؟"

باقی نے کہا "کوئی آقا اپنے غلام اور باندی کو بتا کر نہیں جاتا۔ وہ بھی مجھے بتا کر نہیں گئے۔ اتنا ضرور کہا ہے کہ ہم خود کو قانون کے محافظوں کے حوالے کر دیں۔"

تنانہ نے کہا "جب میرے آقا کا حکم ہے تو ہم ابھی تعمیل کریں گے۔"

موریتا نے کہا "مگر میں حوالات میں نہیں، چرچ میں جانا چاہتی ہوں۔"

باقی نے کہا "جنت میں گھر بنانے کی اتنی جلدی بھی نہ کرو۔ ہماری دنیا کے لوگ تمہیں چرچ تک پہنچنے دیں تو ضرور چلی جانا۔"

اس نے تنانہ کے آگے پھل اور دودھ وغیرہ رکھ کر ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام غلام باقی ہے۔ موریتا اور تنانہ میرے پاس ہیں۔"

"پلیز، ہولڈ آن۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی بہرام گنگولی کی غرّاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کون ہو تم؟"

باقی نے جواب دیا "تمھارا باپ۔ یُو نان سنس، جب میں نے ایک بار اپنا نام بتا دیا ہے تو بار بار کیوں پوچھتے ہو؟"

وہ غصّے سے تلملا کر بولا "میں تمھارا سر توڑ دوں گا۔ اپنا پتا بتاؤ۔"

"ایسا کون احمق ہے جو سر تڑوانے کے لیے پتا بتائے گا۔"

"میں کہتا ہوں، میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

"وقت تم ضائع کر رہے ہو تاکہ میں جس نمبر سے بات کر رہا ہوں، وہ ڈیٹیکٹ ہو جائے۔ پھر یہ معلوم کرنا آسان ہو جائے گا کہ یہ فون کس بنگلے میں ہے۔ لیکن نہیں، تم بہت غصّے میں ہو، یہاں پہنچتے ہی مجھ سے بدتمیزی کرو گے۔ لہٰذا میں موریتا اور تنانہ کو لے کر جا رہا ہوں۔"

بہرام گنگولی نے جلدی سے چیخ کر کہا "خبردار! کہیں نہ جانا۔ میرا مطلب خبردار نہیں ہے۔ میں التجا کر رہا ہوں۔ اپنا پتا بتاؤ اور انتظار کرو۔"

"کیا واقعی التجا کر رہے ہو؟ کیا ہاتھ بھی جوڑ رہے ہو؟"

"ہاں، میں ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہا ہوں۔"

غلام باقی نے اسے پتا بتا دیا۔ صرف پندرہ منٹ میں بہرام اچھی خاصی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیرنے کے بعد ایک افسر نے بلند آواز سے کہا "مسٹر باقی! تم تینوں ہاتھ اُٹھا کر باہر آجاؤ۔ اگر یہاں اور کوئی چھپا ہوا ہے تو اسے بھی یہی حکم دیا جاتا ہے۔"

غلام باقی نے تنہا باہر نکلتے ہوئے کہا "جب میں نے خود ہی یہاں آنے کی دعوت دی ہے تو تم لوگ اس قدر تکلفات سے کام کیوں لے رہے ہو؟"

دوسرے افسر نے پوچھا "موریتا اور تنانہ کہاں ہیں؟"

"میں تنہا یہ دیکھنے آیا ہوں کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ اگر بُرا ہوا تو جواباً بہت بُرا ہو گا۔"

"تُو غلام کے بچّے! ہمیں دھمکی دے رہا ہے۔"

بہرام گنگولی گالیاں دیتے ہوئے باقی کی جانب بڑھنا چاہتا تھا، پیچھے کھڑے ہوئے افسر نے ریوالور نکال کر اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ بہرام لڑکھڑا کر گرا۔ گولی گھٹنے کو توڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ وہ بڑا جیالا تھا۔ تڑپ کر اٹھا۔ گولی مارنے والے افسر کو گالی دینا چاہتا تھا، اس نے دوسری ٹانگ میں گولی ماری۔ اس وقت تک دوسرے افسر کے حکم پر فوجی جوانوں نے فائرنگ کرنے والے افسر کو دونوں طرف سے جکڑ لیا تھا۔

دوسرے افسر نے ریوالور نکال کر کہا "ایک کو پکڑو گے تو دوسرا افسر گولی مارے گا۔ جب تک بہرام کے منہ سے گالیاں نکلتی رہیں گی فرہاد اس کے جسم میں ایک ایک گولی اتارتا جائے گا۔"

میرا نام سنتے ہی سب کو چُپ لگ گئی تھی۔ میں نے دوسرے افسر کی زبانی کہا "اس گرم دماغ والے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کو لے جاؤ۔ کسی ٹھنڈے دماغ والے افسر کو بلاؤ۔"

بہرام گنگولی اب اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسری ٹانگ میں پیوست ہونے والی گولی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا مالک تھا۔ ایک زخمی درندے کی طرح زمین پر لوٹ رہا تھا۔ کئی جوانوں نے اسے قابو میں کیا۔ اسے سُپر ماسٹر کا حکم سنایا گیا۔ کہ فی الحال اسے زیرِ علاج رہنے کے لیے چھٹی دی جا رہی ہے۔ لہٰذا ان معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ وہ سُپر ماسٹر کا حکم سُن کر مجبور ہو گیا۔ وہاں سے ایک ایمبولینس میں چلا گیا۔

دوسرے افسر نے کہا "مسٹر باقی! ہم دوستانہ ماحول میں باتیں کریں گے۔"

غلام باقی چند افسران کے ساتھ اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں موریتا اور تنانہ موجود تھیں۔ ان کا تعارف افسروں سے کرایا گیا۔ باقی نے کہا۔ "آپ اپنے جوانوں کو حکم دے سکتے ہیں کہ وہ پورے بنگلے کی تلاشی لیں اور تہ خانے میں بھی جا کر مطمئن ہو جائیں۔"

فوجی جوان اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ ایک اور افسر نے پوچھا۔ "مس موریتا! آپ اور مس تنانہ خیال خوانی کرتی ہیں؟"

موریتا نے جواب دیا۔ "پچھلی رات تک کر سکتی تھیں۔ فرہاد نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہمارے دماغ کو ٹیلی پیتھی سے خالی کر دیا ہے۔"

"وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟"

"فرہاد صاحب لے گئے ہیں۔"

"وہ یہاں سے کب گئے؟"

"تقریباً دو گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"سنا ہے، مشین کافی بڑی ہے۔ وہ اسے کیسے لے گئے ہیں؟"

"مشین کے چار حصّے کیے گئے ہیں۔ انھیں چار سوٹ کیسوں میں رکھ کر کار کی ڈکی میں لے گئے ہیں۔"

"مسٹر باقی! تم مسٹر فرہاد کے وفادار ہو؟"

تنانہ نے کہا۔ "میں بھی وفادار ہوں۔"

موریتا نے کہا۔ "میں صرف فرہاد کی نہیں، ساری انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں، اس لیے راہبہ بننا چاہتی ہوں۔"

افسر نے موریتا کو نظر انداز کر کے تنانہ اور باقی سے پوچھا۔ "تم دونوں وفاداری کا دعویٰ کرتے ہو۔ پھر فرہاد صاحب کے متعلق جو رپورٹ دے رہے ہو، اسے ہم سچ کیسے مان لیں۔"

"آپ کو ماننا ہو گا۔ کیونکہ دو گھنٹے پہلے مشین یہاں تھی، اب نہیں ہے۔ اور فرہاد صاحب بھی نہیں ہیں۔ باقی ہم تین موجود ہیں۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ فرہاد صاحب مشین لے گئے ہیں اور اسے لے جانے کے لیے کار استعمال کی ہے۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "ابھی مسٹر فرہاد نے بہرام صاحب کو گالیاں دینے کی سزا دی ہے۔ کیا وہ یقین دلا سکتے ہیں کہ مشین ان کے پاس ہے۔"

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں مجھے مشین کے متعلق یقین دلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تم لوگوں کے درمیان مسلسل نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اپنی جگہ مصروف ہوں۔ البتہ میرے ساتھیوں کو خطرہ لاحق ہو گا تو میں ان کی حفاظت کے لیے پہنچ جاؤں گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

باقی نے کہا۔ "آفیسر! میرے آقا کو بار بار یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔ ہم جو بیان دے رہے ہیں، وہ غلط نہیں ہے۔"

افسر نے کہا۔ "اگر تمھارا بیان بالکل درست ہے تو سچ کہنے میں بھی کوئی مصلحت ہو گی۔"

باقی نے کہا۔ "موریتا راہبہ بن کر جنت میں جانا چاہتی ہے۔ ہم سچ بول کر جانا چاہتے ہیں۔ بھلا ہم موریتا سے پیچھے کیوں رہیں گے۔ کیوں تنانہ؟"

"اور نہیں تو کیا۔ یہ یقین نہیں کرتے نہ سہی۔ ہم تو سچ بولتے رہیں گے۔"

افسر نے کہا۔ "اب تک ٹرانسفارمر مشین جسے ملتی رہی، وہ اسے لے کر دوسروں سے چھپاتا رہا مگر تم لوگ فرہاد صاحب کا بھید کھول رہے ہو۔"

باقی نے کہا۔ "صرف اتنا ہی نہیں، کار کا ماڈل اور نمبر وغیرہ بھی نوٹ کر لو۔"

افسر نے فوراً ہی نوٹ کیا۔ پھر ٹرانسمیٹر سے ہدایات دینے لگا کہ فلاں ماڈل اور نمبر کی گاڑی جہاں نظر آئے اسے گھیر لو۔ پھر اس نے کہا۔ "مسٹر باقی! اگر یہ کار پکڑی گئی تو اس کے ساتھ مسٹر فرہاد بھی پکڑے جائیں گے۔"

"بے شک پکڑے جائیں گے۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے مسٹر فرہاد کوئی زبردست چکّر چلا رہے ہیں۔"

"یہ تو وہی بتا سکتے ہیں۔"

افسر نے جوانوں کو حکم دیا۔ "ان تینوں کو گاڑی میں بٹھاؤ۔"

دوسرے جوانوں نے آکر کہا۔ "سر! ہم نے پورا بنگلا اور تہ خانہ دیکھ لیا ہے۔ یہاں کوئی قابلِ گرفت چیز نہیں ہے۔"

ایک فوجی جوان ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا۔ باقی نے کہا۔ "آفیسر! ہتھکڑی لگائی جائے گی تو یہاں تم سب ایک دوسرے کو گولی مارنا شروع کر دو گے۔ بولو کیا منظور ہے؟"

افسر نے ہتھکڑی لگانے سے منع کیا۔ تینوں کو گاڑی کے پچھلے حصّے میں پہنچایا گیا۔ میں دوسری جگہ مصروف تھا۔ میں نے پچھلی رات سے منگل پانڈے کی خبر نہیں لی تھی۔ اس کی طرف سے قدرے اطمینان تھا۔ سُپر ماسٹر اور بہرام کو یقین تھا کہ اسی کے ذریعے مشین ہاتھ آئے گی۔ لہٰذا اسے خاص مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔

ویسے سُپر ماسٹر درپردہ یہ معلومات حاصل کر رہا تھا کہ منگل پانڈے کی ہندوستان میں کیا حیثیت تھی۔ اور وہ امریکا پہنچتے پہنچتے کس طرح انٹرنیشنل جاسوس بن گیا تھا۔ ایک سراغ رساں نے رپورٹ دی منگل پانڈے انڈین انٹیلی جنس کے ساتھ اس طیارے میں تھا جس میں پارس بھارت

سے فرار ہو رہا تھا۔ وہ طیارہ اغوا کر کے تل ابیب پہنچایا گیا تھا۔ وہاں جس طرح پارس، سونیا اور شیبا وغیرہ کو شاہی مہمان بنا کر رکھا گیا تھا، اسی طرح منگل پانڈے کو بھی وی آئی پی حیثیت دی گئی تھی۔ اس سلسلے میں شبہ ہے کہ پانڈے کو فرہاد کی سرپرستی حاصل ہے۔ یا پھر منگل پانڈے نے تل ابیب میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے تھے۔ اس لیے اسرائیلی حکام اس کی قدر کرتے تھے۔ اور اپنے ہاں انٹیلی جنس میں ایک اعزازی عہدہ دیا تھا۔

رپورٹ پیش کرنے والے سراغ رساں کی دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ فرہاد نے کسی خاص مقصد کے تحت پانڈے کو ٹیکساس بھیجا ہے، دوسری بات یہ کہ اسرائیلی انٹیلی جنس میں اعزازی عہدہ حاصل کرنے کے بعد وہ اسرائیلی حکام کے ایما پر مشین حاصل کرنے آیا ہے۔

اس رپورٹ نے منگل پانڈے کو مشکوک بنا دیا تھا۔ سپر ماسٹر نے سوچا اس کی اصلیت معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ بہرام تنویمی عمل کے ذریعے اندر کی ساری باتیں اگلوا لے گا۔ بہرام گنگولی ایک فوجی ٹیم کے ساتھ جگہ جگہ مشین کے لیے چھاپے مار رہا تھا۔ دوسرے دن پتا چلا فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے فوجی افسر کے ہاتھوں اسے دونوں ٹانگوں سے معذور بنا دیا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کسی پر تنویمی عمل کے قابل نہیں رہا تھا یعنی وہ منگل پانڈے سے اس کے اندر کی بات نہیں اگلوا سکتا تھا۔

سپر ماسٹر جانتا تھا، گولیاں لگنے اور کافی مقدار میں خون بہنے کے بعد بہرام اپنے دماغ میں خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے بہرام سے تمام رابطے ختم کر دیے تھے۔ جہاں وہ تنہائی میں اس سے ملتا تھا، وہ جگہ مقفل کرا دی تھی۔ جس اسپتال میں وہ زیرِ علاج تھا وہاں احکامات پہنچا دیے تھے کہ نہ وہ سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی خصوصی اختیارات سے وہ آئندہ کام لے سکے گا۔

جب میں منگل پانڈے کے پاس پہنچا تو وہ ایک بستر پر بندھا پڑا تھا اور غصے سے پوچھ رہا تھا "میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟"

ایک عورت مسکراتے ہوئے اس کمرے میں آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی۔ اس نے کہا "تم پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ "لیکن یہ سرنج کس لیے ہے؟"

"جو مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں، وہ ٹرانس میں نہیں آتے۔ تم نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ یقیناً تم بھی مضبوط قوتِ ارادی رکھتے ہو۔ لہٰذا انجکشن کے ذریعے تمھارے اعصاب کو کمزور بنایا جائے گا۔"

اس عورت نے ایک ہاتھ بڑھا کر اس کی آستین پھاڑ ڈالی۔ بازو کو ننگا کر دیا۔ وہ رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ کسمساتے ہوئے بولا۔ "ٹھہرو۔ پہلے بہرام کو بلاؤ۔ وہ میرا دوست ہے۔ جب میں سچ بولنے کا وعدہ کروں گا تو وہ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کرے گا۔"

"بہرام اسپتال میں ہے۔ یہ عمل کوئی اور کرے گا۔"

اس عورت نے سوئی بازو میں پیوست کر دی۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل کر کے وہاں سے چلی گئی۔ چند لمحوں بعد ہی وہ کمزوری اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگا۔ میں نے اس عورت کے دماغ سے معلوم کیا۔ ایک نئے عامل کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اس عامل نے نائب سپر ماسٹر کو یقین دلایا تھا کہ وہ منگل پانڈے کی اصلیت کھول کر رکھ دے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عامل کمرے میں آیا۔ اس نے پوچھا "پانڈے! مجھے پہچانتے ہو؟"

پانڈے نے بڑی کمزور سی آواز میں کہا "میں تمھیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ تمھاری کسی عورت نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ بھگوان کے لیے مجھے طبی امداد پہنچاؤ۔"

عامل نے کہا۔ "میں ایک طرح کا ڈاکٹر ہوں۔ اپنے عمل سے علاج کروں گا۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جیسا کہتا ہوں، ویسے ہی کرتے جاؤ۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ دیکھنے لگا۔ عامل اسے ٹرانس میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں پانڈے کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا اور اس کی زبان سے یوں کہہ رہا تھا، جیسے عامل سے متاثر ہوتا جا رہا ہوں۔ آخر اسے یقین ہو گیا کہ میں اس کا معمول بن چکا ہوں۔

اس نے پوچھا۔ "تمھارا اصل نام کیا ہے؟"

پانڈے نے جواب دیا۔ "اصل نام میرے ماں باپ جانتے ہیں اور وہ مر چکے ہیں۔"

"تمھارا فرہاد سے کیا تعلق ہے؟"

"میرا تعلق رسونتی دیدی سے ہے۔ ہم دونوں بھارت کے رہنے والے ہیں۔ وہ میری دیدی ہیں۔ اس رشتے سے فرہاد میرے جیجا جی ہیں۔"

"کیا تمھیں فرہاد نے یہاں بھیجا ہے؟"

"میری دیدی نے بھیجا ہے۔"

"فرہاد کہاں ہے؟"

"جب میں لندن سے روانہ ہوا تھا تو وہ بابا صاحب کے کمرے میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔"

"تم میرے معمول ہو، ہر سوال کا صحیح جواب دو گے۔"

"میں تمھارا معمول ہوں۔ ہر سوال کا صحیح جواب دوں گا۔"

"یہاں اب تک کی رپورٹ کے مطابق فرہاد مختلف لوگوں کے دماغ میں بولتا ہے اور وہ بنفسِ نفیس موجود ہے۔"

"وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے میں بیمار ہیں۔ یہاں ان کی ڈمی ہے۔ میری رسونتی دیدی میرے جیجا جی کی ڈمی کو گائیڈ کرتی ہیں۔ غلام باقی اور تنانہ کے وفاداروں کے دماغ میں فرہاد بن کر بولتی ہیں۔"

"اب سے تین گھنٹے پہلے جو شخص کار کی ڈکی میں مشین لے گیا، کیا وہ ڈمی فرہاد ہے؟"

"میں نہیں جانتا کون اپنی کار میں مشین لے گیا۔ لیکن وہ خود کو فرہاد کہتا ہے تو بے شک ڈمی ہو گا۔"

"تم مشین تک پہنچنے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟"

"رسونتی دیدی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے مشین تک پہنچائیں گی۔ میری دیدی زبان کی دھنی ہیں۔ وہ مجھے ضرور مشین تک پہنچائیں گی۔"

"کیا اس تنویمی عمل کے وقت تمھاری دیدی موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں، وہ پچھلی رات سے دوسری جگہ مصروف ہیں۔"

"تم اپنی دیدی کی دوسری مصروفیات کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں زیادہ نہیں جانتا۔ دیدی صرف اتنا کہہ کر گئی تھیں کہ وہ موریتا اور تنانہ کا برین واش کرنے والی ہیں۔"

"میرے تنویمی عمل کے بعد تم رسونتی سے کیا کہو گے؟"

"میں اپنی دیدی سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں انھیں بتاؤں گا کہ ایک انجکشن کے ذریعے مجھے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا گیا۔ پھر مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔"

"تم میرے معمول ہو۔ میں سختی سے حکم دیتا ہوں، تم اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

"میں تمھارا معمول ہوں۔ اس تنویمی عمل کو بھول جاؤں گا۔"

"اس عمل سے پہلے جو انجکشن دیا گیا تھا، اسے بھی بھول جاؤ گے۔"

میں نے پانڈے کی زبان سے اس کے حکم کو دُہرایا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو اُس نے اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ منگل پانڈے کی آنکھیں بند تھیں۔ میں نے پوچھا۔ "کہو یہ تنویمی عمل کیسا رہا؟"

"فرہاد صاحب! آپ نے اسے خوب اُلو بنایا ہے۔ مگر میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ انجکشن کا اثر عارضی ہے۔ نیند پوری کرنے کے بعد پہلے کی طرح توانائی محسوس کرو گے۔ اب سو جاؤ۔"

میں نے اسے ایک گھنٹے کے لیے سُلا دیا۔ پہلے یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں خود کو سپر ماسٹر کے سامنے ڈمی ثابت کروں۔ ویسے بھی میرے تمام دشمن مجھے رُوبرو پا کر میرے اصلی فرہاد ہونے کا یقین نہیں کرتے تھے۔ وہ میری ڈمی سے بارہا دھوکا کھا چکے تھے۔

ادھر غلام باقی، تنانہ اور موریتا کو گرفتار کرنے والے افسران بھی یہی شبہ کر رہے تھے کہ کار کی ڈکی میں مشین لے جانے والا اصل فرہاد ہوتا تو باقی وغیرہ کبھی اس کی نشاندہی نہ کرتے۔ پھر ایسے ہی وقت انھوں نے پانڈے پر تنویمی عمل کیا تو مجھے خود کو ڈمی ثابت کرنے کا بھرپور موقع مل گیا۔

اب انھیں اس ڈمی فرہاد کی تلاش تھی جو اپنے ساتھ مشین لے گیا تھا۔ انھوں نے شہر کو چاروں طرف سے بند کر دیا تھا۔ فوج یوں پھیلی ہوئی تھی جیسے کسی بہت بڑے قلعے کا محاصرہ کر چکی ہو۔ کوئی شخص کسی کھیت یا جنگل جھاڑیوں سے بھی گزر کر نہ باہر جا سکتا تھا۔ نہ اندر آ سکتا تھا۔ دریائی راستے سے کوئی کشتی یا لانچ شہر سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ تمام فلائنگ کلب بند کر دیے گئے تھے۔ کسی ہیلی کاپٹر یا طیارے کو پرواز کی اجازت نہیں تھی۔

جب یہ معلوم ہوا کہ مشین کسی کار کی ڈکی میں لے جائی گئی ہے تو پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ کسی کو گلی میں نکلنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اگر ہوٹل، کلب، سینما یا تھیٹر کھلے ہوتے، تو مجھے چھپنے میں دشواری نہ ہوتی۔ شہر میں جتنے اجنبی ہو سکتے تھے انھیں کسی بھی پولیس اسٹیشن پہنچ کر رپورٹ دینے کی تاکید کی گئی تھی۔ ایسی حالت میں مجھ اجنبی کو کسی گھر میں جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ویسے اب کہیں چھپنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ میں اپنے تمام ضروری کام نمٹا چکا تھا۔

میں نے ایک افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھاری پولیس چوکی کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میرے استقبال کے لیے نکل آؤ۔"

یہ اطلاع ملتے ہی وہاں کھلبلی مچ گئی۔ افسر کا حکم ملتے ہی تمام پولیس اور فوج کے جوان رائفلیں اور مختلف قسم کی گنیں سنبھالتے ہوئے چوکی کے سامنے والے راستے کو روکنے کے لیے محاذ بنانے لگے۔ افسران یہ جانتے تھے کہ جب فرہاد خود کو حوالے کرنے آ رہا ہے تو اس کے لیے پولیس وغیرہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔ لیکن وہ اپنی ڈیوٹی اور ڈسپلن سے مجبور تھے۔

میں کار ڈرائیو کرتا ہوا ٹھیک چوکی کے سامنے آ کر رُک گیا۔ میرے اطراف دور تک تمام ہتھیار تنے ہوئے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ اُدھر بھی سب اپنی اپنی جگہ ساکت تھے۔ پھر میں دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اطمینان سے چلتا ہوا نشانے پر رکھے ہوئے ہتھیاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا افسران کے پاس آیا۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "کیا تم فرہاد ہو؟"

میں نے کہا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، میں فرہاد ہوں۔"

"وہ مشین کہاں ہے؟"

"میرے پاس ایک چلتی پھرتی مشین ہے جسے کار کہتے ہیں۔ وہ اُدھر کھڑی ہے۔"

"تمھارے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ مشین کار کی ڈکی میں ہے۔"

"کمال ہے، کار سامنے کھڑی ہے۔ کار کے ساتھ ڈکی بھی ہے۔ تمھیں جا کر دیکھنا چاہیے، یا سوال کرنا چاہیے۔"

دو افسر فوراً ہی سپاہیوں کے ساتھ کار کے پاس گئے۔ اس کی ڈکی کھولی۔ اچھی طرح جھانک کر دیکھا۔ کار کے اندر بھی نظر ڈالی، پھر وہاں سے چیخ کر کہا۔ "یہاں تو مشین نہیں ہے۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

وہ تیزی سے قریب آئے۔ ایک غصے سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روکتے ہوئے کہا۔ "غصے میں زبان سے گالی نکل جاتی ہے اور گالیاں دینے والے بہرام گنگولی کا حشر تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا بات کرتے وقت دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

میں وہاں سے پلٹ کر دفتر میں آیا۔ پھر آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ تمام افسران میرے پیچھے چلتے ہوئے آئے۔ ایک افسر نے کہا۔ "تم

ملزم ہو، کرسی پر نہیں بیٹھ سکتے۔ کھڑے ہو جاؤ۔"

مَیں نے کہا۔ "آفیسر! تم نے مجھے کرسی سے اٹھنے کے لیے کہا ہے، تمھاری سزا یہ ہے کہ تم میرے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھو گے۔"

وہ حقارت سے بولا۔ "تم اور مجھے کرسی پہ بیٹھنے سے روکو گے۔ ذرا مَیں بھی دیکھوں، تم کیا چیز ہو۔ اونہہ۔۔۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا سامنے والی کرسی کے پاس گیا پھر میری طرف دیکھ کر بیٹھنا ہی چاہتا تھا، پیچھے کھڑے ہوئے ایک افسر نے میری مرضی کے مطابق کرسی ہٹا دی۔ وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ مَیں جانتا تھا ایسے وقت بے اختیار اس کے منہ سے گالیاں نکلیں گی۔ اس سے پہلے ہی مَیں نے اس کی زبان دانتوں کے درمیان کر دی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ پیچھے سے کرسی ہٹانے والے افسر کو گھونسا دکھانے لگا۔ وہ صرف گھونسا ہی دکھا سکتا تھا۔ زبان سے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

پیچھے کھڑے ہوئے افسر نے کہا۔ "مَیں نے بے اختیار کرسی کھسکائی تھی۔ ظاہر ہے مسٹر فرہاد نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مَیں آپ تمام فتنے دار افسران کو سُپر ماسٹر کا حکم یاد دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ ہم مسٹر فرہاد اور ان کے ساتھیوں کو اپنی طرف سے شکایت کا موقع نہ دیں۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ درست ہے، ہم صرف اپنی ڈیوٹی پوری کریں گے۔ اور مسٹر فرہاد سے درخواست کریں گے کہ وہ مشین ہمارے حوالے کر دیں۔"

مَیں نے کہا۔ "وہ ایسی مشین نہیں ہے جسے راضی خوشی کسی کے حوالے کیا جائے۔ تم لوگوں نے شہر کے اندر اور باہر اتنا سخت پہرہ لگایا ہے، کہ ایک چیونٹی بھی تمھاری آنکھ بچا کر نہیں جا سکتی۔ مشین تو بہت بڑی چیز ہے مَیں اسے نگل نہیں سکتا۔ مشین اسی شہر میں ہو گی۔ جاؤ ڈھونڈ نکالو۔"

یہ ایک زبردست چیلنج تھا۔

مَیں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ مشین سچ مچ اسی شہر میں تھی۔

لیکن کہاں تھی؟

وہ اس شہر کی زمین کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھودتے چلے جاتے، وہ برآمد نہ ہوتی۔ غوطہ خوروں کی فوج دریا کی ابتدا سے انتہا تک گہرائیوں میں ڈوبتی اُبھرتی رہتی۔ مگر مشین کا ایک پُرزہ بھی نظر نہ آتا۔

مَیں نے کوئی ہیلی کاپٹر یا طیارہ بھی استعمال نہیں کیا تھا۔

پھر وہ مشین اسی شہر میں کہاں ہے؟

یہ صرف ذہانت کا کھیل ہے۔ یہ ایسی ذہنی آزمائش ہے جس میں دشمن ناکام رہیں گے۔ مَیں دوستوں سے بھی پوچھتا ہوں، وہ ذرا غور کریں، اپنی ذہانت کو آزمائیں اور بتائیں، مَیں نے اسی شہر میں وہ مشین کہاں لے جا کر چھپا دی ہے؟

آخر وہ ٹرانسفارمر مشین فرہاد کے پاس

پہنچ گئی ہے۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جا رہی تھی۔ جو سُپر طاقتیں اور خطرناک تنظیمیں بظاہر ہماری دوستی کا دم بھرتی تھیں، وہ مجھے مبارک باد دینے کے لیے بے چین ہو گئیں۔ انھوں نے بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الفارس کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں یقین ہے جناب وہ ٹرانسفارمر مشین منفی سوچ رکھنے والوں کے ہاتھ نہیں آئے گی اور بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ رہے گی۔"

گویا وہ مبارک باد دینے کے بہانے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں چھپا کر رکھی جائے گی۔ پھر یہ خبر پھیلی کہ سُپر ماسٹر نے مجھے کہیں نظر بند کر رکھا ہے۔ اس خبر نے مشین کی پوزیشن مشکوک کر دی۔ اب طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ اگر میں سُپر ماسٹر کی کسٹڈی میں ہوں تو مشین بھی سُپر ماسٹر کے پاس ہی ہو گی۔

ماسک مین اور اسرائیلی حکام کا خیال تھا کہ میں نے مشین پہلے پار کر دی ہے۔ خود کو وہاں سے نکال نہ سکا اس لیے ان کی حراست میں ہوں۔ تمام بڑے بڑے ممالک اور بڑی بڑی تنظیموں کے جاسوس اس شہر کے آس پاس بھٹک رہے تھے۔ کسی کو اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی شخص اس شہر سے باہر آ سکتا تھا۔ میری گرفتاری کے بعد بھی اس شہر میں کرفیو نافذ رہا۔ اس شہر سے تمام دنیا کا رابطہ ختم کر دیا گیا تو سبھی کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مشین ابھی سُپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ اگر اس کے پاس ہوتی تو اس شہر کو قرنطینہ بنا کر نہ رکھا جاتا۔

اس شہر نے سب کو تجسس میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اندر کیا ہو رہا ہے، یہ باہر کی دنیا والے جاننے کے لیے بے چین تھے۔ ماسک مین جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کر کے رسونتی سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اسرائیلی حکام شیبا سے التجا کر رہے تھے کہ وہ فرہاد سے رابطہ قائم کرے اور معلوم کرے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کیا مشین کے سلسلے میں سُپر ماسٹر اور فرہاد کے درمیان کوئی سمجھوتا ہو رہا ہے۔ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کی وجہ سے اس شہر کو وقتی طور پر ساری دنیا سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا ہے۔

لوگوں کا یہ اندازہ درست تھا۔ سُپر ماسٹر اب سمجھوتا کرنے پر آمادہ تھا۔ اس کے حکم سے مجھے اسی بنگلے میں نظر بند کیا گیا تھا جس کے تہ خانے میں مَیں نے مشین کے ذریعے مورینا اور تنانہ کی برین واشنگ کی تھی۔ میری اس رہائش گاہ کی بار بار تلاشی لی گئی تھی۔ اس کے ہر حصے کے فرش کو کھود کر دیکھا گیا تھا۔ بنگلے کے باہر باغیچے کا جتنا احاطہ تھا وہاں کی زمین بھی کھود دی گئی تھی۔ یہاں انھیں چھوٹی سی کامیابی حاصل ہوئی۔ مشین کے دو پُرزے مَیں نے اسی باغیچے کے ایک گوشے میں چھپائے تھے لہٰذا کھدائی کے دوران وہ پُرزے برآمد ہو گئے۔

اب وہ پُرزے اسی ٹرانسفارمر مشین سے تعلق رکھتے تھے

یا نہیں، اس کی تصدیق مجھ سے کرائی گئی۔ وہ پُرزے میرے سامنے پیش کیے گئے۔ میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک، یہ میں نے چھپائے تھے اور ان کا تعلق ٹرانسفارمر مشین سے ہی ہے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "مسٹر ڈمی! ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہو چکا ہے کہ تم فرہاد نہیں ہو۔ فرہاد کی ڈمی ہو۔ ہم تمھارے ذریعے مسٹر فرہاد سے پوچھنا چاہتے ہیں، آخر وہ مشین کو ہم سے کیوں چھپا رہے ہیں اور اسے چھپا کر وہ کیا حاصل کر لیں گے جب کہ اس شہر سے باہر ایک تنکا بھی لے جانا ممکن نہیں ہے۔ جس طرح ہم نے دو پُرزے برآمد کیے ہیں، اسی طرح پوری مشین برآمد کر لیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں فرہاد نہیں ہوں؟"

دوسرے افسر نے کہا۔ "یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ تم مشین کے سلسلے میں فرہاد صاحب سے بات کرو اور ہمیں جواب دو۔"

میں نے کہا۔ "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں، وہ دو پُرزے فاضل تھے جنھیں وہاں چھپایا گیا تھا ورنہ پوری مشین اپنی جگہ موجود ہے۔"

"وہ جگہ کہاں ہے؟"

"یہ فرہاد صاحب ہی جانتے ہیں۔"

"ہم فرہاد صاحب سے ہی پوچھ رہے ہیں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں پوچھ کر بتاتا ہوں۔"

میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "وہ کہہ رہے ہیں، جو لوگ اتنے نااہل ہوں کہ پورے شہر کو ساری دنیا سے کاٹنے اور کرفیو نافذ کرنے کے باوجود مشین تلاش نہ کر سکیں، ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں مشین کبھی نہیں پہنچنا چاہیے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد ہماری انسلٹ کر رہے ہیں۔"

"یہ تم لوگوں کی عزت افزائی ہے کہ وہ تم سے بات کر رہے ہیں ورنہ ان معاملات پر تمھارے بڑے ہی ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے بڑے براہِ راست گفتگو نہیں کریں گے۔ ہم ان کے نمائندے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی کے ذریعے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ سچ اور جھوٹ پکڑ لیے جاتے ہیں۔ تم لوگوں کا تعلق پولیس، انٹیلی جنس اور فوج کے دوسرے شعبوں سے ہے جب کہ فرہاد صاحب صرف ایسے ہی نمائندوں سے بات کریں گے جن کا تعلق سُپر ماسٹر کی ریزرو آرمی سے ہو گا۔"

میرے آس پاس بیٹھے ہوئے افسران مجھے گھور رہے تھے اور سوچ رہے تھے، مجھ پر ان کا بس نہیں چل سکتا ورنہ اپنے اختیارات استعمال کر کے مجھے اذیتیں پہنچاتے۔ تھے طرح طرح سے تشدد کر کے مشین تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے لیکن انھیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جن دنوں سُپر ماسٹر نے جوجو کو اغوا کرایا تھا اور اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنا چاہا تھا ہم نے اسے وارننگ دی تھی۔ انھیں بتایا تھا، ہم کس طرح

ان کے تمام اہم فوجی افسران کے دماغوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی بھی خفیہ اور اہم راز ہمارے لیے راز نہیں ہے۔ ہم ان کے یورینیم کے سب سے بڑے ذخیرے کو پل بھر میں تباہ کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ جو نقصانات پہنچا سکتے ہیں، اس کے بعد وہ ملک سُپر طاقت نہیں رہے گا بلکہ دوسری سُپر طاقت کا محتاج ہو جائے گا۔

یہ دھمکیاں ہم نے جوجو کے لیے دی تھیں جو دشمنوں کی بہن تھی اور جسے ہم نے بیٹی بنایا تھا۔ وہ اب بھی مجھے اصلی فرہاد نہیں سمجھ رہے تھے لیکن یہ جانتے تھے کہ ایک ڈمی کے لیے بھی ہم جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور جو وارننگ دیتے ہیں، اس پر ضرور عمل کرتے ہیں لہٰذا وہ تمام افسران مجبور اور بے بس تھے، میری طرف انگلی اٹھا کر بھی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔

غلام باقی، مورینا اور تنانہ کو دوسری رہائش گاہ میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہاں بھی کئی افسران ان کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے اور طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "مس مورینا! ہم کیسے یقین کریں کہ تمھارے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں مٹ چکی ہیں؟"

مورینا نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ "خداوند یسوع ہم سب کو جھوٹ بولنے سے باز رکھے اور سچ بولنے کی توفیق دے۔ میں اب خیال خوانی نہیں کر سکتی۔"

دوسرے افسر نے پوچھا۔ "تنانہ! تم کیا کہتی ہو؟"

تنانہ نے جواب دیا۔ "وہی جو میری بہن کہہ رہی ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنا مکمل بیان دے چکے ہیں اور وہ بیان ہر پہلو سے درست ہے۔"

ایک اور افسر نے پوچھا۔ "مسٹر غلام باقی! ہر ایکشن کا ایک ری ایکشن ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر پہلی منزل سے سفر شروع کرتا ہے۔ دوسری منزل تک آتا ہے تو کوئی بات اسے ری ایکشن پر مجبور کر سکتی ہے اور اسے دوسری منزل سے پہلی منزل پر واپس لا سکتی ہے۔"

غلام باقی نے مسکرا کر کہا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح مورینا اور تنانہ کے دماغ سے مشین کے ذریعے صلاحیتیں مٹا دی گئی ہیں وہ صلاحیتیں دوبارہ واپس بھی لائی جا سکتی ہیں۔"

"بے شک، میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

باقی نے کہا۔ "لیکن ان کے دماغوں میں دوبارہ وہ صلاحیتیں واپس لانے کے لیے مشین کہاں ہے؟"

ایک افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں کہا۔ "ہمارا تو خیال ہے، یہ ایک لمبا فراڈ ہے۔ وہ مشین مسٹر فرہاد کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ اگر ان کے ہاتھ آئی ہوتی تو اب تک ہمارے ہاتھ آ چکی ہوتی۔ ہم دو دن سے گھر گھر کی تلاشی لے رہے ہیں۔ کوئی گلی کوچہ نہیں چھوڑا۔ اس شہر کی تمام گاڑیوں کو اندر سے اچھی طرح جھانک کر دیکھ لیا۔ کسی خفیہ خانے کو نظر انداز نہیں کیا۔ نہ ہی کسی تہ خانے کو چھوڑا۔ وہ مشین اس شہر میں ہوتی تو ہمارے ہاتھ ضرور لگتی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، مورینا اور تنانہ کی خیال

خوانی کی صلاحیتیں مشین کے ذریعے نہیں بلکہ مسٹر فرہاد نے تنویمی عمل کے ذریعے مٹائی ہیں اور یہ صلاحیتیں انھیں دوبارہ تنویمی عمل کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہیں۔"

موریا نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا: "ہمیں جسمانی اور دماغی توانائی دینے والا وہ قادرِ مطلق ہے۔ کوئی مشین کوئی انسانی عمل کسی کو کچھ نہیں دیتا۔"

تنانہ نے کہا: "آفیسر! تم چاہو تو اپنے اطمینان کے لیے ہمیں تنویمی عمل سے گزار سکتے ہو۔"

ایک افسر نے کہا: "ہم یہی چاہتے ہیں۔ مسٹر غلام باقی! تم اپنے کمرے میں جاکر آرام کرو۔ ہم موریا اور تنانہ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

باقی وہاں سے اُٹھ کر ایک کمرے میں چلا گیا۔ دو افسروں نے موریا کے پاس آکر کہا: "تم ہمارے ساتھ چلو۔"

دوسرے دو افسروں نے یہی بات تنانہ سے کہی۔ تنانہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بیڈ روم میں آئی۔ وہاں ایک افسر اور دو مسلح فوجی جوان تھے۔ ان کے درمیان ہارڈی نظر آ رہا تھا۔

دوسری طرف موریا جس کمرے میں پہنچی، وہاں آئرن مسلح فوجیوں کے درمیان دکھائی دیا۔ کمرے کے وسط میں دو کرسیاں ایک دوسرے کے بالکل سامنے اور بالکل قریب رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر موریا کو بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ دوسری پر آئرن بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل قریب اور بالکل آمنے سامنے ہو گئے یعنی اتنے سامنے کہ موریا آئرن کی آنکھوں میں صاف طور سے دیکھ سکتی تھی۔

یہ وہی ظالم آنکھیں تھیں جو پہلی نظر میں ہی حواس پر چھا جاتی تھیں، دیکھنے والے کو اپنی گہرائیوں میں ڈبو لیتی تھیں پھر اسے نکلنے کا موقع نہیں دیتی تھیں۔ ان آنکھوں سے ایک بار چپکنے کے بعد وہاں سے نجات حاصل نہیں ہوتی تھی۔ آئرن کو گرفتار کرنے کے بعد طرح طرح سے اس پر تشدد کیا گیا تھا۔ طرح طرح سے اذیتیں پہنچائی گئی تھیں۔ اسے جسمانی اور دماغی طور سے کمزور بنایا گیا تھا تاکہ بہرام گنگولی اس پر تنویمی عمل کر سکے۔

آئرن اور ہارڈی دونوں بھائی زبردست قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ ان کی مستقل مزاجی کے سامنے کوئی تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن جسم کمزور ہو جائے، دماغ ساتھ نہ دے تو انسان پہاڑ نہیں رہتا۔ ایک ذرّے کی طرح حقیر ہو جاتا ہے۔ بہرام گنگولی نے اسے حقیر بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے اندر کی ساری باتیں اگلوائی تھیں۔

آئرن نے معمول بننے کے بعد انکشاف کیا تھا کہ اس نے اپنی آنکھوں کے ذریعے میجر رائٹ کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا تھا۔ اس نے ان کے لیے مشین کا پورا نقشہ تیار کیا تھا۔ اس کی تفصیلات بھی لکھ دی تھیں۔ بہرام گنگولی نے ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیا تھا: "وہ نقشہ اور تمام تفصیلات جہاں بھی ہیں، اس جگہ کی نشاندہی کرو۔"

آئرن نے جواب دیا تھا: "ہماری بہن سلارا اور ایک اور بھائی جارج فری مین اس نقشے کے مالک و مختار ہیں۔ ہم نے وہ تمام اہم کاغذات ان کے حوالے اپنی مرضی سے کیے ہیں اور یہ طے پایا ہے کہ جب تک میری وہ بہن اور بھائی ایک اور ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے میں کامیاب نہ ہوں، اس وقت تک ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھیں اور روپوش رہ کر زندگی گزارتے رہیں لہٰذا ہمیں اپنی بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہے اور نہ ہی ان سے کوئی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔"

کوئی بھی شخص تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہ کر معمول بننے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں کہتا لہٰذا بہرام گنگولی اور سپر ماسٹر کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اب کوئی سلارا نامی لڑکی اپنے بھائی جارج فری مین کے ساتھ اس مشین کو تیار کرنے پر مصروف ہے۔ اس کے لیے کسی بہت بڑے مکینک کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ یہ محض سپر ماسٹر کے سامنے نہیں بلکہ ساری دنیا کے سامنے خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اب دوسری ٹرانسفارمر مشین تیار ہو سکتی تھی۔ سپر ماسٹر یقیناً سلارا اور جارج فری مین کو تلاش کرنے کی مہم کا آغاز کر چکا ہوگا اور انھیں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوگا۔

اسے صرف مشین کی نہیں، ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کی بھی ضرورت تھی لہٰذا وہ موریا اور تنانہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ دونوں بہنوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے مٹا دی گئی ہیں۔ وہ اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا اس لیے آئرن اور ہارڈی کو وہاں بھیجا گیا تھا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے پھر ایک بار ان بہنوں کو سحر زدہ کر کے حقیقتِ حال معلوم کر سکیں۔

اس مقصد کے لیے موریا کو آئرن کے روبرو بٹھا دیا گیا تھا تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہے اور حقیقت اگلتی رہے۔ موریا نے ایک بار اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے بولی: "خداوند یسوع ہر عورت کو شیطانی آنکھوں سے محفوظ رکھے۔"

آئرن نے کہا: "نظریں اٹھاؤ اور میری آنکھوں میں دیکھو۔"

موریا نے کہا: "آئرن! ہم دونوں گنہگار ہیں۔ اگر ہم چرچ میں جاکر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں، توبہ کریں، معافی مانگیں تو ہمیں معافی مل سکتی ہے۔ ہم ایک اچھی، پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں۔"

آئرن نے کہا: "میں دیکھنا چاہتا ہوں، تمھاری آنکھوں میں کتنی پاکیزگی ہے۔ اگر ہوگی تو میں تمھارے ساتھ چرچ ضرور جاؤں گا اور ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔"

موریا نے خوش ہو کر نظریں اٹھائیں اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ان آنکھوں نے اسے پھر ایک بار جکڑ لیا۔ اس کے سینے سے ایک آہ نکلی۔ "ہائے! یہ تو وہی آنکھیں ہیں جو میری رگ رگ میں لہو کی طرح دوڑتی ہیں۔ یہ مجھے پیار بھی کرتی ہیں۔ مجھ سے تکرار بھی کرتی ہیں۔ ہائے! یہ کیسی مہربان، کیسی ظالم آنکھیں ہیں۔ محبت کرتے کرتے ظلم کرتی ہیں اور ظلم کرتے کرتے محبت کرنے لگتی ہیں۔ میں تو ان آنکھوں کے لیے ساری دنیا لٹا دوں۔ یہ اشارہ کریں تو اپنے حسن و شباب کو راکھ کر ڈالوں۔"

آئرن نے کہا: "ان آنکھوں کے لیے جان نہ دو۔ اپنی زبان دو کہ جو کہو گی سچ کہو گی۔"

موریا کو محسوس ہو رہا تھا۔ وہ زبان سے نہیں، آنکھوں سے بول رہا تھا کیوں کہ وہ صرف آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہاں، میں زبان دیتی ہوں۔ جو کہوں گی سچ کہوں گی۔"

"تو پھر بتاؤ مجھ سے بچھڑنے کے بعد تم پر کیا گزری؟"

وہ بولنے لگی۔ بے اختیار اسے یاد آتا جا رہا تھا اور وہ بولتی جا رہی تھی: "مجھے مسلح فوجی پکڑ کر لے گئے تھے۔ ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا تھا۔ پھر آگے جاکر وہ گاڑی رک گئی۔ وہاں فائرنگ ہوئی، دھماکے ہوئے۔ پھر میں نے اپنی بہن تنانہ کو دیکھا۔ وہ مجھے پکڑ کر ایک طرف بھاگتی جا رہی تھی۔ ہم ایک کار میں آکر بیٹھ گئے لیکن وہ کار آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔ پتا چلا کسی نے اس کے پہیے کو بے کار کر دیا ہے۔"

وہ آئرن کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی اور بول رہی تھی: "پھر تنانہ مجھے اس کار سے نکال کر دوسری کار میں لے آئی۔ ہم اس کار والے کو ٹیلی پیتھی اور ریوالور کے ذریعے اپنی مرضی کے مطابق آگے بڑھنے کے لیے کہہ سکتے تھے لیکن وہ سانس روک لیتا تھا۔ ریوالور والا بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ فرہاد نے اس کے ہاتھ سے ریوالور باہر پھینک دیا تھا۔ پھر ہم دونوں بہنوں کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ وہ ہمیں ایک خفیہ رہائش گاہ میں لے گیا۔ وہاں ہم بہنوں نے آئرن اور ہارڈی سے خیالی رابطہ قائم کیا اور انھیں بتا دیا کہ فرہاد ہمیں کہاں لے آیا ہے لیکن ایسے ہی وقت فرہاد بھی چوکنا ہو گیا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پیٹر پال سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سے پتا چلا کہ تنانہ ہارڈی کی آنکھوں سے سحر زدہ ہے اور اس کے اشاروں پر چل رہی ہے اور فرہاد کو دھوکا دے رہی ہے۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس نے ہمیں انجکشن کے ذریعے کمزور بنا دیا۔ ہمیں خیال خوانی کے قابل نہ چھوڑا۔ اب ہم آئرن اور ہارڈی کو اپنی موجودہ حالت نہیں بتا سکتے تھے۔ اس طرح وہ ہمیں دوسری پناہ گاہ میں لے گیا۔ وہاں اس نے مشین کے ذریعے پہلے ہمارا برین واش کیا۔ ہمیں کچھ پتا نہیں ہے۔ غلام باقی نے بتایا کہ ہم برین واشنگ کے بعد بالکل ننھی بچی بن گئی تھیں۔ اس کے بعد ہمیں پھر سے نارمل بنانے کے لیے وہ ایک راہبہ کو پکڑ لائے تھے اور اس کے دماغ کی تمام سوچیں، صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کر دی گئی تھیں۔"

آئرن نے پوچھا: "کیا تنانہ کو بھی اس راہبہ کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا؟"

"نہیں، راہبہ کو واپس بھیج دیا گیا تھا۔ دوسری کسی عورت کو وہاں لاکر تنانہ کو نارمل بنانے کا موقع نہیں تھا لہٰذا اس کے لیے غلام باقی کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا۔ تنانہ کے دماغ میں غلام باقی کی سوچ اور صلاحیتیں ہیں۔"

آئرن نے کہا: "میری آنکھیں حکم دیتی ہیں۔ اگر تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے یا مشین کے ذریعے برین واشنگ کی گئی ہے تو تم اپنی سابقہ صلاحیتوں کو یاد کرو۔"

"مجھے یاد نہیں آ رہی ہیں۔"

"جس طرح تمھیں میری یہ آنکھیں یاد آ گئی ہیں، اسی طرح سوچو اور یاد کرو، تمھیں خیال خوانی آتی تھی۔ تم کسی کا لب و لہجہ یاد کر کے اس کی آواز سن کر یا اس کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھیں۔ سوچو، کس طرح پہنچا کرتی تھیں؟"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی جا رہی تھی۔ پریشان ہو کر سوچتی جا رہی تھی۔ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ مجبور ہو کر بولی: "مجھے افسوس ہے، کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"کیا تم میری آنکھوں سے پہلے کی طرح متاثر ہو؟"

"ہاں، میں پہلے کی طرح متاثر ہوں اور ان آنکھوں کے حکم پر کسی کو قتل بھی کر سکتی ہوں۔"

"جب ان آنکھوں سے پوری طرح متاثر ہو تو خیال خوانی کیوں نہیں یاد آ رہی ہے؟"

"میں سمجھ نہیں سکتی، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ اب کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لو اور تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

موریا نے پیچھے ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے گہری نیند میں ڈوب گئی۔ آئرن نے اُٹھ کر ان افسروں سے کہا: "اس نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ میری آنکھوں میں ڈوب جانے کے بعد میرے معمول کے دماغ میں جھوٹ اور فریب نام کی کوئی چیز نہیں رہتی۔ وہ صرف سچ کو سمجھتا ہے اور سچ بولتا ہے۔"

ایک افسر نے کہا: "اس کا مطلب ہے، یہ اب ہمارے کسی کام کی نہیں رہی؟"

"ہاں۔ فرہاد نے بڑی چالبازی دکھائی ہے۔ وہ چاہتا تو صرف تنویمی عمل کے ذریعے ان کے دماغ سے خیال خوانی مٹا دیتا لیکن اسے اندیشہ تھا کہ مجھ جیسے تنویمی عمل کرنے والے دوبارہ ان لڑکیوں کے دماغ پر چھا جائیں گے اور اپنے عمل کے ذریعے بھولی ہوئی خیال خوانی یاد دلائیں گے تو شاید یاد آ جائے۔"

آئرن نے موریا پر نظر ڈالتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی: "دراصل فرہاد ان کے دماغ سے ہماری آنکھوں کا سحر بھی ختم کر دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے پوری طرح برین واشنگ کی۔ ان کے دماغ سے ہر چیز مٹا دی۔ ان کے دماغ کو ننھے بچوں کی طرح معصوم بنا دیا۔ اس کے بعد انھیں ان کی عمر کے مطابق پھر نارمل حالت میں لے آیا۔ بہرحال، اب

سینہ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ میرے کسی کام نہیں آئے گی۔"

کمرے میں بیٹھے ہوئے افسران نے مودینا کا تمام بیان ریکارڈ کر لیا تھا۔ وہ کیسٹ ریکارڈر لے کر دوسرے کمرے میں آئے۔ وہاں تنانہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے سو رہی تھی۔ وہ بھی ہارڈی کی آنکھوں سے سحرزدہ ہو کر اپنا بیان دے چکی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر میں دونوں بہنوں کا بیان سُنا گیا۔ تنانہ نے بھی وہی کہا تھا جو مودینا کہہ چکی تھی۔ اس طرح ان افسران کو یقین آگیا کہ دونوں ہی بہنیں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے محروم ہو چکی ہیں۔ ان دونوں کے کیسٹ سُپر ماسٹر کے پاس روانہ کر دیے گئے۔

مجھے اطلاع دی گئی کہ سپر ماسٹر مجھ سے براہِ راست گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات میں نے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر لی تھی۔ اس کا گفتگو کرنے کا وہی طریقہ ہوتا جو ہم پہلے بھی دیکھ چکے تھے یعنی وہ دُھندلے شیشوں کے کیبن میں بیٹھا ہوتا۔ مائک کے ذریعے بولتا اور اس کی آواز مائک اور اسپیکر کے درمیان مختلف آلات سے گزرتے ہوئے بدلتی جاتی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بدل جاتا۔ پھر مجھ جیسے خیال خوانی کرنے والے اس لب و لہجے کو گرفت میں لے کر بھی سُپر ماسٹر کے دماغ تک نہ پہنچ پاتے۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں بہت پہلے ہی پہنچ چکا ہوں اور اس کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے راز سے واقف ہوتا رہتا ہوں۔ اس کے حکم کے مطابق میری رہائش گاہ میں ایک بڑے اسکرین والا ٹی وی اور کمپیوٹر وغیرہ لا کر رکھے جا رہے تھے۔ ہماری گفتگو کمپیوٹر کے ذریعے ہوتا تھی۔ نہ وہ زبان سے کچھ بولتا، نہ میں جواباً اپنی زبان استعمال کرتا۔ اِدھر سے وہ کمپیوٹر کے ذریعے جو سوال کرتا، وہ سوال میرے سامنے والے ٹی وی اسکرین پر ابھرتا، پھر میں اپنے کمپیوٹر سے جواب دیتا تو اُدھر ٹی وی اسکرین پر میرا جواب تحریر کی صورت میں ابھر جاتا۔

جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو میں رات کے آٹھ بجے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ مانیٹر ٹی وی کو آن کیا تو اس کے اسکرین پر سُپر ماسٹر کی طرف سے تحریر ابھری: "ویل مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے یقین ہے تم اپنی ڈمی کے دماغ میں موجود رہ کر میری باتیں سنتے اور ان کا معقول جواب مجھے دیتے رہو گے۔ اگر میرے یقین کے مطابق تم موجود ہو تو یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ میں اس پہلی ملاقات میں تمہارے مذہب اور تمہاری تہذیب کے مطابق السلام علیکم کہتا ہوں۔"

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب ارسال کیا: "ہمارے دین میں سلام اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ ہم اپنوں پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں، تم پر سلامتی ہو۔ جواب میں کہا جاتا ہے، وعلیکم السلام یعنی تم پر بھی سلامتی ہو۔ تمہیں اپنے سلام کا جواب سننے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔ میں کسی عالمِ دین سے رجوع کروں گا اور ان سے پوچھوں گا، کیا کسی دشمن کو جواباً کہا جا سکتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو اور اگر کہا جا سکتا ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ دشمن سلامت رہے گا۔ اس کی سلامتی کے ساتھ دشمنی کی بھی عمر بڑھتی جائے گی جب کہ دشمنی کو بڑھنا نہیں، مرنا چاہیے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں دشمن بن کر نہیں، دوست بن کر سلام کر رہا ہوں۔"

"دوستی زبان سے نہیں، عمل سے ہوتی ہے اور تمہارا کوئی عمل دوستانہ نہیں ہے۔ صرف سلام دوستانہ ہے جسے سیاست کہتے ہیں۔"

"میں دوستی کا ثبوت کس طرح پیش کر سکتا ہوں؟"

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہاں سے جانے دو، کیوں کہ تم ہم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"ہماری اس ملاقات کے اختتام پر تمہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جانے کی اجازت ہو گی۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔ کیا یہاں سے جانے کے بعد میری دوستی پر یقین کر لو گے؟"

"سُپر ماسٹر! یہ تمہاری دوستی نہیں بلکہ مجبوری ہے۔ اس سے پہلے بھی تم نے مجبور ہو کر جوجو کو رہا کیا تھا۔ صاف اور سیدھی بات سُن لو، تم کوئی بہت بڑی قربانی دے کر ہی دوست ہونے کا ثبوت دے سکتے ہو۔"

"میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں، بولو، مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جاؤں تو ہمارے سامان کی چیکنگ نہ ہو۔"

میری اس بات نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے فوراً ہی جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف خاموشی رہی۔ پھر اسکرین پر اس کا جواب اُبھرا: "کیا تم مجھے پندرہ منٹ کی مہلت دے سکتے ہو؟ ٹھیک پندرہ منٹ بعد تمہیں مخاطب کروں گا۔"

میں نے کہا: "پندرہ منٹ کیا، پندرہ سال کی بھی مہلت دے سکتا ہوں اور انتظار کر سکتا ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ میں نے ٹی وی اسکرین اور کمپیوٹر کو آف کر دیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میری یہ بات بڑی معنی خیز تھی کہ یہاں سے جاؤں تو میرے سامان کو چیک نہ کیا جائے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ میں اپنے ساتھ مشین چھپا کر لے جاؤں گا۔

سُپر ماسٹر کے آس پاس تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کوڈ ورڈز میں بلیک شیپ کہلاتے تھے۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ تینوں سُپر ماسٹر کے اہم مشیر بھی تھے اور اس ٹرانسفارمر مشین سے دوسرے معنوں میں گہرا تعلق رکھتے تھے۔ یعنی ان میں ایک بلیک شیپ بہت ہی تجربے کار مکینک تھا۔ سابقہ بلیک شیپ میجر برائٹ کی طرح وہ ہر طرح کی مشینوں کو کھول کر جوڑ سکتا تھا۔ ان کا نقشہ دیکھ کر نئی مشین بنا سکتا تھا اور کسی بھی مشین کو کسی کی رہنمائی کے بغیر آپریٹ کر سکتا تھا۔

گویا مشین کے معاملے میں صرف سپر ماسٹر کوئی حتمی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تھا۔ اسی طرح وہ تینوں بلیک شیپ بھی ذاتی طور پر یا انفرادی طور پر کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ ان چاروں کو آپس میں مشورے کرنے پڑتے تھے۔ ایک دوسرے سے متفق ہونا پڑتا تھا، تب وہ کوئی ایک فیصلہ کر پاتے تھے۔ اس وقت سُپر ماسٹر اور تینوں بلیک شیپ کو میری یہ بات کھٹک رہی تھی۔ ان چاروں کو یقین تھا کہ میں وہ مشین چھپا کر لے جانا چاہتا ہوں اسی لیے یہ شرط عائد کر رہا ہوں کہ میرے سامان کی چیکنگ نہ کی جائے۔

ایک بلیک شیپ نے کہا: "ہو سکتا ہے، وہ مشین نہ لے جا رہا ہو، صرف ہماری دوستی آزمانا چاہتا ہو۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "ہمیں ہر حال میں اسے دوست بنانا ہو گا۔"

ایک اور بلیک شیپ نے کہا: "فرہاد کا وجود ہی ہمارے مزاج کے خلاف ہے اور وہ بھی ہمیں ایسا ہی سمجھتا ہے۔ ہمارے درمیان دوستی ممکن نہیں ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "کیسی باتیں کرتے ہو، یہودی اور مسلمان آگ اور پانی ہیں، ان میں کبھی میل نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود فرہاد اور شیبا کی دوستی نے پوری یہودی قوم کو دوست بنا لیا ہے۔ شیبا آج کل تل ابیب میں ہے۔ اسرائیلی حکومت کا کوئی بھی اعلیٰ افسر خیال خوانی کرنے والوں سے نہیں چھپتا ہے۔ سب کھل کر شیبا، رسونتی اور فرہاد سے گفتگو کرتے ہیں۔ جب یہودی اور مسلمان میں اتنی گہری دوستی ہو سکتی ہے تو پھر فرہاد اور ہمارے درمیان کیوں نہیں ہو سکتی۔ ہمیں کسی نہ کسی طرح اس کا دل جیتنا ہو گا۔"

"کیا دل جیتنے کے لیے تم اسے مشین لے جانے کی اجازت دینا چاہتے ہو؟"

سپر ماسٹر نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ پندرہ منٹ بعد اسے جواب دینا ہو گا۔ ہم صرف ایک بات کا فیصلہ کریں، وہ مشین لے جا رہا ہو یا نہ لے جا رہا ہو، ہماری دوستی آزمانا چاہ رہا ہو، ہمیں دھوکا دے رہا ہو، ہر حال میں ہم اسے کسی چیکنگ کے بغیر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں؟"

ان کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور سوچتے رہے۔ پھر ایک بلیک شیپ نے کہا: "ہم اسے جانے کی اجازت دیں گے۔ وعدہ کریں گے کہ اس کے سامان کی چیکنگ نہیں کی جائے گی لیکن دور ہی دور سے بھانپنے کی کوشش کریں گے کہ آخر وہ اپنے ساتھ کس طرح کا سامان لے جاتا ہے یعنی سامان ہلکا ہے یا بھاری، کم ہے یا زیادہ۔ پھر ہم یہاں سے ایئر پورٹ تک الیکٹرونک آلات کا جال بچھا دیں گے۔ وہ جس راستے سے گزرے گا، ہمیں ان آلات کے ذریعے پتا چل جائے گا کہ اس کے سامان میں صرف کپڑے اور ضروریاتِ زندگی کی چیزیں ہیں یا فولادی مشین۔"

ایک بلیک شیپ نے کہا: "میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہم خفیہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے اس کے سامان کو چیک کر سکتے ہیں۔ جیسے ہی یقین ہو جائے گا کہ وہ مشین لے جا رہا ہے تو ہم اسے گرفتار کر لیں گے اور مشین ہمارے قبضے میں آ جائے گی۔"

ایک بلیک شیپ نے پوچھا: "کیا ان حالات میں وہ پہلے کی طرح بڑی بڑی دھمکیاں نہیں دیں گے؟"

سپر ماسٹر نے کہا: "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان کے کسی آدمی کو نقصان پہنچائیں گے تب وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین ان کی نہیں ہے۔ نہ انھوں نے اسے ایجاد کیا ہے، نہ اس کے مالکانہ حقوق ان کے پاس ہیں۔ یہ مشین کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ جو حاصل کر لے، وہی اس کا مالک ہے۔ ایسی صورت میں فرہاد اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے جو بھی جوابی کارروائی ہو گی، وہ مشین کو واپس حاصل کرنے کے سلسلے میں ہو گی، ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے نہیں۔"

"لیکن وہ الزام دے سکتا ہے کہ ہم نے اس کی شرط نہیں مانی۔ شرط ماننے کا جھوٹا یقین دلایا اور اس طرح مشین کو اپنے قبضے میں کر لیا۔"

"وہ مشین جھوٹ اور فریب سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ فرہاد بھی ہمیں اس سلسلے میں فریب دیتا آ رہا ہے۔ اسی شہر میں اس نے کہیں اسے چھپا رکھا ہے۔ ہمارے ہی ملک میں، ہمارے ہی فوجیوں کے درمیان رہ کر ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ یہ تو کھلا چیلنج ہے، کوئی بھی کسی کو دھوکا دے اور مشین حاصل کر لے۔"

پندرہ منٹ پورے ہو گئے۔ میں نے کمپیوٹر اور مانیٹر ٹی وی کو آن کیا۔ سپر ماسٹر کی تحریر ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا: "ہمیں تمہاری شرط منظور ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جا سکتے ہو۔ تمہارے کسی سامان کی چیکنگ نہیں ہو گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "پھر تو واقعی تم دوستی کا ثبوت دے رہے ہو۔ اگر میں کسی چیکنگ کے بغیر یہاں سے چلا گیا تو سمجھو آئندہ بہت سے معاملات میں تمہارے کام آؤں گا اور خود کو ایک بہترین دوست ثابت کروں گا۔"

"مسٹر فرہاد! میں چاہتا ہوں، ہم دوستی کی ابتدا ٹرانسفارمر مشین سے کریں۔"

میں نے پوچھا: "وہ کس طرح؟"

اس نے جواب دیا: "مشین تمہارے پاس ہے، تمہارے پاس ہی رہے مگر اس سے ہمیں بھی فائدہ پہنچنا چاہیے۔"

"سُپر ماسٹر! تم یقین کرو یا نہ کرو، اس مشین سے میں خود فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تو دوسروں کو کیوں فائدہ پہنچاؤں گا۔ میں تو اسے پہلی فرصت میں تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے وقت نہ ملا۔ تم نے شہر میں اتنی سخت پابندیاں عائد کی ہیں کہ ایک چیونٹی بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتی، لہٰذا مجھے مجبور ہو کر مشین کو چھپا دینا پڑا۔ آئندہ جیسے ہی موقع ملے گا میں اسے

وہاں سے نکال کر تباہ کر دوں گا۔ کسی کے کام نہیں آنے دوں گا۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ ہماری دنیا میں کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہو۔"

"تمھاری یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ تمھیں مشین چھپانے کا موقع ملا' اسے تباہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"وہ مشین فولاد کی ہے' کاغذ کی نہیں ہے' اسے دونوں ہاتھوں سے پُرزہ پُرزہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسے ختم کرنے کے لیے آگ میں گلانا بہت ضروری ہے یا پھر ایسا طاقت ور بم ہو جس کے دھماکے سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں جنھیں کوئی جوڑ نہ سکے۔"

"اگر تم یہی چاہتے ہو تو ہم تمھیں موقع دیتے ہیں۔ تم کہیں بھی جا کر جتنی آگ جلا کر اس مشین کو جلانا چاہتے ہو جلا سکتے ہو۔ تمھارے راستے میں کوئی نہیں آئے گا۔"

میں نے جواب دیا "کیا خوب مذاق کرتے ہو۔ مجھے مشین گلانے کی اجازت دے رہے ہو اور شہر میں کرفیو نافذ کیا ہوا ہے۔ اگر تم مشین کی تباہی کے سلسلے میں اتنے ہی فراخدل ہو تو کرفیو ہٹالو۔ شہر سے تمام پابندیاں ہٹالو۔ لوگوں کو باہر جانے اور باہر والوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ شہری زندگی کو پوری طرح بحال کر دو۔ پھر اس مشین کو آگ میں جلانے کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔ میں کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر یہ کام کر لوں گا۔"

"میں تمھاری یہ خواہش بھی پوری کر سکتا ہوں لیکن دشمنوں سے خطرہ ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس مشین تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، کوئی تمھارے راستے کی دیوار نہیں بنے گا۔ تم اس مشین کو آگ میں جھونک دو۔"

"پھر تو یہ بات رہنے دو۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مشین کو جہنم میں جلنے دو۔ وہ جہاں ہے' وہیں پڑی رہے گی۔"

"تم ہمیں شدید تجسس اور اضطراب میں مبتلا کر رہے ہو۔ آخر وہ کہاں پڑی ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہی ہے؟"

"یہ ملک تمھارا، یہ شہر تمھارا۔ یہاں کے لوگ' یہاں کے گھر تمھارے یہاں کا چپہ چپہ تمھارا ہے اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو' وہ جگہ کہاں ہو سکتی ہے یہ کتنی عجیب بات ہے۔ کوئی اور بات کرو۔"

"تو بات یہاں تک پہنچی کہ مشین جہاں پڑی ہے' وہیں پڑی رہے گی اور تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے جا رہے ہو۔"

"جی ہاں، جا رہا ہوں کسی چیکنگ کے بغیر۔"

"تمھارے کتنے ساتھی ہیں؟"

"یہ ایک اہم سوال ہے۔ یوں تو بظاہر غلام باقی، مورینا اور ستانہ میرے ساتھ ہیں لیکن ایک اور ساتھی ہے جو اپنی حکمتِ عملی سے بہرام گنگولی تک پہنچ چکا تھا۔ اگر بہرام گالیاں نہ بکتا تو میں اسے دونوں ٹانگوں سے معذور نہ کرتا۔ بہرحال' اس کا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے بہرام کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ میرے اس ساتھی پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور اس کی اصلیت معلوم کی جائے گی لہٰذا اس پر تنویمی عمل کرنے سے پہلے ہی بتا دوں کہ وہ انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے میرا آدمی ہے۔"

سُپر ماسٹر پہلے ہی کسی تنویمی عمل کرنے والے کے ذریعے منگل پانڈے کی حقیقت معلوم کر چکا تھا۔ اس نے جواب دیا "مجھے معلوم ہے' وہ تمھارا آدمی ہے لہٰذا تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔"

میں نے کہا "کل صبح منگل پانڈے یہاں سے ایک سوٹ کیس لے جائے گا۔ جب وہ یہاں سے نکل جائے گا تو دوسرا سوٹ کیس تبنا لے جائے گی۔ اس طرح ہم یکے بعد دیگرے چار سوٹ کیس یہاں سے لے جائیں گے۔"

میں کمپیوٹر کے ذریعے جواب دے رہا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس کی سوچ پڑھتا جا رہا تھا۔ کچھ روز پہلے بہرام گنگولی نے بیٹریال کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس سے مشین کا پتا ٹھکانا معلوم کیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ مشین کہاں ہے اور کس طرح چار سوٹ کیسوں میں رکھی ہوئی ہے لیکن اس سے پہلے ہی میں نے مشین کو وہاں سے اٹھا لیا تھا۔ ویسے یہ بات سپر ماسٹر کو یاد تھی کہ مشین چار حصوں میں تقسیم ہو کر چار سوٹ کیسوں میں پیک کی گئی ہے۔ میں نے بھی یہی کہا تھا کہ میرے ساتھی یکے بعد دیگرے چار سوٹ کیس یہاں سے لے جائیں گے۔ اب تو شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں یہاں سے مشین لے جانا چاہتا ہوں۔

سُپر ماسٹر نے کہا "اچھی بات ہے۔ مسٹر منگل پانڈے کو کل صبح تمھارے پاس بھیج دیا جائے گا۔ پانڈے تمھارے پاس سے ایک سوٹ کیس لے کر ہیلی کاپٹر میں یہاں سے کسی دوسرے شہر جا سکتا ہے' پھر وہاں سے کسی طیارے کے ذریعے جہاں جانا چاہے اسے آزادی ہوگی۔ اب یہ بتا دو' تمھارا دوسرا ساتھی کب روانہ ہوگا؟"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' جب خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو گا کہ پانڈے بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکا ہے تو دوسرے ساتھی کو یہاں سے روانہ کروں گا۔"

"یعنی پانڈے کی روانگی کے کوئی بارہ یا چوبیس گھنٹے بعد دوسرا ساتھی روانہ ہوگا؟"

"ہاں، ایسا ہی ہوگا۔ اب رابطہ ختم کرتا ہوں۔ کل صبح سات بجے پھر اسی ٹی وی اور کمپیوٹر کے ذریعے ملاقات ہوگی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا لیکن میں نے دماغی رابطہ قائم رکھا۔ ایک بلیک شیپ اس سے کہہ رہا تھا "یہ بات الٹ گئی۔ ہم نے سوچا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے گا تو ایک ساتھ سب سامان لے جائے گا اور پکڑا جائے گا لیکن وہ تو یکے بعد دیگرے یہاں سے سوٹ کیس روانہ کرے گا۔ اگر ہم نے پہلے سوٹ کیس کو پکڑ لیا تو باقی تین سوٹ کیس ہمارے

ہاتھ نہیں آئیں گے۔ وہ ہوشیار ہو جائے گا اور چھپی ہوئی مشین اسی طرح چھپائے رکھے گا۔"

ایک بلیک شیپ نے پوچھا "کیا راستے میں وہ سوٹ کیس بدلا نہیں جا سکتا؟ کسی طرح اس جاسوس کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔"

"کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ اس کے دماغ میں فرہاد' رسونتی اور شیبا سبھی موجود رہیں گے۔"

سب نے آخر اس بات سے اتفاق کیا کہ پہلے ہی سوٹ کیس کو پکڑ لیا جائے' اسے جانے نہ دیا جائے۔ اس طرح مشین کا ایک حصہ ان کے ہاتھ آجائے گا۔ باقی مشین فرہاد کے لیے بھی بے کار ہوگی۔ وہ اسے استعمال کرنے کے لیے سُپر ماسٹر کا محتاج رہے گا۔

ایک بلیک شیپ نے کہا "اس طرح فرہاد سے سمجھوتا کیا جا سکتا ہے کہ جب بھی مشین کو استعمال کرنا ہوگا ہم اپنا اپنا حصہ ایک جگہ لائیں گے۔ اسے ملا کر مشین مکمل کریں۔ اگر ان کا ایک آدمی ٹیلی پیتھی سیکھے گا تو ہمارا بھی ایک آدمی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا۔ یہ ٹھیک ہے' منگل پانڈے کو وہ سوٹ کیس لے کر نکلنے دو۔ ہم اسے اپنے قبضے میں لے لیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کے جتنے علوم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے' وہ علوم مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات رکھتے ہیں۔ یہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنے حاصل کردہ علم کو مثبت طریقے سے استعمال کرے یا منفی انداز میں۔ تا دمِ تحریر دنیا کا کوئی علم ہو یا کوئی ایجاد ہو' وہ انسانی بھلائی کے لیے منظرِ عام پر آئی لیکن انسان نے اپنی برتری اور زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے اس علم کو یا اس ایجاد کو تخریبی معاملات میں استعمال کیا۔

ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے انسانی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے کام کر سکتے ہیں۔ کند ذہن افراد کو ذہین بنا سکتے ہیں۔ دشمنوں کی سازشوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں، جو لوگ دماغی مریض ہیں ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں ذہنی طور پر صحت مند بنا سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس ٹیلی پیتھی کو اقتدار حاصل کرنے کا زبردست حربہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کوئی ایک دوسرے پر یقین نہیں کرتا کہ اس کا مقابل ٹیلی پیتھی کو صرف مثبت انداز میں استعمال کرے گا حالاں کہ ہمارے مثبت طریقۂ کار کا ثبوت ان کے سامنے ہے۔ میں' رسونتی اور شیبا دنیا کے تمام بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا پول ایک دوسرے کے سامنے کھول سکتے ہیں۔ ساری دنیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے انھیں تباہ و برباد کر سکتے ہیں جن ذرائع کے بل بوتے پر وہ سُپر طاقتیں کہلاتی ہیں' ان ذرائع کو نیست و نابود کر سکتے ہیں لیکن ہم نے آج تک ایسا نہیں کیا۔

لیکن ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے بعد وہ ایسا چاہتے ہیں۔ اپنے اقتدار کو اور زیادہ مضبوط اور اپنے سپر پاور کے ٹائٹل کو اور زیادہ اہم اور دہشت ناک بنانا چاہتے ہیں۔ سُپر ماسٹر کے لیے وہ مشین زندگی اور موت کا مسئلہ بن گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مشین اسی شہر میں ہے لیکن کہاں ہے؟ اگر وہ اسے ڈھونڈ نہ نکالتا تو وہ سپر ماسٹر بھی نہ رہ پاتا اور وہ مشین ہاتھ آجاتی تو اس کا عہدہ ایک طویل مدت کے لیے پائیدار ہو جاتا۔ چونکہ وہ ملکی سیاست میں اہم رول ادا کرتا تھا، ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کا ذمّے دار تھا لہٰذا اسے اس بات کی قوی امید تھی کہ مشین حاصل ہوتے ہی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں سب سے پہلے اسی کے دماغ میں منتقل کرائی جائیں گی تاکہ اس کے ذریعے ملک اور مستحکم ہو۔

فی الحال وہ مشین دیوانے کا خواب تھی۔ نیند میں دکھائی دیتی تھی یا آنکھیں بند کر کے سوچو تو نظر آتی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی اپنے خالی ہاتھ دیکھنے کو رہ جاتے تھے۔ سُپر ماسٹر نے وعدہ کیا تھا۔ اب میں قیدی نہیں ہوں اور جہاں چاہوں' جا سکتا ہوں۔ اس نے اپنے وعدے کے مطابق میری رہائش گاہ سے پہرا اٹھا دیا تھا۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ سپر ماسٹر کے دماغ سے معلوم کیا تو پتا چلا، آس پاس کی کوٹھیوں میں جاسوس اور مسلح فوجی جوان موجود ہیں اور چھپ کر میری نگرانی کر رہے ہیں۔

میں نے رات کے دس بجے ایک سوٹ کیس لیا۔ پھر اس بنگلے سے نکل کر اس کے گیراج میں آیا۔ دروازہ کھول کر اندر گیا۔ پھر اسے بند کر لیا۔ ایسے وقت میری خیال خوانی جاری تھی۔ سُپر ماسٹر کو اطلاع مل گئی تھی کہ میں ابھی ایک سوٹ کیس لے کر بنگلے سے نکلا ہوں اور گیراج میں گیا ہوں۔

سُپر ماسٹر اور دوسرے تمام افسران تجسس میں مبتلا ہو گئے تھے کہ میں گیراج میں کیا کر رہا ہوں۔ میں نے ایک گاڑی کا بونٹ اٹھا کر چند اوزاروں کی مدد سے انجن کو کھول کر نکال لیا تھا۔ گاڑی چھوٹی تھی، انجن بھی چھوٹا سا تھا۔ ایک سوٹ کیس میں آگیا۔ میں نے گاڑی کے چند پُرزے بھی سوٹ کیس میں رکھ لیے۔ پھر گیراج کے دروازے کو کھول کر نکلا۔ اسے باہر سے بند کیا۔ اس کے بعد اپنے بنگلے میں آکر تمام کمروں کی بتیاں بجھاتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ سوٹ کیس کو پلنگ کے نیچے رکھ کر بیڈ روم کی لائٹ بھی آف کر دی۔ صرف ایک زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ میری نگرانی کرنے والے سُپر ماسٹر سے اجازت لے رہے تھے کہ وہ گیراج کا دروازہ کھول کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ سُپر ماسٹر نے انکار کرتے ہوئے کہا "اس بنگلے کے احاطے میں قدم نہ رکھنا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ تم میں سے کوئی گیراج کی طرف گیا تھا۔ وہ سوٹ کیس جب تک ایئر پورٹ تک نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک کسی کو بھی چھیڑا نہیں جائے گا۔ تم سب دور ہی دور سے نگرانی کرتے رہو۔ وہ رات کے کسی بھی حصے میں باہر جا سکتا ہے۔"

میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں

اور نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ وہ بے چارے رات بھر میرے بنگلے کے آگے پیچھے نظریں جمائے جاگتے رہے۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ مشین اسی بنگلے کے احاطے میں کہیں ہے۔ حالاں کہ انھوں نے اس احاطے کی ایک ایک انچ زمین کھود ڈالی تھی وہاں کے باغیچے کو کھیت بنا دیا تھا۔

ان کے پاس جدید ترین سراغ رساں آلات تھے جن کے ذریعے وہ چور راستوں اور تہ خانوں کا سراغ لگا لیتے تھے۔ اگر تہ خانہ نہ ہو اور فرش کے نیچے کوئی مشین یا مشین کا پُرزہ چھپایا گیا ہو تو وہ آلات اس کی بھی نشان دہی کر دیتے تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے تمام زمین کھود ڈالی تھی۔ اب ان کی نظر گیراج پر تھی۔ وہ سوچ رہے تھے۔ شاید میں نے مشین کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے گیراج میں اس طرح چھپایا ہے کہ عام لوگوں کی نظر اُدھر نہیں جاتی ہوگی۔ وہ یہاں سے جانے والا پہلا سوٹ کیس پکڑنے کے بعد اس گیراج کو پھر ایک بار اچھی طرح کھنگالنا چاہتے تھے۔

صبح سات بجے کمپیوٹر کے ذریعے پھر سپر ماسٹر سے گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! میں نے وعدے کے مطابق منگل پانڈے کو روانہ کر دیا ہے۔ وہ تمھارے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا: "آج منگل پانڈے جا رہا ہے کل آپ چلے جائیں گے پھر کس طرح آپ سے رابطہ قائم ہوگا؟"

میں نے جواب دیا: "جس طرح ابھی میری ایک ڈمی کے ذریعے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ میری یہ ڈمی بھی چلی جائے گی تو اس کی جگہ میرا کوئی نمائندہ ہوگا۔ وہ بھی اسی طرح کمپیوٹر کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کرے گا اور میں اس کے ذریعے بولتا رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! میں آپ سے دوسری مشین کے مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا: "وہ دوسری مشین بے شک پہلی مشین سے زیادہ مصیبت بن جائے گی۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا: "آئرن اور ہارڈی نے دوسری مشین کے سلسلے میں جو بیانات دیے ہیں، وہ آپ نے یقیناً ہارڈی کے دماغ سے سُن لیے ہوں گے۔"

"میں سب کچھ سُن چکا ہوں۔ ان کی بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین دوسری مشین بنانے میں مصروف ہیں اور کسی دن بھی کوئی دھماکا خیز خبر سننے کو مل سکتی ہے۔"

"اگر تم ہم سے تعاون کرو تو ہم دوسری مشین بننے سے پہلے ہی سلارا اور جارج فری مین تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں ہر وقت تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں نے سوچا ہے، آئرن اور ہارڈی کو آزاد کر دوں، وہ جہاں جاتے ہیں، جانے دوں لیکن ان کا دن رات تعاقب ہوتا رہے۔ اگر ہمارے جاسوس ان کے پیچھے رہیں گے تو انھیں شبہ ہو جائے گا، خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی ہوتی رہے گی تو انھیں ہم پر کبھی شبہ نہیں ہوگا۔"

"شاید تم بھول گئے ہو کہ آئرن اور ہارڈی دونوں ہی زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ یوگا میں حیرت انگیز مہارت رکھتے ہیں۔ کئی منٹ تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"میری قید سے رہا ہونے کے بعد وہ سانس نہیں روک سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ انھیں اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کا احساس ہی نہیں ہوگا۔"

"کیا تم کسی طرح ان کے دماغ کو کمزور بنا رہے ہو؟"

"ہاں، آج کل ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں ایسی دوائیں ملائی جاتی ہیں جن کے اثرات سے دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہوگا لیکن انھیں احساس نہیں ہوگا۔ جب انسان کے حواسِ خمسہ یکے بعد دیگرے کمزور ہوتے جاتے ہیں تو اس وقت تک احساس نہیں ہوتا جب تک کہ ان حواس کو آزمایا نہ جائے۔ مثلاً اگر چکھنے کی حس کمزور پڑ جائے تو جب تک وہ شخص کڑوی کسیلی چیز کو نہیں چکھے گا اس وقت تک اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اس کی یہ حس کمزور ہو گئی ہے۔ اسی طرح کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ذہنی اذیتیں پہنچائے گا تب اُسے پتا چلے گا کہ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ میں چپکے سے آ جاتے ہیں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے والی اس کی غیر معمولی توانائی ختم ہو چکی ہے۔"

"اگر تم نے اس حد تک انھیں کمزور بنا دیا ہے تو انھیں آزاد کر دینا ہی دانش مندی ہوگی۔ وہ جہاں جانا چاہیں جانے دیا جائے۔ میں ان کی نگرانی کروں گا۔"

"صرف نگرانی سے کام نہیں چلے گا۔ آپ وعدہ کریں کہ وہ جہاں جائیں گے آپ ان کے متعلق ہمیں بتاتے رہیں گے تاکہ ہم بھی ان سے باخبر رہیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، وہ کہیں بھی جائیں گے یا کسی بھی طرح اپنی بہن اور بھائی سے رابطہ قائم کریں گے تو میں ان کے دماغ میں رہ کر جو کچھ معلوم کروں گا، وہ تمھیں بتاتا جاؤں گا۔"

منگل پانڈے میرے پاس آ گیا۔ میں نے وہ سوٹ کیس اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "میں تمھارے ساتھ ایک فلائنگ کلب تک چلوں گا وہاں سے تم ایک ہیلی کاپٹر میں شکاگو جاؤ گے پھر ایک طیارے میں نیویارک پہنچو گے۔ اس کے بعد نیویارک سے پیرس کے لیے تمھیں ایک طیارے میں سیٹ ریزرو ملے گی۔"

پھر میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "سُپر ماسٹر! میں پانڈے کے ساتھ نکل رہا ہوں۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ فلائنگ کلب تک ہمارے لیے کرفیو نہ رہے۔"

اس نے کہا: "میری ایک گاڑی تم دونوں کو وہاں تک لے جائے گی اور مسلح فوجی تمھارے ساتھ رہیں گے تاکہ راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔"

میں سمجھ رہا تھا، وہ کیسی چالیں چل رہا ہے۔ ٹیلی پیتھی اللہ تعالیٰ کی وہ دین ہے جو خوش قسمتی سے مجھے، رسونتی کو اور شیبا کو حاصل ہوئی ہے۔ باقی جتنے بھی منظرِ عام پر آئے اور گئے، وہ سب ٹرانسفارمر مشین کے مرہونِ منت رہے۔ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اس لیے میں اِدھر اُدھر سے بچتا ہوا کسی نہ کسی طرح سُپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اب بیٹھے بیٹھے اس کی تمام چالوں کو سمجھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی طرف سے بھیجی ہوئی گاڑی آ گئی — مسلح فوجی ہماری گاڑی کے آس پاس تھے۔ اس فوجی گاڑی میں الیکٹرونک آلات کا خفیہ نظام تھا جو نظر نہیں آتا تھا لیکن مجھے تو سُپر ماسٹر کی دماغی آنکھوں سے سب دکھائی دے رہا تھا۔

ان خفیہ الیکٹرونک آلات کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا کہ منگل پانڈے جو سوٹ کیس لے جا رہا ہے، اس میں فولادی مشین کا کچھ حصہ ہے۔ اس مشین کی ساخت کیا ہے اور وہ مشینی حصہ کس مشین سے مطابقت رکھتا ہے، یہ تو بعد میں معلوم ہو سکتا تھا۔ ابھی اتنا ہی معلوم ہوا کہ کسی مشین کا کچھ فولادی حصہ ایک سوٹ کیس میں لے جایا جا رہا ہے۔ بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ یہ معلومات سپر ماسٹر تک پہنچائی گئیں۔ سپر ماسٹر نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے احکامات دیے: "فوراً حملہ کیا جائے۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "منگل پانڈے! ہوشیار رہو، یہاں دھماکے ہوں گے۔ اپنی طرف کا دروازہ کھول دینا اور باہر کی طرف چھلانگ لگا دینا لیکن دھماکوں کا انتظار کرو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی فضا میں کچھ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی تین یا چار ہیلی کاپٹر تھے جو ہمارے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے بمباری کر رہے تھے۔ دھواں اٹھ رہا تھا۔ میری ہدایت کے مطابق، منگل پانڈے نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ اس کے پیچھے میں نے بھی چھلانگ لگا دی۔ ہم دونوں باہر آ کر گرے پھر دھوئیں کے درمیان دوڑتے ہوئے ایک طرف بھاگنے لگے۔

سپر ماسٹر کی پلاننگ میں تھوڑا سا کچا پن رہ گیا تھا۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ باہر سے چند دشمنوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے حملہ کیا اور وہ سوٹ کیس لے گئے لیکن ان حملہ آوروں کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کے لیے آس پاس فوجی نظر نہیں آ رہے تھے جب کہ کرفیو کے اوقات میں فوجی گشت کرتے رہتے ہیں۔

میں نے اور منگل پانڈے نے ایک عمارت میں جا کر پناہ لی، دور سے دیکھا، ہیلی کاپٹر نیچے اُتر گئے تھے۔ وہاں سے چند نقاب پوش فائرنگ کرتے ہوئے اس کار کی طرف آئے جس میں منگل پانڈے سوٹ کیس لیے بیٹھا ہوا تھا۔ سوٹ کیس وہاں موجود تھا۔ وہ اسے لے کر دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں گئے۔ وہ ہیلی کاپٹر پھر پرواز کرنے لگے۔ بڑی ہی بچکانہ پلاننگ تھی۔ اب تک کوئی فوجی ان کے راستے میں رکاوٹ بننے نہیں آیا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے بلند ہو کر واپس جانے لگے تب اچانک اِدھر اُدھر سے فوجی نمودار ہونے لگے اور... ہوائی فائر کرنے لگے۔ لیکن وہ فائرنگ ایسی ہی تھی جس سے ان ہیلی کاپٹروں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے ایک افسر کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہم فلاں عمارت میں پناہ لیے ہوئے ہیں، ہمیں بحفاظت ہماری رہائش گاہ تک پہنچا دیا جائے۔"

وہ افسر چند مسلح فوجیوں کے ساتھ اس عمارت میں آیا، پھر ہمیں ایک گاڑی میں بٹھا کر لے جانے لگا۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو گیا؟"

افسر نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ہمیں افسوس ہے، ہم نے پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا۔ ہر طرح کی پابندیاں لگا دیں۔ کوئی شخص اپنے گھر سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود دشمن ہیلی کاپٹر میں آئے اور مسٹر منگل پانڈے کا سوٹ کیس لے کر چلے گئے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا: "آخر وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

آفیسر نے کہا: "ہم خود حیران ہیں کہ وہ کہاں سے آئے اور کہاں چلے گئے؟"

ہم اپنی رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچے۔ میں نے دیکھا، میرے گیراج کا تالا ٹوٹا ہوا تھا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے گاڑی رکوائی پھر گیراج میں جا کر دیکھا۔ اس احاطے میں پہلے ہی کئی افسران اور فوجی جوان موجود تھے۔ ایک افسر نے کہا: "جناب! جب ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں کچھ نامعلوم لوگوں نے آپ کے گیراج کا تالا توڑا ہے تو ہم یہاں آئے لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ جا چکے تھے۔ جب ہم نے گیراج میں داخل ہو کر دیکھا تو اس گاڑی کا بونٹ اٹھا ہوا تھا اور اس کا انجن غائب تھا۔ کچھ پُرزے بھی غائب ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ چوری کرنے والے، تالا توڑنے والے اس گاڑی کا انجن اور چند پُرزے کیوں لے گئے؟"

"میں اس بات کا جواب دوں گا۔ اپنے سپر ماسٹر سے کہو۔ مجھ سے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔"

میں پانڈے کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ بیڈروم میں آ کر بیٹھ گیا جہاں کمپیوٹر اور مانیٹر ٹی وی وغیرہ موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر سُنا۔ دوسری طرف سے اسی آفیسر نے کہا: "آپ مانیٹر ٹی وی آن کریں، سپر ماسٹر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو آن کر دیا۔ سپر ماسٹر کی تحریر اسکرین

پر الجھنے لگی۔"مسٹر فرہاد! میں آپ سے اور مسٹر پانڈے سے سخت شرمندہ ہوں۔ ہماری اتنی احتیاطی تدابیر کے باوجود انجانے دشمن اپنا کام کر گئے ہیں۔"

"جی ہاں، دشمنوں نے بیک وقت دو جگہ آپریشن کیا۔ اُدھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے آکر بموں کے دھماکے کیے۔ ہمیں بھاگنے پر اور سوٹ کیس چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ادھر میرے گیراج کا تالا توڑ کر دروازہ کھول کر نہ جانے کیا کچھ کرتے رہے۔"

سپر ماسٹر نے حیرانی کا اظہار کیا۔"کیا گیراج میں آپ کا کوئی ضروری سامان تھا۔ آخر دشمنوں کو اس کی سُن گُن کیسے مل گئی؟"

"میرے دشمن بڑے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیکھو نا۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ منگل پانڈے ایک سوٹ کیس لے جا رہا ہے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کس وقت میں پانڈے کے ساتھ ہوں گا تو انھیں میرا گیراج خالی ملے گا اور وہ بڑی سہولت سے تالا توڑ کر وہاں کی تلاشی لے سکیں گے۔"

"کیا تم نے گیراج چیک کر لیا کیا وہاں تمھارا تمام سامان محفوظ ہے؟"

"میرا وہاں کچھ سامان ہی نہیں تھا۔ میں پچھلی رات ایک سوٹ کیس لے کر گیراج میں گیا تھا اور ایک گاڑی کا چھوٹا سا انجن کھول کر اور کچھ پُرزے نکال کر سوٹ کیس میں رکھ لیے تھے۔"

سُپر ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا۔"کمال ہے، آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ کو اس گاڑی کے انجن کی ضرورت کیا تھی؟"

"مجھے نہیں، منگل پانڈے کو ضرورت تھی۔ بھارت میں اس کی ایک پرانے ماڈل کی گاڑی ہے۔ وہ یہاں سے نئے ماڈل کی گاڑی کا انجن لے جا کر اس میں لگانا چاہتا تھا۔"

"کیا مسٹر پانڈے جو سوٹ کیس لے جا رہے تھے، اس میں کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ صرف یہی گاڑی کا انجن تھا؟"

"جی ہاں، بھلا اہم چیز کیا ہو سکتی ہے۔ میں اتنا نادان تو نہیں ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین یوں سوٹ کیسوں میں یہاں سے روانہ کرتا رہوں گا۔"

سپر ماسٹر کو چپ لگ گئی۔ ٹی وی اسکرین سادہ ہوگیا تھا۔ میری بات سے یقیناً اسے دماغی جھٹکا پہنچا ہوگا اور وہ یہ شاک برداشت کر رہا ہوگا۔ اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ان کے حصّے میں ایک گاڑی کا چھوٹا سا انجن آیا تھا۔ اسی وقت اسے خفیہ ذرائع سے اطلاع مل رہی تھی کہ اس کی جس خفیہ ٹیم نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے حملہ کر کے وہ سوٹ کیس حاصل کیا تھا، اسے کھول کر دیکھ لیا گیا ہے اور اس میں سے وہی کچھ برآمد ہو رہا ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔"ہیلو سُپر ماسٹر! تم خاموش کیوں ہوگئے؟"

"میں تمھاری چالبازی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ تم نے سوٹ کیس لے جانے والوں کو زبردست دھوکا دیا ہے۔"

"جی ہاں۔ مشین ایسے ہی ہاتھوں میں رہنا چاہیے جو اس کی حفاظت کرنا جانتے ہوں۔"

"بے شک تم یہ ثابت کر رہے ہو۔ میں حیران ہوں کہ تم نے اتنی بڑی مشین کہاں چُھپا رکھی ہے؟"

"میرے سامنے کسی چیز کی جسامت کوئی معنی نہیں رکھتی، وہ مشین خواہ کتنی ہی بڑی ہو، میں نے اسے سُرمہ بنا کر کسی کی آنکھوں میں چُھپا دیا ہے۔"

"ہم مانتے ہیں، تم نے پولیس، انٹیلی جنس اور فوجیوں کو حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ کسی چیز کو تلاش کرنے میں پسینہ نکلتا ہے۔ تم نے تیل نکال کر رکھ دیا۔ آج ہمارے ملک کے بڑے بڑے عہدے داروں، فوجی اور سول افسروں کا ایک اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں تمھارے متعلق ایک بہت اہم فیصلہ کیا جانے والا ہے۔ وہ ایک بہت ہی اہم تاریخی فیصلہ ہوگا۔ میں جلد ہی تمھیں ایک خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

"میں اس خوشخبری کا انتظار کروں گا۔ فی الحال ہماری روانگی کے سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے؟"

"ہماری طرف سے پوری آزادی ہے۔ تمھاری ڈمی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے کسی وقت بھی جا سکتی ہے۔ تم روانگی کا وقت بتا دو، اس بار ہماری فضائی فوج کے جوان ان کی حفاظت کریں گے۔"

"ابھی پانچ منٹ میں بتاتا ہوں کہ ہم یہاں سے کب روانہ ہو رہے ہیں۔"

میں نے ثناتہ کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا۔"میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تم یقیناً اپنی بہن کے ساتھ رہنا پسند کرو گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔"میں تمھیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ میرا تو رُواں رُواں تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے مگر تم ملتے نہیں ہو۔ کیا میں تمھیں یاد نہیں آتی، میری پیار بھری تنہائی کا کوئی لمحہ یاد نہیں آتا؟"

"مجھے کام کے وقت صرف کام یاد رہتا ہے۔ جو سوال کر رہا ہوں اُس کا جواب دو۔"

"تم جانتے ہو، میں تمھاری اور مورینا کی محبّت کے درمیان الجھی ہوئی ہوں۔"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ اسی مورینا کی خاطر تم نے مجھے کئی بار دھوکے دیے جس کے نتیجے میں تم دونوں کے دماغوں سے ٹیلی پیتھی ختم کر دی گئی۔ وہ مشین بھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آئی۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے سے پہلے تم بہنیں جس مقام پر تھیں، اسی مقام پر واپس آگئی ہو۔ بہتر ہے، اپنی اپنی پسند سے شادی کر کے اچھی گھریلو زندگی گزارو۔"

"میں مورینا کو کسی اچھے ماحول میں چھوڑ کر تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ میرا سایہ بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ تم کیسے رہ سکو گی؟

میرا مشورہ مان لو اور مورینا کے ساتھ جہاں جانا چاہو چلی جاؤ، یہاں تمھیں کوئی نہیں روکے گا۔"

اس کے بعد میں نے اس کا جواب نہیں سُنا۔ منگل پانڈے سے کہا۔"تیار ہو جاؤ۔ تمھیں ابھی چلنا ہے۔" پھر میں نے سپر ماسٹر سے کہا۔"میں یہاں سے پانڈے کے ساتھ آدھے گھنٹے بعد روانہ ہو جاؤں گا۔ تم وہاں سے غلام باقی کو روانہ کر دو۔ ہم تینوں اس شہر سے نکل جانا چاہتے ہیں۔"

اس نے معنی خیز سوال کیا۔"کیا تمھارے ساتھ زیادہ سامان ہوگا؟"

میں نے اس کی توقع کے خلاف جواب دیا۔"ہم تینوں خالی ہاتھ جائیں گے۔ ایک تنکا بھی یہاں سے نہیں لے جائیں گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا۔"کیا ٹرانسفارمر مشین بھی یہاں چھوڑ جاؤ گے؟"

"وہ فی الحال یہیں رہے گی۔"

"فرہاد! تم حیران کر رہے ہو۔"

"کیا اب میں رابطہ ختم کر دوں؟"

"ذرا ٹھہرو، یہ بتا دو، یہاں سے جانے کے بعد پھر تمھارا کون سا نمائندہ ہم سے رابطہ قائم کرے گا؟"

"شہر سے نکلنے کے بعد میں اسی ملک میں رہوں گا۔ ٹرانسفارمر مشین چھوڑ کر نہیں جا سکوں گا۔ لہٰذا مجھ سے ہی رابطہ رہے گا۔"

"ایک اور بات بتا دوں۔ میں نے آئرن اور ہارڈی کو آزاد کر دیا ہے، وہ بھی اس شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ تم جب چاہو ان کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"میں ان پر توجہ دیتا رہوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ آدھے گھنٹے بعد میں منگل پانڈے کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔ اسی طرح فوجی گاڑیاں ہمارے آگے پیچھے چلتی رہیں۔ ہم بخیریت فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ غلام باقی ہم سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ ہمیں رخصت کرنے والے افسروں میں سے ایک معمّر افسر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔"مسٹر فرہاد! میں تمھاری صلاحیتوں کا قائل ہوں۔ تمھیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ اس طرح خالی ہاتھ جاتے دیکھ کر تمھارے یقین اور اعتماد پر رشک آ رہا ہے۔ یعنی تم نے اس مشین کو ایسی جگہ چُھپا رکھا ہے جہاں تمھارے اعتماد کے مطابق کوئی کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن تمھاری صلاحیتوں کا اس قدر قائل ہونے اور تمھاری قدر کرنے کے باوجود ایک سرکاری افسر کی حیثیت سے دُعا کروں گا کہ میں اس مشین تک پہنچ جاؤں۔"

میں نے ہنستے ہوئے مصافحہ کیا۔ اس دوران میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے بات کی تھی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان کیا تھا کہ کوئی سازش تو نہیں ہے۔ ہیلی کاپٹر کو پوری طرح چیک کر لیا گیا ہے۔ کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔ تب میں غلام باقی اور منگل پانڈے کے ساتھ اس میں سوار ہوگیا۔ اس شہر سے نکلتے وقت یوں لگ رہا تھا جیسے ہم ایک طویل مدت سے قرنطینہ میں تھے۔ ہمیں کوئی متعدی مرض لاحق تھا، اسی لیے ہمیں ایک شہر کی حدود میں پابند کر دیا گیا تھا۔ اور اب ہم شفا پا کر وہاں سے نکل رہے تھے۔ افسوس سُپر ماسٹر اپنی پوری فوج کے ساتھ بیمار پڑ گیا تھا۔ پتا نہیں کب تک اس شہر کو ساری دنیا سے کاٹ کر الگ رکھنا چاہتا تھا۔

*

شیبا اور آمنہ تنہا رہ گئی تھیں۔ ہمارے منصوبے کے مطابق دونوں پارس، بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیے گئے تھے، وہاں وہ شیخ الفارس کے سائے میں رہ کر اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ ماسٹر واشورو کی انھیں فولاد بنانے کے ابتدائی مرحلے سے گزار رہا تھا۔ شیبا کا دل اپنے پارس کے بغیر نہیں لگتا تھا۔ جوجو، پارس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی لہٰذا وہ بھی چلی گئی تھی۔ شیبا ان دونوں سے ملنے کے لیے ہفتے میں ایک بار تل ابیب سے پیرس جاتی تھی، ایک دن اور ایک رات جوجو اور پارس کے ساتھ گزارتی تھی، پھر دوسرے دن واپس آجاتی تھی۔

وہ تل ابیب میں کافی مصروف رہتی تھی۔ وہاں کے بڑے بڑے عہدے داروں کے ہاں کسی نہ کسی تقریب میں شریک ہوتی تھی، پھر کسی نہ کسی اہم معاملے میں ان عہدے داروں سے خفیہ ملاقاتیں بھی کرتی تھی۔ فی الحال ہر اہم معاملے کی تان ٹرانسفارمر مشین پر آکر ٹوٹتی تھی، آخر میں یہی پوچھا جاتا تھا۔"مسٹر فرہاد کب تک وہ مشین وہاں سے نکال لائیں گے؟"

شیبا جواب دیتی تھی۔"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ ہمیں اس مشین کی ضرورت نہیں ہے اس لیے اطمینان سے جہاں پڑی ہے، وہیں چھوڑ دیا ہے۔"

"مسٹر فرہاد نے اس کے متعلق تمھیں کچھ بتایا ہوگا؟"

"نہ وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں، نہ میں پوچھتی ہوں۔"

"شیبا تم جانتی ہو، ہم سب تمھیں بیٹی مانتے ہیں اور جو بات بہتر سمجھتے ہیں، وہ تمھارے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔"اسی لیے تو میں یہاں رہتی ہوں۔ یہاں سب میرے اپنے ہیں اور جو اپنے نہیں ہیں، وہ بزرگ بھی مجھے بیٹی کی طرح مانتے ہیں اور مجھے اچھے اچھے مشورے بھی دیتے ہیں۔"

ایک عہدے دار نے کہا۔"تمھیں اس مشین کے متعلق معلوم کرنا چاہیے کہ اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ فرض کرو، خدانخواستہ فرہاد کو کچھ ہو جائے، خدانخواستہ کوئی دشمن اس پر غالب آجائے، اس کے دماغ کو ناکارہ بنا دے اور وہ بھول جائے کہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے تو پھر تم میں سے کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یہی بات میں اپنے متعلق سوچتی ہوں۔ اگر خدانخواستہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں۔ کوئی مجھے اغوا کر لے۔ میرے دماغ کو تنویمی

عمل کے ذریعے تسخیر کرلے اور یہ معلوم کرلے کہ فرہاد نے مجھے اس مشین کے بارے میں کیا کچھ بتایا ہے تو اس طرح مشین کا راز فاش ہو جائے گا۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "دونوں طرح سے ہی نقصان ہے لٰہذا فرہاد کے علاوہ بھی کسی کو مشین کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، ہم سب جناب شیخ الفارس صاحب کے عقیدت مند ہیں' ان سے کوئی بات نہیں چھپاتے، کیوں کہ ان کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں پہنچ سکتا۔ انھیں خدا نہ کرے کسی طرح بھی کمزور نہیں بنا سکتا۔ اس لیے فرہاد نے انھیں مشین کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔"

اعلیٰ حکام میں سے ایک نے پوچھا "شیبا! کیا تمھیں یقین ہے کہ ٹیکساس سٹی میں مسٹر فرہاد ہی سرگرم عمل ہیں؟"

شیبا نے پوچھا "پھر اور کون ہو سکتا ہے؟"

"تم جانتی ہو، اسرائیلی انٹیلی جنس میں ذہین سراغ رساں ہیں۔ انھوں نے معلومات حاصل کی ہیں' ٹیکساس سٹی میں مسٹر فرہاد کے ڈمی ہے۔"

"یہ ہو سکتا ہے۔"

"تم ہم سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"یقین کریں' میں کچھ نہیں چھپا رہی ہوں، اتنا تو آپ لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ فرہاد سے میرا براہ راست کوئی رابطہ نہیں ہے، میں فرہاد کے محبوباؤں میں شامل نہیں ہونا چاہتی۔ اس لیے ان سے ہمیشہ دور رہتی ہوں اور رسونتی وغیرہ کے ذریعے ان سے کوئی اہم بات کرتی ہوں۔ کوئی ضروری بات نہ ہو تو میں ان کے کسی معاملے سے دلچسپی نہیں رکھتی۔"

اسرائیلی حکام اور شیبا کی قوم کے دوسرے لوگ اس بات سے خوش تھے کہ وہ میری محبوباؤں میں شامل نہیں ہے اور خود کو مجھ سے بچائے رکھتی ہے بلکہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ بات ان کے حق میں جاتی تھی، ہو سکتا تھا آئندہ کبھی ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو شیبا اپنی قوم اور اپنے ملک کی حمایت میں میرے خلاف کھڑی ہو سکتی تھی۔

ابھی ایسے آثار نہیں تھے لیکن امید پر دنیا قائم ہے اور وہ ہم سے یہی امید لگائے بیٹھے تھے کہ کبھی نہ کبھی تو ہمارے درمیان اختلاف ہو گا یہ پوری دنیا دوغلی سیاست کی لپیٹ میں ہے، ہر ملک کا حکمران اپنے مفاد کے لیے دوستی کرتا ہے، ان کے درمیان وہی لوگ زندہ رہ سکتے ہیں جو حکمت عملی سے کام لیتے رہتے ہیں۔

شیبا اپنے "ٹائم ٹیبل" کے مطابق ہفتے کی صبح تل ابیب سے روانہ ہوئی۔ آمنہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی، ان کے لیے ایک طیارہ مخصوص تھا جو انھیں پیرس پہنچاتا تھا پھر دوسرے دن تل ابیب واپس لے آتا تھا۔ ماسک مین نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بھی مشین کی فکر اور جستجو تھی، اس نے کہا "مادام! میں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کیے کہ کسی طرح فرہاد صاحب سے رابطہ قائم ہو لیکن وہ شاید مجھ سے ناراض ہیں۔"

رسونتی نے کہا "بھلا آپ سے کیا ناراضگی ہو سکتی ہے، آپ تو بُرے وقت میں ہمارے کام آتے ہیں، ہاں' مشین کے بارے میں ذرا سا اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہمارے درمیان ناراضگی یا کشیدگی پیدا ہو جائے، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میں بھی دوسروں کی طرح حیران ہوں، آخر وہ مشین اسی شہر میں ہے تو پھر کسی کو نظر کیوں نہیں آتی؟"

"جب کوئی چیز ہو اور نظر نہ آئے تو ایسے وقت آپ کیا رائے قائم کر سکتے ہیں؟"

"میں سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں' یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ فریبِ نظر کا معاملہ ہے جس طرح مسمریزم یا کالا جادو جاننے والے نظر بندی کرتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے رکھی ہوئی چیز نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں' اسی طرح مسٹر فرہاد نے کوئی ایسا عمل کیا ہے' مشین موجود ہوتے ہوئے بھی کسی کو نظر نہیں آ رہی ہے۔"

رسونتی نے کہا "آپ اچھی طرح جانتے ہیں، ہمارے پاس صرف خیال خوانی کا علم ہے' ہم نے کالا جادو جیسا منحوس علم نہیں سیکھا اور نہ ہی مسمریزم جانتے ہیں، یہ بھی نہیں جانتے کہ کس طرح سامنے والے کی نظر کو فریب دیا جاتا ہے اور وہ دیکھتے ہوئے بھی کچھ دیکھ نہیں پاتا۔ ہمارے پاس ایسا کوئی علم نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ نہیں ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ مشین بھی اس شہر میں نہیں ہے۔"

"اور میں پوری سچائی سے کہتی ہوں کہ اسی شہر میں ہے' ہم کسی مناسب موقع پر اسے وہاں سے نکال لائیں گے تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، لوگ پھر ایک بار فرہاد کی ذہانت کے قائل ہو جائیں گے۔"

سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی حکام کے علاوہ اور نہ جانے کتنے مشین کے دیوانے تھے جو ٹیکساس شہر کے باہر کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھے اور سوچ رہے تھے' انھیں اس شہر میں داخل ہونے کا موقع مل جائے تو شاید وہ مشین کو ڈھونڈ نکالیں اور ایسا موقع نہیں مل گیا تھا۔ سپر ماسٹر نے آخر کار اس شہر سے محاصرہ اٹھا لیا کرفیو ختم کر دیا۔ وہاں کی شہری زندگی پہلے کی طرح بحال ہو گئی لیکن فوج برابر گشت کر رہی تھی اور اس تاک میں تھی کہ شاید کوئی دیوانہ اس مشین تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔

پہلے صرف سپر ماسٹر کے لیے یہ چیلنج تھا کہ وہ ایک شہر کے اندر مشین کو ڈھونڈ نکالے، اب شہری زندگی بحال ہو گئی تھی، لوگ باہر سے آ رہے تھے، دوسری سپر طاقتوں اور خطرناک تنظیموں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لٰہذا اب اس مشین کو ڈھونڈ نکالنے کا چیلنج سب کے لیے تھا۔

دو دن اور دو راتیں گزرنے کے بعد سب نے اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔ سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ مشین اس شہر میں نہیں ہے' فرہاد نے شہر کی ناکا بندی کرنے والوں کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے وہاں سے پار کر دیا۔ البتہ وہ مشین اسی ملک میں ہے۔ اگر وہ ملک سے باہر لے جانے میں کامیاب ہو جاتا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں نہ رہتا۔

انسان بڑا ضدی ہے۔ وہ سانپ کے پھن سے زہر مہرہ نکال لاتا ہے، سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب کر موتی حاصل کرتا ہے اور پاتال میں پہنچ کر زلزلوں کی خبر لاتا ہے، پھر اس کے سامنے مشین کیا چیز ہے۔ اب اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے وہ پتا نہیں کیسی کیسی چالیں چلنے والے تھے۔ ایسے ہی وقت اطلاع ملی کہ شیبا جس طیارے سے آ رہی تھی' وہ طیارہ اپنی روٹ لائن یعنی خطِ پرواز سے ہٹ گیا ہے اور پتا نہیں کس سمت جا رہا ہے۔

وہ جب بھی تل ابیب سے پیرس آتی تھی' وہاں کے ذمے دار افسران اس کا استقبال کرتے تھے اور اسے بہ حفاظت بابا صاحب کے ادارے تک پہنچاتے تھے، اس بار ان افسران کو کنٹرول ٹاور سے اطلاع ملی کہ شیبا جس طیارے میں آ رہی ہے' وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔

ان افسران نے فوراً ہی ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الفارس صاحب کو مخاطب کیا اور کہا "طیارے کے پائلٹ سے ہمارا رابطہ نہیں ہو رہا ہے، اب ایک ہی راستہ ہے' مادام رسونتی خیال خوانی کے ذریعے شیبا کو مخاطب کر کے معلوم کریں اور پلیز ہمیں بتائیں کہ آخر وہ طیارہ کہاں جا رہا ہے؟"

رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر شیبا کے پاس پہنچ گئی۔ شیبا نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی پوچھا "کون؟"

رسونتی نے کوڈ ورڈز دہرائے، پھر پوچھا "تمھارا طیارہ کدھر جا رہا ہے؟"

شیبا نے کھڑکی کے پار دیکھا پھر کہا "میرا خیال ہے' میں اب تک پیرس پہنچنے والی ہوں۔ میں ابھی پائلٹ کے پاس پہنچتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن پائلٹ کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلوم نہ کر سکی۔ وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے بولا "مادام شیبا! دوسری بار میرے دماغ میں آنے کی حماقت نہ کرنا۔ مجھے زیادہ سانس روکنے کی عادت نہیں ہے، اتنا بتا دوں کہ دوسری بار کسی نے بھی میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی تو پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی میں جہاز کو تباہ کر دوں گا۔ دیٹس آل۔"

اس نے سانس روک لی۔ شیبا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ رسونتی نے کہا "یہ تو بُرا ہوا، پتا نہیں تم کس کے دام میں آ گئی ہو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے کہا "تم شیبا کے پاس رہو' میں تھوڑی سی دیر میں آتا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ میں تھا اور اس کی چالوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی' اس کا نام بلائنڈ فورس رکھا تھا۔ اس بلائنڈ فورس میں دس ایسے فوجی جوان تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ انھیں اس مشن پر بھیجا جا رہا تھا کہ جب شیبا تل ابیب سے پیرس کی طرف پرواز کرے تو اس کے طیارے کو اغوا کر لیا جائے۔

لیکن سپر ماسٹر ابھی یہ منصوبہ بنا رہا تھا۔ ابھی اس کی بلائنڈ فورس وہاں سے روانہ نہیں ہوئی تھی اور مجھے رسونتی نے اطلاع دی تھی کہ وہ طیارہ اغوا ہو چکا ہے، یہ عجیب اتفاق تھا۔ جو پلاننگ سپر ماسٹر کے دماغ میں تھی' وہ کسی اور کے بھی دماغ میں تھی اور اس نے سپر ماسٹر سے پہلے ہی طیارے کو ہائی جیک کرنے میں سبقت حاصل کر لی تھی۔

میں آمنہ کے پاس آیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی' میں نے کہا "فرہاد آن زیرو چینل۔"

وہ شیبا سے بولی "فرہاد میرے پاس موجود ہے۔"

میں نے آمنہ کی زبان سے کہا "اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عقل دیتا ہے' پتا نہیں' وہ عورتوں کو کیوں نہیں دیتا۔ میں نے اور جناب شیخ الفارس نے سختی سے منع کیا تھا' جب تک مشین کا مسئلہ حل نہ ہو جائے' رسونتی کو بابا صاحب کے ادارے میں اور شیبا کو تل ابیب میں رہنا چاہیے۔ وہاں سے نکلنا خطرے سے خالی نہ ہو گا' ایسے ہی خطرات کا احساس کرتے ہوئے دونوں پارس کو بابا صاحب کے ادارے تک محدود کر دیا گیا ہے، مگر تم عورتوں کی ممتا مسائل پیدا کر دیتی ہے، اگر پارس کو مہینے، دو مہینے تک نہ دیکھا جاتا تو کیا فرق پڑ جاتا؟"

شیبا نے کہا "رسونتی! اپنے میاں سے کہو، مجھے عورتوں کی طرح جلی کٹی نہ سنائیں۔"

میں نے کہا "میں صرف شیبا کو نہیں کہہ رہا ہوں' اگر رسونتی اپنے پارس سے دور ہوتی تو وہ بھی یہی حماقت کرتی۔ اس سے ملنے کے لیے ضرور اپنی پناہ گاہ سے نکلتی اور اس طرح دشمنوں کے جال میں پھنس جاتی۔"

شیبا نے کہا "تم خدا کا شکر ادا کرو۔ تمھاری بیوی محفوظ ہے مجھے پھنسنے دو۔"

"پھنسنے ہی کا شوق ہے تو کیا میں دشمنوں سے بُرا ہوں؟"

شیبا نے آمنہ سے کہا "سانس روک لو۔"

آمنہ نے سانس روکی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے شیبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چوں کہ وہاں پہلے سے رسونتی موجود تھی' اس لیے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے رسونتی سے کہا "یہ پارس کی کنواری ماں

بہت تنگ چڑھی ہے۔"

رسونتی نے کہا "تم اسے کیوں چھیڑ رہے ہو؟"

شیبا نے کہا "کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کسی کو مصیبت میں دیکھ کر مذاق اڑاتے ہیں لیکن میں مجبور اور بے بس نہیں ہوں۔ اپنے میاں سے کہہ دو میرے معاملات میں مداخلت نہ کریں، اگر میں دشمنوں کے جال میں آگئی ہوں تو اس جال کو توڑنا بھی جانتی ہوں اور میں تنہا ایسا کر کے دکھا سکتی ہوں۔"

رسونتی نے کہا "شیبا! تم جوش میں آکر ایسے دعوے نہ کرو میں جانتی ہوں، تم کوشش کرو گی اور قسمت نے تمہارا ساتھ دیا تو تنہا بھی دشمنوں کے جنگل سے نکل آؤ گی لیکن کیا تم ہمیں بے مروت اور بے حس سمجھتی ہو؟ کیا ہم تمہارے پھنسنے اور پھنس کر نکلنے کا تماشا چپ چاپ دیکھتے رہیں گے؟"

میں نے کہا "ہم اچھی طرح جانتے ہیں، شیبا کو کیوں اغوا کیا جا رہا ہے، اغوا کرنے والے ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ کریں گے، جہاں میں نے اسے چھپایا ہے وہاں سے نکالنے پر مجبور کریں گے۔"

شیبا نے کہا "میں ابھی سے کہہ دیتی ہوں، چاہے میری جان چلی جائے، وہ ٹرانسفارمر مشین دشمنوں کے حوالے نہ کرنا۔"

رسونتی نے کہا "تم مشین کی بات کرتی ہو، ہم تمہیں زندہ سلامت واپس لانے کے لیے اپنی اولاد کو بھی دشمنوں کے حوالے کر سکتے ہیں، تم فضول باتیں نہ کرو۔ جہاں تمہارا دماغ کام نہ کرے، وہاں خاموشی اختیار کرو۔ ان حالات میں جو ہمیں کرنا ہوگا، وہ کریں گے، دیکھتی جاؤ، آگے کیا ہوتا ہے۔"

کو پائلٹ کی آواز اسپیکر کے ذریعے سنائی دی "مس شیبا اور مس آمنہ سیفٹی بیلٹ باندھ لیں، طیارہ اُترنے والا ہے۔"

آمنہ نے سیفٹی بیلٹ باندھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھا جہاز کی پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ دور تک سمندر ہی سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ ایک منٹ کے بعد ہی خشکی کا کچھ حصہ نظر آیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ طیارہ کسی جزیرے میں اُتر رہا ہے۔ شیبا نے دوسری طرف کی کھڑکی کے پاس جا کر سیفٹی بیلٹ باندھ لیا تھا۔ رسونتی شیبا کے ذریعے اور میں آمنہ کے ذریعے اس جزیرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم وہاں کی خاص خاص چیزوں کو دیکھ کر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ دنیا کے نقشے میں وہ جزیرہ مال ہوگا۔ وہاں کے خاص درخت، وہاں کے مخصوص پھل یا مخصوص پرندوں کو دیکھ کر وہاں کے خاص جغرافیائی حالات کو سمجھ کر اس جزیرے تک پہنچا جا سکتا تھا۔

ہم نے وہاں گھنے جنگلات دیکھے۔ طیارہ ان جنگلوں کے درمیان ایک کشادہ سڑک پر اتر رہا تھا۔ وہ سڑک دور دور تک ویران تھی۔ اب تک نہ کوئی انسان کا بچہ دکھائی دیا تھا اور نہ ہی کوئی مکان نظر آیا تھا۔ طیارہ اس کشادہ سڑک پر دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رُک گیا۔

دن کا وقت تھا۔ ہم شیبا اور آمنہ کے ذریعے دور تک دیکھ سکتے تھے لیکن دور تک گھنے جنگلات ہی دکھائی دے رہے تھے۔ درخت اتنے گھنے تھے کہ ایک کے بعد دوسرا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے آواز سنائی دی "مس شیبا! ہمیں معلوم ہے اب تک اس علاقے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج آگئی ہوگی۔ تم سب اس جزیرے کو دریافت کرنے کی فکر میں ہو گے۔ ہم خود ہی بتا دیتے ہیں یہ جزیرہ اسرائیل کے مغربی سمندر سے لے کر سسلی کے ساحل تک ہزاروں میل کے درمیان کہیں ہے اور جہاں بھی ہے، وہاں تمہارے کسی بھی آدمی نے پہنچنے کی کوشش کی یا دوسروں کو اس کی نشاندہی کرائی تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

میں نے آمنہ کے ذریعے دیکھا، کھڑکی کے باہر ایک ویگن کار اور ایک جیپ آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ طیارے سے سیڑھی لگا دی گئی تھی۔ دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ ایک شخص جیپ سے اُتر کر میگا فون کے ذریعے کہہ رہا تھا "مس شیبا! خوش آمدید۔ یہاں تمہیں یہ شخص یوگا کا ماہر ملے گا۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کسی کام نہیں آئے گی۔ ہمیں امید ہے تم اپنی باڈی گارڈ آمنہ کے ساتھ سہولت سے آکر گاڑی میں بیٹھ جاؤ گی۔"

وہ دونوں طیارے سے اتر گئیں۔ انھیں چھ مسلح افراد نے نرغے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی ویگن کار میں آکر بیٹھ گئیں۔ وہ تمام مسلح افراد آپس میں بڑی آزادی سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی یہ بے باکی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ اس کے باوجود شیبا نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ رسونتی نے دوسرے کے دماغ میں کوشش کی اور میں نے تیسرے کے دماغ میں۔ انھوں نے سانسیں روک لیں پھر قہقہے لگانے لگے۔

ان میں سے ایک نے میگا فون والے سے کہا "خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں میں آرہے ہیں اور بے چارے ناکام واپس جا رہے ہیں۔"

میگا فون والا آہستہ آہستہ چلتا ہوا ویگن کار کی کھڑکی کے پاس آیا پھر شیبا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "یوں تو میرا پیدائشی نام کچھ اور ہے۔ مگر تم مجھے اَن نون کہہ سکتی ہو۔ یعنی نہ جانا ہوا، نہ پہچانا ہوا۔ میں خود کو بھی نہیں جانتا۔ خود کو بھی پہچاننا بھول گیا ہوں، پہچانوں گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے دور تک میری پہچان کر لیں گے۔"

شیبا نے کہا "مسٹر اَن نون! کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات مسٹر فرہاد کی سمجھ میں آچکی ہوگی۔ اگر میری زبان سے سننا ضروری ہے تو پھر سُن لو ہمیں ٹرانسفارمر مشین چاہیے۔ اس سلسلے میں فرہاد سے مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ ہمارا ایک نمائندہ امریکا میں ہے، فرہاد اس کی آواز سُن لے پھر اس سے دماغی رابطہ قائم کرے۔ ہمارے درمیان دوستانہ سمجھوتا ہوگا تو تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

تم آرام سے فرہاد کے پاس پہنچا دی جاؤ گی۔ فرہاد مشین ہمارے حوالے کر دے گا۔"

آمنہ نے کہا "فرہاد ہمارے دماغ میں موجود ہے، تم اپنے نمائندے کی آواز سناؤ۔"

مسٹر اَن نون نے ایک ماتحت کو اشارہ کیا، وہ جیپ کی پچھلی سیٹ سے ایک کیسٹ ریکارڈر اٹھا کر لایا۔ پھر اسے شیبا کے سامنے رکھ کر آن کر دیا۔ وہاں سے ایک شخص کی آواز ابھرنے لگی۔ شیبا، رسونتی اور میں آواز کو سن رہے تھے۔ پھر شیبا نے کہا "اتنا ہی کافی ہے، رسونتی اور فرہاد تمہارے نمائندے سے رابطہ قائم کریں گے۔"

اس نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ میں نے اس کے نمائندے کو مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں، کسی مسٹر اَن نون نے تمہاری آواز سنائی ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "مسٹر فرہاد! تم میرے پاس آئے ہو، اس کا مطلب ہے، شیبا ہمارے لیڈر اَن نون کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات بہت مختصر ہے۔ صرف اتنا بتا دو، وہ مشین کہاں چھپائی ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے، وہاں تک تم میں سے کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ صرف میں ہی اسے نکال کر لا سکتا ہوں۔"

"ہمیں مشین چاہیے۔"

"تو پھر مشین لینے کی بات کرو، یہ نہ پوچھو، اسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟"

"اسے چھپانے کا انداز نہایت ہی عجیب و غریب ہے، سب تجسس میں مبتلا ہیں، کسی کو یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ ٹیکساس سٹی میں ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

"وہ اسی شہر میں ہے لیکن کسی کو نظر نہیں آئے گی۔"

"مشین تو ہم ہر حال میں وصول کریں گے لیکن یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ اسے اتنی کامیابی سے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

"مسٹر اَن نون سے کہو، وہ شیبا کو پیرس روانہ کر دے، میں وہ مشین تمہارے حوالے کر دوں گا اور یہ بھی بتا دوں گا کہ وہ اب تک کہاں چھپا کر رکھی گئی تھی۔"

"مسٹر فرہاد! پہلے ہم مشین حاصل کریں گے، پھر اسے اس جزیرے میں لے جائیں گے جہاں شیبا قید کی گئی ہے، پھر شیبا کے دماغ سے ہمارے اہم آدمیوں کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل ہوگی، اس کے بعد اسے رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا خوب پلاننگ ہے! کیا تم لوگوں کو معلوم ہے میں ٹیکساس سٹی سے خالی ہاتھ باہر آیا ہوں؟"

"ہم یہ جانتے ہیں۔"

"تو پھر یہ اندازہ بھی ہو گیا ہوگا کہ مشین جہاں بھی ہے، وہاں سے نکال لانا اتنا آسان نہیں ہے، مناسب موقع دیکھ کر ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی شرط منظور ہے، میں اس مشین کو نکالنے کے بعد تمہارے ساتھ یا مسٹر اَن نون کے کسی بھی آدمی کے ساتھ اس جزیرے میں آؤں گا۔"

"تم وہاں کبھی قدم نہیں رکھ سکو گے۔"

"تو پھر تم لوگ کبھی اس مشین کو استعمال نہیں کر سکو گے کیونکہ میں ہی اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ جانتا ہوں۔"

"تم شیبا سے کہہ دو کہ وہ مسٹر اَن نون کو مشین آپریٹ کرنے والی بات بتائے۔"

میں نے کہا "جب میں اور شیبا تمہارے مسٹر اَن نون سے براہ راست گفتگو کر سکتے ہیں تو پھر تمہاری کیا ضرورت ہے، تم کس بات کے نمائندے ہو؟"

"میری ڈیوٹی اتنی ہے کہ میں اس مسئلے پر تبادلۂ خیال کروں اور کوئی مسئلہ الجھ جائے تو اسے مسٹر اَن نون پر چھوڑ دوں۔ دوسری ڈیوٹی یہ ہے کہ مشین کے معاملے میں ہمارے درمیان سمجھوتا ہو جائے تو میں تمہارے ساتھ رہا کروں تاکہ مشین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے وقت ہمیں اطمینان رہے کہ ہمارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں ہو رہا ہے۔"

رسونتی ہماری باتیں سن کر شیبا کو بتا رہی تھی، اُدھر شیبا اور آمنہ ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچ گئی تھیں جہاں دو لکڑی کے کاٹیج نظر آرہے تھے، ایک کاٹیج ان دونوں کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ ان کے آس پاس اتنا گھنا جنگل تھا کہ وہاں کا جغرافیہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شیبا نے مسٹر اَن نون کو بلا کر میرے اور نمائندے کے درمیان ہونے والی گفتگو کا خلاصہ سنایا اور کہا "مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے یہاں فرہاد کی موجودگی لازمی ہوگی۔"

مسٹر اَن نون نے کہا "ہم نادان بچے نہیں ہیں، فرہاد کو یہاں قدم بھی نہیں رکھنے دیں گے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فرہاد خیال خوانی کے ذریعے تمہیں مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ سکھا دے، وہ طریقہ تم ہمیں لکھ کر دو گی، ہمارا ایک ماہر اس تحریر کو پڑھ کر مشین کو آپریٹ کرے گا۔ اگر آپریشن میں کامیابی ہوئی، تمہارے دماغ کی ٹیلی پیتھی ہمارے دماغ میں منتقل ہو گئی تو ہم تمہیں پیرس بھیج دیں گے اور اگر کوئی فراڈ ہوا تو تمہارا کیا حشر ہوگا، یہ بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا اٹھا۔ پھر شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ان کے پاس سے جانے لگا۔ اس لکڑی کے کاٹیج کا فرش بھی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چلتے وقت کھٹ کھٹ کی آواز گونجتی تھی اور مسٹر اَن نون کے رعب اور دبدبے میں اضافہ کرتی تھی۔

وہ کاٹیج پتا نہیں کتنے برسوں کا تعمیر کیا ہوا تھا۔ لکڑی کے تختے پرانے ہو گئے تھے۔ شیبا اور آمنہ اگر جوتے اتار کر دبے قدموں چلنا چاہتیں

تو فرش پر بچھے ہوئے پرانے تختے کراہنے لگتے۔ وہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے وقت ہر حال میں آواز اُبھرتی تھی اور باہر سے سننے والوں کو پتا چل جاتا تھا کہ کون کہاں جا رہا ہے؟

شیبا نے پریشان ہو کر کہا۔ "پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں، کس ملک سے یا کس خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں؟"

رسونتی نے کہا۔ "ہماری زندگی میں طرح طرح کے دشمن آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی کوئی نیا شیطان ہے۔ کچھ عرصے تک اپنی دہشت طاری کرے گا، ہمیں مجبور کرے گا، ہر طرح سے پابند کرے گا، ہو سکتا ہے مشین کے معاملے میں کسی حد تک کامیاب ہو جائے لیکن ہم اسے ناکام بنانے میں جی جان کی بازی لگا دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "رسونتی! یہ کوئی نیا شیطان نہیں ہے۔ اگر کوئی نیا دشمن ہوتا یا کوئی نئی تنظیم ہوتی تو اس کے پاس اتنے وسیع ذرائع نہ ہوتے کہ وہ ایک ملک کے طیارے کو ہائی جیک کر کے ایک ایسے جزیرے میں لاتا جو ابھی ویران نظر آ رہا ہے لیکن یہ جزیرہ کسی نہ کسی ملک سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اس کا کوئی تو مالک و مختار ہوگا۔ امریکا میں اس کا ایک نمائندہ ہے اور نہ جانے کتنے ایجنٹ اور آلۂ کار ہوں گے۔ ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے یہاں تک لانے کے سلسلے میں بہت ہی خفیہ انتظامات کی ضرورت ہوگی۔ ایسے ہیلی کاپٹر اور طیارے لازمی ہیں جنھیں وہ فوراً استعمال میں لا کر مشین کو وہاں سے یہاں منتقل کر سکے۔ اتنے وسیع ذرائع کا مالک ہونا کسی ایک شیطان یا اس کی تنظیم کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ بڑے بڑے ملکوں اور سپر طاقتوں کا کھیل ہے۔ یہ مسٹر اَن نون یقیناً کسی سپر طاقت کا یا کسی بہت ہی خطرناک تنظیم کا سپر ایجنٹ ہے اور ان کے لیے کام کر رہا ہے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ سپر ماسٹر، ملک مین، اسرائیلی حکام اور دوسری خطرناک تنظیم کے لوگ خود کو ظاہر نہیں کریں گے۔ انھیں ہم سے خطرہ ہے۔ ہم زبردست انتقامی کارروائی کر سکتے ہیں لہٰذا وہ غیر جانبدار رہ کر ہماری دوستی کی قسمیں کھا کر ایک ایسے مہرے کو آگے بڑھا رہے ہیں، ہم جس کا تعلق ان سے ثابت نہ کر سکیں۔"

ہماری باتوں کے دوران شیبا اور آمنہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کاٹیج سے نکل رہی تھیں۔ ان کے قدموں تلے لکڑی کا فرش کوں کرر کوں کرر کی آواز سے کراہتا جا رہا تھا۔ جس طرح کال بیل کا بٹن دبانے سے مکان کے اندر رہنے والے باہر آ کر دروازہ کھولتے ہیں، اسی طرح وہ فرش بھی کال بیل کی طرح تھا جسے سُن کر باہر والے ہوشیار ہو جاتے تھے اور اس کاٹیج کے سامنے آ جاتے تھے۔ جب وہ دونوں کاٹیج کے برآمدے میں آئیں تو مسلح افراد دور دور تک کھڑے ہوئے دکھائی دیے۔ ایک شخص نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔ "شاید تمھیں نہیں معلوم، ہم میں سے کوئی شراب نہیں پیتا اور نہ ہی شباب سے دلچسپی رکھتا ہے۔ ہم عورتوں سے میلوں دور بھاگتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کو پسند کرنے کے لیے کاٹیج سے باہر آئی ہو تو مایوسی ہوگی۔"

دوسرے نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "یار! فرہاد سے تعلق رکھنے والیاں کسی اور کو پسند نہیں کریں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک شیبا نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتا اُس نے ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر اچھلا اور پیچھے ایک درخت سے ٹکرا گیا۔ شیبا نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ پے در پے کئی دماغی جھٹکے پہنچائے۔ اس کے دوسرے ساتھی اسے سنبھال رہے تھے۔ پوچھ رہے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دور ایک کاٹیج کے دروازے پر مسٹر اَن نون نظر آیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، یہ کیوں چیخ رہا ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "مسٹر اَن نون! یہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا تھا، میں نے اسے سزا دی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا، ہم بے بس اور مجبور ہیں۔ اگر ہمارے مزاج کے خلاف کبھی کسی نے کوئی بات کی تو ہم نے بڑے بڑے یوگا کے ماہروں کے دماغ الٹ دیے ہیں۔ تم لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔"

مسٹر اَن نون اس کی باتیں سُن رہا تھا اور بار بار اپنے اس مسلح ماتحت کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ تو سانس روک لیتا ہے۔ تم اس کے دماغ میں کیسے پہنچ گئیں؟"

شیبا نے کہا۔ "یہ اپنی گندی باتوں میں مست ہو رہا تھا۔ اور اپنی مستی میں بے خبر ہو رہا تھا۔ اس کی بے خبری سے میں نے فائدہ اٹھایا۔ ایک بات یاد رکھو۔ کوئی بھی انسان ہمیشہ باخبر نہیں رہتا۔ ہمیشہ اپنی ذات پر توجہ نہیں دے سکتا۔ اسے دوسرے معاملات میں مصروف ہونا پڑتا ہے۔ ایسی ہی مصروفیات میں بے خبری کے دوران میں ایک بار خیال خوانی کی چھلانگ لگاؤں۔ اچانک دماغ میں پہنچ کر جھٹکا پہنچاؤں تو سانس روکنے والے کو موقع نہیں ملتا۔ وہ دوسری بار سانس روکنا چاہتا ہے، اس سے پہلے ہی دوسرا جھٹکا پہنچاتی ہوں۔ پھر یوگا کی مہارت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ مسٹر اَن نون! تمھارے ساتھ بھی یہی ہو سکتا ہے۔"

اَن نون تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "مادام شیبا! تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو، زیادہ سے زیادہ بیک وقت تین آدمیوں کو دماغی جھٹکے پہنچا سکتے ہو، یہاں ہم کئی ہیں۔ تین تمھارے عذاب میں مبتلا ہوں گے، باقی تم دونوں کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ رسونتی اور فرہاد کو تمھاری موت منظور نہیں ہوگی۔"

آمنہ نے کہا۔ "ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اسی لیے تم میں سے کسی ایک، دو یا تین کو دماغی جھٹکے نہیں پہنچانا چاہتے۔ ہم نے یہاں عارضی طور پر شکست تسلیم کر لی ہے۔ تمھارے قیدی بن گئے ہیں لیکن تم سب کو اپنی حد میں رہنا ہوگا۔ اگر یہ حد پار کر کے ہمارے قریب آنے کی کوشش کی یا ہمارے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی تو ہم یہ نہیں سوچیں گے کہ ہمارے شکار ایک ہیں، تین ہیں یا تین ہزار، جو بھی ٹیلی پیتھی کی زد میں آئے گا اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مسٹر اَن نون، سب سے پہلے تمھیں ختم کریں گے۔"

شیبا نے کہا۔ "تمھیں یقین نہیں ہے تو جاؤ اور اپنے طور پر بہت زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کرو، دن رات خود پر توجہ دیتے رہو۔ تمھیں پتا چلے گا کہ تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ تمھیں کسی سوچ میں بھٹکنا ہوگا۔ تمھیں کسی کام میں مصروف رہنا پڑے گا۔ تمھیں بھی مصروفیت کے دوران اپنی ذات کو بھلانا ہوگا اور ایسا بے اختیار ہوتا ہے اور جب بھی ایسا ہوگا تو ہماری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ کا کباڑا کر دیں گی۔"

اس نے دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے تمھارے مزاج کے خلاف کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ میں ابھی تمھارے سامنے اپنے آدمیوں کو حکم دے رہا ہوں اور تم دیکھو کہ میرے حکم دینے کا انداز کیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے برآمدے کی ریلنگ سے ٹکی ہوئی ایک گن کو اٹھایا۔ اسے چیک کیا۔ اس کے سیفٹی کیچ کو ہٹایا۔ پھر دور کھڑے ہوئے اس شخص کا نشانہ لیا جسے ابھی دماغی جھٹکے پہنچائے گئے تھے۔ اپنے لیڈر کے ہاتھ میں گن دیکھتے ہی دوسرے مسلح جوان دور ہٹ گئے تھے۔ شیبا کے مزاج کے خلاف بولنے والا ابھی تک دونوں ہاتھوں سے سر تھامے دماغی تکلیف کو برداشت کر رہا تھا۔ اسی وقت ٹھائیں سے ایک گولی چلی اور اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ وہ یکبارگی اچھل کر گھاس پر گرا۔ پھر ذرا تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ مسٹر اَن نون نے گن کو اسی ریلنگ سے ٹکا کر رکھتے ہوئے، پھر گرجتے ہوئے کہا۔ "میں کسی کی غلطی برداشت نہیں کروں گا اور غلطی کے سلسلے میں وارننگ بھی نہیں دوں گا۔ جاؤ، اس کی لاش مٹی میں دبا دو۔"

پھر اس نے شیبا کی طرف پلٹ کر کہا۔ "مادام! میں نے اسے اس لیے گولی مار دی کہ اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ تم اس کے اندر پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتیں اور میں یہ موقع نہیں دے سکتا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ اپنے کاٹیج کے اندر جانا چاہتا تھا، پھر رک گیا۔ شیبا کی طرف گھوم کر بولا۔ "اس جزیرے میں تمھیں ہر طرح کی آزادی ہوگی۔ تم کاٹیج سے نکل کر جہاں جانا چاہو گی جا سکو گی۔ جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چہل قدمی کر سکو گی لیکن چند باتوں کو یاد رکھنا۔ تم دونوں کسی سے بات نہیں کرو گی۔ یہاں تمھیں گونگے بہرے یا پھر یوگا کے ماہر ملیں گے۔ یہاں چاروں طرف مسلح افراد کا دن رات سخت پہرہ رہتا ہے۔ کوئی بحری یا فضائی راستے سے یہاں نہیں آ سکے گا۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں میرے پانچ ہزار فوجی ہیں، جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ وہ ہر وقت چوکس رہتے ہیں۔ ان پانچ ہزار فوجیوں میں ایک ہزار جاسوس ہیں جو اس بات کی نگرانی کر رہے ہیں کہ ہمارے باقی فوجی گونگے بہرے بن کر رہتے ہیں یا نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کسی ضرورت سے زبان کھولتا ہے تو اسے فوراً گولی مار دی جاتی ہے۔ یہاں تمھارے آس پاس چند مسلح جوان ہیں جنھیں بولنے کی اجازت ہے کیوں کہ یہ یوگا میں مہارت رکھتے ہیں۔ تمھاری ٹیلی پیتھی کا اثر ان پر نہیں ہوگا اور جس پر ہوا تم نے دیکھ لیا کہ میں نے اُسے گولی مارنے میں دیر نہیں کی۔"

رسونتی، شیبا کے پاس موجود تھی۔ ہم نے طے کر لیا تھا کہ باری باری شیبا اور آمنہ کے پاس رہیں گے۔ جب رسونتی رہے گی تو میں دوسری جگہ مصروف رہوں گا۔ ان دونوں کے اغوا ہونے پر اسرائیلی حکام پریشان تھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ بار بار کہہ رہے تھے۔ "ایک ہماری قوم کی بیٹی تھی، اسے بھی اغوا کر لیا گیا۔ ہم اس اغوا کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ چند گھنٹوں میں معلوم کر لیں گے کہ اسے کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے۔"

میں نے انھیں بتا دیا تھا کہ اسرائیل کے مغربی ساحل سے لے کر سسلی کے ساحل تک جو جزائر ہیں، انہی میں سے کوئی ایک جزیرہ ہے جہاں شیبا اور آمنہ کو قید کیا گیا ہے۔

اسرائیلی حکام نے وعدہ کیا کہ ایک گھنٹے کے اندر مجھے ساری معلومات فراہم کر دیں گے۔ یہ بتائیں گے کہ یہاں سے وہاں تک جتنے جزائر ہیں، وہ کن ممالک کی ملکیت ہیں اور کتنے ایسے آزاد جزیرے ہیں جن کے مالکان ارب پتی سرمایہ دار یا بڑے بڑے بین الاقوامی اسمگلر ہیں۔

مسٹر اَن نون کے جس نمائندے نے امریکا میں مجھ سے گفتگو کی تھی، میں گفتگو کرنے کے دوران اس کے دماغ کی تہ میں بھی جھانک رہا تھا اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ مسٹر اَن نون کو صورت شکل سے نہیں پہچانتا، صرف نام سے جانتا ہے۔ وہ نمائندہ ٹیکساس سٹی کے قریب ہی سینٹ لوئیس نامی ایک چھوٹے سے ٹاؤن کا بہت بڑا غنڈہ تھا۔ بڑے بڑے سفاک مجرم اس کے ماتحت تھے۔ مسٹر اَن نون نے دس لاکھ ڈالر کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔

اس کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ میرا ٹھکانا معلوم کر کے اپنے آدمیوں کے ساتھ میری نگرانی کرتا رہے، ٹیکساس سٹی پر بھی نظر رکھے۔ جب بھی میں وہاں سے مشین نکال کر لاؤں تو وہ اپنے آدمیوں کو لے کر میرے ساتھ کسی بلیک پورٹ تک آئے تاکہ وہاں سے وہ مشین بہ آسانی اسمگل ہو سکے۔

یہ ایک اتفاق کی بات تھی کہ میں بھی ٹیکساس شہر سے نکلنے کے بعد سینٹ لوئیس آ گیا تھا۔ وہیں قیام کر رہا تھا۔ سپر ماسٹر نے میری رہائش گاہ میں کمپیوٹر بھیج دیا تھا تاکہ اس سے رابطہ قائم رہے۔ شیبا کے اغوا ہونے کے بعد تو دن رات مجھ سے رابطہ قائم کرتا تھا اور پوچھتا تھا۔

وہ کہاں ہے؟ کن لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے؟ میں نے اسے بھی جزیرے کے متعلق بتا دیا تھا اور مسٹر آن نون کا نام بھی اسے سنا دیا تھا اس نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر معلوم کرلے گا کہ شیبا کہاں لے جائی گئی ہے اور اس جزیرے کا مالک کون ہے۔

ایک گھنٹے بعد سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام نے اپنا دعویٰ پورا کر دکھایا۔ ان کی معلومات کے مطابق اس جزیرے کا مالک ایک ... ارب پتی تاجر آئی آئی فرگوسن تھا۔ مسٹر آئی آئی فرگوسن نے ایک ہفتہ پہلے اس جزیرے کو فروخت کر دیا تھا۔ موجودہ خریدار کا نام سن کر ہم سب چونک گئے۔ اب قانوناً اس جزیرے کا مالک جارج فری مین تھا۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر آشرن کے دماغ میں پہنچا۔ اب دونوں بھائیوں کا دماغ فری پورٹ کی طرح تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ سکتا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا آخر آشرن ہارڈی اور اس کے بہن اور بھائی کیا اتنے دولت مند ہیں کہ ایک جزیرہ خرید سکتے ہیں اور وہاں پانچ ہزار مسلح افراد کی ڈیوٹی لگا سکتے ہیں اور امریکا میں سیکڑوں ایجنٹوں کی پرورش کرسکتے ہیں، آخر ہزاروں لوگوں کے اخراجات وہ کیسے برداشت کرتے ہوں گے۔ پھر اتنے ذرائع کے مالک کیسے ہوگئے کہ وہ جب چاہتے ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے لانے کے لیے ہیلی کاپٹر اور طیارے کا فوراً انتظام کرسکتے؟

آشرن اور ہارڈی دونوں کی سوچ نے بتایا، وہ بے شک بہت دولت مند ہیں۔ ایک ٹرانسفارمر مشین کی تیاری کے اخراجات برداشت کرسکتے ہیں لیکن اتنے بھی دولت مند نہیں ہیں کہ ایک جزیرہ خرید کر وہاں پانچ ہزار مسلح افراد کی پرورش کرسکیں۔

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کی اطلاع غلط نہیں ہوسکتی، جارج فری مین نے وہ جزیرہ ضرور خریدا ہے لیکن اس کی پشت پر کسی بہت بڑے ملک کا یا بہت بڑی سپر طاقت کا ہاتھ ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے، ہم وہ مشین برآمد نہ کرسکے۔ اب دوسری سپر طاقتیں ایسی چالیں چل رہی ہیں تاکہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کو الزام نہ دے سکو، ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کرسکو اور وہ دوسروں کو مہرہ بنا کر اپنا کام کر جائیں۔"

میں نے پوچھا "ایسا کون کرسکتا ہے؟"

"مجھے تو ماسک مین پر شبہ ہے۔"

"نہیں سپر ماسٹر! وہ ایسی چال نہیں چلے گا۔"

"کیوں نہیں چلے گا؟"

"اس کے پاس ایک خیال خوانی کرنے والا آرمر موجود ہے، جس خطرناک تنظیم میں یا سپر طاقت کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی نہیں ہے اسی نے شیبا کو اغوا کرایا ہے، وہ ایک تیر سے دو شکار کھیل رہا ہے۔ ایک تو شیبا کو اغوا کیا، دوسرے اسے یرغمال بنا کر ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم وہ مشین برآمد کریں۔ اسے اس کے پاس لے کر جائیں، وہ شیبا کے ذریعے اپنے دماغوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائیں گے۔ اس کے بعد شیبا کو ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! کیا تم کسی طرح جارج فری مین کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے؟"

"میری تو پوری کوشش یہی ہوگی لیکن وہ موم کا مجسمہ نہیں ہوگا۔ اپنے بھائیوں آشرن اور ہارڈی کی طرح سخت جان ہوگا۔ فولادی ارادوں کا مالک ہوگا۔ ایسے لوگوں کو اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کرنے کے بعد ہی ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "وہ مشین ابھی ہمارے ملک میں ہی ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق نیکاس سٹی میں ہے۔ مسٹر فرہاد! اسے یہیں رہنا چاہیے۔ ہم اسے تلاش نہ کرسکے لیکن ہماری خواہش ہے کہ تم فی الحال اسے یہاں سے نکال کر لے جانے کی نادانی نہ کرو۔ چاروں طرف سے جال پھینکے جارہے ہیں۔ ہم اس کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ مشین کو حاصل کرنے کے لیے کتنی طاقتیں خفیہ طور پر سرگرم عمل ہوں گی۔"

"مجھ سے نادانی کی توقع مت کرو، جب وہ مشین پوری طرح محفوظ ہے تو میں اسے وہاں سے بھلا کیوں نکالوں گا؟"

"تم پر دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ شیبا کو اسی لیے اغوا کیا گیا ہے، تم بہت جلد مجبور ہو جاؤ گے۔"

"ذرا میری مجبوری کا تماشا دیکھتے رہنا۔ میں اپنے مخالفوں کو کس طرح مجبور کرتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے خوش ہوکر کہا "میں جانتا ہوں تم بہت ذہین ہو، حاضر دماغ ہو، پھر اس پر ٹیلی پیتھی کا کمال حاصل ہے۔ مسٹر فرہاد! میں تمہیں جلد ہی ایک خوشخبری سنانا چاہتا تھا۔ حالانکہ جلد نہ سنا سکا۔ بہرحال دیر آید درست آید۔ ہمارے ملک کے تمام اعلیٰ حکام، تمام فوجی جنرل، کرنل اور دوسرے تمام افسران اور عہدے داران نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اس ملک کا سپر ماسٹر بنا دیا جائے۔"

میں نے بے اختیار قہقہہ لگایا پھر کمپیوٹر کے ذریعے یہ الفاظ اس کی طرف نشر کیے۔ "ہا، ہا، ہا، ہا۔"

"سپر ماسٹر نے پوچھا "ہا، ہا، ہا کیا ہے؟"

"تمہاری بات پر بے اختیار قہقہہ لگا رہا ہوں۔ یہ کمپیوٹر میرا قہقہہ نہیں سنا سکے گا اس لیے ہا ہا کے الفاظ پیش کر رہا ہوں لیکن اتنے بڑے عہدے کی پیش کش پر ہائے ہائے کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "کیا تم میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو؟"

"میں بات کو مذاق نہ سمجھوں، تب بھی بات مذاق کی ہے۔"

وہ غلط کہہ رہا تھا کہ اس ملک کے اعلیٰ حکام، فوجی جنرل، کرنل اور دوسرے اعلیٰ افسران اور عہدے داران نے متفقہ طور پر مجھے سپر ماسٹر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ سپر ماسٹر نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ پس پردہ چلا جائے گا۔ اور بظاہر مجھے سپر ماسٹر بنا کر تمام اختیارات مجھے سونپ دے گا جب کہ مجھے سپر ماسٹر بنانے کا اختیار اسے حاصل نہیں تھا لیکن وہ جانتا تھا یہاں کے اعلیٰ حکام اور تمام ذمے دار افسران اس کی اس حکمت عملی کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ اعتراض نہیں کریں گے اور مجھے ایک نمائشی سپر ماسٹر بنا کر رکھیں گے۔ اس طرح جب میں ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کا ذمے دار بن جاؤں گا۔ بہت سی ذمے داریاں مجھ پر عائد کردی جائیں گی تو میں وہ ٹرانسفارمر مشین ان کے سامنے لے آؤں گا۔

انھیں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ میں سپر ماسٹر بن کر ان کے اور بہت سے رازوں سے واقف ہو جاؤں گا۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ میں ہر بڑے ملک کے بڑے بڑے رازوں سے واقف ہوں۔ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں رہتی اور جب چھپی نہیں رہتی تو مجھے نمائشی سپر ماسٹر بنانے میں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہاں کے اعلیٰ حکام نے تاریخی نوعیت کا یہ چونکا دینے والا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے بھی اس کے جواب میں تاریخی نوعیت کا چونکا دینے والا فیصلہ سنانا چاہیے اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سپر ماسٹر ہوں۔ اس عہدے سے نیچے گر کر کسی ایک ملک کا سپر ماسٹر بننا گوارا نہیں کروں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی اسکرین کو آف کر دیا۔

*

آرمر سر جھکائے ... بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں قلم تھا۔ سامنے میز پر ڈائری کھلی ہوئی تھی۔ وہسکی کی بوتل بھی کھلی ہوئی تھی۔ گلاس میں شراب کا سونا پگھل رہا تھا، وہ ایک گھونٹ پیتا تھا پھر لکھنے لگتا تھا۔

وہ لکھ رہا تھا "میں آرمر ہوں، ایک ایسا مُردہ ہوں جو زندگی کو چھوڑنے کے بعد بھی بدقسمتی سے سانسیں لے رہا ہے اور یہ میری سانسیں کوئی مقصد نہیں رکھتی ہیں۔ میں جانور کی طرح کھاتا ہوں، پیتا ہوں، سوتا ہوں اور جاگتا ہوں، شاید اسی لیے ماسک مین نے میرے گلے میں پٹا ڈال کر زنجیر پہنا دی ہے اور اپنے اس قلعے میں بند کر رکھا ہے۔

مجھے یاد نہیں ہے، میں یہاں کب سے قید ہوں شاید صدیاں گزر گئی ہیں۔ مجھے دنوں کا حساب نہیں آتا۔ بس یہ گزرتا ہوا دن میری نظروں میں ہوتا ہے۔ جو دن گزر چکے ہیں وہ میرے لیے مر چکے ہیں۔ اور جو آنے والے دن ہیں ان کا مجھے یقین نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے، جیسے میں پیتے پیتے اچانک ہی آخری ہچکی لوں گا اور ختم ہو جاؤں گا۔ شاید اس کے بعد مردہ ہوکر سانس نہ لے سکوں۔

یہ فرہاد کی مہربانی ہے جس کی سفارش پر ماسک مین نے مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے نہیں رکھا ہے، مجھے کھانے کے لیے بہترین کھانا، پینے کے لیے دنیا کی بہترین شراب اور پہننے کے لیے عمدہ لباس ملتا ہے۔ ماسک مین اپنی ہر مہربانی کے بعد کہتا ہے، میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ بناؤں۔ اس کی تفصیلات لکھوں لیکن میں کیا لکھوں۔ میں تو سب کچھ بھلا دینا چاہتا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف چند ہستیاں ہیں جن کے نام اور چہرے مجھے یاد ہیں۔

پہلا چہرہ میری معصوم بہن جوجو کا ہے جسے میں بیٹی کہتا ہوں، دوسرے چہرے فرہاد، رسونتی، شیبا اور سونیا وغیرہ کے ہیں، جن کی مہربانیوں سے میری بہن جوجو پر کوئی آنچ نہیں آتی ہے اور خدا نے چاہا تو آئندہ بھی وہ ان کے سائے میں محفوظ رہے گی۔ بس ان چند ہستیوں کے سوا مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ جب میں اس دنیا کے تمام انسانوں کو بھلا چکا ہوں تو کسی مشین کو کیا یاد رکھوں گا؟

یہ مشین کے دیوانے بڑے ظالم اور ضدی ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ اتنی طویل قید کے باوجود میں ان کے کسی کام نہیں آرہا ہوں، میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ انھیں امید ہے بلکہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن تھک ہار کر میں ان کے مطالبات کے آگے سر جھکا دوں گا۔ شاید میری کوئی کمزوری ان کے ہاتھ آجائے گی، لیکن میں فرہاد کو دعائیں دیتا ہوں اور آخری سانس تک دعائیں دیتا رہوں گا۔ اگر آج میری جوجو کہیں اور ہوتی تو یہ ظالم شیطان اسے اغوا کرکے اسے میری کمزوری بنا کر، اس کی زندگی کو بارود کے ڈھیر پر بٹھا کر مجھے مشین کا نقشہ بنانے بلکہ مشین تیار کرنے پر مجبور کر دیتے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہے اور خدا نے چاہا تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

لکھتے لکھتے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے قلم چھوڑ دیا۔ تعجب سے اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا "مجھے نشہ ہو رہا ہے۔"

پھر اس نے وہسکی کی بوتل اور گلاس کو دیکھا۔ پھر سوچنے لگا۔ "ابھی میں نے ایک پیگ پیا ہے اور چھ پیگ کا نشہ ہو رہا ہے۔ یہ شراب تو کچھ عجیب سی ہے۔ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں نے آج تک ایسی وہسکی نہیں چکھی تھی بلکہ سونگھی بھی نہیں تھی۔"

اس نے وہسکی کی بوتل اٹھائی۔ اسے کھول کر سونگھا پھر گلاس میں انڈیلنے لگا۔ اس کے بعد پھر گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ دوسرا پیگ ختم کرنے کے بعد قہقہہ لگاتے ہوئے ایک طرف انگلی اٹھا کر تنبیہ کے انداز میں بولا "خبردار، میں سمجھ گیا ہوں یہ ماسک مین چالیں چل رہا ہے۔ مجھے دو آتشہ بنا رہا ہے تاکہ نشہ تیز سے تیز تر ہو تاکہ میں ترنگ میں آکر مشین کی تفصیلات بڑبڑاتا جاؤں اور دوسری طرف میری آواز ریکارڈ ہوتی جائے لیکن میں نشے میں نہیں ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا مگر لڑکھڑا کر پھر بیٹھ گیا۔ "گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔ ہا، ہا، ہا۔ میں گھٹنوں کے بل گرنے والا بچہ نہیں ہوں۔ وہسکی کا شہسوار ہوں، پیتا ہوں اور بہکتا ہوں، لڑکھڑاتا ہوں گرتا ہوں، پھر سنبھل کر اٹھ جاتا ہوں اور پھر پینے لگتا ہوں۔"

اس نے گلاس میں پھر شراب انڈیلی۔ گلاس ہاتھ میں لے کر اٹھا۔ ڈگمگاتے ہوئے ایک طرف بڑھتے ہوئے، آہستہ آہستہ گھومتے ہوئے اس چار دیواری کو دیکھنے لگا۔ زور زور سے کہنے لگا "ماسک مین! میں سب جانتا ہوں، سب سمجھتا ہوں۔ اس وقت تم کہیں بیٹھے مجھے کسی اسکرین پر دیکھ رہے ہو، میری آواز سن رہے ہو اور میری باتیں ریکارڈ کر رہے ہو لیکن میں نہیں بولوں گا۔ مشین کے سلسلے میں ایک لفظ نہیں بولوں گا۔"

اس نے گلاس کو منہ سے لگایا، دو گھونٹ پیے، پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "تم ظالم ہو، پینے کا مزہ یہی ہے کہ نشہ آہستہ آہستہ ہمارے اندر بولتا رہے لیکن آج تم نے میری شراب کو دو آتشہ بنا کر چند منٹوں میں نشے کی شدت پیدا کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔ یہ پینے اور مدہوش ہونے کے اصول کے خلاف ہے۔ ارے ظالم! میں تو روز گھونٹ گھونٹ زہر پیتا آ رہا ہوں۔ تو نے یکبارگی زہر پلا دیا ہے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ کل کا مرنے والا آج مر جائے گا۔"

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کئی ہیلی کاپٹروں کے گردش کرتے ہوئے پنکھوں کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ پھر زبردست دھماکے ہونے لگے جیسے رات کے اندھیرے میں ان دیکھے طیارے بمباری کرتے ہوئے گزر رہے ہوں۔ آرمر نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا۔ پھر اسے فرش پر زور سے پٹختے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتے ہو۔ بمباری کر کے گولیاں چلا کے، مجھے میری پیاس مٹانے سے پہلے مار ڈالو گے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔"

وہ ڈگمگاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ بوتل کی گردن اپنی مٹھی میں پکڑی۔ پھر اسے اٹھا کر منہ سے لگایا۔ دو گھونٹ پینے کے بعد کہا "اب اس بوتل کو مجھ سے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ چلاؤ گولیاں۔"

بالکل قریب ہی تنہائی سے ایک گولی چلنے کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی کوئی زینے کے اوپری حصے سے لڑھکتا ہوا نیچے آیا اور آرمر کے قدموں کے پاس پہنچ کر تھم گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ آرمر ڈگمگاتا ہوا ذرا پیچھے گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے کے بعد پہچان گیا۔ وہ ماسک مین کے بیان کے مطابق بہت تجربہ کار میکینک تھا۔ کسی بھی نقشے کو دیکھ کر اس کے مطابق مشین تیار کر سکتا تھا۔ وہ اکثر آرمر کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس کے پاس بیٹھ کر پیتا تھا۔ ہنستا بولتا تھا اور۔۔۔ باتوں باتوں میں مشین کا ذکر لے بیٹھتا تھا۔ آج وہ ایک گولی کھا کر ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں پہنچ گیا تھا۔ اسے زندگی میں کیا ملا؟ مشین نہیں ملی، ایک گولی ملی اور بس۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، ماسک مین زینے کے اوپری حصے میں تھا۔ دوڑتا ہوا زینے سے اترتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا اور چیختے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "آرمر! جلدی کرو، خیال خوانی کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کرو، اسے بتاؤ کہ ہم خطرے میں ہیں۔ کسی نے اچانک اس قلعے پر حملہ کیا ہے۔ شاید وہ تمھیں اغوا کرنا یا مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

آرمر ڈگمگاتا ہوا ایک طرف گیا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا "ماسک مین کا ملک ایک فولادی قلعہ کہلاتا ہے۔ سب کہتے ہیں یہ آئرن وال ہے، فولاد کی دیوار ہے۔ اس دیوار کے پیچھے ماسک مین کا ملک کس طرح ترقی کر رہا ہے اور وہ سائنسی دور میں کتنا آگے ہے، وہ چاند کے بعد کس طرح ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے، یہ راز باہر کی دنیا والے نہیں جان سکتے اور ایسے فولادی قلعے میں کوئی پہنچ گیا ہے۔ کوئی مجھے یہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ قید نہ سہی، وہ قید سہی۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر پینے لگا۔ اب اس میں کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں تھی۔ بری طرح ڈگمگا رہا تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے میز پر جھک رہا تھا۔ ادھر سے ادھر ہو رہا تھا۔ ماسک مین نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا "ہوش میں آؤ، ہم خطرے میں ہیں، میرے لیے نہ سہی، اپنے لیے نہ سہی، اپنی بہن جوجو کے لیے فرہاد کو مخاطب کرو۔ ہو سکتا ہے کوئی تمھاری بہن کو بھی اسی طرح اغوا کرنا چاہے اور اسے تمھاری کمزوری بنا دے۔ معصوم جوجو موت کے دہانے پر نظر آئے گی تو تم مجبور ہو کر مشین کا سارا راز اگل دو گے۔"

آرمر کا سر گھوم رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھوم رہے تھے۔ اسے نشہ تیزی سے پہنچ رہا تھا۔ وہ اب تب گرنے ہی والا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اپنی بیٹی جیسی بہن کا ذکر سنتے ہی اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ اتنی مدہوشی کی حالت میں بھی دماغ نے سمجھایا۔ اپنی بہن کے لیے ضرور فرہاد کو اطلاع دینا چاہیے۔

وہ میز پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے پھسلتا ہوا کرسی کے پاس آیا۔ اس پر بیٹھتے ہوئے ماسک مین کو دیکھتے ہوئے ہاتھ نچاتے ہوئے بولا "میں ابھی فرہاد کو مخاطب کرتا ہوں۔"

ماسک مین جلدی سے قریب آ کر بولا "دیر نہ کرو، دشمن ہمارے سر پر پہنچ چکے ہیں۔"

آرمر نے آنکھیں بند کیں۔ میرا تصور کیا لیکن اس کے نشیلے دماغ میں میرا تصور ادھر سے ادھر ڈول رہا تھا۔ ایک جگہ ٹھہر نہیں پا رہا تھا۔ اس نے میری آواز اور لب و لہجہ یاد کرنے کی کوشش کی تو کانوں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ میرا لب و لہجہ جیسے بھی یاد آیا، اس کے مطابق اس نے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ خیال خوانی کی پرواز کر رہا ہے یا نشے میں اڑتا جا رہا ہے۔ ماسک مین نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا سر میز پر ٹک گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ پہلے تو ماسک مین نے یہی سمجھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے خیال خوانی میں مصروف ہے۔ پھر اس نے جھنجوڑ کر پوچھا "تم فرہاد کو مخاطب

کر رہے ہو؟ کیا فرہاد صاحب میرے دماغ میں آ کر مجھے کچھ کہنے کا موقع دینا چاہتے ہیں؟ مجھے جلدی بتاؤ۔"

وہ آرمر کو جھنجوڑ رہا تھا لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ تب پتا چلا وہ نشے میں مدہوش ہو گیا ہے یا بے ہوش ہو گیا ہے۔ ماسک مین نے پیچھے ہٹ کر فوراً ریوالور نکالا اور کہا "نہیں آرمر! نہیں! تم میرے ملک کے کام نہیں آئے تو کسی کے کام نہیں آؤ گے۔ کوئی تمھیں یہاں سے نہیں لے جا سکے گا۔ میں تمھیں زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ یہاں آنے والے تمھاری لاش ہی لے جا سکیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے آرمر کا نشانہ لیا۔ تنہائی سے گولی چلی لیکن وہ گولی آرمر کو نہیں، ماسک مین کو لگی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا۔ دوسری گولی اس کے سینے میں آ کر پیوست ہوئی۔ وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ پھر تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا ہو گیا۔

ماسک مین مر گیا۔ اس نے ایک طویل مدت تک اپنے ملک کی خدمت کی تھی اور ایک طویل عرصے سے میرا دوست چلا آ رہا تھا۔ وہ برے وقتوں میں میری مدد کرتا رہا تھا۔ کاش میں ایسے وقت ان کے قریب موجود رہتا۔ مجھے تو ان واقعات کا کوئی علم نہیں تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا، اس کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوتا رہا۔

آرمر اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اسے کچھ پتا نہ چلا، کون وہاں آیا تھا؟ کس نے ماسک مین کو گولی ماری تھی؟ اور اسے اٹھا کر کس طرح لے گیا تھا؟ پھر وہ انجانے ہم سفر کے ساتھ کس منزل کی طرف جا رہا تھا اور کتنی دیر تک یہ سفر جاری رہا تھا؟ نہ آرمر کو ہوش تھا، نہ مجھے اس کی خبر تھی۔ میں بہت کم اس کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اس نے خود کو اتنا غیر ضروری بنا لیا تھا کہ کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کبھی اس کا خیال نہیں آتا تھا۔ جوجو کبھی ضد کرتی کہ بھائی آرمر کیسے ہیں تو میں، رسونتی یا شیبا اس کے پاس آ جایا کرتے تھے۔ ادھر پچھلے کئی دنوں سے ہماری بے پناہ مصروفیات نے آرمر کے متعلق سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

ہم شیبا کے معاملات میں مصروف تھے۔ جب سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام کو یہ معلوم ہوا کہ جارج فری مین نے اس جزیرے کو خریدا ہے اور اسی نے یقیناً شیبا کو اغوا کیا ہے تو انھوں نے یہ بات پریس تک پہنچائی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں جارج فری مین پر بہت سے الزامات عائد کیے گئے۔ ان میں سے ایک الزام یہ کہ اس نے شیبا کو اغوا کیا ہے۔ اسرائیلی طیارے کو بھی کہیں چھپا دیا ہے یا اسے تباہ کر دیا ہے۔ وہ ایک جزیرے کا مالک بن کر شیبا کو وہاں قیدی بنا کر فرہاد علی تیمور کو بلیک میل کر رہا ہے تاکہ فرہاد شیبا کی سلامتی کے لیے ٹرانسفارمر مشین اس کے حوالے کر دے۔

جارج فری مین کے خلاف طرح طرح سے زہر اگلا گیا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں جارج فری مین کی طرف سے تردیدی بیان شائع ہوا کہ یہ سارے الزامات غلط ہیں۔ اس نے کوئی جزیرہ نہیں خریدا ہے۔ وہ شیبا کے نام سے واقف ہے لیکن نادان نہیں ہے۔ فرہاد علی تیمور کی کسی بھی ساتھی کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ جب بھی کچھ کرے گا تو اپنا دامن بچا کر صرف اپنے کام سے کام رکھے گا اور وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ بہت جلد دنیا والوں کو ایک دوسری ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے چونکانے والا ہے۔

آئرن اور ہارڈی کے بھائی جارج فری مین نے باقاعدہ پریس کانفرنس میں یہ بیان نہیں دیا تھا۔ اس نے کسی اخبار والے کو خط بھیج کر، کسی اخبار والے سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کر کے انھیں یہ بیان شائع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جو مجبور نہیں ہونا چاہتے تھے، ان کے پریس دفاتر میں بم کے دھماکے ہوئے اور اس دن کا اخبار وہ شائع نہ کر سکے۔

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر! پول کھل گیا ہے۔ کسی بڑے ملک یا کسی سپر طاقت نے جارج فری مین کے نام سے وہ جزیرہ خریدا ہے۔ اس خریدنے والے کو معلوم ہے کہ جارج فری مین اور اس کی بہن سلارا ایک نئی ٹرانسفارمر مشین بنانے میں مصروف ہیں۔ جارج فری مین کے نام سے سپر ماسٹر اور فرہاد علی تیمور کی پوری ٹیم واقف ہے لہٰذا اس نے جزیرے کو خریدنے، شیبا کو اغوا کرنے کے سلسلے میں جارج فری مین کا نام استعمال کیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری تائید کی "بے شک، یہ بات ہمیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھی۔ جو بہن بھائی ٹرانسفارمر مشین جیسی چیز تیار کر رہے ہیں، وہ نادان نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے، اس وقت تک منظرِ عام پر نہیں آئیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! آج کا اخبار مسٹر ان نون نے بھی دیکھا ہوگا۔ اب وہ تم پر زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالے گا تاکہ تم مشین اس کے پاس پہنچا سکو اور اس کے لیے وہ شیبا پر ظلم و تشدد کرنے سے باز نہیں آئے گا۔"

میں نے بڑے اعتماد سے کہا "میں ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "آخر تم اتنے اعتماد سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"مختلف معاملات میں میرا مختلف طریقۂ کار ہوتا ہے۔ جلد ہی تمھیں معلوم ہوگا کہ میں کس طرح مسٹر ان نون کا مطالبہ پورا کرتا ہوں اور شیبا کو وہاں سے نکال کر لے جاتا ہوں۔"

"کیا تم شیبا کو رہائی دلانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین اس کے حوالے کر دو گے؟"

میں اس کے سوال کا جواب نہ دے سکا۔ مجھے اپنے دماغ میں آرمر کی آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد! میں آرمر بول رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا "ہیلو آرمر! کیسے ہو؟ تمھیں وہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"بھائی فرہاد! جہاں تم نے میری سفارش کی تھی، میں وہاں سے

نہیں ہوں کسی دوسرے کا قیدی بن چکا ہوں۔"
میں نے چونک کر پوچھا "کسی دوسرے کا قیدی؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"
"بھائی! مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ پچھلی رات نہ جانے کیا کچھ ہوتا رہا۔ ۔ ۔ میں پی رہا تھا۔ مجھے کم سے کم مقدار میں تیز سے تیز تر نشہ ہوتا جا رہا تھا۔ یقیناً میری وھسکی میں کچھ ملایا گیا تھا۔"
"آرمر! یہ شراب انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی۔ دیکھ لو نتیجہ تمہارے سامنے ہے، اس شراب نے تمہیں اپنی جوجو سے چھڑا دیا۔ تمہیں اس قابل نہیں چھوڑا کہ تم اپنی بیٹی جیسی معصوم بہن کی حفاظت کر سکو جبکہ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار موجود ہے۔"
وہ میری بات پر ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ میں نے کہا "اس شراب کا دوسرا بڑا نتیجہ یہ ہے کہ تم ایک کی قید سے نکل کر دوسرے کی قید میں پہنچ رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے کیوں کہ تم نے ساری دنیا سے ناتا توڑ لیا ہے۔"
آرمر نے کہا "سچ کہتے ہو۔ میں تو اخبار تک نہیں پڑھتا۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے دنیا کے کسی بھی کونے کی کوئی خبر مل سکے۔"
"آرمر! ایک خبر ایسی ہے کہ اب تمہیں خبردار ہو جانا چاہیے۔ ٹرانسفارمر مشین کا مسئلہ بہت ہی نازک مرحلے پر ہے۔ ایک نامعلوم دشمن نے یا کسی سپر طاقت نے شیبا کو اغوا کیا ہے۔ مجھے بلیک میل کیا جا رہا ہے کہ میں تم لوگوں کی تیار کردہ ٹرانسفارمر مشین ان کے حوالے کر دوں۔ ادھر دوسری پارٹی نے تمہیں اغوا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے ذریعے مجھے بلیک میل کریں گے۔ اگر میں ان کی بات نہیں مانوں گا تو وہ تمہیں مار ڈالنے کی دھمکی دیں گے۔"
آرمر نے تڑپ کر کہا "بھائی فرہاد! مجھے مرنے دو۔ میں مر جاؤں گا مگر خبردار، وہ ٹرانسفارمر مشین دشمنوں کے حوالے نہ کرنا۔ کیا وہ تمہارے پاس ہے؟"
"ہاں! میرے پاس ہے لیکن میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا کیونکہ تم ہماری بیٹی کے بھائی ہو۔ جوجو کی آنکھ سے تمہارے لیے ایک آنسو بھی ٹپکے گا تو وہ آنسو ہمارے دل پر گرے گا۔"
آرمر نے کہا "آہ! میں کہاں آکر پھنس گیا۔ کن جذبوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں جوجو کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ تم بھی نہیں دیکھ سکتے اور دشمن ہماری اس کمزوری کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ فرہاد! میں کیا کروں؟"
"صبر کرو اور دیکھتے رہو، دشمن کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔"
"میں قدموں کی چاپ سن رہا ہوں۔ شاید وہ لوگ آ رہے ہیں۔"
"پروا نہ کرو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تم اپنی خیال خوانی کی پرواز بند کر دو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"
وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ میں نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔
"سپر ماسٹر! ایک نئی پریشان کن اطلاع ہے۔ کچھ نامعلوم لوگوں نے آرمر کو ماسک مین کی قید سے چھڑا لیا ہے۔ اسے اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ اب آگے کیا ہونے والا ہے، میں کچھ دیر بعد بتاؤں گا۔"
میں نے کمپیوٹر اور ٹی وی کو آف کر دیا۔ پھر آرمر کے پاس پہنچا۔ وہ گہری تاریکی میں کہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی جب اس کی آنکھ کھلی۔ اسے ہوش آیا تو اس نے ایسی ہی گہری تاریکی دیکھی تھی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ پہلی بار سچ مچ مر چکا ہے اور اس وقت قبر کی تاریکی میں ہے اور یہ قبر بہت تنگ ہے۔ وہ کسی تابوت میں لیٹا ہوا ہے۔ اس نے ادھر اُدھر ہاتھ مارا تو تابوت محسوس نہیں ہوا۔ قبر بہت تنگ تھی۔ وہ رینگتے ہوئے ہاتھ سے ٹٹولتے ہوئے اِدھر سے اُدھر جانے لگا۔ بہت دور تک جانے پر دیواریں محسوس ہوتی رہیں۔ ایسے ہی وقت اس نے پریشان ہو کر مجھے مخاطب کیا تھا۔ اب میں اس کے پاس تھا۔ جب اس نے قدموں کی چاپ سنی تو اسے ہلکی سی روشنی کا احساس ہوا۔ اس نے ایک طرف دیکھا۔ کہیں دروازہ تھا۔ اس دروازے کے نیچے سے روشنی کا کچھ حصہ اندر کی طرف آ رہا تھا۔ میں نے کہا "آرمر! میں تمہارے پاس ہوں۔ تم رینگتے ہوئے اس دروازے کی طرف جاؤ۔"
اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دروازے کا نچلا حصہ کچھ اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا یعنی نچلے حصے میں اتنی جگہ تھی کہ وہاں سے کھانے کی ٹرے گزر کر آرمر تک پہنچ سکتی تھی۔ اس کے پاس ایک بڑی سی ٹرے آئی۔ اس میں کھانے کا سامان تھا۔ پھر دوسری طرف سے کسی نے کہا "مسٹر آرمر! کھاؤ اور خود کو توانا رکھنے کی کوشش کرو۔ جب توانائی محسوس ہو اور خیال خوانی کر سکو تو فرہاد کو مخاطب کرنا۔"
آرمر نے پوچھا "تم کون ہو۔ میں اس وقت کہاں ہوں؟"
"ہم کوئی بھی ہیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو، بخیریت ہو۔ زندہ سلامت ہو۔ آئندہ بھی اپنی سلامتی کے لیے ہمارے احکامات کی تعمیل کرتے رہو۔"
"میں فرہاد کو کیوں مخاطب کروں۔ اس سے کہنا کیا ہے؟"
"اس سے کہو، تم ہماری قید میں ہو۔ اگر اس نے ٹرانسفارمر مشین ہمارے حوالے نہ کی تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔"
"میرے مرنے سے فرہاد کو یا کسی کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"
"زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں جوجو کو تم کس قدر چاہتے ہو اور جوجو تمہارے لیے کتنا تڑپتی ہے۔ اگر اسے تمہاری بے وقت اور حرام موت کی خبر ملے گی تو وہ رو رو کر اپنی جان دے دے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ فرہاد، رسونتی یا شیبا تمہاری بہن کو کبھی مرنے نہیں دیں گے۔ اس کے مرنے کا تصور بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اتنا ہی نہیں، اس کی آنکھ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم ذرا فرہاد کو اپنی موجودہ پوزیشن تو بتاؤ۔"
"فرہاد میرے پاس موجود ہے اور تمہاری باتیں سن رہا ہے۔"
دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر اس نے کہا "اگر وہ موجود ہے تو اس سے کہو میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرے۔"
"فرہاد اتنا نادان نہیں ہے۔ میں خود ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ جب میں تمہارے دماغ میں نہیں پہنچ رہا ہوں اور تم بے باکی سے میرے سامنے گفتگو کر رہے ہو تو یقیناً یوگا کے ماہر ہو یا تمہارے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے حساس بنا دیا گیا ہے۔"
آرمر درست کہہ رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے اس شخص کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے فوراً ہی سانس روک لی پھر ہنستے ہوئے کہا "اچھی طرح جانتے ہوئے بھی میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔"
میں نے "نہیں، شاید فرہاد نے تمہارے پاس پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کبھی کسی پر اعتماد نہیں کرتا جب تک خود عملی طور پر مطمئن نہ ہو جائے۔"
"اسے اطمینان ہو چکا ہو گا کہ وہ میری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آسکے گا۔ اس سے کہو دس منٹ کے بعد میرے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔"
میں نے انتظار کیا۔ اس دوران کمپیوٹر کے ذریعے کہا "سپر ماسٹر! میرا اندازہ درست نکلا۔ آرمر کو اغوا کرنے والی پارٹی بھی ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ کر رہی ہے۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں وہ آرمر کو مار ڈالیں گے اور ہم جوجو کی خاطر اسے مرنے نہیں دیں گے۔"
سپر ماسٹر نے پوچھا "آخر یہ دوسری پارٹی کہاں سے آگئی؟ یہ کون لوگ ہیں؟"
"دس منٹ بعد شاید مجھے کچھ معلوم ہو سکے۔"
"مسٹر فرہاد! یہ مشین کے دیوانے بڑھتے جا رہے ہیں، اپنی چالیں چلتے جا رہے ہیں۔ ایک نے شیبا کو اغوا کیا۔ دوسرے نے آرمر کو۔ یہ شیبا اور آرمر دونوں ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کر کے متوقع کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور نہ جانے کتنی خطرناک تنظیمیں ہیں جو اس ٹرانسفارمر مشین کی تاک میں ہوں گی۔"
"بے شک بہت سی بلّیاں سر اٹھائے چھینکے کو دیکھ رہی ہوں گی، لیکن چھینکے کی طرف چھلانگ لگاتے ہی دودھ گر جاتا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے والے مخالفین کو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی حاصل نہ ہوتے لیکن شیبا کی نادانی نے ایک مخالف کو کسی حد تک کامیابی سے ہم کنار کیا ہے۔ اگر شیبا پارس کی محبت میں ممتا سے مجبور ہو کر تل ابیب سے پیرس تک سفر نہ کرتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتے۔ دوسرا آرمر ہے۔ اس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ماسک مین کی قید سے کوئی اسے چھین کر لے آئے گا۔"
"یہی تو سوچنے کی بات ہے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ ہو جاتا ہے۔ تم اس بات سے بے حد مطمئن ہو گئے کہ کوئی رسونتی کو اغوا نہیں کر سکے گا کیوں کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں ہے لیکن ہماری، تمہاری، توقع کے خلاف کوئی اسے بھی اغوا کر سکتا ہے۔ شاید تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔ ماسک مین کا محل واقعی فولادی قلعہ ہے۔ کوئی دشمن وہاں جا نہیں سکتا اور اگر چلا جائے تو زندہ واپس آ نہیں سکتا۔ گویا یہ کہ کسی نے آرمر کو وہاں سے اغوا کر لیا ہے۔ بابا صاحب کا ادارہ ماسک مین کے محل کی طرح فولادی قلعہ نہیں ہے۔ رسونتی کو کسی وقت بھی اغوا کیا جا سکتا ہے۔ تم وہیں بیمار پڑے ہو۔ پھر دشمنوں کے لیے آسانیاں اور سہولتیں ہر قدم پر ہیں۔"
میں نے کہا "سپر ماسٹر! تم درست کہتے ہو۔ ہماری توقع کے خلاف بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن میں رسونتی کو اغوا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی جگہ بہت محتاط ہوں۔ یہ لو، دس منٹ پورے ہو چکے ہیں۔ ذرا آرمر کو اغوا کرنے والی پارٹی کے سربراہ یا وہاں کے باس یا لیڈر سے گفتگو کر کے آتا ہوں۔"
میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے دروازے کے نچلے حصے سے آرمر کو کھانے کی ٹرے پہنچائی تھی۔ اس نے مجھے دماغ میں محسوس کیا اور کہا "باس! فرہاد میرے دماغ میں ہے۔"
اس کے باس نے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر فرہاد! کیا تم یقین دلا سکتے ہو کہ یہ تمہی ہو؟"
میں نے اس شخص کی زبان سے کہا "اگر یقین کرنا چاہتے ہو تو اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ میں، رسونتی اور شیبا، تینوں تمہارے دماغ میں باری باری آئیں گے اور بیک وقت بھی آئیں گے۔ جیسا تم چاہو گے ویسے ہی تمہیں یقین دلائیں گے۔"
"چلو یقین ہو گیا۔ یہ بتاؤ، آرمر کو زندہ دیکھنے کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"
"میں تمہاری توقع کے خلاف بہت لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گا۔ نہایت مختصر الفاظ میں کہتا ہوں، وہ ٹرانسفارمر مشین تمہارے حوالے کر دوں گا۔"
باس نے خوش ہو کر کہا "زندہ باد فرہاد علی تیمور! تم واقعی دانش مند ہو۔"
"تھوڑی دانش مندی کا ثبوت تم بھی دو۔ آرمر کو حبس بے جا سے نکال کر آرام سے رکھو۔ اس کی ہر ضرورت پوری کرو۔"
اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "مسٹر آرمر کو تہ خانے سے نکال کر ایک آرام دہ کمرے میں لے جاؤ اور ان کی ہر ضرورت پوری کرو۔"
دو شخص حکم کی تعمیل کے لیے چلے گئے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا "ہاں تو مسٹر فرہاد، وہ مشین میرے پاس کب پہنچ رہی ہے؟"
"پہلے اپنا تعارف تو کراؤ۔"
اس نے ہنستے ہوئے کہا "تعارف کا مطلب ہے اپنی تعریف کروں۔ بھلا میں کس قابل ہوں اور جب کسی قابل نہیں ہوں تو اپنے

بارے میں کیا بتاؤں۔ میرا کوئی سا بھی نام ہو سکتا ہے، ہم زندگی کے ایک موڑ پر مل رہے ہیں۔ دوسرے موڑ پر ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں گے پھر ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا للٰذا میرا کوئی سا بھی نام رکھ لو۔"

"تم بہت بولتے ہو، ایکس وائی زیڈ، کوئی سا بھی نام بتا دو۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں کہوں کہ مسٹر ایکس ہوں تو یہ جاسوسی ناولوں کا سا نام ہو جاتا ہے۔ وائی مجھے پسند نہیں ہے کیوں کہ وائی لکھتے وقت اس کی دُم نیچے لٹکتی ہے۔ اور زیڈ سب سے آخری لفظ ہے اور میں ہمیشہ اوّل رہتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا میں چلا جاؤں؟"

اس نے جلدی سے کہا۔ "ارے نہیں، میں تو ذرا تفریح کے موڈ میں ہوں، چوں کہ تم مخاطب کرنے کے لیے کوئی نام معلوم کرنا چاہتے ہو للٰذا مجھے "سرپاس" کہہ سکتے ہو، کیوں کہ میں تمھیں مشین کے معاملے میں سرپاس کرنے والا ہوں (سبقت لے جانے والا ہوں)۔"

"تم سے پہلے بھی ایک سرپاس کرنے والا آ چکا ہے۔ وہ ٹرانسفارم مشین کی ڈلیوری ایک جزیرے میں چاہتا ہے، تم کہاں چاہتے ہو؟"

اس کا ہنستا ہوا منہ لٹک گیا، اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ کیا تم اسے بھی مشین ڈلیور کرو گے اور مجھے بھی، کیا تمھارے پاس دو مشینیں ہیں؟"

"مشین تو ایک ہی ہے لیکن محبت اور دوستی کے رشتے دو طرف ہیں۔ ایک طرف شیبا گرفتار کی گئی ہے، دوسری طرف آرمر۔ یہ دونوں ہمارے لیے اہم ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کو دشمن کی قید میں نہیں چھوڑ سکتے۔ دونوں کو رہا کرائیں گے للٰذا اس کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے، مشین کے دو حصے کیے جائیں — آدھی مشین شیبا کی رہائی کے لیے اور آدھی آرمر کی رہائی کے لیے تم لوگوں کے پاس ڈلیور کر دی جائے۔"

"یہ کیا بکواس ہے، میں آدھی مشین لے کر کیا کروں گا؟"

"اُدھر وہ مسٹر اَن نون بھی یہی سوال کرے گا۔ ادھر ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم پوری ایک مشین کسی ایک کو ڈلیور کر کے صرف ایک کو رہا کرائیں گے تو دوسرے کا کیا بنے گا؟"

"یہ تمھارا مسئلہ ہے، مجھے مشین چاہیے۔"

"دوسرا بھی یہی کہے گا کہ یہ میرا مسئلہ ہے اسے مشین چاہیے للٰذا میں پہلے اپنے مسئلے کو دیکھوں گا۔ جب ایک کو پوری مشین ڈلیور کر کے کسی دوسرے کو دشمن کی قید میں چھوڑنا اور اس کی ہلاکت کو منظور کرنا پڑے گا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ میں اپنی ایک آنکھ کو بچاؤں گا اور دوسری آنکھ پھوڑ ڈالوں گا اور ایسا تو کوئی پاگل بھی نہیں کرے گا۔"

وہ میری اس بات پر الجھ کر رہ گیا تھا۔ یہ بات ماننے والی تھی کہ میں اپنے کسی رشتے سے دشمنی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک کو گلے لگا کر دوسرے کو مرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ذرا دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "تم شیبا کی فکر نہ کرو۔ میں اسے جزیرے سے نکال لاؤں گا، مشین میرے پاس ڈلیور کرو۔"

"ڈلیوری کہاں لو گے؟"

"میں تمھاری ایک جانی پہچانی جگہ بتا رہا ہوں۔ یہاں کبھی تمھارے دوستوں کا پورا قبیلہ آباد تھا۔ ان کی حکومت تھی یہاں تمھاری رسونتی اور سونیا کافی عرصے تک آباد رہی ہیں، یہاں تمھاری زندگی میں بڑے انقلاب آئے، کتنے ہی محبت کے رشتے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے۔"

"مسٹر سرپاس! تم بہت زیادہ بولتے ہو، کیا تم وادیٔ قاف میں ہو؟"

"خوب سمجھے برادر! اور کیسے نہ سمجھتے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں شباتہ، مرجانہ اور طار ٹر بلیا جیسے ساتھی ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے اور تمھاری دوسری چاہنے والیوں کو کوما میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے اسی جگہ کا انتخاب کیا ہے یہاں تمھیں عبرت حاصل ہوگی۔ فرہاد علی تیمور کتنا ہی زور آور اور طاقت ور سہی۔ وادیٔ قاف میں اس کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور اب بھی مشین ڈلیور کرتے وقت کوئی فریب کیا گیا تو اس بار تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی صرف کمر نہیں سر بھی ٹوٹیں گے۔ میں اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یا تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کروں گا یا ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنی دنیا سے ہمیشہ کے لیے مٹا دوں گا۔"

"میں کتنی بار یاد دلاؤں کہ تم بہت زیادہ بولتے ہو، تمھیں مشین چاہیے، مل جائے گی لیکن مجھے اس بات کی ضمانت چاہیے کہ شیبا کو تم جزیرے سے نکال لاؤ گے۔"

"کس طرح کی ضمانت چاہتے ہو؟"

"پہلے تم شیبا کو اس جزیرے سے نکال لو، جس دن تم اسے وادیٔ قاف لے کر آؤ گے اسی دن میں ٹرانسفارمر مشین لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ارے نہیں فرہاد علی تیمور! تم یہاں آنے کی زحمت گوارا نہ کرنا۔ ہم نہیں چاہتے کہ مشین کے ساتھ مصیبت چلی آئے۔"

"جب اس مصیبت کی کمر ایک بار ٹوٹ چکی ہے تو ڈرتے کیوں ہو، دوسری بار تم توڑ دینا۔"

"نہیں، سیدھی سی بات ہے، میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم مشین ڈلیور کرو گے۔ اسے ہمارے آدمی یہاں لائیں گے۔"

"چلو یہی سہی۔ ہمارے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ تم ادھر جزیرے سے شیبا کو لاؤ گے، ادھر میں تمھارے آدمیوں کے ذریعے مشین وہاں پہنچا دوں گا۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم نے بڑی آسانی سے میری تمام باتیں مان لی ہیں۔ آخر بات کیا ہے؟"

"عجیب مصیبت ہے، بات مان لو تب بھی تم لوگوں کو مجھ سے ڈر لگتا ہے۔ بھئی سیدھی سی بات ہے، مجھے مشین سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ہر حال میں شیبا اور آرمر کی رہائی چاہتا ہوں اور بس۔ ہمارے درمیان یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ مشین آنے کے بعد کس طرح ہم شیبا اور آرمر کے ذریعے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغوں میں منتقل کرائیں گے۔ اس کے بعد کس طرح ہم تمھارے دونوں ساتھیوں کو یہاں سے رہائی دے کر تمھارے کسی مقام تک پہنچائیں گے۔"

"اس میں معاملات طے کرنے کی کیا بات ہے، مشین حاصل کرنے کے بعد جو جی میں آئے کرتے رہنا، جتنی ٹیلی پیتھی اپنے دماغوں میں منتقل کرانا ہے کراتے رہنا۔ مجھے یقین ہے تم بہت ہی شریف آدمی ہو اور میرے دونوں ساتھیوں کو وہاں سے پیرس روانہ کر دو گے، اب اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوگی، میں تمھارے اس آدمی کے دماغ میں آتا رہوں گا اور معلوم کرتا رہوں گا کہ تم شیبا کو اس جزیرے سے نکال لانے میں کامیاب ہو چکے ہو یا نہیں۔ جیسے ہی کامیاب ہو گے، میں اپنی مشین کی ڈلیوری کا وقت بتا دوں گا۔ دیٹس آل۔"

میں اس آدمی کی کھوپڑی سے واپس آ گیا۔ دوسری طرف رسونتی مسٹر اَن نون سے یہی بات کہہ رہی تھی۔ "ہم مناسب موقع دیکھتے ہی مشین اس شہر سے نکال کر تمھارے پاس پہنچانے والے تھے لیکن اب دوسرا بلیک میل کرنے والا آ گیا ہے، تم نے آج کا اخبار پڑھا ہوگا؟"

مسٹر اَن نون نے کہا۔ "ہاں پڑھا ہے، کوئی کم بخت آرمر کو اڑا لایا ہے۔ کچھ بھی ہو، مشین میرے پاس آئے گی۔"

"ہمارے لیے آرمر اور شیبا ایک جیسے ہیں، ہم کسی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ دونوں کو قید سے چھڑانے کے لیے مشین کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ آدھی مشین تمھارے پاس اور آدھی مسٹر سرپاس کے پاس جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں آدھی مشین لے کر کیا کروں گا۔ مجھے پوری چاہیے۔"

"ہمیں بھی شیبا اور آرمر دونوں چاہئیں۔"

اس نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔ "اچھی بات ہے، میں دیکھ لوں گا۔ وہ کم بخت سرپاس کتنے پانی میں ہے، میں آرمر کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ جس دن تم آرمر کو جزیرے میں شیبا کے پاس لاؤ گے، ہم مشین وہاں پہنچا دیں گے۔"

شیبا نے خوش ہو کر کہا۔ "رسونتی، یہ حکمت عملی خوب رہی۔ اب مسٹر اَن نون اور مسٹر سرپاس مرغوں کی طرح ایک دوسرے کو چونچیں ماریں گے۔"

میں موجودہ حالات کا ہر پہلو سے جائزہ لینے لگا۔ شیبا اور آرمر کو اغوا کرنے والوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو گئی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ مکمل مشین حاصل کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کو کسی ایک پارٹی کے پاس ہونا چاہیے۔ اب مسٹر سرپاس کسی نہ کسی طرح شیبا کو جزیرے سے لانے کی کوشش کرے گا اور مسٹر اَن نون آرمر کو وادیٔ قاف سے نکال لانے کے لیے اپنے آخری تمام ذرائع استعمال کرے گا۔ ہمارے لیے بڑے مواقع پیدا ہو گئے تھے۔ اگر مسٹر اَن نون منظم طریقوں سے وادیٔ قاف میں داخل ہونے اور آرمر کو لانے کی کوشش کرے گا تو اس دوران اس کے آدمیوں کی بھیڑ میں میری ساتھیوں کو بھی وادیٔ قاف میں قدم رکھنے کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح مسٹر سرپاس جزیرے میں منظم طریقے سے آنا چاہے گا تو اس کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے بھی راستہ نکل آئے گا۔ پھر شیبا جزیرے سے وادیٔ قاف تک جائے یا آرمر وادیٔ قاف سے جزیرے تک پہنچایا جائے، اس طویل سفر کے دوران ہم راستے ہی میں بازی پلٹ سکتے تھے، اب یہ حالات پر تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ ہوتا کیا ہے اور ہم کرتے کیا ہیں؟

اگرچہ ہمارے لیے بہت سے مواقع پیدا ہو رہے تھے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل تھی کہ شیبا اور آرمر دشمنوں کے جنگل میں ہیں، انھیں ذہنی اور جسمانی طور پر نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ دشمن... مشین حاصل کرنے میں ناکام ہوتے تو ان کی جان بھی لے سکتے تھے۔ ایسے وقت ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے کیوں کہ وہ کسی ملک کے سربراہ نہیں تھے۔ وہ کوئی سپر ماسٹر، ماسک مین یا اسرائیلی حکام نہیں تھے۔ وہ کن بڑے ملکوں یا کن سپر طاقتوں کے لیے کام کر رہے تھے اور ان کے لیے اہم مہرہ بنے ہوئے تھے، یہ ہم نہیں جانتے تھے۔ ان حالات میں شیبا اور آرمر کی زندگی خطرے میں تھی، آئندہ ہم کسی وقت بھی بہت بڑا نقصان اٹھا سکتے تھے۔

شیبا اور آمنہ کو جزیرے میں بڑی حد تک آزادی تھی۔ وہ جب چاہتی تھیں کاٹیج سے نکل کر گھومنے پھرنے کے لیے دور دور تک چلی جاتی تھیں۔ جزیرے کا رقبہ تقریباً سو کلو میٹر ہوگا، ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے موٹر سائیکلیں اور جیپ گاڑیاں تھیں لیکن ان دونوں کو کسی گاڑی میں بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ مسٹر اَن نون نے کہا تھا، جتنی دور تک پیدل جا سکتی ہو، ضرور جاؤ۔ کوئی نہیں روکے گا مگر یاد رکھو یہاں خاردار جھاڑیاں بھی ہیں، ایک بہت ہی خطرناک دلدل ہے، ایک بار آدمی کا پاؤں چلا جائے تو پھر وہاں سے نکلتا نہیں۔ زہریلے سانپ بھی ہیں جن کے ڈسنے کے بعد پانی مانگنے کی مہلت نہیں ملتی۔

وہ دونوں اندھیرا ہونے کے بعد کاٹیج سے نہیں نکلتی تھیں، دن کی روشنی میں جہاں جاتی تھیں، وہاں محسوس کرتی تھیں کہ نگرانی ہو رہی ہے، کہیں کہیں اونچے درخت کی کسی شاخ پر کوئی مسلح شخص

نظر آجاتا تھا کہیں کوئی بہت دور موٹر سائیکل پر جاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ کسی سے سامنا ہو جاتا تو وہ خود کو گونگا اور بہرہ ثابت کرتا تھا۔ ایسے میں آمنہ ناگواری سے کہتی تھی "اگر فرہاد اور رسونتی مجھے اجازت دیں تو میں ان کم بختوں کو بولنا سکھا دوں گی۔"

شیبا اسے سمجھاتی تھی "صبر و تحمل سے کام لو۔ ایسے وقت غصہ تھوک دیا کرو۔"

ایک بار آمنہ نے ایک گونگے مسلح شخص کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ موٹر سائیکل پر چلا آرہا تھا۔ یہ دونوں چہل قدمی کر رہی تھیں۔ گھنے جنگل کے ایک حصے سے گزر رہی تھیں۔ موٹر سائیکل پر دو افراد تھے، وہ بڑی شان سے انھیں نظر انداز کرتے ہوئے گزرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت آمنہ نے گاڑی چلانے والے کے منہ پر تھوک دیا۔

عورت پیار سے پتھر بھی مارے تو پھول کی طرح لگتا ہے لیکن منہ پر تھوکے تو جیسے گولی لگتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے موٹر سائیکل کا ہینڈل بہک گیا۔ گاڑی ادھر سے اُدھر ہوئی۔ ایک تناور درخت سے ٹکرائی پھر دونوں موٹر سائیکل سے اچھل کر دو طرف جا گرے۔

شیبا نے پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟"

آمنہ نے کہا "تم نے ہی تو کہا تھا، غصہ تھوک دیا کرو۔ مجھے غصہ آیا۔ میں نے تھوک دیا۔"

موٹر سائیکل چلانے والے کے منہ سے بے اختیار گالیاں نکل رہی تھیں۔ ایک عورت کے تھوکنے سے مردانگی کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ ایسے میں آدمی لاکھ گونگا بننا چاہے پھر بھی بول پڑتا ہے۔ شیبا بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ دوسرا ابھی غصے میں تلملا کر حملہ کرنے آیا۔ مسٹر اَن نون کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر یہ قیدی عورتیں حد سے بڑھنا چاہیں، کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو جوابی کارروائی کی جا سکتی ہے، ان کی تھوڑی بہت پٹائی کر کے یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ اس جزیرے میں نہ ان کی ٹیلی پیتھی کام آئے گی نہ ان کی شہ زوری۔

شیبا اس سے نمٹ رہی تھی جس نے گالیاں دے کر اسے اپنی آواز سنائی تھی۔ دوسرا ابھی تک گونگا بنا ہوا تھا۔ اس نے حملہ کیا تو آمنہ نے جوابی حملہ کرتے ہوئے کہا "اسی وقت کا انتظار تھا۔ کوئی تو اس جزیرے میں مرد کا بچہ ہو جو آمنہ کا سامنا کرے۔"

اس کا مقابل بہت اچھا فائٹر تھا۔ اس نے ایک کامیاب حملہ کیا مگر جواب میں مار کھاتا گیا۔ اسی وقت شیبا نے اسے روک دیا "آمنہ ادھر آجاؤ۔ اپنی انرجی ضائع نہ کرو۔ اس کا ساتھی ہی اس سے نمٹے گا۔"

جس کا دماغ شیبا کی مٹھی میں آگیا تھا، اس نے اچانک ہی اپنے ساتھی پر چھلانگ لگائی۔ اسے ایک فلائنگ کک ماری۔ اس کے ساتھی نے غصے سے تلملا کر پوچھا "کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

اس نے کہا "ہاں، خراب ہو گیا ہے۔ ابے احمق، تو کیا جانے

عورت کیا چیز ہوتی ہے۔ جب یہ محبت کرتی ہے تب بھی دو دوستوں کو لڑاتی ہے۔ منہ پر تھوکتی ہے، تب بھی لڑاتی ہے۔ چل آ ہم لڑتے ہیں۔"

ادھر دوسرے ساتھی نے بھی فلائنگ کک کھانے کے بعد اپنی آواز سنا دی تھی۔ شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ایسی صورت میں دونوں کو لڑاتے رہنے سے خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ شیبا نے پہلے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی جیب سے کاغذ اور قلم نکلوایا۔ اس کے ہاتھ سے لکھوایا "ہم نے شیبا اور آمنہ کو چھیڑا تھا۔ جس کے نتیجے میں ہمیں یہ سزا مل رہی ہے۔"

اس نے ایک کاغذ پر یہ لکھنے کے بعد اپنا قلم اور دوسرا کاغذ اپنے ساتھی کی طرف بڑھا دیا۔ اس کا ساتھی ایسے وقت شیبا پر حملہ کر رہا تھا۔ شیبا چونکہ دوسرے کے دماغ میں مصروف تھی اس لیے آمنہ نے حملہ کرنے والے کو سنبھال لیا۔ دو چار ہاتھ اسے جمائے، دو چار ہاتھ خود کھائے۔ اتنے میں شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ شانت ہو گیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کے ہاتھ سے قلم لے کر لکھا "میں نے شیبا اور آمنہ کو چھیڑا تھا جس کے نتیجے میں یہ سزا مل رہی ہے۔"

ایسے وقت رسونتی نے کہا "میں موجود ہوں۔ میں نے دونوں کے دماغوں کو پڑھ لیا ہے۔ یہ کم بخت سبھی کرائے کے ٹٹو ہیں۔ ان پر سے کوئی نہیں جانتا کہ کس نے ان کی خدمات حاصل کی ہیں اور کون انھیں منہ مانگی رقم دے کر اس جزیرے میں لے آیا ہے۔"

شیبا اور رسونتی نے ایک ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ انہوں نے دونوں نے ایک ساتھ ریوالور نکالا۔ ایک ساتھ ایک دوسرے کو نشانہ بناتے ہوئے ٹریگر دبایا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی، پھر دونوں ہی اچھل کر زمین پر گر پڑے۔ ایسے گرے کہ پھر اُٹھ نہ سکے۔

آمنہ نے دونوں کی مٹھی میں ان کا تحریر کردہ کاغذ پکڑا دیا۔ مٹھی سختی سے بند کر دی۔ اس کے بعد موٹر سائیکل سنبھالی۔ شیبا پیچھے آکر بیٹھ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انھیں جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے ایک گاڑی مل گئی تھی۔

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی جانے لگی۔ کہیں کہیں اونچے درختوں کی شاخوں پر کھڑے ہوئے مسلح افراد نے انھیں دیکھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر اَن نون کو اطلاع دی۔ مسٹر اَن نون نے کہا "انھیں اب جزیرے کو دیکھنے کا موقع نہ دو۔ فوراً گرفتار کر لو اور دیکھو، انھیں زیادہ نقصان نہ پہنچے ورنہ ٹرانسفارمر مشین نہیں ملے گی۔"

وہ جہاں سے گزر رہی تھیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کسی خفیہ اسپیکر کے ذریعے یا میگا فون کے ذریعے وارننگ دی جا رہی تھی کہ وہ فوراً رک جائیں، موٹر سائیکل چھوڑ دیں اور کاٹیج واپس آجائیں۔"

لیکن وہ چل پڑی تھیں، رکنے والی نہیں تھیں۔ مسٹر اَن نون کے فوجی جگہ جگہ محاذ بنائے ہوئے تھے۔ وہ جن محاذوں کے قریب سے گزرتی تھیں، ان کی طرف فائرنگ ہوتی تھی۔ فائرنگ کرنے والوں کی کوشش یہی تھی کہ انھیں گولی نہ لگے، موٹر سائیکل کا پہیہ بے کار ہو جائے۔

فائرنگ کرنے والوں کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ دونوں کسی ایک جگہ ٹھہرنے نہ پائیں اور اس جگہ کو اچھی طرح سمجھنے نہ پائیں۔ خوف سے آگے بڑھتی چلی جائیں۔ وہ بھی مجبور تھیں، تنہا اتنے فوجیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے باوجود انھوں نے جگہ جگہ سے گزرتے ہوئے بہت کچھ دیکھ لیا تھا اور بہت کچھ سمجھ لیا تھا۔ رسونتی بھی ان کے دماغ میں رہ کر دیکھتی اور سمجھتی جا رہی تھی۔

انھوں نے کئی ایسے بیرکس دیکھے جہاں مسٹر اَن نون کے فوجی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر آرام کرتے تھے، سوتے تھے، تھکن اتارتے تھے پھر ڈیوٹی پر آجاتے تھے۔ ایک ایسی گودام نما چار دیواری دیکھی جس کے اندر بہت بڑا جنریٹر تھا۔ اس جنریٹر سے پورے جزیرے میں بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ مختلف مقامات پر ایسے بڑے بڑے پانی کے ٹینک نظر آئے جن کے ذریعے تمام فوجیوں کو پینے کا پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ یہی پانی شیبا اور آمنہ بھی پیتی تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی گودام نما چار دیواریاں مختلف مقامات پر نظر آئیں جن کے متعلق اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ ان چار دیواریوں میں راشن کا اور اسلحے کا ذخیرہ ہے۔

آمنہ نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ اس نے ایک بہت ہی بدنام ٹریننگ سینٹر سے تربیت حاصل کی تھی۔ اپنے محبوب کے شانہ بشانہ گوریلا جنگ لڑتی رہی تھی۔ وہ جانتی تھی...... کس طرح گولیوں کی بوچھاڑ سے گزرنا چاہیے۔ کس طرح ٹارگٹ سے دور رہنا چاہیے۔ وہ اسی طرح دور رہتی ہوئی گزرتی رہی۔ آخر پورے جزیرے کا چکر لگا کر اپنے کاٹیج کے سامنے آئی تو مسٹر اَن نون غصے میں غراتا ہوا انھیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس بہت سے مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے جیسے حکم کے منتظر ہوں۔ جیسے ان کا باپ مسٹر اَن نون ایک آنکھ کا اشارہ کرے تو وہ ان عورتوں کو گولیوں سے بھون ڈالیں۔

آمنہ نے کہا "مسٹر اَن نون! جس طرح میں نے غصہ تھوک دیا تھا تم بھی تھوک دو۔ تمھیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ تمھارے دو آدمیوں نے ہمارے ساتھ کیسی بدتمیزی کی تھی۔"

مسٹر اَن نون نے وہ تحریر کردہ کاغذات دکھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ان مرنے والوں کی مٹھیوں سے یہ کاغذات ملے ہیں لیکن میں کیسے یقین کروں کہ انھوں نے تمھیں چھیڑا تھا یا تم دونوں نے انھیں چھیڑا تھا۔"

شیبا نے کہا "بڑے بھولے بادشاہ ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ہم چھیڑنے پر آئیں تو سب سے پہلے تمھیں چھیڑیں گے۔ تم سے نمٹیں گے۔ یہ تمھارے چمچے اور کرائے کے گوریلے ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"جب تم مجھ سے نمٹنے آؤ گی تو میں سمجھ لوں گا۔ فی الحال تم نے ہمارے دو آدمی مارے ہیں اور تمام جزیرے کے لوگوں کو پریشان کیا ہے۔ میرے حکم کے خلاف تم نے ایک گاڑی استعمال کی ہے۔ لہٰذا تمھیں اس کی سزا ملے گی۔ تم دونوں کو ہلاک نہیں کیا جا سکتا لیکن گولیوں سے زخمی کیا جا سکتا ہے۔ تم دونوں کو اپاہج بنایا جا سکتا ہے۔"

"ہماری طرف گولیاں چلانے سے پہلے یہ سوچ لینا، میں اکیلی خیال خوانی کرنے والی نہیں ہوں۔ میرے پیچھے رسونتی اور فرہاد ہیں۔ میں گولیوں سے زخمی ہو کر ناکارہ ہو جاؤں گی لیکن وہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے جب کہ میں سانس روک لیتا ہوں۔"

"بے شک، تم سانس روکنے کی خوش فہمی میں مبتلا رہو لیکن رسونتی اور فرہاد تمھارے پیچھے لگے رہیں گے۔ ایک بار رسونتی تمھارے دماغ میں آنا چاہے گی۔ تم سانس روکو گے مگر کتنی دیر تک؟ دوسری بار سانس لینا چاہو گے تو فرہاد تمھارے دماغ میں آئے گا۔ تم پھر سانس روکو گے۔ میں پھر وہی سوال کروں گی۔ آخر کتنی دیر تک؟ جب سانس لو گے تو اپنے دماغ میں رسونتی کو پاؤ گے۔ دو چار بار سانس روکنے کے بعد تمھارے اندر حوصلہ نہیں رہے گا۔ تم دونوں خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی کو بھی جھٹکا پہنچانے سے روک نہیں سکو گے۔"

اس نے غصے سے کہا "اگر وہ میرے پیچھے لگیں گے تو میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"تم ایک خیال خوانی کرنے والی کو مار دو گے۔ باقی دو سے کیسے پیچھا چھڑاؤ گے؟"

مسٹر اَن نون بڑی درندگی سے شیبا کو گھورتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا ہر لمحے سانس نہیں روک سکے گا اور ہمیشہ محتاط نہیں رہ سکے گا۔ اچانک کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس سکتا ہے اور جتنی دیر سانس روکنے میں لگے گی، اس سے پہلے ہی وہ دماغی جھٹکا پہنچا سکتا ہے۔ اب اگر وہ بہت زیادہ محتاط رہا تب بھی کتنی دیر تک؟ آخر اسے سانس تو لینا ہی پڑے گی۔ جب بھی سانس لے گا، فرہاد اور رسونتی دونوں ہی اس کے دماغ کے دروازے پر کھڑے ہوئے ملیں گے۔

وہ شیبا کو گھور کر دیکھتا جا رہا تھا اور اپنے حالات کے مطابق سوچتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "تم دونوں عورتیں [illegible] تک محدود رہو گی۔ آئندہ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گی۔ زیادہ سے زیادہ برآمدے میں آسکو گی۔ ناؤ گو اِن سائیڈ دی کاٹیج۔"

وہ کاٹیج کے اندر چلی گئیں لیکن اب انھیں کاٹیج کی حد تک

پابند رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر پورے جزیرے کا چکر لگا کر کافی اہم معلومات حاصل کر چکی تھیں اور وہ معلومات میرے اور رسونتی کے دماغ تک پہنچ چکی تھیں۔

دوسری جانب وادیٔ قاف کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھیں۔ یوں تو ہم وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے لیکن وہاں کچھ تبدیلیاں ہو سکتی تھیں۔ قارئین کو یاد ہو گا، جب وادیٔ قاف میں زبردست طریقے سے بمباری ہوئی تھی، وہاں مرجانہ، ببا وغیرہ سب موجود تھے اور سبھی بمباری کی نذر ہو گئے تھے، کوئی زندہ نہیں بچا تھا صرف رسونتی کو کوما میں ڈال کر دوسری جگہ پہنچا دیا گیا تھا اور پارس ایسا گم ہوا تھا کہ آج ملنے کے بعد بھی اس کی صحیح شناخت نہیں تھی بہت عرصے بعد ہمارا ایک آدمی آرمر وہاں پہنچا تھا۔ ہم اس کے ذریعے نئی تبدیلیوں کے متعلق معلوم کر سکتے تھے۔

وہ اپنی عادت سے مجبور تھا اسے کھانا ملے یا نہ ملے پینے کے لیے شراب ضروری تھی۔ میں نے پوچھا "تم کیوں پیتے ہو؟"

وہ پینے پہنے پھر ہنستے ہوئے بولا "کیا تم کسی آدمی سے یہ سوال کر سکتے ہو کہ تم کیوں جیتے ہو؟ میں تم لوگوں کی طرح انسان ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم لوگوں کے لیے جینا ضروری ہے، میرے لیے پینا ضروری ہے۔ تم سانس نہیں لو گے تو مر جاؤ گے، میں ایک گھونٹ نہیں بھروں گا تو فنا ہو جاؤں گا۔"

"کیا تم نے کبھی یہ سوچا تھا کہ تمہاری بہن جوجو کی جان پہ مصیبت آ سکتی ہے؟"

"پہلے سوچا تھا اور اپنے آپ کو کوستا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کا ڈیزائن کیوں بنایا۔ کیوں میرے دماغ میں یہ بات آئی۔ پھر شاریر اور ہار پر میرے پیچھے پڑ گئے کہ اسے مکمل ہونا چاہیے جب یہ مکمل ہو گئی تو ہم سب نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا، تب میں نے اپنے بھائیوں سے اور اپنی بہن سے کہا جوجو بہت معصوم ہے، اس کا ذہن بچکانہ ہے، اس کے باوجود اسے ٹیلی پیتھی کا علم سکھا دیا جائے تاکہ کچھ تو اپنی حفاظت کر سکے مگر میرے بہن بھائی اعتراض کر رہے تھے لیکن میں نے ضد کر کے یہ علم جوجو کو سکھا دیا۔ اس طرح مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ اس کی جان پر کوئی مصیبت آئے گی تو یہ شاید اپنا تحفظ کر سکے گی۔"

میں نے کہا "لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

"ہاں، وہ آج بھی ویسی ہی بچی ہے۔ بچکانہ ذہن رکھتی ہے۔ میں بتاؤں فرہاد کہ میں کیوں پیتا ہوں؟"

"ہاں، بتاؤ۔"

"میرا ضمیر مجھے اندر سے مارتا ہے۔ مجھ سے بار بار پوچھتا ہے، میں نے ٹرانسفارمر مشین کیوں بنائی؟ میں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہ مشین ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے زیادہ خطرناک ہو گی اور یہ میرے اپنے ہی بہن بھائیوں کو لے ڈوبے گی۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری "آہ ہمارا انجام دنیا والوں کے سامنے ہے میری بہن روزانہ ماری گئی۔ میرے بھائی ہار پر اور شاریر بے ہوش مر گئے، ان کے مرتے مرتے یہ انکشاف ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین نے اپنے ہی بہن بھائیوں کا خون سفید کر دیا تھا۔ شاریر ہمارا اپنا سگا بھائی آہستہ آہستہ ہم سب کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ یہ ایسی دل توڑنے والی بات تھی کہ میں اور زیادہ پینے لگا اپنا غم غلط کرنے کے لیے۔"

"آرمر! اچھا ہے جتنا بھی غم غلط کرو، وہ غلط ہی رہتا ہے صحیح نہیں ہو پاتا۔ تمہاری گرفتاری کی خبر سن کر جوجو کی آنکھ سے جو آنسو بہیں گے، کیا ایک شرابی بھائی کا بھیگا ہوا دامن ان آنسوؤں کو پونچھ سکتا ہے؟"

"نہیں میرے بھائی! اسے میری گرفتاری کی خبر نہ سنانا ورنہ وہ روتے روتے جان دے دے گی۔"

"تم شاید یہ نہیں جانتے کہ شیبا نے تنویمی عمل کے ذریعے جوجو کے دماغ سے خیال خوانی بھلا دی تھی۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، تنویمی عمل کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا، وہ اثر ختم ہو چکا ہے جوجو خیال خوانی کرنے لگی ہے، کسی وقت بھی تمہارے پاس آئے تو تمہارے حالات معلوم کر لے گی، ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میرے بھائی! اسے بہلا پھسلا کر رکھو، میری طرف توجہ دینے کا موقع نہ دو۔"

"تم کب تک اپنی بہن اور اپنے آپ سے چھپتے رہو گے، میں تمہارے پاس ایک آخری فیصلہ کرنے آیا ہوں۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"تم سمجھتے ہو، فرہاد، رسونتی، شیبا، سونیا اور آمنہ وغیرہ ایک مضبوط قلعے کی دیواریں ہیں۔ ان کے اندر کوئی پہنچ نہیں سکتا اور جوجو کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم نے دیکھ لیا، ایک بار جوجو اغوا کر لی گئی۔ ہم پھر اسے بچا کر لے آئے۔ اس بار وہ اغوا نہیں کی گئی ہے تمہیں اغوا کیا گیا ہے، اب تمہارے ذریعے اسے تکلیف پہنچائی جائے گی ہم سب کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ ہم دن رات سوچ رہے ہیں۔ اگر ہم نے تمہیں وہاں سے نہ نکالا اور جوجو کو تمہاری سلامتی کا یقین نہ ہوا تو وہ رو رو کر جان دے دے گی لہٰذا ہم نے طے کیا ہے کہ تم اپنی رہائی کا مسئلہ خود حل کرو گے۔"

"میں خود کو اس قید سے کس طرح نجات دلا سکتا ہوں؟"

"شراب چھوڑ دو گے تو نجات کے کتنے ہی راستے نظر آ جائیں گے۔"

"مجھ سے شراب نہ چھڑاؤ، میں مر جاؤں گا۔"

"تم شراب نہیں چھوڑو گے تو جوجو مر جائے گی۔"

"ایسا نہ کہو۔"

"ہمارے ایسا نہ کہنے سے حقیقت بدل نہیں سکے گی، جو ہونا ہے وہ تو ضرور ہو گا۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"اپنی بہن کو بیٹی کی طرح چاہتے ہو، اس کے لیے جان تک دے سکتے ہو تو کیا شراب نہیں چھوڑ سکتے۔ جب چھوڑ دو گے تو ہم بتائیں گے تمہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح وہاں سے نکلنا ہے۔"

"میرے بھائی! مجھے اس آزمائش میں مبتلا نہ کرو مجھے یوں لگتا ہے شراب چھوڑ دوں گا تو مر جاؤں گا۔"

"دشمنوں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے شراب چھوڑ کر مر جاؤ اور اگر زندہ رہ گئے تو بہن کے سامنے فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکو گے تم اس کے محافظ ہو، کوئی اس کے ذریعے بلیک میل کرنا چاہے تو تم اسے فنا کر سکتے ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا "میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر تم نے شراب چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا تو اچھی بات ہے ورنہ ہم جوجو کو تمہارے بارے میں بتا دیں گے، وہ خود ہی خیال خوانی کے ذریعے تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"نہیں، خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔"

"آرمر! ایک بات یاد رکھو۔ ہم تمہیں میدانِ عمل میں ضرور لائیں گے اس طرح شراب کی بوتل کے سامنے بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ زہر پی کر مرنے نہیں دیں گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے کے مجرم ہو، تمہارا ضمیر تمہیں مارتا ہے، تم اپنے ضمیر کو اسی طرح مطمئن کر سکتے ہو کہ اب اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ذریعے دکھی انسانوں کے کام آؤ۔ میں جا رہا ہوں پھر شام کو آؤں گا۔"

جب میں شام کو پہنچا تو وہ ٹہل رہا تھا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "تم نے تو مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ شراب بھی چھڑائی تو شام کے وقت، جب کہ یہی وقت پینے کا ہوتا ہے۔ ادھر جام بھرتا ہے اُدھر شام مہربان ہوتی ہے، تمام فکر و غم اور رنج و پریشانی کو آہستہ آہستہ مٹاتے ہوئے مدہوشی کی نیند سلا دیتی ہے۔"

"کسی بھی بری عادت کو چھوڑتے وقت دل کو مارنا پڑتا ہے۔ خواہشات کا خون کرنا پڑتا ہے، ایسی بری عادت جو کمبل کی طرح لپٹ گئی ہو، اس سے پیچھا چھڑانا پڑتا ہے، جو لوگ نفاست پسند ہوتے ہیں وہ پیاس کی شدت سے مر جاتے ہیں مگر گٹر کا پانی نہیں پیتے۔"

"مجھ پر کوئی ایسا عمل کرو کہ شراب کا دھیان نہ رہے۔"

"تم خود یہ عمل کر سکتے ہو، ایک موم بتی روشن کرو، اسے سامنے رکھ کر پلتھی مار کر بیٹھ جاؤ، اس کی لو پر اپنی نظریں جما لو اور صرف ایک خیال قائم کرو۔"

"کون سا خیال قائم کروں؟"

"تم پہلے موم بتی روشن کرو۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ایک موم بتی روشن کی۔ اسے تپائی پر رکھا پھر اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا "اب بتاؤ، کون سا خیال قائم کروں؟"

"شمع کی لو کو دیکھتے رہو اور سوچتے رہو، یہ نور ہے اور اسی سے خدائے بزرگ و برتر کا ظہور ہے، یہ نور میرے دل اور دماغ پر چھا رہا ہے اور آہستہ آہستہ میرے دل اور دماغ پر جمی ہوئی تاریکی اور میل کو دھو رہا ہے، میں عالمِ موجودات میں نہیں ہوں، کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آئے گی اور آنے والی آوازیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گی۔ میں صرف شمع کی لو کو تک رہا ہوں، باقی دنیا کا ہر منظر میری آنکھوں سے اوجھل ہو رہا ہے۔ میں نور کو دیکھ رہا ہوں، نور میرے چاروں طرف پھیل رہا ہے، مجھے یہ درس دے رہا ہے کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے، انسان چاہے تو اپنی ہر بری عادت کو چھوڑ سکتا ہے، دنیا کے ہر رشتے سے منہ موڑ سکتا ہے۔ صرف ایک خدائے بزرگ و برتر کی ذات سے لو لگا کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکتا ہے۔ اے ربِ جلیل میں تیرے حضور میں آیا ہوں، مجھے نجات دے، تمام برائیوں سے نجات دے، مجھے توفیق دے، تمام نیکیوں کی توفیق دے، مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اپنی معصوم جوجو کا محافظ بن کر رہ سکوں۔"

وہ میری ہدایات کے مطابق بولتا رہا۔ میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ مسٹر آن نون اور مسٹر سرپاس سے میرا رابطہ رہا کرتا تھا۔ ایک بار مسٹر سرپاس نے کہا "فرہاد صاحب! اگر آپ ہم سے تعاون کریں تو ہم مس شیبا کو وہاں سے لا سکتے ہیں۔"

"میں ہر طرح تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ ہمیں اس جزیرے کے متعلق پوری تفصیل بتائیں۔"

مجھے اس جزیرے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا وہ میں نے بتا دیا، دوسری طرف مسٹر آن نون نے بھی مجھ سے یہی فرمائش کی۔ میں نے کہا "رسونتی اور سونیا وادیٔ قاف میں زیادہ عرصہ رہ چکی ہیں انھیں جو کچھ معلوم ہے وہ میں بتا رہا ہوں۔"

مجھ سے تمام تفصیلات سننے کے بعد مسٹر آن نون نے کہا "اصل تفصیلات یہ ہونا چاہئیں کہ ان کے اسلحہ کا ذخیرہ کہاں ہے؟ پانی اور بجلی کہاں سے سپلائی ہوتی ہے؟"

میں نے دوسرے دن یہ تفصیلات بتانے کا وعدہ کیا۔ دوسری صبح آرمر سے رابطہ قائم ہوا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "میرے بھائی! میں کل رات بڑے سکون سے سویا۔ ابھی خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔ اب یہ عمل جاری رکھوں گا۔"

میں نے کہا "میں یہاں مسٹر سرپاس کے جس نمائندے کو گفتگو کا ذریعہ بناتا ہوں، تم اس کے دماغ میں جاؤ، فرہاد بن کر باتیں کرو۔"

"مجھے اس سے کیا کہنا چاہیے؟"

"تم اس سے کہو، آرمر ذرا باہر کی ہوا کھانا چاہتا ہے۔ اسے

گھومنے پھرنے کی اجازت ملنا چاہیے۔"

آرمر نے اس نمائندے کو مخاطب کیا، پھر اس کے ذریعے مسٹر سرپاس سے کہا "میں باہر جانا چاہتا ہوں۔ اس وادی کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

مسٹر سرپاس نے ہنستے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! صاف کیوں نہیں کہتے کہ آرمر کو وادی کی سیر کرانے کے بہانے یہاں کی تمام معلومات میرے دشمن کو پہنچانا چاہتے ہو۔"

آرمر نے کہا "تم خوش فہمی میں مبتلا ہو، شیبا کو اغوا کرنے والا، معمولی ذرائع کا مالک نہیں ہے، اس نے خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی تصویریں اتار لی ہیں، وہ جانتا ہے، تمھارے اسلحے کا ذخیرہ کہاں ہے اور کن مقامات سے بجلی اور پانی سپلائی ہوتا ہے۔"

"ہوں، اگر اس نے خلائی سیارے سے یہاں کی تصویریں اتار لی ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ کسی سپر طاقت کا چمچہ ہے۔"

"یہ تو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ تم دونوں کس کے چمچے ہو۔ فی الحال آرمر کو اجازت دو۔ وہ جب چاہے اپنے کاٹیج سے نکل کر کہیں بھی تفریح کے لیے جاسکتا ہے۔"

مسٹر سرپاس نے زیادہ بحث نہیں کی۔ اسے اجازت دے دی گئی۔ آرمر لباس تبدیل کرکے باہر آیا تو اس کی سواری کے لیے ایک گھوڑا تیار تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر ایک گھنٹے تک وادی کے مختلف علاقوں سے گزرتا رہا اور میں اس کے ذریعے بہت کچھ دیکھتا رہا۔

آرمر نے فرہاد بن کر گفتگو کی تھی اور گفتگو کے دوران بے اختیار یہ کہہ دیا تھا کہ مسٹر اَن نون نے خلائی سیارے کے ذریعے وادیٔ قاف کی تصویریں اُتار لی ہیں۔ یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اب میں سوچ رہا تھا، ایسا ممکن ہے۔ اگر مسٹر اَن نون اور مسٹر سرپاس کی پشت پر سُپر طاقتیں ہیں تو خلائی سیارے کے ذریعے ایک دوسرے کے علاقے کی سراغ رسانی کرنا اور اہم مراکز کی تصویریں اتارنا کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ ہوسکتا ہے ان دونوں کو وہاں کی تصویریں حاصل ہوگئی ہوں اور وہ مجھے بتانا نہ چاہتے ہوں۔ مجھے تاریکی میں رکھ رہے ہوں تاکہ میں ان کے وسیع ذرائع کے متعلق نہ سوچوں۔ وہ مجھے... اندھیرے میں رکھنے کے لیے ایک دوسرے کے علاقوں کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے تھے اور میں انھیں بتا رہا تھا۔ بہر حال میں نے اسی طرح انجان رہ کر مسٹر اَن نون کو بھی وادیٔ قاف کے متعلق بتا دیا۔

جزیرے پر پہلا حملہ مسٹر سرپاس کی طرف سے ہوا۔ اس کے کئی طیاروں نے آدھی رات کے بعد پرواز کی۔ پیراشوٹ کے ذریعے اپنی گوریلا فوج اتار دی۔ وہ تمام گوریلے تیراکی کے لباس میں تھے۔ ان کی پشت پر گیس سلنڈر بندھے ہوئے تھے تاکہ طیارے سے چھلانگ لگانے کے بعد جزیرے میں نہ پہنچ سکیں اور سمندر میں پہنچ جائیں تو پانی کے اندر ہی اندر تیر کر جزیرے کے ساحل تک پہنچ سکیں۔

کئی گوریلے سپاہی مارے گئے۔ جزیرے کے چاروں جانب طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ مسٹر اَن نون کے سپاہیوں نے ایک طیارہ [illegible] تھا۔ پیراشوٹ کے ذریعے اُترنے والے گوریلے بدقسمتی سے [illegible] محاذوں پر پہنچے تھے جہاں پہلے ہی مسٹر اَن نون کے آدمی [illegible] انھیں سنبھلنے سے پہلے ہی گولیوں سے بھون کر رکھ دیا گیا۔ [illegible] گوریلے سمندر میں جاگرے تھے۔ اگرچہ وہ پانی کے اندر ہی اندر [illegible] ہوئے ساحل پر پہنچے تھے لیکن سرچ لائٹ کی زد میں آتے ہی مار[illegible] گئے تھے۔

اچھی خاصی تعداد میں ایسے گوریلے بھی تھے جو صحیح سلامت جزیرے کے مختلف حصوں میں پہنچ گئے تھے۔ ایک دوسرے سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہے تھے اور سامنے آنے والے دشمنوں سے مقابلہ بھی کرتے جارہے تھے۔ مسٹر اَن نون نے شیبا اور آمنہ کے کاٹیج کے اطراف تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر زبردست محاذ بنایا تھا۔ فوجی نقطۂ نظر سے ایسے انتظامات کیے [illegible] کہ پرندہ بھی کاٹیج کی طرف پر نہیں مار سکتا تھا۔

دوسری طرف گوریلے بھی پرندے بن کر آرہے تھے۔ [illegible] نے بھی پورا انتظام کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھ فلائنگ کائیٹ لے کر [illegible] تھے۔ وہ کائیٹ کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے آتے تھے [illegible] پر ہینڈ گرینیڈ پھینکتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ اِدھر محاذ کمزور [illegible] اُدھر فلائنگ کائیٹ والے بھی گولیوں کا نشانہ بن کر گر پڑتے تھے [illegible] ایک ٹرانسفارمر مشین کے لیے بے شمار لوگ حرام موت مر رہے [illegible] ایک فلائنگ کائیٹ والے نے کاٹیج کے قریب ہینڈ گرینیڈ [illegible] اچھا خاصا دھماکا ہوا۔ میں نے فوراً ہی مسٹر سرپاس کے نمائندے [illegible] مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمھارے آدمی کاٹیج کی طرف دھماکے کر رہے ہیں، شیبا کو نقصان پہنچ سکتا ہے اپنے آدمیوں کو روکو۔"

مسٹر سرپاس نے کہا "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز [illegible] ہم نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا ہے شیبا کو زندہ سلامت لانا ہے [illegible] جنگ آخر جنگ ہوتی ہے۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولی شیبا کو [illegible] لگ سکتی ہے۔ اس میں ہم قصور وار نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔"

"مسٹر سرپاس! اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔ تم اس طرح گوریلا [illegible] کا بہانہ کرکے شیبا کو مار نہیں سکوگے۔ اگر اسے کچھ ہوا تو مشین تمھارے لیے خواب بن کر رہ جائے گی۔"

میں آمنہ کے پاس آگیا۔ وہاں رسونتی پہلے سے موجود تھی۔ شیبا برآمدے میں آکر چیختے ہوئے کہہ رہی تھی "مسٹر اَن نون! اب ہمیں بھی ہتھیار دو۔ ہماری زندگی خطرے میں ہے۔"

مسٹر اَن نون اپنے کاٹیج سے نکل کر دوڑتا ہوا ان کے برآمدے میں آیا اور کہنے لگا "تمھیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تمھاری حفاظت کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں تم دونوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔

یہاں آنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک فلائنگ کائیٹ والا کاٹیج کے سامنے ہی آکر گرا۔ مسٹر اَن نون کے کئی سپاہیوں نے اسے جاکر دبوچ لیا۔ وہ گولی کھا کر گر پڑا تھا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ مسٹر اَن نون نے چیختے ہوئے کہا "خبردار! اسے جان سے نہ مارنا۔ اس کے ہتھیار چھین لو پھر اسے یہاں لے آؤ۔"

اس نے پلٹ کر کہا "مس شیبا! تمھاری بڑی مہربانی ہوگی۔ اس کے دماغ میں جھانک کر معلوم کرو، یہ کہاں سے آیا ہے اور..."

شیبا نے بات کاٹ کر کہا "سیدھی سی بات ہے یہ لوگ مسٹر سرپاس کے آدمی ہیں۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن معلوم کرنا چاہتا ہوں، جزیرے میں کتنی فوج اتاری گئی ہے اور یہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کس فریکوئنسی پر بات کرتے ہیں۔"

اس زخمی کو اٹھا کر برآمدے میں لایا گیا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ شیبا نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

وہ خاموش رہا۔ مسٹر اَن نون نے شکاری چاقو نکال کر اس کی نوک کو گولی کے زخم پر رکھتے ہوئے کہا "اب تو ضرور بولوگے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے اور بڑبڑانے لگا۔ شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہاں سے معلومات حاصل کرتے ہوئے جو کہتی گئی وہ مسٹر اَن نون کا ایک آدمی نوٹ کرتا گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بھی بتائی اور کوڈ ورڈز بھی پھر کہا "اس جزیرے میں دو سو گوریلے اتارے گئے ہیں، پتا نہیں، کتنے سمندر میں ڈوب گئے ہیں کتنے اب تک مارے گئے ہیں، اور کتنے زندہ ہیں، اس کا حساب یہ جاسوس نہیں کرسکتا۔"

مسٹر اَن نون نے حکم دیا "اس زخمی کی مرہم پٹی کرو اور اسے اچھی طرح باندھ کر رکھو۔"

پھر اس نے شیبا سے کہا "کیا تم میرے کاٹیج میں چلنا پسند کرو گی۔ ابھی میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کے آدمیوں سے رابطہ قائم کروں گا۔ تم ان کی آواز سن کر ان کی پوزیشن ہمیں بتا سکتی ہو۔"

شیبا اور آمنہ اس کے ساتھ دوسرے کاٹیج میں آئیں۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ مسٹر اَن نون نے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ پھر اس کی فریکوئنسی پر رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈ ورڈز دُہرائے اور کہا "میں بنجامن بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے بھی کوڈ ورڈز دُہرائے گئے۔ اس نے کہا۔ "میں وکی بول رہا ہوں۔"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ وکی کے دماغ میں پہنچ کر اس پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے بولنے سے روک دیا۔ ایک ذرا وقفے کے بعد بولا "ہیلو، ہیلو، بنجامن! ابھی میں نے اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اسی لیے سانس روک لی تھی۔ ابھی بات کرنا مناسب نہیں ہے، میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ دیٹس آل۔"

وکی نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اِدھر شیبا نے میری مرضی کے مطابق کہا "مسٹر اَن نون! تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے خود ہی سن لیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہے، اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ سو سوری، میں اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرسکتی۔"

اُدھر میں نے وکی کے دماغ کو آزاد کرتے ہوئے کہا "ہیلو وکی! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر ایک طرف اندھیرے میں تکنے لگا۔ میں نے پوچھا "تمھارے مسٹر سرپاس نے ایسے وقت کے لیے کیا ہدایات دی ہیں۔ اگر میں دماغ میں آؤں تو تمھیں کیا کرنا چاہیے، کیا مرجانا چاہیے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "ہاں، ہمیں حکم ہے کہ ہم اپنی جان دے دیں۔"

"تم لوگ کیوں اپنی جانیں دے رہے ہو؟ تمھیں کیا مل رہا ہے؟"

"ہم تو پہلے بھی مرنے ہی والے تھے، مشرقی جرمنی کی ایک جیل میں تھے، ہمیں سزائے موت سنائی گئی تھی۔ ایک مہربان نے ہمیں وہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا۔ اس نے کہا، مرنا ہے تو کچھ کرکے مرو، تم میں سے جو بھی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے میں میری مدد کرے گا میں اسے مالا مال کر دوں گا، وہ دنیا کے جس حصے میں جاکر رہنا چاہے گا وہاں اسے ایک معزز شہری کی طرح زندگی گزارنے کی آزادی دی جائے گی، ہم نے اس کی بات مان لی۔ اس شخص نے ہمیں مسٹر سرپاس کے حوالے کر دیا۔"

"اگر میں تمھیں مار دوں یا تم خود ہی مسٹر سرپاس کی وفاداری میں خودکشی کرلو تو تمھیں کیا حاصل ہوگا۔ وہ سزائے موت جو تم جیل کی چار دیواری میں پانے والے تھے وہ یہاں جزیرے میں پاؤگے۔"

"ہاں، مرنا تو کہیں بھی ہے۔"

"حرام موت نہیں مرنا چاہیے۔ میں تمھیں زندہ رکھ سکتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے وفاداری کرو۔"

"میں نے زندہ رہنے کے لیے اس انجانے شخص سے وعدہ کیا۔ اب پھر زندہ رہنے کے لیے تم سے بھی وفاداری کا وعدہ کرتا ہوں لیکن میری وفاداری مشکوک رہے گی۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں جب تک تم میری حفاظت کرتے رہوگے میں بے وفائی نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تم سے زیادہ کوئی طاقت ور آگیا اور اس نے مجھے موت کی دھمکی دی تو میں اس کا وفادار بن جاؤں گا۔"

"میں تمھاری حفاظت کروں گا۔ تم اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرو۔ میں انھیں بھی اپنا بنانا چاہتا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے رسونتی اور شیبا سے کہا۔

و یہ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر رہا ہے. دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سنو اور ان کے دماغوں میں پہنچ کر اسی طرح انھیں ٹریپ کرو جس طرح میں نے وکی کو کیا ہے۔"

میں نے آرمر کو بھی بلا لیا اب ہم چار خیال خوانی کرنے والے وکی کے مختلف ساتھیوں کے دماغوں میں پہنچتے رہے، انھیں ٹریپ کرتے رہے۔ اور انھیں سمجھاتے رہے "فی الحال جنگ بند کر دو، اکا دکا دشمنوں پر حملے کرو، انھیں ختم کرنے کے بعد ان کی وردی پہن لو۔ اس طرح دور سے کوئی دشمن کی حیثیت سے پہچان نہیں سکے گا. جو قریب آئے اس سے نمٹ لیا کرنا۔"

ہم نے صبح تک تقریباً پندرہ افراد کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا کچھ اور بھی تھے جو ہمارے قابو میں نہیں آئے۔ ہم نے ان کے ٹرانسمیٹروں کو تباہ کر دیا تاکہ وہ ان کے ذریعے اپنے گوریلا لیڈر سے رابطہ قائم نہ کر سکیں. پھر انھیں جنگ لڑنے کے لیے آگے بڑھا دیا تاکہ وہ ہمارے ہاتھوں سے نہ مریں. لڑتے لڑتے خود مریں یا اُن نون کے آدمیوں کو مار دیں۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمارے دشمن ختم ہوتے۔

آرمر زیادہ دیر ہمارے ساتھ نہ رہ سکا۔ اس نے یکبارگی چونک کر کہا "بھائی فرہاد! ہماری وادی میں دھماکے ہو رہے ہیں مجھے یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "اس کا مطلب ہے مسٹر اُن نون نے وادی پر جوابی حملہ کیا ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں اور شیبا یہاں دشمنوں کو سنبھال لیں گے۔ آپ آرمر کے ساتھ جائیں۔"

میں اور آرمر وہاں پہنچے تو واقعی زبردست دھماکے ہو رہے تھے۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آوازیں چاروں طرف گونج رہی تھیں طیارہ شکن توپیں آسمان کی طرف آگ برسا رہی تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے ایک طیارہ تباہ ہو گیا تھا۔ میں جیسے ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے وہاں پہنچا کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے آرمر کے پاس آ گئے. کہنے لگے "یہاں سے فوراً چلو، تمھارے لیے خطرہ ہے۔"

وہ اسے دونوں طرف سے پکڑ کر زبردستی دوڑاتے ہوئے باہر آئے، وہاں ایک فوجی ٹرک کھڑا ہوا تھا. اس میں آرمر کو بٹھایا گیا۔ پھر وہ ٹرک تیزی سے دوڑتا ہوا جانے لگا. آرمر نے پوچھا "تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک مسلح شخص نے جواب دیا "ہم تمھاری حفاظت کر رہے ہیں۔ تم ہمارے لیے جان سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔"

میں نے اس بولنے والے شخص کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی پھر مسکرا کر کہا "تم خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے ہو، میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

وہ فوجی ٹرک غار کے دہانے کے سامنے رک گیا۔ آرمر کو اس سے اتار کر گھسیٹتے ہوئے، دوڑاتے ہوئے وہ لوگ غار کے اندر گئے۔ یہ وہی غار تھا جہاں ایک بار مرجانہ اور ٹارزن ٹیبا کے درمیان زبردست جنگ ہوئی تھی اور وہ صبح سے شام تک بلکہ رات تک ایک دوسرے سے لڑتے رہے تھے اور ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ آرمر کے ذریعے اس غار کو دیکھ کر مجھے مرجانہ بہت یاد آئی۔

غار کے باہر طیاروں اور توپوں کی ایسی گھن گرج تھی جیسے ایک بڑے ملک نے دوسرے بڑے ملک پر ہوائی حملہ کیا ہو اور آدھے گھنٹے میں وادی کھنڈر کا نمونہ بن گئی۔ وہاں بجلی اور پانی کا جو ذخیرہ تھا وہ تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسلحے کے ذخیروں پر بمباری تھی، اسی لیے بہت زیادہ تباہی پھیل گئی تھی. کوئی سپر طاقت یا کوئی ملک یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ ان کی طرف سے ہوا ہے بلکہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے "یہ کیا تماشا ہے، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

سپر ماسٹر نے کہا "ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ تو مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس ہی بتا سکتے ہیں۔ ان دونوں کو کہیں طلب کیا جائے اور انھیں ایک جگہ بٹھا کر معلوم کیا جائے کہ آخر یہ ٹرانسفارمر مشین کے لیے ایسی تباہیاں کیوں پھیلا رہے ہیں؟"

ماسک مین نے کہا "وادی قاف ہماری سرحد پر ہے، وہاں بمباری ہو رہی ہے تو ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اور مسٹر اُن نون کا جزیرہ ہمارے بحری علاقے میں ہے، ہمارے لیے بھی خطرات بڑھ گئے ہیں۔"

اس ماسک مین کو قتل کر دیا گیا تھا جس سے میرا دماغی رابطہ قائم ہوتا تھا. اب نیا ماسک مین میرے لیے اجنبی تھا۔ اس نے جناب شیخ الفارس تک میرے لیے یہ پیغام بھیجا تھا کہ ہمارا اور فرہاد کا اسی طرح دوست رہے گا جس طرح سابقہ ماسک مین نے دوستی قائم رکھی تھی۔

جناب شیخ الفارس نے ماسک مین کے پاس جوابی پیغام بھیجا، سابقہ ماسک مین کی بے وقت موت پر تعزیت کی اور نئے ماسک مین کو اس کے عہدے پر مبارک باد دی اور کہا "اگر آپ ہم سے تعاون کرنا چاہتے ہیں تو کسی طرح آرمر کو وادی قاف سے نکال کر ہمارے پاس پہنچا دیں۔ وہ ہمارا آدمی ہے۔"

دوسری طرف اسرائیلی حکام زور و شور سے احتجاج کر رہے تھے، بڑی طاقتوں سے کہہ رہے تھے "شیبا! ہماری قوم کی بیٹی ہے، جزیرے سے رہائی دلا کر ہمارے پاس پہنچایا جائے۔"

سپر طاقتیں مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس پر دباؤ ڈال رہی تھیں، انھیں دھمکیاں دے رہی تھیں اور مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس کہہ رہے تھے "ہمیں دھمکیاں نہ دی جائیں، اگر کسی نے بھی ہم پر حملہ کیا تو ہم شیبا اور آرمر کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مسٹر اُن نون نے کہا "میں چوبیس گھنٹے کے اندر وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کر سکتا تھا لیکن اس کم بخت سر پاس نے میرے راستے میں دیوار کھڑی کر دی۔ وہ آرمر کو اغوا کر کے اس مشین کے دو حصے کرانا چاہتا ہے۔"

مسٹر سر پاس نے کہا "یہی بات میں اُن نون کے خلاف کہتا ہوں، اگر وہ ٹرانسفارمر مشین کو مکمل حالت میں دیکھنا چاہتا ہے تو شیبا کو ہمارے حوالے کر دے یا کوئی تیسری جگہ مقرر کرے جہاں ہم شیبا اور آرمر کو لے کر آئیں اور فرہاد وہاں اپنی ٹرانسفارمر مشین پہنچا دے۔"

جب تیسری جگہ کی بات نکلی تو سب سوچ میں پڑ گئے۔ اس مشین کے لیے تمام سپر طاقتیں اور دوسرے بڑے ممالک اپنے اپنے ملک میں جگہ دے سکتے تھے۔ مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس کو دعوت دے سکتے تھے کہ وہ شیبا اور آرمر کو ان کے ہاں لے آئیں اور فرہاد مشین وہاں پہنچا دے لیکن وہ ایسی حماقت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ شیبا اور آرمر جس ملک میں بھی پہنچائے جاتے، میں ان سے ان کی رہائی کا مطالبہ کر سکتا تھا اور انھیں میرے مطالبات تسلیم کرنا پڑتے، اگر وہ ہمارے دونوں ساتھیوں کو یرغمال بنا کر مشین کا مطالبہ کرتے تو یہ مطالبہ انھیں بہت مہنگا پڑتا.

اسی لیے مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس جیسے دو اجنبی ہمارے سامنے آئے تھے، ان کی پشت پر یقیناً بڑے بڑے ممالک ہوں گے لیکن ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے تھے، ان کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ آخر سپر ماسٹر نے کہا "جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے وہ ٹرانسفارمر مشین اس وقت میرے ملک کے ایک شہر میں ہے، اسے کسی دوسری جگہ لے جانا مناسب نہیں ہے بلکہ شیبا اور آرمر کو یہاں پہنچا دیا جائے اور فرہاد سے سمجھوتا کیا جائے کہ وہ مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس کے ایک ایک آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرے اسی طرح ہم بڑے ممالک کے لیے بھی ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس مشین کے ذریعے پیدا کرے، اس کے بعد ہم شیبا، آرمر اور اس مشین کو فرہاد کے حوالے کر دیں گے۔"

کوئی اس تجویز کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سبھی شبہ ظاہر کر رہے تھے. جس دن شیبا اور آرمر سپر ماسٹر کے ملک پہنچیں گے، وہ اپنے وعدے سے پھر جائے گا. فرہاد سے گٹھ جوڑ کرے گا۔ اپنے ملک کے لیے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرے گا اور شاید وہ مشین پھر فرہاد کے حوالے کرے گا. کوئی بھی ملک ہو، وہ مشین میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا کوئی میرے ہاتھوں نقصان اٹھانے کی حماقت نہ کرتا۔

ان حالات میں یہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ تیسری جگہ کوئی نہ ہو، مسٹر سر پاس اور مسٹر اُن نون آپس میں سمجھوتا کریں. شیبا اور آرمر کو ایک جگہ یا تو جزیرے میں رکھیں یا وادی قاف میں رکھا جائے۔

اور وہیں مشین منگوائی جائے. جب تک وہ دونوں کسی معقول فیصلے پر متفق نہیں ہوں گے، اس وقت تک وہ ایک دوسرے پر حملے نہیں کریں گے. انھیں آئندہ ایسے زبردست حملوں سے روکنے کے لیے سپر ماسٹر نے اپنے جنگی بحری بیڑے اس جزیرے کے اطراف پہنچا دیے تھے، ماسک مین اپنی سرحد کی حفاظت کی خاطر وادی قاف کے چاروں طرف محاصرہ کر رہا تھا۔ دونوں سپر طاقتوں کے محاصرے کے بعد یہ خطرہ ٹل گیا تھا کہ آئندہ مسٹر اُن نون اور مسٹر سر پاس ایک دوسرے پر حملے کر سکیں گے۔

ویسے ان کے درمیان زبانی جنگ جاری تھی۔ مسٹر اُن نون نے الزام دے رہا تھا کہ جو گوریلے رات کی تاریکی میں اتارے گئے تھے، ان میں سے کئی زندہ ہیں اور اس جزیرے میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے آدمیوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر سر پاس بھی الزام دے رہا تھا کہ مسٹر اُن نون کے بھی گوریلے اس کی وادی میں گھس آئے ہیں۔ ان کی شناخت کرنا مشکل ہے کیوں کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان گوریلوں کی کامیابی سے چھپنے میں مدد کر رہے ہیں۔

میں نے کہا "یہ تمام بے بنیاد الزامات ہیں۔ آئندہ کسی ثبوت کے بغیر مجھ پر کوئی الزام عائد نہ کرنا۔ میں اپنے ساتھیوں کی رہائی چاہتا ہوں، جلد سے جلد فیصلہ کرو۔ میں کہیں بھی وہ مشین پہنچانے کے لیے تیار ہوں۔"

دو سپر طاقتوں کی مداخلت کے بعد اب وادی قاف اور جزیرے پر ہوائی حملے نہیں ہو رہے تھے، لیکن اندر ہی اندر گوریلا جنگ جاری تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ شیبا اور آمنہ کو اغوا ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ان کے کسی ایک فیصلے پر متفق ہونے تک ہم بظاہر بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان سے شیبا اور آرمر کا تقاضا کر رہے تھے، لیکن جتنی دیر ہو رہی تھی، اتنا ہی ہمیں فائدہ پہنچ رہا تھا، جزیرے اور وادی قاف میں ان کے آدمی مرتے جا رہے تھے اور انھیں دن رات کوئی نہ کوئی بڑا نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔

ہم نے ابتدا میں جن گوریلوں کو ٹریپ کیا تھا وہ اس دوران یکے بعد دیگرے مر چکے تھے۔ ان کی جگہ ہم نے نئے لوگوں کو ٹریپ کیا تھا. وہ اسی جزیرے سے تعلق رکھتے تھے. مسٹر اُن نون کے آدمی تھے، سانس روکنا جانتے تھے لیکن مقابلے میں زخمی ہونے کے بعد وہ ہماری خیال خوانی کا راستہ نہیں روک سکتے تھے۔ ایسے میں انھیں اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لینا کوئی مشکل نہیں تھا۔

آخر یہ چکر کب تک چل سکتا تھا۔ دشمن کب تک نقاب اوڑھ کر رہ سکتے تھے۔ اچانک ایک دن ایک سپر طاقت کا بھید کھل گیا۔ میں اور آرمر خیال خوانی کے ذریعے وادی قاف میں مصروف رہتے تھے، وہاں ہم نے چار مسلح افراد کو اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ وہ چاروں مسٹر سر پاس کے خاص آدمی تھے۔ سر پاس ان پر شبہ نہیں کر سکتا تھا اور وہی لوگ ہماری خیال خوانی کی زد میں آ کر چھپ چھپ کر حملے کرتے تھے۔ آرمر کو

اس غار سے نکال کر پھر اس کی پہلی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک بات میرے دماغ میں کھٹک رہی تھی کہ آرمر کو جب غار میں لے جایا گیا تو اسے غار کے اندرونی حصّے تک کیوں نہیں جانے دیا گیا۔ وہاں ضرور کوئی خاص بات ہے۔

ہم نے چار آدمیوں کو ٹریپ کرنے کے بعد اسی غار میں بھیجا۔ اگرچہ وہ چاروں مسٹر سرپاس کے خاص آدمی تھے، لیکن غار کے اندرونی حصّے تک پہنچتے ہی ان کا راستہ بھی روک دیا گیا۔ راستہ روکنے والوں سے زبردست مقابلہ ہوا۔ ہمارے دو ٹریپ کیے ہوئے آدمی مارے گئے۔ دو بچ گئے۔ اُنھوں نے مقابلہ کرنے والوں کو ختم کیا، پھر دوڑتے ہوئے اندرونی حصّے میں گئے۔ کسی نے دور ہی سے للکار کر کہا: "ہالٹ۔"

وہ رُک گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا: "خبردار! ایک قدم بھی آگے بڑھو گے تو پاؤں تلے بچھی ہوئی بارودی سرنگ پھٹ پڑے گی۔"

ان میں سے ایک نے کہا: "ہم مسٹر سرپاس کے آدمی ہیں، تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "اگر سرپاس کے آدمی ہو تو یہ فائرنگ کیسی تھی؟"

میرے معمول نے جواب دیا: "کچھ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے آئے تھے۔ یقیناً انھیں خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہوگا۔ ہم نے آنے والوں کو ختم کر دیا۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "کیا تم تنہا ہو؟"

"جی ہاں، میں بالکل تنہا ہوں۔"

"ہتھیار پھینک کر دونوں ہاتھ اٹھا کر چلے آؤ، لیکن قدم آگے بڑھانے سے پہلے کوڈ ورڈز دُہراؤ۔"

اس نے کوڈ ورڈز دُہرائے، پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بڑھتا ہوا غار کے اندرونی حصّے کی طرف جانے لگا۔ اس کے دماغ پر آرمر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ میں اس کے ساتھی کے دماغ میں تھا۔ وہ دبے قدموں پیچھے چلا آرہا تھا یعنی آرمر کے قبضے میں رہنے والا خالی ہاتھ تھا اور میرے قابو میں رہنے والا ہاتھ میں گن لیے بالکل مُستعد تھا۔ میں چاہتا تو اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن اس طرح بات بگڑ جاتی۔ وہ بولنے والا سانس روکنے میں مہارت رکھتا ہوگا۔

دونوں ہاتھ اُٹھا کر آگے جانے والا غار کے ایک موڑ پر پہنچا۔ پھر جیسے ہی وہ موڑ کو کراس کرنا چاہتا تھا، ویسے ہی تڑاتڑ فائرنگ ہوئی۔ وہ گولیوں کی زد میں آکر اُچھل کر گرا، لیکن پیچھے آنے والے نے اپنی گن سے فائرنگ کی۔ گولیاں چلاتے وقت غار کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے تک پہنچا۔ دوسری طرف کسی کی چیخ سُنائی دی۔ اسی وقت میں نے کہا: "کُھل جا سم سم۔"

اور اس پُراسرار شخص کے دماغ کا دروازہ کُھل گیا۔

بڑی دور سے چالیں چلی گئی تھیں۔ کوئی چھ ماہ سے آرمر کو مسٹر سرپاس نے اپنا قیدی بنایا تھا۔ چھ ماہ پہلے وہ ماسک مین کا قیدی تھا۔ ایک طویل عرصے تک اسے قیدی بنائے رکھنے کے بعد یقین ہو گیا تھا کہ آرمر سے اُس وقت تک کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا جب تک کہ اس کے ذریعے فرہاد کو کمزور نہ بنایا جائے۔

ماسک مین میرا اچھا دوست رہا تھا۔ وہ مجھے دھمکی نہیں دے سکتا تھا کہ میں مشین اس کے حوالے نہ کروں گا تو وہ آرمر کو سزائے موت دے گا۔ ایک تو وہ میرا دوست تھا۔ دوسرے اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے دوسرے اعلیٰ حکام ہماری خیال خوانی سے خوف زدہ تھے۔ ہمارے ہاتھوں نقصان نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔

تب انھوں نے دوسری چال چلی۔ میرے بہترین دوست سابق ماسک مین کو گولی مار دی یعنی ایک مشین کی خاطر اُنھوں نے اپنے ہی ملک کے سب سے ذہین، محنتی اور وفادار شخص کو ہلاک کر دیا۔ وہاں سے آرمر کو اغوا کرنے کا ڈراما کیا گیا۔ ہمیں یہ تاثر دیا گیا کہ کچھ لوگ حملہ کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے ماسک مین کو قتل کیا ہے اور آرمر کو لے جا رہے ہیں۔

اس سارے ڈرامے کے پیچھے نئے ماسک مین کا ہاتھ تھا۔ اس نے ماسک مین کا عہدہ سنبھالنے سے پہلے اپنے طور پر کارنامے انجام دینے کے لیے نئے لوگوں کی ایک تنظیم بنائی تھی۔ جن کے متعلق سابق ماسک مین بے چارہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے ملک کے حکام ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے اسے موت کے منہ میں دھکیلنے والے ہیں۔

میجر ابراہام واسکونوف نئے ماسک مین کا دستِ راست تھا۔ وہ فوج میں رہ چکا تھا۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ملک کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہا تھا۔ اس ڈرامے کو پلے کرنے کے لیے اسے مقرر کیا گیا۔ اسی نے اس علاقے پر حملہ کیا جہاں آرمر کو قید کیا گیا تھا۔ وہاں سے وہ آرمر کو اغوا کرکے وادیٔ قاف میں لے آیا۔ اور اپنے نمائندے کے طور پر کسی مسٹر سرپاس کو سامنے رکھا تاکہ کبھی مجھ سے رابطہ ہو تو میں زیادہ سے زیادہ سرپاس تک پہنچ سکوں، اس کے پیچھے چھپے ہوئے لوگوں تک نہ پہنچ پاؤں۔

جرائم کی دنیا میں ہر شخص کو کامیابی سے چُھپ کر رہنے کی خوش فہمی رہتی ہے۔ اَب چُھپنے کا سلسلہ یوں ہے کہ ماسک مین نے خود کو چُھپانے کے لیے اپنے دستِ راست میجر ابراہام واسکونوف کو آگے بڑھایا۔ میجر ابراہام واسکونوف نے خود کو چُھپانے کے لیے مسٹر سرپاس کو اپنے آگے کیا۔ مسٹر سرپاس نے خود کو چُھپانے کے لیے ایک اور نمائندہ مقرر کیا۔ میں اس کے دماغ میں جاکر آرمر کی رہائی کا مطالبہ کیا کرتا تھا اور سرپاس اس کے ذریعے مجھے جواب دیا کرتا تھا۔

بہر حال اب طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ غار کے اندرونی حصّے میں جس پُراسرار شخص کو گولی لگی اُس کا نام میجر ابراہام واسکونوف تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ ایک گولی اس کے شانے کو توڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ دوسری گولی نے اس کے قدم اکھاڑ دیے تھے اور وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ اَب اس میں اُٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ کراہ رہا تھا اور غصّے میں گالیاں دے رہا تھا۔ اکثر لوگوں کو غصّے میں گالیاں بکنے کی عادت ہوتی ہے۔ جو لوگ گالیاں نہیں بکتے وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر کچھ نہ کچھ ضرور بڑبڑاتے ہیں۔ میں اس کے دماغ میں دیر تک خاموش بیٹھا رہا اور دور تک معلومات حاصل کرتا رہا۔

وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "کیا یہ فرہاد علی تیمور کی سازش ہے؟ کیا وہ اس طرح میرے دماغ تک پہنچ رہا ہے۔ کیا وہ پہنچ رہا ہے؟"

وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے کروٹ لے کر دور ایک ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ماسک مین تک رپورٹ پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ سے رپورٹ پہنچانے کا طریقۂ کار بھی معلوم کر لیا۔ وہ ماسک مین کے آپریشن روم کے ایک انچارج سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اس سے جو کچھ کہتا تھا، وہ انچارج کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کو تمام رپورٹ پہنچاتا تھا۔

وہ زمین پر اوندھا ہو گیا۔ ایک شانہ بُری طرح زخمی تھا، وہ دوسرے شانے اور بازو کی مدد سے گھسٹنے لگا، ٹرانسمیٹر کی طرف جانے لگا۔ میں نے بھی اس کے دماغ میں رہ کر اپنی طرف سے توانائی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسے وہاں تک پہنچانا میرے لیے بھی ضروری تھا۔ وہ زمین پر گھسٹنے کے دوران خود کو یقین دلا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اسے گولی مارنے والا یقیناً مسٹر اَن نون کا کوئی آدمی ہے۔ جو غار کے اس حصّے تک گھس آیا ہے۔

آخر وہ اس ٹرانسمیٹر تک کسی طرح پہنچ گیا۔ بڑی مشکل سے اُٹھ کر ایک اُونچی جگہ بیٹھ کر ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے ہیلو ہیلو کہہ کر کوڈ ورڈز دُہرائے۔ دوسری طرف سے بھی کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر اس نے کہا: "میں میجر ابراہام واسکونوف بول رہا ہوں۔ بُری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "کیا پھر وادی پر حملہ کیا گیا ہے؟"

"نہیں، میرا خیال ہے مسٹر اَن نون کے گوریلا جوان کسی طرح اس غار میں گُھس آئے ہیں۔ میں نے صرف دو مسلح جوانوں کو دیکھا ہے۔ ایک کو میں نے گولی مار دی۔ دوسرے نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔"

"اور وہ دوسرا کہاں ہے؟"

"مجھے ابھی تک اس کی آواز سنائی نہیں دی ہے اور نہ ہی وہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے میری طرف آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ بھی میری گولی کا نشانہ بن چکا ہے۔"

دوسری طرف سے پریشان ہو کر کہا گیا: "میجر! تم نے ہمیں اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ کیا یہ فرہاد کی شرارت نہیں ہو سکتی؟"

"میں بہت دیر سے زخمی ہوں۔ مجھے ابھی تک کسی خیال خوانی کرنے والے نے نہیں چھیڑا ہے۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ خیال خوانی کرنے والے بول کر نہیں آتے؟"

میجر نے غصّے اور تکلیف سے تڑپ کر کہا: "تم مجھے فرہاد سے خوف زدہ نہ کرو۔ میں فوج کا آدمی ہوں۔ مجھے یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ میں فرہاد کو اپنے دماغ سے دھکّے دے کر نکال سکتا ہوں۔"

"کیا اس حالت میں تم سانس روک سکتے ہو؟ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتے ہو؟"

"میں اس حال میں بہت دور سے گھسٹتا ہوا ٹرانسمیٹر تک آیا ہوں۔ ابھی تک طبی امداد کے بغیر سانس لے رہا ہوں۔ تم سے رابطہ ختم کرنے کے بعد غار سے باہر جانے کا بھی حوصلہ رکھتا ہوں۔"

"میجر! زیادہ دلیری نہ دکھاؤ۔ وہیں آرام کرو۔ میرے بعد سرپاس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تمھیں طبی امداد پہنچائے گا — وِتھ آل۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا: "کیا میجر پر بھروسا کیا جائے؟ کیا وہ زخمی ہونے کے بعد بھی خیال خوانی کرنے والے کو محسوس کرے گا، جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم نے تو یہی سُنا ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کسی بھی یوگا کے ماہر کو زخمی کرنے کے بعد اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔"

وہ ٹہلتا ہوا کمپیوٹر کے پاس آیا۔ سوچنے لگا: "اگر فرہاد میجر کے دماغ میں پہنچ چکا ہے تو اَب کوئی راز، راز نہیں رہا۔ اس نے معلوم کر لیا ہوگا کہ آرمر کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعے فرہاد کو کمزور بنانے کا منصوبہ بنانے والا اور اس پر عمل کرنے والا ماسک مین ہے۔"

وہ کمپیوٹر خاص طور پر ماسک مین کے لیے مخصوص تھا۔ اس کے ایک بٹن کو دبانے سے دوسری طرف ماسک مین کو اشارہ موصول ہوتا تھا اور وہ مانیٹر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر دوسری طرف سے ارسال کی جانے والی رپورٹ کو پڑھتا رہتا تھا۔

وہ شخص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ اپنے طور پر رپورٹ دینا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے کمپیوٹر کو اپنی طرف سے رپورٹنگ فیڈ کی اور ماسک مین کو مخاطب کیا۔

"ہیلو ماسک مین! میں فرہاد علی تیمور تمھیں مخاطب کر رہا ہوں۔ تمھارا میجر ابراہام واسکونوف زخمی ہو چکا ہے۔ تمھارے آپریشن روم کے انچارج کو میں نے خیال خوانی کی گرفت میں لیا ہے اور اس کے ذریعے یہ الفاظ تم تک پہنچا رہا ہوں۔ اس وقت رسونتی تمھاری سب سے بڑی سائنس لیبارٹری کے انچارج سائنسدان کے دماغ

میں موجود ہے۔ شیبانے تمہارے خفیہ میزائل کے اڈوں کو خیال خوانی کے ذریعے سنبھال رکھا ہے۔ تمہاری فوج کے فیلڈ مارشل کا دماغ آرمر کی مٹھی میں ہے اور میں تمہارے انچارج کو چھوڑنے کے بعد یورینیم کے سب سے بڑے ذخیرے تک پہنچ جاؤں گا۔

ماسک مین! میں تمھیں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ جہاں جہاں ہم نے خیال خوانی کے ذریعے اپنا قبضہ جما رکھا ہے، وہاں خطرے کا سگنل نہ دینا۔ کیونکہ سگنل ملتے ہی وہاں کے تمام انچارج کے ذریعے پتا چل جائے گا اور اس کے ساتھ ہی جو تباہی پھیلے گی اس کے نتیجے میں تم سُپر پاور تو نہیں رہو گے البتہ سڑک کے بھکاری بن جاؤ گے اور دوسرے ممالک سے ہاتھ پھیلا کر ایڈ مانگتے پھرو گے۔

اب اپنی گھڑی دیکھو۔ اس وقت میری گھڑی میں صبح کے سات بجے ہیں۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر یعنی آٹھ بجے سے پہلے آرمر کو بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں نہ پہنچایا گیا تو ہم چار دن تمہارے اہم مراکز میں ٹیلی پیتھی کا سوئچ آن کر دیں گے۔

ایک گھنٹا، یاد رکھو صرف ایک گھنٹا۔ اس کے بعد تمھارے پورے ملک میں قیامت آنے والی ہے۔ میری اس تجویز پر بڑی احتیاط سے عمل کرو۔ آرمر کو بہت رازداری سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچاؤ اور وادیٔ قاف میں ایک ڈمی آرمر کو رکھو — مسٹر اَن نون کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارا پول کھل چکا ہے اور آرمر وادی سے جا چکا ہے۔ یہ بات کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ باقی ایک گھنٹے بعد۔ دیٹس آل۔"

میں نے انچارج کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ رسونتی، شیبا اور آرمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم سب جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچو۔ میں آ رہا ہوں۔"

چند لمحوں کے بعد ہی ہم سب جناب شیخ الفارس کے دماغ میں تھے۔ میں انھیں موجودہ کامیابی کے متعلق مختصر طور پر بتا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "ابھی تو میں نے انھیں دھمکی دی ہے۔ لیکن اب آپ ہمیں ان لوگوں کی آوازیں سنائیں۔ تاکہ رسونتی، شیبا اور آرمر ان کی اپنی ڈیوٹی پر موجود رہ سکیں۔"

تمام بڑے بڑے ممالک کے راز صرف اسی وقت تک راز رہ سکتے ہیں، جب تک کوئی ان رازداروں کے دماغ تک نہ پہنچے۔ اب جتنے بھی فوجی جرنل، کرنل اور خفیہ سیاسی لیبارٹری کے سائنسدان وغیرہ ہیں اور جتنے خطرناک میزائلوں اور ایٹم بم کے ذخیروں کے انچارج ہیں، وہ سب گوشہ نشینی اختیار نہیں کر سکتے۔ انھیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اپنی سوسائٹی میں رہنا پڑتا ہے۔ کسی نہ کسی طور پر لوگوں سے تعلقات رہتے ہیں۔ ہم طویل عرصے سے خیال خوانی کرتے آ رہے ہیں اور ایک طویل عرصے سے ایسے لوگوں کا محاسبہ کرتے آ رہے ہیں اور ان کے دماغوں میں پہنچتے رہتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک کے لب و لہجے کو یاد نہیں رکھا جا سکتا، اس لیے ہر ایک کے دماغ میں پہنچنے کے بعد ان کی آواز اور لب و لہجے کو ریکارڈ کر لیتے تھے۔ یہ تمام ریکارڈ بابا صاحب کے ادارے میں موجود ہے۔ جناب شیخ الفارس ہماری مطلوبہ آوازوں اور لب و لہجے کو سنانے لگے۔ رسونتی نے سائنس لیبارٹری کے انچارج سائنسدان کی آواز سنی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ شیبا نے میزائلوں کے اڈے تک رسائی حاصل کر لی۔ آرمر نے فیلڈ مارشل کی آواز اور لب و لہجہ سنا اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی طرح مجھے یورینیم کے ذخیرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ جناب شیخ صاحب نے فرانس کے حکام سے خفیہ طور پر رابطہ قائم کیا اور انھیں بتایا کہ ایک گھنٹے کے اندر آرمر کو وادیٔ قاف سے یہاں پہنچایا جائے گا۔ اس سلسلے میں رازداری بہت ضروری ہے۔

وہاں کے اعلیٰ حکام نے یقین دلایا۔ "ہم خفیہ انتظامات کر رہے ہیں۔ پیرس کے ایئر پورٹ سے بابا صاحب کے ادارے تک ایسے انتظامات کیے جائیں گے کہ کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ اور مسٹر آرمر بخیریت آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

میں نے ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ ماسک مین نے آدھے گھنٹے کے اندر ہی آرمر کو وادیٔ قاف سے روانہ کرنے کے انتظامات کر دیے۔ آرمر کے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے۔ جب وہ وہاں سے طیارے میں روانہ ہوا تو میں نے اسی آپریشن روم کے انچارج کے ذریعے پھر ماسک مین کو مخاطب کیا۔ "ہیلو ماسک مین! مسٹر آرمر کی روانگی ہو گئی۔ اب اس کی ڈمی کے لیے کیا کر رہے ہو؟ میں یہاں مانیٹر ٹی وی پہ جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد جواب موصول ہوا۔ "ہمارے پاس آرمر کی نقلیں ہیں۔ جب اس کا میک اپ مکمل ہو جائے گا تو اسے آرمر کا لب و لہجہ آپ ہی سکھا سکتے ہیں۔"

"جو میرا کام ہے، وہ میں کروں گا۔ مجھے آرمر کے پیرس پہنچنے کا انتظار ہے۔ جب وہ بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ جائے گا تو میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں بات ختم کرنا چاہتا تھا، کمپیوٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ "ابھی بات ختم نہ کی جائے۔" پھر ٹی وی اسکرین کے ذریعے ماسک مین نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! ہم جانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کہیں بھی پہنچ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ دنیا کا ہر ملک آپ لوگوں سے خوف زدہ ہے لیکن یہ بات بھی شبہ پیدا کرتی ہے کہ شاید یہ محض دھمکی ہو، دیکھیے آپ نے جتنی دھمکیاں دی ہیں، میں نے اس کے جواب میں شبہ ظاہر نہیں کیا بلکہ آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آرمر کو یہاں سے روانہ کر دیا۔ اب میں اپنے اطمینان کے لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کیا واقعی آپ ہمارے تمام اہم مراکز تک پہنچ چکے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "ماسک مین! میں ابھی ثبوت پیش کرتا ہوں۔ تمہاری سب سے بڑی اور خفیہ سائنس لیبارٹری کا انچارج سائنسدان بائیں کان کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ تم ابھی فون کے ذریعے معلوم کرو۔ تمہاری فوج کا فیلڈ مارشل اس وقت باتھ روم میں ہے۔ جہاں میزائل کو اسٹور کیا گیا ہے، وہاں کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں ہے لیکن جہاں ایٹم بم اسٹور کیے گئے ہیں، وہاں کے ایئر کنڈیشنرز میں پچھلی رات سے کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ بے چارے انچارج کو ہر گھنٹا، آدھا گھنٹا بعد انڈر گراؤنڈ اسٹور کا ٹمپریچر چیک کرنا پڑ رہا ہے۔ جس انڈر گراؤنڈ ہال میں یورینیم کا ذخیرہ کیا گیا ہے، وہاں جانے کے دو آہنی دروازے ہیں۔ وہ دروازے نمبروں سے کھلتے ہیں۔ ان کے نمبر نوٹ کرو۔"

میں نے وہ نمبر بھی بتا دیے۔ ماسک مین کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ "پلیز، ایک منٹ انتظار کریں، میں ابھی آپ سے گفتگو کرتا ہوں۔"

میں نے ایک منٹ انتظار کیا۔ اس دوران اس نے اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوئے میری فراہم کی ہوئی معلومات کی تصدیق کی۔ واقعی ایک سائنس دان کے بائیں کان میں تکلیف تھی۔ فیلڈ مارشل اس وقت باتھ روم میں تھا۔ ایٹم بم کے انڈر گراؤنڈ اسٹور میں ٹمپریچر چیک کیا جا رہا تھا اور یورینیم کے ذخائر تک پہنچنے کے لیے جن آہنی دروازوں کو کھولنے کے لیے مخصوص نمبر استعمال کیے جاتے تھے، وہ میرے بتائے ہوئے نمبر تھے۔

ایک منٹ بعد ہی مانیٹر ٹی وی سے ماسک مین کی تحریر ابھری۔ "مسٹر فرہاد! آپ مجھے نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن میں پسینہ پونچھ رہا ہوں۔ واقعی آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمام لوگ بہت ہی خطرناک ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، آئندہ ہم سے کوئی ایسی غلطی نہیں ہوگی، جس کے باعث آپ طیش میں آ جائیں یا ہمارے دشمن بن جائیں۔"

میں نے کہا۔ "ہمارا آدمی ہمیں واپس مل گیا۔ اس لیے ہم دشمنی نہیں کریں گے۔ تمہارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، لیکن اب تمہارے دوست بھی نہیں رہیں گے۔ سابقہ ماسک مین کے ساتھ ہماری دوستی کا دور بھی ختم ہو چکا ہے۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ دو گھنٹے بعد آرمر بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا۔ جناب شیخ الفارس، سونیا، رسونتی اور لوسی نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ سونیا نے کہا۔ "مسٹر آرمر! ہم نے جوجو کو آپ کی آمد کے متعلق نہیں بتایا ہے۔ اگر یہ بتا دیتے تو وہ پگلی پورے ادارے کو سر پر اٹھا لیتی۔ بار بار سوالات کرتی پھرتی کہ کب آ رہے ہیں، کس جہاز سے آ رہے ہیں۔ اب تک کیوں نہیں آئے ہیں؟ میں پارس کے ساتھ جاؤں گی اور پائلٹ کو گولی مار دوں گی۔"

یہ باتیں سن کر سب ہنسنے لگے۔ رسونتی نے کہا۔ "آپ میک اپ اتار لیں۔ پھر ہم جوجو کے پاس چلتے ہیں۔"

ایک بڑے سے کمرے میں پارس اول اور پارس دوم ایک دوسرے کے مقابل پینترے بدل رہے تھے اور ایک دوسرے کو غراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ واشسورو کی ذرا فاصلے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "شاباش، اسی طرح دیکھتے رہو اور موقع کی تاک میں رہو۔ اگر کسی کی نظر چوک جائے گی تو دوسرے کا حملہ کامیاب ہو جائے گا۔"

وہ دونوں جیسے شیر کے بچے تھے۔ اپنے شکار پر سے نظر ہٹانا نہیں چاہتے تھے۔ اچانک پارس اول نے گھوم کر حملہ کیا لیکن پارس دوم خود کو بچا کر دوسری طرف نکل گیا۔ جوجو اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ غصے سے پارس دوم کو گھونسا دکھاتے ہوئی بولی۔ "اے، تم میرے پارس کے حملے سے کیوں بچتے ہو، کیا تھوڑی سی مار نہیں کھا سکتے؟"

پارس اول نے کن انکھیوں سے جوجو کو دیکھا۔ بس یہی نظر ہٹانا اس کی غلطی تھی۔ پارس دوم نے پینترا بدل کر اس کے منہ پر کِک ماری، وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا، پھر سنبھل گیا۔ اس کی باچھوں سے خون بہنے لگا تھا۔ جوجو دیکھتے ہی تڑپ گئی۔ دونوں کے درمیان آ کر دونوں مٹھیاں بھینچ کر پارس دوم سے بولی۔ "شرم نہیں آتی۔ میرے پارس کو لات مارتا ہے۔ کیا نیک بچے اسی طرح لڑائی جھگڑا کرتے ہیں؟"

واشسورو کی ہنسنے لگا۔ پارس اول نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اگر تم اسی طرح بولتی رہیں تو میں مار کھاتا رہوں گا۔ اری پگلی! وہ دشمن نہیں، میرا اپنا بھائی ہے۔ ہم پریکٹس کر رہے ہیں۔ لڑنا سیکھ رہے ہیں اور لڑنے کے دوران چوٹیں آتی ہی ہیں۔"

جوجو نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ "نہیں، تم بھی اس کے منہ پر ٹھوکر مارو۔ اس کے منہ سے خون نکالو۔ اگر دونوں بھائی ہیں، دشمن نہیں ہیں تو دونوں کے منہ پر برابر کی ٹھوکر لگنا چاہیے۔ دونوں کے منہ سے خون نکلنا چاہیے۔"

پارس اول نے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ حساب برابر ہو تو خدا کے لیے خاموش رہو۔ میں نے یہاں آنے سے پہلے تمھیں ٹیپ دیا تھا، وہ کہاں ہے۔"

جوجو نے اپنی جیب سے چھوٹی سی ٹیپ ریل نکال کر کہا۔ "یہ ہے۔"

پارس نے اسے لیا۔ اس میں سے ٹیپ کا چھوٹا سا ٹکڑا نکالا۔ پھر اسے جوجو کے منہ پر چپکا دیا۔ پھر کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں، جب تک یہ ٹیپ نہ نکالوں، تم اپنے ہاتھ سے نہ نکالنا۔"

اب وہ منہ سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔ ماسٹر واشسورو کی نے کہا۔ "بیٹے پارس! یہ مناسب نہیں ہے۔ میں جوجو کو اسی لیے آنے دیتا ہوں کہ یہ کچھ نہ کچھ بولتی رہے اور تم میں سے کسی نہ کسی کا دھیان بٹتا رہے۔"

پارس دوم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "انکل ماسٹر! یہ پگلی میرا دھیان نہیں بٹا سکے گی۔"

پارس اوّل نے کہا۔ "میں دُنیا کی ساری آوازوں سے بہرا ہو سکتا ہوں، لیکن اس کی ایک آہ سُن کر چونک جاتا ہوں۔ یہ پگلی مجھے بھی پاگل بنا دیتی ہے۔"

پھر اس نے پارس دوم سے کہا۔ "آؤ چھوٹے بھائی! اس بار دیکھیں، کون کس پر کامیاب حملہ کرتا ہے۔"

وہ دونوں پھر پینترے بدلنے لگے۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حملے کرنے لگے، لیکن دونوں ہی حاضر دماغ اور پھرتیلے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنکھوں میں جھانک کر ارادہ پڑھ لیتے ہوں کہ اب مقابل کس انداز میں حملہ کرے گا اور یہ سب کچھ والشورو کی کا سکھایا ہوا تھا۔

پارس دوم پینترا بدلنے کے دوران جوجو کے ذرا قریب سے گزرا تو اس نے زور سے اُوں کی آواز نکالی۔ پارس دوم کی نظر ذرا سی بہک گئی۔ بس اتنی سی دیر میں منہ پر کراٹے کا ایک ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر ذرا پیچھے گیا تو پارس اوّل نے گھوم کر ایک لات ماری۔ جوجو خوشی سے اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ اس کے بند ہونٹوں سے اُوں اُوں کی آواز نکل رہی تھی۔ جیسے وہ تعریفیں کر رہی ہو۔

ایسے ہی وقت وہ چونک گئی۔ اسے اپنے بھائی آرمر کی آواز سُنائی دی۔ اس نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا۔ سچ مچ بھائی آرمر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس سونیا، رسونتی، پومی اور جناب شیخ الفارس وغیرہ تھے۔ آرمر نے محبت سے دونوں بازو پھیلا دیئے اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اتنے عرصے بعد باپ جیسے بھائی کو دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس کے منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ بھائی سے ملاقات کی خوشی میں بند ہونٹوں کے پیچھے بہت کچھ بول رہی تھی، لیکن اس کی بولی کوئی نہیں سمجھ رہا تھا۔

رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ اسی طرح اُوں آں کرتی رہے گی لیکن اپنے منہ پر سے ٹیپ نہیں ہٹائے گی۔"

آرمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنے بھائی سے ملنے کی خوشی میں بھول گئی ہے۔ لو میں ہٹائے دیتا ہوں۔"

آرمر نے ٹیپ ہٹانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ تڑپ کر اس سے الگ ہو گئی۔ انکار میں سر ہلانے لگی۔ بھائی نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم نہیں چاہتیں کہ تمھارے ہونٹ کھُل جائیں۔ تم آزادی سے بول سکو؟"

وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئی۔ سونیا نے مُسکرا کر کہا۔ "اب چاہے اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے یہ اپنے ہاتھ سے منہ کھولے گی، نہ کسی کو کھولنے دے گی۔"

آرمر نے حیرانی سے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟"

رسونتی نے کہا۔ "ابھی ہم باہر سے ان کی حرکتیں دیکھ رہے تھے اور باتیں سُن رہے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا، ابھی میرے بیٹے پارس اوّل نے اس کے منہ پر ٹیپ چپکاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ اپنے ہاتھ سے ٹیپ الگ نہ کرے۔ وہ خود اسے ہٹائے گا اور اب تو واقعی قیامت بھی آجائے تب بھی لڑکی کسی کو ٹیپ ہٹانے نہیں دے گی۔ اسی طرح گونگی بنی رہے گی۔"

پارس اوّل نے قریب آکر جوجو کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو، یہ ٹیپ ہٹا لو۔"

وہ انکار میں سر ہلانے لگی۔ آخر پارس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا۔ وہ خوشی سے چیخ مار کر اپنے بھائی کی طرف بڑھ گئی۔ "اوہ بھائی آرمر! یہ تم ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ اتنے عرصے بعد میں اپنے بھائی کو، اپنے باپ کو دیکھ رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر ایک بار بھائی سے لپٹ گئی۔ آرمر نے اس کو پیار سے تھپکتے ہوئے کہا۔ "میں نے سُنا تھا تم پارس اوّل کو بہت چاہتی ہو، اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یہ چاہت سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔ خُدا تمھیں ہمیشہ خوش رکھے۔"

میں نے کہا۔ "آرمر! تمھیں کتنی خوشی حاصل ہو رہی ہے؟"

"بھائی فرہاد! کچھ نہ پوچھو۔ ایسا لگتا ہے جیسے مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"تمھیں نئی زندگی اور اپنی بہن جوجو مبارک ہو، بہن کی پاکیزہ محبت کے حوالے سے اپنی زندگی کو بھی کسی قدر پاکیزہ بناؤ۔ شراب کا تصور تک نہ کرو۔ جب بھی پینے کے لیے دل مچلنے لگے تو میری ہدایات پر عمل کرو۔ شمع روشن کر کے بیٹھ جاؤ یا مراقبے میں رہنے کی کوشش کرو۔ خدا نے چاہا تو تمام برائیاں رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گی۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ پھر میں نے اس آپریشن روم کے انچارج کے ذریعے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ کمپیوٹر کے ذریعے کہا۔ "شکریہ ماسک مین! آرمر بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گیا ہے۔"

ماسک مین نے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ پچھلی بار بہت غصے میں گئے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں ہے۔"

"آپ نے کہا تھا، اب ہم سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ پلیز، آپ طیش میں نہ آئیں۔ جو غلطی ہو چکی ہے، ہم آئندہ اس کی تلافی کرتے رہیں گے۔ ہر طرح آپ کے کام آئیں گے، آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ ہم آپ کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی ڈمی آرمر کے متعلق بتاؤ۔"

"ہم نے ڈمی کو واؤتی قاف میں پہنچا دیا ہے۔ آپ مسٹر سرپاس کے ذریعے اس ڈمی کی آواز سُن سکتے ہیں اور اسے اپنے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔"

"استعمال تو تم ہی لوگ کرو گے۔ صرف منصوبہ میرا ہوگا۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"اپنے سرپاس کو حُکم دو، وہ مسٹر ان نون سے سمجھوتا کرے۔ اس پر راضی ہو جائے کہ وہ آرمر کو لے کر خود جزیرے میں آرہا ہے۔"

"میں آپ کا یہ حکم ابھی سرپاس تک پہنچا دیتا ہوں۔ ویسے میں نے کہہ دیا ہے، وہ آپ کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھُلے رکھے گا اور آپ کے ہر حُکم کی تعمیل کرے گا۔ بائی دی وے، ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"کیا آپ مسٹر ان نون کی بھی حقیقت معلوم کر چکے ہیں۔ آخر وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"وہ بھی تمھارے ہی جیسے بڑے ملک والوں کے لیے کام کر رہا ہوگا۔ میں جلد ہی اس کے پیچھے چھُپی ہوئی بڑی طاقتوں کو بے نقاب کر دوں گا۔"

میرے منصوبے کے مطابق مسٹر سرپاس اور مسٹر ان نون کے درمیان مذاکرات ہونے لگے۔ مسٹر ان نون کے نمائندے نے امریکا میں مجھ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! دو پارٹیوں کے درمیان سمجھوتا ہو رہا ہے۔ مسٹر آرمر کو جزیرے میں لایا جائے گا۔ آپ کے دونوں ساتھی یعنی آرمر اور شیبا وہاں موجود رہیں گے۔ آپ مشین لے جانے کے انتظامات کریں بلکہ ہم پر انتظامات کی ذمّے داری ڈال دیں تو یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہوگی۔ میں بڑے بڑے ذرائع کا مالک ہوں۔ مشین کو کسی نہ کسی طرح جزیرے تک پہنچا دوں گا۔"

"تمھیں زحمت نہیں ہوگی۔ میں اپنا جوتا خود پہنتا ہوں، خود اُتارتا ہوں۔ تمھیں میرے پیچھے جاسوس بنا کر رکھا گیا ہے۔ تم آرام سے جاسوسی کرتے رہو۔"

یہ خبر پھیلنے لگی کہ دو پارٹیوں کے درمیان سمجھوتا ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں دو باتوں پر بحث ہو رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ مسٹر سرپاس، آرمر کو وہاں بھیج کر ٹھوس ضمانت چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مشین کے ذریعے سب سے پہلے کس آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔

تمام بڑے ممالک اور تمام خطرناک تنظیموں کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ دونوں میں سمجھوتا ہو سکے گا یا نہیں۔ بات چل پڑی تھی، اس لیے سمجھوتے کی پوری اُمید تھی۔ اب ان کی ساری توجہ مجھ پر تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے میں نے ٹیکساس شہر کی حدود میں وہ مشین کہاں چھُپائی ہے اور اسے کس طرح برآمد کروں گا۔

سُپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرہاد! اس مشین کو باہر لانے کا وقت آگیا ہے۔ آج کل میں ان دو پارٹیوں کے درمیان مکمل سمجھوتا ہو جائے گا۔ وہ کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں گی۔ آپ کس طرح مشین کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں، میں آپ سے پوری طرح تعاون کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ تمھارا ملک ہے۔ اگر مجھے ایک ننھی سی سوئی کو چھُپا کر لے جانا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ مشین تو بہت بڑی ہے۔ چار حصّوں میں ہے اور چار سوٹ کیسوں میں ہے۔ اتنی بڑی اور بھاری چیز آپ کے تعاون کے بغیر نہیں لے جا سکوں گا۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "میں ہر طرح سے آپ کے کام آؤں گا، مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

"کس بات کی خوشی ہوگی۔ جبکہ مشین سے فی الحال کوئی فائدہ آپ کو نہیں پہنچ رہا ہے۔ وہ تو جزیرے میں پہنچ جائے گی۔"

اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کا فائدہ میرا فائدہ ہے۔ آپ اس مشین سے نجات حاصل کر کے اپنی شیبا اور آرمر کو حاصل کر لیں گے۔ یہ صرف آپ کے لیے نہیں میرے لیے بھی خوشی کی بات ہے۔"

سُپر ماسٹر اب تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں ہوں اور نہ کبھی پہنچ سکتا ہوں۔ وہ بڑے اطمینان سے منصوبے بنا رہا تھا کہ جب میں یہاں سے مشین نکال کر لے جانا چاہوں گا تو کس طرح اس پر قبضہ جمایا جائے گا۔ وہ اس سے پہلے بھی مجھے دھوکا دے چکا تھا۔ میں منگل پانڈے کے ذریعے مشین کو وہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا، میرے کسی سامان کی چیکنگ نہیں ہوگی، لیکن جب یقین ہو گیا کہ مشین یہاں سے جا رہی ہے۔ تو منگل پانڈے کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ بعد میں اسے مایوسی ہوئی۔ اس بار اسے یقین تھا کہ میں شیبا اور آرمر کو رہا کرانے کے لیے اب سچ مچ مشین وہاں سے لے جاؤں گا۔

وہ مشین سب کے لیے ایک معمّا بن گئی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اسے آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی ہے۔ آخر میں نے کون سا جادو کیا ہے کہ وہ کسی کو نظر نہیں آرہی ہے۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا۔ "فرہاد آن زیرو چینل۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "کیسے یاد کیا ہے؟"

"تمھاری ضرورت ہے۔ سفر کی تیاری کرو۔"

"کیا وہ مشین نکال رہے ہو؟"

"شیبا کو ہر حال میں اس جزیرے سے لانا ہے۔ اب تم فیصلہ کرو، مشین کو نکالنا چاہیے یا نہیں؟"

"میں اپنا فیصلہ سُنا دوں گی، یہ تو بتاؤ آخر اسے کہاں چھُپایا ہے؟"

"میں تم لوگوں سے کوئی بات نہیں چھُپاتا، لیکن شیخ صاحب

نے حکم دیا تھا کہ مشین کے متعلق اپنے عزیز ترین ساتھی کو بھی کچھ نہ بتایا جائے۔ دشمن کسی وقت بھی اس ساتھی کو ٹریپ کر کے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میں شکایت نہیں کر رہی ہوں۔ اب اسے نکالنے کا وقت آگیا ہے اس لیے پوچھ رہی ہوں۔"

"میں نے ایسی جگہ رکھا ہے جہاں کبھی کسی کا دھیان نہیں جا سکتا۔ تلاش کرنے والے کبھی وہاں ڈھونڈنے نہیں جائیں گے۔"

"پہیلیاں نہ بجھاؤ۔ صاف طور سے کہو۔ کہاں ہے وہ؟"

"وہ سُپر ماسٹر کے گھر میں ہے۔"

سونیا نے حیرانی سے چیخ کر پوچھا۔ "کیا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تم خود ہی غور کرو۔ سُپر ماسٹر ایک ایسا عہدے دار ہے جس کے گھر کی تلاشی لینے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ مشین وہاں چھپائی جائے گی۔"

پھر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ساری دُنیا تمھاری مکاری سے ڈرتی ہے۔ کیا میں تم سے کچھ کم ہوں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "سبھی مجھے شیطان کی خالہ کہتے ہیں، لیکن میں تمھاری خالہ تو نہیں ہوں؟"

اس بات پر ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی۔ "فرہاد! اس مشین کو تم نے کس طرح چھپایا ہے، ذرا تفصیل سے بتاؤ، اب اسے کس طرح نکالو گے؟"

"یہ تمھیں معلوم ہے کہ میں سُپر ماسٹر کے دماغ میں جگہ بنا چکا ہوں۔ اس کے تمام منصوبوں کو سمجھ لیتا ہوں۔ جس رات میں وہ چاروں سوٹ کیس لے کر کار کی ڈکی میں رکھ کر اپنی پناہ گاہ سے نکلا تو میرے ذہن میں پہلے سے یہ بات تھی کہ میرا اگلا قدم کیا ہوگا اور اس اگلے قدم کے لیے میں پہلے ہی سُپر ماسٹر کو ٹریپ کر چکا تھا۔ یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں تنہا ہے اور تھوڑی دیر بعد ریڈی میڈ میک اپ کا سہارا لے کر باہر جانے والا ہے تاکہ اپنے فوجی جوانوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے سکے۔

اِدھر وہ اپنی رہائش گاہ سے نکلا، اُدھر میں اپنی گاڑی میں پہنچ گیا۔ اس کا صرف ایک ملازم تھا جو اس کی عدم موجودگی میں گھر کی نگرانی کرتا تھا۔ میں اس کی آواز سُن چکا تھا۔ ایک رات پہلے ہی نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ ایک خاص وقت میں اپنے دماغ کے اندر خاص قسم کی آوازیں سُنے گا اور ان کے مطابق عمل کرتا رہے گا۔ میں نے اسی خاص وقت کے مطابق حکم دیا کہ وہ سُپر ماسٹر کی رہائش گاہ سے نکل کر میری کار کی طرف آئے۔ وہ آگیا۔ میں نے ڈکی کھولی۔ اسے دو سوٹ کیس تھمائے۔ باقی دو سوٹ کیس میں نے اُٹھا لیے۔ پھر اس کے ساتھ چلتا ہوا سُپر ماسٹر کی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اس کے بیڈ روم میں پہنچ کر اسٹور روم کو کھولا اور وہاں وہ چاروں سوٹ کیس لے جا کر رکھ دیے۔

اس کا ملازم اب تک میرا معمول ہے۔ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہے گا۔ اور جب بھی اسٹور روم کی صفائی کرنے جائے گا۔ تو ان چاروں سوٹ کیسوں کو دیکھنے کے باوجود اسٹور روم سے باہر نکلتے وقت بھول جائے گا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "آخر اس پر تنویمی عمل کا اثر کتنے دنوں تک رہے گا؟"

"تم صرف اس ملازم کی بات پوچھ رہی ہو جبکہ دوسری رات میں نے سُپر ماسٹر کو بھی نیند کی حالت میں اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اب وہ خود بھی میرے تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا بیڈ روم اور اسٹور روم ہے، اسے بھی وہاں جانا ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ چار سوٹ کیس اس کی نظروں میں آجائیں۔ لہٰذا اب وہ اس کی نظروں میں آتے ہوئے بھی نہیں آتے۔ وہ اسٹور روم میں جاتا ہے۔ انھیں دیکھتا ہے، لیکن ایسے ہی جیسے کوئی کچرا پڑا ہو۔ پھر وہ باہر نکل آتا ہے کبھی ان چاروں سوٹ کیسوں کی طرف دھیان نہیں دیتا۔"

"لیکن ایسا کب تک ہوگا؟"

"میں نے جناب شیخ صاحب کی ہدایت کے مطابق اب تک رسونتی اور شیبا کو مشین کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ اب انھیں بتاؤں گا کہ کس طرح میں ہر پندرہ دن میں سُپر ماسٹر اور اس کے ملازم کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر رکھتا ہوں۔ آج کے بعد میرے علاوہ شیبا اور رسونتی بھی ان دونوں پر تنویمی عمل کیا کریں گی۔ اس طرح میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"آئندہ بھی تنویمی عمل جاری رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس مشین کو فی الحال وہاں سے نہیں نکالو گے۔"

"کیا ضرورت ہے۔ وہ اُس جگہ محفوظ پڑی ہوئی ہے۔"

"کیا تم نے یہ سوچا کہ سُپر ماسٹر تبدیل ہو سکتا ہے اس کی جگہ کوئی دوسرا آسکتا ہے؟"

"جہاں وہ مشین چھپائی گئی ہے، وہ سرکاری رہائش گاہ ہے۔ سُپر ماسٹر تبدیل ہو کر اسی رہائش گاہ میں آئے گا۔ اسی سرکاری ملازم سے باتیں کرے گا۔ وہ ملازم اس رہائش گاہ میں آنے والوں کو سُپر ماسٹر کی حیثیت سے نہیں جانتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہے کہ ایک بہت بڑا فوجی افسر اس بنگلے میں آکر رہتا ہے۔ وہ ملازم ہر آنے والے نئے سُپر ماسٹر کا خدمت گار ہے۔ اس کے علاوہ میں نے موجودہ سُپر ماسٹر کے ذریعے دور تک معلومات حاصل کی ہیں کہ کس طرح سُپر ماسٹر کی تقرری ہوتی ہے اور کتنے لوگ اس بورڈ میں شامل ہوتے ہیں جہاں کسی کو سُپر ماسٹر بنانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ میں اس بورڈ کے تمام ممبران کے دماغوں تک پہنچ چکا ہوں۔ آئندہ وہ جسے بھی نیا سُپر ماسٹر مقرر کریں گے، میں ان کے ذریعے اس نئے سُپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ جاؤں گا۔"

سونیا میری باتیں سنتی رہی اور سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "مجھے مشین چھپانے کی وہ جگہ کچھ زیادہ پسند نہیں ہے۔ ابھی تو وہ محفوظ ہے۔ آئندہ غیر محفوظ ہو سکتی ہے، لیکن میں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ اسے وہاں سے نکال لاؤ۔ اس کے چاروں حصّوں کو وہاں سے لانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ فی الحال اسے وہیں رہنا چاہیے۔ اب بتاؤ، مجھے کیا کرنا ہے؟"

میں اسے اپنا منصوبہ بتانے لگا۔ وہ غور سے سُنتی رہی۔ اس منصوبے پر بحث کرتی رہی۔ آئندہ ہم بڑے آزمائشی حالات سے گزرنے والے تھے۔ اسی لیے منصوبے کے ہر پہلو پر تقریباً ایک گھنٹے تک بحث کرتے رہے۔ پھر مطمئن ہو گئے۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔

ٹیکساس شہر کی حدود میں جتنے فوجی جوان اور فوجی افسران مشین کو تلاش کرنے میں کوشاں رہتے تھے، ان میں سب سے اہم افسر بہرام گنگولی تھا۔ جو زخمی ہونے کے بعد اسپتال پہنچ گیا تھا۔ میں نے ایک رات اسے بھی اپنا معمول بنایا تھا۔ اس پر اچھی طرح تنویمی عمل کرنے کے بعد یہ باتیں اس کے دماغ میں بھی طرح نقش کر دی تھیں کہ اس کی رہائش گاہ کے اسٹور میں چار عدد سوٹ کیس ہیں جنھیں وہ دیکھے گا مگر نظر انداز کرتا رہے گا۔ کبھی ان کی طرف دھیان نہیں دے گا۔

اس کارروائی میں سال بھر گزر چکا تھا۔ بہرام گنگولی کو اپنا معمول بنائے رکھنا ضروری تھا۔ اس لیے میں اس کے زخم بھرنے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ ڈاکٹروں کے ذریعے کوئی ایسی دوا استعمال کرا دیتا تھا یا ایسی دوا لگوا دیتا تھا کہ زخم پھر ہرے ہو جاتے تھے۔

اگرچہ میں ٹیکساس شہر سے نکل آیا تھا، لیکن اسی ملک میں تھا اور کبھی فرصت سے بیٹھ نہیں پاتا تھا۔ شیبا اور آرمر کو رہائی دلانے کی خاطر مشین کے سلسلے میں ہمہ وقت مصروف رہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی چال چلنا پڑتی تھی۔ اس دوران میں نے چار عدد سوٹ کیس بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں پہنچا دیے تھے۔ ان سوٹ کیسوں میں مختلف مشینوں کے کچھ حصّے رکھے ہوئے تھے۔ یہ کام کرنے کے لیے مجھے بہرام گنگولی کے ایک خاص ملازم کو بھی ٹریپ کرنا پڑا تھا۔ یعنی ایک طرف سُپر ماسٹر اور اس کے ملازم کو اور دوسری طرف بہرام گنگولی اور اس کے ملازم کو ٹریپ کیا تھا۔ اب بہرام گنگولی کو مزید بیمار اور اپنا معمول بنائے رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب یہ سلسلہ ختم ہونے والا تھا۔

دوسرے دن اعلان ہو گیا کہ مسٹر ان نون اور مسٹر سرپاس کے درمیان مکمل سمجھوتا ہو گیا ہے۔ مسٹر سرپاس دوسرے دن دس بجے مسٹر آرمر کے ساتھ دلوئی قاف سے روانہ ہوں گے اور دوپہر تک جزیرے میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا مسٹر فرہاد علی تیمور کو وعدہ پورا کرنا چاہیے اور اس مشین کو کل دوپہر تک جزیرے میں پہنچا دینا چاہیے۔

میں نے سُپر ماسٹر کو کمپیوٹر کے ذریعے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے آدمیوں کے ساتھ ٹیکساس شہر سے نکل آیا تھا، لیکن اب اس مشین کے لیے دوبارہ وہاں جانا ہوگا۔ کیا مجھے اجازت ہے؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ کو میرے ملک کے کسی حصّے میں بھی آزادی سے آنے جانے کی اجازت ہے۔"

"میں آج شام کو ٹیکساس پہنچ جاؤں گا۔ کل صبح کی فلائیٹ سے ایتھنز جانا چاہتا ہوں۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے جزیرے تک جاؤں گا۔ کیا آپ میرے لیے ایک چارٹرڈ طیارے اور ایک ہیلی کاپٹر کا بندوبست کر سکتے ہیں؟"

"تمھارے کہنے سے پہلے ہی سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔ میں نے کچھ اور ایسے انتظامات کیے ہیں کہ تم وہاں سے ٹیکساس آؤ گے اور ٹیکساس سے جزیرے تک جاؤ گے تو اپ سیٹلائٹ کے ذریعے مجھ سے رابطہ رہے گا۔ میں تمھیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ سکوں گا۔ اور تم مانیٹر ٹی وی پر اپنی باتوں کا جواب سُن سکو گے۔"

وہ مجھے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلا رہا تھا اور میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ اس نے ٹیکساس سٹی میں خُفیہ طور پر سراغ رسانوں کا جال بچھا رکھا تھا تاکہ میں جہاں سے بھی مشین روانہ کروں تو وہ جگہ دیکھ لی جائے تاکہ آئندہ وہاں نہ چھپا سکوں۔ جب وہ چار سوٹ کیس برآمد ہو جائیں گے تو سُپر ماسٹر کے آدمی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ صبر و تحمل سے ان چاروں سوٹ کیسوں کے ائیر پورٹ تک پہنچنے کا انتظار کریں گے۔ میں بورڈنگ کارڈ لے کر دوسری طرف جاؤں گا۔ میرے یہ چاروں سوٹ کیس لگیج ہال سے گزریں گے۔ وہاں انھیں چُپکے سے کھول کر دیکھا جائے گا کہ ٹرانسفارمر مشین ہے تو ان پر قبضہ جما لیا جائے گا۔

میرا سامان لگیج روم میں چیک کرنے کے لیے چار ایسے فوجی افسران کو مقرر کیا گیا تھا جن کے مطابق انھیں پورا یقین تھا کہ نہ ہی میں نے ان کی صورت کبھی دیکھی ہے اور نہ آواز سُنی ہے۔ ان چاروں فوجی افسروں کا تعلق صرف سُپر ماسٹر سے تھا۔ صرف سُپر ماسٹر ہی ان سے گفتگو کرتا تھا اور یہی اس کی کم بختی تھی کہ میں اس کے دماغ کے ذریعے ان چاروں افسروں تک پہنچ چکا تھا۔

میں شام کو ٹیکساس پہنچ گیا۔ وہاں سُپر ماسٹر کی جانب سے میری رہائش گاہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ میری وہی گاڑی جو کنگ فرنانڈو نے مجھے دی تھی اسے ائیر پورٹ بھیجا گیا تھا۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر رہائش گاہ تک پہنچا تھا پھر آرام کرنے لگا۔ باہر دور دور تک پتا نہیں کتنے جاسوس سادہ لباس میں نگرانی کر رہے ہوں گے اور اس تاک میں ہوں گے کہ میں کسی وقت بھی نکل کر مشین تک جاؤں گا۔

میں رات دس بجے تک آرام سے کھاتا پیتا رہا۔ رسونتی، شیبا، آرمر اور سونیا سے اپنے منصوبوں کے ہر پہلو پر بحث کرتا رہا۔ سونیا

بہت پہلے ہی پیرس سے روانہ ہو چکی تھی۔ میں ہر طرح سے مطمئن ہو کر ہدایات دینے کے بعد سو گیا۔

دوسرے دن صبح سات بجے بیدار ہوا۔ صبح کی ضروریات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پھر پونے نو بجے اس رہائش گاہ سے نکلا۔ اپنی کار میں بیٹھ کر سیدھا بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ جب اسے خبر ملی کہ میں اس کے گھر آیا ہوں، تو وہ حیران رہ گیا۔ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی خواب گاہ میں پہنچ کر پوچھا۔ "کیسے ہو؟"

"چھ ماہ سے گولیوں کا زخم زہریلا ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے، لیکن اس سے زیادہ تکلیف تمھارے آنے پر ہوئی ہے۔ جانتے ہو، کیوں؟"

"میں سُن رہا ہوں۔ تم بولو۔"

"میرا سب سے پہلا، سب سے آخری اور سب سے زہریلا دشمن میرے گھر آیا اور میں اس کے مقابل دونوں پاؤں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔"

"کوئی بات نہیں بہرام! ابھی تمھاری زندگی ہے اور زندگی کے کسی موڑ پر میرے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر آؤ گے۔ ذرا ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ وہ اپنی آواز نہ سنائے، لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سُنتا رہے۔"

بہرام گنگولی نے کسی سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا۔ "میں بہرام بول رہا ہوں۔ اس وقت فرہاد علی تیمور میرے سامنے میرے کمرے میں موجود ہے اور وہ کچھ کہنا چاہتا ہے اور جو کہنا چاہتا ہے اسے سُپر ماسٹر کو بھی سُنانا چاہتا ہے، لہٰذا ایسے انتظامات کرو کہ یہاں کی بات وہاں تک پہنچ جائے۔"

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ "مسٹر بہرام گنگولی! سُپر ماسٹر اِز آن دی لائن۔ مسٹر فرہاد سے کہو، گفتگو شروع کرے۔ سُپر ماسٹر سُنتا رہے گا۔"

میں نے کہا۔ "بہرام گنگولی! جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو تمھارے زخم بھرنے لگیں گے اور تم اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل ہو جاؤ گے۔"

بہرام نے پوچھا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"صاف ظاہر ہے۔ ڈاکٹر جو دوائیں تمھیں دیتے تھے، میں ان میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا۔ اب ایسا نہیں کروں گا۔"

اس نے غرّا کر پوچھا۔ "تم ایسا کیوں کر رہے تھے؟"

"ذرا تحمل سے سنو۔ تم نے ایک بار میرے آدمیوں کو گالیاں دی تھیں جس کے نتیجے میں تمھیں گولی مارنا پڑی، پاؤں سے معذور کر دینا پڑا۔ اس طرح میں دو مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو تمھیں عبرت حاصل ہو اور آئندہ فرہاد اور اس کے کسی ساتھی کے خلاف زبان سے گالی نہ نکالو۔ دوسرے یہ کہ تمھیں معذور بنا کر تمھارے دماغ کو کمزور بنا کر میں پچھلے چھ ماہ سے ہر پندرہ دن پر تم پر تنویمی عمل کرتا رہا ہوں۔"

وہ تڑپ کر بستر سے اُٹھنا چاہتا تھا پھر تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے اوندھا ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "زیادہ جوش میں آؤ گے تو اسی طرح اوندھے منہ گرو گے۔ چپ چاپ بیٹھے رہو۔"

وہ دانت پیس رہا تھا، مُٹھیاں بھینچ رہا تھا اور بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میرا ایک تیسرا مقصد بھی تھا۔ میں نے سوچا اگر سُپر ماسٹر تم سے رُوبرو گفتگو کرتا ہے تو میں تمھارے دماغ کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ لیکن وہ میری توقع سے زیادہ چالاک نکلا۔ جیسے ہی تمھیں گولی ماری گئی، اس نے تم سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر دیا۔ اور میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی حسرت لے کر رہ گیا۔"

ایسا کہتے ہی میں نے سُپر ماسٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ خوش ہو رہا تھا، مطمئن ہو رہا تھا کہ میری خیال خوانی سے محفوظ ہے۔ میں نے واپس آ کر پھر بہرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے دماغ کو کمزور بنا کر اور تمھاری کھوپڑی پر قبضہ جما کر ایک ہی فائدہ اُٹھایا جا سکتا تھا کہ تمھیں مار ڈالا جائے۔ لیکن دیکھو، میں نے زندہ رکھا ہے۔ اب سوچو کہ میں تمھارے دماغ کو کمزور بنا کر کیا فائدہ اُٹھا رہا ہوں؟" میں یہ کہہ کر چُپ ہو گیا۔ اسے مسکرا کر دیکھتا رہا۔ لیکن سُپر ماسٹر کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا کہ میں بہرام گنگولی کے دماغ کو کمزور بنا کر کیا فائدہ اُٹھا رہا ہوں۔ تب میں نے کہا۔ "سنو، تمھارا سُپر ماسٹر یہ جاننے کے لیے بے تاب ہے کہ میں نے وہ مشین اسی شہر میں کہاں چُھپائی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ میں نے تمھارے دماغ کو کمزور بنایا۔ پھر ہر پندرہ دن کے بعد تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا کر تمھارے دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ میں اپنے چار سوٹ کیس تمھارے اس اسٹور میں چھپاؤں تو تم اسے دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکو گے، سمجھتے ہوئے بھی نہیں سمجھ سکو گے۔ اسٹور روم میں جاؤ گے اور اسے نظرانداز کر کے چلے آؤ گے۔ تمھیں یاد نہیں آئے گا کہ تمھارے اسٹور روم میں چار عدد سوٹ کیس رکھے ہوئے ہیں اور یہ چھ ماہ سے رکھے ہوئے ہیں۔ آج میں انھیں لے جانے آیا ہوں۔"

میری یہ بات سُنتے ہی سُپر ماسٹر اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دست راست بہرام گنگولی کے اسٹور روم میں وہ مشین چُھپا کر رکھوں گا جبکہ وہ ابھی تک حقیقت نہیں سمجھ رہا تھا۔ اصل مشین تو خود اس کے اسٹور روم میں تھی۔ میں نے بہرام گنگولی کے ملازم کو پکارا۔ اس کے آنے پر کہا۔ "چلو! اسٹور روم میں چار سوٹ کیس رکھے ہوئے ہیں۔ انھیں اُٹھا کر کار کی ڈکی میں رکھو۔"

بہرام نے گرج کر کہا۔ "ہرگز نہیں، تم اس کا حکم نہیں مانو گے۔ میرے اسٹور روم سے کوئی چیز لے کر نہیں جاؤ گے۔"

لیکن وہ اسٹور روم میں گیا، وہاں سے دو سوٹ کیس اُٹھا کر بیڈ روم میں آتے ہوئے بہرام گنگولی سے بولا۔ "میرے مالک! میں مجبور ہوں۔ اس وقت تمھارا ملازم نہیں ہوں۔ فرہاد صاحب کی مٹھی میں ہوں۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "گنگولی! تم بستر سے اُترنا چاہو گے تو فرش پر رینگنا پڑے گا اور یہ تمھاری شان اور تمھارے غرور کے خلاف ہے۔ لہٰذا چُپ چاپ بیٹھے رہو۔ میرے مقابل آنے کے لیے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا انتظار کرو۔"

اس کا ملازم دو سوٹ کیس رکھ کر واپس آیا۔ پھر دو سوٹ کیس اُٹھا کر لے جانے لگا۔ میں اس کے پیچھے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ چاروں سوٹ کیس وہاں رکھ دیے گئے تھے۔ میں نے ڈکی بند کر دی، اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر ایئرپورٹ کی طرف چل پڑا۔

اتنی سی دیر میں سُپر ماسٹر اور دوسرے تمام ذمّے دار افسران کے درمیان کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ "اتنی سی بات ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ فرہاد علی تیمور، بہرام کی جسمانی اور دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور مال اس کے گھر میں چھپایا جا سکتا ہے۔ یہ تو بہت معمولی اور سیدھی سی بات تھی۔"

دوسرا کوئی افسر کہہ رہا تھا۔ "ایسے معمّے بھی ہوتے ہیں جو بہت اُلجھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کا حل سیدھا اور صاف ہوتا ہے۔ جیسے کہ مشین کا معمّا اب ہماری سمجھ میں آگیا ہے۔"

میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ ایک ٹرالی میں چاروں سوٹ کیس رکھے پھر کاؤنٹر پر آ گیا۔ وہاں سے ایک بورڈنگ کارڈ لیا۔ چاروں سوٹ کیسوں کو لگیج ہال میں جانے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر ویٹنگ روم میں چلا آیا۔ ایسے وقت میں، رسونتی، شیبا اور آرمر چاروں ان چار افسروں کے دماغ میں موجود تھے جو اب میرے سُوٹ کیس کھول کر مشین کے مختلف حصّوں کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے جس مشین کے چار حصّے چار سُوٹ کیسوں میں رکھے تھے ان حصّوں کے مطابق ایک نقشہ تیار کیا تھا اور اس کی تفصیلات بھی خود لکھی تھیں کہ وہ کس طرح ایک دوسرے سے جوڑی جاتی ہیں اور کس طرح اس مشین کو آپریٹ کیا جاتا ہے۔

وہ چاروں فوجی افسران بہت بڑے مکینک تھے۔ انھیں آسانی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن جو دماغ کسی کو مکینک بناتا ہے، وہ ہمارے قبضے میں تھا۔ وہ چاروں ہماری مرضی کے مطابق اس مشین کے مختلف حصّوں کو چیک کر رہے تھے، نقشہ دیکھ رہے تھے۔ اس کی تفصیلات پڑھ رہے تھے اور ہماری مرضی کے مطابق مطمئن ہوتے جا رہے تھے۔

آخر ان چاروں نے چار سوٹ کیس اُٹھا لیے۔ تیزی سے چلتے ہوئے لگیج ہال کے دوسرے راستے سے باہر آ گئے۔ وہاں ان کے لیے ایک بند گاڑی تیار تھی۔ اس میں مسلّح فوجی جوان مستعد نظر آ رہے تھے۔ وہ چاروں اس گاڑی کے پچھلے حصّے میں جا کر بیٹھ گئے پھر گاڑی چل پڑی۔

اس کے چند منٹ بعد ہی ایئرپورٹ کے ایک ملازم نے میرے پاس آ کر کہا۔ "جناب! آپ کا فون ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے ساتھ چلتا ہوا سیکورٹی آفیسر کے دفتر میں آیا۔ وہاں ریسیور کریڈل سے الگ رکھا ہوا تھا۔ آفیسر نے ریسیور کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اسے اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز سُنائی دی۔ "اگر تم فرہاد ہو تو اچھی بات ہے، اگر اس کی ڈمی ہو تو یقین دلاؤ کہ فرہاد اس وقت تمھارے دماغ میں ہے۔"

"تم کہتے جاؤ۔ اگر وہ موجود نہ بھی ہوا تو بات وہاں تک پہنچ جائے گی۔"

"سُپر ماسٹر کی درخواست ہے کہ آپ ٹیکساس سے باہر نہ جائیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا مجھے پھر ایک بار قیدی بنانے کی حماقت کی جا رہی ہے؟"

"اوہ، نو مسٹر ڈمی! آپ ایسا نہ سوچیں۔ آپ اس شہر میں آزاد رہیں گے۔ شہر سے باہر جانا چاہیں گے تب بھی کوئی آپ کو نہیں روکے گا۔ لیکن آپ کو کچھ روز تک یہاں رہنا چاہیے۔"

"آخر کیوں؟"

"اس ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ہمیں آپ کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"اچھا تو میرا سامان چیک کیا گیا ہے اور ان چاروں سُوٹ کیس پر قبضہ جما لیا گیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ آپ اپنی رہائش گاہ میں واپس جائیں۔ وہاں ایسے انتظامات کر دیے گئے ہیں کہ آپ ٹرانسمیٹر کے ذریعے سُپر ماسٹر سے گفتگو کر سکیں گے۔"

تب مجھے واپس رہائش گاہ تک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا۔ اس سے پہلے میری ایک وارننگ سُپر ماسٹر تک پہنچا دو۔ میں جس طیارے میں جا رہا تھا اور جو سیٹ نمبر مجھے اس بورڈنگ کارڈ میں مل چکا تھا۔ میں اسی سیٹ پر بیٹھ کر اسی طیارے میں جاؤں گا اور جب تک نہیں جاؤں گا، وہ طیارہ اسی رن وے پر کھڑا رہے گا۔ خواہ مجھے یہاں سے جانے میں ہفتہ، مہینہ یا سال لگ جائے۔ اگر یہ طیارہ یہاں سے حرکت کرے گا تو اس کی ذمے داری آپ لوگوں پر عائد ہو گی۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکورٹی آفیسر کے دفتر سے نکل کر ویٹنگ روم سے گزرتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگا۔ یہ ٹیکساس شہر مشین کے سلسلے میں ایک اہمیت اختیار کر رہا تھا۔ اب اسی شہر میں نئے معاملات زیرِ بحث آنے والے تھے۔ اور نئے لرزہ خیز واقعات جنم لینے والے تھے۔ میں اسی رہائش گاہ میں واپس پہنچ گیا۔ وہاں سُپر ماسٹر سے گفتگو کرنے کے انتظامات کر دیے گئے تھے۔ میں نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے سُپر ماسٹر سے کہا۔ "سوری، ابھی فرہاد صاحب اور سونیا صاحبہ جزیرے میں مصروف ہیں۔ میں آپ کی باتوں کا معقول جواب نہیں دے سکوں گا۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا۔ "آپ نے فون کے ذریعے دھمکی کیوں دی؟"

"میں نے نہیں، فرہاد صاحب نے دی اور چلے گئے۔ ظاہر ہے، وہاں شیبا اور آرمر اور زیادہ مصائب میں گرفتار ہونے والے ہیں۔ وہاں سب کو مشین کا انتظار ہو گا۔ جب تک مشین نہیں پہنچے گی، شیبا اور آرمر کی رہائی ممکن نہ ہو گی اور جب تک مشین یہاں سے نہیں جائے گی، وہ طیارہ بھی رن وے سے حرکت نہیں کرے گا۔ اگر کرے گا تو بہت دور نہیں جا سکے گا۔ تمام مسافروں کے ساتھ تباہ ہو جائے گا۔ یقین نہ ہو تو اس چیلنج کو آزما کر دیکھ لو۔ اب فرہاد کا انتظار کرو اور مجھے آرام کرنے دو۔ دیٹس آل۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ مسٹر اَن نون کو اطلاع ملی تھی کہ آرمر پہنچنے ہی والا ہے۔ اس نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے اور یہ صاف طور سے کہہ دیا گیا تھا کہ آرمر جس ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے، وہ جزیرے کے عین وسط میں آئے گا، لیکن جزیرے کی زمین پر نہیں اُترے گا۔ کچھ بلندی پر رہے گا۔ آرمر اور مسٹر سرپاس سیڑھی کے ذریعے نیچے اتریں گے۔ کسی تیسرے شخص کو اُترنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر واپس چلا جائے گا۔

شیبا اور آمنہ ایک گاڑی میں مسٹر اَن نون کے ساتھ بیٹھ کر جزیرے کے وسط میں آئی تھیں۔ وہاں گھنے جنگلات کے درمیان ایک کھلا میدان سا تھا۔ وہیں ہیلی کاپٹر آنے والا تھا۔ میں نے آمنہ کے ذریعے دیکھا۔ چاروں طرف مسلح جوان تیار کھڑے ... کی بلندی پر بھی وہ نظر آ رہے تھے۔ کئی جگہ طیارہ شکن توپیں ... رہی تھیں۔ یعنی اس جزیرے کے حصے میں آنے والا کوئی ... یا طیارہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اور کوئی شخص وہاں آ کر ... سے فرار نہیں کر سکتا تھا۔

پھر دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سُنائی دینے لگی۔ سب ... ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک ہیلی کاپٹر دور ... کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کا پائلٹ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا ... "مسٹر اَن نون! ہم پہنچ رہے ہیں۔ آپ بتائیں ہیلی کاپٹر کو کہ... پہنچنا ہے؟"

مسٹر اَن نون نے کہا۔ "ہمارا ایک سگنل مین دونوں ہاتھ... میں جھنڈیاں لیے تیار کھڑا ہے۔ اس کے قریب آ کر نیچی پرواز ... اور سیڑھی کو زمین کی طرف لٹکا دو۔ ہمارے آنے والے مہمانو... کہو، ان کی تعداد دو سے زیادہ نہ ہو۔"

پائلٹ نے کہا۔ "آپ کو یہ سُن کر اور زیادہ اطمینان ہو گا ... دو نہیں صرف ایک مہمان آ رہا ہے۔ مسٹر سرپاس اچانک بیمار ہو گئے ہیں۔ آپ مسٹر آرمر کا استقبال کریں۔"

اتنے میں وہ ہیلی کاپٹر قریب آ چکا تھا۔ سگنل مین کی طرف نیچی پرواز کر رہا تھا۔ سیڑھی نیچے کی طرف لٹکا دی گئی تھی ... سر اُوپر کو اُٹھے ہوئے تھے۔ آرمر سنبھل سنبھل کر سیڑھی سے ... رہا تھا۔ نیچے کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے کینوس کے جوتے ... پتلون اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ سر پر ہیلمٹ تھا۔ تیزی ... کرتے ہوئے پنکھے کی وجہ سے آس پاس کے درخت شور مچا رہے ... تھے۔ جیسے آندھی چل رہی ہو۔ گرد بھی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہاں کا ... دُھندلا گیا تھا۔ مسٹر اَن نون اور اس کے مسلح آدمی آنکھیں پھاڑ ... پھاڑ کر ہیلی کاپٹر سے اُترنے والے آرمر کو دیکھتے جا رہے تھے ... پھر وہ کود کر زمین پر آ گیا۔ ہیلی کاپٹر کی سیڑھی اُوپر جانے لگی ... وہ پرواز کرتا ہوا وہاں سے دور چلا گیا۔ گرد کا دُھندلکا چھٹنے لگا ... کے سامنے میدان کے وسط میں وہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ... ہاتھ اپنے سر کی جانب لے جا کر ہیلمٹ کو اُتارا اور پھر اسے ... ایک طرف پھینکا تو سب ہی چونک گئے۔ سونیا اپنی زُلفوں کو جھٹک کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔

شیبا نے اسے دیکھتے ہی زوردار قہقہہ لگایا۔ آمنہ نے بلند آواز سے کہا۔ "مسٹر اَن نون! ابھی مسٹر فرہاد میرے دماغ ... کہہ رہے ہیں، ہماری لُغت میں ٹرانسفارمر مشین کا مطلب ... سونیا۔ وہ سونیا جو دشمنوں کو زندگی سے موت کی طرف ٹرانس... کرتی ہے۔ اسے روک سکتے ہو تو روک لو۔ آج یہ تمہارے ... چھپی ہوئی سُپر طاقت کو پردے سے باہر ٹرانسفر کرنے آئی ..."

بظاہر یہ حماقت تھی، سونیا کو اس جزیرے میں نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے، وہاں کتنے سخت انتظامات تھے۔ جزیرے کے چاروں طرف مشین گنیں اور طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ مسٹر اَن نون نے آرمر کا استقبال کرنے کے لیے اور بھی سخت حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ جس میدان میں سونیا آ کر کھڑی ہوئی تھی، وہاں چاروں طرف کلاشنکوفیں اور اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں۔ سونیا لاکھ قسمت کی دھنی سہی، اس نے بارہا اپنی طرف آنے والی موت کا رُخ پھیر دیا تھا لیکن اس بار موت کہیں ایک دو طرف سے نہیں، چاروں طرف سے آ رہی تھی، وہ جس جگہ بڑی شان سے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھی، وہیں اس کی قبر بن سکتی تھی لیکن ہم نے بھی اپنے طور پر کچھ انتظامات کیے تھے، سونیا نامعلوم مند موت کے جزیرے میں چھلانگ نہیں لگائی تھی پچھلے ایک برس دو ماہ سے شیبا اور آمنہ اس جزیرے میں قید تھیں۔ اس جزیرے میں ہم نے وادیٔ قاف سے آنے والے پندرہ گوریلوں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا تھا۔ وہ پندرہ افراد اس طویل عرصے میں مارے گئے تھے لیکن اسی طویل عرصے میں ہم نے مسٹر اَن نون کے آدمیوں کو اپنا فرماں بردار بنانا شروع کیا تھا۔ جو بھی ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں آتا، ہم اسے سمجھاتے تھے کہ اسے اَن نون کی وفاداری کرتے ہوئے حرام موت مرنے نہیں دیں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے اور اگر اس نے انکار کیا تو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے مارا جائے گا۔ اس طرح ہم نے رفتہ رفتہ چالیس مسلح افراد کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا تھا۔

ان چالیس میں سے کچھ کا تعلق اس گودام سے تھا جہاں اسلحے کا ذخیرہ کیا گیا تھا۔ کچھ کا تعلق طیارہ شکن فوجی دستوں سے تھا۔ اس جزیرے میں تقریباً پچیس مشین گنیں تھیں جن میں سے دس مشین گنیں ہمارے وفاداروں کے پاس رہا کرتی تھیں۔

اور تو اور مسٹر اَن نون کے دو خاص باڈی گارڈ جو اس کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے، وہ ہمارے اپنے آدمی بن چکے تھے، ہم اگر چاہتے تو مسٹر اَن نون کو بہت پہلے ختم کر چکے ہوتے یا اس کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے لیکن اس طرح شیبا اور آمنہ کے لیے خطرات پیدا ہو جاتے، ہم بڑی سہولت سے جزیرے میں دور تک سرنگ بناتے جا رہے تھے، جس بڑی طاقت نے بھی مسٹر اَن نون کی خدمات حاصل کی تھیں، اُس نے بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔ اَن نون بہت ہی محتاط رہنے والا شخص تھا۔ اس کے کاٹیج میں اس کے دونوں باڈی گارڈ بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ کچن میں وہ خود جاتا تھا۔ ایک پیالی چائے بھی خود بنا کر پیتا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ ہم اس کے کسی آدمی کو ٹریپ کر کے اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی دوا ملا سکتے ہیں جو اس کے دماغ کو کمزور بنا دیتی۔

یہی وجہ تھی کہ ہم نے ایک برس دو ماہ میں وادیٔ قاف میں ماسک مین کے طلسم کو توڑ دیا تھا۔ اس جزیرے کے اندر دور تک اپنے قدم جما لیے تھے، صرف مسٹر اَن نون کے اندر پہنچنے میں ناکام رہے تھے لیکن اب اس کی بھی شامت آ گئی تھی۔

اس نے دور کھڑی ہوئی سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد تمہاری جیسی بھیڑ بکریوں کو پالتا ہے پھر اپنا کام نکالنے کے لیے ہم قصائیوں کے سامنے دھکیل دیتا ہے۔ خود دور بیٹھا آرام سے تماشا دیکھتا رہتا ہے، کیا تم لوگوں کو اپنی حماقت کا احساس نہیں ہوتا؟"

"قصائی ہو تو فرہاد کی بھیڑ کو فوراً ذبح کر دو کہیں میں بھیڑ سے بھیڑیا نہ بن جاؤں۔"

"میری آنکھ کے ایک اشارے پر میرا ایک ادنیٰ سا سپاہی تمہیں گولی مار دے گا۔ تم نے آج تک ناقابلِ شکست ہونے کا حیرت انگیز ریکارڈ قائم کیا ہے، اپنی مکاریوں سے خوفناک تنظیموں کو دہشت زدہ کر رکھا ہے، یہ سب کچھ پل بھر میں فنا ہو جائے گا لیکن میں تمہیں زندگی کی تھوڑی سی سانسیں خیرات کر رہا ہوں۔ بازی میرے ہاتھ میں ہے، دنیا کی تمام سُپر طاقتیں اور تمہارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی یہاں سے تمہیں زندہ سلامت نہیں لے جا سکیں گے۔"

سونیا نے پوچھا۔ "تم مجھے کچھ دیر کیوں زندہ رکھنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے ذریعے فرہاد سے پوچھ رہا ہوں۔ اس نے وعدہ خلافی کیوں کی؟"

سونیا نے کہا۔ "اس نے وعدہ پورا کیا ہے۔ میں ٹرانسفارمر مشین ہوں، تمہارے پیچھے چھپی ہوئی سُپر طاقت کو ٹرانسفر کر کے سامنے لاؤں گی۔ اب دیکھو میں اسے کس طرح بے نقاب ہونے پر مجبور کرتی ہوں۔"

سونیا نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کیں، انھیں فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "ان مٹھیوں میں دس انگلیاں ہیں۔ میں ایک ایک انگلی اٹھاؤں گی اور جزیرے پر باری باری قیامت گزرے گی۔"

پھر اس نے کہا۔ "وَن..."

اس کے ساتھ ہی اس نے ایک انگلی اٹھائی، دور دور تک کھڑے مسلح افراد کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں، گہری خاموشی چھا گئی تھی، اس کے 'وَن' کہنے کے چند سیکنڈ بعد ہی ایسا لرزہ خیز دھماکا ہوا کہ جزیرے کی زمین لرزنے لگی۔

یہ میں نے اور سونیا نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ کس طرح مسٹر اَن نون پر دہشت طاری کی جائے گی۔ اسلحے کے گودام پر ڈیوٹی دینے والے دو شخص ہمارے وفادار تھے۔ میں نے ان کے ذریعے ایسے انتظامات کیے تھے کہ اِدھر سونیا ایک کہے اور اُدھر پہلا دھماکا شروع ہو۔ ان میں سے ایک وفادار نے آدھ گھنٹا پہلے ہی اسلحے کے گودام میں جا کر جگہ جگہ پٹرول چھڑک دیا تھا۔ کچھ کپڑے پٹرول میں بھگو کر اِدھر اُدھر پھینک دیے

تھے۔ جب دھماکا ہوا تو پٹرول میں آگ لگی پھر وہ آگ پورے اسلحے کے گودام میں پھیلتی چلی گئی۔ یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے۔ مسٹر آن نون نے چیخ کر کہا "یہ میرے خلاف سازش ہے۔ فرہاد کسی سپر طاقت کے ساتھ مل کر بڑے منظم حملے کر رہا ہے۔ میں شیبا کو اور سونیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں حکم دیتا ہوں..."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ بات ادھوری رہ گئی پیچھے کھڑے ہوئے دونوں باڈی گارڈز میں سے ایک نے ریوالور اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "سر! میں مجبور ہوں — یہ ریوالور میں نے نہیں فرہاد نے رکھا ہے اور وہی گولی بھی چلا دے گا۔ لہٰذا حکم دو کہ سونیا، شیبا اور آمنہ پر کوئی آنچ نہ آئے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کے جاسوس یکے بعد دیگرے دوڑتے آرہے تھے اور کہتے جا رہے تھے "پورا اسلحے کا گودام تباہ ہو رہا ہے۔ وہاں پھیلی ہوئی آگ پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔"

سونیا نے کہا "ابھی میں نے ایک انگلی اٹھائی ہے۔ جب دوسری اٹھاؤں گی تو اس جزیرے کی تمام طیارہ شکن توپیں سمندر میں جا گریں گی۔ بولو یہ تماشا بھی دکھاؤں؟"

میں خیال خوانی کے ذریعے کبھی سونیا کے پاس اور کبھی مسٹر آن نون کے باڈی گارڈ کے پاس موجود رہتا تھا۔ شیبا وہاں جسمانی طور پر موجود تھی لیکن وقفے وقفے سے خیال خوانی کرتی ہوئی ان وفاداروں کے پاس پہنچ رہی تھی جو طیارہ شکن توپوں کے چار اہم مورچوں کو تباہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھے۔ انھیں صرف ہمارے حکم کا انتظار تھا۔

ہم نے اسلحے کے گودام کو تباہ کر کے مسٹر آن نون کی کمر توڑ دی تھی لیکن وہ اتنی جلدی یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ایسی تباہی آچکی ہے۔ اس کے اپنے جاسوس اس کی تصدیق کر رہے تھے۔ وہ ابھی کشمکش میں تھا کہ سونیا نے دوسری انگلی اٹھا کر کہا "تو..."

اس کے ساتھ ہی شیبا، رسونتی اور آرمسران تمام وفاداروں کے پاس پہنچ گئے جو طیارہ شکن توپوں کے چار اہم مورچوں کو نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے حکم ملتے ہی انھوں نے حملہ شروع کر دیا۔ ان توپوں کا رُخ سمندر کی طرف تھا۔ اس کا رُخ موڑنے میں جتنی دیر ہوتی، اتنی دیر میں جزیرے کے اندرونی حصے سے مشین گنوں سے حملے ہونے لگے۔ ان توپوں کی نگرانی کرنے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے اپنے آدمی کبھی ان پر ٹوٹ پڑیں گے جس کے نتیجے میں وہ اپنی جانیں گنوا رہے تھے۔

ذرا سی دیر میں ایک جاسوس نے موٹر سائیکل پر تیزی سے آتے ہوئے دور سے چیختے ہوئے کہا "سر! ہماری وہ طیارہ شکن توپ جو پہاڑی چٹان کے اوپر رکھی ہوئی تھی اسے سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔"

پھر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ آن نون نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہوئے کوڈ ورڈز دہرائے۔ پھر پوچھا "کیا بات ہے؟"

دوسری طرف سے اطلاع ملی "ان کی دو طیارہ شکن توپیں مختلف پہاڑیوں پر سمندر کے رُخ پر چھپا کر رکھی گئی تھیں انھیں سمندر میں پھینک دیا گیا ہے۔"

اسی طرح اسے چوتھی طیارہ شکن توپ کے بھی سمندر میں گرنے کی اطلاع ملی۔ سونیا نے کہا "میں پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ طیارہ شکن توپیں سمندر میں جا گریں گی۔ کیا اب میں تیسری انگلی اٹھاؤں؟"

آن نون نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا "نہیں رُک جاؤ۔ میں مان گیا، تم لوگوں نے جنگی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ پہلے اسلحے کے گودام کو تباہ کیا اور اب طیارہ شکن توپوں کو سمندر میں گرا رہے ہو۔ اب ہمارے پاس محدود اسلحہ رہ گیا ہے۔ باقی طیارہ شکن توپیں بھی تباہ ہو جائیں گی تو ہوائی حملوں کے لیے راستہ کھل جائے گا۔"

سونیا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "اگر تمھیں مزید تباہی منظور نہیں ہے تو آؤ، دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے سامنے پہنچ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ آن نون نے پوچھا "کیا یہ دوستی ہمیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے گی؟"

"بے شک پہنچائے گی لیکن اس کے لیے ہمارے درمیان کچھ سودے بازی ہوگی۔"

آن نون نے کہا "مجھے منظور ہے۔"

اس نے سونیا سے ہاتھ ملایا۔ اب سے پہلے آن نون کو شاید نہیں معلوم تھا کہ گرم جوشی سے کس طرح مصافحہ کیا جاتا ہے۔ آج پتا چلا، گرم جوشی اسے کہتے ہیں کہ مصافحہ کرتے ہی ہاتھ گرم ہو جائے۔ اسے ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہاتھ گرم ہوا پھر وہ حرارت دماغ تک پہنچ گئی۔ وہ کھڑے ہی کھڑے ایک طرف گرنا چاہتا تھا۔ دونوں باڈی گارڈز نے اسے سنبھال لیا۔ میں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی پھر دماغ میں پہنچ کر اس میں اتنی توانائی پیدا کی کہ وہ دونوں پیروں پر کھڑا رہنے کے قابل ہو گیا۔ میں نے اس کے ذریعے بلند آواز سے کہا "ہم نے آپس میں دوستی کر لی ہے لہٰذا تم سب اپنے اپنے محاذ کی طرف جاؤ۔ ہم کاٹیج کی طرف جائیں گے۔"

اس کے حکم سے دو گاڑیاں قریب آکر رُک گئیں۔ وہ ایک گاڑی میں سونیا اور اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جس لمحے میں اس کا دماغ کمزور ہوا تھا، اس لمحے سے لے کر اس کے گاڑی میں جا کر بیٹھنے تک صرف پانچ منٹ گزرے تھے۔ ان پانچ منٹوں میں ہم نے اس کے پیچھے چھپے ہوئے مکاروں کو اچھی طرح پہچان لیا۔

آخر وہ اعلیٰ حکام بے نقاب ہو گئے۔

*

اسرائیلی حکومت کے اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ حکام ایک لمبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف دیوار پر بڑی سی اسکرین تھی۔ اس پر کمپیوٹر کے ذریعے تحریر ابھر رہی تھی اور وہ معلوم کر رہے تھے کہ جزیرے میں کیا ہو رہا ہے۔

جب سے ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ان کی دوستی ہوئی تھی وہ ہمارے سامنے بے نقاب ہو گئے تھے۔ ہم سے نہ چھپتے تھے نہ ہمارے سامنے گونگے بہرے بنتے تھے۔ انھوں نے ہمارے سامنے جیسے دل کھول کر رکھ دیے تھے۔ شیبا اس بات سے بہت خوش تھی۔ وہ سونیا، رسونتی اور جناب شیخ الفارس سے بارہا کہہ چکی تھی "میری قوم کے لوگ اپنی زبان کے دھنی ہیں۔ اپنی طرف سے دوستی نبھانا خوب جانتے ہیں۔"

میں، رسونتی، شیبا اور سونیا سبھی تل ابیب جا چکے تھے۔ ہم سے واقعی کوئی نہیں چھپتا تھا۔ صرف بلائنڈ کلب والے ایسے تھے جنھیں ہم نہیں جانتے تھے بلکہ وہاں کے اعلیٰ حکام بھی ان کے متعلق شاید ہی جانتے ہوں۔ میں نے پچھلے دنوں اسرائیلی حکومت کے زیرِ سایہ ایک بلائنڈ کلب کا ذکر کیا تھا۔ یہی بلائنڈ کلب اہم مسائل کے حل پیش کرتا تھا۔ اہم منصوبے بناتا تھا اور ان منصوبوں پر عمل کرنے کے طریقۂ کار متعین کرتا تھا۔

بلائنڈ کلب والوں نے ہی اسرائیلی حکام کو مشورہ دیا تھا کہ دہلی سے پیرس جانے والے پارس کو جہاز سمیت اغوا کرنا چاہیے۔ اس بات پر فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں تلملائیں گی، جھگڑا کریں گی لیکن دوستانہ سمجھوتا ہو جائے گا۔ بلائنڈ کلب والوں نے دوستی کرنے کا طریقۂ کار منتخب کر دیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح اسرائیلی حکام سے ہماری دوستی ہو گئی تھی۔

بلائنڈ کلب کے ممبران غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے۔ انھوں نے ہماری دوستی سے پہلے ہی وہ جزیرہ ایک سرمایہ دار سے خرید لیا تھا۔ وہاں ایسے مسلح جنگجو افراد کو جمع کر رہے تھے جو دنیا میں بالکل تنہا تھے۔ یوگا کے ماہر تھے۔ ان پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کر سکتا تھا۔ اور جو یوگا کے ماہر نہیں تھے لیکن بہترین صلاحیتیں رکھتے تھے انھیں بھی اس جزیرے میں لا کر رکھا گیا تھا۔ انھیں اچھی خاصی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ یہ سب کچھ مسٹر آن نون کر رہا تھا۔ بلائنڈ کلب والوں نے اسے ان معاملات کے لیے منتخب کیا تھا۔

یہ ساری تیاریاں اسرائیلی خزانے سے ہو رہی تھیں۔ بلائنڈ کلب والوں نے اپنے حکام کو یقین دلایا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آئے گی۔ اس بارے میں نہ وہ کچھ بتائیں گے اور نہ اس معاملے میں اسرائیلی حکام یا عوام کو شامل کریں گے — اعلیٰ حکام اچھی طرح سمجھتے تھے کہ بلائنڈ کلب کے منصوبے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔ جب ہر ماہ کروڑوں ڈالر کہیں خرچ کیے جا رہے ہیں تو یقیناً وہ مشین ہمارے ہی ہاتھ آنے گی۔

میں نے جس روز مشین کو جزیرے میں پہنچانے کا وعدہ کیا تھا، اسی روز وہ تمام اعلیٰ حکام ایک لانبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اس بڑی سی اسکرین کی طرف دیکھ رہے تھے اور تازہ ترین معلومات حاصل کر رہے تھے۔ وہ اب بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ جزیرہ بلائنڈ کلب والوں نے حاصل کیا ہے اور مشین حاصل کرنے کے لیے وہ سارا کھیل کلب والے کھیل رہے ہیں۔ ویسے وہ اتنے نادان بھی نہیں تھے۔ سمجھ رہے تھے کہ جب مشین جزیرے میں پہنچائی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں بلائنڈ کلب والے بالکل خاموش ہیں تو انھیں کسی حد تک یقین ہونے لگا تھا کہ مشین ان کے ہی ہاتھ آنے والی ہے۔

وہ بظاہر شیبا کے اغوا پر چیخ رہے تھے، بڑی طاقتوں کو لعن طعن کر رہے تھے لیکن یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر مشین حاصل کرنے کے لیے شیبا کو اغوا کیا گیا ہے تو کوئی بات نہیں، وہ ایسی ہزاروں شیباؤں کی قربانی دے سکتے ہیں۔ بے شک کلب والوں نے بہت ہی ذہانت سے منصوبہ بنایا تھا۔ وہ ایک طرف شیبا کو اغوا کر کے مشین حاصل کر رہے تھے، دوسری طرف معصوم بنے ہوئے تھے۔ جب مشین حاصل ہو جاتی اور ان کے قبضے میں آجاتی تو وہ شیبا کے ذریعے اپنے خاص آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرا لیتے۔ اس وقت تک وہ انجان اور معصوم بنے رہتے۔ اسی طرح شیبا کی واپسی کے لیے چیخ و پکار کرتے رہتے۔ بڑی طاقتوں کو لعن طعن کرتے رہتے کہ ان کی قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی اغوا کی گئی ہے اور اس کی بازیابی کے لیے بڑی طاقتیں کچھ نہیں کر رہی ہیں۔

جب شیبا کو ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر اپنے خاص آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کے بعد انھیں کامیابی کا یقین ہو جاتا تب وہ انکشاف کرتے کہ یہ ساری چالیں اسرائیلی حکام کی جانب سے تھیں اور اس کی کامیابی کا سہرا بلائنڈ کلب والوں کے سر ہے۔ اس انکشاف کے بعد اگر شیبا ناراض ہوتی تو ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ وہ شیبا کو قید کر دیتے یا سزائے موت دے دیتے۔ رہ گئے فرہاد اور رسونتی تو ان کے مقابلے پر ان کے کتنے ہی آدمی ٹیلی پیتھی سیکھ چکے ہوتے۔ مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج بنانے کے لیے ٹرانسفارمر مشین ان کے پاس ہمیشہ موجود رہتی۔

ہم چھوٹے بڑے تمام ممالک کے رازوں سے واقف رہنے کے باوجود سیاست سے دور رہتے ہیں۔ اس کے باوجود دوسرے ہمیں سیاسی معاملات میں گھسیٹتے رہتے ہیں۔ پہلے ہم ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو پیدا ہونے سے روک دینا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کی سیاست نے ہمیں سمجھا دیا کہ ٹرانسفارمر مشین کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ اسے کسی طرح بھی حفاظت سے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دینا چاہیے۔ ہم اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے

والے شیطان نہیں بلکہ صحیح معنوں میں ایسے انسان پیدا کریں گے جو انسانیت کی خدمت کر سکیں گے۔

ہماری زندگی دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے گزر رہی تھی۔ ہم نے دونوں پارس کے متعلق سوچ رکھا تھا کہ ان کے ساتھ ایسا نہیں ہو گا۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی سیکھ لیں گے تو اپنی زندگی کو صرف دکھی انسانیت کے لیے وقف کر دیں گے۔

بہر حال، یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اس وقت تو اس لانبی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے اسرائیلی حکام ٹی وی اسکرین کے ذریعے تازہ ترین معلومات حاصل کر رہے تھے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے، پھر ان کی خوشی... اچانک ہی نابود ہو گئی۔ پتا چلا، جس ہیلی کاپٹر کے ذریعے آرمر جزیرے میں اتارا جانے والا تھا اس کی جگہ سونیا پہنچ گئی ہے، سونیا کا نام ہی ایک زلزلہ ہوتا تھا، کجا یہ کہ وہ مشین سے پہلے وہاں پہنچ گئی تھی، پھر زلزلے کیوں نہ آتے، تھوڑی دیر بعد ہی پتا چلا کہ وہاں لرزہ خیز دھماکے ہو رہے ہیں، جزیرے کے ایک بڑے حصے میں سرخ آگ کے شعلے اور سیاہ دھوئیں کے بادل دکھائی دے رہے تھے۔

بلائنڈ کلب والے پچھلے دس ماہ سے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے، چپ چاپ اسرائیلی خزانے سے کروڑوں ڈالر لیتے جا رہے تھے، جب انھوں نے شیبا کو اغوا کیا تب بھی اسرائیلی حکام کو کچھ نہ بتایا، جب آرمر دوسروں کے ذریعے اغوا کیا گیا تو اس وقت بھی خاموش رہے، آرمر اور شیبا کے سلسلے میں سمجھوتا ہوتا رہا کہ انھیں وادیٔ قاف یا جزیرے میں ایک جگہ رکھ کر فرہاد سے مشین منگوائی جائے۔ ایسے وقت بھی کلب والے خاموش رہے پھر پتا چلا کہ مسٹر ان نون اور مسٹر سرہاس کے درمیان سمجھوتا ہو گیا ہے اور آرمر جزیرے میں پہنچایا جا رہا ہے لیکن جب آرمر کی جگہ سونیا پہنچ گئی اور وہاں دھماکے ہونے لگے تو اچانک ہی اسکرین پر یہ تحریر ابھری کہ بلائنڈ کلب والے اعلیٰ حکام سے مخاطب ہو رہے ہیں۔

تمام اسرائیلی حکام اپنی اپنی جگہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، یقیناً کوئی اہم اطلاع ملنے والی تھی اور وہ اہم اطلاع یہ ملی کہ جزیرے کا ماسٹر ان نون ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں آ چکا ہے اور بلائنڈ کلب والے بازی ہار چکے ہیں، اب یہ بھید جلد ہی کھلنے والا ہے کہ شیبا کے اغوا میں بلائنڈ کلب والوں کا ہاتھ ہے، اب فرہاد، رسونتی، شیبا اور سونیا وغیرہ کا غصہ اسرائیلی حکام پر اترے گا۔

یہ اطلاع ملتے ہی ان پر یوں سکتہ طاری ہو گیا جیسے وہ جیتے جی مر گئے ہوں، اب ان کی آنکھوں کے سامنے موت کی تاریکی تھی، وہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے، شیبا اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان سب کے دماغوں میں پہنچے ہوئے ہیں، کوئی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے، وہ ٹیلی پیتھی کے دوش پر آنے والی موت سے نہیں چھپ سکیں گے۔

ایک اعلیٰ افسر نے کمپیوٹر کے ذریعے غصے کا اظہار کیا "ہم بلائنڈ کلب والوں سے مخاطب ہوں، کیا انھیں اس حماقت کا احساس ہے؟ ان کی غلط پلاننگ کی وجہ سے ہم سب موت کے منہ میں جا رہے ہیں، یہاں کا ایک اعلیٰ عہدے دار، فوج کا ایک اعلیٰ افسر بھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہاتھوں زندہ نہیں بچے گا۔"

بلائنڈ کلب والوں کی طرف سے جواب ملا "ہم نے کوئی غلط پلاننگ نہیں کی، یہ فرہاد کی زندگی میں پہلا موقع آیا تھا جب اس کی ساتھی عورتیں ایک برس دو ماہ تک جزیرے میں قیدی کی زندگی گزار رہی تھیں، وہ انھیں وہاں سے نکالنے میں ناکام رہا تھا، ہماری پلاننگ کے باعث تمام سپر طاقتیں حیران اور پریشان ہو گئی تھیں اور سب کو یقین تھا کہ ہم کامیاب ہونے والے ہیں اور ہم کامیاب ہو رہے تھے، ایسے میں ناکامی مقدر بن جائے تو ہماری پلاننگ میں کوئی کھوٹ نہیں نکالا جا سکتا۔"

کلب والوں کی جانب سے دوسری تحریر ابھری "ہم پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں، آپ لوگ حفاظتی انتظامات کریں، حکومت کے مختلف شعبوں کے جتنے اعلیٰ حکام ہیں وہ فوراً استعفا دیں اور ان کی جگہ ایسے افراد کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور دی جائے جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ ہوں، جو یوگا کے ماہر ہوں یا کم از کم ان کے متعلق اتنا یقین ہو کہ فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھیوں نے کبھی ان کی آواز اور لب و لہجہ نہ سنا ہو اور نہ ہی ان کی آوازوں تک پہنچ سکتے ہوں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا، کہا "بلائنڈ کلب والوں کا دماغ چل گیا ہے؟ یہ سیاسی معاملات ہیں، پلک جھپکتے ہی سیاسی تبدیلیاں نہیں آ سکتیں، تم لوگ اپنے منصوبوں کی ناکامی کی سزا ہم لوگوں کو دے رہے ہو، ہمیں اقتدار سے ہٹانا چاہتے ہو۔"

دوسرے اعلیٰ حاکم نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "ہم اتنی آسانی سے اقتدار نہیں چھوڑیں گے، شیبا کو تم لوگوں نے اغوا کیا، فرہاد کو تم لوگوں نے بلیک میل کیا۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، ہم فرہاد، شیبا اور رسونتی کے سامنے اپنی صفائی پیش کریں گے، وہ نادان نہیں ہیں۔ اتنا تو سمجھ ہی لیں گے کہ تم لوگوں کی چالبازیوں میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔"

بلائنڈ کلب والوں کی جانب سے کہا گیا "فرہاد اتنا تو سمجھ ہی لے گا کہ اسرائیلی خزانے سے وہ جزیرہ خریدا گیا اور وہاں ہزاروں مسلح افراد کی پرورش کی گئی، یہ جو بھی ڈراما کھیلا گیا وہ دولت اسرائیل کے بل پر کھیلا گیا ہے۔"

دولت اور اقتدار کی ہوس بری ہوتی ہے، دنیا کا کوئی بھی

اقتدار پسند شخص اپنی کرسی چھوڑنا نہیں چاہتا خواہ اس کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس کی جان ہی کیوں نہ نکل جائے۔ اب ان تمام اعلیٰ حکام کو ہمارا انتظار تھا، وہ سمجھ رہے تھے، بھید کھلتے ہی ہم ان کی طرف لپکیں گے۔ ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کریں گے۔ ان کی حکومت کو نقصان پہنچانا چاہیں گے، اگر خود کو اور حکومت کو بچانے کے لیے گڑگڑا کر معافی مانگنا پڑے تو وہ معافی تو کیا، ہمارے قدموں میں گر جائیں گے، ہر ممکن طریقے سے اپنی صفائی پیش کریں گے۔ ہمیں قائل کریں گے کہ یہ صرف بلائنڈ کلب والوں کی غلطی تھی اور اس غلطی میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔

وہ ہمیں موم کرنے، ہم سے معافی مانگنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے، ہمارا انتظار کر رہے تھے اور وہ انتظار تھکا دینے والا تھا، ہم ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی قوم کی بیٹی شیبا بھی ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی، یہ ایسی بات تھی جس سے اور زیادہ تجسس پیدا ہو رہا تھا اور دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔

فی الحال ان سے رابطہ قائم کرنا ضروری نہیں تھا۔ ہم چپے چپے اسرائیل کے اہم فوجی اسلحہ خانوں اور وہاں کے اعلیٰ حکام کے متعلق معلوم کر رہے تھے کہ وہاں کوئی تبدیلی ہو رہی ہے یا نہیں؟ شیبا وہاں زیادہ عرصے رہ کر آئی تھی، وہاں کے متعلق ہم سے زیادہ جانتی تھی، وہ ایک ایک اہم افسر اور حاکم کے دماغ میں جاتی تھی۔ اس کے ذریعے ہم بھی وہاں پہنچتے تھے اور اپنا جال بچھاتے تھے، ہمیں ان سے اپنی شرائط منوانا تھیں، اگر وہ نہ مانتے تو انھیں تھوڑا بہت نقصان پہنچا کر ماننے پر مجبور کر دیتے۔

ہم نے مسٹر ان نون کو اس کے کاٹیج میں نظر بند کر دیا تھا۔ اسرائیلی حکام اور بلائنڈ کلب والوں سے نمٹنے کے تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد ان نون سے کہا "بلائنڈ کلب کے کسی بھی ممبر سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی، اگر نہ کرتا تو ہم اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے۔ بہر حال اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا، دوسری طرف سے جواب ملا "مسٹر ان نون! پہلی اطلاع کے مطابق تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے شکنجے میں ہو، اگر یہ درست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میری آواز وہ بھی سن رہے ہوں گے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارا بھید کھلنے کے بعد وہ کیسی کیسی انتقامی کارروائیاں کر سکتے ہیں، بہر حال سمجھوتے کی کوئی گنجائش ہوئی تو ہم ان سے درخواست کریں گے کہ ہم سے دوستی نہ سہی تو دشمنی بھی نہ کریں، اپنی جو شرائط منوانا چاہیں، ہم تیار ہیں۔"

میں اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچا۔ پتا چلا، بلائنڈ کلب کے ممبران سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور اس کمپیوٹر کے ذریعے بلائنڈ کلب کے ممبران کو یہ ساری رپورٹ پہنچا رہا ہے، مسٹر ان نون نے ہماری مرضی کے مطابق کہا "مسٹر فرہاد کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس جزیرے سے تمام جنگجو افراد ہٹا لیے جائیں۔ اسلحے کا گودام تباہ ہونے کے بعد جتنی طیارہ شکن توپیں اور مشین گنیں ہیں، وہ سب کاٹیج کے سامنے لا کر ڈھیر کر دی جائیں۔"

کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا شخص یہ ساری باتیں بلائنڈ کلب کے ممبران تک پہنچا رہا تھا۔ وہاں سے کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہوا۔ "ہمیں فرہاد کی یہ شرط منظور ہے۔ دوسری شرط بیان کی جائے۔"

مسٹر ان نون نے پھر میری مرضی کے مطابق کہا "جب تمام ہتھیار ایک جگہ ڈھیر کر دیے جائیں گے تو ان کا ایک طیارہ آئے گا، اس میں شیبا، آمنہ اور سونیا یہاں سے روانہ ہو جائیں گی۔ ان دو شرائط پر فوری عمل لازمی ہے۔ دیر ہو گی اور انھیں نقصان پہنچے گا تو سمجھ لیں نتیجہ کیا ہو گا۔ آپ کی دوستی کی آڑ میں تم لوگوں نے فائدہ اٹھانا چاہا، انھوں نے بھی تمہاری دوستی کی آڑ میں تمہارے اتنے رازوں سے واقفیت حاصل کر لی ہے کہ جب ان رازوں کا انکشاف کریں گے تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے مسٹر ان نون سے کہنے لگا "بلائنڈ کلب کے ممبران کو دونوں شرائط منظور ہیں، ان پر فوری عمل کرو۔ اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ باقی تمام ہتھیار لا کر کاٹیج کے سامنے پھینک دیں، مادام سونیا، شیبا اور آمنہ کے لیے جو طیارہ آئے اسے جزیرے میں اترنے سے کوئی نہ روکے اور نہ ہی ان کی روانگی کے وقت کوئی چھیڑ چھاڑ کی جائے۔"

مسٹر ان نون ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے جزیرے کے اندر پھیلے ہوئے سراغرسانوں اور اہم فوجی افسروں کو حکم دینے لگا کہ وہ اپنے ہتھیار کاٹیج کے سامنے لا کر ڈال دیں۔ شیبا نے جناب شیخ الفارس صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہماری روانگی کا وقت آ چکا ہے، طیارہ روانہ کیا جائے۔"

فرانس کا ایک طیارہ بہت پہلے ہی روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس کا پائلٹ ایتھنز کے ایئرپورٹ پر ہمارے حکم کا منتظر تھا۔ جناب شیخ صاحب نے کہا "بیٹی شیبا! میں اس پائلٹ کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر حکم دو، وہ چلا آئے گا۔"

انھوں نے پائلٹ کی آواز سنائی۔ شیبا نے خیال خوانی کی پرواز کی، پھر اس پائلٹ کے پاس پہنچ کر کہا "میں شیبا بول رہی ہوں — جزیرے میں ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ طیارہ لے آؤ۔ یہاں کوئی باقاعدہ ایئرپورٹ نہیں ہے۔ تم پرواز کے دوران جزیرے کے گھنے جنگلوں کے درمیان ایک چوڑا پختہ راستہ دور تک جاتا ہوا دیکھو گے، اسی راستے پر جہاز اتارنا ہو گا۔ تم جہاں بھی اترو گے ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔"

جزیرے میں مسٹر اَن نون کے احکامات کی تعمیل ہو رہی تھی۔ اس کے مسلح افراد گاڑیوں میں آ رہے تھے، مشین گنیں اور دوسرے جدید ہتھیار لا کر کاٹیج کے سامنے ڈال رہے تھے۔ طیارے کے پائلٹ سے ہمارا رابطہ قائم تھا۔ سونیا نے چھ گاڑیاں لیں۔ ایک میں وہ مسٹر اَن نون، دونوں باڈی گارڈ، شیبا اور آمنہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔ جزیرے میں ہمارے تقریباً چالیس وفادار تھے جن میں سے ستائیس باقی بچے تھے۔ وہ تمام جانباز پانچ گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ شیبا اور سونیا کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

میں کبھی چپ چاپ سپر ماسٹر کے پاس پہنچتا تھا، کبھی ماسک مین سے رابطہ قائم کرتا تھا اور کبھی اسرائیلی حکام کے پاس پہنچتا تھا۔ ان تمام دشمنوں پر نظر رکھنا بہت ضروری تھا۔ وہ کسی وقت بھی سونیا، شیبا اور آمنہ کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔

سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر پتا چلا، خلائی سیارے کے ذریعے اس جزیرے کی تصویریں اتاری جا رہی ہیں۔ ان تصویروں کے ذریعے پتا چلا کہ آرمر کی جگہ سونیا پہنچی تھی اور دھماکے ہو رہے تھے۔ پے در پے کئی دھماکوں کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔ پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا تھا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا، وہ خلائی سیاروں کے ذریعے معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ بات ہمارے حق میں تھی۔ دشمنوں کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ میری تین ساتھی عورتیں وہاں سے روانہ ہو رہی ہیں۔

سپر ماسٹر بار بار کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اپنے آدمیوں کو میرے پاس بھیجنا چاہتا تھا اور ان کے ذریعے پوچھنا چاہتا تھا "فرہاد صاحب کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی فرصت کب ملے گی؟"

میں جواب دیتا تھا "ابھی جزیرے میں مصروف ہیں، جیسے ہی فرصت ملے گی، رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

اسی رات دس بجے شیبا، آمنہ اور سونیا اپنے ستائیس جانبازوں کے ساتھ پیرس بخیریت پہنچ گئیں۔ ان جانبازوں کے لیے حکومتِ فرانس نے پہلے ہی رہائشی انتظامات کر دیے تھے اور شیخ صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لیے ایک نئی بستی آباد کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا علاقہ مخصوص کر دیا جائے گا۔ اَن نون کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ اب تم نہ گھر کے رہے اور نہ گھاٹ کے۔ جہاں جا سکتے ہو جاؤ اور دیکھو کہ اب تمھیں کون قبول کرتا ہے؟

دوسرے دن فرانسیسی اخبارات میں یہ چونکا دینے والی خبر شائع ہوئی کہ شیبا اور آرمر بخیریت بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئے ہیں۔ جزیرے کا مسٹر اَن نون اور وادیٔ قاف کا مسٹر پہلا جو ڈراما پلے کر رہے تھے، فرہاد علی تیمور نے اس کا ڈراپ سین کر دیا ہے۔

اب اس جزیرے اور وادیٔ قاف میں اُلّو بول رہے ہیں۔

یہ خبریں پڑھنے کے بعد سپر ماسٹر نے پھر رابطہ قائم کیا۔ بار میں نے کمپیوٹر کے ذریعے اس کی بات سنی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیا یہ درست ہے؟ دو انجانے دشمنوں نے جزیرے اور وادیٔ قاف میں زبردست محاذ بنا رکھا تھا۔ کیا واقعی مسٹر فرہاد اپنے ساتھیوں شیبا اور ... کو وہاں سے نکال کر لے گئے ہیں؟"

میں نے کمپیوٹر کے ذریعے جواب دیا "ہاں، مسٹر فرہاد نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا ہے۔ تم نے شیبا اور آرمر کو وہاں مار ڈالنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جو تم نے کیا، وہی کہہ رہا ہوں۔ میرا آدمی یہاں سے چار سوٹ کیس لے جا رہا تھا۔ تم لوگوں نے اس پر قبضہ جما لیا۔ اسے جزیرے تک پہنچنے نہیں دیا جس کے نتیجے میں شیبا کو ہلاک کیا جا سکتا تھا، آرمر بھی مارا جاتا۔ تمہارا کچھ نہ بگڑتا، فائدہ ہی فائدہ ہوتا کیونکہ تمہاری دانست میں وہ ٹرانسفارمر مشین تمہارے ہاتھ آ گئی تھی۔"

"ہم جانتے تھے، تمہارے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو، کسی نہ کسی طرح انھیں وہاں سے نکال لے جاؤ گے۔ خوامخواہ مشین ان کے ہاتھ آ جاتی۔ اس لیے ہم نے اس پر قبضہ جما لیا اور یہ بات تم نے ہی کہی تھی کہ اس مشین کا مالک کوئی نہیں ہے جس کے ہاتھ آ جائے، وہ اسی کی ملکیت ہو گی۔ اسے حاصل کرنے کے لیے دوست دشمن ہو رہے ہیں اور دشمن دوست بن رہے ہیں۔ کبھی دشمن سے دوست ہوتے پھر اس مشین پر قبضہ جمانے کے سبب دوست سے دشمن بن گئے۔ آج وہ مشین ہمارے پاس ہے لیکن یقین دلاتے ہیں کہ ہم دشمن نہیں ہیں، آج بھی تمہارے دوست ہیں۔"

میں نے کہا "ہاں، دشمن کیسے ہو سکتے ہو، ابھی تو اس مشین کو آپریٹ کرنے کے لیے ہماری ضرورت ہو گی اور تمہارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دوسروں کے بہت سے علوم اپنے دماغوں میں منتقل کرا سکو گے لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں ہو گا۔ اس کے لیے ہمارا تعاون لازمی ہے اور ہمارا تعاون حاصل کرنے کے لیے دشمنی نہیں کرو گے، ہر طرح دوستی کا یقین دلانے کے لیے ناکام کوشش کرو گے۔"

"تم صاف لفظوں میں کہہ رہے ہو کہ دوست بنانے کی کوشش ناکام ہو گی۔"

"وہ تو ہو چکی ہے۔"

اس کی طرف سے جواب موصول ہوا "پلیز ذرا ایک منٹ انتظار کرو۔"

اسکرین خاموش ہو گئی۔ پھر ایک منٹ سے پہلے ہی سپر ماسٹر کی طرف سے تحریر ابھری "مسٹر فرہاد! یہ کیا؟ ہمارے ماہرین کہہ رہے ہیں، وہ مکمل ٹرانسفارمر مشین نہیں ہے بلکہ ٹرانسفارمر مشین ہے ہی نہیں، مختلف مشینوں کے کچھ حصے چاروں سوٹ کیس میں رکھ دیے گئے ہیں۔"

"تمہارے ماہرین درست کہہ رہے ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے جب انھوں نے یگیح ہال میں اس مشین کو چیک کیا اور اس کے کاغذات پڑھے تو وہیں تصدیق کر دی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ہے۔"

"انھوں نے یگیح ہال میں تصدیق کی اور گھر پہنچ کر تردید کر رہے ہیں۔ پھر میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"آخر تم کیا چکر چلا رہے ہو؟"

"تم لوگوں کو کب عقل آئے گی؟ میں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ مجھے ٹرانسفارمر مشین کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضرورت نہیں ہے تو میں اسے اس جگہ سے کیوں نکالوں گا جہاں وہ محفوظ ہے۔"

"کیا تم اعتراف کرتے ہو کہ تم نے مشین کے سلسلے میں دھوکا دیا ہے؟"

"اس سلسلے میں دوستی، دشمنی، دھوکا، فریب سب جائز ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارے فریب کا علم نہیں ہے؟ پہلی بار سنگل پائلٹ جب یہاں سے اپنا سوٹ کیس لے جا رہا تھا، تب تمہارے ہی آدمیوں نے اس پر حملہ کیا۔ یہ بات میں یقین سے کہتا ہوں۔ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ دوسری بار اس مشین کو تمہاری نظروں کے سامنے لے جاتا اور یہ یقین کر لیتا کہ تم لے جانے کا موقع دو گے۔"

"میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تمھیں مشین کی ضرورت نہیں ہے اور تم اسے میرے ہی ملک میں چھپا کر ہمیشہ کے لیے وہیں چھوڑ دو گے۔"

"اب تک چھوڑا ہوا ہے۔ کل تک شیبا اور آرمر کی زندگی خطرے میں تھی۔ انھیں بچانے کے لیے مشین کو نکالنا ضروری تھا۔ ایسے وقت بھی میں نے اسے نہیں نکالا۔ اپنے ساتھیوں کو بچا کر لے گیا۔ میرے تمام دشمنوں کو اس بات کا یقین ہو جانا چاہیے کہ وہ مشین کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے اور میرے ساتھیوں کو اغوا کر کے نقصان اٹھائیں گے۔ انھیں کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔"

"کیا تم بتانا پسند کرو گے کہ کن لوگوں نے شیبا اور آرمر کو اغوا کیا تھا؟"

"ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر، ماسک مین کے پاس تھا اور شیبا اسرائیلی حکام کی پناہ میں تھی۔ دونوں نے ایک ہی طرح کی چال چلی۔ ماسک مین نے اپنی ہی خفیہ فورس کے ذریعے آرمر کو اغوا کرا کے اسے وادیٔ قاف میں بھیج دیا تاکہ میں یہ ثابت نہ کر سکوں کہ یہ نئے ماسک مین کی چال ہے۔ سب بے چارہ پرانا ماسک مین اس سلسلے میں مارا گیا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل میں بلائنڈ کلب والوں نے بھی یہی چال چلی۔ ہم ثابت نہیں کر سکتے تھے کہ انھوں نے ہی اپنی قوم کی بیٹی شیبا کو اغوا کرایا ہے اور اسے یرغمال بنا کر مشین حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں ان کے منصوبوں کے مطابق مشین ان کے حوالے کر دیتا تو آئندہ کبھی ان چالبازوں کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔"

"مسٹر فرہاد! ایک تو تم نے ہمیں مشین کے سلسلے میں دھوکا دیا، دوسرے ہمارے اس طیارے کو ابھی تک رن وے پر روک رکھا ہے۔"

"میں نے اس طیارے کی نگرانی نہیں کی۔ اپنے معاملات میں مصروف رہا۔ تم چاہتے تو طیارے کو وہاں سے اڑا کر لے جا سکتے تھے۔"

"ہمارا دماغ خراب نہیں ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں، بعد میں تم انتقامی کارروائی کرتے اور ہم تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی نقصان اٹھانا نہیں چاہتے۔"

"تو پھر اچھے بچوں کی طرح اس جہاز میں میرے باقی ساتھیوں کے لیے بھی سیٹیں ریزرو کرا دو۔ وہ اسی طیارے میں یہاں سے جا رہے ہیں۔ کیا تم انھیں روکنا چاہو گے؟"

اس کی کیا مجال تھی۔ اچھی طرح جانتا تھا، ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کس طرح ہر ملک کے سماجی، اقتصادی، سیاسی اور فوجی رازوں سے واقف ہوتے ہیں اور کس طرح پلک جھپکتے ہی بڑے سے بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

میرے تمام دشمن اسی بات پر تلملاتے ہیں کہ ہم ان کی گرفت میں آنے کے بعد بھی ان کے قابو میں نہیں رہتے۔ وہ ہمیں کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ میں ڈمی کی حیثیت سے اس کے ملک میں تھا اور جب تک اس کے ملک میں رہتا، وہ مجھے گولی نہیں مار سکتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں ایک ڈمی کو مار کر اپنے ملک کو بہت بڑا نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ مختصر یہ کہ میں غلام باقی اور منگل پانڈے کے ساتھ بخیریت امریکا سے پیرس چلا آیا۔

میں نے مورینا اور تنانہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ مورینا تو پہلے ہی ہمارے کام کی نہیں تھی۔ ہم اس پر کبھی بھروسا نہیں کر سکتے تھے اور جہاں تک بھروسے کی بات تھی، تنانہ نے بھی میرے اعتماد کو دھوکا دیا تھا۔ اگرچہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ مجھے بے حد چاہتی تھی لیکن بہن کی محبت سے مجبور تھی اور بہن کی محبت میں آ کر اس نے ایسی ایسی حماقتیں کی تھیں کہ میں وقت پر نہ سنبھلتا تو وہ ٹرانسفارمر مشین آسٹن اور ہارڈی کے ہاتھوں میں چلی جاتی۔ پھر ہمارے مقابلے

پرٹیلی پیتھی جاننے والے دو زبردست شیطانوں کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ آج بھی دل و جان سے مجھے چاہتی تھی لیکن ایک نادان عورت کی محبت نے مجھے جو سبق سکھایا تھا اس کے بعد میں دوسرا عبرت ناک سبق سیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے بابا صاحب کے ادارے میں چند روز قیام کیا پھر سونتی کے ساتھ پیرس آگیا۔ پیرس میں بھی سونیا شیبا کوپی اپنے دونوں پارس، دانشور کی اور دوسرے تمام چاہنے والوں سے ملاقات ہوتی رہی۔ ان سے مل بیٹھنے اور ہنسنے بولنے میں بہت اچھا وقت گزرتا تھا۔

وہاں دو باتیں ہمارے زیر بحث رہتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اسرائیلی حکام کو کس طرح عبرت ناک سبق سکھایا جائے۔ دوسرے یہ کہ ٹرانسفارمر مشین امریکا سے یہاں کیسے لائی جائے۔ شیبا نے کہا "میں اپنی قوم کے لوگوں کے دوغلے پن سے مایوس اور شرمندہ ہوں۔ پہلے میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھی کہ مسلمان اور یہودیوں میں دوستی نہیں ہو سکتی۔ جناب شیخ صاحب! آپ نے آخری حد تک دوستی نبھانے کی کوشش کرلی۔ ایک نہیں کئی بار ہمارے درمیان دوستی ہوئی اور ہم ان سے دھوکا کھاتے رہے۔ آئندہ میں کبھی اپنی قوم کے لوگوں سے دوستی کرنے کو نہیں کہوں گی لیکن ایک بات کی التجا کرتی ہوں۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "تم ہماری بیٹی ہو، ہم تمھارے بزرگ ہیں۔ ہمارے سامنے خاکسار بن کر التجا نہ کرو۔ بیٹی بن کر دل کی بات کرو۔"

اس نے کہا "مجھے سرزمین اسرائیل سے محبت تھی، ہے اور رہے گی۔ میں وہاں پیدا ہوئی، پلی بڑھی۔ وہیں سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ میں نہیں چاہوں گی کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس زمین پر کوئی تباہی آئے۔"

میں نے کہا "ہم اسرائیلی حکام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اور نہ ہی تمھاری قوم کے لوگوں کی برائی چاہیں گے۔ انھوں نے تمھارے ساتھ جو سلوک کیا اور ہمارے ساتھ جو دھوکا کیا اس سلسلے میں جو بہتر سمجھو کرو، ہم میں سے کوئی تمھارے کسی فیصلے سے انکار نہیں کرے گا۔"

"میرے لوگوں کے لیے اتنی سزا بہت ہوگی کہ ہم ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں بلکہ رابطہ ہی قائم نہ کریں۔ ہمارے ساتھ انھوں نے جو کیا، اس سلسلے میں بھی کوئی بات نہ کریں۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اب ہم سے دوستی تو کیا دور کی شناسائی بھی ممکن نہیں رہی۔"

اس کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ جناب شیخ صاحب نے کہا "ٹیلیفون کے ذریعے، ٹرانسمیٹر کے ذریعے، ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ اگر تمھارے لوگ ہمیں مخاطب کریں تب بھی ہم کوئی جواب نہیں دیں گے۔ ہماری طرف سے تم ہی باتیں کرو گی اور جو مناسب سمجھو گی وہی کرو گی۔"

مجھے دشمنوں سے اتنی لمبی چھٹی پہلے کبھی نہیں ملی تھی جس کا... میں تقریباً سات برس تک پیرس، لندن، فرینکفرٹ اور روم... میں گم نام رہ کر سکون سے وقت گزارتا رہا۔ پھر میں نے امریکا... کا ارادہ کیا۔ سونتی نے پوچھا "کیا تمھارا جانا ضروری ہے؟"

"جب تک وہ ٹرانسفارمر مشین وہاں چھپی ہوئی ہے... کی فکر رہے گی۔ میں کسی بھی طرح اسے نکال لانا چاہتا ہوں۔ اس... لیے پھر ایک نئے روپ میں امریکا جاؤں گا۔"

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ہر ایک کے ساتھ ایک... دو دو گھنٹے گزارے۔ پوجا کی خواہش تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ... میں نے وعدہ کیا جیسے ہی اس کی ضرورت ہوگی اسے بلالوں گا۔... نے پندرہ منٹ کے لیے ملاقات کی۔ مجھ سے کہا "زیادہ لگاؤ... نہیں ہوتا۔ ہم گھنٹا بھر تک ساتھ رہیں گے تو محبت شدت اختیار کر... گی۔ مجھ پر بزرگانِ دین کا سایہ ہے۔ میں نفس کو مارنے کی عادت... ہوں۔ لہٰذا تمھارے ساتھ زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اعلیٰ بی بی سے ملاقات ہوئی تو اس نے شکا... کی "مجھے بھول گئے ہو؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "یادوں کا ایک موسم ہوتا... آج کل تمھاری یادیں ساون کی بدلیوں کی طرح گھر گھر کر آ رہی ہیں..."

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی "تم نے اس مشین کو چھ... میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اب اس مشین کو لانے کے... میری ذہانت کو آزما کر دیکھو۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یقیناً وہاں تمھاری ذ... ہی کام آئے گی۔ میں تمھیں ضرور بلاؤں گا۔"

شیبا مجھ سے ملنے نہیں آئی۔ مجھے اس کے پاس جانا پڑا۔ وہ بیمار تھی۔ میں نے پوچھا "کیسی ہو؟"

وہ نقاہت سے مسکراتے ہوئے بولی "جانے والے کو دروازے تک چھوڑنے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس تم میرے دروازے پر آئے..."

"میں تو ایک زمانے سے تمھارے دروازے پر ہوں مگر تو... احساس نہیں ہے۔"

اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اس کی پیشانی کو چھو کر... نبض دیکھنے کے لیے اس کی کلائی تھام لی پھر پوچھا "یہ موسمی... ہے یا جذبوں کی حرارت؟"

اس نے ایک بازو اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ مجھ سے منہ... لگی۔ حسینوں کی ایسی ہی ادائیں مارتی ہیں۔ میں نے ذرا جھک کر... سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ قیصری قلعے میں تمھارا انتظار کروں گا۔"

وہ اور زیادہ منہ چھپا کر بولی "میں نہیں آؤں گی۔"

میں نے سمجھایا "تمھاری قسم پوری ہو چکی ہے۔ تم نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس سے بڑا کارنامہ کوئی ہو نہیں سکتا کہ تم نے میرے بیٹے پارس کو اتنی کم عمری میں تراش خراش کر ہیرا بنا دیا ہے۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

"تمھارا دل تو کب سے رکھا ہوا ہے۔ میرا بھی دل رکھ لو۔ بات مان جاؤ۔ میں انتظار کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں چلا آیا۔ اپنے دونوں بیٹوں سے صبح و شام ملتا رہتا تھا۔ ان کی کارکردگی دیکھتا رہتا تھا۔ ماسٹر دانشور کی واقعی بڑے سلیقے سے انھیں فولاد بنانے کی منزل تک لے جا رہا تھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ میرے دونوں بیٹے انشاء اللہ دشمنوں کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے۔

میں نے میک اپ کر لیا تھا۔ اپنی روانگی کو فرانسیسی حکمرانوں اور دیگر افسران سے چھپایا تھا۔ سونتی سے کہہ دیا تھا کہ پیرس پہنچ کر کسی ہوٹل میں قیام کروں گا اور امریکا جانے والی کسی فلائیٹ میں سیٹ ریزرو کراؤں گا لیکن پیرس پہنچتے ہی میری منزل بدل گئی۔ میں انقرہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

میں نے سفر کے دوران شیبا کو مخاطب کرنا چاہا تو سیدھا دماغ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکی۔ اسے تیز بخار تھا۔ ایسی حالت میں نہ تو اس کا دماغ حساس تھا اور نہ ہی وہ سانس روک سکتی تھی۔ میں کبھی اپنوں کے دماغ میں بغیر اجازت نہیں جا سکتا۔ اگر جاؤں تو فوراً مخاطب کرتا ہوں لیکن اسے مخاطب نہ کر سکا۔ پہلے تو یہ سوچتا رہ گیا کہ اس نے سانس کیوں نہیں روکی؟ مجھے بغیر اجازت آنے کیوں دیا؟

چند لمحوں میں معلوم ہو گیا کہ وہ تیز بخار میں مبتلا ہے۔ میں نے ان چند لمحوں میں اس کی سوچ کا کچھ حصہ بھی پڑھ لیا۔ وہ اپنی قوم کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جناب شیخ صاحب نے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا اس اعتماد سے کہ شیبا ہماری ہے، ہماری ہی رہے گی اور کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرے گی جس سے ہمیں نقصان پہنچے۔

لیکن وہ کشمکش میں تھی۔ کبھی اپنی قوم اور سرزمین اسرائیل سے متاثر ہوتی تھی۔ سوچتی تھی، میں وہاں پیدا ہوئی، میں نے وہاں پرورش پائی، تعلیم حاصل کی، عروج حاصل کیا۔ میں اپنے لوگوں کو کیسے الزام دوں کہ انھوں نے مجھے اغوا کر کے ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی غلطی کی۔ اگر میں اپنی قوم کے نقطۂ نظر سے دیکھوں تو یہ غلطی نہیں بلکہ حکمت عملی تھی۔ اغوا ہونے کے بعد اگر میری جان بھی چلی جاتی تو کیا ہوتا! میری قوم کو وہ ٹرانسفارمر مشین ملتی۔ میری جگہ کتنے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو جاتے۔ اس کے بعد میری قوم کو ایسا عروج حاصل ہوتا کہ اس کے سامنے تمام سپر طاقتیں ایک ذرے کی طرح حقیر ہو جاتیں۔

میں اس کے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ مجھے اس کی سوچ پر حیرانی نہیں تھی۔ میں پاکستانی ہوں، اپنے وطن میں نہیں رہتا۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں پاکستانی نہیں ہوں۔ مجھے اپنی پاک زمین سے محبت تھی، ہے اور رہے گی۔ میری پہلی اور آخری خواہش یہ ہے کہ میں مروں تو مجھے ارضِ وطن کی آغوش ملے۔

پھر مذہبی اعتبار سے میں اوّل مسلمان ہوں، آخر مسلمان ہوں۔ انسانیت کے رشتے سے ہر مذہب کی عزت کرتا ہوں اور ہر مذہب کے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن جب میرے دین ایمان کی بات آئے تو میرا جھکاؤ میرے ہی دین کی طرف ہوگا۔ اسی طرح شیبا قومِ یہود کی حمایت میں سوچ رہی تھی۔ یہ کوئی تعجب کی بات تو نہیں تھی۔

ابھی وہ کشمکش میں تھی۔ اگرچہ اپنے لوگوں کی حمایت میں سوچ رہی تھی لیکن ہماری مخالفت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سب سے پہلے تو جناب شیخ صاحب سے بہت متاثر تھی۔ وہ بچپن سے بیمار رہنے والی ایک دُبلی پتلی سی لڑکی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں آنے کے بعد جناب شیخ صاحب نے اس کا علاج کیا تھا۔ وہ بہترین ڈاکٹر بھی تھے اور روحانی معالج بھی۔ انھوں نے اسے جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند بنا دیا تھا۔ پھر مجھ سے اور میری ساتھیوں سے بے حد محبتیں ملتی رہی تھیں۔ ہم سب اس کے بُرے وقتوں میں کام آتے رہے تھے۔ وہ ہمیں کبھی بھلا نہیں سکتی تھی۔

اس وقت وہ تیز بخار میں مبتلا تھی اور دو طرفہ محبتوں کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا، اگر وہ اسی طرح آئندہ بھی... کشمکش میں مبتلا رہی تو اپنے لوگوں کی طرف جھکاؤ زیادہ ہو سکتا ہے۔ بے شک اسے ہم سے اور بابا صاحب کے ادارے سے بے انتہا محبتیں ملیں لیکن وہ محبت، وہ لگاؤ اور وہ خصوصی اپنا پن نہیں ملا جسے پا کر عورت اپنے ماں باپ، اپنے بھائی بہن، اپنے رشتے داروں اور اپنے تمام لوگوں کو حتیٰ کہ پورے میکے کو بھول جاتی ہے۔

وہ مجھے چاہتی تھی، بے انتہا چاہتی تھی لیکن میں نے اس کی چاہت کا بھرپور جواب نہیں دیا تھا۔ جب وہ میرے ساتھ ہندوستان میں ہر مہم میں شریک رہنا چاہتی تھی تو میں نے اسے وہاں سے واپس کر دیا تھا۔ یہی بات اس کے دل کو لگ گئی تھی اور وہ میری نظروں میں اپنا مقام بنانے کے لیے بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے عارضی طور پر الگ ہو گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اس نے یہ سب کچھ مجھے جیتنے کے لیے کیا۔ اب میری باری تھی کہ میں اسے جیت لوں اور یہ وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اگر میں اسے جیتنے میں دیر کرتا تو دنیا میں مجھ سے کہیں زیادہ گبرو جوان ہیں جو اسے متاثر کر سکتے ہیں اور متاثر کرنے والوں میں کوئی یہودی ہیرو بھی ہو سکتا ہے۔ اسے ہیروئن بنا کر اپنی قوم میں واپس

لے جاسکتا ہے۔

میں انقرہ پہنچ گیا۔ وہاں ایک رات ہوٹل میں قیام کیا۔ دوسری صبح معلوم ہوا، شیبا کا بخار اُتر گیا ہے۔ وہ جناب شیخ صاحب سے کہہ رہی تھی "میں کچھ روز بالکل تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

شیخ صاحب نے کہا "تم چاہو تو ہم اس ادارے کے ایک دور افتادہ گوشے میں تمھاری رہائش کا انتظام کردیتے ہیں۔ وہاں کوئی تمھارے پاس نہیں آئے گا۔ تمھاری تنہائی میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

"آپ اجازت دیں تو میں قیصری قلعے میں جاکر کچھ دن رہنا چاہتی ہوں۔"

آمنہ نے کہا "تمھاری یہی خوشی ہے تو چلو، میں تمھارے ساتھ پہلے بھی تھی، اب بھی رہوں گی۔"

شیبا نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا "تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے لیکن تمھیں میرے پارس کے پاس رہنا چاہیے۔ میں بالکل تنہا جاؤں گی۔ محافظ کے طور پر غلام باقی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔"

اس کا علاج بڑی توجہ سے ہو رہا تھا۔ شام تک وہ بستر سے اٹھ کر چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی۔ دوسرے دن صبح کی فلائیٹ سے انقرہ روانہ ہوگئی۔ غلام باقی اس کے ساتھ تھا مگر دور ہی سے اس کی نگرانی کررہا تھا۔ اسے شیبا کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے عارضی میک اَپ کر رکھا تھا۔ پھر میں بھی خیال خوانی کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے باوجود بعد میں پتا چلا کہ کچھ اور لوگ بھی اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔

یہ کھیل جو اَب شروع ہو رہا تھا' اس کا تعلق بھی ٹرانسفارمر مشین سے تھا۔ وہ مشین تمام دشمنوں کے لیے ایک معمّا بن گئی تھی۔ وہ یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ مشین اسی ٹیکساس سٹی میں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے شہر میں کرفیو لگادیا گیا تھا۔ تمام لوگوں پر پابندی عائد کردی گئی۔ کوئی اپنے گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ پھر گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ بعد میں پتا چلا، فرہاد نے تمام فوجیوں کو خیال خوانی کے ذریعے چکر دے کر اس مشین کو بہرام گنگولی کی رہائش گاہ میں چھپایا تھا۔ اگرچہ وہ مشین بھی اصلی نہیں تھی لیکن چھپانے کا طریقہ بتا رہا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے واقعی بڑی سے بڑی مشین کو آنکھوں کا سرمہ بناکر کہیں بھی اسمگل کرسکتا ہے اور اس نے یقیناً مشین کو باباصاحب کے ادارے میں پہنچا دیا ہے۔

دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور تمام بڑے ممالک کے جاسوس دور ہی دور سے باباصاحب کے ادارے کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ دن رات کی یہ رپورٹ اپنے سربراہوں کو پہنچاتے رہتے تھے کہ اس ادارے میں کون آرہا ہے، کون جا رہا ہے؟ ایسے ہی وقت شیبا اگرچہ عارضی میک اَپ میں گئی تھی لیکن اس کی بھی نگرانی ہو رہی تھی۔ میں بھی اس سے پہلے عارضی میک اَپ میں نکلا تھا۔ دشمن میری بھی تاک میں ہوں گے۔ سمجھ[illegible] کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں جار[illegible] اور کیا کرتا پھر رہا ہوں؟ فی الحال مجھے دشمنوں کی کسی بھی سر[illegible] علم نہیں تھا۔

جب وہ انقرہ پہنچی تب پتا چلا' اس کا تعاقب بر[illegible] کیا جارہا ہے۔ وہ انقرہ پہنچنے کے بعد وہاں سے ایک پرائیویٹ[illegible] میں قیصری ٹاؤن جانا چاہتی تھی۔ ہائی وے پر تقریباً بارہ گھنٹے[illegible] اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ بی[illegible] اور کمزوری کے باعث ابھی ٹیلی پیتھی کا ذریعہ استعمال نہیں کر[illegible] غلام باقی اس سے دور ہی دور رہتا تھا۔ وہ مجبور ہوکر اس کے[illegible] آگئی۔ اس سے بولی "میں یہاں سے تنہا سفر نہیں کروں گی۔ را[illegible] رات ہوجائے گی لہٰذا تم میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھوگے۔"

انھوں نے ایئرپورٹ سے ایک کار کرائے پر حاصل[illegible] غلام باقی نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ میں[illegible] اس کے پاس پہنچ کر خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔ میں نے بھی اس با[illegible] اعتراض نہیں کیا کہ اسے غلام باقی کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہی ہ[illegible] کی غلطی تھی۔

پچھلے دنوں سوریا سے عشق کے سلسلے میں غلام باقی[illegible] تصاویر اخبارات میں چھپتی رہی تھیں پھر وہ مشین کے سلسلے میں[illegible] ساتھ رہا تھا۔ اس طرح میرے ساتھی کی حیثیت سے اس کا نا[illegible] دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اگرچہ اس نے شیبا کا باڈی گارڈ بننے کے[illegible] ہلکا سا میک اَپ کر رکھا تھا لیکن وہ نیگرو تھا۔ اپنا رنگ اب[illegible] اور اپنی جسامت نہیں چھپا سکتا تھا۔ پھر شیبا نے کرائے پر وہ کار[illegible] کرنے کے لیے رجسٹر پر لکھوایا تھا کہ وہ قیصری ٹاؤن کے قریب[illegible] قلعے میں جارہی ہے یوں دشمنوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ[illegible] ہے۔ جب سے شیپر ماسٹر نے قیصری قلعے پر حملہ کرکے جوجو کو اغوا[illegible] تھا، تب سے یہ بات کھل گئی تھی کہ شیبا قیصری قلعے کی مالکہ ہے۔

میں صبح سے قیصری ٹاؤن پہنچا ہوا تھا۔ وہیں شیبا کا انتظ[illegible] رہا تھا اور وہ غلام باقی کے ساتھ انقرہ سے دوپہر کو روانہ ہوئی[illegible] رات کے کوئی نو دس بجے اپنے قلعے میں پہنچنے والی تھی۔ میں نے شام[illegible] بجے پھر اس کی خیریت معلوم کی۔ پتا چلا، اس کی گاڑی کو آگے بڑھنے[illegible] روک دیا گیا۔ میں نے غلام باقی سے پوچھا "کیا معاملہ ہے؟"

اس نے کہا "میرے آقا! تھوڑی دیر پہلے ایک گاڑی ہما[illegible] قریب سے گزری تھی۔ اس کے بعد ہی ہماری گاڑی کا ایک پہیہ بے[illegible] ہوگیا۔ میں نے گاڑی سے اُتر کر دیکھا تو پتا چلا انھوں نے سائلنسر[illegible] ہوئے ریوالور سے گولی چلاکر اسے بے کار کردیا ہے۔"

"ڈکی کھول کر فاضل پہیہ نکالو۔"

"ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔ اس کار کو کرائے پر حاصل کرتے وقت ڈکی کھول کر دیکھی نہیں اور نہ ہی یہ پوچھا کہ اس کے ساتھ فاضل پہیہ ہے یا نہیں؟"

"اس کا مطلب ہے، گاڑی آگے نہیں بڑھے گی!"

"یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ پہیہ بے کار کرنے والے واپس کیوں نہیں آئے؟ ہمارے آس پاس دور تک کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ دو گاڑیاں مخالف سمتوں سے گزر چکی ہیں، وہ میرے اشارہ کرنے پر بھی نہیں رُکیں۔"

میں نے کہا "تمھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا ہوگا۔ دشمن مددگار کے طور پر پہنچیں گے اور اپنی گاڑیاں روکیں گے۔ شاید وہ تم دونوں کو لفٹ دینا چاہیں گے۔"

میں نے شیبا سے پوچھا "تمھاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ابھی تو ٹھیک ہوں لیکن راستے میں رات گزارنا پڑی تو کہیں بیمار نہ پڑ جاؤں۔"

"میں گاڑی لے کر آرہا ہوں۔ تم سے رابطہ رکھوں گا۔ اگر کوئی لفٹ دینا چاہے تو اسے باتوں میں لگائے رکھنا۔ میرے اندازے کے مطابق کوئی دو ڈھائی گھنٹے میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔ ہمارے درمیان کافی طویل فاصلہ ہے۔ پھر بھی جلدی پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

میں انہی باتوں کے دوران وہاں سے چل پڑا تھا۔ تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور ان کے دماغوں میں جھانک کر خیریت معلوم کرتا جارہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خیریت نہیں رہی، ان کے قریب ایک گاڑی آکر رُکی۔ اسے ایک شخص ڈرائیو کرتا آیا تھا۔ پچھلی سیٹ پر ایک عورت اور ایک مرد نظر آرہے تھے۔ اس مرد نے گاڑی سے اُتر کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

غلام باقی نے کہا "ہماری گاڑی کا ایک پہیہ بے کار ہوگیا ہے۔ ہم اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں آپ دونوں کو قریبی شہر تک پہنچا سکتا ہوں۔"

شیبا نے مسکرا کر کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہم اپنے ساتھی کا انتظار کریں گے۔"

میں چاہتا تو اس آنے والے اجنبی کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ دشمن بھی ہوسکتا تھا۔ اگر وہ سانس روک لیتا تو اس بات میں کوئی شبہ نہ رہتا کہ یہی شیبا ہے اور اس کے پیچھے رہنے والے خیال خوانی کر رہے ہیں۔

اس شخص نے کہا "میں تو انسانی ہمدردی کے جذبے سے پوچھ رہا ہوں۔ رات ہوچکی ہے۔ آس پاس جنگل ہی جنگل ہے۔ کیا تم لوگوں کے پاس اپنی حفاظت کے لیے کوئی ہتھیار ہے؟"

غلام باقی نے اپنے دو ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جب میں پیدا ہوا تو میرے خُدا نے مجھے یہ دو ہتھیار دیے۔ اس کے بعد تیسرے ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑی۔"

اس شخص نے مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "بے شک، بے شک انسان کو اپنے بازوؤں پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ کار اسٹارٹ ہوئی۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "میں نے سُنا ہے، یاد نہیں کس سے سُنا ہے، مگر کہنے والے قسم کھاکر کہتے ہیں کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کبھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے۔"

کار اسٹارٹ ہوکر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ جانے والا اشارہ دے گیا تھا۔ دشمن ہماری ایک ایک بات اور ایک ایک عادت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اسے یاد بھی رکھتے ہیں۔ جانے والے نے غلام باقی سے اگلوا لیا تھا کہ وہ اور شیبا نہتے ہیں۔ انھوں نے شیبا کو پہچاننے کے لیے اب تک جتنے ثبوت مہیا کیے ان میں سے پہلا ثبوت تو یہ تھا کہ ایک نیگرو اس کے ساتھ تھا۔ اور وہ نیگرو غلام باقی ہی ہوسکتا تھا۔ دوسرا ثبوت یہ تھا کہ وہ قیصری قلعے میں جارہی تھی۔ تیسرا ثبوت یہ تھا کہ وہ دونوں نہتے تھے اور فرہاد کے ساتھی ہمیشہ خالی ہاتھ رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں ایک بڑی سی ویگن کار آئی۔ اس میں عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ وہ ویگن ان کی کار سے ذرا آگے جاکر رُک گئی۔ پھر غلام باقی نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے چاروں دروازوں سے عورتیں ہی عورتیں نکل رہی تھیں۔ وہ تعداد میں دس بارہ ہوں گی۔ ان میں سے ایک نے شیبا کے قریب آکر پوچھا۔ "کیا گاڑی میں خرابی ہوگئی ہے؟"

شیبا نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بولی "تم چاہو تو میں تمھیں شہر تک پہنچا سکتی ہوں۔ میرا نام زیبا پاشا ہے۔ میں انقرہ کے ڈپٹی میئر احمد پاشا کی بیٹی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شیبا نے بھی اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "سوری، میں یہاں اپنے ساتھی کا انتظار....."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اچانک ہی بے ہوش ہوکر زیبا کے اوپر آگری۔ اسے دو عورتوں نے سنبھال لیا۔ شیبا کے ساتھ وہی حربہ استعمال کیا گیا تھا جو جزیرے میں سونیا نے مسٹر ان نون کے ساتھ کیا تھا۔ مصافحہ کرتے وقت اسے انگوٹھی سے نکلنے والی ایک ننھی سی سوئی چبھا دی تھی۔ جس کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا انجیکٹ ہوتی ہے۔ شیبا کے بھی اعصاب کمزور ہوگئے تھے۔ اسے بے ہوش نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن پچھلے دنوں سے وہ بخار میں مبتلا رہی تھی۔ خاصی کمزور ہوگئی تھی، اس لیے خود کو سنبھال نہ سکی۔ اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ زیبا پر آگری تھی۔

غلام باقی کو دوسری عورتوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ پھر شیبا سے پوچھا "مادام! آپ کو کیا ہوگیا؟"

وہ اس کی طرف آنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ایک عورت اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر جھول گئی۔ دوسری عورت پیچھے سے آکر اس
وہ اس کی طرف آنا چاہتا تھا مگر زیبا پاشا کی ساتھیوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ وہ ان سے بچ کر شیبا کی طرف جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عورتوں کے ہجوم نے اسے اس طرح گھیرا ہوا تھا کہ اس کے لیے ان کا حلقہ توڑ کر نکلنا مشکل ہو گیا۔ غلام باقی جیسے دیو نما شخص کے لیے دس پندرہ آدمیوں کے شکنجے سے نکلنا بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس کے فولادی ہاتھ پیر حرکت میں آجاتے تو کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا لیکن سب سے بڑی مشکل اس کے لیے یہ تھی کہ اسے گھیرنے والی سب کی سب عورتیں تھیں اور وہ عورتوں کے ساتھ اُلجھنا کسی صورت میں بھی پسند نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس کا ایک ہاتھ برداشت نہیں کر سکتی تھی مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ انھیں ہاتھ لگانے کو تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاتھ لگانا تو بڑی بات ہے۔ جب سے اس نے مورینا سے دھوکا کھایا تھا وہ صنفِ نازک کے سائے سے بھی بچ کر چلنے لگا تھا۔ وہ عجیب کشمکش میں گرفتار تھا۔ جدھر رُخ کرتا تھا وہ مکھیوں کے چھتے کی طرح اڑ کر اس کی راہ میں حائل ہو جاتی تھیں۔ آگے بڑھنا چاہتا تھا تو اس کی طرف یلغار کر دیتی تھیں اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگتا تھا۔ آخر عاجز آکر مجھے مخاطب کرکے پوچھا "میرے آقا! آپ ہی کچھ مدد کریں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں!"

میری طرف سے جواب نہیں ملا۔ وہ سمجھ گیا میں ابھی شیبا کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس نے غرّا کر ان عورتوں کی طرف دیکھا اور پھر اس کا دماغ بری طرح کھول اٹھا۔ اس نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ کر آگے بڑھ کے ایک عورت کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "سور کی بچیو! تم سب کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کون تمھیں لایا تھا؟"

اس نے بالوں کو اتنی سختی سے جکڑ رکھا تھا کہ اس عورت کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر کہہ رہی تھی "میں نہیں جانتی، میں کسی کو نہیں جانتی!"

غلام باقی نے اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ ناک سے اور باچھوں سے خون بہنے لگا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پھر دوسری کی طرف بڑھا۔ وہ اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی، باقی نے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ پھر اسے ٹانگ کی طرف سے پکڑے ہوئے گول گھماتے ہوئے بولا "جلدی بتاؤ ورنہ میں چکر دیتا ہوا اتنی دور پھینکوں گا کہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آؤ گی۔"

وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی "میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ خدا کی قسم کھاتی ہوں، ہم کسی کو نہیں جانتے۔ ایک دولت مند نے ہم لوگوں کو پانچ پانچ ہزار ڈالر دیے ہیں۔ کام صرف یہ ہے کہ ایک مرد کو گھیر کر کچھ دیر کے لیے آگے بڑھنے سے روکے رکھنا ہے۔ ہم سب الفقرہ کی نوالہ ہیں۔ اسی لیے شاید اس نے ہمیں کرائے پر حاصل کیا تھا۔"

دوسری عورتیں سہمی ہوئی دور کھڑی تھیں، وہ بھی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں "یہ سچ کہہ رہی ہے۔ ہم بہت ہی معمولی درجے کی طوائفیں ہیں کبھی مہینے میں پانچ سو ڈالر نہیں کماتے۔ اتنے سے کام کے پانچ ہزار ملے تو ہم خوشی خوشی تیار ہو گئے ہم اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر آئی ہیں۔"

غلام باقی ایک عورت کو ٹانگ سے پکڑے ہوئے تھا اور جھٹکے دے رہا تھا۔ اسے پھینکنا چاہتا تھا میں نے کہا "اسے چھوڑ دو۔ یہ عورتیں سچ بچ کرائے کی جونکیں ہیں۔"

وہ ندامت سے بولا "میرے آقا! میں شرم سے مر جاؤں گا مادام میری حفاظت میں تھیں اور میں ان کی حفاظت نہ کر سکا۔"

"خوامخواہ جذباتی نہ بنو۔ ہم بھی کسی نہ کسی مرحلے میں ناکام ہوتے ہیں اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے۔ وہیں انتظار کرو۔ کسی گاڑی میں لفٹ مل جائے گی تو قیصری ٹاؤن چلے آنا ورنہ میں وہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی راستے میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ویگن مجھے نظر آتی ہے یا نہیں؟"

میں پھر شیبا کے دماغ میں آگیا۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ اس کی سوچیں بے ترتیب تھیں۔ میں صحیح طور پر معلوم نہیں کر سکا تھا کہ وہ ویگن کے اندر کس حالت میں ہے۔ اس کے آس پاس بیٹھی ہوئی کوئی عورت بول رہی تھی۔ اس کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی تھی کیوں کہ شیبا کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ میں اس کے ذریعے دوسری بولنے والی کی باتیں صاف الفاظ میں سُن نہیں سکتا تھا۔

میرا خیال تھا، میں شیبا کے ذریعے ان راستوں کو سمجھتا جاؤں گا جہاں سے وہ لے جائی جا رہی تھی یا اس کے آس پاس بیٹھی ہوئی عورتوں کی گفتگو سے کچھ اندازہ کر سکوں گا لیکن شیبا کی بیماری اور کمزوری نے مجھے ہر طرح سے کمزور بنا دیا تھا۔

میں نے سونتی کو مخاطب کرکے کہا "پھر ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ شیبا کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

اُس نے فوراً ہی جناب شیخ الفارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں آپ کے دماغ میں رہ کر فرہاد سے گفتگو کر رہی ہوں۔ پھر ایک مصیبت آگئی ہے۔ شیبا کو اغوا کیا جا رہا ہے۔"

وہ شیخ صاحب کے دماغ میں رہ کر مجھ سے بولی "کیا سراغ لگا سکتے ہو کہ ایسا کون کر رہا ہے؟"

"میں ہر طرح سے مجبور ہوں۔ شیبا پچھلے دنوں سے بیمار رہی ہے پھر اسے اعصابی طور پر کمزور بنایا گیا ہے۔ وہ اپنے آپ میں نہیں ہے اس پر نیم بے ہوشی طاری ہے۔ اس کا دماغ ہمیں کسی طرح بھی گائیڈ نہیں کرے گا۔"

تم جناب شیخ صاحب سے مشورے کرو۔ شیبا کے پاس آتی جاتی رہو۔ شاید کچھ دیر میں اس کی طبیعت سنبھل جائے۔ میں آرمر سے مخاطب ہو رہا ہوں۔"

میں نے اُسے مخاطب کیا۔ اُسے شیبا کے متعلق بتایا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے عذابِ جان ہے۔ جب تک یہ علم ساتھ رہے گا، دشمن کبھی ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ میں اب شیبا کے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ تم مجھے گائیڈ کرتے رہو کہ اس سلسلے میں کیا کرتے رہنا چاہیے؟"

میں اسی ہائی وے پر کار ڈرائیو کرتا چلا جا رہا تھا حتیٰ کہ میں غلام باقی کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے راستے میں وہ ویگن نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ انھوں نے راستہ بدل دیا ہے۔ باقی نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا پھر کہا "واپس چلو۔ ہم دیکھیں گے کہ ہائی وے سے کتنے راستے مختلف سمت گئے ہیں۔ جب تک شیبا کی طبیعت نہیں سنبھلے گی ہمیں اسی راستے پر بھٹکنا ہو گا۔"

سونتی نے مخاطب کیا "فرہاد! جناب شیخ صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیبا کا پتا چل ہی جائے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ پہلے ٹرانسفارمر مشین کی خبر لو۔ اسے وہاں سے ہٹا دو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سُپر ماسٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

ادھر جانے سے پہلے میں نے پھر ایک بار شیبا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اب اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس کے دماغ میں سونتی کہہ رہی تھی "شیبا! اپنے آپ کو سنبھالو، ہوش میں آؤ، ہمیں گائیڈ کرو۔ دیکھو، ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ تمہیں اس ملک میں کہیں دُور لے جایا جا رہا ہے۔ پلیز، حوصلہ کرو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ جناب شیخ صاحب نے نہایت مناسب مشورہ دیا تھا۔ اب اس مشین کو وہاں سے ہٹانے کی فکر کرنی تھی۔ اگر شیبا ہمارے ہاتھ نہ آئی تو دشمن اس سے مشین کا راز اگلوانے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کریں گے۔ فی زمانہ سب سے آسان طریقہ تنویمی عمل ہوتا ہے جس کے ذریعے اندر کی چھپی ہوئی بات زبان پر لائی جاتی ہے۔

میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ وہ گہری تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ پتا چلا کہ اسے ایک تاریک کمرے میں قید کر دیا گیا ہے۔ اب وہ سُپر ماسٹر نہیں رہا ہے۔ اس سے تمام رابطے ختم کر دیے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی دوسرا آگیا ہے۔ سُپر ماسٹر کوئی بھی ہو، وہ اسی سرکاری بنگلے میں جا کر قیام کرتا تھا۔ اس کا وہی خاص ملازم ہوتا تھا جس کے دماغ میں میں پہنچ چکا تھا۔ میں اس ملازم کے پاس پہنچا۔ پتا چلا۔ وہ چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اسے ریٹائر کر دیا گیا ہے۔ وہ کسی سُپر ماسٹر کو اور اس کی مصروفیات کو نہ جانتا تھا نہ سمجھتا تھا۔ اس لیے اسے ملازمت سے ہٹانے کے بعد عام شہری زندگی گزارنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

اس ملازم کی سوچ نے بتایا۔ کئی فوجیوں نے اچانک ہی اس بنگلے کو گھیر لیا تھا جہاں وہ ملازمت کرتا تھا پھر اس بنگلے کی تلاشی لی گئی تو اسٹور رُوم سے چار سُوٹ کیس برآمد ہوئے۔ اس ملازم سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! میں ان سُوٹ کیسوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ میں بارہا اسٹور رُوم میں گیا ہوں لیکن کبھی یہ سُوٹ کیس نہیں دیکھے۔"

وہ برسوں کا ایماندار اور وفادار ملازم تھا۔ سُپر ماسٹر بھی وفادار تھا لیکن اس کے متعلق شبہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ ملازم کے بیان سے اس کی تصدیق ہو رہی تھی۔ یہ ثابت ہو رہا تھا کہ فرہاد نے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے ملازم کے دماغ کو تسخیر کیا۔ پھر اسی طرح سُپر ماسٹر کے دماغ کو بھی اپنے قابو میں کر لیا۔ وہ دونوں فرہاد کے زیرِ اثر رہے۔ جب بھی وہ اسٹور رُوم میں جاتے رہے، وہ چار سُوٹ کیس نظر آتے رہے اور انہیں وہ نظر انداز کرتے رہے۔

مگر اب وہ مشین میری دسترس میں نہیں رہی تھی۔ انہیں دو بڑی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ سب سے بڑی کامیابی یہ کہ ٹرانسفارمر مشین اُن کے ہاتھ آگئی تھی۔ دوسری کامیابی یہ کہ سپر ماسٹر کی کمزوری معلوم ہو گئی تھی۔ وہ الزام دے رہے تھے کہ فرہاد جب اس کے دماغ میں آتا تھا تو اس نے یہ بات اپنے اعلیٰ حکام سے کیوں چھپائی۔ سپر ماسٹر قسمیں کھا رہا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں نہیں آتا ہے لیکن اب اس کی بات نہیں مانی جا سکتی تھی۔ جس طرح میں بہرام گنگولی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے اسٹور رُوم میں ایک نقلی مشین رکھ چکا تھا۔ اسی طرح وہ سوچ رہے تھے کہ میں نے سپر ماسٹر کے دماغ پر بھی قبضہ جما کر اصلی مشین اس کے اسٹور رُوم میں چھپا رکھی تھی۔

میں اس سلیکشن کمیٹی کے ممبران تک باری باری پہنچنے لگا جو نئے سپر ماسٹر کا انتخاب کیا کرتے تھے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے دُور تک جال بچھا رکھا تھا۔ اس سلیکشن کمیٹی تک پہنچ گیا تھا جہاں سے سُپر ماسٹر منتخب ہو کے آتا ہے لیکن وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے سلیکشن کمیٹی کے ان پانچ ممبروں کو بھی اُن کے عہدے سے ہٹا دیا تھا۔ نئے ممبران

آئے تھے اور وہ کون تھے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے مجھے پھر نئے سرے سے جدوجہد شروع کرنا تھی۔

میں نے جناب شیخ صاحب سے آکر کہا "وہ مشین ان لوگوں نے ڈھونڈ نکالی ہے۔ سپر ماسٹر بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "تم یہاں آکر سات برس تک مطمئن رہے۔ اپنے لوگوں کے ساتھ وقت گزارتے رہے ہو۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میں دعا کر رہا تھا تمہاری زندگی میں اسی طرح سکون رہے اور تم اپنوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارو لیکن ہمارا ایک دن کا آرام مستقبل کے سکون کو حرام کر دیتا ہے اور کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدل دیتا ہے۔"

میں نے کہا "میں اس طویل عرصے میں کئی بار سپر ماسٹر کے دماغ میں گیا.... وہاں کسی تبدیلی کا امکان نہیں تھا۔ پھر میں مطمئن ہو گیا تھا سوچا، آخر زندگی بھر خیال خوانی تو نہیں کر سکتا۔ جب اپنے تمام لوگوں کے درمیان ہوں تو حاضر دماغ رہنا چاہیے اور یہ حاضر دماغی اب مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"بے شک وہ نادان نہیں ہیں۔ انہوں نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ ایک جعلی مشین بہرام گنگولی جیسے اہم آدمی کے گھر میں چھپائی جا سکتی ہے تو اصلی مشین بھی کسی ایسے اہم شخص کے ہاں چھپائی گئی ہے جہاں اب تک تلاشی نہیں لی گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے تمام اہم شخصیتوں اور اہم عہدے داروں کے گھروں کی تلاشی لی ہوگی۔ ان میں سپر ماسٹر کا گھر بھی شامل تھا اور وہ مشین وہاں سے برآمد کر لی گئی۔"

رسونتی نے میرے پاس آکر کہا "فرہاد! میں برابر شیبا کے ساتھ لگی رہی لیکن کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ آخر اُسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

"پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ دشمن ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے بہت کچھ سوچتے ہیں۔ اپنا نقصان نہیں برداشت کر سکتے لہٰذا شیبا کو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ اسے کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا ہے؟"

"یہ ایک ہی پارٹی کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ مشین نئے سپر ماسٹر کی تحویل میں پہنچ گئی ہے۔ اس کی بلائنڈ فورس والے اسے اغوا کر سکتے ہیں۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ مشین بھی ہاتھ لگ گئی۔ شیبا بھی ہاتھ لگ رہی ہے۔ اس طرح وہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کریں گے۔"

"اعلیٰ بی بی کو امریکا جانے کے لیے کہو۔ وہ اپنے ان چالیس آدمیوں کے ساتھ جائے جنہیں ہم چالیس چور کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے، وہ مشین جہاں بھی ہوگی، وہ چالیس چور اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

امریکا میں گرین کارڈ کے بغیر زیادہ عرصہ رہنا ایک مشکل کام تھا۔ اعلیٰ بی بی کے چالیس چوروں کو وہاں جانا تھا لیکن ہمارے لیے امریکا جانا ایسے ہی تھا جیسے ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جانا ہو۔ بابا صاحب کے ادارے سے کامیاب ہو کر جانے والی طالبات اور طلبا کئی برسوں سے دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر ملازمت یا کاروبار کر رہے تھے، کوئی ڈاکٹر، کوئی مکینک، کوئی انجینئر اور کوئی سائنس دان تھا۔ مرشد کے حکم پر وہ امریکا سے واپس آ سکتے تھے اور ان کے پاسپورٹ پر اعلیٰ بی بی کے چور ان کے میک اپ میں جا سکتے تھے۔

پھر یہ کہ پاسپورٹ، ویزا اور گرین کارڈ جن شعبوں سے جاری کیے جاتے ہیں وہاں تک خیال خوانی کے ذریعے رسائی حاصل کرنا اور متعلقہ افسران کو اپنی مٹھی میں لے کر گرین کارڈ جاری کرانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے پاس آکر کہا "فرہاد کی تجویز ہے کہ تم اپنے چالیس چوروں کے ساتھ امریکا جانا چاہیے، وہ مشین انتہائی رازداری سے چھپا کر رکھی گئی ہوگی۔ اسے تلاش کرنا ایک دو کے بس کی بات نہیں ہے تمہارے چالیس چور اس مشین کے اطراف اپنا گھیرا تنگ کر سکتے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے خوش ہو کر کہا "خدا کا شکر ہے۔ بیٹھے بیٹھے دماغ کو زنگ لگ رہا تھا۔ میں یقین دلاتی ہوں، وہ مشین پاتال میں پہنچ جائے یا سمندر کی تہ میں پہنچائی جائے یا کسی خلائی اسٹیشن میں لے جا کر رکھ دی جائے، میرے چور وہاں تک ضرور پہنچیں گے۔"

رسونتی کے جانے کے بعد میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا پھر پوچھا "اب تو خوش ہو۔"

وہ بہت خوش تھی۔ اس نے کہا "میں تمہارے ساتھ کتنی ہی مہم میں کامیاب رہی ہوں۔ پچھلی بار ہندوستان میں ناکام رہی۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ اب اس کی تلافی کروں گی۔ وہ مشین یہاں ضرور لاؤں گی۔ اگر نہ لا سکی تو اسے تباہ کر دوں گی۔ دشمنوں کو اسے استعمال کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"تم کب جا رہی ہو؟"

"ابھی معلوم کرتی ہوں۔ جس فلائیٹ سے سیٹ مل جائے گی اسی سے چلی جاؤں گی۔"

"تمہارے چالیس چوروں کا کیا ہوگا؟"

"میرے آٹھ چور پہلے ہی امریکا میں ہیں۔ بتیس مختلف ممالک میں ہیں۔ میں ابھی شیخ صاحب سے جا کر ملاقات کرتی ہوں۔ وہ اُن سے رابطہ قائم کریں گے۔ امریکا جانے کے سلسلے میں اُن کے مسائل معلوم کریں گے۔ میرے چوروں میں کچھ ایسے ہیں جو چھپ کر امریکا پہنچیں گے اور وہاں کسی دوسرے کے میک اپ میں گرین کارڈ بھی حاصل کر لیں گے اور جو چھپ کر نہ جا سکیں گے وہ ہمارے ان ساتھیوں کے میک اپ میں جائیں گے جو امریکا میں پہلے ہی مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ہم اپنی کوششوں میں ناکام رہے تو تم، رسونتی اور آمنہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے گرین کارڈ جاری کرا سکو گے۔ بہرحال میں آج یا کل کسی بھی فلائیٹ سے روانہ ہو جاؤں گی۔

تم کب پہنچ رہے ہو؟"

"میں شیبا کے لیے پریشان ہوں۔ جیسے ہی اس کی خیریت معلوم ہوگی، میں چلا آؤں گا۔ تم وہاں پہنچ کر اپنا کام شروع کر دو۔"

ہم نے ہیلی کاپٹر کی آواز سے اندازہ کیا تھا کہ شیبا کو اس میں لے جایا جا رہا ہے۔ تقریباً تین گھنٹے بعد میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ بے ہوشی میں تھی۔ کسی گاڑی کے ٹرالر میں آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی سفر کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "شیبا! کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں لیکن یہ نئے حالات پریشان کر رہے ہیں۔ پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں؟"

"ہمیں یقین کی حد تک شبہ ہے کہ سپر ماسٹر کے آدمی تمہیں لے جا رہے ہیں۔"

"سپر ماسٹر کے آدمی امریکا لے جائیں گے لیکن اتنی جلدی سفر کیسے ختم ہو گیا؟"

"ان کا اپنا کوئی طریقۂ کار ہوگا۔ انہوں نے تمہیں کہیں چھپانے کے لیے کسی مشرقی ملک میں خفیہ اڈا بنایا ہوگا پھر موقع اور سہولت دیکھ کر تمہیں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیں گے۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

میں نے اسے بتایا "وہ ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اب اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کی ضرورت ہے لہٰذا وہ تمہیں لے جا رہا ہے۔"

وہ بولی "ایسا کتنی بار ہو چکا ہے ہم ایک دوسرے کے قریب آئے مگر قریب نہیں ہوئے۔ اس سے پہلے ہی حالات نے جدا کر دیا۔ اس بار بھی یہی ہو رہا ہے۔"

"ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں تو ہو رہی ہوں۔ ایسے وقت بی بی اسفندیار کی پیشگوئی یاد آ رہی ہے۔ انہوں نے ایک بار میری قسمت کا حال بتاتے ہوئے کہا تھا، میں جسے دل کی گہرائیوں سے چاہوں گی، وہ مجھے نہیں ملے گا۔ اسے پانے کے لیے مجھے اپنا دین، اپنا راستہ اور اپنے نظریات وغیرہ سب بدلنے ہوں گے۔"

"چلو یہی سہی۔ مجھے پانے کے لیے اپنا راستہ بدل دو۔"

"یہی سوچ رہی ہوں۔ وہ کون سا راستہ ہو سکتا ہے جس پر چل کر میں تمہارے پاس پہنچ سکتی ہوں۔"

"ذرا یہ معلوم ہو جانے دو کہ تم کن لوگوں کی قید میں ہو اور کہاں ہو، پھر کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔"

میں نے اسے تسلیاں دیں۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد آنے کا وعدہ کر کے دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ دس منٹ کے بعد رسونتی نے آ کر کہا "جناب شیخ صاحب کے پاس آ جاؤ۔"

میں اُن کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ بڑی طویل گفتگو ہوئی۔"

میں نے کہا "یقیناً وہ فرنٹ لائن کا سپر ماسٹر ہوگا۔ اصل تو اس کے پیچھے چھپا ہوتا ہے۔ کیا اس نے بتایا کہ ایک ہفتے پہلے والا سپر ماسٹر اب نہیں رہا۔"

"نہیں، اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ انہیں ٹرانسفارمر مشین مکمل صورت میں مل گئی ہے۔ اس کے دو پرزے نہیں تھے۔ لیکن وہ پرزے پہلے ہی تمہاری ٹیکساس والی رہائش گاہ کے باغیچے سے انہیں مل گئے تھے۔"

"انہیں مشین مل گئی۔ اِدھر شیبا اغوا کر لی گئی۔ اب وہ اور کیا چاہتا ہے؟"

"ہم سے دوستی چاہتا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ اُسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس سے کہا شیبا کو اغوا کرانے کے بعد پھر کسی کی فرمائش کر رہے ہو۔ اس پر اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے یا اس کے کسی آدمی نے شیبا کو اغوا نہیں کیا ہے۔"

"کیا ہم اس کی قسم پر یقین کر لیں؟"

"دشمن آخر دشمن ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ بولتا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ شیبا کو اغوا کرنے کی بات ہم سے چھپا رہا ہو تاکہ ہم خیال خوانی کے ذریعے کوئی انتقامی کارروائی نہ کر سکیں۔"

"آپ نے اُسے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہہ دیا ہے۔ اگر وہ شیبا کی بازیابی میں ہماری مدد کرے اور اسے ہم تک پہنچا دے تو ہم اس کے کام آنے کے متعلق سوچیں گے۔"

فرنٹ لائن کے سپر ماسٹر نے کہا "آپ ہمارے کام آنے کے متعلق سوچیں گے یعنی ہمیں ٹال رہے ہیں۔ ہمارے کام آنے کا وعدہ نہیں کر رہے ہیں؟"

جناب شیخ صاحب نے کہا "ایک دوسرے کے کام آنے کے سلسلے میں پہلے شرائط طے ہوں گی، اس بات کا یقین دلایا جائے گا کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے کام آئے گا، اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور تمہاری ٹرانسفارمر مشین ہماری نظروں میں آئے گی تو ہم خیال خوانی کے ذریعے کوئی چکر نہیں چلائیں گے۔ اس کے بعد ہم کام آنے کا وعدہ کریں گے۔"

"تو پھر ابھی یہ ساری باتیں طے ہو سکتی ہیں۔"

"ابھی ہم شیبا کے لیے پریشان ہیں۔ اس کی بازیابی [illegible] ہیں۔ تم اس کا سراغ لگا سکتے ہو؟"

"جناب شیخ صاحب! آپ سے بچکانہ باتوں کی توقع نہیں تھی

اگر ہم نے شیبا کا سراغ لگا لیا اور یہ معلوم کر لیا کہ وہ کہاں ہے اور اسے وہاں سے کس طرح آپ کے پاس پہنچایا جا سکتا ہے تو اسے ہم اپنے پاس نہیں لے آئیں گے۔"

جناب شیخ صاحب نے جواب دیا۔ "میں یہی چاہتا ہوں کہ اس کا سراغ ملے تو آپ اس کو اپنے ہاں لے جانے کی کوشش کریں۔"

"اوہ، اب آپ کی بات سمجھ میں آئی۔ آپ ہمیں ان اغوا کرنے والوں سے ٹکرانا چاہتے ہیں اور ہمارے ٹکراؤ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آپ ہم سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں؟"

جناب شیخ صاحب مجھے سپر ماسٹر کی باتیں تفصیل سے سنا رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "جب تک شیبا کے متعلق معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے، اس وقت تک میں سپر ماسٹر کی طرف نہیں جا سکوں گا۔"

میں نے پھر شیبا کی خبر لی۔ اب اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے بعد اس کے لیے نسخہ تجویز کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اس مکان کی بناوٹ سے ڈاکٹر کے لباس یا اس کے حلیے سے اندازہ کر سکتی ہو کہ تمہیں کہاں لے جا کر رکھا گیا ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میں نے خود کو اس بیڈ روم میں پایا۔ ڈاکٹر یہاں موجود ہے۔ اس کے ساتھ ایک آدمی ذرا دُور کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ خاموش ہیں۔ اپنی آواز نہیں سنا رہے ہیں۔"

"ڈاکٹر سے کہو تم باہر ٹہلنا چاہتی ہو۔ اندر حبس ہو رہا ہے، طبیعت گھبرا رہی ہے۔"

شیبا نے یہی بات ڈاکٹر سے کہی۔ دُور کھڑے ہوئے شخص نے قریب آ کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اسے شیبا کی طرف بڑھا دیا۔ میں نے شیبا کے ذریعے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "مادام! آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ لہٰذا کمرے میں رہنا چاہیے۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے اس بنگلے کے تمام دروازوں اور کھڑکیوں پر کیلیں ٹھونک دی گئی ہیں۔ آپ باہر کا منظر نہیں دیکھ سکیں گی۔ یہ ایک ویران علاقہ ہے۔ اس بنگلے کے آس پاس سے کوئی نہیں گزرتا ہے۔ آپ کسی کی آواز بھی نہیں سن سکیں گی۔ آپ سے گزارش ہے اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائیں استعمال کریں اور خوب کھا پی کر اپنی جان بنائیں۔"

وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے لیے دوائیں آ گئیں۔ کھانے کے لیے تازہ پھل اور پینے کے لیے دودھ اور ٹین لا کر رکھ دیا گیا۔ پھر یہ تمام چیزیں لانے والے باہر چلے گئے۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا۔ میں نے کہا۔ "فی الحال یہی بہتر ہے، فکر اور پریشانی چھوڑ دو۔ خوب کھاؤ پیو، دوائیں استعمال کرو، تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آنا چاہئیں۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے بغیر یوں لگ رہا ہے جیسے ہتھیار کے بغیر دشمنوں کے نرغے میں ہوں۔"

وہ کچھ کھانے کے لیے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سامنے ہی ایک قد آدم آئینہ تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اس نے چونک کر اپنے چہرے کو چھوتے ہوئے کہا۔ "اوہ فرہاد! ان لوگوں نے میرا میک اپ اُتار دیا ہے۔ مجھے اصلی چہرے کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ تو ہونا ہی تھا۔ عارضی میک اپ بڑی آسانی سے اُتر جاتا ہے۔ تم آرام کرو۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس وقت میں غلام باقی کے ساتھ القرہ میں تھا۔ وہاں سے بیروت جانا چاہتا تھا تاکہ غلام باقی بابا صاحب کے ادارے میں چلا جائے اور میں حالات کے مطابق فیصلہ کروں کہ شیبا کی طرف جانا چاہیے یا امریکا اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر مشین کا سراغ لگانا چاہیے؟

ہم القرہ پہنچ کر ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن گئے تھے۔ ایک ہی ہوٹل میں قیام کیا تھا مگر دو الگ الگ کمروں میں تھے۔ دشمنوں نے شیبا کے ساتھ غلام باقی کو بھی پہچان لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ذریعے میں بھی پہچانا جاؤں۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد میرا خیال درست نکلا۔ اب دو غلام باقی کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اگر انھوں نے ہوٹل میں اُسے دیکھا تھا تو دیکھا ہے تو تنہا ان کی نظروں میں آیا ہوگا اور اگر ہاں وہ سے تعاقب کیا ہوگا تو پھر مجھے تب بھی اپنی نظروں میں رکھا ہوگا۔

باقی نے رات کے نو بجے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "میرے آقا! میں محسوس کر رہا ہوں میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے رابطہ قائم کیا کروں گا۔"

وہ ہوٹل کے دوسرے کمرے سے بات کر رہا تھا۔ میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "جناب! روم سروس۔"

میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دروازے کے باہر تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ وہ ایک ٹرالی میں کھانا لے کر آئی تھی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ ٹرالی کو دھکیلتی ہوئی کمرے میں آئی۔ اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔ ایک سیدھی سادی سی جوان اور خوب صورت عورت تھی۔ ایک بچے کی ماں تھی۔ اس کا شوہر اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا۔ وہ ہوٹل میں ملازمت کر کے عزت آبرو کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ اس ہوٹل میں زیادہ تر عیش پرست لوگ آتے تھے۔ وہاں کام کرنے والوں نے اکثر اسے بڑی بڑی پیش کشیں کی تھیں۔ لیکن اُن کی کوئی ترکیب اسے جھکا نہ سکی تھی۔

اس نے کھانے کی ٹرالی میز اور صوفے کے درمیان لا کر پوچھا۔ "سر! اپنی سروس؟"

میں نے پوچھا۔ "تمہاری ڈیوٹی کب ختم ہوتی ہے؟"

"ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ میری جگہ ایک لڑکی آئی ہے۔ وہ ابھی لباس تبدیل کر رہی تھی۔ میں نے سوچا، آپ نے دیر سے آرڈر دیا ہے لہٰذا میں ہی کھانا پہنچا دوں۔"

"جب ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے تو آؤ سامنے بیٹھو۔ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"سوری سر! میں ملازمہ ہوں۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کر نہیں کھا سکتی۔"

"ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد تم ملازمہ نہیں رہیں۔"

"پھر بھی میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں بیٹھتی۔"

"یہ اجنبیت ختم ہو سکتی ہے۔"

"نہیں جناب! میں اُن لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"ہاں، دراصل سمجھ کی بات ہے مرد ہی غلط سمجھتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو صحیح رشتہ قائم کر سکتا ہے۔ اگر میں تمہیں بہن بنا لوں تو پھر مجھے تب بھی تم میرے ساتھ نہیں کھاؤ گی؟"

اس نے چونک کر دیکھا پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا ہوا! کیا تمھیں بہن کا رشتہ پسند نہیں ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ "نہیں نہیں، مجھے بہن نہ کہنا۔ مرد کی زبان سے بہن کا رشتہ ایک گالی سا لگتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ بہن بھائی کا رشتہ تو بہت مقدس ہوتا ہے۔"

وہ چیخ کر بولی۔ "نہیں ہوتا، سب فراڈ ہوتا ہے۔ وہ میری زندگی میں آیا تھا۔ پہلی بار اس نے بھی مجھے بہن کہا تھا۔ بھائی بن کر میرا اعتماد حاصل کیا تھا۔ پھر اُس نے ایک رات میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھا لیا .... اب میں لوگوں کو یہی بتاتی ہوں کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ میرا آدمی بیرونِ ملک کام کرنے گیا ہے۔ آج میرا بچہ پانچ برس کا ہو چکا ہے۔ وہ پوچھتا ہے، ماما! دُنیا کے تمام بچوں کے باپ ہوتے ہیں۔ میرے پاپا کہاں ہیں؟ میں اسے کیا جواب دوں؟ تم مرد کسی معصوم لڑکی پر جال پھینکنے کے لیے غلط رشتہ کیوں قائم کرتے ہو؟ نہیں نہیں، مجھے بہن نہ کہنا۔ مجھے گالی نہ دینا۔ یہ گالی تمہیں بھی پڑے گی۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی گئی، دروازے کو ایک جھٹکے سے کھولا۔ پھر باہر چلی گئی۔ میں خالی دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔ ایک منٹ تک یاد نہیں رہا کہ میں اسے خیال خوانی کے ذریعے واپس بلا سکتا ہوں۔ جو کچھ بھی وہ کہہ گئی تھی اس سے کسی بھی حساس مرد کو شرمندگی ہو سکتی تھی اور میں شرمندہ سا تھا۔

پھر میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے کسی کے خلوص پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ بہ الفاظِ دیگر میں نے اس کے قدم روک دیے۔ وہ سمجھ رہی تھی، اسے شرمندگی روک رہی ہے۔ اس نے ایک شریف آدمی کو کھری باتیں سنائی تھیں۔

وہ واپس آنے لگی۔ اُسے اپنے فرض کا بھی احساس تھا۔ وہ ہوٹل کی ملازمہ تھی۔ وہاں قیام کرنے والوں کو خوش رکھنا اس کی ڈیوٹی تھی اگرچہ وہ کسی کی غلط بات ماننے کی پابند نہیں تھی۔ تاہم کسی کو کسی قصور کے بغیر باتیں سنانا بھی نامناسب تھا۔

وہ کمرے میں آئی، پھر سر جھکا کر بولی۔ "میں معافی چاہتی ہوں جانے غصے میں کیا کہہ چکی ہوں۔"

"میں یوں معاف نہیں کروں گا۔ اگر واقعی شرمندہ ہو تو پندرہ منٹ بعد دو پیالی کافی لے آؤ اور میرے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالی کافی نوش کرو۔"

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ میں نے کھانے کے دوران فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "آپ القرہ میں اپنے سرکاری یا غیر سرکاری نمائندے کو ہدایت دیں کہ مجھے جس چیز کی ضرورت ہو، وہ فوراً مہیا کر دی جائے۔"

"میں ابھی حکم دیتا ہوں۔ آپ اس کا ٹیلی فون نمبر نوٹ کر لیں۔"

اس نے ٹیلی فون نمبر بتایا۔ میں نے یاد کر لیا۔ پھر تھوڑی دیر انتظار کیا۔ اس حاکم کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ ہاٹ لائن پر اپنے القرہ کے ایک نمائندے کو ہدایت دے رہا تھا کہ مسٹر فرہاد پہلے ٹیلی فون پر گفتگو کریں گے۔ پھر تمہارے دماغ میں آ کر بولیں گے۔ وہ جو بھی حکم دیں، اس کی فوراً تعمیل کی جائے۔

میں اس کے دماغ میں رہ کر اس نمائندے کی آواز بھی سن چکا تھا۔ ٹیلی فون پر گفتگو کی ضرورت نہیں تھی چونکہ اسے یہی ہدایت کی گئی تھی اس لیے میں نے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے کہا۔ "میں دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس کے بعد ریسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں کے بعد ہی اس نے اپنے دماغ میں میری آواز سن کر کہا۔ "جناب! مجھے ہدایت کی گئی ہے۔ آپ حکم دیں، میں تعمیل کروں گا۔"

میں نے ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "اپنے ایک خاص آدمی کو یہاں بھیج دو۔ میں اسے ہدایات دوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اسے روانہ کر رہا ہوں۔"

وہ کافی کی ٹرے لے کر آئی۔ درمیانی میز پر اسے رکھ کر کافی بنانے لگی۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔ پھر بھی میں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ آہستگی سے بولی "ثمینہ"

"ثمینہ! اگر تمہیں اچانک کہیں سے دولت مل جائے تو کیا کرو گی؟"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا، پھر کہا "میں خواب نہیں دیکھتی"

"دیکھا کرو۔ خواب دیکھنے سے زندگی کی ویرانی میں پھول کھلتے ہیں۔ اپنے لیے نہ سہی، اپنے بچے کے لیے خواب دیکھا کرو اور سوچو، اس کی پرورش کرنے، اسے اعلیٰ تعلیم دلانے اور اس کا مستقبل خوشگوار بنانے کے لیے تمہیں زیادہ سے زیادہ دولت کی ضرورت ہو گی۔ مجھے غلط نہ سمجھنا۔ میں تمہیں بہن کہہ چکا ہوں۔ ایک شخص نے بھائی بن کر دھوکا دیا ہے۔ میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم اس ہوٹل میں ملازمت نہ کرو، یہاں بھانت بھانت کے لوگ آتے ہیں، تم پر بری نظر ڈالتے ہیں، تم ان سے دامن بچاتی ہو لیکن جوان ہو، خوب صورت ہو، آخر کب تک بچو گی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں پہلے کپڑے سلائی کرتی تھی۔ چھوٹے بچوں کے لیے نت نئے سوٹ تیار کر کے بازار میں فروخت کرتی تھی لیکن اس سے گزارا نہیں ہوتا تھا۔ اس شہر میں بڑی بڑی ریڈی میڈ گارمنٹس کی فیکٹریاں ہیں۔ ان میں جدید مشینیں ہیں۔ بے شمار کام کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔ وہ ان مشینوں کے ذریعے بہترین مال تیار کرتے ہیں۔ میرے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے اچھے داموں فروخت نہیں ہوتے' اسی لیے مجبور ہو کر میں اس ہوٹل میں ملازمت کرنے لگی ہوں"

دروازے پر دستک ہوئی۔ ثمینہ نے جا کر دروازہ کھولا، اور پوچھا "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

آنے والے نے کہا "اس کمرے میں جو بھی صاحب رہتے ہیں، میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں"

میں نے اس کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ فرانسیسی سفارت خانے کی طرف سے آیا تھا۔ میں نے کہا "ثمینہ، آنے دو"

وہ اندر آگیا۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر کہا "یہ ثمینہ ہیں۔ ان کے لیے ایک بہت بڑی گارمنٹس فیکٹری قائم کرنا ہے۔ تم کل ہی کسی کمرشل ایریا میں ایک پلاٹ حاصل کرو اور گارمنٹس تیار کرنے کی جدید ترین مشینیں بیرون ملک سے منگواؤ"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "یہ میری بہن ہے کسی چھوٹے علاقے میں نہیں رہے گی۔ کل صبح تک کسی اچھے علاقے میں اس کے لیے ایک بنگلا خرید و۔ میرا بھانجا اسکول جاتا ہے۔ اس کے لیے ایک کار ضروری ہے۔ فیکٹری کا کام شروع ہونے اور … کی صورت پیدا ہونے تک ثمینہ کے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالر … فیکٹری قائم کرنے کی تمام ذمے داری تم پر ہے۔ تم ثمینہ سے … رہو گے اور اس کے مطابق کام کرتے رہو گے"

وہ دھپ سے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں … وہ جو کچھ سن رہی ہے، سچ ہے۔ اسے یہ خواب سا لگ رہا تھا۔ …
"جناب! کیا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

میں نے کہا "تم اپنے گھر کا پتا بتاؤ"

"میں نہیں بتاؤں گی"

"تم بتاؤ گی"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بولنے پر مجبور کیا … لگی۔ آنے والا شخص اسے نوٹ کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا "تم … جو ہدایات میں نے دی ہیں، ان پر عمل کرنا شروع کر دو"

وہ مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ ثمینہ مجھے سوالیہ نظروں سے … تھی۔ میں نے کہا "تم اس لیے حیران ہو کہ خواب نہیں دیکھتی ہو … میں خواب جیسی سچائی سامنے آتی ہے تو اسے دیکھ کر بھی یقین نہیں آتا … حقیقت ہے۔ تم گھر جاؤ، اپنا سامان پیک کرو۔ کل صبح تمہیں … بنگلے میں منتقل ہونا ہے، تمہیں اپنے بچے کا مستقبل سنوارنا ہے"

میں نے پیالی اٹھا کر کافی کا پہلا گھونٹ لیا، پھر کہا "تم ایک … بنگلے میں منتقل ہو جاؤ، وہ بنگلا تمہارے نام ہو جائے۔ تمہارے اکاؤنٹ میں … ڈالر آجائیں اور تمہیں یقین ہو جائے کہ میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہا … موجودہ ملازمت سے استعفیٰ دے دینا۔ ابھی مجھ پر بھروسا کرنے … نہیں ہے"

"میں فرض کر لیتی ہوں جو تم کہہ رہے ہو، وہ سچ ہے۔ میں نے … لاکھ ڈالر تو کیا، پانچ ہزار ڈالر بھی کبھی ایک ساتھ نہیں دیکھے … لیے یہ سب کیوں کر رہے ہو؟"

"تم ایک شریف عورت ہو۔ تم نے ہوٹل کے اس غلیظ ماحول … ابھی تک اپنا دامن بچا رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آئندہ اس ماحول … جب میں نے تمہیں بہن کہا ہے تو اس رشتے کے تقدس کو کسی طرح … نہیں ہونے دوں گا"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "میں جا رہی ہوں۔ جب … ہو گا تو میں اپنے بچے کے ساتھ آؤں گی اور تمہارے قدموں پر سر رکھ … لیکن ابھی تم میرے لیے اجنبی ہو۔ ناقابلِ اعتبار ہو۔ میں عورت … فریب میں نہیں آنا چاہتی۔ میری کوئی بات بری لگے تو مجھے معاف کرنا"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ اس کے حصے کی پیالی میں کافی … تھی۔ میں نے اسے پینے پر مجبور نہیں کیا۔ اس نے صاف لفظوں میں … تھا کہ جب تک مجھ پر بھروسا نہیں ہو گا' میں اس کے لیے اجنبی ہوں …

اعتبار رہوں۔ میں اپنی پیالی اٹھا کر پینے لگا۔

جرائم اور گناہوں کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ایک مرد نے کوئی غلطی کی ہے تو دوسرا اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایک عورت نے کسی مرد کو دھوکا دیا ہے تو دوسری عورت اس سے وفا کرے۔ اس طرح اگر برائی ختم نہ بھی ہو تو اس کے مقابلے میں ایک نیکی ہوتی جائے گی۔ پلڑا برابر رہے گا تو یہ اندیشہ نہیں رہے گا کہ برائی ہمیشہ غالب آتی رہے گی۔ جب دوسرے دن ثمینہ کو میرے نیک عمل کا یقین آئے گا تو اس میں بھی حوصلہ پیدا ہو گا۔ وہ بھی آئندہ کسی نہ کسی کے کام آتی رہے گی۔

میں نے پیالی ختم کر کے اسے ایک طرف رکھا۔ صوفے سے ٹیک لگا کر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے شیبا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر محسوس کیا میرا سر چکرا رہا ہے۔ خیال خوانی کرنا چاہتا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کا پرندہ پر تولنے سے پہلے ہی تھک جاتا تھا۔ میں ایک دم سے پریشان ہو کر صوفے سے اٹھ گیا۔ مجھے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ میں ٹیلی فون کی طرف بڑھا مگر قدم ڈگمگانے لگے۔ بڑی مشکل سے وہاں تک پہنچا۔ ریسیور اٹھا کر غلام باقی کے کمرے کا نمبر طلب کیا۔ مجھے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "جسٹ اے منٹ پلیز"

یہی ایک آخری فقرہ سنائی دیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا۔ میرا خیال تھا میں خود کو سنبھال سکتا ہوں۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں، اپنی تمام قوتوں کو یکجا کر کے سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس وقت تک گھٹنوں کے بل فرش پر آگیا تھا۔ سر زمین کی طرف جھک رہا تھا' دونوں ہاتھ بھی قالین پر ٹیکے ہوئے تھے۔ میں اٹھنا چاہتا تھا مگر اٹھ نہیں سکتا تھا۔ ریسیور ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد لٹک رہا تھا۔ ادھر سے ادھر جھول رہا تھا۔ اس میں سے آواز آرہی تھی لیکن اب میری سماعت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ میں آواز نہیں پہچان سکتا تھا۔ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا وہ آپریٹر کی آواز ہے یا غلام باقی کی۔

ایک زمانہ میری ٹیلی پیتھی سے خوف زدہ ہے، ایک دنیا مجھے شہ زور تسلیم کرتی ہے اور یہ شہ زور اس وقت فرش پر گھٹنے اور ہاتھ ٹیکے ہوئے تھا اور اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ میں کس وقت فرش پر جھکے جھکے اوندھے منہ گر پڑا۔ قدرت اشارہ دیتی ہے کہ دنیا کا ہر شہ زور ایک نہ ایک روز منہ کے بل گرتا ہے جو کبھی نہیں گرتا جسے کبھی زوال نہیں آتا، وہ قائم و دائم رہنے والی ذات صرف خدا کی ہے۔

دشمن اپنا کام کر چکے تھے۔ میں بھی اپنی طرف سے بہت محتاط تھا۔ جس ہوٹل میں قیام کرتا ہوں وہاں کچن کے سپروائزر تک ضرور پہنچتا ہوں تاکہ میرے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی نقصان دہ ملاوٹ نہ ہو۔ اس بار بھی میں سپروائزر تک پہنچ چکا تھا اور مطمئن بھی ہو چکا تھا۔ ثمینہ میرے ساتھ کافی پینے آئی تھی۔ اس کی پیالی ویسے ہی رہ گئی تھی۔ اس نے اسے منہ نہیں لگایا تھا۔ اس کے باوجود وہ بے قصور اور انجان تھی۔ میری کافی میں کس نے مضر رساں دوا ملائی تھی' یہ میں بعد میں معلوم نہ کر سکا۔ ایک اندازہ تھا' ثمینہ کی ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد جو لڑکی اس کی جگہ ڈیوٹی پر آئی تھی شاید وہی دشمنوں کی آلۂ کار تھی۔

میں نے آپریٹر سے کہا تھا کہ وہ غلام باقی کے کمرے سے رابطہ قائم کرائے۔ آپریٹر نے جواب دیا تھا "پلیز! ایک منٹ انتظار کریں۔" اس کے بعد ہی میرے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ بعد میں اس ریسیور سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ شاید رابطہ قائم ہو گیا تھا اور غلام باقی دوسری طرف سے مجھے مخاطب کر رہا تھا یا پھر رابطہ قائم نہیں ہوا تھا اور آپریٹر معذرت چاہتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔ بہرحال یہ تو بعد میں معلوم ہو گیا کہ غلام باقی سے رابطہ قائم نہیں ہوا تھا ...... اگر ہوتا تو وہ تیر کی طرح میرے پاس پہنچتا۔ پتا نہیں وہ کہاں تھا اور اس پر کیا گزر رہی تھی؟ یہاں تو مجھ پر جو گزر رہی تھی' اس کا علم مجھے نہیں تھا۔ میں تو حیات بعد موت کے مصداق زندہ تھا اور کہیں مردہ پڑا ہوا تھا۔

وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن مجھے ہوش آیا۔ میں نے رسونتی کی آواز سنی۔ بڑی نقاہت سے پوچھا "تم کہاں ہو؟"

"یہی میں پوچھ رہی ہوں، تم کہاں ہو؟ پچھلی رات سے بے ہوش پڑے ہو، ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو' یہ کون سی جگہ ہے؟"

میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہوٹل کا کمرہ نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ ایک وسیع و عریض خواب گاہ تھی جہاں کا قیمتی سامان اور اس کی آراستگی دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ وہ کسی بادشاہ سلامت کی خواب گاہ ہو سکتی ہے۔ دشمن بڑے ستم ظریف ہوتے ہیں۔ دشمنی کرتے ہیں مگر آرام سے رکھتے ہیں اور جو دشمن آرام سے رکھتا ہے' اس کی دشمنی بڑی دوغلی ہوتی ہے۔ یعنی نقصان بھی کرتا ہے اور آرام پہنچا کر ہم سے فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ مجھے آرام سے رکھ کر مجھ سے کیا فائدے حاصل کرنا چاہے گا۔ ادھر رسونتی میری سوچ پڑھ رہی تھی اور میرے ذریعے اس بیڈ روم کے متعلق معلومات حاصل کر رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "یہاں سے باہر نکلو تب معلوم ہو گا' یہ کون سی جگہ ہے"

میں آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ در و دیوار ادھر سے ادھر ڈولتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اس نے کہا "بہتر ہے' تھوڑی دیر آرام کر لو"

میں پلنگ کے سرہانے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، پھر بولا "شیبا کو اسی طرح کسی خواب گاہ میں بند کیا گیا تھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتی تھی لیکن اسے اجازت نہیں ملی۔ وہاں کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ یہاں بھی یہی نظر آرہا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد چلنے پھرنے کی کوشش کروں گا۔ تم شیبا کے متعلق بتاؤ"

"میں کئی بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر چکی ہوں، لیکن وہ سانس روک لیتی ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا: "یہ کیا بات ہوئی! وہ بھلا کیوں سانس روکے گی؟"

"ہم سب حیران ہیں، وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ جناب شیخ صاحب کہتے ہیں، اس کے ساتھ کچھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اُسے سانس روکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"بھلا کوئی سانس روکنے کے سلسلے میں کیسے مجبور کر سکتا ہے۔ یہ تو شیبا کے اپنے اختیار میں ہے۔"

"تم بھول رہے ہو۔ ہو سکتا ہے، اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہو۔ کسی عامل نے اسے اپنی معمولہ بنا کر یہ سختی سے حکم دیا ہو کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی وہ سانس روک لیا کرے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ اِس طرح اس عامل نے شیبا سے ہم سب کا رابطہ ختم کر دیا ہے۔ ہم اس کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

"فرہاد! کیا پھر ہمارے ساتھ وہی چال چلی جا رہی ہے پہلے شیبا کو اغوا کر کے جزیرے پہنچایا گیا اور آدمر کو وادیٔ قاف۔ اس بار بھی شیبا کو اغوا کیا گیا ہے۔ آدمر کی جگہ تم اُن کے ہاتھ آ گئے ہو۔"

"دشمن اتنے نادان نہیں ہیں۔ وہ اتنی گھسی پٹی چالیں نہیں چلیں گے۔ بات کچھ اور ہے۔ ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔ میں کچھ توانائی حاصل کر لوں۔ پھر اس معاملے پر غور کروں گا۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرو۔ میرے موجودہ حالات بتاؤ اور اس کے متعلق رپورٹ دو کہ وہ مشین تک پہنچنے کے لیے کیا کر رہی ہے؟"

رسونتی نے بیزاری سے کہا: "مشین کو جہنم میں جانے دو۔ مجھے تمہاری فکر ہے۔ دشمنوں کی قید میں ہو اور اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کی باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے فکر کیا کرنا ہے۔ دیکھ رہی ہو، دشمنوں نے آرام سے رکھا ہوا ہے۔ یقیناً کوئی مقصد ہے ورنہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ پہلی فرصت میں گولی مار دیتے۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ ہوتا کہ کس بڑے ملک نے یا کس سُپر طاقت نے مجھے ہلاک کیا ہے۔"

"جناب شیخ صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ تمھیں زندہ رکھنے کے پیچھے دشمنوں کا کوئی خاص مقصد ہے اور وہ اسی پہلو پر سوچ رہے ہیں کہ تمھیں زندہ رکھنے والے دشمن کون ہو سکتے ہیں؟"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا پھر سیدھا لیٹ گیا۔ رسونتی نے کہا: "باتیں نہ کرو۔ آرام سے سو جاؤ۔ دوبارہ اٹھنے کے بعد شاید تازہ دم ہو سکو۔"

پتا نہیں کم بختوں نے مجھے کافی میں کس قسم کی دوا ملا کر دی تھی، اب تک کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ رسونتی کے بولتے بولتے آنکھ لگ گئی۔ میں پھر غافل ہو گیا۔ مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ [illegible] گزرتا جا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے رسونتی اور آدمر کی باری باری سنی۔ وہ میرے لیے بہت پریشان تھی۔ تھوڑی تھوڑی [illegible] میں آتی جاتی رہی تھی۔ آدمر نے کہا: "میرے بھائی! تمھیں بہتر [illegible] گھنٹے تک سوتے رہے۔ بہن رسونتی بہت پریشان ہیں۔ میں [illegible] رہا ہوں۔ پریشانی سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ مجھے پورا یقین ہے [illegible] تم چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو خود ہی وہاں سے نکلنے کا راستہ بنا لو گے۔"

میں نے پوچھا: "شیبا سے رابطہ قائم ہوا؟"

"اُس کی طرف سے مایوسی ہو رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا [illegible] پہنچتے ہی سانس کیوں روک لیتی ہے؟"

میں نے کہا: "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ خواب گاہ کا دروازہ [illegible] کی طرح بند ہے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا ہے، مجھے اب اٹھنا ہی پڑے گا۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو پلنگ [illegible] والی میز پر کھانے کا بہت سا سامان نظر آیا۔ دودھ سے بھرا ہوا [illegible] اوولٹین، تازہ پھل اور خشک میوے دکھائی دے رہے تھے۔ [illegible] ہی ایک گلاس میں دودھ ڈال کر دو گھونٹ پیا۔ پھر اس میں [illegible] حل کیا۔ اس کے بعد ایک سیب اٹھا کر چباتے ہوئے ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی: "خدا کا شکر ہے تمھیں کھانا مل رہا ہے یقیناً اب توانائی بحال ہو گی۔"

میرے کھانے کے دوران خواب گاہ کا دروازہ کھلا [illegible] گھنٹے بعد میں نے دو آدمیوں کی صورتیں دیکھیں۔ ایک کے منہ پر [illegible] ہوئی تھی۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ دوسرے نے خواب گاہ [illegible] ہوتے ہی کہا: "ہیلو مسٹر فرہاد! کیسی طبیعت ہے۔ دیکھو ہمیں تمہارا خیال ہے۔ تمہارے جیسے شہ زور کو کمزور دیکھ کر ڈاکٹر لے آیا ہوں۔"

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ اس نے سانس روک لی پھر سانس [illegible] مسکرا کر بولا: "اچھا شاید مادام رسونتی میرے دماغ میں پہنچنا چاہ [illegible] یا آدمر ہو گا اور وہ تم پر جان دینے والی شیبا بھی ہو سکتی ہے۔ ہم [illegible] ہاں تو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہے لیکن افسوس، وہ میرا کچھ بگاڑ سکیں گے۔"

اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا: "ڈاکٹر! فرہاد صاحب کچھ کھا پی لیں تو ان کا معائنہ کر لینا۔"

مجھے یاد آیا۔ شیبا بھی اسی طرح نیم بے ہوشی کی حالت [illegible] میں آنے کے بعد اسے کچھ کھانے پینے کو دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کیا تھا۔ اس کے لیے نسخہ تجویز کیا تھا لیکن اسے کچھ ایسی دوائیں دی گئی [illegible] کہ وہ پھر سو گئی تھی۔ اب میں سونا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اوولٹین کا ایک گلاس ختم کرنے کے بعد کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کسی ڈاکٹر یا دوا کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم ہمارے مہمان ہو۔ تم سے زیادہ ہم جانتے ہیں کہ تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کی دوائیں تمھیں استعمال کرنا چاہئیں۔"

"کیا تم زبردستی استعمال کراؤ گے؟"

"میری کیا مجال کہ فرہاد جیسی ہستی سے کوئی بات منوانے کے لیے جبر کروں۔"

میں نے اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا: "کیا شیبا تم لوگوں کی قید میں ہے؟"

"ہاں، سُنا تو ہے، وہ اسی محل کے کسی حصے میں ہے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ ملنا چاہے گی تو ضرور ملاقات ہو جائے گی۔"

"میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا ملاقات کے لیے اس سے اجازت لینا ہو گی؟"

"ایسی بات نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس خواب گاہ سے باہر تم قدم نہیں رکھ سکو گے۔ یہاں کے تمام مسلح افراد گونگے بہرے ہیں۔ وہ کچھ بولنا نہیں جانتے، صرف گولی چلانا جانتے ہیں۔ خواب گاہ کے دروازے سے تمہارا ایک پاؤں نکلے گا تو گولی تمہارے ایک پاؤں میں لگے گی۔ دو پاؤں نکلیں گے، دو گولیاں لگیں گی۔ اپنے پورے وجود کے ساتھ نکلو گے تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کتنی گولیاں تمھیں چھلنی کر دیں گی۔"

میں نے اس کی باتوں کے دوران دروازے کی طرف دیکھا، وہ بند تھا۔ اندر کی طرف چٹخنی وغیرہ نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو میں اسے لگا کر دروازے کو بند کرتا پھر اس کی اتنی پٹائی کرتا کہ وہ سانس روکنا بھول جاتا۔ ہم سب پریشان تھے کہ شیبا رابطہ قائم کیوں نہیں کر رہی ہے۔ رسونتی اور آدمر اس کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں، وہ سانس روک لیتی ہے۔ ایسے میں معلوم ہوا کہ وہ اس محل میں ہے تو میں اس سے ملنے کے لیے بے چین ہو گیا۔

میں نے اس شخص کو گھور کر دیکھا، پھر پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "میں تمہارے لیے ایک اسٹرینجر ہوں، ایک اجنبی۔"

میں نے کہا: "تم سے پہلے ایک اور اجنبی آیا تھا جو خود کو مسٹر اَن نون کہتا تھا اور تم مسٹر اسٹرینجر بن رہے ہو، آخر تم لوگ مشین کے لیے ایسا بچکانہ کھیل کب تک کھیلتے رہو گے۔"

اس نے پوچھا: "تم کس مشین کی بات کر رہے ہو؟"

"واہ، کیا تجاہلِ عارفانہ ہے، آج دنیا کا ہر مجرم ٹرانسفارمر مشین کے متعلق جانتا ہے اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"مسٹر فرہاد! ہمیں کسی مشین سے دلچسپی نہیں ہے، ہم صرف مادام شیبا کے غلام ہیں، ان کے حکم کے بندے ہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو جاؤ اور شیبا سے کہو، میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہم مادام کے پاس جا کر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ ہمیں بلا کر بہت کچھ کہہ سکتی ہیں۔ ہم ان کے حکم کے مطابق تمھیں یہاں لے آئے ہیں، جب ان کا دوسرا حکم ملے گا تو اس پر عمل کریں گے، اس وقت تک انتظار کرو۔"

پھر اس نے ڈاکٹر سے کہا: "واپس چلو۔ مسٹر فرہاد علاج کرانا نہیں چاہتے، ہم یہ رپورٹ مادام کے سامنے پیش کر دیں گے۔"

وہ ڈاکٹر کے ساتھ واپس چلا گیا۔ میں پھر تنہا رہ گیا۔ وہاں گھڑی تھی نہ کیلنڈر۔ یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ کتنا وقت اور کتنے دن گزرتے جا رہے ہیں۔ رسونتی نے ایک دن کہا: "یہ کوئی عجیب سا چکر چل رہا ہے، وہ کہتے ہیں، شیبا کے حکم سے تمھیں لایا گیا ہے اور یہ سب اس کے حکم کے بندے ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اپنے طور پر خیال قائم کرنے سے پہلے بہت سے پہلوؤں پر غور کرنا ہو گا۔ یہ خواب گاہ بہت وسیع و عریض ہے۔ بالکل شاہانہ طرز کی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ پہلے شیبا کے پاس کوئی محل نہیں تھا، اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے غلام نہیں تھے۔ شیبا اس محل میں اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی، حالات ہمارے سامنے ہیں۔ اسے جبراً اغوا کیا گیا تھا۔ آخری بار جب میں اس کے دماغ میں تھا تو میں نے اسے جسمانی اور ذہنی طور پر بے حد کمزور اور مجبور پایا تھا۔ وہ خیال خوانی کے قابل نہیں تھی، سانس بھی نہیں روک سکتی تھی۔"

رسونتی نے کہا: "اور اب یہی شیبا ہمارے آنے پر سانس روک لیتی ہے، آخر وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ کیا اس کی نیت پہلے سے یہی تھی کہ وہ ایک دن ہمارا ساتھ چھوڑ دے گی۔ پہلے بھی ہم اس کی مرضی کے بغیر اس کے دماغ میں نہیں جاتے تھے۔ وہ سانس روک لیتی تھی، پھر ہمیں آنے جانے کی اجازت دیتی تھی۔ ہو سکتا ہے، اس نے اندر ہی اندر چپکے ہی چپکے اپنے وفادار بنائے ہوں، یہ محل خریدا ہو یا بہت ممکن ہے، جن دنوں وہ تل ابیب میں رہ رہی تھی، ان دنوں وہاں اپنی قوم کے لوگوں سے کوئی سمجھوتا کر لیا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے، اس وقت بھی وہ تمہارے ساتھ اپنے ملک کے کسی شہر میں ہو۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس نے خود کو اغوا کرنے کا ڈراما پلے کیا ہو اور اس کے بعد تمھیں بھی اغوا کرا لیا ہو۔"

"رسونتی! ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے مگر ہمیں جلد بازی میں شیبا کے خلاف نہیں سوچنا چاہیے۔ پہلے دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا تھی، آج کیا ہے اور آئندہ کیا کرنا چاہتی ہے؟"

"تم نہیں مانو گے لیکن میں کہتی ہوں، وہ اپنا یہودی رنگ دکھا

رہی ہے۔"

"یہودی قوم میں بھی مائیں ہوتی ہیں۔ ان ماؤں کے سینے میں بھرپور ممتا ہوتی ہے، کیا تم یہ بھول سکتی ہو کہ اس نے ہمارے پارس کو کیسی بھرپور ممتا دی ہے۔ اسے کتنی محنت سے ہیرے کی طرح تراشا ہے۔"

"میں مانتی ہوں، صرف یہودی قوم میں نہیں، دنیا کی ہر قوم میں مائیں ہوتی ہیں اور ان کے سینوں میں بھرپور ممتا ہوتی ہے لیکن ایک بات یاد رکھو، ہر ماں کے دل میں صرف اپنی اولاد کے لیے ممتا ہوتی ہے، وہ دوسرے بچوں سے ضرور پیار کرتی ہے لیکن جب آزمائش کی گھڑی آتی ہے تو ممتا کا پلڑا اپنے بچے کی طرف جھکتا ہے۔"

"شیبا کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔"

"نہیں ہے تو ہو جائے گی۔ تمھارے بیٹے نے اس کے سینے میں ممتا کا رنگ بھر دیا ہے۔ اب وہ تم سے اپنا بیٹا ضرور چاہے گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تم یہ بھول رہی ہو کہ منجالی کا زہر میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔"

"میں تمھاری بیوی ہوں — اس حقیقت کو میں جانتی ہوں۔ شیبا تو نہیں جانتی ہے۔"

"اگر وہ تمھارے خیال کے مطابق یہودی رنگ دکھا رہی ہے تو میں اسے اپنی میڈیکل رپورٹ سنا دوں گا۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں، شیبا اس وقت تمھارے دماغ میں موجود ہے۔"

"ہو سکتا ہے، جب وہ سانس روک لیتی ہے تو اس کا مطلب ہے خیال خوانی کی توانائی بھی حاصل ہو چکی ہے۔ میں شیبا سے کہوں گا، وہ مجھ سے بات کرے۔"

"جب تک میں تمھارے پاس رہوں گی، وہ نہیں بولے گی۔ لہٰذا میں جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا تھا۔ اُٹھ کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ ایک کھڑکی کے پاس جا کر اسے کھولنا چاہا۔ پتا چلا، وہ باہر سے بند ہے۔ وہ شاہانہ طرز کی وسیع و عریض خواب گاہ چاروں طرف سے بند تھی لیکن حبس نہیں تھا۔ ائیر کنڈیشنر لگا ہوا تھا۔ اب میرا دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو رہا تھا۔ اس ائیر کنڈیشنر کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ میں افریقہ یا مشرقِ وسطیٰ کے کسی ملک میں ہوں۔ یورپ کے تمام ملکوں میں اچھی خاصی سردی پڑ رہی تھی۔ جہاں مجھے پہنچایا گیا ہے، وہ کوئی گرم خطہ ہے۔ اسی لیے ائیر کنڈیشنر کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

میں نے چونک کر شیبا کی آواز سنی۔ وہ میرے دماغ میں [illegible] رہی تھی: "تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔ اس خطے میں گرمی پڑ رہی ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں یہ بھی ٹھیک سوچ رہا تھا کہ تم میرے دماغ میں بہت پہلے سے ہو، کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم یہ آنکھ مچولی کیوں کھیل رہی ہو؟"

"میں پہلی بار اُس وقت تمھارے دماغ میں آئی جب رسونتی [illegible] باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سوچا میاں بیوی کے درمیان مداخلت نہیں کرنا چاہیے اس لیے واپس چلی گئی۔"

"ہم تمھارا ہی ذکر کر رہے تھے۔ تمھیں واپس نہیں جانا چاہیے تھا۔"

"میرے متعلق تمھاری شریکِ حیات کی رائے بہت بری ہے۔ جو میرے متعلق اچھی رائے نہ رکھتا ہو یا نہ رکھتی ہو، میں اس کی موجودگی میں کچھ بولنا نہیں چاہتی۔"

"شیبا! سمجھنے کی کوشش کرو، تمھارے رویے نے انھیں [illegible] میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان کی غلط فہمی دور کرو۔ وہ جب بھی تمھارے دماغ میں آتی ہے تم سانس کیوں روک لیتی ہو؟"

"میں صرف تم سے تعلق رکھنا چاہتی ہوں اور بس۔"

"اچانک ایسی کیا بات ہو گئی، تم میری ساتھیوں سے کیوں بدظن ہو گئی ہو۔ چلو میری کوئی ساتھی نہ سہی، تم خیال خوانی کے ذریعے جناب شیخ صاحب سے تو رابطہ قائم کر سکتی ہو۔"

"میں نے کہا نا، میں صرف تم سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"صرف مجھ سے تعلق رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ پارس سے [illegible] تعلق نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، وہ تمھارا خون ہے۔ میں اسے اپنی اولاد کی طرح چاہتی ہوں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"اسی محل میں۔"

"تعجب ہے۔ اتنے قریب ہو اور مجھ سے دور رہ کر باتیں کر رہی ہو۔"

"تم بے حد کمزور تھے۔ تمھیں آرام کی ضرورت تھی۔ میں نے [illegible] کو تاکید کی تھی کہ کوئی تمھیں ڈسٹرب نہ کرے۔ اب تم ڈاکٹر کے علاج کے بغیر ہی صحت مند ہو چکے ہو۔ میں بلاؤں تو ضرور میرے پاس آ جاؤ گے۔ کیا آ رہے ہو؟"

"سُنا ہے اس خواب گاہ کے باہر میری موت کا سامان [illegible] گیا ہے؟"

"کوئی تمھاری طرف انگلی بھی نہیں اٹھائے گا، اطمینان سے غسل کرو، لباس تبدیل کرو، پھر کمرے سے باہر نکل آؤ۔"

"کہاں آؤں؟"

"تمھاری رہنمائی ہوتی رہے گی۔"

"اچھی بات ہے ایک گھنٹے بعد آ رہا ہوں۔"

وہاں کی ایک ایک الماری میں میرے لیے عمدہ سوٹ اور طرح طرح کے ملبوسات تھے۔ ہر لباس کی مناسبت سے جوتے، جرابیں اور نکٹائیاں وغیرہ تھیں۔ میں نے ایک لباس اپنے لیے منتخب کیا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ میں جانتا تھا، ایسے وقت شیبا موجود ہو گی تو بھاگ جائے گی اور میں اسے بھگانا چاہتا تھا کیوں کہ اس کی مخالفت میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے اور میں ان خیالات کو دماغ میں جگہ دے کر اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

شیبا کے اندازِ گفتگو سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ اس محل کی مالکہ ہے اور یہاں کے تمام مسلح افراد اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ مجھے اس بات کی حیرانی نہیں تھی کہ میرے ناپ کے ملبوسات اور جوتے وہاں موجود تھے۔ دنیا کی تمام بڑی خطرناک تنظیمیں، تمام بڑے ممالک میں جہاں جہاں میرا ریکارڈ ہے، وہاں میرے جوتوں کا سائز بھی لکھا ہوا ہے۔ دراصل حیران کر دینے والی بات یہ تھی کہ شیبا کو اپنے اغوا ہونے کا کوئی غم نہیں تھا۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی شاہانہ انداز کی زندگی شروع کر دی تھی۔

میں نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا، پھر اس خواب گاہ سے باہر نکلا۔ ایک کشادہ راہداری میں بہت سے مسلح افراد نظر آئے۔ مجھے دیکھتے ہی کم از کم ایک درجن کنیزوں نے سلام کیا، پھر وہ میرے دونوں طرف آ کر کھڑی ہو گئیں۔ میرے آگے ایک خوب صورت کنیز تھی، اس نے کہا: "میرے آقا! تشریف لائیے۔"

وہ آگے بڑھی۔ میں تمام کنیزوں کے درمیان چلنے لگا۔ وہ پتا نہیں کتنا وسیع و عریض محل تھا۔ شاہانہ طرزِ تعمیر کا بہترین نمونہ تھا۔ یوں لگتا تھا، میں چلتا رہوں گا اور اس کا آخری سرا نہیں آئے گا۔ بہرحال وہ بڑا سا دروازہ آ گیا جس کے پیچھے شیبا کی خواب گاہ تھی۔ وہاں کھڑی ہوئی کنیزوں نے مجھے دیکھتے ہی جھک کر سلام کیا اور پھر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی جیسے ہزار داستان کے اوراق کھلنے لگے۔ وہ خواب گاہ کیا تھی، دور تک الف لیلوی نظارہ تھا۔ ایک کنیز سُرساگر کے تاروں کو چھیڑ رہی تھی۔ موسیقی مدھم مدھم سُروں میں بکھر رہی تھی۔ کھلے ہوئے دروازے پر کتنی ہی رقاصائیں رقص کر رہی تھیں اور رقص کے انداز میں مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے اندر آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا خواب گاہ میں داخل ہوا۔ خواب گاہ کے وسط میں ایک بڑا سا دائرہ نما پلیٹ فارم تھا۔ وہ پلیٹ فارم بہت ہی دھیرے دھیرے دائرے کی صورت میں گھوم رہا تھا۔ اس پر ایک شاہانہ طرز کا پلنگ تھا۔ پلنگ کے اطراف ہلکے آسمانی رنگ کا باریک ریشمی پردہ تھا۔ اس پردے کے پیچھے ایک دلہن سر جھکائے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں رقاصاؤں کے درمیان چلتا ہوا اس اسٹیج پر آیا۔ اس باریک ریشمی پردے کے پیچھے شیبا سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی، دلہن کی طرح سجی بنی ہوئی تھی۔ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ اس پر سے نظریں ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اب سے پہلے بھی وہ بنتی سنورتی رہی تھی لیکن لڑکیاں خواہ کتنا ہی سنگھار کر لیں، دلہن کے روپ میں کچھ اور ہی بات ہوتی ہے، شاید یہ بات ہوتی ہے کہ دلہن بن کر وہ صرف ہماری ملکیت بن جاتی ہے۔

یا حیرت! یہ کیا ہو رہا تھا، ہم دونوں اغوا کیے گئے تھے لیکن وہ اتنے شوق سے دلہن بنی بیٹھی تھی جیسے اسی مقصد کے لیے اغوا ہونا پسند کیا ہو۔ تمام رقاصائیں اسی انداز میں رقص کرتے ہوئے خواب گاہ سے باہر جانے لگیں۔ سُرسنگیت کے تاروں کو چھیڑنے والی بھی اُٹھ گئی۔ ذرا سی دیر میں خواب گاہ خالی ہو گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میں ریشمی پردے کو ہٹا کر اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا، پھر بولا: "یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا ہم اپنے گھر میں ہیں؟"

اس نے شرماتے ہوئے، مسکراتے ہوئے سر کو اور جھکا لیا، پھر میرے دماغ میں آ کر بولی: "حیا سے میری زبان نہیں کھلے گی۔ میں سوچ کے ذریعے صرف اتنی گزارش کرتی ہوں کہ کوئی ایسا ویسا سوال نہ کرو۔ یہاں میں ہوں، تم ہو، میری بات ہو، تمھاری بات ہو اور کسی کا ذکر نہ ہو۔"

"میں بہت الجھن میں گرفتار ہوں، تمھارے متعلق کیا رائے قائم کروں؟"

"لوگ اپنی بیویوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہیں؟"

"بیوی!" میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ "میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا؟"

"مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا۔ پہلے یہ بتاؤ نکاح اسلامی طریقے پر ہونا ضروری ہے یا ہم یہودیوں کا طریقہ ہی قابلِ قبول ہو گا تمھارے لیے؟" شیبا نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا چکر چلا رہی ہو تم؟ مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں، قصہ کیا ہے اور یہ نکاح، دلہن وغیرہ کا کیا ڈھونگ ہے؟" میں غصے سے چیخ پڑا۔

"ارے تم اسے ڈھونگ کہہ رہے ہو۔ میری زندگی اور موت کا مسئلہ تمھیں ڈھونگ نظر آ رہا ہے؟" وہ شرم و حیا چھوڑ کر مجھے غصے سے گھورتے ہوئے بولی۔

"اور پھر کیا ہے یہ سب کچھ؟" میں نے بھی ترکی بہ ترکی کہا: "یہ تم

پیرا اچانک کیسا دورہ پڑا ہے؟ اس قید خانے میں کوئی ہوش مند ایسی باتیں کر سکتا ہے بھلا؟"

"قید خانہ ہے یہ تمہارے لیے، میرے لیے تو یہ وہ بندھن ہے جس کی میں ہمیشہ سے متمنی تھی۔" وہ بولی "تم تو خواہ مخواہ ہی غصہ کھا رہے ہو حالانکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ جن لوگوں نے مجھے اور تمہیں یہاں لا کر یکجا کیا ہے، وہ چاہتے ہیں، ہم یہاں شادی کر کے باقاعدہ شوہر اور بیوی کی حیثیت سے رہیں۔ یہ کوئی دو چار روز کا ساتھ تو ہے نہیں کہ کسی نہ کسی طرح وقت گزار کے اپنی اپنی راہ لیں۔ ہمارے میزبانوں نے یہاں جو آسائشیں مہیا کی ہیں ہمارے لیے یہ عارضی نہیں ہیں، یہ انتظام ہمارے مستقل طور پر یہیں رہنے کے لیے کیا گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں اب ہم ماضی کی تمام تلخ و شیریں یادیں فراموش کر کے اپنا گھر بسا لیں اور دنیا کے تمام بکھیڑوں سے دور یہاں پُرسکون اور پُرآسائش زندگی گزاریں۔ ہنگامے ہم نے بہت کر لیے، اب کچھ اپنی آئندہ نسلوں کی بھی فکر کرنا چاہیے ہمیں۔"

اس بار ایک بالکل ہی نئی صورتِ حال سے دوچار ہوا تھا۔ اس سے پہلے بھی دشمن مجھ پر حاوی ہو چکے تھے مگر انھوں نے مجھے بے دست و پا بنانے کی ایسی کوئی تدبیر نہیں کی تھی۔ دشمنی کا یہ انداز بڑا ہی انوکھا اور دل خوش کن تھا۔ شیبا کو اپنی دلہن بنانے کا تصور میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں برسوں سے یہ خواب دیکھتا آ رہا تھا۔ اب اس طرح مجھے اس کی تعبیر مل رہی تھی تو مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا۔ رہا زندگی بھر یہاں رہنے کا مسئلہ تو یہ بعد کی بات تھی۔ یہ تو وقت ہی بتا سکتا تھا کہ ہمارا مستقل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے نئے میزبانوں کی خواہش کا احترام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے کہا۔ "یہ تو بڑے مہربان لوگ معلوم ہوتے ہیں، میری دلی مراد پوری کرنا چاہتے ہیں، پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر بتا دو نکاح کس طریقے پر کرنا پسند کرو گے؟" شیبا نے خوش ہو کر کہا۔

"خالص اسلامی طریقے پر، کسی مسلمان اور مستند قاضی کے ہاتھوں سے یہ بندھن بندھنا چاہیے۔" میں نے جواب دیا۔

پتا نہیں اس نے مجھے اور میں نے اسے کتنے برسوں کے بعد پایا تھا۔ ابھی حساب کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ہم ایک طویل عرصے سے ایک دوسرے کے مطلوب تھے۔ اگر طلب اچانک پوری ہو جائے تو خواب جیسا لگتا ہے۔

شیبا نے ان لمحات کے لیے کیا نہیں کیا۔ اگر ایک لڑکی اپنے گھر میں اپنے رشتے داروں کے درمیان مجبور ہو، بے بسی کی زندگی گزار رہی ہو تو اس گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہے لیکن بھاگنے کے لیے باہر کسی کا سہارا تلاش کرتی ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ تھامنے والا مل جاتا ہے تو وہ اپنے گھر سے نکل جاتی ہے۔ یہی حال شیبا کا تھا۔ اُس نے اپنی محنت سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا لیکن ربّی اسفند یار اسے اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کی ٹیلی پیتھی کا ذکر اپنے اعلیٰ حکام سے بھی نہیں کیا، وہ چاہتا تھا کہ شیبا اپنی ماں کے پاس بھی جائے۔ اس کا دنیا میں کوئی نہ ہو تاکہ وہ صرف ربّی اسفند یار کو سب کچھ سمجھ لے۔ اس کے لیے اس نے اس کی ماں کو قتل کرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

قصہ بہت طویل ہے، میرے قارئین شیبا کی داستان خود اس کی زبانی سُن چکے ہیں۔ اس کا کوئی گھر نہیں تھا۔ وہ ربّی اسفند یار کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس پر یہ انکشاف ہونے لگا کہ ربّی اسفند یار کیسی چالیں چل رہا ہے تب وہ اپنے لیے راہِ فرار تلاش کرنے لگی۔ ایسے وقت میں اس کے سامنے آیا۔ محبت اور دولت سے اس کا دل جیتنے لگا۔ حالات نے ایسی کروٹ لی کہ شیبا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی۔ وہاں بھی اسے اپنوں کا پیار ملتا رہا۔ جناب بابا صاحب نے اسے اپنی خاص توجہ سے جسمانی اور ذہنی طور پر سمجھدار بنایا۔ وہاں رہ کر وہ ٹیلی پیتھی کے علم کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھتی رہی۔ طرح طرح کے ہنر بھی سیکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ میں ان سارے مرحلوں میں اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ وہ سب کچھ میرے لیے کر رہی تھی، اپنے علم و ہنر کے ذریعے میرے شایانِ شان بننا چاہتی تھی۔ اس کے لیے وہ ایک بار ہم سے جدا ہو گئی۔ پارس اس کے ہاتھ آیا تو اس نے میرا دل جیتنے کے لیے اسے بھی ممتا دی۔ وہ آج بھی اسے اپنی اولاد کی طرح دل و جان سے چاہتی تھی۔

شیبا نے جب سے اپنے ملک کی زمین چھوڑی تھی۔ اپنوں سے منہ موڑا تھا تب سے وہ جو کچھ بھی کرتی آئی تھی، صرف دل جیتنے کے لیے اور آخر آج اس نے مجھے سر سے پاؤں تک جیت لیا تھا۔ اور یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اصل جیت کس کی ہوئی تھی۔

خواب گاہ میں خاموشی چھا گئی۔ اس کی سیاہ زلفیں تکیے پر بکھری ہوئی تھیں۔ ان بکھری ہوئی کالی بدلیوں میں اس کا چاند سا چہرہ پڑ گیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "شیبا!"

اس نے شرما کر ایک ہاتھ سے منہ چھپا لیا۔ میں نے کہا۔ "اب میں تمہارا بن چکا ہوں، کیا ہم دونوں اسی مقصد کے لیے اغوا کیے گئے ہیں؟"

"نہیں، اغوا سے ہمارے اس مقصد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم میری بات پوچھتے ہو، خود اپنی بات کہو۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ کوئی دشمن تمہیں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دے؟"

"ہرگز نہیں، لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"یہ میری آرزوئیں ہیں، میری وہ خواہشات ہیں جو برسوں سے لکھی جا رہی تھیں۔ جب میں نے تمہارے بیٹے کو پہلی بار اپنے سینے سے لگایا تو میرا دل ممتا سے دھڑکنے لگا۔ پہلی بار میرے اندر یہ خواہش شدت اختیار کرنے لگی کہ تمہارے ایک ایسے ہی بیٹے کی ماں بنوں۔ میں دیکھتی آئی ہوں، تم دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے ہو لیکن پلٹ کر سیدھے رسونتی کے پاس جاتے ہو اور اس لیے جاتے ہو کہ وہ تمہارے بیٹے کی ماں ہے۔"

"بے شک میں کہیں بھی جاتا ہوں، پلٹ کر اسی کے پاس آتا ہوں لیکن اس کی صرف یہی ایک وجہ نہیں ہے۔ رسونتی ایک محبت کرنے والی شریکِ حیات ہے، وہ کئی بار دشمنوں کے ہاتھ لگی۔ ان کے بہکانے میں آئی، مجھ سے عارضی طور پر دشمنی کی۔ پھر اسے عقل آ گئی۔ اس نے بارہا بُرے وقتوں میں میرا ساتھ دیا۔ سونیا، اعلیٰ بی بی، تم اور پومی بھی دن رات میرے کام آنے کے لیے تیار رہتی ہو۔ ہر آزمائشی مرحلے میں ساتھ دیتی ہو۔ میں تم سب کو بے حد چاہتا ہوں اور اس چاہت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ محبت ناپ کر کی جاتی ہے نہ تول کر۔ میرا دل صرف رسونتی کے لیے نہیں، تم سب کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، تم دو بار پیرس آئے اور دونوں بار رسونتی کے ...... کاٹیج میں رہے، تمہارے ...... آس پاس سونیا، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ موجود تھیں، میں بھی یہ تماشا دیکھتی تھی۔ تم ہمارے پاس کبھی کبھی آتے تھے، دو چار باتیں کرتے تھے، پھر چلے جاتے تھے۔ مجھے احساس ہونے لگا کہ ہم سب تمہاری بیوی کی باڈی گارڈز ہیں۔ تمہارے دونوں بچوں کی آیائیں ہیں۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"سچی باتیں کڑوی لگتی ہیں لیکن تم ان سچائیوں سے انکار نہیں کر سکو گے۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں، اس کا معقول جواب نہیں دے سکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے رسونتی کے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔"

"میں رسونتی کی دشمن نہیں ہوں۔ اس کے خلاف محاذ نہیں بنا رہی ہوں بلکہ اس کی طرح خوش نصیب بننا چاہتی ہوں۔"

"خوش نصیبی اور بدنصیبی قدرت کے کھیل ہیں، میں تمہیں ایک بات صاف طور پر بتا دوں کہ دنیا کی کوئی عورت میرے بچے کی ماں نہیں بن سکے گی۔"

"میں نے تمہارے دماغ میں رہ کر رسونتی سے ہونے والی گفتگو سُن لی ہے۔ تم کسی میڈیکل رپورٹ کا ذکر کر رہے تھے، ہو سکتا ہے، وہ میڈیکل رپورٹ درست ہو لیکن دنیا کا کوئی بھی طبی قانون قدرت کے قانون سے افضل، برتر اور قوی نہیں ہو سکتا۔ انسان کوشش کرتا ہے اور کوشش کے دو ہی نتائج ہوتے ہیں۔ کامیابی یا ناکامی۔ اگر کامیابی ہوئی تو میری گود میں اپنا بچہ دیکھ کر تمہیں خوشی ہو گی؟"

"ضرور خوشی ہو گی لیکن کاش تم مسلمان ہو جاتیں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں، دنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ دو مختلف مذاہب کے مرد اور عورت اپنے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق شادی کرتے ہیں اور میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتے ہوئے اپنے اپنے مذہب سے بھی وابستہ رہتے ہیں۔"

"ہم لوگ صرف مسلمان عورت سے شادی کرتے ہیں، اگر وہ عورت مسلمان نہ ہو تو اسے اپنے دین کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"تم یہ باتیں نہ کرو، میں نے ایسے ہزاروں مسلمان دیکھے ہیں جن کی بیویاں ہندو ہیں، عیسائی اور یہودی ہیں، دونوں اپنے اپنے مذہب کے پابند ہیں اور میاں بیوی کی طرح زندگی گزارتے ہوئے درجنوں بچوں کے والدین بھی بن چکے ہیں۔ مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ دنیا کیا کہتی ہے، دین کیا کہتا ہے، میں صرف محبت کرتی ہوں اور تمہاری پرستش کرتی ہوں اور تمہارے بچے کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تم سے بحث کرنا فضول ہے جب کہ یہ پورا یقین ہے، تم کبھی ماں نہیں بن سکو گی۔"

"جب یقین ہے تو بحث نہ کرو، یہ مجھ پر چھوڑ دو اور میری صرف اتنی سی بات یاد رکھو عورت بہت ہی نازک ہوتی ہے مگر اپنے ارادوں میں چٹان ہوتی ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیتی ہے۔"

"چلو، میں نے تسلیم کر لیا کہ تم چٹان ہو اور ایک دن ناممکن کو ممکن بنا دو گی۔ اب میرے سوال کا جواب دو۔ ہم کہاں ہیں، یہ کون سا ملک ہے؟"

"میں اپنے میکے میں ہوں اور تم اپنے سسرال میں۔"

میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا ہم تل ابیب میں ہیں؟"

وہ مسکرانے لگی۔ میں فوراً ہی بستر سے اُٹھ کر اس سے دور کھڑا ہو گیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہو جنھوں نے تمہیں اغوا کیا۔ چھ ماہ تک جزیرے میں قید رکھا؟"

اس کی مسکراہٹ بجھ گئی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "غلطی اپنوں سے ہوتی ہے، ان پر غصہ آتا ہے، ہم انھیں سزا بھی دیتے ہیں مگر ہمیشہ کے لیے چھوڑ نہیں دیتے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم نے یہاں کے اعلیٰ حکام سے سمجھوتا کر لیا ہے؟"

"میں آسانی سے جھکنے والی عورت نہیں ہوں۔ تم سے مشورہ کیے بغیر کبھی کوئی سمجھوتا نہ کرتی مگر مجبوری آڑے آگئی۔ مجھے ایسا کرنا ہی پڑا۔"

"آخر وہ کیسی مجبوری تھی کہ تم نے مجھ سے مشورہ تک نہیں لیا۔"

"تمھاری زندگی بچانے کا سوال تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو، اب تک زندہ رہتے؟ ذرا سوچو۔ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں، تمام بڑے ممالک، تمام سپر طاقتیں تمھیں پہلی فرصت میں گولی مار دینا چاہتی ہیں لیکن تمھارے قتل کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتیں۔ یہ حوصلہ میری قوم کے لوگوں نے کیا تھا۔ انھوں نے مجھے اغوا کرنے کے بعد پوچھا، میں تمھاری زندگی چاہتی ہوں یا موت۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے، تم القرہ میں ہو۔ جس ہوٹل میں کافی پی کر بے ہوش ہوئے، وہاں اتنی زحمت اٹھائی نہ جاتی۔ سائلنسر لگے ریوالور سے چُپ چاپ تمھیں گولی مار کر ختم کر دیا جاتا۔ کسی کو یہ پتا نہ چلتا کہ کس نے گولی ماری ہے۔"

وہ بول رہی تھی۔ میں سُن رہا تھا اور اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ دشمنوں کو یقین ہو چکا تھا کہ میں اصلی فرہاد علی تیمور ہوں۔ پوری طرح تصدیق کرنے کے بعد وہ گولی مارنے میں ذرا بھی دیر نہ کرتے۔ میں نے پوچھا "تم نے کس قسم کا سمجھوتا کیا ہے؟"

"ان کی پہلی شرط یہ ہے کہ میں ہمیشہ ان کے پاس رہوں۔ میں یہاں پیدا ہوئی، یہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا۔ مجھ پر ان کا حق ہے۔ میں نے یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں۔ تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن میں کیا کروں۔ انھوں نے صاف کہہ دیا تھا۔ اگر میں ان کی شرائط تسلیم نہیں کروں گی، تو یہاں تمھاری لاش آئے گی۔"

میں نے پوچھا "ان کی دوسری شرط کیا ہے؟"

"وہ کہتے ہیں، میں تمھارے ساتھ دوست بن کر نہ رہوں۔ ایک مسلمان کے ساتھ اس حیثیت میں رہنے سے ہماری پوری قوم کی توہین ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں، وہ بالکل درست کہتے ہیں۔ بحیثیت عورت میں خود اپنی توہین محسوس کرتی ہوں۔"

میں نے کہا "پھر تو انھوں نے یہ شرط بھی رکھی ہو گی کہ تمھارا شوہر بننے کے لیے مجھے اپنا دین چھوڑنا ہو گا۔"

"وہ جانتے ہیں، تم ضدی ہو۔ جان سے جاؤ گے مگر ایمان سے نہیں جاؤ گے۔ تم مسلمان رہو گے۔ میں یہودی رہوں گی اور ہم اپنے اپنے مذہب کے مطابق . . . . میاں بیوی بن کر رہیں گے۔"

"تم یہ بات کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو۔ کیا فرہاد علی تیمور ساری عمر تمھارے ساتھ تل ابیب میں رہے گا؟"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ ان کی شرائط بیان کر رہی ہوں۔ انھوں نے مجھے یہ سب کچھ تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ میں کس دل سے یہ کہہ دیتی کہ وہ تمھیں گولی مار دیں۔"

"میں تمھاری محبت کو سمجھتا ہوں اور تمھاری مجبوریوں کو تسلیم کرتا ہوں لیکن سوچو، یہ کتنی زبردست چال ہے۔ وہ مجھے کبھی زنجیر نہ پہنا سکے۔ اب تمھاری دیوانہ وار محبت سے فائدہ اٹھا کر، شادی کی زنجیروں میں جکڑ کر تمام عمر قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا تم بھی یہ چاہتی ہو؟"

"دنیا کی ہر عورت یہی چاہتی ہے کہ وہ تمام عمر اپنے مرد کو اپنا قیدی بنا کر رکھے لیکن یہ نہیں چاہتی کہ اس کے پیار کا قیدی دوسروں کے سامنے مجبور ہو۔"

"ان کی تیسری شرط کیا ہے؟"

"وہ کہتے ہیں، سونیا، اعلیٰ بی بی، پومی اور والشور کی اسرائیل کی سرزمین پر قدم نہ رکھیں۔ فی الوقت ساری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ہمارے ہی ساتھی ہیں۔ لہٰذا ہماری قوم کے کسی فرد کو یا ہمارے ملک کی کسی چیز کو بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان نہ پہنچے۔ کوئی غیر ملکی جاسوس یا کوئی تیس مار خاں تمھیں رہائی دلانے کی کوشش نہ کرے۔ اگر کوئی شخص ایسی کوشش کرے گا تو تم پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔ تمھیں ایسی اذیتیں پہنچائی جائیں گی کہ تم خود اپنی زبان سے موت کی بھیک مانگو گے اور اگر بہت زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو تمھیں اذیتیں پہنچانے کی زحمت بھی نہیں اٹھائی جائے گی۔ پلک جھپکتے ہی ختم کر دیا جائے گا۔ اب تم ہی بتاؤ میں ایسا سمجھوتا نہ کرتی تو کیا کرتی؟"

ایک سوالیہ کہاوت ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ یہ بات مجھ پر صادق آ رہی تھی۔ میں ہمیشہ اسرائیلیوں کی جیت کو ہار میں بدل دیتا تھا۔ جب بھی وہ ہمارے کسی آدمی کو اغوا کرتے یا کسی اور طرح بے بس کرنے کی کوشش کرتے تو ہم ترپ چال چلتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتے تو وہ دوستی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ اس بار ہمارے پاس کوئی ترپ کا پتا نہیں تھا۔ میں ان کی چال میں آ گیا تھا۔ انھوں نے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ یقین کر لیا تھا کہ میں اصلی فرہاد علی تیمور ہوں، تب مجھے قیدی بنایا تھا۔ جناب شیخ صاحب اپنے ادارے کے باصلاحیت افراد کو میرے لیے استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ میری کوئی ساتھی عورت میری رہائی کے لیے کوشش کرنے کی حماقت نہیں کرنا چاہے گی۔ اسرائیلی حکام نے یہ فیصلہ کر لیا تھا، چاہے پورا ملک تباہ ہو جائے، ساری قوم نیست و نابود ہو جائے، وہ فرہاد کو بھی نابود کر دیں گے۔

حالانکہ یہ بچکانہ سی بات ہے۔ برسرِ اقتدار رہنے والے حکام اپنے ملک اور اپنی پوری قوم کو تباہ کرنے کا حق نہیں رکھتے اور وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن وہ مجھے اذیتیں پہنچاتے تو وہ میری تمام ساتھی عورتیں اذیتوں میں مبتلا ہو جاتیں، ذہنی کرب سے دوچار

ہوتی رہتیں۔ ان حالات میں میری رہائی کے لیے فوری اقدامات کیے جاسکتے تھے۔ اب میرے لوگوں کو مناسب موقع کا انتظار کرنا تھا۔

میں شیبا کی باتیں سن رہا تھا اور اسی دائرہ نما پلیٹ فارم پر اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ میری دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ان حالات میں سب سے پہلے سونیا سے بات کرنا چاہتا تھا۔ میں ذرا کامیاب ہوا، اس کے دماغ میں پہنچا، لیکن پھر تھک سا گیا۔ میں نے کہا۔ "سونیا! ابھی میں خیال خوانی کی کوشش کر رہا ہوں۔ جلد ہی آؤں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ میں نے سوچا، آج تمام رات اچھی طرح آرام کرنا چاہیے۔ انشاءاللہ صبح خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا۔ ایسا سوچتے وقت میں نے چونک کر شیبا کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "تم نے بڑی اہم باتیں کی ہیں، لیکن یہ باتیں میرے دماغ میں آکر بھی کر سکتی تھیں۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی، جو حضرات دوسری طرف ہماری گفتگو سُن رہے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم رُو برو بولتے رہیں۔"

میں تھکن محسوس کرتے ہوئے پلنگ کے سرے پر بیٹھ گیا۔ وہ میرے پاس آکر بولی۔ "آرام سے لیٹ جاؤ، تم نے ڈاکٹر کو واپس کر کے اچھا نہیں کیا۔ تمھیں علاج کرانا چاہیے، دوائیں استعمال کرنا چاہئیں۔"

"ڈاکٹر اور دواؤں کی ضرورت بیماروں کو ہوتی ہے۔ میں خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہوں۔"

"چلو بیمار نہ سہی، پریشان تو ہو، آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ، میں تمھارا سر دبا دیتی ہوں، تمھیں نیند آجائے گی۔"

میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، اس کے سوا کر بھی کیا سکتا تھا، ہر طرف سے مجبور تھا۔ دماغ کمپیوٹر نہیں تھا کہ فوراً ہی یہاں سے نجات حاصل کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں آجاتی اور میں اس پر عمل شروع کر دیتا۔ یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ اس بار میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے نہ جانے کتنے دن، کتنے ہفتے، کتنے مہینے، یا خدانخواستہ کتنے سال لگنے والے تھے۔

اسی ملک میں، اسی شہر تل ابیب میں کئی بار رسونتی آئی۔ ایک برس پہلے میں آیا اور ہم جب بھی یہاں آئے تو بڑی دھوم دھام سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ ہم پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں ہمارے لیے قومی ترانے بجائے گئے۔ وہاں کے اعلیٰ حاکم اور دوسرے عہدے دار ہمارے استقبال کے لیے پیش پیش رہے۔ یہ وہی شہر تھا، یہاں وہی حکمران اور عہدے دار تھے، لیکن پچھلے کئی ماہ سے کوئی مجھے پوچھنے ہی نہیں آیا تھا۔ اب انھیں میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں ان کا ایک مجبور اور بے بس قیدی تھا۔ وہ جس وقت چاہتے، مجھے چٹکی میں مسل ڈالتے۔

میں دوسری صبح بیدار ہوا تو پہلے جیسی توانائی محسوس کی۔ جی چاہتا تھا، باہر جا کر کھلی فضا میں دوڑ لگاؤں، میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا، شیبا غسل کر کے باتھ روم سے نکل رہی تھی، اپنے گیلے بالوں کو نچوڑ رہی تھی۔ میں اس کے صاف و شفاف اور نکھرے نکھرے حُسن کو دیر تک دیکھتا رہ گیا۔ اسے دیکھ کر یہ بھی یاد آیا کہ میں اپنی حسین محبوبہ کے ساتھ ایک خواب گاہ میں قید ہوں، اپنی مرضی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا کا تصور کیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کون فرہاد؟"

"ہاں، خدا کا شکر ہے کہ پھر خیال خوانی کرنے لگا ہوں تمھیں سارے حالات کا علم ہو چکا ہو گا۔"

"رسونتی کے ذریعے ایک ایک پل کی خبر مل رہی ہے۔ نئی دُلہن مبارک ہو۔"

"تم طعنے دینے سے باز نہیں آؤ گی۔"

"تم اپنی اوچھی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ یہاں سے امریکا جانے کی بات کہہ کر نکلے تھے۔ پیرس پہنچ کر راستہ بدل دیا۔ اِدھر چُپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے شیبا کو سمجھا دیا کہ وہ قیصری قلعے پہنچ جائے تاکہ محبت کی پینگیں بڑھائی جا سکیں۔ اب دیکھ لیا، اپنی عیاری کا انجام؟"

"میں تم سے جلی کٹی سننے نہیں آیا ہوں۔"

"میں تو ضرور سناؤں گی، تمھیں منظور ہے تو میرے پاس آؤ، ورنہ چلے جاؤ مگر جانے سے پہلے ایک بات یاد رکھو، تم پر جو بھی عذاب نازل ہوتا ہے، وہ اس لیے نہیں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

"جب آدمی کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ نصیحتیں کرتا پھرتا ہے۔ تم اس وقت بہت ہی بے بس اور مجبور ہو، میرے لیے کچھ کر نہیں سکتیں۔ یہودیوں نے میرے اطراف اتنا سخت پہرا بٹھا دیا ہے کہ ایک چیونٹی بھی محل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ تم میں سے کوئی اس ملک کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ تم سب مجبور ہو، مجبوری میں جھنجلا کر سوچ رہی ہو کہ میں نے فلاں قدم کیوں اٹھایا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، اگر میں پیدا نہ ہوتا تو میرے لیے یہ دنیا نہ ہوتی اور نہ ہی دُنیا کی مصیبتیں ہوتیں۔ جُوتا اس لیے کاٹتا ہے کہ ہم پہنتے ہیں۔ اگر ہم ننگے پاؤں رہیں تو جُوتے کو کیا پڑی ہے کہ ہمیں کاٹے۔ ذرا سوچو، تم لوگوں کو پیدا ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جب پیدا ہو چکی ہو تو تم ہمیں کاٹ رہی ہو۔ عجب مذاق ہے۔ ایک عورت کاٹتی ہے دوسری نصیحت کرتی ہے۔"

"بکواس بند کرو اور یہاں سے جاؤ۔"

"مجھے تمھارے پاس آنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

"میں بھی تمھیں سمجھاتی ہوں، آئندہ میرے پاس ہرگز نہ آنا، میں

تمھارے لیے کچھ نہیں کروں گی۔"

"تم کر بھی کیا سکتی ہو۔ بہت مجبور ہو۔ یہاں قدم رکھوگی تو دشمن مجھے گولی مار دیں گے۔ میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں، اگر تمھارے دل میں میری محبت جوش مارے تو ادھر آنے کی حماقت نہ کرنا۔ میں تمھاری حماقتوں کے باعث مرنا نہیں چاہتا۔ ایک بات یاد رکھو، مرد کو زنجیریں توڑنے کے لیے عورت کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

"خدا کے لیے میری ایک بات مان لو۔ آئندہ مجھ سے کبھی رابطہ قائم نہ کرنا، یہ تمھارا احسان ہوگا۔"

"میں یہ احسان ضرور کروں گا، مطمئن رہو۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ بظاہر ہم نے جھگڑا کیا تھا اور ایک دوسرے سے نہ جانے کتنے عرصے کے لیے رابطہ ختم کر دیا تھا لیکن میں سمجھ رہا تھا۔ وہ بڑی مکار ہے، کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے رابطہ ختم کر رہی ہے۔ میں گرفتار ہو جاؤں اور وہ سکون سے بیٹھی رہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو تکلیف اسے ہوتی ہے۔ وہ اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے ضرور کچھ کر رہی ہوگی۔

ایک برس گزر رہا تھا، میں نے آسمان نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پہلے کسی دشمن کی قید میں اتنا طویل عرصہ نہیں گزارا تھا۔ اس وسیع و عریض محل کے اندر ہر طرح کی آزادی تھی، میں شیبا کے ساتھ جہاں چاہتا تھا، جا سکتا تھا۔ لیکن تنہا اپنے کمرے سے نکلنے پر پابندی تھی۔ محل کے اندر ہر طرح کی تفریح کا سامان موجود تھا۔ ٹی وی اور وی سی آر تھا۔ اگر میں شہ زوروں کا مقابلہ دیکھنا چاہتا تو بڑے بڑے پہلوان آکر کشتی لڑتے تھے۔ جوڈو کراٹے کا مظاہرہ کرتے تھے ــ ماہر حسینائیں جمناسٹک کے کرتب دکھاتی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا، اسرائیلی حکام مجھے اس محل میں قید کر کے مطمئن ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد نہ مجھ سے کچھ لینا چاہتے ہیں نہ دینا چاہتے ہیں اور یہ کوئی ماننے والی بات نہیں تھی۔ وہ مجھے قید کرنے کے بعد ضرور کوئی بڑا مفاد حاصل کر رہے تھے۔

میں نے پریشان ہو کر کہا۔ "شیبا! یہاں تمھارے ہر حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ تمھارے جو بڑے ہیں، وہ تمھاری ہر بات مانتے ہیں۔ خدا کے لیے ان سے اجازت لو کہ میں کم از کم آسمان دیکھ سکوں۔"

"میں آج ان سے ملاقات کروں گی اور اس بات کی اجازت لوں گی کہ محل سے باہر پھیلے ہوئے گارڈن میں چہل قدمی کی اجازت دی جائے۔"

وہ اکثر محل سے نکل کر اعلیٰ عہدیداران سے ملنے جاتی تھی۔ ایسے وقت میں اس کے دماغ میں رہ کر ان کے عہدے داروں کی باتیں سن سکتا تھا لیکن وہ دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ فوراً سانس روک لیتی تھی، مجھ سے التجا کرتی تھی۔ "اگر کوئی بات رازداری سے کرنا ہو تو میں تمھارے دماغ میں آجایا کروں گی، مگر میرے دماغ میں آنے کی ضد نہ کرنا۔"

"اس کا مطلب ہے تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہی ہو۔"

"مجھ پر شبہ نہ کرو۔ میں تمھیں سمجھا نہیں سکتی، میرے دماغ کو کیا ہو گیا ہے۔ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ سوچتی ہوں، پھر سانس لے کر اس سوچ کی لہر کو کسی موقع دوں گی لیکن میرا دماغ نہیں مانتا۔ میں پھر دوسری بار سانس روک لیتی ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے، میں نہیں جانتی۔"

"یقیناً تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ کسی عامل نے تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔ پھر کبھی اسے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دو گی۔"

"شاید یہی بات ہے۔"

"شاید نہیں، یقیناً یہی بات ہے۔ اگر کسی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے تو اس کا عمل صرف یہیں تک محدود نہیں ہوگا۔ اس کے آگے بھی تمھارے دماغ میں بہت سی ایسی باتیں نقش کرائی ہوں گی، جو بعد میں انھیں نفع پہنچائیں گی اور انھیں فائدے ہی فائدے حاصل ہوتے رہیں گے۔ ہم سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ وہ تمھیں کس طرح ٹریپ کر چکے ہیں اور کس طرح اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنائے ہوئے ہیں۔"

وہ کسی اعلیٰ افسر سے ملنے چلی گئی۔ جب بھی وہ محل سے باہر جاتی تھی، میں بیرونی دروازے تک بھی اسے رخصت کرنے نہیں جا سکتا تھا۔ جاتا تو مجھے صرف آسمان ہی نہیں، اطراف کا ماحول بھی دکھائی دیتا۔ انھیں اندیشہ تھا کہ میں وہاں کی نشاندہی کروں گا تو مجھے رہائی دلانے کے لیے اس کے اطراف سیکڑوں، ہزاروں لوگ پہنچ جائیں گے۔

شیبا باہر جاتی تھی اور میں چار دیواری میں اس کا انتظار کرتا تھا جیسے کوئی گھر والی شام تک اپنے گھر والے کا انتظار کر رہی ہو۔ ایسا ہوتا کہ مجھے اپنے حالات پر ہنسی آجاتی تھی۔ میں نے رسونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا شبہ غلط تھا۔ شیبا نہ ہم سے بدظن ہے اور نہ ہی ہماری مخالفت میں اپنے لوگوں کا ساتھ دے رہی ہے، دراصل اسے تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ کیا گیا ہے۔ وہ ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔"

"چلو یہی سہی، لیکن اب وہ قابلِ اعتبار نہیں رہی۔"

"ہاں، ان حالات میں وہ جو بھی کرے گی اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے کرے گی۔ خواہ اس میں ہمارا کتنا ہی نقصان ہو رہا ہو۔"

"تمھیں اس سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔"

"میں محتاط ہوں لیکن یہ احتیاط کسی کام نہیں آئے گی۔ وہ جو کچھ کر رہی ہے، دانستہ نہیں، نادانستہ کر رہی ہے۔ اس کے بڑے جو کہتے ہیں وہی کر رہی ہے۔ یقیناً تنویمی عمل میں یہی بات نقش کرائی گئی ہے کہ اس کے جیسے بڑے جو احکامات صادر کریں، وہ ان پر بے چون و چرا عمل کرتی رہے۔"

"سال گزر رہا ہے اور تم باہر نکل نہیں پا رہے ہو۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں خود کسی کال کوٹھڑی میں بند ہو گئی ہوں۔"

"ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ میں یہاں سے نکل آؤں گا۔ سونیا کیا کر رہی ہے؟"

"وہ تو دو دن پہلے یہاں سے جا چکی ہے۔ جناب شیخ صاحب سے اتنا کہا ہے کہ وہ کچھ عرصے کے لیے روپوش ہو رہی ہے۔ مجھ سے کہا ہے کہ میں آج سے چار دن بعد اس سے رابطہ قائم کروں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور مجھ سے کہا ہے، میں اس سے رابطہ ہی قائم نہ کروں۔"

"جب سے وہ گئی ہے، میرا دل بہت مطمئن ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم آج یا کل میرے پاس آنے ہی والے ہو۔"

"میں مانتا ہوں، سونیا ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ لیکن میرا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ بہت ہی سخت پہرا ہے۔ اس بار یہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ محل میں جن افسران کی ڈیوٹی ہوگی، وہ یقیناً سانس روکنا جانتے ہوں گے۔ یہاں ڈیوٹی دینے والے مسلح افراد کو بھی شہری زندگی سے الگ رکھا گیا ہوگا۔ یہ کسی سے ملتے نہیں ہوں گے۔ ڈیوٹی کے بعد تنہا وقت گزارتے ہوں گے۔ پتا نہیں، انھوں نے کیسی کیسی احتیاطی تدابیر کی ہوں گی، یہ تو وقت آنے پر ہی معلوم ہوگا۔ اس بار سونیا کو بھی معلوم ہوگا کہ دشمن کیا ہوتے ہیں۔"

چار گھنٹے بعد شیبا واپس آگئی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"ابھی تمھیں محل سے نکلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ میں نے بہت ضد کی تو انھوں نے وعدہ کیا ہے، تین ماہ بعد تمھیں تھوڑی سی آزادی مل سکے گی۔"

"تین ماہ بعد کیوں؟"

"تین ماہ بعد ہماری شادی ہے۔ لوگ شادی کے بعد ہنی مون منانے کے لیے کسی پُرفضا مقام کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہمیں ہنی مون منانے کے لیے اس محل کی چھت پر جانے کی اجازت مل جائے گی، وہاں سے تم آسمان دیکھ سکو گے۔"

میں اپنی بے بسی پر مسکرا کر رہ گیا۔ اب تو وہ جیسا چاہتے تھے، اسی پر عمل کرنا تھا اور وہیں زندگی کے شب و روز گزارنے تھے۔ اس دوران میں کبھی کبھی اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا رہا۔ اس کے تمام چالیس چور امریکا پہنچ گئے تھے۔ وہ سب ان خفیہ محکموں میں پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے، جن سے سُپر ماسٹر کا تعلق رہتا ہے۔ اعلیٰ بی بی ان پانچ اہم ممبران کا سُراغ لگا رہی تھی جو سُپر ماسٹر کا انتخاب کرتے ہیں۔ رسونتی وقتاً فوقتاً ان سے رابطہ قائم کرتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا تھا۔ "جب میں ان پانچ ممبران تک پہنچ جاؤں تو رسونتی میرے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچ سکے گی۔"

یہ اعلیٰ بی بی کی ذہانت اور صحیح منصوبہ بندی تھی۔ وہ جس سمت جا رہی تھی، اسی سمت چلتے چلتے ایک دن مشین تک پہنچنے والی تھی۔ تقریباً دو ماہ بعد میں نے پھر اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔ "مشین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے حیرانی سے کہا۔ "فرہاد! ابھی تو تم مجھ سے پوچھ کر گئے ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"کیا میں تم سے اتنے اہم معاملات میں مذاق کروں گی؟ ابھی تم میرے دماغ میں آئے تھے۔ میں نے پوچھا۔ تو تم نے اپنا کوڈ ورڈ دُہرایا۔ فرہاد آن دی ریڈ چینل۔ مجھے یقین ہو گیا۔ میں نے اپنی کارکردگی کے سلسلے میں پوری رپورٹ سنا دی۔"

"اوہ، ہمارے ساتھ زبردست دھوکا ہو رہا ہے۔ میرے کوڈ ورڈز کو ہمارے ساتھیوں میں شیبا جانتی ہے۔ اس نے یہ کوڈ ورڈز دُہرا کر فرہاد بن کر تم سے معلومات حاصل کی ہیں۔ تمھیں یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہوگا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے ٹریپ کی گئی ہے اور اپنے بڑے لوگوں کے احکامات کے مطابق ہمارے خلاف ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"ہم کبھی کبھی بے پروائی اور نادانی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جب ہمیں پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ٹریپ کی گئی ہے تو ہمارے درمیان بہت سی تبدیلیاں ہو جانا چاہیے تھیں۔ جو باتیں شیبا کو معلوم ہیں انھیں یکسر بدل دینا چاہیے تھا۔ بہرحال میں نے شیبا کو کوئی خاص رپورٹ نہیں سنائی ہے۔ اس سے یہودیوں کا بھلا نہیں ہوگا۔ تم کوڈ ورڈز بدل لو اور مجھے بتاؤ آئندہ کس طرح رابطہ قائم ہوگا؟"

اسی وقت خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ شیبا نظر آئی۔ مَیں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "شیبا آ رہی ہے۔ مَیں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"بعد میں رابطہ قائم کروگے تو مَیں اُلجھ جاؤں گی تم ہو یا شیبا۔ لہٰذا مَیں کوڈ ورڈز بتا رہی ہوں، اسی کے مطابق رابطہ قائم کرنا۔ تم میرے دماغ میں آتے ہی کہو گے۔ 'فرہاد کم اِن ٹو یوَر مائنڈ اِف یو ڈونٹ مائنڈ'۔"

مَیں نے رابطہ ختم کردیا۔ شیبا نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا خیال خوانی میں مصروف تھے؟"

مَیں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا: "تم کہاں گئی تھیں؟"

"مَیں میڈیکل چیک اپ کے لیے گئی تھی۔"

مَیں نے تعجب سے پوچھا: "طبی معائنے کے لیے گئی تھیں؟ کیا تم بیمار ہو؟"

اس نے سر جھکالیا۔ شرماتے ہوئے مسکرانے لگی۔ مَیں نے پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے؟"

وہ قریب آئی، مجھے دیکھا۔ نظریں ملتے ہی پھر شرما کر سر جُھکالیا مَیں اس کی شرمیلی اداؤں سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آخر اس نے آہستگی سے کہا۔ "مَیں ماں بننے والی ہوں۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آدمی جس بات کو سننے کی کبھی خواب میں بھی توقع نہ کرتا ہو اور وہی بات سنادی جائے تو چونکنا ہی پڑتا ہے۔ مَیں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

وہ شرماتے ہوئے بولی: "میری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ مَیں جب بھی پارس کو اپنی گود میں لے کر پیار کرتی تھی اور تمھیں تصور میں دیکھتی تھی تو سوچتی تھی، کیا مَیں تمھارے بچّے کی ماں نہیں بن سکتی؟ کیا مَیں اسے گود میں نہیں کھلا سکتی؟ آج اس سوال کا جواب مل گیا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد یقین دلایا ہے کہ میری مراد پوری ہونے والی ہے۔"

مَیں ایک قدم پیچھے ہٹ کر سر سے پاؤں تک اسے دیکھنے لگا۔ وہ انہونی بات کہہ رہی تھی۔ مَیں نے کہا: "اس لیڈی ڈاکٹر کو مغالطہ ہوا ہے۔ اس سے کہو، اچھی طرح چیک اپ کرے۔ اگر وہ مطمئن ہے تو دوسری ڈاکٹر سے رجوع کرو۔ مَیں نہیں چاہتا تم کسی خوش فہمی میں مبتلا رہو۔ مَیں ایک زہریلا آدمی ہوں۔ کبھی باپ نہیں بن سکوں گا۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باہر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک شخص چلتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کہا: "فرہاد! تم نے یہاں آکر ڈاکٹر سے علاج کرانے اور دوائیں کھانے سے انکار کیا تھا۔ اگر انکار نہ کرتے تو ہم تمھارا بھی اچھی طرح معائنہ کراتے اور اس بات کا یقین کرنا چاہتے کہ واقعی تم باپ بن سکتے ہو یا نہیں۔ لیکن آج جس ڈاکٹر نے مادام شیبا کا چیک اپ کیا ہے، وہ کوئی اناڑی نہیں ہے، وہ یقین سے کہتی ہے کہ تم باپ بننے والے ہو۔"

"مَیں نے بھی جن ڈاکٹروں سے اپنا طبی معائنہ کرایا ہے، وہ کوئی اناڑی نہیں تھے۔ دُنیا کے مانے ہوئے مشہور و معروف تھے۔ جن کا تجربہ کبھی جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے۔ اس میں سا... سے زہر کے اثرات ہیں۔ ان اثرات کے باعث مَیں کبھی باپ نہیں بن سکوں گا۔"

اس نے شیبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "تم ان ڈاکٹروں کا تجربہ بیان کر رہے ہو۔ جبکہ مادام شیبا کی حالت اس تجربے کی نفی کر رہی ہے۔ کیا تم یہ کہو گے کہ تمھارے ڈاکٹر سچ کہہ رہے ہیں اور مادام شیبا جھوٹ کہہ رہی ہیں؟ کیا تم مادام پر بے... کا الزام لگانا چاہتے ہو؟"

مَیں نے تڑپ کر کہا: "نہیں، مَیں شیبا کو آج سے نہیں برسوں سے جانتا ہوں، یہ مر سکتی ہے، مگر بے حیا نہیں بن سکتی۔"

شیبا نے کہا: "مَیں نے اب تک تمھیں اپنے دماغ میں آنے سے روکا ہے۔ تم آؤ، مَیں کوشش کروں گی کہ سانس نہ روک سکوں۔ اگر ایسا نہ ہوئی تو مَیں اپنے بڑے لوگوں سے التجا کروں گی کہ وہ میرے اندر سے تنویمی عمل کا یہ اثر نکال دیں۔ مَیں کم از کم فرہاد کو اپنے اندر آنے کی اجازت دینا چاہتی ہوں کہ تم اچھی طرح میرے خیالات کو پڑھ سکو کہ مَیں کتنی سچّی ہوں۔ ایک ماں اپنے اندر ابتدائی مرحلوں میں جو کچھ محسوس کرتی ہے تو ہی تم میرے دماغ میں رہ کر محسوس کروگے تو یقین آجائے گا۔"

آنے والے شخص نے کہا: "مادام شیبا! ہم بھی اپنے بڑوں سے یہی درخواست کریں گے کہ آئندہ مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں آیا کریں کیونکہ اب وہ تمھارے سامنے نہیں آسکیں گے اور نہ تمھیں ان کے پاس آنے کی اجازت ملے گی۔"

مَیں نے چونک کر پوچھا: "اب یہ پابندی کیوں عائد کی جا رہی ہے؟"

"تمھارے بیان کے مطابق اگر تم زہریلے ہو تو مادام کو تم سے دور رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے تمھارے زہر کا اثر پہلے نہ ہو، اب ہو جائے۔"

شیبا نے کہا: "ہاں فرہاد! مجھے تمھاری باتوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ مَیں نہیں چاہتی کہ میرے بچّے کو کوئی نقصان پہنچے۔"

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"مَیں نے طبی معائنے کے بعد یہی بات ڈاکٹر سے کہی تھی۔ ڈاکٹر اور میرے بڑے کہتے ہیں، مجھے احتیاطاً تم سے الگ رہنا چاہیے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ اس قید خانے میں ایک تم ہی تو ہو جس کے ساتھ وقت گزر جاتا ہے۔ مَیں تنہا کیسے رہوں گا؟"

آنے والے شخص نے آگے بڑھ کر کہا: "جیسے دُنیا کے دوسرے قیدی رہتے ہیں۔ تم اپنے خُدا کا شکر ادا کرو کہ قید میں رہنے کے لیے تمھیں ایک عالی شان محل تمام آسائشوں کے ساتھ ملا ہے۔"

پھر اس نے شیبا کی طرف جھکتے ہوئے مؤدب سے کہا: "مادام! اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ اُلٹے قدموں جاتے ہوئے مجھے محبّت اور حسرت سے دیکھنے لگی۔ مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا: "فرہاد! کیا ابھی تم آنا چاہتے تھے؟"

"ہاں، تم سانس نہ روکو۔"

مَیں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس نے پھر بے اختیار سانس روک لی۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولی۔ "مَیں کیا کروں، مَیں مجبور ہوں۔ تم میرے سب کچھ ہو۔ میرے جسم و جان کے مالک ہو۔ کیا مَیں تمھیں دماغ میں آنے سے روک سکتی ہوں، مگر کیا کروں، آپ ہی آپ سانس رُک جاتی ہے۔"

پھر مَیں نے اپنے دماغ میں محسوس کیا، وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی: "فرہاد! یہ میرے لیے کتنا خوشی کا موقع ہے۔ مَیں تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنا چاہتی ہوں، اپنی باتیں، اپنے سہانے مستقبل کی باتیں۔ لیکن مَیں مجبور ہوں۔ یہاں سے جانے کے بعد تم سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گی۔ پھر تمھارے اندر آکر خوب خوب باتیں کروں گی۔"

وہ مسلح افراد کے ساتھ چلی گئی۔ مَیں شدید الجھنوں میں مبتلا ہوگیا۔ وہ بہت خوش تھی اور مَیں بہت پریشان تھا۔ مَیں ایسی عورتوں سے رشتہ قائم نہیں کرتا، جن کے متعلق شبہ ہو کہ وہ بے وفا اور بے حیا ہوں گی۔ شیبا کو صرف مَیں نہیں، میرے تمام ساتھی، دوست، جناب شیخ صاحب اور دوسرے لوگ آزماتے آئے تھے اور یہ سب یقین سے کہہ سکتے تھے کہ شیبا کسی موقع پر مجبور ہو کر ہم سے دشمنی تو کر سکتی ہے، لیکن کوئی سی بھی مجبوری اس کے کردار کو داغ دار نہیں بنا سکتی۔

مَیں نے رسونتی کو مخاطب کیا، پھر کہا: "مَیں عجیب الجھن میں گرفتار ہوں۔ ایک انہونی بات ہو رہی ہے۔"

"کیسی انہونی بات؟"

"شیبا ماں بننے والی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"مَیں یہاں کی ایک معروف اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر کی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! مَیں نہیں مان سکتی۔"

"مَیں بھی نہیں مانتا، مگر ہم شیبا کے کردار پر شک بھی نہیں کرسکتے۔"

"نہیں، اگرچہ اس نے تمھارے پاس آکر میری جگہ لی ہے مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ صرف مَیں تمھارے بچّے کی ماں ہوں۔ شیبا میرے اس فخر کو ٹھیس پہنچا رہی ہے۔ وہ بھی تمھارے بچّے کی ماں ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے۔ مجھے اس سے شدید نفرت ہونا چاہیے لیکن نفرت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مَیں کسی عورت کو غلط الزام دوں۔ اسے بدکردار کہنا شروع کردوں۔ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو زندگی میں صرف کسی ایک کو پسند کرتی ہیں اور انھیں پالینا چاہتی ہیں۔ نہ پانے کی صورت میں تنہا زندگی گزار کے مر جانا پسند کرتی ہیں۔ یہ باتیں سُن کر مَیں بھی سوچ میں پڑ گئی ہوں، کہیں تمھاری میڈیکل رپورٹ غلط نہ ہو۔"

"مَیں ایسا نہیں سمجھتا۔ دُنیا کے مانے ہوئے ایک نہیں دو تجربے کار ڈاکٹروں نے میرا معائنہ کیا۔ ہاں یہ ضرور مانتا ہوں، کبھی کبھی قدرت تمام طبی سچائیوں کو جھٹلا دیتی ہے اور اپنی قدرت کا تماشا دکھاتی ہے۔ شاید یہ وہی تماشا ہے۔"

"کچھ بھی ہو، مجھے یہ سن کر بہت دُکھ ہو رہا ہے۔"

"مَیں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ مَیں یا تم یا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انہونی بھی ہو جاتی ہے۔ اگر میرے ڈاکٹر یہ کہہ دیتے کہ ان کی میڈیکل رپورٹ میں تبدیلی کی ذرا سی بھی گنجائش ہے تو مَیں محتاط ہو جاتا۔ شیبا کی ہر بات مانتا، لیکن میرا بچّہ دشمن کے پاس رہے یہ کبھی نہ مانتا۔ ایک پارس کا تجربہ کافی ہے۔ اس بچّے نے جتنی مصیبتیں اٹھائیں اور جس طرح وہ ہم سے دور رہ کر دوسرے ہاتھوں میں جاتا رہا، اس سے خاصا تجربہ ہو چکا ہے۔ دشمن میری اولاد کو میری سب سے بڑی کمزوری بنا سکتے ہیں۔ خُدا کا شکر ہے، اب دونوں پارس چودہ برس کے ہو چکے ہیں۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ ہیں، اس ادارے سے باہر میرا کوئی اور بچّہ ہو اور وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچے بلکہ دشمنوں کے گھر میں جنم لے، میں ایسا کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"میں جناب شیخ صاحب کے پاس جا رہی ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا: "فرہاد کم اِن ٹو یوَر مائنڈ اِف یو ڈونٹ مائنڈ۔"

وہ مسکرا کر بولی: "اب سے کوئی دو گھنٹے پہلے شیبا میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں نے پوچھا، کون ہے؟ اس نے جواباً کہا۔ فرہاد اِن زیرو چینل، تب میں نے سخت لہجے میں کہا۔ شیبا! ان اوچھی حرکتوں سے باز آجاؤ۔ ہم نے کوڈ ورڈز تبدیل کر کے تمھاری چوری پکڑ لی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ واپس چلی گئی۔"

میں نے کہا: "ایک پریشان کن خبر ہے۔"

میں نے شیبا کے ماں بننے کی خبر سنائی۔ وہ بھی حیران ہو کر بولی: "جو بات غیر متوقع اور حیران کن ہو، اسے ہم قدرت کا کرشمہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

فی الحال شیبا دشمنوں کی آلۂ کار ہے اس کے باوجود اُسے موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ تمھارے اور شیبا کے ڈاکٹروں کی رپورٹ میں کوئی گڑبڑ ہے میرا مشورہ ہے تم پھر اپنا طبّی معائنہ کراؤ ہو سکتا ہے اس دوران تمھارے اندر تبدیلیاں واقع ہوئی ہوں۔"

"جب میں نے شیبا کی زبان سے یہ خبر سنی تو پہلا خیال یہی آیا کہ اپنا طبّی معائنہ کرانا چاہیے لیکن ایک بات کھٹکنے لگی۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "میں جانتی ہوں، دشمنوں کے شہر کا کوئی ڈاکٹر دوستانہ رپورٹ نہیں دے گا۔ تم وہاں سے نکلنے کے بعد ہی کسی ملک میں پہنچ کر اپنا معائنہ کرا سکتے ہو۔"

"بیشک یہی بات ہے لیکن یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ دو ماہ گزر چکے ہیں۔"

"تم سونیا سے لڑتے وقت بچے کیوں بن جاتے ہو؟ اس نے کہا دماغ میں نہ آؤ اور تم نے اس سے رابطہ ہی ختم کر دیا۔"

"کیا تمھیں اس کی کوئی خبر ہے؟"

"اب سے چھ ہفتے پہلے اس نے میرے ایک چور کو طلب کیا تھا جیسا کہ تم جانتے ہو، ہم نے کم از کم ایک درجن ایسے افراد کو تمھاری طرح ٹریننگ دی ہے جو تمھارے لب و لہجے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور تمھاری ہر عادت کو اپنا سکتے ہیں۔ ایسا ہی میرا ایک چور ہے جو پچھلے دو برس سے تل ابیب میں ایک معزز شہری کی حیثیت سے رہتا آیا ہے۔ میں اسے بلانا چاہتی تھی۔ سونیا نے منع کر دیا۔"

"اس کا مطلب ہے، سونیا تل ابیب پہنچ چکی ہے۔"

"تم مجھ سے ہی مطلب پوچھ رہے ہو۔ اس سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں دماغی طور پر سوچتا رہا۔ سونیا کو تصور میں دیکھتا اور مسکراتا رہا۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے دماغ میں پہنچوں' یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھ سے رابطہ ختم کرنے کے بعد وہ کیا کرتی رہی تھی اور کس طرح تل ابیب پہنچ گئی تھی۔

✡

اگر وہ چاہتی تو سیدھی طرح کہہ دیتی۔ فرہاد! کچھ عرصے تک میرے دماغ میں نہ آنا اور نہ ہی یہ معلوم کرنا کہ میں کیا کرتی پھر رہی ہوں۔ میں اس کی یہ بات مان لیتا لیکن وہ سیدھی نہیں تھی۔ بہت ٹیڑھی تھی۔ ہمیشہ ٹیڑھا راستہ اختیار کرتی تھی۔ اسی لیے اس نے جھگڑا کیا۔ پھر اس کے نتیجے میں اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ اس کے خیال کے مطابق جب شیبا پر تنویمی عمل کیا گیا تھا تو میری بھی کھانے پینے کی چیزوں میں دوائیں ملا کر میرے دماغ کو کمزور بنا کر مجھ پر بھی تنویمی عمل کیا جا سکتا تھا۔ میرے دماغ سے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ سونیا کہاں ہے اور کس طرح پہنچنے کے جتن کر رہی ہے۔ وہ بہت مکار تھی۔ اس نے شروع ہی سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر دیا تھا۔

صرف اتنا ہی نہیں' اس نے جناب شیخ صاحب کو بھی نہیں بتایا تھا کہ ادارے سے نکلنے کے بعد وہ کہاں جائے گی اور کیا کرے گی۔ رسونتی سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ چار دن بعد رابطہ قائم کرے۔ وہ ادارے سے تنہا نہیں گئی تھی۔ اپنے ساتھ ایک طالبہ کو لے گئی تھی۔ طالبہ بھی اس کی طرح تیز طرار تھی اور زبردست نقالی کرتی تھی۔ سونیا کو اس نے دل میں نقش کر لیا تھا۔ اسی کی طرح اٹھتی بیٹھتی، چلتی، پھرتی اور اسی کے انداز و لہجے میں بولتی تھی اور آئندہ وہی سونیا کا رول ادا کرنے والی تھی۔

وہ دونوں ادارے سے نکل کر پیرس پہنچیں، اس نے ایک فرانسیسی اعلیٰ افسر کو اپنا رازدار بنایا تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا دیا تھا کہ وہ اعلیٰ افسران دونوں کی رہائش کا انتظام کرے گا اور چھپ کر مخصوص انتظامات کرے گا۔ رفتہ رفتہ سونیا کی جگہ وہ طالبہ میک اپ میں آجائے گی اور سونیا طالبہ کے میک اپ میں اچانک کہیں روپوش ہو جائے گی۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بابا صاحب کے ادارے سے نکلنے والوں اور اس ادارے میں داخل ہونے والوں کی نگرانی ہوتی تھی۔ یہ تجربہ ہم سب کو ہو چکا تھا میرے اور شیبا کے ادارے سے نکلنے کے بعد نگرانی ہوتی رہی تھی۔ اس کے نتیجے میں ہم بُرے پھنسے تھے۔ اب وہ چاہتی تھی' اس کی نگرانی کرنے والے اُسے پیرس میں دیکھتے رہیں اور مطمئن ہوتے رہیں۔

وہ چار دنوں تک طالبہ کے ساتھ نئی رہائش گاہ میں رہی اور سیر و تفریح کے لیے نکلتی رہی۔ دونوں خوب گھومتے پھرتے اور موج کرتے رہے۔ اس دوران وہ اس بات کا خاص خیال رکھتی تھی کہ نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟ یہ بات یقینی تھی' نگرانی یقیناً ہو رہی تھی۔ چار دنوں کے بعد رسونتی نے اس کے دماغ پر دستک دی پھر پوچھا "سونیا! کیا ہو رہا ہے؟"

"تمھارا ہی انتظار کر رہی ہوں۔ ایک کام کرو۔ ادارے کے ایسے طلبا کے نام معلوم کرو جو مختلف امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد وہاں سے گریجویٹ کر کے برسوں سے اسرائیل میں کہیں ملازمت کر رہے ہوں۔"

"میں ابھی وہ نام پڑھ کر سناتی ہوں۔"

رسونتی نے ایسے افراد کی فہرست طلب کی۔ ادارے کے ذمہ دار شخص نے وہ فہرست مہیا کی۔ اس نے وہ نام پڑھ کر سنائے۔ سونیا نے کہا "ایسے افراد کے نام سناؤ جو فرہاد سے مشابہت رکھتے ہوں۔"

ایک شخص کا نام ایڈی کریمر تھا اس نے تین برس پہلے بابا صاحب کے ادارے سے امتحانات پاس کیے تھے اور ایک فرسٹ کلاس طالب علم کی حیثیت سے ڈپلومہ حاصل کیا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے سے

طلبا و طالبات کامیاب ہوتے تھے انھیں فرانس کی کسی یونیورسٹی سے سندیں حاصل ہوتی تھیں کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ طالبات و طلبا بابا فرید واسطی کے ادارے سے کبھی تعلق رکھتے تھے اور وہیں سے امتحانات پاس کیے ہیں۔ ایڈی کریمر ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد نیو یارک گیا تھا وہاں اس نے خود کو یہودی ظاہر کیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب تل ابیب میں چند انجینئروں کی ضرورت پیش آئی تو نیو یارک سے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی گئی' اس طرح ایڈی کریمر انجینئر بن کر نیو یارک سے تل ابیب پہنچ گیا۔ وہ پچھلے دو برس سے ایک قابلِ اعتماد انجینئر کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا بابا صاحب کے ادارے میں اس کا تعلق اعلیٰ بی بی کے شعبے سے تھا۔ وہاں رہ کر اس نے سراغ رسانی کی ٹریننگ حاصل کی تھی کہ غیر ملکوں میں جا کر کس طرح اپنے قدم جمانے چاہئیں' کس طرح میک اپ کرنا چاہیے اور کس طرح وہاں کے اہم راز چرا کر لانا چاہئیں۔ اس طرح وہ چالیس چوروں کی فہرست میں بھی شامل کیا گیا تھا۔

سونیا نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد کہا "رسونتی! تم اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو، اس کا ایک چور ایڈی کریمر امریکا نہیں جائے گا۔ اسے تل ابیب میں رہنا چاہیے' ہم اس سے کام لیں گے۔"

"میں اعلیٰ بی بی سے کہہ دوں گی۔"

"دوسری بات یہ کہ ایڈی کریمر کی آواز کا کیسٹ سنو اور اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ آج کل وہ کیا کر رہا ہے؟ کہیں وہاں کی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں مشکوک تو نہیں ہے؟ اس نے شادی کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو اس کی بیوی کے متعلق تفصیلات معلوم کرو۔"

رسونتی نے اعلیٰ بی بی سے کہہ دیا' امریکا میں اس کے چالیس چوروں میں سے ایک کم رہے گا۔ تل ابیب والا اس کے پاس نہیں آئے گا پھر اس نے ایڈی کریمر کی آواز کا کیسٹ سنا اور اس کے پاس پہنچ گئی۔ اپنا تعارف کرایا تو اس نے ادب سے کہا "مادام رسونتی' یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے پاس آئی ہیں۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اگر میں کہوں، تمھیں قربانی کا بکرا بننا ہے؟"

"آپ حکم دیجیے' میں بن جاؤں گا۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے' فرہاد علی تیمور تل ابیب میں ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ وہ کہاں ہیں؟ میں ابھی ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"وہ ایک قیدی کی حیثیت سے ہیں۔ وہاں کی سرکار نے یہ بات ساری دنیا سے چھپا رکھی ہے۔ شیبا اور فرہاد علی تیمور کو اغوا کیا گیا تھا' انھیں اب تک قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔"

"ہم فرہاد صاحب کے دیوانے ہیں، یہ سن کر دکھ ہو رہا ہے کہ انھیں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ حکم دیجیے؟"

"تم بڑی کامیابی سے فرہاد کی نقل کر لیتے ہو۔"

"جی ہاں، مجھے خاص طور پر ٹریننگ دی گئی تھی۔"

"شاید سونیا تل ابیب پہنچنے والی ہے۔ اس نے پوچھا ہے' کیا تمھاری شادی ہو چکی ہے؟"

"نہیں، یہاں دو چار لڑکیاں میری نظروں میں ہیں۔ وہ مجھے پسند بھی کرتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں شیخ صاحب سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔"

"ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کے پاس آ کر کہا "ایڈی کریمر نے ابھی شادی نہیں کی ہے وہ اس سلسلے میں سوچ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا "اس سے کہو' میں اس کی بیوی بننا چاہتی ہوں۔"

رسونتی نے چونک کر پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"جو کہہ رہی ہوں' اس سے کہہ دو اور اس سے پوچھو کیا تل ابیب میں اس کی کسی لڑکی سے دوستی ہے؟"

"ہاں، وہ کہہ رہا تھا تین چار لڑکیاں اس کی نظروں میں ہیں اور وہ لڑکیاں اسے چاہتی بھی ہیں۔"

"پھر تو کام بن رہا ہے۔ اس سے کہو، کسی ایسی لڑکی کا انتخاب کرے جو مجھ سے قد اور جسامت میں مشابہت رکھتی ہو۔ اگر ایسی کوئی لڑکی اس کی نظر میں ہے تو اُس سے دو دن کے اندر شادی کر لے اور ہنی مون منانے کے لیے سوئٹزرلینڈ روانہ ہو جائے۔ میں وہاں شادی شدہ جوڑے سے ملاقات کروں گی' اس کی بیوی کو وہاں سے غائب کیا جائے گا۔ میں اس کی جگہ لے کر ایڈی کریمر کے ساتھ تل ابیب جاؤں گی۔"

رسونتی نے ایڈی کریمر کے پاس پہنچ کر سونیا کا منصوبہ پوری تفصیل سے سمجھایا تو اس نے کہا "مادام سونیا کے قد اور جسامت سے مشابہت رکھنے والی ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام رینی ہے۔ وہ یہاں کے ایک مشہور انجینئر کی بیٹی ہے۔ میں اسے شادی کے لیے آمادہ کر لوں گا۔"

"کیا یہ شادی دو دن کے اندر ہو جائے گی۔ کیا لڑکی والے مان جائیں گے؟"

"میں علمِ نجوم سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہوں۔ مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ اپنے مستقبل کے لیے فکرمند ہوتی ہیں' کوئی ہاتھ دیکھنے والا مل جائے تو بڑے شوق سے اپنا ہاتھ پیش کرتی ہیں۔ میں نے کتنی ہی لڑکیوں کے ہاتھ تھام کر انھیں مستقبل کے حسین خواب دکھائے ہیں۔ رینی سے بھی اسی طرح دوستی ہوئی تھی۔ اب میں کہوں گا کہ اس کے اور میرے ہاتھ کی لکیریں شادی کے سلسلے میں ملتی ہیں۔ ہم ایک ہفتے کے اندر شادی کر لیں تو شادی کے چند ماہ بعد ہی میری ترقی ہو گی' اگر ہم دو دن کے اندر شادی کر لیں تو ہماری قسمت کے ستارے اور زیادہ چمکیں گے اور ہماری ساری زندگی عیش و عشرت میں گزرے گی۔"

"لڑکی تو یقیناً راضی ہو جائے گی۔ شاید اس کے گھر والے فوری شادی پر رضامند نہ ہوں۔"

"اسی لیے میں نے دو دن کے بجائے ایک ہفتے کی بھی گنجائش رکھی ہے اس کے گھر والے دو دن میں راضی نہ ہوئے تو وہ ایک ہفتے میں ضرور راضی کرے گی۔"

"تم مجھے رینی کی آواز کب سناؤ گے؟"

"ابھی لیجیے میں اس سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، تھوڑی دیر بعد ہی دوسری طرف سے رینی کی آواز سنائی دی۔ ایڈی کریمر بڑے ہی رومانی انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ دوسری طرف سے وہ جواباً ہنستے مسکراتے ہوئے بول رہی تھی۔ رسونتی نے کہا "ایڈی! اتنا ہی کافی ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ رہی ہوں۔ تم شادی کے سلسلے میں کوشش کرو۔"

رسونتی رینی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ذاتی اور خاندانی معاملات کے متعلق تفصیل سے معلومات حاصل کرنے لگی۔ ایڈی کریمر نے جب اُسے بتایا کہ دو دن میں شادی کرنے سے کتنی خوش نصیبی حاصل ہو گی اور ایک ہفتے کے اندر شادی کرنے سے کس طرح ملازمت میں ترقی ملے گی۔ تو وہ دو دن میں شادی کے لیے راضی ہو گئی تھی مگر گھر والے اسے گڑیا گڈے کا کھیل نہیں سمجھتے تھے اس نے ضد کی تو بالآخر پانچویں دن شادی ہو گئی۔ ان پانچ دنوں میں رسونتی برابر رینی کے ساتھ لگی رہی تھی اور سونیا کے پاس آ کر اس کے رشتے داروں کے نام پتے، ٹھکانے، ان کی عادات اور ان کے مزاج کے متعلق تفصیل سے بتاتی جاتی تھی۔ سونیا تمام اہم باتیں نوٹ کرتی تھی اور انھیں یاد کر لیتی تھی۔

اس نے پانچویں دن طالبہ پر اپنا میک اپ کیا۔ خود طالبہ کے روپ میں آئی۔ پھر وہاں کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "اب وقت آ گیا ہے میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔" پہلے سے منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ اس کے مطابق جہاں سونیا نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی وہاں فساد کرا دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں پولیس والوں نے گولیاں چلائیں اور فسادیوں کو گرفتار کرنے لگے۔ ایسے میں جو نگرانی کرنے والے تھے وہ دور بھاگ گئے تاکہ انہیں فسادی سمجھ کر گرفتار نہ کیا جا سکے۔ ایسے ہی وقت سونیا اس رہائش گاہ سے چپ چاپ نکل گئی۔

طالبہ کے میک اپ میں پہلے ہی پاسپورٹ وغیرہ تیار تھا اس کے لیے ایک فلائٹ میں سیٹ ریزرو تھی۔ وہ دوسرے دن سوئٹزرلینڈ روانہ ہو گئی ادھر ایڈی کریمر شادی کے دوسرے دن رینی کے ساتھ ہنی مون منانے روانہ ہوا۔ شادی کی تقریب میں رینی کی اچھی خاصی تصویریں اتاری گئی تھیں۔ اس نے ایک کیسٹ ریکارڈر آن کرتے ہوئے کہا "رینی آج ہم نئی زندگی کی ابتدا کر رہے ہیں اس کیسٹ میں ہم دونوں کی آواز ریکارڈ ہوتی جائیں گی اور یہ ہمارے لیے یادگار کیسٹ ہو گا۔ ہم سوئٹزرلینڈ میں بھی اسی طرح اپنی آواز ریکارڈ کرتے رہیں گے اور تصویریں بھی اتارتے جائیں گے۔"

رینی کے لیے اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی تھی کہ یہ ساری باتیں یادگار ہو جائیں اور وہ کبھی کبھی ان کیسٹوں کو سن کر اور تصویروں کو دیکھ کر ان یادگار لمحات میں گم ہو جائے۔ ایڈی کریمر نے سوئٹزرلینڈ پہنچ کر سونیا سے خفیہ طور پر ملاقات کی اور وہ تصویریں اور کیسٹ اس کے حوالے کر دیے۔ سونیا ان تصویروں کو میک اپ کرنے کے نقطۂ نظر سے دیکھتی تھی۔ اچھی طرح اسٹڈی کرتی تھی کیسٹ میں رینی کی آواز اور لب و لہجہ سن کر اس کی نقل کرتی تھی۔ ایڈی کریمر اسے سیر و تفریح کے بہانے باہر لے جاتا تھا تاکہ سونیا اسے چلتے پھرتے اور باتیں کرتے دیکھتی رہے۔ اس کے پاس ایک ویڈیو کیمرہ تھا جس کے ذریعے اس کی متحرک فلمیں تیار ہوتی تھیں یہ فلمیں بھی سونیا کے پاس پہنچ جاتی تھیں۔ وہ انھیں ٹی وی اسکرین میں دیکھ کر اس کی ہر ادا کو ذہن نشین کرتی تھی اور اس کی کاپیاں نقل کرتی جاتی تھی۔

ایک ہفتے بعد اس نے اپنے چہرے پر رینی کا میک اپ کیا، پھر رسونتی سے کہا "فرانس کے اعلیٰ افسر سے کہہ دو، کل صبح سات بجے تک آئس ہاکی کلب کے قریبی گراؤنڈ میں ہیلی کاپٹر کو پہنچنا چاہیے یہاں سے رینی کو روانہ کیا جائے گا۔"

اس اعلیٰ افسر سے یہ طے ہو چکا تھا کہ رینی ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس پہنچے گی تو اسے کسی طرح رازداری سے ایک ایسے قید خانے میں پہنچایا جائے گا جہاں اسے ایک نامعلوم مدت تک چھپا کر رکھا جائے گا۔

ایڈی کریمر نے پروگرام کے مطابق صبح پانچ بجے رینی کو نیند سے جگایا۔ پھر کہا "چلو تیار ہو جاؤ۔ ہم کلب گراؤنڈ میں جا کر سورج طلوع ہونے کا منظر دیکھیں گے۔"

وہ نیند سے اٹھنا نہیں چاہتی تھی....... ایڈی نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا........ وہ ساڑھے چھ بجے تک لباس وغیرہ بدل کر تیار ہو گئی۔ وہاں سے کلب گراؤنڈ تک بیس منٹ کا راستہ تھا وہاں ہیلی کاپٹر بھی پہنچ گیا تھا سونیا بھی موجود تھی۔ وہ اپنی کار سے اتر کر ان کے قریب آئی تو رینی اپنی کار سے اتر کر اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے پرس کھول کر چھوٹا سا آئینہ نکالا کبھی اپنے چہرے کو اور کبھی سونیا کے چہرے کو تکنے لگی۔ سونیا نے مسکرا کر کہا "مجھے کیا دیکھتی ہو، میں رینی ہوں۔ مسز کریمر۔"

اس نے غصے سے کہا "تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں مسز کریمر ہوں۔ تم کون ہو، کہاں سے آئی ہو، کیا چاہتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میرا نام سونیا ہے۔ شاید یہ نام تم نے سنا ہو اور اگر نہ بھی سنا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج سے میں سونیا نہیں رینی یعنی مسز کریمر ہوں، وہ ہیلی کاپٹر تمھارے لیے آیا ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر ایڈی کریمر کو دیکھا۔ ایڈی نے کہا "ہاں رینی، ہماری سرکار نے مادام شیبا اور مسٹر فرہاد علی تیمور کو قید کر لیا ہے، ہم انھیں چھڑانا چاہتے ہیں تم اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ چپ چاپ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر پیرس چلی جاؤ۔ وہاں تمھیں آرام سے رکھا جائے گا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں نہیں جاؤں گی، کیا تم مذاق کر رہے ہو۔ کیا تم نے اسی لیے شادی کی، کیا تم اسی لیے یہاں ہنی مون منانے آئے ہو؟"

"تم درست کہہ رہی ہو۔ ہمارا وقت ضائع نہ کرو ہیلی کاپٹر میں بیٹھ جاؤ۔ ورنہ زبردستی بٹھا دیا جائے گا۔"

اسی وقت ہیلی کاپٹر سے دو مسلح جوان آ گئے تھے۔ انھوں نے رینی کو گن پوائنٹ پر رکھا وہ مجبوری اور بے بسی سے رونے لگی، ایڈی نے کہا "میں تمھیں چاہتا ہوں۔ تم میری بیوی ہو۔ میں اپنا ایک فرض ادا کر رہا ہوں۔ اگر تم واقعی مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو ایک بیوی کا فرض ادا کرو۔ میری بات مان لو اور چپ چاپ چلی جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر ان مسلح افراد کے درمیان چلتی ہوئی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر فضا میں پرواز کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سونیا اور ایڈی نے دوسرے دن کی فلائٹ میں تل ابیب کے لیے سیٹ ریزرو کرائی۔ پھر روانگی تک وہ ایڈی کریمر کے ساتھ رینی کی طرح چلتی پھرتی، ہنستی بولتی رہی، اس کے گھر والوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتی رہی تاکہ ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی رہے ایک البم میں رینی کے تمام رشتے داروں کی تصویریں موجود تھیں۔ دوسرے دن وہ ایڈی کریمر کے ساتھ تل ابیب پہنچی تو کتنے ہی رشتے دار اس کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ وہ رینی کے باپ سے ملی، اس کی ماں کے گلے لگ گئی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کس رشتے دار کے ساتھ گرم جوشی کا مظاہرہ کرنا چاہیے کس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آنا چاہیے وہ بڑی خوش اسلوبی سے رینی کا رول ادا کرتے ہوئے ایڈی کریمر کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گئی۔

یہودیوں نے چیلنج کیا تھا کہ سونیا نے اگر اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھا تو مجھے گولی مار دی جائے گی۔ دشمن بھول جاتے ہیں۔ ہزار بار منہ کی کھاتے ہیں۔ پھر بھول جاتے ہیں کہ وہ سونیا کو چیلنج کر رہے ہیں اور انھیں ماضی میں ہر چیلنج کا منہ توڑ جواب ملتا رہا ہے اس بار بھی جب انکشاف ہو گا کہ سونیا کتنی مکاری سے تل ابیب پہنچ گئی تھی تو وہ ہمیشہ کی طرح تلملاتے رہ جائیں گے۔ اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرنے کا وقت گزر چکا ہو گا۔

وہاں پہنچ کر اس نے بیماری کا بہانہ کیا۔ ایک لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات کی۔ ایسے وقت رسونتی اس کے پاس موجود تھی وہ لیڈی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کے لیے ایک نسخہ لکھتے ہوئے کہا "تمھیں کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔ تم نے ایک اجنبی مرد کو شوہر بنا کر نئی زندگی کی ابتدا کی ہے ان حالات میں بعض لڑکیاں کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ انہیں میکے کی محبت کھینچتی ہے اور شوہر کا پیار بھی بلاتا ہے۔ ایسے میں وہ خود کو بیمار محسوس کرنے لگتی ہیں۔ تمھیں آرام کی ضرورت ہے زیادہ ہجوم میں جانے سے پرہیز کرو۔"

لیڈی ڈاکٹر کی یہ رپورٹ رینی کے تمام رشتے داروں تک پہنچ گئی۔ اس کے رشتے دار شادی کے سلسلے میں میاں بیوی کو اپنے یہاں مدعو کرنا چاہتے تھے۔ طرح طرح کی تقریبات کا اہتمام کرنے والے تھے لیکن میڈیکل رپورٹ کے پیش نظر سونیا نے سب سے معذرت چاہی اور کہا "میں مہینے دو مہینے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی خوشی پوری کر دوں گی۔"

اس نے احتیاطاً ایسی چال چلی تھی۔ اگرچہ وہ رینی کے تمام رشتے داروں سے تصویروں کے ذریعے واقف ہو گئی تھی لیکن رینی کی کچھ ایسی سہیلیاں بھی ہو سکتی تھیں جن کی تصویریں اس کے پاس نہ ہوں وہ اچانک کسی تقریب میں مل جاتیں اور وہ انھیں پہچان نہ پاتی تو بھید کھل جاتا.....

اسی لیے اس نے خود کو تقریبات سے دور رکھ کر گھر کی چار دیواری میں محدود کر لیا۔ رسونتی سے کہا "ایڈی کریمر کے دماغ میں آتی جاتی رہو۔ فرہاد کو جس محل میں قید کیا گیا ہے اس محل کا انچارج ایک اعلیٰ افسر ہے۔ ایڈی اس سے کسی طرح رابطہ قائم کرے گا۔ تم اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"تم کہتی ہو تو میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کروں گی لیکن وہ اتنے نادان نہیں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ افسر سانس روک لیتا ہو۔ اس طرح بھید کھل جائے گا۔"

سونیا نے ایڈی کریمر سے کہا "افسر کا سراغ لگانے کے بعد اس کے گھر کا فون نمبر معلوم کرو اور فون کے ذریعے اس کی گھر والی سے یا اس کے گھر کے کسی فرد سے رابطہ قائم کرو وہ اعلیٰ افسر یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ اس کا پورا خاندان تو نہیں ہو سکتا۔"

اس اعلیٰ افسر کا سراغ لگانا مشکل نہیں تھا۔ وہاں کے افسران بڑی رازداری سے کام لے رہے تھے۔ ایک ہفتے بعد ایڈی کریمر نے معلوم کر لیا کہ وہ افسر کون ہے، کہاں رہتا ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے۔ رسونتی نے کہا "ایڈی میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ رابطہ قائم کرو۔"

اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ پھر انتظار کیا۔ کسی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

ایڈی کریمر نے ریسیور رکھ دیا۔ رسونتی اس بولنے والے کے

دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ گھر کا ملازم تھا۔ اعلیٰ افسر کی بیگم نے پوچھا "کس کا فون ہے ؟"

ملازم نے کہا "پتا نہیں کون تھا۔ شاید لائن کٹ گئی ہے۔"

رسونتی بیگم صاحبہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے ذریعے بڑی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ مثلاً یہ کہ وہ افسر کس وقت اس محل میں جاتا ہے اور کب واپس آتا ہے۔ ڈیوٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی محل سے تعلق رکھنے والے جونیئر افسران اس کے پاس آتے ہیں۔ کوئی چھٹی کی درخواست لے کر آتا ہے، کوئی ڈیوٹی کا وقت بدلنے کی درخواست کرتا ہے۔ کسی نہ کسی کام سے متعلقہ افراد آتے جاتے رہتے ہیں۔

سونیا نے یہ تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا "رسونتی تمھیں بہت زیادہ محنت کرنا ہوگی۔ ہمیشہ ملازم اور بیگم کے دماغ میں آتے جاتے رہنا ہوگا تاکہ دوسرے جونیئر افسران کے دماغوں تک پہنچ سکو۔"

جونیئر افسران کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ بھی یوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ محل کے اطراف فولادی پہرا سنبھالنے کے لیے یقیناً غیر معمولی افراد کا انتخاب کیا گیا ہوگا۔ خواہ وہ افسران چھوٹے ہوں یا بڑے۔

اس گھر کی بیگم اور ملازم کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ وہاں آنے والے تمام جونیئر افسران نہ شراب پیتے ہیں نہ سگریٹ۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں سانس روکنے میں مہارت حاصل ہے۔ سونیا نے رسونتی کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کسی بھی معاملے میں جلد بازی نہ کرے۔ نہایت اطمینان اور سہولت سے مناسب وقت کا انتظار کرتی رہے۔ اس لیے وہ انتظار کرتی رہی۔ اس نے بے دھڑک کسی کے دماغ میں جانے کی حماقت نہیں کی۔

وہ اکثر بیگم صاحبہ کے دماغ میں موجود رہتی۔ ایک بار وہ شاپنگ کے لیے گئی تو رسونتی نے اس کے ذریعے دکاندار کے دماغ میں جگہ بنالی۔ اتفاق سے وہ دکاندار نشے میں تھا۔ اس موقع سے رسونتی نے فائدہ اٹھایا اور ہماری ایک مطلوبہ دوا اس کے ذریعے بیگم صاحبہ کی باسکٹ میں پہنچا دی۔ بیگم صاحبہ نے گھر پہنچ کر اس دوا کو دیکھا تو سمجھ میں نہیں آیا یہ کہاں سے آگئی لہٰذا اسے اٹھا کر ایک جگہ رکھ دیا۔ اس دوا کو بھی استعمال کرانے میں رسونتی نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ وہ ہر روز نوکر اور بیگم کے ذریعے اس محل کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی اور یہ معلومات سونیا تک پہنچاتی رہی۔ اس دوران ایڈی کریمر نے دو جونیئر افسران کے گھر کا پتا اور فون نمبر معلوم کرلیا تھا۔ فون کے ذریعے ان سے رابطہ بھی قائم کیا تھا۔ رسونتی وہاں بھی ان جونیئر افسران کے گھر والوں تک پہنچ گئی تھی اور اسی طرح وہاں بھی اعصاب کمزور کرنے والی دوائیں پہنچا چکی تھی۔

اتنے مراحل سے گزرتے گزرتے اور دو ماہ گزر گئے۔ بھیرو شیبا کا چکر چل پڑا تھا۔ اگرچہ یہ کوئی معیوب بات نہیں تھی ۔۔۔

لیکن میری اولاد دشمنوں کے ملک میں اور قید خانے میں رہتی تو دشمن مجھے اور زیادہ کمزور بنا سکتے تھے۔ میری اولاد کو ہمیشہ یرغمال بنا کر رکھتے۔ اعلیٰ بی بی نے مجھ سے کہا تھا مجھے سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ تو میں ذرا ہچکچانے لگا تھا۔ مجھے معلوم تھا ان حالات میں وہ کس طرح غصہ دکھائے گی۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایک مرد ہوں، کسی سے نہیں ڈرتا لیکن بعض حالات میں سونیا سے ڈرتے وقت میری مردانگی کو ٹھیس نہیں پہنچتی بلکہ اچھا لگتا ہے۔ اس سے اور زیادہ محبت بڑھتی ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ خدا کے لیے اب مجھے کوئی طعنہ نہ دینا۔ میں تمھارے ہر انداز سے واقف ہوں۔"

"میں کچھ نہیں کہوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں اب پیچیدہ مسائل سامنے آئیں گے۔ وہ بچہ جس کی ماں شیبا ہوگی اور جو دشمنوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ اب تم بتاؤ۔ کیا تمھیں یہاں سے رہائی دلانے کی کوشش کی جائے یا بچے کے پیدا ہونے کا انتظار کیا جائے تاکہ باپ بیٹے دونوں کو ایک ساتھ آزاد کرایا جا سکے۔"

"تم شیبا کو بھول رہی ہو۔ کیا اسے رہا نہیں کرانا چاہتیں ؟"

"میرے یہاں آنے کا کوئی مقصد ہے ورنہ میں پیرس میں رہ کر بھی یہ سارے انتظامات کر سکتی تھی۔ میں سب سے پہلے تمھیں یہاں سے نکالنا چاہتی ہوں۔ شیبا کو یہاں رہنا چاہیے۔ جب تم آزاد ہو جاؤ گے تو وہ ہمیں بلیک میل نہیں کر سکیں گے۔ ہماری کسی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، وہ شیبا کو مارنا چاہیں گے۔ ہم کہیں گے کہ تم اپنی قوم کی بیٹی کو مارنا چاہتے ہو، بے شک مار دو۔ تمھاری پوری قوم نابود ہو جائے گی۔"

"شیبا کے ساتھ میرا بچہ بھی ہوگا۔ وہ اسے بھی ہماری کمزوری بنائیں گے۔"

"میں شاید یہ کہنا بھول گئی کہ تمھارے بعد میں سب سے پہلے بچے کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی۔ بہرحال میرے دماغ میں آتے رہو۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ کل تک ایک ڈمی فرہاد تمھاری جگہ پہنچے اور تم وہاں سے نکل آؤ۔"

ایڈی کریمر اپنے دفتر سے دو دن کی چھٹی لے چکا تھا۔ اسے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں جانا تھا۔ اس لیے وہ میرا معاون بن کر رہنے لگا۔ رسونتی نے مجھے اور آمر کو اس محل کے انچارج اعلیٰ افسر کی بیوی کے دماغ تک پہنچایا۔ پھر دو جونیئر افسران کے گھر تک پہنچایا۔ اس طرح ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک سینیئر افسر اور باقی دو جونیئر افسروں کے گھروں میں پہنچ گئے۔ ہم تینوں نے اس رات ان تینوں کی بیگمات کے ذریعے ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں وہ دوائیں حل کرائیں۔ انھیں نادانستگی میں حل کرایا۔ میں سینیئر افسر کی وائف کے پاس

تھا۔ اس کے ذریعے دوا کا ردِعمل دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پتا چلا وہ کمزوری محسوس کر رہا ہے۔ اس کی وائف نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"پتا نہیں تم نے آج کیسا کھانا بنایا ہے۔ طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے چونک کر اپنی بیوی کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں تمھیں پہلے ہی سمجھا چکا ہوں، میرے گھر میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس پر مجھے شبہ ہو جائے۔"

"آپ جب سے اس محل میں ڈیوٹی کر رہے ہیں، شکی مزاج ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ ملا کر دوں گی ؟"

"دے سکتی ہو۔ دانستہ نہ سہی، نادانستگی میں دے سکتی ہو۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھیں ٹریپ کر کے تمھارے ذریعے مجھے نقصان پہنچانا چاہیں گے اور تمھیں پتا بھی نہیں چلے گا۔"

"میں کہتی ہوں بہت ہو چکی ڈیوٹی۔ اب ریٹائر ہو جاؤ۔ وہ ریٹائر نہ کریں تو استعفا دے دو۔ ہماری شادی کو تیس برس گزر چکے ہیں۔ آپ نے پہلے کبھی مجھ پر کسی بات کے لیے شبہ نہیں کیا۔ جب سے یہ ڈیوٹی شروع ہوئی ہے ذرا ذرا سی بات پر شبہ کرتے ہیں۔ مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔ میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میرا محبت کرنے والا شوہر مجھے اجنبی یا دشمن سمجھنے لگا ہے۔ اب میں محبت اور اعتماد کے قابل نہیں رہی۔"

وہ ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے بولا "تم خواہ مخواہ جذباتی ہو رہی ہو۔ میں بیڈ روم میں جا رہا ہوں۔ میرے لیے کافی لے آؤ۔"

"آپ بہت زیادہ کام کرنے لگے ہیں۔ تھک جاتے ہیں۔ اب آپ بیڈ روم میں کافی پئیں گے۔ کوئی افسر ملنے آئے گا تو ڈرائنگ روم میں اس سے باتیں کریں گے۔ خود کو اور زیادہ تھکاتے رہیں گے۔ اس وقت دس بجنے والے ہیں۔ آپ کو سو جانا چاہیے۔"

وہ اس سے باتیں کرتی ہوئی بیڈ روم تک آئی۔ سینیئر آفیسر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچتے ہوئے انداز میں سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ اس کی وائف نے پوچھا "کیا آپ نے بلڈ پریشر چیک کرایا تھا؟"

"مجھے موقع نہیں ملا۔"

"یہی بے پروائی آپ کو وقت سے پہلے بوڑھا اور کمزور بنا دے گی۔ پھر آپ شبہ کرتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے آپ کو میرے ذریعے فریب کر سکتے ہیں۔"

سینیئر افسر کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ اپنے شوہر کا ہاتھ تھام کر بولی "آئیے بستر پر لیٹ جائیے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بستر تک آئی۔ وہ آرام سے لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ بیوی اس کے سر کو سہلانے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی اس کے خراٹے سنائی دینے لگے۔ میں اس کی وائف کے ذریعے خراٹوں کو سنتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ وہ سو چکا ہے تو میں نے اللہ کا نام لیا۔ پھر چپکے سے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ نیند کی حالت میں پُرسکون تھا۔ اعصابی کمزوری محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا خوابیدہ دماغ بتا رہا تھا، وہ اس محل کا انچارج ہے۔ ڈیوٹی کے وقت محل کے سامنے ایک گیسٹ ہاؤس میں رہتا تھا۔ وہاں رہنے کے دوران محل کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کے ماتحت تقریباً دو سو مسلح افراد تھے جن میں بیس جونیئر افسران تھے۔ خود اس کی طرح ایک سینیئر انچارج افسر تھا۔ جب میرا معمول افسر ڈیوٹی ختم کرتا تھا تو اس دوسرے افسر کی ڈیوٹی شروع ہوتی تھی۔ اسی طرح جونیئر افسران کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ پہلے میں ان تمام لوگوں کی ڈیوٹی کی نوعیت، ڈیوٹی کے اوقات اور دیگر تفصیلات معلوم کر رہا تھا تاکہ بعد میں ہم سے کوئی بھول چوک نہ ہو۔

بیس جونیئر افسران میں سے صرف چار ایسے تھے جو محل کے اندر جا سکتے تھے۔ ان چاروں میں سے دو ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں آچکے تھے۔ جن کے دماغوں میں رسونتی اور آمر اس وقت پہنچے ہوئے ہوں گے۔ وہ جس وقت بھی چاہتے تھے سرپرائز وزٹ کے لیے محل میں داخل ہوتے تھے تاکہ اچانک معائنہ کر کے کسی سے ہونے والی غلطی پکڑی جا سکے۔

محل کی چار دیواری بہت اونچی تھی۔ اگر دیوار پھاند کر کوئی اندر داخل ہوتا تو بجلی کے تاروں سے چپک کر رہ جاتا۔ محل کے چاروں طرف دیوار سے تقریباً دو گز کے فاصلے پر بجلی کے تار خفیہ طور سے لگائے گئے تھے۔ ان کا مین سوئچ اسی گیسٹ ہاؤس میں تھا جہاں دو سینیئر افسران باری باری ڈیوٹی پر آتے تھے۔ محل کے اندر آنے اور باہر جانے والے صرف بائیس افراد تھے۔ باقی سب کے سب محل کے اندر قیام کرتے تھے۔ ان کی رہائش کا معقول انتظام تھا۔ وہ دن رات وہاں رہتے تھے اور اپنے وقت پر ڈیوٹی دیتے تھے اور آرام کرنے کے وقت آرام کرتے تھے لیکن انھیں محل کے احاطے سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

دو سینیئر اور باقی جونیئر افسران محل کے احاطے میں داخل ہونے سے پہلے آفیسر آن ڈیوٹی کو فون کے ذریعے اطلاع دیتے تھے کہ وہ ٹھیک کتنے بجے، کتنے منٹ اور کتنے سیکنڈ پر احاطے کے مین گیٹ کے سامنے پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا خفیہ بجلی کے تاروں کا سوئچ

آف کر دیا جائے اور انھیں اندر آنے کی اجازت دی جائے اسی طرح احاطے سے باہر جانے والے افسروں کو صرف ایک منٹ کی مہلت دی جاتی تھی۔ اس ایک منٹ میں تاروں کا سوئچ آف کیا جاتا تھا اور وہ باہر نکل جاتے تھے۔ ایک منٹ کے بعد محل کے چاروں طرف پھر بجلی آن ہو جاتی۔

وہ بائیس افسران جو محل کے اندر آتے اور باہر جاتے تھے، وہ بھی پوری طرح آزاد نہیں تھے۔ انھیں بند گاڑی میں احاطے کے اندر پہنچایا جاتا تھا ان تمام کی رہائش گاہیں فوجی بیرکس میں تھیں انھیں اسی بند گاڑی میں بیرک تک واپس لایا جاتا تھا اور ان کی گاڑی کے آگے پیچھے کئی مسلح افراد چار گاڑیوں میں موجود رہتے تھے۔

میں نے دوسرے سینئر افسر کا نام پتا اور فون نمبر معلوم کیا پھر سونیا کو بتایا۔ اس نے وہ فون نمبر نوٹ کر لیا۔ میں نے کہا۔ "محل کے اطراف اتنا سخت پہرہ ہے کہ ایک کیڑا بھی رینگتا ہوا جائے گا تو بجلی کے تاروں سے چپک جائے گا۔ پھر کوئی بہروپیا یا اجنبی بھی اتنی جرأت نہیں کر سکتا۔ اگر تم کسی کو میرے یا افسر کے میک اپ میں یہاں بھیجنا چاہو گی اور خدانخواستہ اس سے کوئی بھول چوک ہو گی تو یہ لوگ مجھے پہلی فرصت میں گولی مار دیں گے۔"

سونیا نے کہا۔ "تم نے ابھی صرف محل کے باہر کے حالات بتائے ہیں، پتا نہیں اندر اور کتنی سختی ہو گی۔ میں اپنا ارادہ بدل رہی ہوں۔ ایڈی کریمر کو تمھارے روپ میں ابھی روانہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم پہلے محل کے اندر اور باہر ایک ایک فرد کی اچھی طرح اسٹڈی کریں گے۔ پھر کوئی ٹھوس منصوبہ بنائیں گے۔"

میں پھر سینئر افسر کے دماغ میں آگیا۔ محل کے اندرونی حالات معلوم کرنے لگا۔ پتا چلا۔ محل کے چاروں طرف جتنے بیرونی دروازے کھڑکیاں اور روشندان ہیں، ان کے ساتھ پختہ دیواریں چن دی گئی ہیں تاکہ اندر رہنے والوں کو باہر کے منظر دکھائی نہ دیں۔ وہ سینئر افسر محل کے بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوتا ہے تو پختہ دیوار دکھائی دیتی ہے۔ وہ دیوار کے ایک طرف چلتا ہوا ایک دروازے کی طرف آتا ہے۔ وہاں مسلح پہرے دار ہوتے ہیں۔ وہ اس کے لیے دروازہ کھولتے ہیں تب وہ محل کے اندر پہنچتا ہے۔

محل کے اندر یوں تو کئی چھوٹے بڑے کمرے ہیں لیکن چار وسیع و عریض خوابگاہیں ہیں۔ چاروں خوابگاہیں بالکل ایک جیسی ہیں۔ ان میں سامان بھی ایک جیسا ہے۔ ایک خوابگاہ میں جو سامان جس جگہ رکھا ہے، باقی تین خوابگاہوں میں بھی وہ سامان ٹھیک اسی جگہ رکھا ہوا ہے۔ سینئر آفیسر کبھی معائنے کے لیے جاتا ہے تو خود چکرا کر رہ جاتا ہے کہ ابھی کس خوابگاہ میں تھا اور دوسری بار کس خوابگاہ میں پہنچ رہا ہے۔

صرف یہی نہیں ان خوابگاہوں کے اطراف جتنی راہداریاں ہیں، وہ بھی ایک جیسی ہیں۔ تمام مسلح افراد ایک رنگ کی وردی پہنتے تھے اور وہاں کام کرنے والی کنیزوں کے لباس بھی ایک ڈیزائن اور ایک رنگ کے ہوتے تھے۔ سینئر افسر جب تک ان کے چہروں کو غور سے نہیں دیکھتا تھا تب تک پتا نہیں چلتا کہ وہ اسی راہداری سے گزر رہا ہے یا وہ کوئی مختلف راہداری ہے۔

محل کے اس طرز تعمیر سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے اندرونی حصے کو بھول بھلیاں بنایا گیا ہے، تاکہ کوئی باہر کا آدمی میری رہائی کے لیے آئے تو بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جائے۔ سینئر افسر صرف خواب گاہوں میں داخل ہوتا تھا، جہاں میں یا شیبا نہیں ہوتے۔

ہر خواب گاہ کے باہر ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوتا تھا۔ اسے آن کرنے سے اندر کا سارا منظر دکھائی دیتا تھا۔ یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ خواب گاہ کے اندر کوئی ہے یا نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ کس حصے میں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔

میں نے سینئر آفیسر کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا۔ "کیا وہ ٹی وی صرف چاروں خواب گاہوں کے باہر رکھے ہیں یا اور بھی کہیں سے دیکھا جاتا ہے؟"

اس کی سوچ نے بتایا۔ ہر خواب گاہ میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ ان کے ذریعے میری حرکات و سکنات کو دیکھا جاتا ہے۔ میں اب تنہا رہتا تھا، اس لیے انھیں شبہ تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ لہٰذا وہ کیمرے ..... وہاں موجود رہیں گے تو مجھے دیکھا جاتا رہے گا۔

میں نے یہ بات سونیا کو بتائی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر کہا۔ "یہاں خواب گاہ کی چھت اور دیواروں میں طرح طرح کے ڈیزائن بنے ہوئے ہیں۔ ان ڈیزائنوں میں کہیں کیمرے چھپائے گئے ہیں۔ ان کو تلاش کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن ان کیمروں کو ناکارہ بنانے کی کوشش کروں گا تو انھیں پتا چل جائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میرا منصوبہ کام نہیں آئے گا۔ میں چاہتی تھی، ایڈی کریمر کو تمھارے میک اپ میں کسی طرح پہنچا دوں، لیکن وہ جائے گا اور تم وہاں سے نکلو گے تو یہ انھیں کہیں دوسری جگہ نظر آتا رہے گا، وہ ہماری کوششوں کو ناکام بنا دیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "رسونتی اور آرمر کے ذریعے رپورٹ مل رہی ہے؟"

"ہاں، وہ دونوں جونیئر افسروں کے دماغوں سے معلومات حاصل کر رہے ہیں، لیکن ان کی معلومات سینئر افسر کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے باوجود وہ دونوں جونیئر افسر کسی وقت کام آسکتے ہیں۔"

"اب ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ رسونتی اور آرمر ہمارے پاس آئیں تو کہہ دینا کہ ان جونیئر افسروں پر تنویمی عمل کریں اور انھیں اپنا معمول بنا کر رکھیں۔ میں بھی یہی کرنے جا رہا ہوں۔"

میں پھر سینئر افسر کے دماغ میں آگیا، اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس عمل کے ذریعے میں نے اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ اجنبی/پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا لیکن اپنے آپ کو دماغی طور پر اسی طرح توانا محسوس کرے گا۔ اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہے گا کہ کوئی اس کے دماغ میں آئے گا تو وہ محسوس کر کے سانس روک لے گا۔

ایک گھنٹے بعد میں سونیا کے دماغ میں آیا۔ اس وقت رسونتی اور آرمر بھی موجود تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اسی طرح کا تنویمی عمل انھوں نے جونیئر افسروں پر کیا ہے۔ اب وہ ہمیشہ ان کے دماغوں میں آسانی سے پہنچ سکیں گے۔ سونیا نے کہا۔ "فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ اب ہمیں مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

مناسب وقت کا انتظار کرنا ہی تھا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ پہلے ہم بڑی آسانی سے دشمنوں کی چالوں کو ناکام بنا دیتے تھے۔ انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حیرت زدہ کر دیتے تھے اور ان کے چنگل سے نکل آتے تھے لیکن جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا دشمن ہم سے زیادہ چالاک ہوتے جا رہے تھے۔ پچھلی بار انھوں نے شیبا کو ایک برس دو ماہ تک جزیرے میں قید رکھا۔ جس طرح آج میں گن پوائنٹ پر ہوں۔ وہ جب چاہیں مجھے گولی مار سکتے ہیں اسی طرح شیبا بھی گن پوائنٹ پر تھی ہم کوئی چالاکی دکھا کر اسے جزیرے سے واپس نہیں لا سکتے تھے۔ اسی طرح ہمیں طویل عرصے تک مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ اب پتا نہیں، میرے لیے کتنا عرصہ لگنے والا تھا۔

میرا اندازہ تھا چھ ماہ سے پہلے ہی میں وہاں سے نکل آؤں گا لیکن اندازہ غلط ہو رہا تھا۔ ڈیڑھ برس گزر گیا تھا اور وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اصل مصیبت یہ تھی کہ ہر طرف ٹی وی کیمرے لگے ہوئے تھے اور میری نقل و حرکت کو دوسری جگہ پیش کرتے رہتے تھے۔ سونیا نے کہا۔ "کسی طرح کسی ایک کنیز کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ اگر تم نے اسے ٹریپ کر لیا اور محل کے باہر بھیج دیا تو میں اس کے روپ میں کنیز بن کر محل میں آجاؤں گی۔ وہاں ہم ایک سے دو ہوں گے اور دونوں مل کر کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیں گے۔"

اس مشورے پر بھی عمل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب شیبا میرے ساتھ رہا کرتی تھی تو کتنی ہی کنیزیں آتی جاتی تھیں اور گونگی بنی رہتی تھیں۔ وہ اب بھی میرے پاس آتیں تو میں ان کو کسی بہانے کسی نہ کسی کو بولنے پر مجبور کر دیتا لیکن میں بالکل تنہا رہتا تھا۔ کوئی کنیز میری خدمت کے لیے نہیں آتی تھی۔ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو مسلح گارڈز آتے تھے اور میری ضرورت کا سامان رکھ کر چلے جاتے تھے۔

شیبا اب مہینے میں ایک بار مجھ سے ملنے آتی تھی، وہ بھی اس طرح کہ خواب گاہ کا دروازہ کھلتا تھا۔ وہ کوریڈور میں کھڑی رہتی تھی اور میں خواب گاہ کے اندر رہتا تھا۔ کتنے ہی سپاہی مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے تھے۔ میں شکایت کرتا تھا۔ "کیا تم بھی مطلب کی بندی ہو؟ مطلب نکال کر مجھ سے ملنا چھوڑ دیا۔"

وہ عاجزی سے بولتی تھی۔ "فرہاد! شبہ نہ کرو، میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی لیکن میرے بڑے کہتے ہیں کہ میں تمھارے پاس جاؤں گی اور..... مجھے کوئی نقصان پہنچے گا تو وہ تمھیں گولی مار دیں گے۔"

میں نے غصے سے کہا۔ "جب دیکھو، گولی مار دیں گے۔ جب دیکھو، گولی مار دیں گے۔ اگر مارتے ہیں تو مارنے دو۔ تم مجھ سے دور کیوں ہوتی ہو۔ میں تنہا نہیں رہ سکتا۔"

"تم اپنی مرضی کے مالک نہیں ہو اور نہ ہی اب میرا حکم یہاں چلتا ہے۔ شاید تمھیں یقین نہ ہو، میرے بڑے اب مجھ پر بھی اعتماد نہیں کرتے ہیں۔"

"آخر کیوں اعتماد نہیں کرتے؟"

"وہ مجھ سے کہا کرتے تھے، میں اعلیٰ بی بی کے پاس جایا کروں اور معلوم کروں کہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے سلسلے میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میں نے کئی بار تمھارے کوڈ ورڈز استعمال کیے، اعلیٰ بی بی سے معلومات حاصل کیں لیکن پھر میرا بھید کھل گیا۔ اعلیٰ بی بی نے سمجھ لیا کہ میں دھوکا دے رہی ہوں۔ تم نے اپنے کوڈ ورڈز تبدیل کر دیے۔"

"یہ تو تم پرانی بات کر رہی ہو۔"

"اس کے بعد بھی میں دوسرے ذرائع سے معلوم کرتی رہی۔ خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے ایسے دو چوروں کے پاس پہنچتی رہی جن کے دماغ حساس نہیں ہیں، میں ان سے پہلے بھی مل چکی ہوں، ان کے لب و لہجے مجھے یاد تھے۔ میں ان کے ذریعے معلوم کرتی رہی تھی۔ اس کے باوجود ٹرانسفارمر مشین کے متعلق صحیح معلومات حاصل نہیں ہو رہی ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم ادارے میں کافی عرصے رہ چکی ہو۔ اعلیٰ بی بی سے ہمیشہ ملتی رہی ہو۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ وہ کتنی ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور تم اپنے بڑوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہو تو اس نے اپنے چالیس چوروں کو وہاں سے واپس بھیج دیا۔ خود اکیلی ہے اور اس اکیلی کے دماغ میں تم کبھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

"میرے بڑے کہتے ہیں، اب ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے تمھیں استعمال کرنا ہی ہو گا۔ وہ کہہ رہے ہیں، تم راضی خوشی ان کا ساتھ دو۔"

"میں بھلا کس طرح ساتھ دے سکتا ہوں؟"

"اگر ہم دونوں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس مشین کو یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو تمھاری جان بخش دی جائے گی۔"

"میری جان تو خدا کے ہاتھ میں ہے، وہی مارنے والا ہے وہی بخشنے والا ہے۔"

"میں نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا، تم کبھی نہیں مانو گے۔ میں تمھارا یہ جواب انہیں سنا دوں گی۔"

وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد رخصت ہو گئی۔ خوابگاہ کا دروازہ بند کر دیا گیا، میں پھر وہاں کی چار دیواری میں قید کر دیا گیا۔ اب مجھے وحشت سی ہو رہی تھی۔ میں بھول گیا تھا کہ کھلی فضا میں ہوا کیسے چلتی ہے۔ پھول کیسے کھلتے ہیں۔ چار دیواری کے باہر انسانوں کی دنیا کیسی ہوتی ہے جیسے وہ سب پرانی باتیں ہو گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں یہیں پیدا ہوا ہوں اور یہیں مر جاؤں گا۔

ایک ہفتے بعد پھر خوابگاہ کا دروازہ کھلا۔ اس بار کئی مسلح افراد تھے۔ سب کی رائفلیں اور اسٹین گنیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ آنے والے افسر نے کہا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! تم نے بہت آرام کر لیا، بہت حرام کی کھا چکے۔ اب ذرا کال کوٹھری کی ہوا کھانے چلو۔"

رسونتی اس وقت میرے پاس موجود تھی۔ پریشان ہو کر بولی: "یہ کمبخت اب کیا چاہتے ہیں؟"

"ظاہر ہے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں، میں انکار کر رہا ہوں۔ یہ مجھ سے زبردستی کریں گے۔"

میں چپ چاپ ان کے درمیان آیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں خطرناک ہتھیار تھے اس کے باوجود وہ مجھ سے سہمے ہوئے تھے۔ اسٹین گنوں اور رائفلوں کی نالیں اس طرح میری طرف کئے ہوئے تھے کہ ذرا بھی خطرہ محسوس ہوگا تو گولی مار دیں گے۔

میں ان کے درمیان چلنے لگا۔ رسونتی بہت پریشان تھی۔ کہنے لگی۔ "کیا میں سونیا کو جا کر بتاؤں؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اسے بتانے سے کیا ہوگا، وہ یہاں آ تو نہیں جائے گی۔"

"مگر یہ کیا ہو رہا ہے۔ پتا نہیں یہ لوگ تمھیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ تمھارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

"خدا کا شکر کرو اس محل سے باہر نکلنے کا موقع تو ملے گا۔ ذرا دیکھتی رہو۔ آگے آگے کیا ہوتا ہے۔"

وہ مجھے دوسری خوابگاہ میں لے گئے۔ میں پہلی بار دوسری خوابگاہ میں آیا تھا۔ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں واپس اپنی اسی خوابگاہ میں پہنچ گیا ہوں۔ ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ میری خوابگاہ میں جو سامان جیسے رکھا ہوا تھا ویسا ہی سامان یہاں بھی اسی جگہ رکھا ہوا تھا۔ ہاں فرق صرف اتنا تھا کہ میں نے لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنا اتارا ہوا جو لباس پلنگ پر ڈال دیا تھا، وہ لباس یہاں پلنگ پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسی سے خیال آتا تھا کہ یہ دوسری خوابگاہ ہے۔ پھر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے ہوئے اس خوابگاہ کے اسٹور روم میں گئے۔ وہاں کھلا ہوا تھا۔ تہ خانے میں جانے والی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔

وہ افسر اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ اسی تہ خانے سے محل آیا تھا۔ تب ہی وہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔ میں نے سینئر آفیسر کے اچھی طرح پڑھ لیا تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں کسی میں کہیں تہ خانے کا راستہ بھی ہے، وہاں کے حکام یا جلائنڈر کلب اتنی رازداری برت رہے تھے کہ باہر ڈیوٹی دینے والے افسران کو بھی حالات معلوم نہیں تھے۔ وہ محل میں داخل بھی ہوتے تھے گزرتے ہوئے ٹی وی اسکرین پر خوابگاہ کے اندر کا منظر دیکھ لیتے تھے یہ کبھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ کسی خوابگاہ کے اسٹور روم میں چور بھی ہے۔

کچھ افراد تہ خانے کی سیڑھی سے اتر کر نیچے گئے۔ کچھ اوپر زغے میں لیے ہوئے تھے، پھر مجھے اترنے کے لیے کہا گیا۔ آگے بھی موت پیچھے بھی موت۔ میں چپ چاپ تہ خانے میں پہنچ گیا۔ اندر بہت کشادہ جگہ تھی۔ ایک طرف ایک سرنگ نما راستہ دور تک چلا گیا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا: "اتنی طویل قید سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب تو یہاں سے بھاگوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کچھ کرنے سے پہلے سونیا سے مشورہ لو۔"

"میرے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ مجھے ہی ہاتھ پاؤں مارنا ہوں۔"

میں نے پھر ایک بار سرنگ نما راستے کی طرف دیکھا۔ سوچا۔ اگر کو قابو میں کروں اور اسے مارنے کی دھمکی دوں تو شاید مسلح افراد بچانے کے لیے مجھ پر حملہ نہ کریں۔

رسونتی نے تڑپ کر کہا: "فرہاد! ایسا نہ کرو، وہ تمھیں مار ڈالیں گے۔"

وہ افسر میرے آگے آگے چل رہا تھا۔ اسے اطمینان تھا۔ میں کوئی نہیں دکھاؤں گا کیونکہ چاروں طرف ہتھیار ہی ہتھیار تھے لیکن میں چکا تھا۔ میں نے یکبارگی اس کے ہولسٹر پر ہاتھ ڈالا۔ ریوالور نکالا پھر دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ کر کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے کہا: "کوئی گولی نہ چلائے۔ اگر اپنے افسر کی زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک دو۔"

وہ افسر بری طرح سہم گیا تھا۔ گھبرایا ہوا سا اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے کسی آدمی نے ہتھیار نہیں پھینکا تھا۔ میں نے گرج کر کہا: "پھینک دو۔ میں زیادہ نہیں کہوں گا۔ صرف تین تک گنوں گا۔ تین کہنے پر گولی مار دوں گا۔" میرے چاروں طرف خاموشی چھائی رہی۔ سب ہتھیار مجھے نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: "ایک۔"

ان میں سے ایک نے کہا: "دو۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو دوسرے نے کہا: "تین۔ اب مار دو۔"

میں ہچکچانے لگا، اسے مار ڈالتا تو پھر وہاں سے فرار ہونے

کس کو یرغمال بناتا۔ پھر بھی میں نے ڈھٹائی سے کہا: "کیا تم سمجھتے ہو، میں گولی نہیں ماروں گا۔ تم لوگوں کی گنتی سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں گن رہا ہوں۔ ایک کہہ چکا ہوں۔ اب دو کہتا ہوں۔"

پھر میرے تین کہنے سے پہلے ہی ایک نے رائفل اٹھا کر ٹریگر دبایا۔ ٹھائیں سے آواز آئی اور گولی اس افسر کی پیشانی کو توڑتی ہوئی نکل گئی، اس کا جسم یکبارگی ڈھیلا پڑ گیا۔ میں نے بھی اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ میرے بازو سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔

دوسری بار ٹھائیں کی آواز سنائی دی۔ وہ گولی میرے ہاتھ پر لگی۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ مجھے عقل آ گئی کہ ایک افسر کی زندگی مجھ سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ وہ مجھے قید میں رکھنے اور فرار ہونے سے باز رکھنے کے لیے ایسے درجنوں افسروں کو گولی مار سکتے تھے۔

لیکن عقل دیر میں آئی۔ تیسری گولی چلی اور میری ٹانگ میں لگی۔ میں لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ چوتھی گولی میرے شانے سے ہوتی ہوئی گزر گئی۔ میں فرش پر تڑپنے لگا۔ رسونتی میرے دماغ میں چیخ رہی تھی: "یہ کیا ہو رہا ہے فرہاد! میں تمھارے لیے کیا کروں؟ ان میں سے کوئی اپنی آواز نہیں سنا رہا ہے۔ میں تمھیں کیسے بچاؤں۔ اوہ خدایا، یہ کیا ہو رہا ہے، بھائی آرمر جلدی آؤ۔ فرہاد کے پاس رہو، میں سونیا کے پاس جا رہی ہوں۔"

مجھے تین گولیاں لگی تھیں۔ ان میں سے ایک میرے ہاتھ کو چھو کر گزری تھی۔ دوسری بازو سے آرپار چلی گئی تھی۔ تیسری بھی ٹانگ سے آرپار ہو گئی تھی۔ اگر کوئی جسم میں رہ جاتی تو میں برداشت نہ کر سکتا۔ بے ہوش ہو جاتا۔ فی الحال کئی گولیاں کھانے کی سکت تھی۔ شاید وہ بھی یہی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے چوتھی بار فائر کی آواز سنائی دی اور وہ گولی میری دوسری ٹانگ میں پیوست ہو گئی پھر تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے اندر آگ لگ گئی ہے، ایسی شدید تکلیف تھی کہ بیان سے باہر تھی۔ برداشت سے باہر تھی، میں دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو گیا۔

میں نے پہلی بار گولیاں نہیں کھائی تھیں۔ اب سے پہلے نہ جانے کتنی گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں۔ برازیل کے ایک چھوٹے سے شہر میں مجھ پر سب سے زیادہ گولیاں برسائی گئی تھیں۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور میں گولیوں کی بوچھاڑ میں تڑپ تڑپ کر تقریباً موت کے منہ میں جا چکا تھا لیکن زندگی ہو تو انسان بظاہر مرتا ہے لیکن اندر قدرتی حرارت موجود ہوتی ہے، اسی قدرتی حرارت نے مجھے دوبارہ زندگی دی۔ اس بار بھی مجھے یقین تھا کہ دشمن مجھے جان سے نہیں ماریں گے، البتہ بری طرح زخمی کریں گے، موت کے دہانے تک پہنچا دیں گے پھر وہاں سے واپس لانے کی کوشش کریں گے کیونکہ میری موت ان کی موت ہو گی۔ جب رسونتی، سونیا اور جناب شیخ صاحب بازی میں مجھے ہار جائیں گے تو پھر یہودیوں کو کیسے زندہ چھوڑیں گے؟ انہیں نیست و نابود کرنے کیلئے رسونتی اور آرمر کی صلاحیتیں ہی کافی تھیں۔

میری بے ہوشی کے دوران وہ دونوں خیال خوانی کے ذریعے اسرائیلی حکام اور یہودی اکابرین کے پاس فرداً فرداً پہنچ رہے تھے اور انہیں چیلنج کر رہے تھے، ان سے کہہ رہے تھے: "تم نے آسمانی کتابوں میں قیامت کا ذکر پڑھا ہوگا، سمجھا ہوگا مگر دیکھا نہ ہوگا۔ اب قیامت آ رہی ہے۔ تمھاری سیاسی، فوجی اور سماجی زندگی دیکھتے ہی دیکھتے نیست و نابود ہونے والی ہے۔ ہم صرف فرہاد کو زندہ رکھنے کی خاطر خاموش تھے۔ تمھارے آدمیوں نے اس پر گولیاں چلا کر تم سب کے لیے موت کا پروانہ لکھ دیا ہے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں، اگر وہ ہوش میں نہ آیا۔ خدانخواستہ اس کی سانس اکھڑے گی تو اسرائیل کی سرزمین سے تم سب کے قدم اکھڑ جائیں گے، کوئی ہمیں نہیں روک سکے گا۔"

یہودی اکابرین سمجھ رہے تھے ان کی شامت آ گئی ہے اگرچہ انہوں نے بڑے ہی بلند و بانگ دعوے کیے تھے کہ وہ فرہاد کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، اگر کوئی اسے رہائی دلانے کی کوشش کرے گا تو اسے زندہ یہاں سے نہیں لے جا سکے گا۔ پہلی ہی فرصت میں فرہاد علی تیمور کو گولی مار دی جائے گی خواہ اس کے لیے ہمیں پوری قوم کی تباہی کا خطرہ مول لینا پڑے۔ ان کے دعوے کے مطابق خطرہ پیش آ رہا تھا۔ وہ مجھے زندہ رکھ کر یرغمال بنائے رکھنے کی ہر ممکن کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

مختصر یہ کہ انہیں اپنی اپنی جان بچانے کے لیے میری جان بچانا ضروری تھا اور مجھے بچانے کے لیے وہ کوئی فراڈ نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے پوری سچائی سے میرا علاج کرایا۔ ایک ماہر سرجن نے میرے جسم سے گولیاں نکالیں، مجھے ضرورت کے مطابق خون دیا گیا۔ پھر میں ہوش میں آ گیا۔

گویا مجھے پھر ایک بار نئی زندگی ملی تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد میں نے اسی تہ خانے کو دیکھا۔ میں آہنی سلاخوں کے پیچھے ایک معمولی سے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ مجھے اپنے آس پاس کئی ڈاکٹر نظر آئے، ان میں سے دو ایک سینئر اور تجربہ کار ڈاکٹر تھے، باقی ان کے اسسٹنٹ تھے۔ چار نرسیں بھی تھیں۔ اگرچہ انہوں نے مجھے قید خانے میں ہی رکھا تھا لیکن پوری توجہ سے زندگی کی طرف واپس لا رہے تھے۔

رسونتی کی آواز سنائی دی: "اوہ فرہاد! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، تم ہوش میں آ گئے۔ میں ابھی نماز پڑھ کر آ رہی ہوں، میں نے گڑگڑا کر دعائیں مانگی تھیں، بیشک وہ پاک پروردگار دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ میرا سہاگ سلامت ہے۔ ٹھہرو میں سجدۂ شکر ادا کر کے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ آرمر نے کہا: "میرے بھائی! یہ یہودی تو کمبل ہو گئے ہیں۔ کسی طرح تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ ہم سے گڑگڑا کر کہہ رہے تھے کہ ہم ان کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہ کریں۔ وہ تمہیں ضرور زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔ خداوند یسوع کی مہربانیوں سے تم ہوش میں آ گئے ہو، آنکھیں کھول دی ہیں، اب ہمیں اطمینان ہو رہا ہے۔ میرے بھائی! تم واقعی حوصلہ مند ہو۔ ایک طویل عرصے سے نہ ختم ... الی جدوجہد میں مصروف ہو۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کرتے ہو، کتنی ہی اذیتیں

سہتے ہو، کیسے کیسے خطرناک دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتے ہو، خود ان کے دام میں آتے ہو، بار بار موت کے بھیانک ارادوں سے لڑتے ہوئے زندگی کی طرف واپس آتے ہو۔ میرا دل چاہتا ہے، میں اب زیادہ سے زیادہ دن زندہ رہوں اور تمہاری طرح حوصلہ مند ہو کر اپنی بہن جوجو کا صحیح معنوں میں محافظ بن جاؤں۔"

میں اس کی پوری باتیں سن نہ سکا۔ اگرچہ ہوش میں آ گیا تھا لیکن بے حد کمزور تھا۔ زیادہ دیر آنکھیں کھلی نہ رکھ سکا۔ مجھ پر غنودگی طاری تھی، میں آرمر کی باتیں سنتے سنتے کب سو گیا، مجھے پتا نہ چلا۔

رسونتی یہودی اکابرین سے میرا مطالبہ کر رہی تھی۔ ان سے کہہ رہی تھی۔ فرہاد کی توانائی بحال ہوتے ہی اسے رہا کر دیا جائے۔

وہ جواباً پھر اکڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "فرہاد ہمارے پاس رہے گا۔ مادام رسونتی! تم نے دیکھ لیا ہے، ہم اسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ایک بار گولیاں مارنے کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی طرف لے آئے ہیں۔ اگر تم اور آرمر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچانا چاہو گے تو ہم مرتے مرتے فرہاد کو بھی لے ڈوبیں گے۔ لہٰذا وہ ہمارے پاس یرغمال کے طور پر رہے گا۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ جو چاہتے ہیں، وہ کئی بار کہہ چکے ہیں پھر سننا چاہتی ہو تو سنو۔ ہمیں وہ ٹرانسفارمر مشین چاہیے، اگر وہ نہیں ملے گی اور تم اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جاؤ گی تو فرہاد کبھی رہائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ وہ یہاں شیبا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے گا۔ جس طرح ہم نے خود سر شیبا کو اپنے قابو میں کر لیا ہے، اسی طرح فرہاد پر بھی تنویمی عمل کر کے اسے اپنے کام کا آدمی بنا سکتے ہیں اور بڑی آسانی سے مشین حاصل کر سکتے ہیں۔"

رسونتی نے سونیا سے کہا: "مجھے جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہونے والا ہے۔ میں سوچ رہی تھی، کہیں وہ لوگ فرہاد کو کمزور بنا کر شیبا کی طرح اس پہ تنویمی عمل نہ کریں۔ اب وہ کمزور ہے۔ اس پر کسی وقت بھی عمل کیا جا سکتا ہے اور اسے اپنا معمول بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔"

سونیا نے کہا: "اس کا سیدھا سا راستہ یہی ہے کہ تم اور آرمر اپنی اپنی ڈیوٹی کا وقت مقرر کر لو۔ اس کے دماغ میں باری باری موجود رہو۔ کبھی اسے تنہا نہ چھوڑو۔ جب بھی کوئی تنویمی عمل کرنا چاہے تو اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لو اور کسی بھی عامل کو اس پر اثر انداز نہ ہونے دو۔"

اس روز سے رسونتی اور آرمر پوری مستعدی سے اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ وہ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ میں کبھی ہوش میں آتا تھا، کبھی گہری نیند میں ڈوب جاتا تھا۔ کئی دنوں تک یہی سلسلہ رہا، جب میری طبیعت سنبھلنے لگی تو ایک عامل میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے طور پر بھرپور کوشش کی۔ بعد میں اس نے اسرائیلی حکام سے کہہ دیا: "میں مجبور ہوں۔ اس کے دماغ پر ٹیلی پیتھی جاننے والے بری طرح قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ یہ ہمارا [illegible] بن سکے گا۔"

اس عامل سے کہا گیا کہ وہ وقتاً فوقتاً کوششیں کرتا رہے [illegible] جاننے والے ہمیشہ موجود نہیں رہ سکتے کبھی نہ کبھی رسونتی بیمار [illegible] آرمر کو نیند آ سکتی ہے یا کسی اور وجہ سے بھی وہ تھوڑی دیر [illegible] ہو سکتے ہیں، ایسی ہی غفلت کے لمحات میں فرہاد کو معمول بنایا [illegible]

ایک طرف وہ تھے اور ان کا عامل۔ دوسری طرف [illegible] تھے، ان کے درمیان رسہ کشی ہو رہی تھی۔ میرے چاہنے والے [illegible] کو ناکام بناتے جا رہے تھے۔ نو ماہ گزرنے کے بعد شیبا کے ہاں ولادت [illegible] رسونتی نے کہا: "فرہاد! اس وقت وہ سانس نہیں روک سکتی [illegible] پاس موجود ہے، میں شیبا کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ یہ اس [illegible] پڑھنے کا بہترین موقع ہے۔"

میں نے کہا: "دیر نہ کرنا۔ اگر آرمر کسی وجہ سے غافل [illegible] مجبوری ادھر آ گئی تو دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو جائیں [illegible]"

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ صرف پندرہ منٹ میں [illegible] آ جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے اس کا انتظار کیا۔ وہ ٹھیک پندرہ [illegible] بعد واپس آ گئی۔ میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"شیبا فراڈ نہیں کر رہی ہے۔ اس کے دماغ کی تہہ میں [illegible] خلاف چور خیالات نہیں ہیں۔ وہ سچ مچ تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ [illegible] خدا کی قدرت کو مانتی ہوں لیکن اس بات سے اب تک انکار [illegible] اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد تسلیم کرتی ہوں۔ قدرت کبھی کبھی [illegible] تماشے بھی دکھاتی ہے۔"

ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ شیبا ایک بیٹے کی ماں بن [illegible] بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے ذرا خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ افسوس [illegible] میں پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، اس بچے کے مستقبل کا کیا ہو گا [illegible] گھر میں پیدا ہوا ہے۔ آہ، پیدا نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

میرے ایسا سوچنے سے تقدیر اپنا فیصلہ نہیں بدل [illegible] بستر سے اتر کر قید خانے کی چار دیواری میں ادھر سے ادھر [illegible] میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ رسونتی نے کہا: "خوامخواہ پر [illegible] ہو۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے؟"

ایک ماہ بعد آہنی سلاخوں کے باہر ان کا ایک بوڑھا [illegible] لا کے ساتھ شیبا تھی۔ شیبا کی گود میں ایک ننھا سا بچہ تھا۔ ان کے [illegible] کئی مسلح افراد تھے۔ انہوں نے شیبا کو آہنی سلاخوں کے قریب [illegible] اجازت نہیں دی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی، اس نے دودھ [illegible] دیکھو یہ تمہارا بیٹا ہے۔"

میں سلاخوں کے پیچھے گم سم کھڑا کبھی شیبا کو اور کبھی [illegible]

[illegible] ربی نے کہا: "فرہاد! اسے اچھی طرح دیکھو، یہ تمہارا بیٹا ہے، ہم نے [illegible] یہودی نام عیسیٰ ہارون رکھا ہے۔ اس کی پرورش ہمارے ماحول میں [illegible] اور اسے یہودیت کی تعلیم دی جائے گی۔ یہ ہمارے سائے میں پلا بڑھتا [illegible] مسلمان فرہاد علی تیمور کا یہودی بیٹا کہلائے گا، جوان ہو کر یہ بھی [illegible] کی طرح اسرائیل کی خدمت کرے گا۔"

یہ ایک نیا زبردست چیلنج تھا جسے سن کر میں سکتے میں رہ گیا۔ اگر [illegible] شیبا تنویمی عمل کے زیر اثر نہ رہتی اور اپنے اختیار میں رہتی تو وہ ایسی بات [illegible] کہنے کی اجازت نہ دیتی، یہی ان کے بازی جیتنے کا سب سے بڑا اہم نکتہ [illegible] تھا۔ وہ کبھی شیبا کو تنویمی عمل کے اثر سے باہر نہ جانے دیتے۔ ہمارے لیے [illegible] مشکل تھی کہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتے تھے، وہ فوراً سانس روک لیتی [illegible] تھی۔ پھر وہ گڑگڑا کر کہتی تھی: "میں کیا کروں، اپنے اختیار میں نہیں ہوں، [illegible] پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔"

پھر میں سوچتا ہوں، شیبا اپنے اختیار میں ہوتی تب بھی کیا ہو سکتا [illegible] تھا۔ ہم قیدی تھے۔ وہ شیبا کو بھی میری طرح آہنی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتے، ہماری اولاد کو یہودی بنا کر پرورش کرتے تب ہم ان کا کیا بگاڑ لیتے اور اب [illegible] کیا بگاڑ رہے ہیں۔ ان کی چالیں اب سمجھ میں آ رہی ہیں۔ انہوں نے شیبا کو اپنے [illegible] اثر میں رکھ کر میرے ساتھ کھل کھیلنے کی اجازت دی تاکہ میری ہونے والی اولاد [illegible] جو کہ اب ہو چکی ہے، میری کمزوری بنا کر اپنے قبضے میں رکھیں۔

ربی نے کہا: "فرہاد! سکتے کی حالت سے نکلو اور میری بات کا جواب دو۔"

میں نے کہا: "میں تمہارے اس کمینے ارادے پر بحث نہیں کروں گا، یہ تمہاری جیسی شیطانوں کی چالیں ہیں۔ میں انہیں صرف ایک بات [illegible] کہتا ہوں۔ میں اپنے بیٹے کو یہودی بننے نہیں دوں گا، اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دے سکتا ہوں۔ اس کے لیے میں ٹرانسفارمر مشین یہاں پہنچا سکتا ہوں، [illegible] شرط یہ ہے کہ شیبا اور میرے نوزائیدہ بیٹے کو فوراً رہا کر کے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا جائے، میں قیدی بن کے اس وقت تک رہوں گا جب [illegible] تک یہاں ٹرانسفارمر مشین نہیں آ جائے گی۔"

بوڑھے ربی نے کہا: "میں تمہاری یہ بچکانہ بات اپنے حکام تک نہیں پہنچاؤں گا، خود جواب دیتا ہوں، تمہارا بیٹا ہمارے پاس رہے گا اور بڑے [illegible] ہمارے رہے گا۔ اگر تم اسے مسلمان بنانا چاہتے ہو تو مشین پہلے پہنچاؤ۔"

میں نے شیبا کی طرف دیکھا، وہ بولی: "میں اس بچے کی پیدائش پر جتنی خوش ہوں، اتنی ہی تمہارے لیے پریشان ہوں۔ اگر حالات ایسے نہیں ہوتے تو یہ کتنی خوشی کا موقع ہوتا، تم خود میرے پاس آتے۔ میرے سامنے بچے کو دونوں ہاتھوں سے لے کر چومتے، میں خوشی سے نہال ہو جاتی، مجھے ماں بننے کا انعام مل جاتا۔"

"میں جانتا ہوں، تمہارا کوئی قصور نہیں ہے لیکن تمہاری باتیں زہر [illegible] رہی ہیں، بچے کو یہاں سے لے جاؤ۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ربی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: "میری بچی! فرہاد صاف طور پر تمہارے بچے کو ٹھکرا رہا ہے، تم سے نفرت ظاہر کر رہا ہے، خدا تمہیں عقل دے۔ میرے ساتھ چلو۔"

وہ سر جھکا کر ربی کے ساتھ چلی گئی، تھوڑی دیر بعد رسونتی نے آ کر کہا: "میں نے ربی کی تمام باتیں سنی تھیں اور یہ باتیں جناب شیخ صاحب کو جا کر سنائی تھیں۔"

"وہ کیا کہتے ہیں؟"

"وہ واضح الفاظ میں کہتے ہیں، تم خطاکار ہو، گنہگار ہو۔ اسی لیے بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں کہا تھا۔ فرہاد علی تیمور میرے ادارے میں قدم نہیں رکھے گا۔"

مجھے یہ بات سن کر بہت برا لگا، اپنی توہین کا احساس ہوا۔ شاید اس لیے کہ میں ایک غیر معمولی علم جانتا ہوں۔ آخر میں بھی کچھ ہوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا، بابا فرید واسطی مرحوم کی ہستی ایسی تھی کہ میں ان کے سامنے ایک ذرہ تھا۔ ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم جاننے کے باوجود مجھے کبھی ان کے دیدار نصیب نہیں ہوئے جبکہ سونیا کو ان کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے کا شرف حاصل ہوتا رہا تھا۔

میں نے جناب شیخ صاحب کی یہ شکایت تسلیم کر لی کہ میں خطاکار ہوں، گنہگار ہوں اس لیے مجھے قدرت کی طرف سے ایسی سزائیں ملتی رہتی ہیں لیکن یہ بہت بڑی سزا تھی۔ میرا بیٹا یہودی بن کر پرورش پائے، یہ میرے لیے ڈوب مرنے کی بات تھی۔

میرے زخم بھرنے میں تین ماہ لگ گئے، مکمل توانائی حاصل کرنے میں چار ماہ گزر گئے، اس کے بعد میں پھر خیال خوانی کرنے کے قابل ہو گیا لیکن انسان خواہ کتنا ہی قابل ہو جائے، کتنی ہی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لے لیکن جب تک ذہانت تیز تر نہیں ہوتی اور وقت پر حاضر دماغی سے کام لینا نہیں آتا اس وقت تک کوئی بات نہیں بنتی، اب ایسی بات بھی نہیں ہے کہ میرے ہاں حاضر دماغی کی کمی ہے۔ اعلیٰ بی بی اپنی مثال آپ ہے۔ سونیا مکاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود ہم میں سے کسی کی تدبیر کام نہیں آ رہی تھی۔

ایک دن اچانک انکشاف ہوا کہ تدبیر کام آ رہی ہے، جن دنوں میں زخمی ہو کر بے دست و پا بستر پر پڑا ہوا تھا، انہی دنوں اعلیٰ بی بی بڑی خاموشی سے تل ابیب پہنچ گئی تھی۔ وہ اور سونیا، رسونتی کو گائیڈ کر رہی تھیں۔ رسونتی ان کے مشوروں کے مطابق میرے دماغ میں برابر رہتی تھی اور تل ابیب کے ان معروف اور تجربہ کار ڈاکٹروں کے لب و لہجے کو یاد رکھتی تھی۔ ادھر ایلیڈی کریمر نے ان ڈاکٹروں کے نام پتے اور فون نمبر معلوم کر لیے تھے۔ وہاں بھی رسونتی اور آرمر نے وہی طریقہ کار استعمال کیا جو ہم نے سینئر اور جونیئر افسر کے گھروں تک پہنچنے کے سلسلے میں کیا تھا، ان کے گھر والوں کے ذریعے ان ڈاکٹروں کو بھی اعصاب شکن دوائیں استعمال کرائی گئیں، ان کے دماغوں میں پہنچنے کے بعد پتا چلا کہ ان دو ڈاکٹروں میں سے ہر ڈاکٹر کی دو خاص نرسیں ہیں،

صبح ایک ڈاکٹر اپنی نرسوں کے ساتھ میرے معائنے کے لیے آتا تھا اور دوا تجویز کرتا تھا۔ شام کو دوسرا ڈاکٹر اپنی دو نرسوں کے ساتھ آتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان ڈاکٹروں کے ذریعے ان کی نرسوں تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ان سب کے مکانوں میں پہنچنے کے بعد ان کی تصویریں حاصل کرنا اور ان کا روپ اختیار کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

جب شام کی ڈیوٹی والا ڈاکٹر اپنے اسپتال سے نرسوں کے ساتھ نکلا تو رسونتی اس کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھی تھی۔ ڈاکٹر اس کی مرضی کے مطابق کار ڈرائیو کرتے ہوئے ایسے کاٹیج میں پہنچا جہاں پہلے ہی ایڈی کریمر اس کے روپ میں موجود تھا اور اعلیٰ بی بی اور سونیا نرسوں کے روپ میں تھیں۔ ان تینوں کو اس کاٹیج میں قید کر دیا گیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ پر ٹیپ لگا دیے گئے۔ آرمر خیال خوانی کے ذریعے ان کی نگرانی کرنے لگا۔ اس طرح وہ تینوں ڈاکٹر اور نرسوں کے روپ میں ایک ایسے مکان تک پہنچے جہاں مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔ اس مکان کے اندر سے سرنگ نما راستہ میرے قید خانے تک آتا تھا۔ اس مکان کے باہر فوجی افسر نے ان سے کوڈ ورڈ پوچھا۔ ایڈی کریمر نے کوڈ ورڈز اور وہ تمام طریقے اختیار کیے جو ڈاکٹر اپنی نرسوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ تینوں بآسانی میرے پاس پہنچ گئے۔ ایڈی کریمر کے ہاتھ میں دواؤں کا بیگ تھا لیکن اس بیگ میں دواؤں کی جگہ میک اپ کا سامان رکھا ہوا تھا۔

ان کے منصوبوں کے مطابق مجھے ڈاکٹر کے میک اپ میں آنا تھا اور اتنی جلدی میک اپ کرنا بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن ہم رات کے وقت نیم روشنی اور نیم تاریکی سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ ڈاکٹر سانولے رنگ کا تھا۔ میں نے اپنے چہرے کا صرف رنگ تبدیل کیا۔ ڈاکٹر کے بیگ میں وہ لباس بھی تھا جو ایڈی کریمر ڈاکٹر کے روپ میں پہن کر آیا تھا۔ میں آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس گیا۔ وہاں لباس تبدیل کیا۔ اس دوران ایڈی کریمر میری جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گیا۔

سونیا اور اعلیٰ بی بی نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ اس منصوبے کی سب سے بڑی کمزوری یہی تھی کہ میں ڈاکٹر کا مکمل میک اپ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا وقت ہی نہیں مل سکتا تھا۔ ایسے میں اگر پکڑا جاتا تو میرے ساتھ اعلیٰ بی بی اور سونیا بھی گرفتار ہو جاتیں۔ اس طرح دشمنوں کے ہاتھ اور مضبوط ہو جاتے۔ میرے تمام اہم مہرے ان کے ہاتھ میں ہوتے اور ہم ان کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے۔

لیکن بہت مجبور ہو کر میری ساتھیوں نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ میری گرفتاری کو دو برس ایک ماہ گزر چکے تھے۔ کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ بس اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اِس پار یا اُس پار۔ زندگی یا موت۔ دشمن کی غلامی یا ہمیشہ کی آزادی۔

میں نے سر پر فلیٹ ہیٹ رکھ کر اسے پیشانی پر جھکا لیا۔ کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے۔ آہنی سلاخوں کے پاس آ کر گارڈ کو آواز دی۔ گارڈ چار مسلح فوجیوں کے ساتھ آیا۔ اس نے آہنی سلاخوں والے دروازے کا تالا کھولا۔ پھر ہمیں باہر آنے کا راستہ دیا۔ میں دو نرسوں کے درمیان ان کے درمیان سے گزرتا ہوا سرنگ کے راستے سے جانے لگا۔ ہر قدم پر دل دھڑکتا تھا۔ جانے اگلے قدم پر کیا گل کھلنے والا تھا۔

ہم تینوں سرنگ کے آخری حصے میں پہنچے۔ پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس مکان میں داخل ہوئے۔ اس قید خانے سے نکلنے کا راستہ ایک ایسے کمرے میں کھلتا تھا جہاں ایک فوجی افسر ڈاکٹر اور نرسوں کا انتظار کرتا تھا۔ اس کے ساتھ دو چار مسلح سپاہی ہوتے تھے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا "ہیلو ڈاکٹر! قیدی کیسا ہے؟"

میں نے ڈاکٹر کی آواز اور لب و لہجے میں کہا "وہ بڑی حد تک صحت یاب ہو چکا ہے۔"

میرے اتنا کہتے ہی سونیا نے اچانک جان بوجھ کر ٹھوکر کھائی۔ گرتے گرتے سنبھلنے کے لیے اس فوجی افسر کا سہارا لیا۔ سہارا لیتے ہوئے اس کے بازو میں اپنی وہی زہریلی انگوٹھی کی سوئی انجیکٹ کر دی۔ یہ وہی تھی جسے اس نے جزیرے میں مسٹر ان لون پر آزمایا تھا۔ یہ اس کا آزمودہ حربہ تھا۔ پھر بھلا آفیسر اعصابی کمزوری میں مبتلا کیسے نہ ہوتا۔ اس زہر کا اثر فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا تھا لیکن فوری طور پر دماغ اس حد تک کمزور ہو جاتا تھا کہ دشمن پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ رسونتی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ میں نے کہا "کم آن آفیسر! کیا آپ میرے ساتھ میری گاڑی تک چلنا گوارا کریں گے؟"

اس نے رسونتی کی مرضی کے مطابق کہا "ہاں ضرور، آپ کیوں نہیں۔" میں آفیسر کے ساتھ مکان سے باہر آیا، پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلنے لگا۔ اب کوئی فوجی مجھ سے یہ نہیں پوچھ سکتا تھا کہ میرا فلیٹ ہیٹ جھکا ہوا کیوں ہے۔ کالر کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا آفیسر میرے ساتھ جا رہا تھا۔ جب وہ آفیسر مطمئن تھا تو پھر بھلا دوسرے فوجی کیسے مشکوک نہ ہوتے۔ وہ کار کے دروازے تک آیا۔ میں نے فوراً دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ سونیا اور اعلیٰ بی بی پیچھے بیٹھ گئیں۔ ایک سیٹ سنبھال کر ہم نے آفیسر کو ہاتھ ہلا کر گڈ بائی کہا۔ کار اسٹارٹ کی۔ کار کی رفتار بڑھتا ہوا وہاں سے دور ہوتا چلا گیا۔ آرمر نے میرے دماغ میں آ کر پوچھا "میرے بھائی! کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا وہ ڈاکٹر اور دونوں نرسیں اسی طرح بندھے ہوئے ہیں؟"

"آپ اطمینان رکھیں۔ وہ اسی طرح بندھے ہوئے ہیں۔ وہ کاٹیج سے باہر اپنی آواز بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"تم رسونتی سے کہو کہ آفیسر کے دماغ میں مسلسل رہے۔ کسی کو شبہ کرنے کا موقع نہ دے۔ میں تھوڑی دیر بعد اس سے رابطہ قائم کروں گا۔"

آرمر چلا گیا۔ ہم اس کاٹیج میں پہنچے جہاں ڈاکٹر اور دونوں نرسوں کو باندھ کر رکھا گیا تھا۔ ہم ان کے کمرے میں نہیں گئے۔ دوسرے کمرے میں پہنچے۔ جہاں دوسرا روپ اختیار کرنے کے لیے ایک مرد اور دو عورتوں کی تصویریں تھیں۔ ان کی آواز کے کیسٹ اور ان کے متعلق تفصیلی رپورٹ بھی موجود تھی۔ سونیا اور ایڈی کریمر نے ان تمام چیزوں کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ رات کے گیارہ بجے جانے والی فلائیٹ میں ان تینوں کے نام سے سیٹیں ریزرو تھیں۔ اور ان ناموں کے تین ٹکٹ وہاں رکھے ہوئے تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا "اس وقت آٹھ بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ ہماری فلائیٹ گیارہ بجے ہے۔ کیا تم اس وقت تک اس افسر کو اپنے قابو میں رکھ سکو گی؟"

"میں پوری کوشش کر رہی ہوں۔ میں نے اس کے دماغ کو کسی حد تک ڈھیل دی ہوئی ہے۔ یہ اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہے لیکن سوچ رہا ہے کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ ڈاکٹر اور نرسوں کے ساتھ مکان کے باہر ان کی گاڑی تک کیوں گیا تھا اور اچانک ہی کمزوری کیوں محسوس کرنے لگا ہے۔ وہ اس کمزوری کی اطلاع اپنے ڈیوٹی کو دینا چاہتا ہے اور میں اسے باز رکھتی ہوں۔ اسے اس کی اپنی سوچ میں ہی سمجھاتی ہوں کہ ایسا کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ مجھے اعصابی کمزوری کو دور کرنے کی دوا استعمال کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے اسے دوائیں استعمال کرنے دو۔ وہ اتنی جلدی اعصابی کمزوریوں پر قابو نہیں پا سکے گا۔ میں آرمر کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اس کی موجودگی سے تمہیں ریلیف ملے گی۔ مسلسل خیال خوانی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

میں نے آرمر سے کہا "اب ان بندھے ہوئے ڈاکٹر اور ... نرسوں کی نگرانی ضروری نہیں ہے۔ ہم یہاں موجود ہیں۔ تم رسونتی کے پاس جاؤ۔"

میں میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ ہم جن کا روپ اختیار کر رہے تھے ان کی جگہ یہاں سے جانے کے لیے انہیں ٹریپ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تینوں راضی خوشی ہمیں یہاں سے جانے کا موقع دے رہے تھے۔ دراصل ہمارے ساتھ ان کا ایک اہم مفاد وابستہ تھا۔ وہ تینوں ایک ملک کے سیکرٹ ایجنٹ تھے۔ اسرائیل سے ایک اہم راز چرا کر لے جا رہے تھے۔ دنیا کے بڑے جرائم پیشہ افراد ہوں، سراغ رساں ہوں، یا سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ وہ خیال خوانی کرنے والوں سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ رسونتی اور آرمر نے انہیں ڈھونڈ نکالا تھا۔ اور سونیا کو ان کے پاس پہنچا دیا تھا۔ سونیا نے یہ معاملات ان سے طے کیے تھے کہ جو راز وہ یہاں سے لے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔ اگر یہی راز خیال خوانی کرنے والے لے جائیں تو راستے میں کہیں بھی چیکنگ ہو، ان چیک کرنے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ راز آسانی سے لے جایا جا سکتا ہے۔

وہ ایجنٹ اور اس کی دونوں عورتیں سونیا کی اس پیشکش پر خوش ہو گئی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ اتنا اہم راز ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے بڑی آسانی سے ان کے ملک تک پہنچ جائے گا۔ گویا یہ اعلیٰ بی بی کا منصوبہ تھا۔ ذہانت اعلیٰ بی بی کی تھی اور عمل سونیا کا تھا۔ ہم اس منصوبے پر اس یقین کے ساتھ عمل کر رہے تھے کہ بہت زیادہ دشواریاں پیش نہیں آئیں گی۔

ہم پونے دس بجے وہاں سے نکلے۔ میں نے رسونتی سے کہا — "اب صرف گھنٹے دو گھنٹے کی بات ہے۔ تم آفیسر کا پیچھا نہ چھوڑنا۔ آرمر کو ڈاکٹر اور نرسوں کے پاس بھیج دو۔"

ہم سیدھے اس سیکرٹ ایجنٹ کے پاس پہنچے۔ وہاں اس کی دو ساتھی عورتیں موجود تھیں۔ ہم نے ان تینوں کو کرسیوں پر بٹھا کر مضبوطی سے باندھ دیا۔ منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ لگا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے ان سے مائکرو فلم لے کر وکس ان ہیلر کے اندر چھپا لی۔ وکس ان ہیلر ایک ایسا کیپسول ہے جسے لوگ زکام کے وقت اپنے نتھنوں سے لگا کر سونگھتے ہیں۔ چونکہ وہ عام استعمال میں آنے والا کیپسول ہوتا ہے، اس لیے اس پر نہ شبہ ہوتا، نہ ہی اسے چیک کیا جاتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے شبہ ہوتا تو ہم شبہ کرنے والوں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے چیکنگ سے باز رکھ سکتے تھے۔ ہم وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اس ایجنٹ کو سمجھا دیا کہ وہ تینوں تقریباً تین چار گھنٹوں تک بندھے رہیں گے۔ پھر ہم یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو اطلاع دیں گے کہ ہم نے انہیں گن پوائنٹ پر مجبور کر کے رسیوں سے باندھ کے ان کے پاسپورٹ اور کاغذات استعمال کیے ہیں۔ اب اسرائیلی سرحد سے بخیریت نکل آنے کے بعد انہیں اطلاع دے رہے ہیں۔

بہرحال ہم گیارہ بجے بخیریت طیارے میں پہنچ گئے۔ کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوا۔ جب طیارے نے پرواز کی تو میں نے رسونتی سے کہا "خوش ہو جاؤ۔ میں بہت عرصے کے بعد دشمنوں کی قید سے نکل کر آ رہا ہوں اب مزید دو گھنٹے اس افسر کو اپنے قابو میں رکھو۔ دراصل وہی بنیادی مہرہ ہے۔ اگر وہ تمہارے قابو سے نکل کر شور مچائے گا، کسی شبے کا اظہار کرے گا تو وہ تہ خانے میں جائیں گے۔ پھر ایڈی کریمر کو دیکھ کر بھید کھل جائے گا۔ ایسے میں وہ بڑے وسیع پیمانے پر تلاش شروع کر سکتے ہیں۔ یہاں سے پرواز کرنے والے طیارے کو فوجی طیارے کے ذریعے گھیر سکتے ہیں، ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔"

"میں سب سمجھتی ہوں، تم اطمینان سے آؤ۔ میں افسر کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

جناب شیخ صاحب کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہم آ رہے ہیں۔ میں نے فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کیا۔ انہیں اپنی آمد کے متعلق بتایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر اتھنز روانہ

کردیں۔ انہوں نے مجھے رہائی کی مبارکباد دی اور یقین دلایا صرف ہیلی کاپٹر نہیں آئے گا بلکہ ہماری حفاظت کے سلسلے میں ایتھنز سے پیرس تک اور پیرس سے بابا صاحب کے ادارے تک خفیہ انتظامات کیے جائیں گے۔

ہم اسرائیلی سرحد پار کر چکے تھے۔ خطرے کے امکانات کم سے کم ہوتے جا رہے تھے۔ رسونتی اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ ہم بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ نہ جاتے۔ میں نے اس سے کہا "میں ادارے میں نہیں آؤں گا، پیرس سے امریکا روانہ ہو جاؤں گا۔"

اس نے پوچھا "کیوں نہیں آؤ گے کیا مجھ سے ملنا نہیں چاہتے؟"

"ایسی بات نہیں۔ تم پیرس آ جاؤ۔ وہاں تھوڑی دیر کے لیے ملاقات ہو جائے گی۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے تم پر بڑی سخت تنقید کی تھی، تم برا مان گئے ہو۔"

"برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ جناب شیخ صاحب ہم سب کے لیے محترم ہیں۔ بہت عرصے بعد مجھے اس بات کا احساس ہوا ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم مجھے ادارے میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا مجھے وہاں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔"

"فرہاد! ہم سب کے لیے یہ ادارہ ایک محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تم نے جذباتی انداز میں یہاں نہ آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا تم اپنی عادتیں نہیں بدل سکتے؟ کیا تم گناہوں سے باز نہیں آ سکتے؟"

"میں کوشش کر رہا ہوں، جس دن کامیاب ہو جاؤں گا اس دن ضرور آؤں گا۔ فی الحال بحث نہ کرو۔"

ہم ایتھنز پہنچ گئے۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر پیرس آ گئے۔ وہاں رسونتی مجھ سے ملنے آئی تھی۔ ہم دو گھنٹے تک ساتھ رہے۔ پھر وہ سونیا کے ساتھ ادارے میں واپس چلی گئی۔ فرانسیسی افسران نے میرے اور اعلیٰ بی بی کے لیے ایک طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دی تھی۔ جب ہر طرح سے اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی اسرائیلی چال کامیاب نہیں ہو گی تو میں نے رسونتی اور آر سر کو ساتھ لے کر خیال خوانی کے ذریعے باری باری وہاں کے حکام کو ذہنی جھٹکے پہنچانے شروع کیے اور ان سے کہتے گئے "اب میری باری ہے۔ میں فرہاد علی تیمور تمہاری قید سے رہائی پا کر پیرس پہنچ گیا ہوں۔"

رسونتی اور آر سر بھی خود کو فرہاد کہتے ہوئے انہیں چیلنج کر رہے تھے۔ "وہ تہ خانے میں موجود قیدی کو گولی مار کر دیکھیں، وہ ہمارا ایک ساتھی ہے، اسے ذرا بھی آنچ آئے گی تو ہم تمہارے پورے ملک کو جہنم بنا دیں گے۔"

پورے ملک میں ہلچل مچ گئی تھی۔ تمام اعلیٰ حکام، یہودی اکابرین، فوجی اور سول افسران دہشت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ تہ خانے میں جو قیدی ہے وہ ایڈ لیس کر یمر ہے اور فرہاد وہاں

سے جا چکا ہے۔ میں نے کہا "دو برس ایک مہینے تک تمہارا قیدی رہا، اب ایک ایک لمحے کا حساب لوں گا۔"

انہوں نے گڑگڑا کر کہا "فرہاد! تم بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن ... میں نہ آؤ۔ ہوش سے کام لو۔ شیبا تمہارے بیٹے کے ساتھ ہمارے ...

میں نے پوچھا "کیا اب بھی دھمکی دو گے کہ میرے بیٹے کو ... بنایا جائے گا؟"

"تمہارے اس سوال کا جواب شیبا دے گی۔ اسے اپنے دماغ ... آنے دو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی شیبا کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "تم ... سے باتیں کرنے کے دوران یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہو گی کہ میں ... میں کس جگہ ہوں۔ اتنی دیر میں تمہارے آدمی پھر مجھے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم یہاں کے لوگوں کو میرے آدمی یا میرے آلۂ کار نہ کہو ... ہوں۔ اگر تنویمی عمل کے زیر اثر نہ رہتی تو تمہیں اپنے دماغ میں آنے ... مگر کیا کروں جیسے ہی کوئی آتا ہے، میں بے اختیار سانس روک لیتی ...

"یہ گھسی پٹی باتیں بار بار نہ کہو کام کی بات کرو۔ تمہاری پوری ... تمہارا پورا ملک تباہی کے دہانے پر ہے۔"

"کیا تم میری قوم کی تباہی چاہو گے؟"

"کیا تم میرے بچے کو یہودی بنا دو گی؟"

"یہ میری مرضی نہیں ہے۔ مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تم ... اور اپنے بچے کو چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ تمہیں اپنی رہائی زیادہ عزیز تھی۔"

"میں آنا دو لاکر تم دونوں کو رہائی دلا سکتا ہوں۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں ان لوگوں کے زیر اثر ہوں۔ ان کی مرضی کے بغیر تم لاکھ کوشش کرو۔ میں بچے کو لے کر نہیں آؤں گی بلکہ دوبارہ تمہیں اپنے پاس آنے پر مجبور کر دوں گی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کیسی بچکانہ بات کر رہی ہو، اب مجھے ... مجبور نہیں کر سکتا۔"

"تم مجبور رہ چکے ہو۔ اب جو اطلاع تمہیں دینے والی ہوں وہ تم ... کے لیے ناقابل برداشت ہو گی۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"ذرا بابا صاحب کے ادارے میں کسی سے رابطہ قائم کرو اور ... کیا تمہارا پارس اوّل وہاں موجود ہے؟"

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ جناب شیخ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "پارس اوّل کہاں ہے؟"

انہوں نے حیرانی سے پوچھا "یہ سوال کیوں کر رہے ہو بیٹا؟ وہ ہمارے ادارے میں ہی ہے۔"

"نہیں، مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ شیبا چیلنج کر رہی ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

پھر میں نے رسونتی سے کہا "پارس اوّل کے دماغ میں پہنچو اور مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

شیبا کی اطلاع نے مجھے بری طرح چونکا دیا تھا۔ میں خود یہ بھول گیا تھا کہ خیال خوانی کے ذریعے فوراً پارس کی خیریت معلوم کر سکتا ہوں۔ پھر میں نے دوسرے ہی لمحے پارس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے سانس روک لی۔ رسونتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "فرہاد! میں کئی بار کوشش کر چکی ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچتی ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے۔ ادارے کے تمام لوگ اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

شیبا نے کہا "تلاش فضول ہے۔ وہ نہیں ملے گا۔ یہ صرف میں جانتی ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ اور یہ فخر صرف مجھے حاصل ہے کہ میں ہی اس کے دماغ میں مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے پہنچ سکتی ہوں۔"

میں نے غصے اور نفرت سے کہا "شیبا! وہ تمہیں اپنی ممی کہتا تھا۔ ماں سمجھ کر تمہیں دل و جان سے چاہتا تھا۔ تم پر اعتماد کرتا تھا۔ کیا تم نے اس معصوم کے اعتماد سے فائدہ اٹھایا ہے؟ کیا تم نے اسے تنویمی عمل کے زیر اثر رکھا ہے؟"

"خوب سمجھ رہے ہو۔"

"میں اب تک تمہیں مجبور ماں سمجھتا آ رہا ہوں۔ کیا اب تمہیں بدترین دشمن سمجھ لوں؟"

"واہ فرہاد! کیا منطق ہے..... جب تک میرا بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا میں تمہارے بیٹے کو اپنی ممتا دیتی رہی اور خوش ہوتی رہی۔ تو مجھے دوست کہتے رہے۔ آج میں نے اسی بیٹے پارس کو اپنے زیر اثر رکھا ہے تو مجھے بدترین دشمن کہہ رہے ہو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اپنے بیٹے کو جنم دینے کے بعد تمہارے پارس کی ماں نہیں رہی۔ اب میرے اندر اس کے لیے کوئی ممتا نہیں ہے؟"

"کیا ممتا ایسی ہوتی ہے کہ بیٹے کو باپ سے جدا کر کے لے جاؤ؟"

"کیا باپ کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ نوزائیدہ بچے کو میرے پاس چھوڑ کر فرار ہو جائے؟"

"میں اپنے ننھے بیٹے کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"

"میں اس بات کی ضمانت چاہتی ہوں اور ضمانت کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہے کہ میں پارس کو اپنے پاس رکھوں۔ یہ وعدہ کرتی ہوں اسے اپنے ملک میں نہیں بلاؤں گی لیکن ایسی جگہ رکھوں گی جہاں تم اور تمہارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو کہ پارس کو اغوا کر والو اسے تمہارے یہودی اکابرین اپنے پاس نہ بلائیں اور میری طرح اسے قید کر کے نہ رکھیں۔"

"میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ پارس کے اغوا میں صرف میرا ہاتھ ہے اور میں اسے اغوا نہیں کہتی۔ میں اس کی ماں ہوں۔ میں نے اسے ایک جگہ حفاظت سے پہنچا دیا ہے۔"

"شیبا! تم نئے سرے سے تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔ تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کرائی گئی ہے کہ تم پارس کو اغوا کرو گی اور میرے سامنے یہی بیان دو گی کہ اس کی ماں ہو اور ماں نے اپنے بیٹے کو بلایا ہے۔ اور ماں بیٹے کے معاملے میں یہودی اکابرین کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھو۔ پارس اوّل میرا بیٹا ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ میں نے اسے تراش خراش کر ہیرا بنایا ہے۔ میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ وہ رسونتی کے پاس نہیں، میرے پاس رہے گا۔ میں ایک نہیں، دو بیٹوں کی پرورش کروں گی اور دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھوں گی۔ تفریق تم کرتے ہو، تمہارے دل میں کھوٹ ہے۔ اپنے بیٹے پارس کے لیے تلملا رہے ہو اور جسے میں نے جنم دیا ہے جیسے وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ تمہارا خون نہیں ہے۔"

"زیادہ بحث نہ کرو۔ تمہاری اس چال کا مطلب صاف طور پر یہی ہے کہ میں پارس اوّل کے لیے پھر تل ابیب آؤں اور تمہارے یہودی اکابرین کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں۔"

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں تمہیں یہاں نہیں بلاؤں گی۔ ہم نیو یارک میں اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔"

نیو یارک کا مطلب ہے، تم مجھے یہودیوں کے درمیان ہی رکھو گی۔ وہ شہر تو منی اسرائیل ہے۔ وہاں کا سپر ماسٹر میرا جانی دشمن ہے، وہ کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ میں اس کے ملک میں قدم رکھوں۔ اور ٹرانسفارمر مشین کے لیے خطرہ بن جاؤں۔ تم مجھے آزمائش میں مبتلا کر رہی ہو۔ دیکھو شیبا، دشمنی کی راہ پر نہ چلو۔ پارس اوّل کو واپس ادارے میں پہنچا دو۔"

شیبا نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ یاد رکھو فرہاد! اگر میرا بیٹا یہاں یہودی بنایا گیا تو میں تمہارے بیٹے پارس اوّل کو بھی یہودی بنا دوں گی۔ وہ میرے زیر اثر ہے اور زیر اثر رہے گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دونوں بیٹے مسلمان رہیں تو دو میں سے ایک جگہ کا انتخاب کرو۔ تل ابیب آؤ یا نیو یارک پہنچو۔"

میں شدید اضطراب کے عالم میں سوچتا رہ گیا۔ وہ بڑی گہری چالیں چل رہے تھے۔ میری پوری نسل کو یہودی بنانے کا ٹھوس منصوبہ بنا چکے تھے اور اس پر عمل کرتے جا رہے تھے۔ اور میں دو برس ایک مہینے تک ان کی قید میں رہنے کے بعد بھی جیسے آزاد نہیں ہوا تھا۔ مجھے رہائی نہیں ملی تھی۔ میں ان کے ناپاک عزائم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک بے بس قیدی تھا۔

مَیں

شیبا ہوں۔ قوم یہود کی مایہ ناز بیٹی ہوں آج فرہاد کی نظروں میں اور فرہاد کی داستان پڑھنے والوں کی نظروں میں میرا کردار مشکوک ہو رہا ہے۔ میں نادانستگی میں اپنی مرضی کے خلاف فرہاد کی دشمن بنتی جا رہی ہوں۔ اگر میں نے اپنی صفائی پیش نہ کی تو میں بے وفا اور مطلب پرست کہلاؤں گی جس نے اپنے مطلب کی خاطر فرہاد سے جھوٹی محبت کی، اس کے بچے کی ماں بنی اور اسی بچے کو بلیک میل کا ذریعہ بنا کر اپنے محبوب شوہر سے دشمنی کر رہی ہوں۔

نہیں میں یہ الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتی۔ اس لیے یہ ڈائری لکھ رہی ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میری تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ اس وقت میں تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی ایک حد تک مجھ پر اثر ہے۔ اس خطرناک عامل نے میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو وہ مجھ پر عمل کرے گا اور میں راضی خوشی اس کی معمولہ بن جایا کروں گی۔ آج مہینے کی دو تاریخ ہے لیکن وہ تنویمی عمل کے لیے میرے پاس نہیں آیا ہے اس لیے میں اس کے اثر سے آزاد ہوں۔ اگر فرہاد، رسونتی یا آمر میرے دماغ میں آنا چاہیں تو بڑی آسانی سے آسکتے ہیں۔ پچھلے ڈھائی برس سے وہ یہی دیکھتے آرہے ہیں کہ میں سانس روک لیا کرتی ہوں۔ انھیں دماغ میں آنے نہیں دیتی لہٰذا وہ مجھ سے مایوس ہو چکے ہیں۔

ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچ سکتی ہوں لیکن یہ میری بدنصیبی ہے کہ آج میں بیمار ہوں۔ رات کا ایک بج رہا ہے، میں اپنی خواب گاہ میں اکیلی ہوں۔ میرا بیٹا جیلسن ہارون دوسرے کمرے میں آیا کے پاس ہے۔ یہ لوگ میرے بیٹے کو میرے پاس آنے نہیں دیتے۔ جب وہ بھوکا ہوتا ہے تب ہی اسے میرے پاس لاتے ہیں۔ میں اپنے بچے کو سینے سے لگا کر اپنی بھرپور ممتا اس کے وجود میں منتقل کرتی ہوں' جب وہ سو جاتا ہے تو ڈیوٹی پر حاضر رہنے والی اسے میرے پاس سے لے جاتی ہے۔ میں اسے روک نہیں سکتی۔ اس کے ساتھ مسلح لیڈی گارڈز ہوتی ہیں۔

ان لیڈی گارڈز کو اوپر سے احکامات مل چکے ہیں کہ مجھ پر تنویمی عمل کا اثر کبھی ختم ہو سکتا ہے۔ جب تک دوسری بار تنویمی عمل نہ کیا جائے' اس وقت تک میری سختی سے نگرانی ہوتی رہے۔ میرے سامنے کوئی بات نہ کرے اور میرے بچے کو میرے قریب نہ رہنے دیں۔ ہو سکتا ہے' فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اس بچے کو نقصان پہنچائیں یا اسے اغوا کرا دیں یا اسے مار ڈالیں تاکہ آئندہ اس بچے کو یہودی بنانے کی دھمکی نہ دی جاسکے۔

میں نہیں جانتی، وہ عامل اس ماہ وقتِ مقررہ پر کیوں نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے' وہ خود بیمار پڑ گیا ہو یا سمجھتا ہو کہ میری بیماری کی حا[لت] میں مجھ پر تنویمی عمل کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کوئی الجھ[ن] ہے جس نے عامل کو میرے پاس آنے سے روک دیا ہے۔

"آہ فرہاد! اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔ تم کہاں آجاؤ۔"

میں بڑی دیر سے فرہاد، رسونتی اور آمر کا انتظار کر[رہی] تھی' جب وہ نہیں آئے تو میں احتیاطاً یہ ڈائری لکھنے بیٹھ گئی [ہوں]۔ میں سوچتی ہوں' میری یہ تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے[گی]۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ میرے آس پاس سخت پہرا ہے۔ میرا کوئی ہمدرد غم گسار نہیں ہے۔ میری خدمت کرنے والی کنیزیں' میرے بچے کی دیکھ بھال کرنے والی آیائیں، میرا علاج کرنے والی لیڈی ڈاکٹر [ی]ہ سب عورتیں ہیں لیکن ایک عورت کی ہمدرد نہیں ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو رازدار نہیں بنا سکتی۔

اگر کوئی مجھ سے ہمدردی کرے گی، میری رازدار بن جائے گی تو اس کی ہمدردی اور میری رازداری صرف یہاں کی چار دیواری تک رہے گی۔ کیوں کہ ان میں سے کوئی عورت یہاں سے باہر جاتی ہے تو اس کی سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ وہ میری اس تحریر کو یہاں سے باہر نہیں لے جاسکے گی۔ اگر فرض کر لوں کہ وہ یہاں سے نکل بھی گئی تو کل صبح تک ضرور مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ وہ عامل میرے اندر کی بہت سی باتیں اگلوانے کے ساتھ یہ بھی معلوم کرے گا کہ میں نے آج رات ڈائری لکھی تھی، اور اسے کسی کے حوالے کیا تھا۔ آہ، اب میرا کوئی راز، راز نہیں رہ سکتا۔ مجھ سے ہمدردی کرنے والی بھی بے موت ماری جائے گی۔

پھر میں کیوں لکھ رہی ہوں؟ کس کے سامنے صفائی پیش کر رہی ہوں؟ کوئی سننے والا نہیں ہے۔ جب کوئی سننے والا نہ ہو' اپنا دکھ بانٹنے والا نہ ہو تب ہم بہت روتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے آنسو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ مگر آنسو بہانے سے دل کا غبار دھل جاتا ہے۔ اسی طرح میں لکھ کر اپنا غبار نکال رہی ہوں۔ خواہ یہ تحریر میرے فرہاد تک پہنچے یا نہ پہنچے' ایک دم توڑتی ہوئی سی امید ہے شاید فرہاد خود ہی میرے پاس پہنچ جائے۔

میں نے فرہاد کو ٹوٹ کر چاہا ہے، اتنا ٹوٹ کر کہ میں نے اپنوں سے رشتے توڑ دیے، اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کی خاطر اپنے ملک کو خیرباد کہہ دیا۔ ایسا کرنے سے مجھے نئی زندگی ملی۔ فرہاد کی توجہ اور چاہت ملتی رہی۔ پھر میں نے اس کے دل میں اپنی محبت کو زندہ کرنے کے لیے اس کے پارس کو اپنے کلیجے سے لگا لیا۔

پارس کے لیے میری محبت کبھی نمائشی نہیں رہی۔ میں نے اسے دل و جان سے چاہا ہے، میری ممتا اس کے لیے ہے اور میری ممتا کا کھلا ثبوت خود پارس ہے۔ ہاں ایک بات کا اعتراف کرتی ہوں۔ جب بھی میں اسے کلیجے سے لگاتی، اسے چومتی تو میرے اندر سے آواز آتی، کیا میری گود میں فرہاد کا وہ ننھا پارس نہیں ہوگا جسے میں جنم دوں گی؟ جب میں اس کے بچے کی ماں بنوں گی تو اس کی چاہت اور محبت میرے لیے اور بڑھ جائے گی۔

دراصل میں رسونتی کو دیکھتی تھی۔ فرہاد کہیں بھی جاتا تھا کسی سے بھی دل لگاتا تھا لیکن پلٹ کر رسونتی کے پاس آتا تھا' شاید اس لیے کہ وہی ایک عورت اس کے بچے کی ماں تھی۔ بچے میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ مرد عورت کی محبت کو' اس کی قربانیوں کو بھلا سکتا ہے لیکن اس سے ہونے والی اولاد سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس اولاد کے باعث وہ عورت کو مان دیتا ہے، مرتبہ دیتا ہے' توجہ دیتا ہے اور ساری دنیا کی عورتوں سے برتر بنا دیتا ہے۔

جزیرے سے رہائی پانے کے بعد میں ادارے میں پہنچی تو فرہاد بھی وہیں موجود تھا۔ میرا دل چاہتا تھا مجھے تنہائی میں ملنے کا موقع ملے۔ میں بیمار پڑ گئی۔ ایسے میں فرہاد نے میرے دماغ میں آکر کہا کہ وہ مجھ سے قیصری قلعے میں ملنا چاہتا ہے۔ میں اور کیا چاہتی تھی' میری برسوں کی مراد پوری ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے جب بھی میں نے فرہاد کے قریب ہونے کی کوشش کی' کوئی نہ کوئی مصیبت آڑے آگئی۔ شاید میرے مقدر میں اس کی دائمی رفاقت نہیں ہے اسی لیے اس بار بھی قیصری قلعے پہنچنے سے پہلے مجھے اغوا کر لیا گیا تھا۔

اس کے بعد کے واقعات فرہاد کو معلوم ہیں لیکن اسے یہ نہیں معلوم کہ کس طرح مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔ کس طرح میرے اندر کی باتیں ایک ایک کرکے اگلوائی گئیں اور میرے دماغ کی گہرائیوں میں یہ نقش کر دیا گیا کہ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو قبول نہیں کروں گی' جیسے ہی پرائی سوچ محسوس ہوگی' میں بے اختیار سانس روک لیا کروں گی۔ اگر ایسا نہ کرنا چاہوں تب بھی ایسا کروں گی۔ اور یہ میرے عامل کا حکم تھا۔ میں اس حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ غیر شعوری طور پر ایسا ہی کرنے لگی تھی۔

تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں رہتا تھا کہ مجھ پر کیا عمل کیا گیا ہے اور کس قسم کی باتیں میرے دماغ میں نقش کرائی گئی ہیں لیکن آج جب کہ تنویمی عمل کا اثر ختم ہو چکا ہے اور دوسرا عمل شروع ہونے تک میں نارمل ہوں، اس لیے مجھے ایک ایک بات یاد آرہی ہے۔ عامل نے مجھ سے پوچھا تھا۔ میں دنیا میں سب سے زیادہ کسے چاہتی ہوں؟

ظاہر ہے' میں نیند میں رہوں' بے ہوشی کے عالم میں رہوں یا تنویمی عمل کے ذریعے اپنے ہوش سے بیگانہ ہو جاؤں تب بھی فرہاد کا نام ہی لبوں پر آئے گا اور اس وقت بھی فرہاد کا ہی نام میری زبان پر آیا۔

عامل نے کہا، "میں اپنے عمل کے ذریعے تمھارے دل سے اور دماغ سے فرہاد کا نام ہمیشہ کے لیے مٹا سکتا ہوں۔ تمھارے جذبات اس کے لیے ختم کر سکتا ہوں۔"

"میں التجا کرتی ہوں۔ مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔ فرہاد کے بغیر میری زندگی بے مقصد، بے معنی ہے۔"

"تمھیں اپنے وطن سے کتنی محبت ہے؟"

"میں نے سرزمینِ اسرائیل پر جنم لیا ہے، میرے باپ دادا بھی یہیں پیدا ہوئے۔ مجھے اس زمین سے بے انتہا پیار ہے۔"

"تم اس کی حفاظت اور بقا کے لیے اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں یہاں سے دور رہتے ہوئے بھی بہت کچھ کرتی رہی ہوں۔ آج میں فرہاد کے ساتھ نہ ہوتی تو اس زمین پر کئی ہولناک تباہیاں آچکی ہوتیں۔ میری اور فرہاد کی دوستی نے میری قوم کو ٹیلی پیتھی کے تباہ کن ہتھیاروں سے محفوظ رکھا ہے۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ تم فرہاد سے بے شک محبت کرو گی لیکن اپنے وطن اور اپنی قوم کو فرہاد پر ترجیح دو گی۔"

میں اس کی معمولہ بن چکی تھی' میرا دماغ اس کی مٹھی میں تھا۔ میں نے کہا، "میں اپنے وطن اور قوم کو فرہاد پر ترجیح دوں گی۔"

"تم فرہاد کی زندگی کا کوئی راز ہم سے نہیں چھپاؤ گی۔"

"میں اس کے متعلق جو کچھ جانتی ہوں' وہ بیان کروں گی۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو، فرہاد اور رسونتی کا صرف ایک بیٹا ہوا، اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی، تم اس کی وجہ بتا سکتی ہو؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی، آمنہ نے ایک بار بتایا تھا کہ فرہاد کی رگوں میں منجالی کا زہریلا خون دوڑ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔"

"کیا تم فرہاد سے شادی کرو گی؟"

"یہ میری دلی خواہش ہے۔"

"دوسری خواہش کیا ہے؟"

"میری دوسری بلکہ آخری خواہش یہ ہے کہ میں اس کے بچے کی ماں بن جاؤں۔"

"تمھاری دونوں خواہشیں پوری کی جائیں گی۔ تم اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فرہاد سے شادی کرو گی۔"

"وہ میری بات تسلیم نہیں کرے گا۔"

"تم اسے سمجھا سکتی ہو، تم دونوں اپنے اپنے مذہبی قوانین

کے مطابق شادی کر سکتے ہو۔"
"میں اسے سمجھاؤں گی۔"
"ہم تمھیں فرہاد سے محبت کرنے اور شادی کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس کے عوض تمہاری جو اولاد ہوگی تمہارے رشتے سے یہودی ہوگی۔"
"فرہاد اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔"
"اسے تسلیم نہ کرنے دو۔ تم کیا کہتی ہو؟"
"وہی جو دنیا کہتی ہے، قانون کہتا ہے، اولاد باپ کے نام سے اور باپ کے مذہب سے پہچانی جاتی ہے۔"
"کیا تمہارا مذہبی عقیدہ کمزور ہے؟"
"ہرگز نہیں۔ اگر کمزور ہوتا تو میں بہت پہلے ہی فرہاد کی محبت میں اسلام قبول کر لیتی۔"
"جب تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو تمہاری اولاد کیسے کرے گی۔ اگر تمھیں اپنے ملک سے، اپنے مذہب سے محبت ہے، عقیدت ہے تو تم اپنی اولاد کو بھی اسی سانچے میں ڈھالو گی۔ یہ میرا حکم ہے۔"
"میں تمہاری معمولہ ہوں، تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی لیکن، شاید ماں نہ بن سکوں۔"
"وہ کیوں؟"
"وہ زہریلا ہے۔"
"ہم سانپ کا منتر جانتے ہیں۔ اس کا سارا زہر نکال لیں گے، تم ماں ضرور بنو گی۔"
وہ مجھے یقین دلا رہا تھا۔ میرے لیے اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ مجھے فرہاد کا پیار بھی ملے گا۔ میں اس کی شریکِ حیات بھی بن جاؤں گی۔ میری برسوں کی تمنا بھی پوری ہوگی۔ وہ عامل میرے دماغ میں یہ بات اچھی طرح نقش کرا رہا تھا کہ میرے دماغ کی گہرائیوں میں اپنے وطن اور اپنے مذہب کی محبت نقش رہے گی۔ میں کسی بھی آزمائش کی گھڑی میں اپنے وطن کو اور اپنے مذہب کو اور اپنی قوم کو فرہاد پر ترجیح دوں گی۔
مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ڈھائی برس تک غافل رہی۔ اس دوران جو بھی زندگی گزاری وہ خواب جیسی تھی۔ خواب میں، فرہاد سے شادی بھی ہوگئی اور خواب ہی میں ماں بھی بن گئی۔ آج پہلی بار تنویمی عمل کے اثر سے نکل کر سوچ رہی ہوں، میں اب تک کیا کرتی رہی۔ فرہاد سے پیار کرتی رہی یا دشمنی؟
آج پورے ہوش و حواس میں رہ کر سوچتی ہوں میرا شہ زور دو برس تک قیدی بن کر رہا تو دل کڑھتا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے اسے اپنی محبت سے کمزور بنایا۔ پھر ماں بن کر اس کے بچے کو ایک اہم مہرہ بنا رہی ہوں۔ وہ بچہ یہودی بن کر پروان چڑھے

گا تو میرا شہ زور دنیا والوں کے سامنے کمزور بن کر سر جھکا لے گا۔ کبھی اپنا مذہب نہیں چھوڑوں گی۔ کبھی مسلمان نہیں بنوں گی لیکن مسلمان کا سر جھکتے نہیں دیکھ سکتی کیوں کہ وہ میرا شوہر، میرا محبوب خدا ہے۔
میں سوچتی ہوں۔ میری وجہ سے اس کا سر جھکا ہے تو وہ سر اٹھا سکتی ہوں۔ ایک بچے کے باعث اس کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں ان سب کو دور کر سکتی ہوں۔ کوئی اسے آئندہ بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ بس ایک ہی راستہ ہے کہ میں بچے کا گلا دبا دوں، نہ وہ رہے گا نہ فرہاد کمزور بنے گا۔
ایسا سوچتے وقت میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ میرا دل رو رہا ہے۔ بھلا کوئی ماں ہوش و حواس میں رہ کر اپنے بچے کو مار سکتی ہے؟ میں نے بڑی منتوں اور مرادوں سے اس بچے کو حاصل کیا ہے۔ میں اگر مصورہ ہوتی تو ایک کاغذ پر بچے کی تصویر بنا کر مٹا دیتی۔ میں ماں ہوں۔ اپنے بچے کو کیسے مٹا دوں؟ اور جب ایسا سوچتی ہوں فرہاد کا چہرہ آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے اور میرے دل میں اتر نے والا وہ چہرہ کہتا ہے میں ہی اسے یہودی اکابرین کی چالوں سے نجات دلا سکتی ہوں۔
لیکن میرے لوگ بھی کسی سے کچھ کم نہیں ہیں۔ چالاکی میں مجھ سے ایک ہاتھ آگے ہیں۔ وہ میرے وقت کا حساب رکھتے ہیں کہ عمل کا اثر کتنے دنوں تک قائم رہے گا۔ اس حساب سے انھوں نے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ میں نے اپنے لال کے رونے کی آواز سنی۔ اپنی خواب گاہ کے بند دروازے کو پیٹ کر کہا "میرا بچہ مجھے دے دو۔ وہ بھوکا ہے۔"
مگر تھوڑی دیر بعد وہ خاموش ہوگیا۔ بند دروازہ کھلا۔ لیڈی گارڈ نے آ کر کہا "شور نہ مچاؤ۔ تمہارے بچے کو دودھ پلا دیا گیا ہے۔ وہ آرام سے سو رہا ہے شاید آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔"
میں نے تڑپ کر کہا "نہیں میں اس کی ماں ہوں، یہ میرا حق ہے، میری مامتا کا تقاضا ہے مجھے بنیادی حقوق سے محروم نہ کرو۔"
لیکن لیڈی گارڈ نے پیچھے ہٹ کر دروازے کو بند کر دیا۔ بڑی عجیب زندگی گزار رہی تھی۔ جب تک تنویمی عمل کا اثر رہتا تھا مجھے وہاں کی ملکۂ عالیہ بنا کر رکھا جاتا تھا میرے ہر حکم کی تعمیل ہوتی تھی۔ آج اس عمل کے اثر سے نکل کر دیکھ رہی ہوں میں ملکۂ عالیہ کیا، ایک لونڈی بھی نہیں ہوں۔ میری کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اگر مجھ پر اسی طرح تنویمی عمل ہوتا رہا تو میں فرہاد کے ساتھ ساتھ اپنے بچے کو بھی ہاتھ سے کھو دوں گی۔ نہ خدا ہی ملے گا نہ وصالِ صنم ہوگا۔ نہ ادھر کی رہوں گی نہ ادھر کی رہوں گی۔
اوہ خدایا! میں جذبوں کی روانی میں اپنا ہی دکھڑا روتی جا رہی

ہوں۔ ایک اہم بات کہنے کو رہ گئی ہے۔ وقت گزرتا جا رہا ہے، مجھے وہ بات لکھ دینا چاہیے۔ شاید یہ تحریر کسی طرح فرہاد تک پہنچ جائے۔ وہ بات یہ ہے کہ پچھلے ماہ بلائنڈ کلب والوں نے ایک نیا منصوبہ بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں فرہاد علی تیمور ٹرانسفارمر مشین یہاں تک نہیں لائے گا۔ اگر اس کے بچے کو یہودی بنایا گیا تو وہ اسے کسی طرح نکال لے جانے کی کوشش کرے گا۔ وہ تنہا نہیں ہے اس کے ساتھ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور جب کامیابی کا پورا یقین ہوتا ہے تو سونیا خطرے کی گھنٹی بجانے آ جاتی ہے۔ لہٰذا فرہاد کو اور زیادہ کمزور بنایا جائے۔ اس کی دوسری کمزوری سے کھیلا جائے، اور اس کی دوسری بلکہ اہم ترین کمزوری اس کا بیٹا پارس ہے۔
پچھلے ماہ مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا۔ اس عامل نے میرے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ میں پارس کے لیے بھرپور ممتا رکھتی ہوں۔ اور پارس بھی میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لیے آئندہ پارس کو ٹریپ کروں گی۔ اس کے دماغ میں جایا کروں گی اور اسے اپنی طرف مائل کرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے سے کسی طرح نکال لاؤں گی۔
اس عامل نے حکم دیا "شیبا! تم تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد جب آنکھیں کھولو گی تو یہ بھول جاؤ گی کہ پارس اوّل کو اغوا کرنے کی تحریک ہم نے پیدا کی ہے۔ تم اغوا کرنے کے نظریے سے نہیں سوچو گی تمہارے دماغ میں یہ بات پیدا ہوگی کہ تمہاری ممتا اسے اپنے پاس بلا رہی ہے۔"
میں نے کہا "میں دشمن بن کر نہیں، ماں بن کر اسے اپنے پاس بلاؤں گی۔"
"تم پارس کے دماغ میں رسونتی کے خلاف زہر بھرو گی اسے سمجھاؤ گی کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو دونوں بیٹوں میں برابر ممتا تقسیم کرتی لیکن وہ پارس دوم کو زیادہ چاہتی ہے۔"
"میں پارس کے دماغ میں رسونتی کے خلاف زہر بھر دوں گی۔"
"ہمیشہ کی طرح تمہاری خواب گاہ کی میز پر کسی کا گمنام خط رکھا ہوگا۔ اس خط میں جو ہدایات دی جائیں گی تم ان پر بے چون و چرا عمل کرو گی۔"
"میں ہمیشہ کی طرح گمنام خطوط کی ہدایات پر عمل کروں گی۔"
اس تنویمی عمل کے بعد ایک دن مجھے وہ گمنام خط اپنی میز پر رکھا ہوا ملا۔ یقیناً وہ ٹائپ کیے ہوئے خطوط بلائنڈ کلب کے ممبران کی طرف سے آتے تھے، اس میں لکھا ہوا تھا۔
"فرہاد علی تیمور یہاں سے فرار ہوگیا ہے، اب وہ ہمارے ملک میں تباہیاں پھیلانے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ ہماری ایک ہدایت اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے کبھی

یہ نہ کہنا کہ تم پارس کو ہماری مرضی سے ٹریپ کر رہی ہو۔ پارس کے سلسلے میں جب بھی کوئی بات آئے تو اپنی ممتا کا بھرپور اظہار کرو اور یہ دعویٰ کرو کہ پارس اوّل پر تمہارا حق ہے۔ رسونتی کا نہیں، لہٰذا تم نے اسے اپنے پاس بلایا ہے۔
ہماری دوسری ہدایت یہ ہے کہ پارس اوّل ہمارے ملک کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ ورنہ فرہاد ہم سب کو نیست و نابود کر دے گا۔ لہٰذا جب وہ ادارے سے باہر نکل آئے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا۔ ہمارے آدمی اسے اٹھا کر کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں گے۔ بعد میں تم اس سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہو گی۔
اگر فرہاد کسی سمجھوتے پر آمادہ ہو تو اسے نیویارک آنے کی دعوت دو۔ اس سے وعدہ کرو کہ تم پارس اوّل کو وہاں لے کر آؤ گی۔ تمھیں ٹرانسفارمر مشین کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تم وہ مشین اپنے ملک پہنچانا چاہتی ہو۔ لہٰذا تم بھی پارس اور اپنے بیٹے جیمس ہارن کے ساتھ نیویارک آؤ گی اور فرہاد کے ساتھ گھریلو زندگی گزارو گی۔
ہماری آخری ہدایت کے مطابق سفر کی تیاری کرو۔ تم کسی وقت بھی نیویارک جا سکتی ہو۔ وہاں تم اپنے عامل کو کبھی فراموش نہیں کرو گی، تمہارا عامل دستور کے مطابق ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو آئے گا اور تم راضی خوشی اس کے تنویمی عمل سے گزرا کرو گی۔
مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کرو اور ہمیشہ کی طرح اس خط کو بھی جلا ڈالو۔ وِش یو آل!"
میں ان تمام ہدایات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور تھی میں اپنے بس میں، اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ میں نے بہت عرصے بعد پارس اوّل کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا۔
"ممی آپ میرے پاس آئی ہیں۔ کیا میں یقین کر لوں کہ واقعی آپ ہیں؟"
"ہاں بیٹے! میں ہوں تمہاری ممی، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ میں کتنی مصیبتوں میں مبتلا ہوں؟"
"ہزار مصیبتوں میں کیا ماں اپنے بیٹے کو بھول جاتی ہے؟"
"یہ بات نہیں ہے، مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا تھا۔ تم تو بہت ذہین ہو، اچھی طرح جانتے ہو تنویمی عمل کے زیرِ اثر آنے کے بعد انسان بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ میں تمھیں یاد نہ کر سکی۔ کیا تم میری مجبوری کو نہیں سمجھو گے۔ اپنی ممی سے ناراض رہو گے؟"
"نہیں ممی! میں آپ سے ناراض نہیں ہو سکتا۔ میں اور جوجو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔"
"بیٹے! ایک بات کا وعدہ کرو۔"
"میں ہزار وعدے کروں گا اور انھیں پورا کروں گا۔ آپ حکم دیجیے۔"
"بیٹے! تمہاری ممی رسونتی مجھ سے ناراض ہیں۔ مجھے تمہارا دشمن

سمجھتی ہیں۔"
پارس نے حیرانی سے کہا۔"تعجب ہے! ماما ایسا کیوں سمجھتی ہیں آخر؟"
"میں نے صاف اور کھری بات کہہ دی تھی۔ میں نے کہا۔ تم اپنے دونوں بیٹوں میں تفریق پیدا کرتی ہو۔ پارس دوم کو ہمیشہ کلیجے سے لگا کر رکھتی ہو اور میرے پارس سے اوپری محبت کرتی ہو۔ اس بات پر وہ ناراض ہو گئیں۔ تمھی بتاؤ بیٹے! کیا میں غلط کہتی ہوں؟ جب میں دیکھتی ہوں کہ میرے بیٹے سے انصاف نہیں ہو رہا ہے تو مجھے بُرا لگتا ہے اور میں کھری بات کہہ دیتی ہوں۔"
"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ میں نے بارہا یہ محسوس کیا ہے، ماما میرے بھائی کو زیادہ چاہتی ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بھائی کو بھرپور ممتا اور محبت مل رہی ہے لیکن دُکھ اس بات کا ہے کہ جس ماں نے مجھے جنم دیا ہے، وہ میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہی ہے۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں، کیا واقعی میں اپنی ماما کا بیٹا ہوں؟"
"بیٹے! تم صرف میرے ہو۔ بہرحال، یہ ہم بزرگوں کا معاملہ ہے۔ تم اپنے ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔ دیکھو سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ ابھی جوجو سے رخصت ہو کر آئے ہو لہٰذا اپنے وقت کے مطابق سو جاؤ۔"
پھر میں نے پارس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا تھا، مجھ سے بہت متاثر تھا۔ لہٰذا اسے ٹرانس میں لانا کچھ مشکل نہ تھا۔ جب وہ پوری طرح میرا معمول بن گیا تو میں نے پوچھا۔"تم میرے بعد سب سے زیادہ کس کو چاہتے ہو؟"
"میں اپنی ممّا سونیا کو چاہتا ہوں۔"
"تم اپنی ممّا کو کبھی نہیں بتاؤ گے کہ میں تمھارے دماغ میں آیا کرتی ہوں۔"
"میں ممّا کو کبھی نہیں بتاؤں گا کہ آپ میرے دماغ میں آتی ہیں۔"
"تم اپنے پاپا کو بھی نہیں بتاؤ گے۔"
"میں اپنے پاپا کو بھی نہیں بتاؤں گا۔"
"تم کسی سے میرے دماغ میں آنے کا ذکر نہیں کرو گے۔"
"میں کسی سے آپ کے دماغ میں آنے کا ذکر نہیں کروں گا۔"
"تم سونیا، رسونتی، اعلیٰ بی بی، لومی، فرہاد علی تیمور، جناب شیخ صاحب وغیرہ سے آئندہ کوئی تاثر قبول نہیں کرو گے۔"
پارس نے وعدہ کیا، وہ ان تمام ہستیوں سے کوئی تاثر قبول نہیں کرے گا۔ میں نے اسے حکم دیا۔ آج تک ان ہستیوں سے جتنا بھی جذباتی لگاؤ تھا، وہ سب پارس بھول جائے گا۔ اس نے وعدہ کیا، وہ بھول جائے گا۔ میں نے پوچھا۔"تم اپنے بزرگو... بعد سب سے زیادہ کسے چاہتے ہو؟"
"جوجو میری پہلی اور آخری دوست ہے۔ میں اسے اپنی... سے زیادہ چاہتا ہوں۔"
"جب میں حکم دوں گی تو تم جوجو کو چھوڑ کر اس ادارے سے نکل آؤ گے۔"
اس نے وعدہ کیا۔ وہ جوجو کو چھوڑ کر اس ادارے سے... آئے گا۔ میں نے پوچھا۔"کیا جوجو کو چھوڑتے وقت تمھیں تکلیف ہو گی؟"
"ہاں ممّی! بہت تکلیف ہو گی۔"
"میں وعدہ کرتی ہوں، جوجو کو بہت جلد تمھارے پاس... دوں گی، پھر تو خوش ہو جاؤ گے؟"
"ہاں، میں خوش رہوں گا۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"
"میں ایک ماں کی حیثیت سے اور ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیتی ہوں، آئندہ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ تمھارے پاپا، تمھاری ماما سونیا، تمھاری نانی اعلیٰ بی بی، لومی، جناب شیخ صاحب کوئی بھی تمھیں مجبور کرے کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دماغ میں آنے دو تو کبھی نہیں آنے دو گے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے اختیار سانس روک لو گے۔ ایسے وقت تم اپنے اختیار میں نہیں رہو گے۔"
میں نے اسے اچھی طرح سمجھایا۔ جب میں اس کے دماغ میں آؤں گی تو کون سے کوڈ ورڈز استعمال کروں گی۔ میں وہ کوڈ... اس ڈائری میں لکھ رہی ہوں۔ اسی امید کے ساتھ کہ شاید یہ فرہاد تک پہنچ جائے۔ جب میں بھی پارس اوّل کے دماغ میں پہنچتی ہوں تو وہ سانس روکتا ہے، پھر آہستہ آہستہ سانس لیتا ہے اور میں کہتی... "مائی سن از لائے شائننگ سَن (میرا بیٹا ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے)۔"
میں دوغلی بن کر رہ گئی ہوں۔ اِدھر امید کر رہی ہوں کہ... کے ذریعے جو صفائی پیش کر رہی ہوں، وہ فرہاد تک پہنچ جائے... میں نے اپنے بڑوں سے کہہ دیا تھا کہ پارس تنویمی عمل کے ذریعے میرا معمول بن چکا ہے، وہ اس وقت تنویمی نیند سو رہا ہے۔ پیرس میں ہمارے جتنے یہودی جاسوس ہیں، اُن سے کہہ دو کہ وہ بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہائی وے پر موجود رہیں۔ مجھے ایک ... کی آواز سنائی جائے تاکہ میں انھیں گائیڈ کرتی رہوں اور پارس کو... کے پاس پہنچا دوں۔
میں کافی عرصے تک بابا صاحب کے ادارے میں رہ چکی ہوں... مجھے معلوم تھا، ہفتے میں دو دن باورچی خانے کا سامان لانے... ٹرک ادارے سے پیرس شہر جاتے ہیں، وہاں سے سبزیاں، پھل، گوشت اور مرغیاں خرید کر لاتے ہیں، یہ تمام ٹرک صبح پانچ بجے ادارے سے روانہ ہوتے ہیں۔ میں نے صبح چار بجے پارس کو جگا دیا۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا، پھر سیدھا ایک ٹرک ڈرائیور کے پاس پہنچا جو جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے پارس کے ذریعے اس کی آواز سنی، اور اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا، ڈرائیور نے پارس کو اپنے ٹرک میں چھپا لیا اور اسے ادارے سے باہر لے گیا۔ اس کے آگے پانچ ٹرک اور جا رہے تھے۔ میں نے جان بوجھ کر اس ٹرک کو سب سے پیچھے رکھا تھا۔ پھر ایک جگہ جہاں یہودی جاسوس پارس کے منتظر تھے، وہاں میں نے اس ٹرک کو چند سیکنڈ کے لیے رکوایا۔ پارس دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ڈرائیور نے دروازے کو بند کیا، پھر اسے اسٹارٹ کر کے ان پانچوں کے پیچھے جانے لگا۔
میں کبھی ڈرائیور کے دماغ میں رہتی تھی اور کبھی ایک جاسوس کے دماغ میں پہنچ کر اسے گائیڈ کرتی تھی کہ پارس کہاں ہے اور کس طرح سڑک کے کنارے دوڑتا چلا آ رہا ہے۔
جب میں جاسوس کے دماغ میں پہنچتی تھی تو ڈرائیور کو کھلا جاتا تھا۔ وہ رفتار دھیمی کر کے سوچنے لگتا تھا۔"میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا فرہاد صاحب یا دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والیاں میرے دماغ میں آ رہی ہیں لیکن نہیں، اگر وہ میرے دماغ میں ہوتیں تو پہلے مجھے اطلاع دیتیں۔ مجھے تو ادارے میں صرف پارس بابا ملے تھے، اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ اب یہاں دیکھ رہا ہوں۔ جانے کیسی غفلت کی حالت میں ڈرائیو کرتا ہوا یہاں تک آ پہنچا ہوں، میرے سامنے میرے ساتھیوں کے ٹرک جا رہے ہیں۔ میں پیرس پہنچتے ہی جناب شیخ صاحب کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ میرے دماغ میں کچھ ہوتا رہا ہے۔"
مجھے اطمینان تھا، وہ ٹرک ڈرائیور پیرس پہنچنے سے پہلے اپنی حالت کسی کے سامنے بیان نہیں کرے گا۔ وہ تقریباً ایک بجے پیرس شہر پہنچنے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے فرہاد کو مخاطب کیا۔ اس لیے کہا۔"میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"
میں نے کہا۔"مجھے افسوس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں برداشت نہیں کرتی۔ بے اختیار سانس روک لیتی ہوں، اس کا تجربہ تمھیں کئی بار ہو چکا ہے۔"
بہرحال اس نے مجھے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دی۔ میں نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔"کیا تم اسی طرح محبت کرتے ہو کہ مجھے اور میرے بچے کو دشمنوں کی قید میں چھوڑ کر آ گئے۔ کیا تمھیں میرے بچے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے؟"
اس نے مجھے سمجھایا۔"میں تمھارے اور بچے کی خاطر ہی وہاں سے نکل آیا ہوں۔ اب کوئی مجھے بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ اگر وہ میرے بچے کو یہودی بنانا چاہیں گے تو میں ایسی تباہیاں پھیلاؤں گا کہ وہ توبہ کرنے لگیں گے۔"
"فرہاد! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم میرے ملک کو تباہ کرو گے، میری قوم کے لوگوں کو پریشان کرو گے؟"
"تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا میں اپنے بچے کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں؟"
"یہ میرا بھی بچہ ہے۔ جس بچے کے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہوتا، اسے دشمن اپنے مقصد کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ میں نے یہ پختہ عزم کر لیا ہے کہ تمھیں اپنے ساتھ رکھوں گی۔ میرے بچے پر تمھارا سایہ ہمیشہ رہے گا۔ تم دنیا جہاں میں بھٹکتے نہیں پھرو گے۔"
"کیا تم مجھے اپنا پابند بنا کر رکھنا چاہتی ہو؟"
"اگر اپنے بچے کے مستقبل کے لیے تمھیں پابندیوں میں رکھنا پڑا تو میں یہ بھی کروں گی۔"
"تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی ہو۔"
"میں خواب نہیں، حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ یہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تمھیں میرے بچے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے لیکن دوسری کے بیٹے پارس سے تو لگاؤ ہے۔ اب ذرا ادارے کے کسی فرد سے رابطہ قائم کرو اور پوچھو، تمھارا پارس اوّل کہاں ہے؟"
فرہاد نے چونک کر پوچھا۔"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"یہی کہ پارس اوّل میرا بیٹا ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ اس پر میرا پورا پورا حق ہے۔ لہٰذا میں اسے اپنے پاس بلا رہی ہوں۔"
فرہاد نے فوراً ہی بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ صاحب سے اور رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ ان سے پارس اوّل کے متعلق پوچھا تو انکشاف ہوا کہ وہ ادارے میں نہیں ہے۔ نہ جانے کس طرح وہاں سے نکل گیا ہے۔ فرہاد نے غصے سے کہا۔"شیبا! تم پارس کے ساتھ کوئی اوچھی حرکت نہ کرنا۔ اسے بابا صاحب کے ادارے سے نکال کر کہیں بھٹکاؤ گی تو میں سمجھ لوں گا کہ تم دشمن بن چکی ہو۔ اب تک میں تمھیں بے قصور سمجھتا رہا لیکن تم اپنے لوگوں سے مل کر مجھے اور زیادہ کمزور بنانے اور بلیک میل کرنے کے لیے پارس اوّل کو بھی اغوا کر رہی ہو۔"
"یہ تمھارے اپنے خیالات ہیں ورنہ میں تو اپنے بیٹے کی ضمانت چاہتی ہوں۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تمھیں میرے بیٹے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے، اس سے خاص لگاؤ رکھنے کا یہی ایک مناسب طریقہ ہے کہ پارس اوّل بھی میرے پاس رہے۔ دونوں میرے پاس رہیں گے تو تم دونوں کے لیے کھنچے چلے آؤ گے۔ پھر میں،

پارس اوّل کے سلسلے میں جو کچھ کر رہی ہوں، اس میں یہودی اکابرین کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، اب بھی کہہ رہی ہوں، یہ سب کچھ اپنے اطمینان کے لیے کر رہی ہوں۔"

"آخر تم کس طرح کا اطمینان چاہتی ہو؟"

"میں اپنے بیٹے جیسن ہارون کو پارس کی طرح شاہکار بنانا چاہتی ہوں، جس طرح اسے چھوٹی سی عمر میں زیادہ سے زیادہ تعلیم دی گئی۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے حیرت انگیز یادداشت کی قوت پیدا کی گئی۔ اسی طرح میں اور تم مل کر اپنے بیٹے جیسن ہارون کو بھی ایسا ہی بنائیں گے۔ تم جس طرح پارس اوّل کی حفاظت کرتے ہو، اس کے لیے سوچتے ہو، اس کے لیے مستقبل کے منصوبے بناتے ہو، اسی طرح میرے بیٹے جیسن ہارون کے لیے بھی بناؤ گے۔ تمہارا بیٹا پارس تمہارے نام سے اور تمہارے مذہب سے منسوب ہے، اسی طرح میرا بیٹا بھی تمہارے نام سے اور تمہارے مذہب سے منسوب رہے گا۔ اگر میرے لوگوں نے اسے یہودی بنایا تو میں پارس اوّل کو بھی یہودی بنا دوں گی۔"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"ابھی یہ بات بکواس لگ رہی ہے۔ جب تمہارے دونوں بیٹے مسلمان کے بجائے یہودی بن کر پروان چڑھیں گے تو تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ تم پچھتاؤ گے لیکن پچھتانے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ لہٰذا اب بھی عقل سے کام لو۔ اپنی ذمّے داریوں کو سمجھو۔ میں اپنے بیٹے جیسن ہارون کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ رہی ہوں۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کرو۔ میں یہاں سے نیویارک جاؤں گی۔ تم بھی وہاں پہنچو گے، اس طرح ہم وہاں ایک نئی گھریلو زندگی کی ابتدا کریں گے۔"

"پارس اوّل کہاں ہے؟"

"وہ نیویارک میں ملے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اپنے دماغ میں سوچ کی لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ یقیناً فرہاد اب پھر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ جب کہ میں کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی اسے اچھی طرح سوچنا سمجھنا اور میری باتوں کو تسلیم کرنا چاہیے تھا۔ میں بعد میں اس سے رابطہ قائم کرنے والی تھی۔

رات کے تین بج چکے ہیں۔ میں اپنی ڈائری میں چند سطور لکھوں گی۔ پھر اسے بند کر کے کہیں چھپا دوں گی اور سونے کی کوشش کروں گی۔ میں ابھی نارمل ہوں۔ سوچتی ہوں، اگر فرہاد سے رابطہ قائم کرنے کے دوران بھی نارمل ہوتی تو اسے دشمنوں کی طرح کبھی چیلنج نہ کرتی کہ میں اس کے دونوں بیٹوں کو یہودی بنا دوں گی۔ خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ پارس اوّل کی طرح میرا بیٹا بھی مسلمان رہے گا۔ فرہاد کی اولاد کہلائے گا اور میں خدا سے دعا مانگتی ہوں۔ اگر میں کوئی غلطی کروں تو اس سے پہلے ہی مجھے موت آجائے۔

اوہ خدایا! مجھے موت دے یا اپنے فرہاد کے لیے جان دینے کی توفیق دے۔ مجھے اتنا موقع دے کہ میں ہوش و حواس میں رہ کر پارس اوّل کو دوبارہ ادارے میں پہنچا دوں اور اپنے بیٹے جیسن ہارون کو فرہاد کے حوالے کر دوں تاکہ وہ اسے اپنی مرضی اور اپنے مذہب کے مطابق پروان چڑھائے۔

خدایا! مجھ پر بے وفائی اور دشمنی کا جو الزام لگ رہا ہے، اس الزام کو مٹانے کے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ میں بہت مجبور اور بے بس ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں ایک بندہ بھی ایسا نہیں ہے جو میری طرف سے صفائی پیش کرے۔ جب کوئی سہارا نہیں ہوتا تو صرف تو ہی یاد آتا ہے۔ میرے مالک! میرے پروردگار! میری دعاؤں کو قبول کر لے۔ میرا ہارون موسیٰ کی سرزمین پر ہے، اسے بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے میں پہنچا دے۔

شب بخیر فرہاد! شب بخیر۔ میں سونے جا رہی ہوں۔ کل جب سورج نکلے گا۔ میری آنکھ کھلے گی تو میں اپنے ہوش و حواس میں رہوں گی یا نہیں، یہ میں نہیں جانتی۔ خدا کرے، یہ ڈائری تمہارے ہاتھ آئے اور میری زبان میں تم سے بات کرے۔

میری اور اعلیٰ بی بی کی سیٹیں امریکا جانے والے ایک طیارے میں ریزرو ہو چکی تھیں، ہم رات کو پیرس سے روانہ ہونے والے تھے لیکن شیبا کی دشمنی نے ہمارا راستہ کھوٹا کر دیا تھا۔ رسونتی، پومی، واٹسولی اور جناب شیخ صاحب نے یہی بیان دیا کہ پچھلی رات پارس اوّل ادارے میں موجود تھا۔ جوجو رو رہی تھی، پارس کے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔ وہ سب اسے سمجھا رہے تھے۔ آرمر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر تسلیاں دے رہا تھا "بیٹے! صبر کرو، پارس اب بچہ نہیں رہا۔ وہ جلد ہی واپس آجائے گا۔"

جناب شیخ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "بیٹی! تم نے آخری بار پارس اوّل کو کب دیکھا تھا؟"

جوجو نے روتے روتے کہا "ہم ہر رات ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ پھر صبح چار بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سوتا رہے تو دوسرا اسے آکر جگاتا ہے۔ آج صبح پارس میرے کمرے میں آیا تھا۔ اس نے مجھے نہیں جگایا۔ چپ چاپ میرے ہاتھ کو پکڑا پھر خدا حافظ کہہ کر جانے لگا۔ میں سمجھ رہی تھی۔ وہ شرارت کر رہا ہے۔ دور کھڑا نیند کی حالت میں دیکھ رہا ہے۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ وہ خود ہی مجھے چھیڑ کر جگائے گا لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ کچھ بتا بھی نہیں گیا کس لیے ناراض ہو گیا ہے؟ کیوں مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے؟"

آرمر نے کہا "جب پارس تمہیں خدا حافظ کہہ کر گیا ہے تو تم سے ناراض نہیں ہے۔ کیا تم نے آنکھیں کھول کر اسے تلاش نہیں کیا؟"

آرمر نے اس کے آنسو پونچھنے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اس نے ہاتھ کو پرے کرتے ہوئے کہا "میں پونچھنے نہیں دوں گی۔ میں آنسو بہاتی رہوں گی۔ جب تک وہ نہیں آئے گا، روتی رہوں گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "بیٹی! جواب دو۔ کیا تم نے آنکھیں کھول کر اسے تلاش نہیں کیا؟"

"میں نے تلاش کیا تھا۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ کمرے میں نظر نہیں آیا۔ پھر میں اُٹھ کر باہر گئی۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ وہ کہیں چھپ گیا ہے اور مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں نے کہہ دیا۔ جاؤ، میں تمہیں تلاش نہیں کروں گی۔ تم اتنی صبح آنکھ مچولی کھیل رہے ہو۔ میں اپنے بیڈروم میں جا رہی ہوں۔ آنا ہے تو آجاؤ۔ میں بیڈروم میں آگئی لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا ہے۔"

یہ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر اعلیٰ بی بی سے کہا "اکثر حالات میں تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ ہم جب چاہیں ایک دوسرے سے نہیں مل سکتے۔ پہلی بار ہم نے ملنے کے لیے امریکا جانا چاہا۔ پہلے تم گئیں۔ میں بعد میں آنے والا تھا لیکن دشمنوں نے مجھے تل ابیب پہنچا دیا۔ آج رات کی فلائیٹ سے ہم پھر امریکا جانے والے تھے لیکن اب یہ مناسب نہ ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا "ادارے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"سبھی اس کے لیے پریشان ہیں۔ جوجو آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ رو رو کر جان دے دے گی۔"

"فرہاد! مجھے جذباتی رپورٹ نہ دو۔ یہ بتاؤ، پارس اوّل اس ادارے میں آخری بار کب دیکھا گیا؟"

"جوجو نے آج صبح کوئی چار بجے اسے اپنے کمرے میں محسوس کیا تھا۔ وہ اسے خدا حافظ کہہ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد نظر نہیں آیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ پارس اوّل کچن کا سامان لانے والی گاڑیوں میں چھپ کر گیا ہے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ایسا ہو سکتا ہے۔ شیبا نے کسی ایک ڈرائیور کو ٹریپ کیا ہوگا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو وہاں چھپایا ہوگا اور اسی گاڑی میں ادارے سے باہر پہنچا دیا ہوگا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "اس وقت دوپہر کے دو بجے ہیں۔ پارس صبح پانچ بجے وہاں سے نکلا ہوگا۔ اگر فرانس کے تمام ائیر پورٹ پر سخت نگرانی رکھی جائے تو دشمن اسے ملک سے باہر نہیں لے جا سکیں گے۔"

"جناب شیخ صاحب نے فرانسیسی اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے انھیں پارس کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ لوگ یقیناً تمام ائیر پورٹس اور پرائیویٹ فلائنگ کلب وغیرہ کی سختی سے نگرانی کر رہے ہوں گے۔ کسی نوجوان کو اس ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

"تم کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے معلوم کرو۔ اب کیا ہو رہا ہے۔"

میں نے ایک اعلیٰ افسر کو مخاطب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "جناب! ہمیں پونے دو بجے پارس بابا کے متعلق اطلاع ملی۔ ہم نے فوراً احکامات صادر کر دیے۔ کسی بھی ائیر پورٹ سے یا کسی بھی فلائنگ کلب کے کسی طیارے یا ہیلی کاپٹر سے کوئی نوجوان یہاں سے نہیں جائے گا۔"

میں نے کہا "آفیسر! اب ایک بات اور معلوم کرو۔ صبح پانچ بجے سے پونے دو بجے تک تمہارے ملک کے تمام پرائیویٹ کلب اور ائیر پورٹ وغیرہ سے کتنے طیارے اور ہیلی کاپٹر روانہ ہوئے ہیں جن میں سولہ یا سترہ برس کے جوان دیکھے گئے ہیں۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں اس آفیسر کے دماغ میں موجود رہا۔ وہ پندرہ بیس منٹ تک اپنے ملک کے تمام ائیر پورٹ اور فلائنگ کلب وغیرہ سے رپورٹ حاصل کرتا رہا۔ پتا چلا۔ ملک کے کسی بھی فلائنگ کلب میں کسی ہیلی کاپٹر سے اس عمر کے جوان کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہے۔ البتہ لندن جانے والی دس بجے کی فلائیٹ سے دو جوان روانہ ہوئے ہیں۔ تین اور نوجوان مشرقِ وسطیٰ جانے والی ایک فلائیٹ میں موجود تھے۔

"آفیسر! معلوم کرو۔ وہ نوجوان اپنے والدین کے ساتھ گئے ہیں یا اپنے سرپرستوں کے ساتھ۔ لندن جانے والے دو جوانوں پر زیادہ توجہ دو اور وہاں کا پتا معلوم کرو۔ یقیناً ان کے پاسپورٹ وغیرہ میں جو تفصیلات ہوں گی ان کا ریکارڈ یہاں کی ایمبیسی میں موجود ہوگا۔"

وہ آفیسر پھر اپنی ڈیوٹی سے لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "جو نوجوان مشرقِ وسطیٰ گئے ہیں، وہ پارس نہیں ہو سکتے۔ شیبا اور دوسرے یہودی عرب ملکوں میں جا کر پارس کو نہیں چھپا سکتے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ شیبا نے تم سے کیا کہا ہے؟"

میں اعلیٰ بی بی کو اس کی ایک ایک بات بتانے لگا۔ اس نے کچھ سوچنے کے بعد کہا "ہمیں نیویارک جانا چاہیے۔ ہماری سیٹ ریزرو ہے۔ ابھی اسے کینسل نہ کراؤ۔ ہم فلائیٹ روانہ ہونے تک پارس کو یہاں تلاش کرتے ہیں۔ خدانخواستہ ناکامی ہوئی تو نیویارک تک ضرور سفر کریں گے۔"

میں نے ایک گھنٹے بعد پھر اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا: "لندن سے ہمارے کئی جاسوسوں نے رپورٹ دی ہے کہ دو نوجوان اپنے والدین کے ساتھ پیرس کی سیر کرنے آئے تھے۔ ان کے والد لندن کے پرانے باشندے ہیں۔ ان کے کاغذات وغیرہ بالکل درست ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے جاسوس یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہیں وہ نوجوان میک اپ میں نہ ہوں۔ آج شام تک وہ کسی طرح اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے ان کی تصویریں اتاریں گے تو پتا چل جائے گا۔"

دوسرے اعلیٰ افسر نے رپورٹ دی: "مشرق وسطیٰ جانے والے وہ تینوں عرب نوجوان ہیں۔ ان کے والدین کے کاغذات بالکل درست ہیں اور وہاں کے انٹیلی جنس والوں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ وہ لڑکے انہی عرب ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ میک اپ میں نہیں ہیں۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا: "جناب فرہاد صاحب! یہاں سے جتنی شاہراہیں دوسرے ملکوں کی طرف جاتی ہیں، ان سب کی ناکا بندی کر دی گئی ہے۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق صبح پانچ بجے سے کوئی جوان کسی گاڑی میں دیکھا نہیں گیا ہے اور آئندہ سولہ یا سترہ برس تک کا کوئی بھی جوان دیکھا گیا تو اسے روک لیا جائے گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو یہ ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ پارس اسی ملک میں ہے یا ہو سکتا ہے، اسی شہر میں ہو۔"

میں نے کہا: "تم ایک بات بھول رہی ہو۔ شیبا نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک ڈرائیور کو ٹریپ کر کے پارس کو ادارے سے نکالا ہے۔ کیا وہ چیک پوسٹ والوں کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کر کے اسے کسی شاہراہ سے گزار نہیں سکتی۔ کسی ہیلی کاپٹر سے لے جا نہیں سکتی؟"

"ہاں، شیبا کے لیے یہ ایک کھیل ہے۔ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔"

"اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ وہ ایک ہی بات کہتی ہے کہ مجھے نیویارک پہنچنا چاہیے، وہ میرے ساتھ گھریلو زندگی گزارے گی۔"

"اس کی بات مان لو۔ اس طرح تمہارا وہ بیٹا جیسن ہارون بھی تمہارے پاس رہے گا۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "اسے جیسن ہارون نہ کہو۔ مجھے اپنے بیٹے کے لیے یہ نام پسند نہیں ہے۔"

"چلو نام پسند نہ ہو، بیٹے کو تو ناپسند نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارا ہے۔ شیبا اسے تمہارے پاس لائے گی۔ یہ اچھا موقع ہے۔ تم اسے یہودیوں کے نرغے سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا سکتے ہو۔"

میں نے پوچھا: "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ شیبا جس بچے کو نیویارک لائے گی، وہ میرا ہی ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ دن یاد کرو۔ بہت پہلے رسونتی دشمنوں کے فریب میں آ گئی تھی۔ مجھے دشمن اور دشمنوں کو دوست سمجھنے لگی تھی۔ پارس کو میرے پاس نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے بچے کے ساتھ دشمنوں کی پناہ میں رہنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت میں نے بچہ بدل دیا تھا۔ پارس کو اس سے دور کر کے ایک دوسرا بچہ اس کی گود میں پہنچا دیا تھا۔ چوں کہ وہ نوزائیدہ تھا اور رسونتی نے اسے جنم دینے کے بعد اچھی طرح غور سے دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے دوسرے بچے کو پارس سمجھ کر اپنے سینے سے لگائے رہی تھی۔ اسے گود میں لے کر خوش ہوتی رہی تھی۔ کیا یہی چال یہودی نہیں چل سکتے؟ کیا شیبا ہپناٹائز کرنے والے کے زیر اثر نہیں ہے اور اس کے زیر اثر رہ کر وہ پرائے بچے کو اپنا بچہ نہیں سمجھ سکتی اور اپنا بچہ سمجھ کر مجھے دھوکا نہیں دے سکتی؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "خیال خوانی کے معاملات بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا کوئی معاملہ ایک طرف سے سلجھاؤ تو دوسری طرف سے الجھنے لگتا ہے۔"

میں نے کہا: "تم نیویارک جاؤ گی۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں تمہارا مشن ادھورا رہ گیا ہے۔ تم ان اہم افراد تک پہنچ چکی ہو جو نئے سپر ماسٹر کا انتخاب کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مجھے کسی نہ کسی طرح ان کی آواز سنانے کی کوشش کرو۔"

"میں نے ان ممبران میں سے دو کی آواز ریکارڈ کر لی ہے۔ ان کے کیسٹ وہاں اپنے ماتحت کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ تمہارے سلسلے میں اچانک ہی مجھے تل ابیب آنا پڑا۔ تم چاہو تو ابھی اس سے دماغی رابطہ قائم کر کے ان دو ممبران کی آواز سن سکتے ہو۔"

"میں پارس کے لیے بہت پریشان ہوں۔ سوچتا ہوں شیبا نے اس معصوم بچے کو نہ جانے کن دشمنوں کے حوالے کیا ہے اور وہ اسے کہاں لے گئے ہیں۔ ایسے میں ٹرانسفارمر مشین کی طرف توجہ دینے کو دل نہیں چاہتا۔"

"تم پہلے ایسے جذباتی نہیں تھے۔ حقیقت کو سمجھتے تھے اور عمل کرتے تھے۔ تم پارس کے لیے پریشان ہو کر ٹرانسفارمر مشین کی اہمیت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ان دو ممبران کی آواز سن کر بڑی آسانی سے سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہو اور ایسا تمہیں کرنا چاہیے۔ پارس ابھی نہیں مل رہا ہے لیکن کب تک نہیں ملے گا۔ ہم سب نادان اور اناڑی نہیں ہیں، دشمنوں کی چالوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور انھیں سمجھتے ہوئے جلد ہی پارس تک پہنچ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں شام تک تمہارے ماتحت سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

"شام تک نہیں، ابھی۔ میں چاہتی ہوں، تم اپنا دھیان بٹاؤ۔ صرف پارس کے متعلق نہ سوچو۔ سوچنے کے لیے میں بھی موجود ہوں۔ یہ صرف میں نہیں کہہ رہی ہوں، رسونتی بھی کہہ رہی ہے۔ وہ میرے دماغ میں موجود ہے۔"

اس نے میرے دماغ میں آ کر کہا: "فرہاد! میں اپنے بیٹے کے لیے کتنی پریشان ہوں، کتنی گھبرا رہی ہوں، بیان نہیں کر سکتی۔ تم میرے دماغ میں آ کر میرے دل کا حال معلوم کر سکتے ہو۔"

"اعلیٰ بی بی مجھے جذباتی باتیں کرنے سے منع کر رہی ہے۔ اور تم میرے سامنے جذباتی ہو رہی ہو۔ تمہارے دل کا حال معلوم کرنے سے پارس ہمیں واپس نہیں ملے گا۔"

"عورت جب ماں بن جاتی ہے تو صرف جذبات سے سوچتی ہے۔ تم مجھے خود غرض کہو گے لیکن میں بہت بری طرح سہمی ہوئی ہوں۔ سوچتی ہوں کہیں میرا اپنا پارس بھی دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "تم واقعی خود غرض ہو۔ اسے اپنا پارس کہہ رہی ہو اور جو اغوا ہو چکا ہے، وہ اپنا نہیں ہے۔ شیبا ٹھیک ہی الزام دیتی ہے کہ تم دونوں بچوں میں تفریق پیدا کرتی ہو، ایک کو بھرپور ممتا دیتی ہو اور دوسرے کے لیے صرف زبان سے ممتا کا اظہار کرتی ہو۔ جو ہاتھ سے نکل چکا ہے، اس کے لیے صرف ظاہری پریشانی ہے، جو تمہاری نظروں کے سامنے محفوظ ہے، اس کے لیے سہمی ہوئی ہو۔"

"مجھے الزام نہ دو۔ میرے دماغ میں آ کر دیکھو کہ میں اسے ڈھونڈ نکالنے کی کیسی کیسی کوششیں کر رہی ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا: "فرہاد! تم اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھے ہو، کیا رسونتی سے باتیں ہو رہی ہیں؟"

رسونتی نے کہا: "میں اعلیٰ بی بی کے دماغ میں جا رہی ہوں، وہاں آ جاؤ۔"

ہم دونوں اس کے دماغ میں پہنچے۔ رسونتی نے کہا: "اتنی دیر سے ہم باتیں کر رہے تھے۔ یہ صاحب مجھے الزام دے رہے ہیں کہ میں صرف اپنے پارس کو چاہتی ہوں اور پارس اوّل سے دکھاوے کا رشتہ ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا: "تم اپنی باتوں سے ظاہر کر رہی ہو۔ بے خیالی میں یا بے ارادہ اسے اپنا پارس کہتی ہو۔ کس کے لیے کتنی محبت ہے، اس کا حساب تمہاری زبان کر دیتی ہے لیکن ابھی یہ جھگڑا نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "یہی جھگڑا ہے۔ پارس اوّل سے جسے زیادہ دلچسپی، زیادہ لگاؤ ہے، وہی اسے تلاش کرے اور جسے زیادہ لگاؤ نہیں ہے، وہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں مصروف رہے۔ رسونتی کو تمہارے ماتحت سے دماغی رابطہ قائم کر کے ان ممبران تک پہنچنا چاہیے اور ان ممبران کے ذریعے یہ سپر ماسٹر تک پہنچ سکتی ہے۔ میں بعد میں دیکھوں گا کہ مشین کے سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے۔ پہلے میرے لیے پارس اوّل ضروری ہے، اتنا ہی ضروری جتنی کہ میری جان ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں مشین کے سلسلے میں جا رہی ہوں۔ یہ میرے لیے بہتر ہے۔ اگر میں پارس کے لیے کوششیں کرتی رہوں گی، خدانخواستہ میری کوششوں میں کوئی خامی پیدا ہو جائے یا خدانخواستہ اس بچے کو کوئی نقصان پہنچے تو مجھ پر اور زیادہ الزامات عائد کیے جائیں گے۔"

وہ چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اوّل کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر ذرا ایک وقفے سے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس نے شیبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ممی! اگر آپ ہیں تو جلدی سے کوڈ ورڈز دہرائیے۔"

میں وہ کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا۔ اس نے پھر سانس روک لی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا: "بڑی مشکل ہے۔ میں بیٹے کے پاس جاتا ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے۔ شیبا نے اس کے دماغ میں آنے کے لیے کوئی خاص کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں، جنھیں سن کر پارس اسے دماغ میں آنے کی اجازت دے دیتا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "وہ کوڈ ورڈز... ہمیں معلوم ہونے چاہئیں۔ تم وقتاً فوقتاً شیبا کے پاس جاتے رہو۔ پارس سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔ دونوں میں سے کوئی نہ کوئی بیمار پڑ سکتا ہے، کسی وجہ سے زخمی ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کہ ان کے دماغ وقتی طور پر کمزور ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی وقت ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔"

میں نے اتھاہ ٹھا کر اسے چپ رہنے کے لیے کہا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا: "ابھی پارس مجھ سے کہہ رہا تھا: 'ممی! آپ کوڈ ورڈز دہرائیے۔' اتنی دیر تک مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملی تھی۔ میں نے ایسے وقت کسی کو کھانستے ہوئے سنا۔ کوئی مرد کھانس رہا تھا۔"

"یہی تو میں کہتی ہوں۔ دونوں ماں بیٹوں کے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو گا۔"

رسونتی نے آ کر کہا: "فرہاد! میں ان ممبران تک پہنچ گئی ہوں۔ نیا سپر ماسٹر ان میں سے ایک ممبر کا داماد ہے۔ وہ بوڑھا

ممبرا اپنی بیٹی کو بہت چاہتا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں بیٹی کے لیے بہت زیادہ چاہت پیدا کی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، اس کی خیریت معلوم کی۔ میں نے نمبر نوٹ کر لیے ہیں اور اس کی بیٹی کی آواز بھی سُن لی ہے۔"

میں نے کہا۔" اسی طرح آگے بڑھتی رہو۔ سپر ماسٹر تک پہنچ جاؤ گی۔"

"مجھے نہیں، تمھیں پہنچنا چاہیے۔ ابھی اس عورت کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا شوہر یعنی سپر ماسٹر لباس تبدیل کرنے گھر آرہا ہے۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کر رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا۔" رسونتی درست کہہ رہی ہے۔ اب تمھیں سپر ماسٹر تک پہنچنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کے وہاں پہنچتے ہی کوئی بات بگڑ جائے۔ تم رہو گے تو بگڑتی ہوئی بات کو بنانے کی کوشش کرو گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں رسونتی کے دماغ میں آیا۔ اس نے سپر ماسٹر کی والف کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں اس کے دماغ میں تھا لہٰذا اس عورت کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ وہ اپنی جوان بیٹی سے کہہ رہی تھی۔" نینسی! تمھارے پاپا تمھاری پسند کا لباس پہنتے ہیں۔ جاؤ ان کی الماری سے لباس نکال کر دیکھو۔ کیا انھیں استری کرنے کی ضرورت ہے؟"

نینسی نے کہا۔" اوہ ممی! پاپا گولف کھیلنے جا رہے ہیں۔ اس کے لیے کوئی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اکثر وائٹ سوٹ پہن کر جاتے ہیں۔ کھیلنے سے پہلے کوٹ اتار دیتے ہیں۔"

"تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ کھیل یا تفریح کے موقع پر وہ تمھیں ساتھ رکھتے ہیں، لہٰذا تمھیں بھی ڈریس چینج کر لینا چاہیے۔"

ان کی باتوں سے پتا چلا۔ بیٹی باپ کے بہت زیادہ قریب ہے لہٰذا میں نینسی کے دماغ میں رہ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگا۔ وہ بہت ذہین تھی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کا باپ اسے اپنی طرح سیاست میں لانا چاہتا تھا اسی لیے ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا لیکن سپر ماسٹر کا عہدہ ایسا تھا کہ اس میں کسی کو رازدار نہیں بنا سکتا تھا۔ نینسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا باپ سپر ماسٹر ہے۔ بس اتنا معلوم تھا کسی اعلیٰ عہدے پر باپ کی ترقی ہوئی ہے۔

میں نے تھوڑی دیر کے لیے اس سے رابطہ ختم کیا۔ آر مرکو مخاطب کر کے پوچھا۔" پارس اوّل کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میرے بھائی! سبھی کسی نہ کسی طور مصروف ہیں۔ اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا کچھ کہنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے؟"

"یہاں سے تو اجازت نہیں ملے گی اس لیے آپ سے کہہ رہا ہوں۔ مجھے اس ادارے سے باہر جانے دیں۔ میں خود اسے تلاش کروں گا۔"

"تم نے عملی زندگی بہت کم گزاری ہے۔ تمھارے مزاج میں دوستی اور محبت ہے۔ تم دشمنوں کی چالوں کو نہیں سمجھ پاتے۔ یہ بھی اُن کی ایک چال ہے کہ پارس کو اغوا کر کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کی تلاش میں ادارے سے باہر آنے پر مجبور کیا جائے۔ تمھیں، رسونتی اور جوجو کو اس پناہ گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ایسی پیچیدہ چالیں میری سمجھ میں نہیں آتیں لیکن مجھے کمتری کا احساس ہوتا ہے کہ میں ایسے وقت اپنے پارس اوّل کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ جوجو کی آنکھ میں آنسو دیکھتا ہوں تو تڑپ جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔"

"بہت کچھ ہوگا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے بیٹھے ہی بیٹھے ساری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ تم ہر ایک سے دماغی رابطہ قائم کرتے رہو اور رپورٹ لیتے رہو کہ پارس اوّل کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کون کیا کر رہا ہے اور کہاں تک اُمید مستحکم ہو رہی ہے۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کرنا۔ میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

میں پھر نینسی کے پاس پہنچا۔ وہ لباس تبدیل کر چکی تھی۔ اپنے باپ سے باتیں کر رہی تھی۔ گویا مجھے سپر ماسٹر تک پہنچا رہی تھی۔ وہ کمرے میں تھی اور سپر ماسٹر اسٹور روم میں لباس تبدیل کرتے ہوئے اس کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔ میں نے نینسی کے دماغ میں ٹرانسفار مشین کا خیال پیدا کیا۔ اس نے کہا۔" پاپا! آپ اس خفیہ ٹیم میں شامل ہونے والے تھے جو ٹرانسفار مشین کے سلسلے میں ترتیب دی جا رہی تھی۔ کیا آپ شامل ہو چکے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے تعجب سے پوچھا۔" تمھیں یہ خیال کیوں آیا؟"

"آپ نے شاید ایک برس پہلے مجھ سے یہ بات کہی تھی۔ میں تو بالکل ہی بھول چکی تھی۔ میں اکثر فرہاد علی تیمور کے متعلق سنتی بھی ہوں اور پڑھتی بھی ہوں۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ کیا وہ خطرناک نہیں ہے؟"

"ہاں بیٹے! مگر وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"اوہ نو پاپا! آپ مجھے تعلیم دیتے ہیں کہ سیاست کے میدان میں کسی کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہر مقابل ہمارے لیے خطرناک ہوتا ہے اور یہی دیکھ کر اس کے خلاف داؤ پیچ آزمانا چاہیے۔"

"بے شک، میں یہ نہیں کہتا کہ فرہاد علی تیمور خطرناک نہیں ہے لیکن اس کے خلاف ہماری ٹیم بہت ہی منظم اور مستحکم ہے۔ ہم نے اس سے ٹرانسفار مشین چھینی ہے گویا شیر کے منہ سے نوالہ چھین لیا ہے۔ ہم اسے نادان اور کمزور نہیں سمجھتے۔ اسی لیے ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں اور یہی ہماری کامیابی ہے۔"

"کیا فرہاد سے مقابلہ کرنے کے لیے سانس روکنا ضروری ہوتا ہے؟"

وہ اسٹور روم سے باہر آیا۔ پھر حیرانی سے بولا۔" یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ نے فرہاد علی تیمور کا جو ریکارڈ اپنی میز پر رکھا ہوا تھا، میں نے اس میں پڑھا ہے۔ کیا یہ سچ ہے پاپا؟"

"ہاں بیٹے! سچ ہے مگر تم ایسے سوالات کیوں کر رہی ہو؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آپ سگار پیتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ آپ تو سانس نہیں روک سکتے۔ اگر وہ دشمن آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کیسے مقابلہ کریں گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے بیٹی کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔" نو پرابلم! اس خفیہ ٹیم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرض کرو، اگر فرہاد پہنچ بھی جائے تو اس ٹیم کے بڑے لوگوں سے مقابلہ کرے گا۔ میں تو ایک بہت ہی معمولی آفیسر ہوں۔"

"ہمارے پاس دولت ہے، عزت ہے، شہرت ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ آپ اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیں۔"

"میری ملازمت کے آخری دو سال رہ گئے ہیں۔ استعفیٰ دینا نادانی ہوگی۔"

اس نے قریب آ کر بیٹی کے شانے تھپتھپاتے ہوئے محبت سے کہا۔" تم میرے لیے اتنی فکرمند ہوتی ہو تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ یہ سوچ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ کوئی مجھے اس قدر چاہنے والی ہستی ہے۔"

"آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں؟"

"میری جان! تمھیں اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

باپ بیٹی پیار و محبّت کی باتیں کرتے ہوئے ایک کار میں آ کر بیٹھ گئے تھے اور گولف پارک کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یقین ہو گیا تھا، سپر ماسٹر سانس روکنا نہیں جانتا ہے۔ نینسی نے ٹھیک ہی کہا تھا، جو شخص سگار پیتا ہو اور شراب پیتا ہو، وہ کبھی سانسوں پر قابو نہیں پا سکتا۔ میں بڑی آسانی سے نئے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ٹرانسفار مشین اسی تہ خانے میں رکھی ہوئی تھی جہاں ایک بار جوجو کو اغوا کر کے پہنچایا گیا تھا۔ انھیں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم دوبارہ اس خفیہ تہ خانے تک پہنچ سکیں گے۔ پہلی بار ہم نے وہاں تک پہنچنے کے لیے جوجو کے دماغ کا سہارا لیا تھا۔ اب وہاں کا نظام کچھ بدل گیا تھا۔ سپر ماسٹر کو بھی اس تہ خانے میں جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن وہ بدستور وہاں کا انچارج تھا۔ اس مشین کی حفاظت کے لیے پانچ آدمیوں کی خفیہ ٹیم بنائی گئی تھی جن میں ایک سپر ماسٹر تھا۔ باقی چار افراد سپر ماسٹر کی اجازت کے بغیر اس تہ خانے میں داخل نہیں ہو سکتے تھے اور اجازت دینے والا سپر ماسٹر خود بھی وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سانس روکنا نہیں جانتا تھا، جب کہ باقی چار افراد یوگا کے ماہر تھے۔ ان کے دماغوں میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آ سکتا تھا۔

ان چاروں میں سے دو شخص بہت ہی تجربہ کار مکینک تھے، وہی اس ٹرانسفار مشین کو آپریٹ کرتے تھے اور اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے تھے۔ باقی دو افسران ان تجربہ کار مکینکوں کی نگرانی کرتے تھے۔ وہ چاروں اس خفیہ تہ خانے میں داخل ہونے سے پہلے سپر ماسٹر کو اپنے متعلق رپورٹ دیتے تھے۔ وہاں داخل ہونے کا وقت لکھتے تھے، پھر ایک ایکسرے روم سے گزرتے تھے۔ اس روم سے باہر ایک بڑی سی اسکرین تھی ـــ اگر ان کے لباس وغیرہ میں کوئی ایسی قابلِ اعتراض چیز چھپی ہوتی تو وہ اسکرین پر نظر آ جاتی۔ اسی طرح جب وہ تہ خانے سے باہر نکلتے تو اسی ایکسرے روم سے گزرتے۔ اس طرح پتا چل جاتا کہ وہ اس تہ خانے سے کوئی چیز تو نہیں لے جا رہے ہیں۔

ایسی احتیاطی تدابیر اس لیے کی گئی تھیں کہ اس سے پہلے سابقہ سپر ماسٹر، میجر برائٹ، کرنل جم اور جنرل ڈیکورا نے غداری کی تھی اور وہاں سے مشین کا نقشہ لے گئے تھے پھر خود ایک نئی مشین تیار کی تھی۔

وہ چاروں افراد تہ خانے میں جانے کے بعد جس طرح مشین کو آپریٹ کرتے تھے، اسے آزماتے تھے اور اس کے ذریعے سرکاری مفادات کی خاطر جو کام کرتے تھے، اس کی مکمل رپورٹ لکھتے تھے۔ سپر ماسٹر وہ تمام رپورٹ پڑھتا تھا۔ پھر اسے اعلیٰ حکام تک پہنچا دیتا تھا۔

اگرچہ سپر ماسٹر تہ خانے کے اندر نہیں جاتا تھا لیکن اسے ساری رپورٹ ملتی رہتی تھی اور وہ رپورٹ مجھے اس کے دماغ سے مل رہی تھی۔ انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے سلسلے میں جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ جب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ملے گا، اس وقت تک وہ اپنے خاص لوگوں کو کمپیوٹر مین بنائیں گے۔

کمپیوٹر مین کا مطلب ہے ایسا شخص جو ہر بات کا جواب برق رفتاری سے دے، ہر پیچیدہ مسئلے کو چشم زدن میں سلجھا دے۔ وہ اتنا حساس ہو کہ جنرل ڈیکورا کی طرح دور کی آواز سن کر چونک جائے اور یہ بتا دے کہ آدمی آ رہا ہے، جانور آ رہا ہے یا کوئی گاڑی چل رہی ہے۔ یہ کوئی حیرت انگیز اور غیر معمولی بات نہیں

ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اتنا حساس بنایا ہے کہ وہ دور کی آواز سُن لیتے ہیں۔ آنکھوں کو ایسی بینائی عطا کی ہے کہ وہ اندھیرے میں کسی کو واضح طور پر نہ دیکھیں مگر کسی حد تک دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح کسی چیز کو سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ کون سی چیز ضرر رساں ہے۔ کون سی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی اور کون سی چیز جان لیوا ہو سکتی ہے۔

سپر ماسٹر کی ٹیم نے ایسے غیر معمولی افراد کو تلاش کیا تھا اور ان کی تمام صلاحیتیں اپنے خاص لوگوں کے دماغوں میں منتقل کر رہے تھے۔ انھوں نے بارہ ایسے خاص افراد کا انتخاب کیا تھا جو جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند تھے۔ ان بارہ افراد کی عمر بیس سے تیس برس تک تھی۔ ان میں سے دو شخص ماہر نجومی بن چکے تھے۔ ہماری دنیا میں ایسے نجومی، قیافہ شناس اور علم الاعداد کے ماہر گزرے ہیں جو اپنے علم کے ذریعے سچّی پیشگوئیاں کرتے تھے۔ ایسے ماہر افراد آج بھی ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو تلاش کر کے ان کی تمام صلاحیتیں اپنے دو خاص آدمیوں میں منتقل کر چکے تھے۔ باقی دس میں چار افراد کو ڈپلومیٹ بنایا جا رہا تھا۔ ایسے ماہر سیاست دان جو اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کے مطابق کسی بھی چھوٹے یا بڑے ملک کو سیاسی چکروں میں الجھا سکتے تھے۔ ایسے ماہر سیاست دانوں کی تمام دماغی صلاحیتیں ان چار آدمیوں میں منتقل ہو چکی تھیں۔

یوں تو بارہ افراد دماغی اور جسمانی طور پر نہایت صحت مند تھے لیکن باقی چھ افراد باڈی بلڈر تھے۔ جدید انداز میں لڑنے کا فن جانتے تھے۔ ایسے افراد کے حواسِ خمسہ کو غیر معمولی بنایا جا رہا تھا۔ وہ ذہانت اور حاضر دماغی میں کمپیوٹر کی طرح تیز رفتار بنائے گئے تھے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان بارہ افراد کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے ان میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا، زخمی ہو جاتا یا سانس روکنے کے قابل نہ رہتا تب بھی ان کی غیر معمولی حس بیدار رہتی۔ جسے عام طور پر چھٹی حس کہا جاتا ہے۔ وہ ایسے سنگدل اور غیر معمولی قوتِ برداشت کے حامل تھے کہ اگر بندوق کی گولی ان کے جسم میں پیوست ہو جاتی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم کے اس حصے کو چیر کر گولی نکال سکتے تھے۔ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تکلیف کو حیرت انگیز طور پر برداشت کر لیتے تھے۔ اس ٹرانسفارمر مشین کا یہی فائدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کو حیرت انگیز بنایا۔ وہ مشین ان کے ذریعے دوسروں کو حیرت انگیز بنا رہی تھی۔

آئندہ یہ عجوبے کیا گل کھلانے والے تھے، یہ بعد میں بیان کروں گا۔ فی الحال دو اہم باتیں بتا دوں۔ ایک تو یہ کہ دو نجومیوں نے ہمارا زائچہ بنایا تھا اور ہمارے متعلق پیشگوئیاں کرتے آ رہے تھے اور وہ پیشگوئیاں بڑی حد تک درست ثابت ہوتی رہی تھیں۔ ان میں سے چند باتیں غلط ہوئی تھیں۔ یہودیوں نے مجھے اور شیبا کو اغوا کرنے کے بعد یہ بات راز میں رکھی تھی لیکن ان میں سے ایک نجومی نے یہ بتا دیا تھا کہ میں کہیں قیدی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ میری قید کی مدت ایک برس سے پانچ برس تک ہو گی۔ موجودہ سال فرہاد علی تیمور پر بہت بھاری ہے۔ وہ ایک پر کٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑاتا رہے گا اور کچھ نہیں کر سکے گا۔

اس نجومی نے کہا۔" فرہاد کو قید کی صعوبتیں برداشت کرنا چاہئیں اگر وہ رہائی کے سلسلے میں جلد بازی کرے گا تو اس کی اولاد پر مصیبت آئے گی۔ اس کی اولاد میں سے جو اس کا اپنا خون ہو گا وہ اس سے بچھڑ جائے گا۔" اس پیشگوئی نے مجھے چونکا دیا تھا۔ آج تک ہم یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ دو میں سے کون پارس ہمارا اپنا خون ہے۔ اس نجومی کی پیشگوئی کے مطابق میرا اپنا خون بچھڑنے والا تھا اور پارس اوّل بچھڑ چکا تھا۔

لیکن کسی نجومی کی پیشگوئی کسی حد تک صحت مند اور قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے؟ اس حد تک یہ درست ہے کہ میرے رہائی پاتے ہی میرا بیٹا پارس اوّل مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مجھ سے بچھڑ گیا تھا لیکن اس نجومی کی یہ پیشگوئی غلط ہو گئی کہ مجھے رہائی دلانے والی دو عورتوں میں سے ایک مر جائے گی اور دوسری دشمنوں کی قید میں رہ جائے گی جب کہ اعلیٰ بی بی اور سونیا دونوں ہی میرے ساتھ بخیریت واپس آ گئی تھیں۔ سونیا ادارے میں محفوظ تھی اور اعلیٰ بی بی میرے ساتھ تھی۔

ہم چاہتے تھے کہ اصل پارس کی نشاندہی ہو جائے لیکن عام طور پر نجومیوں کی ایک بات درست ہوتی ہے تو دس باتیں غلط ہوتی ہیں اور جو ماہر نجومی ہوتے ہیں، ان کی ایک بات درست ہوتی ہے تو ایک بات ضرور غلط ہوتی ہے۔ ایسے میں یہ یقین سے کیسے کہا جا سکتا تھا کہ پارس اوّل کے سلسلے میں ان کی پیشگوئی درست ہے۔

دوسرے نجومی نے پیشگوئی کی تھی کہ شیبا اور پارس کا گٹھ جوڑ ہو گا۔ وہ اپنے ماں باپ سے طویل عرصے کے لیے بچھڑ جائے گا۔ دشمنوں کے سائے میں زندگی گزارے گا لیکن دشمنوں کے لیے بھی گلے کی ہڈی بن جائے گا۔ اُس کی دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ شیبا زیادہ عرصے تک پارس کے ساتھ نہیں رہ سکے گی۔ وہ ایک موقع پر دل برداشتہ ہو کر خود کشی کر لے گی۔

دونوں نجومیوں کی مشترکہ پیشگوئی یہ تھی کہ پارس جہاں کہیں سے بچھڑے گا وہیں رہے گا۔ دشمن اسے ملک کی سرحد سے باہر نہیں لے جا سکیں گے۔ دونوں نجومیوں نے سپر ماسٹر کو مشورہ دیا تھا۔ پارس کو حاصل کرنے کے لیے اپنے آدمی پیرس روانہ کر دیے جائیں۔ اس سلسلے میں محتاط حکمتِ عملی کی ضرورت ہے۔ اگر وہ ہاتھ آئے گا تو اس کے ساتھ جوجو بھی آئے گی۔ اس طرح ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میں نے یہ تمام باتیں اعلیٰ بی بی کو بتائیں۔ اس نے کہا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ سپر ماسٹر کے آدمی پارس اوّل کو حاصل کرنے پیرس آئیں گے۔"

"ہاں، ایک نجومی پہلے ہی یہاں پہنچ چکا ہے۔ باقی ایک سیاست دان اور دو سیکرٹ ایجنٹ کل صبح کی فلائیٹ سے آ رہے ہیں۔ میں نے جن چھ باڈی بلڈرز کا ذکر کیا ہے، ان میں سے دو یہ سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ باقی چار اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر یہ دو ناکام ہوئے تو دوسرے بھی یہاں پہنچیں گے۔"

"فرہاد! کیا ہم بھی ان نجومیوں کی پیشگوئی پر یقین کر لیں کہ ہمارا پارس اسی ملک میں یا اسی شہر میں ہے؟"

"مجھے پورا یقین نہیں ہے لیکن کسی نجومی کی بات کو کچھ نہ کچھ تو اہمیت دینا ہی چاہیے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔" ان کی ایک پیشگوئی غلط ہوئی۔ اللہ کرے دوسری بھی غلط ہو۔ شیبا خود کشی کرے گی، اسے ذہن تسلیم نہیں کرتا۔ وہ زندگی سے بہت پیار کرتی ہے۔ وہ ذہین ہے۔ حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔"

"تنویمی عمل کے زیرِ اثر آنے کے بعد ذہانت کہاں رہتی ہے۔ یہ سوچ کر مجھے دُکھ ہو رہا ہے کہ وہ کم بخت عامل تنویمی عمل کے ذریعے کہیں اسے خود کشی پر مجبور نہ کر دے۔ اور اس طرح نجومیوں کی پیشگوئی درست ہو جائے۔"

"اوہ فرہاد! یہ تو بہت بُرا ہو گا۔ ہمیں پارس کے ساتھ ساتھ شیبا کو بہت زیادہ اہمیت دینا ہو گی۔"

"میں شروع سے اسے اہمیت دیتا آ رہا ہوں لیکن کیا کروں، وہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی۔ اگر ایک بار مجھے اس کی نیند کے دوران اس کے اندر پہنچنے کا موقع مل جائے تو میں اس عامل کے طلسم کو ختم کر دوں گا۔ اسے خود کشی کے مقام تک نہیں پہنچنے دوں گا لیکن مجھے یہ موقع نہیں مل رہا ہے۔"

اگرچہ میں نے بڑی اہم معلومات حاصل کی تھیں لیکن حالات بڑے مایوس کن تھے۔ شیبا کے متعلق پیشگوئی سُن کر دُکھ ہو رہا تھا۔ فی الحال ہم کوئی دوا نہیں کر سکتے تھے۔ دُعا ہی کر سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس پیشگوئی کو کبھی پورا نہ ہونے دے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔" ٹرانسفارمر مشین کا سراغ مل چکا ہے۔ کیا اب بھی میرا امریکا جانا ضروری ہے؟"

"فی الحال ضروری نہیں ہے۔ سپر ماسٹر کے آدمی یہاں آ رہے ہیں۔ تم ان کے پیچھے لگی رہو گی۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کا تعاقب نہیں کر سکوں گا۔ وہ کمپیوٹر مین ہیں، بہت حساس ہیں۔"

"ان کے متعلق کچھ اور بتاؤ، میں انھیں کیسے پہچانوں گی؟"

"وہ نجومی ہوٹل ڈی روزا میں ٹھہرا ہوا ہے۔ کل آنے والوں میں ایک کا نام آدم گرین برگ ہے۔ یہ ایک سیاست دان اور پلان میکر ہے۔ اس کے ساتھ آنے والے دو خطرناک کمپیوٹر مین اس کے پلان پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک کمپیوٹر مین کا نام بروس مارٹن اور دوسرے کا نام رابرٹ رینگو ہے۔ وہ دونوں وائی ایم سی اے کی عمارت میں قیام کریں گے۔"

"یہاں کی انٹیلی جنس والوں سے کہو، میرے لیے ایک فرضی نام سے جعلی پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کریں۔ ان کے مطابق میں بھی وائی ایم سی اے کے ایک کمرے میں قیام کروں گی۔ ان کے متعلق اور کوئی خاص بات بتاؤ؟"

"ایک دلچسپ بات یہ ہے، وہ اپنے ساتھ سولہ یا سترہ برس کا ایک جوان لا رہے ہیں۔"

"یعنی پارس ان کے ہاتھ آئے گا تو وہ اس جوان کی جگہ اسے یہاں سے لے جائیں گے، وہ پوری تیاریوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ہم بھی جواباً یہی چال چلیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی ایک نوجوان کو تیار رکھیں گے، کمپیوٹر مین جسے ساتھ لائے ہیں، ہم اس کی جگہ اپنا جوان پہنچا دیں گے۔ اس طرح وہ جب بھی اسے پارس کی تلاش کے لیے ساتھ لے جائیں گے، تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں رہو گے۔ تمھیں معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ دونوں کمپیوٹر مین کیا کر رہے ہیں۔ میں ہر جگہ ان کا تعاقب نہیں کر سکوں گی۔"

میں نے اس پہلو پر غور کیا پھر پوچھا۔" تمہارا کیا خیال ہے۔ ہم ان کے ساتھ آنے والے نوجوان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکیں گے؟"

"میں یقین سے کہتی ہوں، اس نوجوان کے دماغ کو حساس بنایا گیا ہو گا تا کہ خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے ان کی حرکات و سکنات پر نظر نہ رکھ سکیں۔"

میں نے رسونتی اور آرمر کو اپنے دماغ میں بلایا پھر کہا۔" ادائے، میں ایک ایسے سولہ یا سترہ برس کے نوجوان کا انتخاب کرو جو قد اور جسامت اور چہرے کے اعتبار سے ہمارے پارس اوّل سے مشابہت رکھتا ہو۔ سپر ماسٹر کی ٹیم یہاں پہنچ رہی ہے اور وہ پارس کے اطراف اپنا گھیرا تنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ پارس سے مشابہت رکھنے والے ایک جوان کو ساتھ لا رہے ہیں۔ اس جوان کا نام جانی بابا ہے۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ

سے جانی بابا کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا جاؤں گا اور تم دونوں کو بتاتا جاؤں گا۔ تم وہ پوری تفصیلات نوٹ کرتے جاؤ گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "ہم ایسے ایک جوان کا انتخاب کریں گے، تم اس سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

"دشمن جسے لا رہے ہیں ہم اس کی جگہ اپنے جوان کو رکھیں گے۔ اس کے لیے تمھیں اس لڑکے پر کچ رات تنویمی عمل کرنا ہوگا۔ میں تفصیلات میں بتاؤں گا۔ وہ سب اس کے ذہن میں نقش کر دینا، اور تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو حساس بنا دینا تاکہ شیبا اسے ٹریپ نہ کر سکے۔ ہم مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے اس سے رابطہ رکھیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "کیا تم سپر ماسٹر کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں، اس کے دماغ کو پڑھتا جاؤں گا اور تمھیں بتاتا جاؤں گا۔"

"کیا میں بھی اس کے دماغ میں آؤں؟"

"تمھیں اور آرمر دونوں کو اس کے دماغ میں جگہ بنا لینا چاہیے لیکن تم دونوں فوراً واپس جاؤ گے تاکہ ایک فرضی جانی بابا کا انتخاب کر سکو۔"

وہ دونوں میرے ذریعے سپر ماسٹر تک پہنچ گئے پھر واپس چلے گئے۔ سپر ماسٹر نے گولف کھیلنے کے بعد اپنی بیٹی نینسی کے ساتھ کلب میں لنچ کیا۔ اس کے بعد اسے گھر چھوڑتا ہوا ایک ایسی سرکاری عمارت میں پہنچا جہاں ایک خفیہ ریکارڈ روم تھا۔ وہاں چھ کمپیوٹر مین، چار سیاست دان اور دو نجومیوں کے متعلق پورا تفصیلی ریکارڈ موجود تھا۔ ان کے علاوہ ایک نوجوان کے متعلق بھی تفصیلات موجود تھیں۔ اس جوان کا پارس سے موازنہ کرنے کے لیے پارس کے متعلق بھی بہت سا مواد اکٹھا کیا گیا تھا۔

جن دنوں پارس شیبا کے ساتھ تل ابیب میں تھا اور آزادی سے گھومتا تھا، ایسے وقت یہودی سراغ رسانوں نے خفیہ طور پر اس کے وڈیو کیسٹ تیار کیے تھے۔ اس کی نشست و برخاست اس کی بول چال تک ریکارڈ کی گئی تھی۔ بڑے بڑے ممالک بڑی بڑی قیمتیں ادا کر کے ایسی معلومات ایک دوسرے سے خریدتے رہتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے بھی پارس اوّل کے وڈیو کی ایک نقل یہودیوں سے خرید لی تھی۔

سپر ماسٹر میری مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا۔ "کل دو کمپیوٹر مین اس آٹھ سالہ جانی بابا کے ساتھ پیرس پہنچ جائیں گے۔ مجھے پھر جانی بابا کا ریکارڈ اچھی طرح پڑھ لینا چاہیے تاکہ کوئی بات رہ گئی ہو تو میں انھیں بروقت اطلاع دے سکوں۔"

وہ اسی سوچ کے تحت خفیہ ریکارڈ روم میں گیا تھا۔ جانی بابا کا وڈیو کیسٹ ایک وی سی آر میں لگا رہا تھا۔ اسے ٹی وی پر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے رسونتی اور آرمر سے کہا۔ "سپر ماسٹر کے دماغ میں چلے آؤ۔ اس وقت جانی بابا کے متعلق ضروری معلومات ہو رہی ہیں۔ کاغذ قلم لے کر بیٹھو اور انھیں نوٹ کرتے جاؤ۔"

وہ دونوں سپر ماسٹر کے دماغ میں آگئے۔ اس نے دوسرے وی سی آر میں پارس اوّل کا کیسٹ سیٹ کیا تھا۔ دونوں ٹی وی اسکرین آن ہو گئے تھے۔ ایک پر پارس اوّل جوجو کے ساتھ نظر آرہا تھا، دوسرے میں جانی بابا دکھائی دے رہا تھا۔ چوں کہ جوجو ہمیشہ پارس اوّل کے ساتھ رہتی تھی اس لیے وہ وڈیو کیسٹ اس کے سلسلے میں بھی ایک تفصیلی رپورٹ بن گیا تھا۔ اسی وقت سپر ماسٹر نے دو ڈمی جوجو اور دو ڈمی پارس اوّل تیار کیے تھے، انھیں اچھی طرح ٹریننگ دی تھی۔ جانی بابا بالکل پارس کی طرح اسی کی طرح بولتا تھا۔ وہی لب و لہجہ اختیار کرتا تھا۔ پیرس پہنچ کر پلان میکر آدم گرین برگ کے پلان کے مطابق جانی بابا اپنے اصل روپ میں پیرس پہنچے گا۔ لیکن جب پارس ہاتھ آجائے گا تو پارس کی جگہ لے گا۔ ایسے وقت اسے اغوا کرنے والے اور نظر بند بنا کر رکھنے والے اس پر شبہ نہیں کر سکیں گے، کیوں کہ وہ پارس کی طرح چلتا پھرتا اور بالکل اسی کے لہجے اور انداز میں گفتگو کرتا ہے۔

سپر ماسٹر کی خفیہ ٹیم نے اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے بڑے اعلیٰ دماغ پیدا کیے تھے بلکہ انسانی دماغ کو کمپیوٹر بنا دیا تھا اور ان میں سے چھ کمپیوٹر مین کہلاتے تھے۔ پھر ان کے ساتھ دو موجود تھے، پھر نجومی بھی تھے۔ جنھوں نے یہ سچی پیشگوئی کی تھی کہ پارس ہم سے بچھڑ چکا ہے۔ دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ فی الحال وہ ہے لیکن پیرس کی حدود میں ہے۔ اتنے قابل اور باصلاحیت پارس کو حاصل کرنے کے لیے یہاں پہنچے ہوئے تھے لیکن ایک کو فراموش کر رہے تھے۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جانی بابا جب پارس کی جگہ لے گا اور ایسے میں شیبا دماغی رابطہ قائم کرے گی تو اپنے پارس اوّل کو یہودیوں کے پاس نہیں بلکہ سپر ماسٹر کی ٹیم کے پاس دیکھے گی۔ ایسے میں وہ اپنے یہودی جاسوسوں کو ان کے لگا دے گی۔ ان کے لیے خود ایک دیوار بن جائے گی۔ پارس کو پیرس سے نکال لے جانے کا کبھی موقع نہیں دے گی۔

ایک پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین سے یہ توقع نہیں کی جا تھی کہ انھوں نے اتنے اہم پہلو کو فراموش کر دیا ہوگا۔ یقیناً انھوں نے میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔ یہ بات سپر ماسٹر کو معلوم نہیں تھی۔ میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔ آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے کہ شیبا دماغی گی تو وہ پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین کیا کریں گے اور کس طرح

کو سپر ماسٹر کے پاس پہنچائیں گے۔

ادارے میں رسونتی اور آرمر نے ایک سولہ برس کے ایسے لڑکے کا انتخاب کر لیا تھا جو پارس اوّل سے مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے والی تھی اور اس سلسلے میں پہلے جناب شیخ صاحب سے مشورے لے رہی تھی اور تمام اہم نکتے نوٹ کر رہی تھی کہ اس لڑکے کے دماغ میں کون کون سی باتیں نقش کرنا چاہئیں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا۔ "مجھے رسونتی پر ترس آتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیوں ترس آتا ہے؟"

"وہ جب سے پارس کی ماں بنی ہے، دھوکا کھاتی آرہی ہے۔ اکثر پرائے بچوں کو پارس سمجھ کر اپنے سینے سے لگاتی رہی۔ بعد میں پتا چلا، وہ اس کا اپنا بیٹا نہیں تھا۔ اس کا بیٹا تو کہیں دوسری جگہ ہے۔ اس بار اگر نجومی کی پیشگوئی درست ہے تو اس کا مطلب ہے، پارس اوّل تمہارا اپنا بیٹا ہے اور رسونتی آج بھی پارس دوم کو کلیجے سے لگائے دھوکا کھا رہی ہے اور اپنے بیٹے کو نظر انداز کر رہی ہے۔"

"میں دعا کرتا ہوں، ایسا نہ ہو۔ بے چاری نے بہت دھوکے کھائے ہیں۔ خدا کرے، جسے کلیجے سے لگائے ہوئے ہے، وہی اس کا بیٹا ثابت ہو۔"

دوسرے دن سپر ماسٹر کی ٹیم پہنچ گئی۔ ہم نے فرانس کی انٹیلی جنس والوں سے کہہ دیا تھا کہ ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ انھیں ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ میں نے بابا صاحب کے ادارے کے چار جاسوس ان کے پیچھے لگا دیے تھے۔ میں انھیں دیکھنے کے لیے ائیر پورٹ گیا تھا۔ وزیٹرز لابی میں کھڑے ہو کر دوربین کے ذریعے انھیں دیکھتا رہا اور اچھی طرح پہچانتا رہا۔ انھیں پہچاننے کے لیے جانی بابا کافی تھا۔ وہ قد و قامت میں پارس سے مماثلت رکھتا تھا۔ اسی کے انداز میں چل رہا تھا۔ اس کے آس پاس جو باڈی بلڈر قسم کے تگڑے جوان دکھائی دے رہے تھے، وہ بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو ہی ہو سکتے تھے۔

انھوں نے آتے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ وائی ایم سی اے میں دو کمرے حاصل کیے تھے۔ رینٹل کار کے ایک دفتر میں فون کر کے اپنے لیے دو کاریں مخصوص کرائی تھیں۔ جانی بابا، بروس مارٹن کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ تینوں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد وہاں سے نکل آئے۔ ایک کار میں رابرٹ رینگو روانہ ہو گیا، دوسری میں جانی بابا، بروس مارٹن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی اسی عمارت میں موجود تھی، ہمارے دو جاسوس دو مختلف گاڑیوں میں ان کا تعاقب کرنے کے لیے موجود تھے۔ اگر تعاقب طویل ہو جاتا تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے جاسوس ساتھیوں کو اطلاع دیتے کہ فلاں جگہ سے گزر رہے ہیں، وہاں سے وہ تعاقب شروع کریں تاکہ انھیں بار بار ایک ہی کار اپنے پیچھے نظر نہ آئے۔

اس طرح پتا چلا کہ وہ تینوں یہودیوں کی مختلف عبادت گاہوں میں گئے تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ یہودیوں کے ہر سیناگوگ میں اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ رابرٹ رینگو، بروس مارٹن اور جانی بابا بیک وقت تین مختلف سیناگوگ میں گئے تھے۔ ان کے لباس میں ایسے آلات چھپے ہوئے تھے جن کے ذریعے وہ دیواروں میں چھپے ہوئے چور دروازوں اور تہ خانوں کا سراغ لگا سکتے تھے۔ یہ باتیں ہمیں بعد میں معلوم ہوئی تھیں کہ وہ کیسے کیسے ہتھیار اور خفیہ آلات اپنے لباس میں چھپائے رکھتے تھے۔

رسونتی اور آرمر نے ایک فرضی جانی بابا تیار کر لیا تھا۔ پچھلی رات اس پر تنویمی عمل بھی کیا گیا تھا۔ پھر صبح دس بجے تک اسے میرے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کر کے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "ہیلو ماسٹر بلیو! کیا تم جانی بابا کا رول ادا کرنے کے لیے بالکل تیار ہو؟"

"یس انکل! آپ مجھے آزما کر دیکھ لیں۔"

میں اسے اپنی کار میں بٹھا کر شہر میں گھوم رہا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے ان تینوں کی مصروفیات کے متعلق معلوم کرتا جا رہا تھا۔ جب مجھے پتا چلا کہ جانی بابا ایک سیناگوگ میں پہنچا ہوا ہے تو میں ماسٹر بلیو کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اسے راستے میں سمجھاتا رہا کہ فی الحال اسے ماسٹر بلیو ہی بن کر رہنا ہے اور جانی بابا سے ذرا فاصلہ رکھ کر اس کی اچھی طرح اسٹڈی کرتے رہنا ہے۔ وہ کس طرح چلتا پھرتا ہے، کس طرح بولتا ہے یا کس طرح کسی بات پر منہ بناتا ہے یا انھوں سے کس طرح رد عمل ظاہر کرتا ہے۔

ماسٹر بلیو میرے پاس سے چلا گیا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے سیناگوگ کے احاطے میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا اندر گیا۔ پھر اسے جانی بابا نظر آگیا۔ وہ ایک دیوار کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ دیوار سے لگا ہوا تھا اور ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی بتا رہی تھی کہ اس دیوار میں کوئی چور دروازہ نہیں ہے۔ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا، وہ گھڑی نہیں، ایک سراغ رساں آلہ تھا۔ اس کا ہاتھ کلائی تک دیوار سے لگا ہوا تھا، جیسے وہ گھڑی کو دیوار سے لگائے کھڑا ہو۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو ماسٹر بلیو کے ذریعے غور سے دیکھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ جانی بابا کبھی کبھی کن انکھیوں سے گھڑی کی طرف دیکھتا رہتا تھا، جیسے وقت دیکھ رہا ہو اور کسی کا انتظار کر رہا ہو۔

وہ تھوڑی دیر بعد وہاں سے ہٹ گیا، پھر آہستہ آہستہ ٹہلنے

کے انداز میں چلتا ہوا دوسری دیوار کے پاس گیا، پھر وہاں بھی اسی انداز میں کھڑا رہا۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ اس گھڑی میں کوئی خاص بات ہے، جسے وہ مختلف دیواروں سے لگا رہا ہے۔ بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو جن عبادت گاہوں میں گئے ہوں گے، وہاں بھی اسی طرح چور دروازے یا تہ خانے کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ پارس اوّل کے لاپتا ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اسے کسی چور دروازے کے پیچھے کسی خفیہ کمرے میں قید کیا گیا ہے یا تہ خانے میں چھپایا گیا ہے۔

وہ تینوں شام چار بجے تک مختلف سیناگوگ میں جاتے رہے۔ سراغ رساں آلے کے ذریعے چور دروازے کا پتا لگانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فرش کی تہ میں بھی سراغ لگانے کے سلسلے میں مخصوص آلات رکھتے ہوں گے۔ اور وہ آلات ان کے جوتوں میں ہوں گے۔

ان کا یہ طریقۂ کار ہمارے حق میں تھا، اگر وہ کامیاب ہوتے تو ان کے پیچھے ہم بھی پارس اوّل تک پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے پیرس کے تمام سیناگوگ میں جا کر تلاشی لی۔ سائنس نے ترقی کرتے کرتے ایسے آلات پیدا کر دیے ہیں کہ اب چوروں کو یا جاسوسوں کو نقب لگا کر کسی خفیہ اڈے تک پہنچنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دن کی روشنی میں ہر ایک کی موجودگی میں وہ آلات چُپ چاپ بتا دیتے ہیں کہ ان اطراف میں کہیں تہ خانہ یا چور دروازہ ہے یا نہیں۔

انھیں کسی بھی سیناگوگ میں کسی خفیہ اڈے کا سُراغ نہیں ملا۔ وہ شام کو وائی، ایم، سی، اے میں واپس آئے۔ ان کی عدم موجودگی میں اعلیٰ بی بی نے خفیہ الیکٹرونک آلات ان کے کمروں میں چھپا دیے تھے اور اپنے کمرے میں بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس آگیا۔ بروس مارٹن کہہ رہا تھا: "یہودیوں کی عبادت گاہوں میں کوئی ایسا خفیہ اڈا نہیں ہے جہاں پارس اوّل کو چھپا کر رکھا جاسکے۔ اب ہمارا ٹارگٹ ایسے کلب اور شراب خانے ہیں، جن کے مالک یہودی ہیں۔"

جانی بابا نے کہا: "ایسی جگہ میری موجودگی شبہات پیدا کرے گی، تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں بھی یہی سمجھ رہا تھا تم پہلے ہی سمجھ گئے، لیکن میرے ساتھ ضرور جاؤ گے۔ ہوسکتا ہے کہیں پارس اوّل کا سراغ مل جائے اور تمھاری فوری ضرورت پیش آئے، لہٰذا میں جس کلب یا شراب خانے میں جاؤں گا تم اس کے قریب میری گاڑی میں موجود ہوگے۔"

رابرٹ رینگو نے کہا: "میں یہاں سے سات بجے نکلوں گا۔ پہلے مختلف شراب خانوں میں جاؤں گا کیوں کہ شراب خانے سرِشام ہی آباد ہونے لگتے ہیں۔ میری فہرست میں دو ایسے کلب ہیں جہاں بڑے بڑے یہودی سرمایہ دار آتے ہیں۔ میں وہاں دس گیارہ بجے تک جاؤں گا۔"

بروس مارٹن نے کہا: "قمار خانے صبح تک آباد رہتے ہیں اور اکثر قمار خانوں میں تہ خانے ہوتے ہیں۔ ہم آدھی رات کے بعد وہاں جائیں گے، چور راستوں اور تہ خانوں کا سراغ لگائیں گے۔ اگر سراغ مل گیا تو صبح یہ سارے قمار خانے بند ہو جاتے ہیں اس لیے اس وقت ہم وہاں داخل ہوسکیں گے۔"

میں نے بابا صاحب کے ادارے سے اور چار جاسوس طلب کیے، ان سب کو بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو کے پیچھے لگا دیا۔ وہ بڑے محتاط انداز میں ان کا تعاقب کرنے لگے۔ شام سات بجے وہ دونوں کمپیوٹرز مین دو مختلف شراب خانوں میں داخل ہوئے۔ ان پر مسلسل نظر رکھنے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اگر وہ وائی، ایم، سی، اے کی عمارت میں داخل ہوتے تو اعلیٰ بی بی کے ذریعے میں ان کی مصروفیات کو اور ان کے پروگرام کو سمجھ سکتا تھا۔ اس عمارت سے باہر میں ان کا تعاقب کرتا ہوا شراب خانوں میں نہیں جاسکتا تھا کیونکہ شراب نہیں پیتا۔ وہاں بیٹھ کر ٹھنڈی بوتل یا کافی پینا چاہتا تو مجھ پر شُبہ کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے میں نے ایسے جاسوس طلب کیے جو شراب پیتے تھے۔ ان کے دماغوں میں رہ کر رابرٹ رینگو اور بروس مارٹن کو دیکھا جاسکتا تھا۔

وہ دونوں ایسے مختلف شراب خانوں میں گئے تھے، جہاں بدمعاش قسم کے لوگ آتے تھے۔ رابرٹ رینگو نے بار کاؤنٹر پر جا کر پوچھا: "یہاں کا مالک کون ہے؟"

کاؤنٹر گرل نے کہا: "تمھیں مالک سے کیا کام ہے؟ پینے آئے ہو، یہاں ہر قسم کی شراب ملے گی۔ پیو اور جاؤ۔"

وہ کاؤنٹر کے اوپر سے قریب جھکتے ہوئے بولا: "مجھے شراب کے علاوہ تمھارا ساتھ بھی چاہیے۔"

وہ بولی: "میں بکتی نہیں، اچھے اچھوں کو بیچ ڈالتی ہوں۔" وہ دانت نکال کر بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے بولا: "میں ایسی ہی چیزیں خریدتا ہوں جو بکنے کے لیے نہیں ہوتیں۔"

وہ حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی: "ذرا اپنے پیچھے گھوم کر دیکھو، وہ جو بالکونی میں بیٹھا ہوا ہے، میرا آدمی ہے۔ یہ سارا علاقہ اسے فولاد کہتا ہے۔ اب اگر تم نے مزید بکواس کی تو تم یہاں سے پھینک دیے جاؤ گے۔"

رابرٹ رینگو نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی مگر اسے محسوس ہوا جیسے کلائی آہنی شکنجے میں جکڑ گئی ہے، ٹس سے مس نہیں ہوسکے گی۔ اس نے پریشان ہو کر اپنے آدمی کو آواز دی: "لانشڈو! یہ بھی تیرے جیسا پتھر ہے، مجھے چھڑا لے۔"

لانشڈو اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ کرسی پیچھے کی طرف گر گئی۔ اس کا سر بالکونی کی چھت سے لگ رہا تھا۔ وہ ڈیل ڈول میں پہاڑ جیسا تھا۔ جب وہ ہاتھی کی طرح قدم رکھتا ہوا آگے بڑھا تو آس پاس کی میزوں والے سہم کر اُٹھ گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ رابرٹ رینگو اس کی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔ پیچھے گھوم کر دیکھنے کی زحمت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مسکرا کر کہہ رہا تھا: "تیرا ایک ہاتھ خالی ہے جب تک وہ یہاں آئے ایک جام بنا دے، بڑی پیاس لگ رہی ہے۔"

لانشڈو پیچھے آ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے غراتے ہوئے ایک نظر اپنی بیوی کی کلائی کی جانب دیکھا۔ پھر اپنے فولادی پنجے سے رابرٹ رینگو کی گردن دبوچ لی۔ اس کے بعد کہا: "عورت کی کلائی کیا پکڑتا ہے، وہ بے چاری چھڑا نہیں سکے گی۔ مرد کا بچّہ ہے تو گردن چھڑا لے۔"

کاؤنٹر گرل نے دوسرے ہاتھ سے ایک جام بنا کر رینگو کو پیش کرتے ہوئے کہا: "دیوانے! یہ میرا لانشڈو ہے۔ سارا علاقہ کہتا ہے جس کی گردن اس کے پنجے میں آجائے وہ موت کے بعد ہی چھوٹتی ہے۔"

لانشڈو بڑی سختی سے اس کی گردن دبوچ رہا تھا اور رینگو بڑے آرام سے جام اٹھا کر چسکیاں لے رہا تھا۔ کلائی بدستور اس کی گرفت میں تھی۔ لانشڈو نے جلد ہی سمجھ لیا کہ جو گردن اس کے آہنی شکنجے میں ہے وہ بھی فولاد ہے۔ وہ فولادی انگلیوں میں دب تو سکتی ہے، ٹوٹ نہیں سکتی۔

اس نے گردن چھوڑ دی۔ پھر ایک زبردست کراٹے کا کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر مارا، پھر دوسرا، پھر تیسرا ہاتھ مارا۔ وہ اسی طرح کاؤنٹر پر جھکا اس کی کلائی تھامے آرام سے کھڑا ہوا تھا اور جام کا آخری گھونٹ پی رہا تھا۔ لانشڈو کراٹے کے دو چار ہاتھ رسید کرنے کے بعد اپنا ہاتھ سہلانے لگا۔ میں اپنے جاسوس کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا: "کیا یہ واقعی فولاد ہے یا میں کچھ کمزور ہوچکا ہوں؟ مجھے اپنی قوت کو آزمانا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے کاؤنٹر پر ایک زبردست گھونسا رسید کیا۔ اس پر رکھی ہوئی کتنی ہی شراب کی بوتلیں اور گلاس اچھل کر اِدھر اُدھر گرے۔ جہاں اس کا گھونسا پڑا تھا، اس جگہ کی مضبوط لکڑی ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے اپنی قوت کا یقین کر لینے کے بعد ایک زبردست گھونسا اس کی کنپٹی پر رسید کرنا چاہا۔ اس نے سر کو جھکا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھونسا سر کے اوپر سے گزر گیا اور لانشڈو حملہ کرنے کی جھونک میں اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ دوسری طرف گھوم کر لڑکھڑایا۔ رینگو نے اسی طرح کھڑے کھڑے پیچھے کی طرف لات ماری تو وہ لات کھا کر سامنے والی میز پر اوندھے منہ گرا۔ میز کے اطراف بیٹھے ہوئے لوگ پہلے ہی ہٹ گئے تھے۔ وہ میز ٹوٹ کر فرش پر آئی۔ بوتلیں اور گلاس چُور چُور ہو گئے۔ رینگو نے خالی جام بڑھاتے ہوئے کہا: "ساقیا! آج ایک ہی ہاتھ سے پلائے جا۔"

وہ مسکراتے ہوئے جام بھرنے لگی۔ لانشڈو اس علاقے کا بے تاج بادشاہ تھا۔ مار کھا کر اپنی بے عزتی محسوس کرتے ہوئے بُری طرح جھنجلا رہا تھا۔ اس نے اُٹھ کر کاؤنٹر سے ایک بھری ہوئی بوتل اٹھائی، پھر پیچھے سے آ کر رابرٹ رینگو کے سر پر دے ماری۔ وہ بوتل سر پر ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ٹوٹی، شیشے کے ٹکڑے اِدھر اُدھر بکھرے اور شراب رینگو کے سر سے بہتی ہوئی اس کے چہرے، گردن اور کپڑوں کو تر کرنے لگی۔ رینگو نے بھرے ہوئے جام کو منہ سے لگا کر دو گھونٹ پیے پھر کہا: "تو جام میں انڈیل رہی ہے اور یہ سر پر انڈیل رہا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "اب تُو میری کلائی چھوڑے گا تب بھی میں تجھے نہیں چھوڑوں گی۔ جہاں حکم دے گا، وہاں چلوں گی۔"

رابرٹ رینگو نے پہلی بار پلٹ کر لانشڈو کا چہرہ دیکھا پھر کہا: "میں مار کھانے والوں کی صورت نہیں دیکھتا، مگر تُو نے جتنے حملے کیے ہیں، اس کا ایک جواب تو دینا ہی ہوگا۔"

پھر اُس نے پلٹ کر کاؤنٹر گرل سے کہا: "یہ تو پہلے ہی مرا ہوا ہے، میں اسے کیا ماروں۔ چل میرے بدلے تو ہی جواب دے۔ تھوک دے اس کے منہ پر۔"

وہ بولی: "لانشڈو..... اس وقت میری لگام اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ جو کہے گا میں کروں گی، جدھر کہے گا اُدھر جاؤں گی۔ لہٰذا میں تھوکنے پر مجبور ہوں۔"

وہ اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اتنی مار کھانے کے بعد یہ تو کہہ سکتا تھا کہ میں شہ زور ہوں اور کسی شہ زور سے ہی مار کھائی ہے لیکن ایک عورت تھوک دیتی تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ اس لیے وہ تیزی سے پلٹ کر بھاگتا ہوا شراب خانے سے باہر چلا گیا۔ سب لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ رابرٹ رینگو نے کاؤنٹر گرل سے کہا: "میں تجھے خوش رکھوں گا، مگر مجھ سے سچّی رہنا۔ دھوکا دے گی تو وقت سے پہلے مر جائے گی۔"

"آزما کر دیکھ لے، میں تیرے لیے سچّی رہوں گی۔"

"تو پھر بتا، اس شراب خانے میں کوئی تہ خانہ ہے؟"

اس نے چونک کر دیکھا، پھر پوچھا: "کیا تُو پولیس والا ہے؟"

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "ایک تہ خانہ ہے اور ایسے تہ خانے تو ہر شراب خانے میں ہوتے ہیں۔"

"مجھے وہاں لے چل۔"

اس نے کلائی چھوڑ دی۔ وہ کاؤنٹر کے دوسری طرف سے گھومتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ پھر اس کا بازو تھام کر لے لیتی ہوئی ایک کمرے میں پہنچی۔ وہاں شراب خانے کا مالک چند غنڈوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے رابرٹ ریگو کو دیکھتے ہی کہا۔ "تم نہ آتے تو میں تمہارے پاس چل کر آتا۔ تم مجھے انسان نہیں لوہے کی مشین لگتے ہو۔ اچھے اچھے بدمعاش لاٹنڈو کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد پانی مانگتے ہیں۔ دوسرا ہاتھ کھانے کے بعد پینے کے قابل نہیں رہتے۔ مگر اس نے اتنے ہاتھ مارے، تمہارے سر پہ بھری بوتل توڑ دی۔"

رابرٹ ریگو نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اپنی تعریف سننے نہیں، تمہارے تہ خانے میں جھانکنے آیا ہوں۔"

مالک نے چونک کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میرے تہ خانے میں کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"مجھے کسی کی تلاش ہے۔"

شراب خانے کے مالک نے فوراً ہی ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے جیسی مشین کو ریوالور کی گولی سے تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن وقتی طور پر چلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ تم انسان ہو، میں نے تو مشین کی مثال دی تھی۔ اگر ایک گولی چلے گی تو تمہاری ساری شہ زوری دھری کی دھری رہ جائے گی۔ اپنی جوانی پر ترس کھاؤ اور یہاں آنے کا مقصد بتاؤ۔ یقین مانو میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں۔ تم بڑے کام کے آدمی ہو۔"

"اگر دوست بنانا چاہتے ہو تو مجھے تہ خانے میں لے چلو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں کوئی پولیس والا نہیں ہوں۔ تمہاری مخبری بھی نہیں کروں گا۔"

وہ ریوالور کے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے بولا۔ "سوری مسٹر فائٹنگ مشین! میں ایسا دوست نہیں بنتا کہ کسی کو اپنا رازدار بنا لوں اور اسے تہ خانے میں پہنچا دوں، میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے اور خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔ تمہارا یہاں سے زندہ جانا میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔"

اچانک رابرٹ ریگو نے کاؤنٹر گرل کو کھینچ کر اپنے سامنے کیا پھر اسے اٹھا کر شراب خانے کے مالک کے اوپر پھینک دیا۔ میں اپنے جاسوس کے ذریعے کاؤنٹر گرل کے دماغ میں پہنچا تھا۔ اس کے دماغ سے پھر شراب خانے کے مالک کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں میں نے کئی لوگوں کو باتیں کرتے سنا تھا۔ میں کسی کے پاس بھی پہنچ کر رابرٹ ریگو کی شہ زوری اور اس کا انداز دیکھ سکتا تھا اور دیکھتا جا رہا تھا۔

کمرے میں بیٹھے ہوئے کئی غنڈے ریگو پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پہلے تو وہ یوں مار کھاتا رہا جیسے انھیں لڑنے کی ٹریننگ دے رہا ہو، پھر کسی پر ایک ہاتھ جماتا تو وہ دوبارہ اس کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا تھا یا پھر فرش پر گرنے کے بعد اٹھنے کی سکت نہیں رہتی تھی۔ ریگو نے شراب خانے کے مالک سے ریوالور نہیں لیا تھا، لیکن اسے چلانے کا موقع بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے غنڈوں کو ایک ایک کر کے پکڑتا تھا اور اس پر پھینکتا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں اس کا ریوالور کبھی ہاتھ میں رہتا تھا کبھی گر جاتا تھا، کبھی وہ گرے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر پھر فائر کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن حسرت رہ جاتی تھی۔

صرف چند منٹ میں اس کے تمام غنڈے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے تھے۔ ریگو نے آگے بڑھ کر شراب خانے کے مالک کے گریبان کو پکڑ کر اس کے ہاتھ سے ریوالور لے کر اس کی جیب میں رکھا پھر کہا۔ "آخری بار کہتا ہوں، تہ خانے میں لے چلو ورنہ تمہارے ریوالور سے ہی تمہیں ختم کر دوں گا۔"

وہ چپ چاپ اس کی گرفت میں رہ کر آگے بڑھتا ہوا اسے تہ خانے میں لے آیا۔ وہاں شراب کے بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ کئی آدمی کام کر رہے تھے۔ شراب کی بوتلوں پر جعلی لیبل لگا رہے تھے اور شراب میں اسپرٹ کی ملاوٹ کر رہے تھے۔ رابرٹ ریگو اس تہ خانے میں پہنچ کر دور دور تک جا رہا تھا اور خفیہ آلات کے ذریعے معلوم کر رہا تھا، اس تہ خانے میں بھی کوئی چور دروازہ ہے یا نہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اور چور دروازہ نہیں ہے اور نہ ہی وہاں پارس اوّل کو چھپا کر رکھا گیا ہے تو وہ وہاں سے چلا آیا۔

بروس مارٹن رات کے نو بجے جانی بابا کے ساتھ ایک بہت بڑے کلب میں پہنچا۔ اس کلب کے ممبران اپنے بڑی عمر کے بچوں کو ساتھ لا سکتے تھے۔ بروس مارٹن اس کلب کا ممبر نہیں تھا لیکن اس کے پاس ایسے کاغذات تھے جن کے ذریعے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ نیویارک کا رہنے والا یہودی ہے۔ وہاں کے وی آئی پی کلب کا کوئی بھی ممبر کسی بھی دوسرے ملک کے کلب میں جا سکتا تھا اور اسے اعزازی ممبرشپ حاصل ہو سکتی تھی۔ بروس مارٹن اور جانی بابا وہاں یہودی بن کر گئے تھے۔ اس کلب کے متعلق یہ شبہ تھا کہ وہاں اسرائیلی انٹیلی جنس کے جاسوس آتے ہیں اور خاص لوگوں سے خفیہ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ اس طرح یہ خیال قائم کیا گیا تھا کہ شاید ان اسرائیلی جاسوسوں نے پارس اوّل کو اسی کلب میں کہیں چھپا کر رکھا ہے۔

وہ دونوں کلب کے مختلف حصوں میں گھومتے پھرتے رہے، سراغ رساں آلات کے ذریعے معلومات حاصل کرتے رہے۔ پتا چلا اس کلب کے کسی بھی فرش کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے اور نہ ہی دیواروں میں کہیں چور دروازہ ہے، البتہ ایک کمرہ ایسا رہ گیا تھا جہاں ان کے قدم نہیں گئے تھے۔ اس کمرے کے دروازے پر ایک چپراسی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے انھیں اندر جانے سے روک دیا تھا اور بڑی معذرت کے ساتھ التجا کی تھی۔ "جناب! یہ انچارج صاحب کا کمرہ ہے۔ ابھی وہ اندر نہیں ہیں، جب آئیں گے تو آپ ان سے جا کر ملاقات کر سکیں گے۔"

کلب کے بڑے سے ہال کے ایک طرف وہ انچارج کا کمرہ تھا۔ ہال میں دور دور تک میزیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف اسٹیج پر میجک شو ہو رہا تھا۔ ایک شخص جادو کے کرتب دکھا رہا تھا اور لوگوں سے داد وصول کر رہا تھا۔ تمام لوگ اس کی طرف متوجہ تھے اور بڑی دلچسپی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ بروس مارٹن نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چونک کر چپراسی سے کہا۔ "تم کہتے ہو کمرے میں کوئی نہیں ہے، لیکن ذرا غور سے سنو! اندر سے آواز آ رہی ہے۔"

چپراسی نے دروازے کے قریب کان لگاتے ہوئے سنا۔ اسی وقت بروس مارٹن نے دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈالا۔ وہ ذرا سا کھل گیا۔ اس نے چپراسی کے منہ پر ہاتھ رکھا پھر اسے اندر لے آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ چپراسی اس کی گرفت میں تلملا رہا تھا اور خود کو آہنی شکنجے میں محسوس کر رہا تھا۔ بروس مارٹن نے اپنی جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دس ہزار امریکی ڈالر ہیں۔ یہ تمہاری خاموشی کا معاوضہ ہیں۔ میں گرفت ڈھیلی کرتا ہوں، شور نہ مچانا، اسے رکھ لو۔"

اس نے گرفت ڈھیلی کی۔ چپراسی نے چیخنے کے لیے منہ کھولا پھر وہ منہ بند نہ ہو سکا۔ گرفت اتنی مضبوط ہوئی کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ گرفت ڈھیلی ہوئی تو وہ بے دست و پا ہو کر فرش پر گر پڑا۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔

اتنی دیر میں جانی بابا دیوار سے جا کر لگ گیا تھا۔ پھر ایک طرف سے دوسری طرف چلتا جا رہا تھا۔ دوسری دیوار کے پاس پہنچ کر اس نے چٹکی بجائی، اشارے سے بروس مارٹن کو بلایا۔ پھر اپنی گھڑی دکھائی۔ گھڑی میں ایک ننھی سی سرخ روشنی جل بجھ رہی تھی — بروس مارٹن نے اپنی جیکٹ کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اس میں سے کچھ آلات نکالے۔ پھر وہ خفیہ دروازے کے کھلنے کی جگہ اور لاک تلاش کرنے لگا۔ اس کے پاس مشکل سے مشکل مقفل دروازے کھولنے کا سامان تھا اور یہ سامان میرے اپنے جاسوس کے پاس بھی تھا۔ اُدھر بروس مارٹن چور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا، اِدھر میرے جاسوس نے کمرے کا دروازہ کھول لیا جسے بروس مارٹن نے اندر سے لاک کیا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا جاسوس اس کی نظروں میں آئے لیکن مجبوری تھی، میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ جانی بابا کے ساتھ اندر جا کر کیا کر رہا ہے اور اس کے لیے اپنے جاسوس کو آگے بڑھانا ضروری ہو گیا تھا۔ بہر حال وہاں عجیب اتفاق ہوا۔ ادھر میرے جاسوس نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا، ادھر چور دروازہ اچانک ہی کھل گیا۔ پتا چلا اس کے کھلنے میں بروس مارٹن کا کوئی کمال نہیں تھا۔ دوسری طرف سے کسی نے کھولا تھا۔ چور دروازے سے آنے والوں نے بروس مارٹن اور اس کے ساتھ ایک جوان لڑکے کو دیکھا تو چونک گئے۔ پھر ان کی نظر دوسرے دروازے پر پڑی، جہاں میرا جاسوس آ رہا تھا۔ آنے والوں میں سے ایک نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ تم لوگ کون ہو، یہاں کس لیے آئے ہو؟ صرف چند لفظوں میں جواب دو۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تو میں نے اپنے جاسوس سے کہا۔ "یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی، وہاں سے چلا گیا۔ ریوالور والا اسے نشانہ نہ بنا سکا۔ میں نے اسے گولی چلانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اسے سوچنے پر مجبور کیا، اگر گولی چلے گی تو پورے کلب میں سنسنی پھیل جائے گی۔ میں چاہتا تو اس ریوالور سے بروس مارٹن کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اگر گولی چلنے سے کلب میں سنسنی پھیلتی تو میرا کیا جاتا۔ میں سپر ماسٹر کے ایک کمپیوٹر مین کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔

لیکن ابھی اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ اس کے ذریعے میرا کام بن رہا تھا۔ وہ نادانستگی میں میرا آلۂ کار بنا ہوا تھا اور میرے لیے پارس اوّل کو تلاش کر رہا تھا۔ میری یہ معلومات درست تھیں کہ وہ کمپیوٹر مین کمپیوٹر کی طرح برق رفتار تھے۔ بروس مارٹن نے کتنی پھرتی سے اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈال کر چھین لیا تھا۔ یہ انھیں سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ چور دروازے کے پیچھے سے آنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ تم یہاں گولی نہیں چلاؤ گے۔ اس کے باوجود میں نے اسے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کروں تو بے دریغ فائرنگ شروع کر دوں۔ فوراً پیچھے ہٹو اور ہمیں کلب کے اس خفیہ حصے میں جانے دو۔"

وہ آنے والے چار تھے۔ چاروں ہاتھ اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں اس دوران ان میں سے ایک کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس خفیہ حصے میں پارس اوّل نہیں ہے، لیکن یہ

اہم معلومات ضرور حاصل ہوئیں کہ ان میں سے ایک کلب کا انچارج تھا۔ باقی تین اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ تھے جو پارس کے سلسلے میں وہاں آئے تھے۔ ٹیم ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نجومی، چار سیاست دان، دو پلان میکر اور چھ کمپیوٹر مین پیدا کیے تھے۔ وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ صحیح لائن پر کام کر رہے ہیں اور اس طرح وہ جلد ہی پارس اوّل تک پہنچ جائیں گے۔

بروس مارٹن انھیں نشانے پر رکھتے ہوئے اس خفیہ کمرے میں چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ جانی بابا وہاں کی دیواروں سے لگ کر اِدھر سے اُدھر جا رہا تھا۔ وہاں بھی کسی چور دروازے کو تلاش کر رہا تھا۔ لیکن وہاں ایسا دوسرا دروازہ نہیں تھا اور وہاں پارس بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بروس مارٹن نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکالیں۔ انھیں جیب میں رکھا، پھر ریوالور ان کی طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "اب میری باتوں کا صحیح جواب دو، ورنہ تم سب کی گردنیں ٹوٹیں گی۔"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے پوچھا۔ "کیا تم فرہاد ہو؟"

"میں فرہاد کی موت ہوں۔ فی الحال تم لوگ اپنی زندگی کی خیر مناؤ۔ مجھے بتاؤ، پارس اوّل کہاں ہے اور تم لوگ کون ہو؟"

تینوں سیکرٹ ایجنٹوں نے اس کلب کے انچارج کو دیکھا۔ انچارج نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، ہمارے مقابلے پر فرہاد نہیں ہے۔ اگر یہ فرہاد ہوتا تو ابھی میرے دماغ سے معلوم کر لیتا کہ پارس ہمارے پاس نہیں ہے۔"

میں نے کلب کے انچارج کی باتوں سے اندازہ لگایا، وہ تینوں سیکرٹ ایجنٹ سانس روکنا جانتے ہیں۔ ان کے دماغ اتنے حساس ہیں کہ وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیں گے۔ اسی لیے وہ انچارج صرف اپنے دماغ کی بات کہہ رہا تھا کہ ٹیلی پیتھی والے اس کے دماغ میں آ کر حقیقت معلوم کر سکتے ہیں اور وہ میں معلوم کر چکا تھا۔ واقعی وہاں پارس نہیں تھا۔

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر! تم جو کوئی بھی ہو، ہمارے معاملات میں نہ پڑو۔ تم نے ریوالور خالی کر کے اپنی دلیری اور مردانگی کا ثبوت دیا ہے۔ یقیناً تم شہ زور ہو سکتے ہو، لیکن ہم بھی تم سے کم تر نہیں ہیں۔"

دوسرے سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "مسٹر! تمھاری بات کا جواب دیا جا چکا ہے۔ ہم بائی گاڈ کہتے ہیں، پارس نہ ہمارے پاس ہے نہ ہم اس کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ خواہ مخواہ یہاں جھگڑا کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ نہ تمھیں کچھ حاصل ہوگا نہ ہمیں۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "یہ تو کلب کا انچارج ہے۔ باقی تم تینوں اپنا تعارف کراؤ۔"

"آخر تم کون ہو؟ اس کلب میں آنے کا مطلب ہے کہ تم ہمارے ہی جیسے یہودی ہو۔ کیا نہیں ہو؟"

"ہاں، میں یہودی ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے ملک اور میرے وطن اسرائیل کے خلاف یہاں کیا سازشیں ہو رہی ہیں؟"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "تم ہمارے وطن سے محبت کرتے ہو، اپنی قوم کی بھلائی بھی چاہتے ہو اور خواہ مخواہ یہاں گھس آئے ہو۔ یہاں سے جاؤ۔ ہمارے کچھ اہم معاملات ہیں جنھیں ہم سب کو نہیں بتا سکتے۔ اگر بتانا ہوتا تو اس کلب میں سبھی ہمارے یہودی بھائی ہیں۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "یہاں تم لوگوں کا اہم معاملہ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ ہے پارس اوّل۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، ہم اسی سلسلے میں آئے ہیں۔ اسے اس ملک سے لے جانا چاہتے ہیں، لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

بروس مارٹن نے کہا۔ "مجھے بتاؤ، وہ کہاں ہے، میں تم لوگوں کی مدد کروں گا اور اسے اس ملک سے باہر پہنچا دوں گا۔"

ایک سیکرٹ ایجنٹ نے کہا۔ "اگرچہ ہم اسی کام سے آئے ہیں لیکن ہماری معلومات محدود ہیں۔ ہمیں صرف اتنا ہی بتایا جاتا ہے جتنا ہمیں کام دیا جاتا ہے۔ فی الحال ہمارے لیے حکم ہے کہ ہم اس کلب کے انچارج سے ملاقات کریں اور اسے اپنا پتا ٹھکانا بتا دیں۔ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے، ہمیں بتایا جائے گا کہ پارس کو کس جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ پھر ہم وہاں پہنچیں گے اور اسے لے جائیں گے۔"

بروس مارٹن نے کہنے والے کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس کے ساتھیوں نے حیرانی سے دیکھا۔ مار کھانے والے کے اگلے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ منہ سے خون یوں نکل رہا تھا جیسے وہ خون کی قے کر رہا ہو۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ مٹی کے بنے ہوئے نہیں تھے۔ انھوں نے بروس مارٹن پر حملہ کیا۔ ایک نے آگے سے، دوسرے نے پیچھے سے۔ مگر وہ اپنی جگہ اطمینان سے کھڑا رہا۔ وہ گھوم گھوم کر اس پر حملہ کرنے لگے۔ ایک نے ذرا دور جا کر چھلانگ لگائی، پھر اسے فلائنگ کک ماری۔ بروس مارٹن نے اس کی ٹانگ پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ دوسرے کے سر پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا تو وہ چکرا کر رہ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یوں دیکھنے لگا جیسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہو، کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔ دو سیکرٹ ایجنٹ بُری طرح زخمی ہو چکے تھے۔ میں آسانی سے ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ ان کا یہ بیان درست تھا کہ ان کے بڑے انھیں صرف کام کی حد تک معلومات فراہم کرتے ہیں۔ انھیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ پارس کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ حالات سازگار ہوتے ہی انھیں وہ جگہ بتائی جائے گی۔ پھر وہ پارس کو وہاں سے نکال لے جائیں گے لیکن بروس مارٹن ان پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ وہ انھیں جھوٹا اور فریبی سمجھ رہا تھا۔ اس لیے پٹائی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اگر تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو اور ٹوٹنا پھوٹنا نہیں چاہتے تو سیدھی طرح پارس کا پتا بتا دو۔"

وہ سیکرٹ ایجنٹ اپنے ملک کی طرف سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکے تھے۔ انھیں خوب سوچ سمجھ کر، ان پر بھروسا کر کے ان کے بڑوں نے انھیں پیرس بھیجا تھا۔ یہ بہت اہم مشن تھا لیکن اسی اہم مشن پر آنے والے نہایت ہی باصلاحیت اور بہترین فائٹر ہونے کے باوجود مار کھا رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کا مدِمقابل انسان ہے یا مشین۔ وہ قسمیں کھا رہے تھے۔ اپنی سچائی کا یقین دلا رہے تھے لیکن وہ یقین نہیں کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے، فرش پر ایسے گرے کہ پھر اُٹھ نہ سکے۔ بروس مارٹن ان کی طرف سے مایوس ہو کر جانی بابا کے ساتھ وہاں سے نکل آیا۔

میں ان تینوں سیکرٹ ایجنٹوں کے دماغوں تک پہنچنے کے باوجود پارس تک نہ پہنچ سکا۔ بروس مارٹن بھی جی بھر کے ان کی پٹائی کرنے کے باوجود ناکام واپس گیا تھا لیکن اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ پارس اسی شہر میں ہے۔ بروس مارٹن نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی اطلاع رابرٹ رینگو اور اپنے پلان میکر آدم گرین برگ کو دی تھی۔ پلان میکر نے کہا۔ "میں ان تینوں سیکرٹ ایجنٹوں کے پیچھے اپنے جاسوس لگا رہا ہوں۔ تم دونوں قمار خانوں میں جاؤ، جانی بابا کو کمرے میں چھوڑ دو۔"

وہ ایک کمرے میں بیٹھے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے اور میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے سن رہا تھا۔ پھر انھوں نے جانی بابا کو وہیں چھوڑ دیا۔

بی بی نے سونیا کو مخاطب کیا۔ "اس وقت آدھی رات گزر چکی ہے، کیا تم سونے جا رہی ہو؟"

"ایک بیٹا دربدر بھٹک رہا ہے۔ میں بھلا کیسے سو سکتی ہوں، البتہ تمھیں مشورہ دیتی ہوں، تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

"میں اسی لیے آیا ہوں۔ تھکن محسوس کر رہا ہوں، سونا چاہتا ہوں، تم ان جاسوسوں کے ذریعے رابرٹ رینگو اور بروس مارٹن پر نظر رکھو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے جگا دینا۔"

میں سونیا اور اعلیٰ بی بی سے رابطہ ختم کر کے اس چھوٹے سے بنگلے میں آیا جہاں فی الحال قیام کر رہا تھا۔ اس کے ایک کمرے میں ماسٹر بیلو سو رہا تھا۔ میں دبے قدموں بنگلے کے اندر آیا تاکہ آہٹ سے اس کی نیند میں خلل نہ ہو۔ میں نے اس کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے کھڑکی سے دیکھا، اندر زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ وہاں کی نیم تاریکی اور نیم روشنی میں ایسا لگا جیسے بستر پر پارس اوّل سو رہا ہے۔ وہی قد اور وہی جسامت تھی۔ اگر اس کے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کر دیا جاتا تو وہ مکمل پارس اوّل بن جاتا۔ چونکہ اس کے چہرے پر نیم تاریکی تھی۔ وہ واضح نہیں تھا۔ اس لیے میک اپ کے بغیر بھی پارس ہی لگ رہا تھا۔

میں اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک چاروں شانے چت پڑا سوچتا رہا۔ خدا جانے میرا بیٹا کہاں ہوگا؟ اس وقت آرام سے کہیں سو رہا ہوگا یا نہیں؟ پھر میرے دل نے کہا، شیبا ہم سے ناراضگی میں چاہے کتنی ہی دشمنی کرے، پارس سے نہیں کرے گی۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا چکی ہوگی۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی۔ میں بنگلے سے باہر آیا۔ پھر ہلکی پھلکی ورزش کرنے لگا۔ اس کے بعد باتھ روم میں چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

اس نے جواب دیا۔ "جو اسپیکر ان کے کمرے سے منسلک ہے، اسے میں نے اپنے سرہانے رکھا تھا۔ تاکہ وہ رات کے کسی بھی حصے میں واپس آئیں تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل جائے لیکن وہاں خاموشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ رات بھر غائب رہے اور اب تک واپس نہیں آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں سونیا سے معلوم کرتا ہوں۔"

پھر میں نے سونیا کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کوئی خاص رپورٹ؟"

"یوں تو سُنانے کو بہت سی باتیں ہیں، لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں اپنے پارس تک پہنچا دے۔"

"کیا وہ لوگ اب تک اپنے کمرے میں واپس نہیں آئے ہیں؟"

"وہ دونوں دو مختلف قمار خانوں میں صبح پانچ بجے تک تاش کھیلتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ رابرٹ رینگو نے اس قمار خانے کے ایک زینے کو تاڑ لیا تھا۔ اس زینے کے نیچے کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں جا کر چھپ گیا تھا۔ دوسرے قمار خانے میں بروس مارٹن نے بھی اپنے لیے چھپنے کی جگہ بنا لی تھی۔ کیونکہ وہ قمار خانہ پانچ بجے کے بعد بند ہو جاتا ہے....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ قمار خانہ بند ہونے کے بعد وہ دونوں اندر رہ گئے اور اب تہ خانے میں پہنچ رہے ہیں یا پہنچ چکے ہیں۔"

"ہاں، پہنچ چکے ہیں، لیکن انھیں مایوسی ہو رہی ہے۔"

"تم آرام کرو، رات بھر جاگتی رہی ہو، تمھیں نیند پوری کرنا چاہیے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ باتھ روم سے نکل کر لباس تبدیل کیا۔ پھر میں نے ماسٹر بیلو کے کمرے میں پہنچ کر اسے جگانا چاہا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اسے آواز دی۔ کچن میں جا کر دیکھا۔ نہ تو مجھے جواب مل رہا تھا اور نہ ہی وہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز دہرائے تو اس

کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟"
اس نے جواب دیا۔ "میں آپ کا انتظار یہاں کر رہا ہوں۔"
"کہاں انتظار کر رہے ہو؟ کس نے تم سے انتظار کرنے کے لیے کہا تھا؟"
"آنٹی سونیا نے کہا تھا۔ آپ مجھے رات کے نو بجے بنگلے میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اس کے آدھے گھنٹے بعد آنٹی آئی تھیں۔ انھوں نے کہا، یہاں میرے لیے خطرہ ہے لہٰذا دوسری جگہ رات گزارنا ہو گی۔ وہ مجھے لیک ویو کے سامنے گرین کاٹیج میں لے آئیں پھر مجھ سے کہا۔ میں یہاں آرام کروں۔ آپ صبح تک واپس آئیں گے۔"
میں اس کی باتیں بڑی حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ساڑھے نو بجے اس بنگلے سے گیا تھا جبکہ میں نے آدھی رات کے بعد آکر اسے اس کی خواب گاہ میں سوتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے پھر یقین کرنے کے لیے پوچھا۔ "کیا واقعی تم نے دقت دیکھا تھا؟ کیا تم ساڑھے نو بجے یہاں سے گئے تھے اور ساری رات اس گرین کاٹیج میں رہے تھے؟"
"جی ہاں، انکل! کیا میں آپ سے غلط کہہ سکتا ہوں۔ میں رات بھر یہاں سوتا رہا۔ صبح سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"
"تم ذرا ٹھہرو، میں ابھی تم سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"
میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز دُہرائے۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم رات کے ساڑھے نو بجے میرے بنگلے میں آئی تھیں اور ماسٹر بلو کو ساتھ لے گئی تھیں؟"
"میں پچھلے چوبیس گھنٹے سے ادارے میں ہوں، یہاں سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تم یہ کیا سوال کر رہے ہو؟"
میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح بلو کو کوئی لے گیا تھا اور میں نے آدھی رات کے بعد بلو کو اپنے بنگلے میں سوتا ہوا پایا۔ جبکہ اس کا بیان ہے، وہ مجھ سے تقریباً چھ میل دور گرین کاٹیج میں سو رہا تھا۔
میں یہ باتیں بتاتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے گرین کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ سونیا نے کہا۔ "تمھیں وہاں جاکر دیکھنا چاہیے آخر معاملہ کیا ہے؟ بلو رات تمھارے بنگلے میں بھی تھا اور گرین کاٹیج میں بھی تھا۔ یقیناً کوئی لمبا چکر چل رہا ہے۔"
"پچھلی رات کوئی عورت تمھارے میک اپ میں آئی تھی۔ یقیناً وہ تم سے مماثلت رکھتی ہو گی۔ اسی لیے ماسٹر بلو دھوکا کھا گیا۔"
"صرف مماثلت نہیں رکھتی ہو گی بلکہ کامیاب میک اپ بھی کیا ہو گا اور کامیابی سے میری آواز اور لہجے کی نقل بھی کی ہو گی، ورنہ بلو بہت چالاک ہے۔ اتنی آسانی سے دھوکا نہ کھاتا۔"
میں گرین کاٹیج سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ وہیں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے بلو سے کہا۔ "میں تمھارے قریب [illegible]
تم میری کار پہچانتے ہو۔ باہر نکل کر میرے پاس چلے آؤ [illegible]
سے پہلے کاٹیج کے اندر گھوم پھر کر دیکھو تاکہ میں تمھارے [illegible]
معلوم کروں کہ وہاں کیا کچھ ہے۔"
"انکل! آپ اندر نہیں آئیں گے؟"
"نہیں بیٹے! ہو سکتا ہے، میرے لیے کوئی جال [illegible]
میں جیسا کہہ رہا ہوں، تم کرتے جاؤ۔"
وہ بیڈ روم میں تھا۔ وہاں چاروں طرف گھوم گھوم کر [illegible]
پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک لفافہ پڑا ہوا تھا۔ اس [illegible]
دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "فار مسٹر فرہاد علی تیمور۔"
اس نے میری ہدایت کے مطابق لفافے کو رکھ لیا [illegible]
کاٹیج کے اندر ہر کمرے، ہر کوریڈور سے گزرنے لگا۔ اس [illegible]
میں نے کہا۔ "میرے پاس چلے آؤ۔"
وہ آگیا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے [illegible]
لیا۔ پھر اسے کھول کر اس میں سے تہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ اسے نکالتے [illegible]
خوشبو کا احساس ہوا۔ جس نے بھی لکھا تھا، اس نے پوری کلو [illegible]
خوشبو ذرا سی چھڑک دی ہو گی۔ تبھی وہ تحریر معطر تھی۔ میں [illegible]
تہ کیے ہوئے کاغذ کو کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔
"مسٹر فرہاد! میں خوش قسمت ہوں۔ میں پارس کو چالاک اور مکار یہودیوں کی قید سے چھڑا لائی ہوں۔ اب اسے چھپانے کا مسئلہ تھا۔ تم لوگوں نے بڑی سختی سے ناکا بندی کرائی ہے۔ ایک [illegible] برس کے لڑکے کو یہاں سے نکال لے جانے کا کوئی راستہ نہیں [illegible] میں اسے اپنے ساتھ گرین کاٹیج میں لے آئی تھی۔ پھر میرے [illegible] نے اطلاع دی کہ یہاں بھی خطرہ ہے پولیس اور انٹیلی جنس والے جھیل کے آس پاس جتنے بھی کاٹیج ہیں، وہاں چیکنگ کے لیے [illegible] گے۔ ایسے میں میرے سامنے ایک ہی راستہ تھا کہ میں پارس کو [illegible] ہی پاس سے جاکر چھپا دوں۔
تمھیں حیرانی ہو گی کہ میں تمھیں کیسے پہچانتی ہوں۔ کبھی [illegible] ملا تو حیرانی دور کر دوں گی۔ کل ہی صبح کی بات ہے۔ میں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں اور ان کے کلبوں اور شراب خانوں میں جاکر معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کوئی تہ خانہ یا چور دروازہ کہاں ہے اور پارس کو کہاں چھپا کر رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک عبادت گاہ کے سامنے تمھیں دیکھا۔ تمھاری کار سے بلو نکل کر عبادت گاہ میں جا رہا تھا۔ دیر تک نگرانی کرنے کے بعد پتا چلا کہ بلو دوسرے جوان لڑکے کی نگرانی کر رہے ہو اور وہ لڑکا بھی کم چالاک نہیں ہے۔ کسی زبردست تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔ بہرحال میں نے اسی عبادت گاہ کے باہر تمھیں دیکھ لیا۔ حیرانی ہو [illegible]

[illegible] تمہیں اب میں نہیں ہوں۔ پھر سوچا، ہو سکتا ہے تم نہ ہو، تمھاری [illegible] ہو سکتا ہے، میرا یہ خط تم تک نہ پہنچے، تمھاری ڈمی تک پہنچے۔ [illegible] ویسے تم جو بھی ہو، میں اس بات کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ایک رات کے لیے تمھارے پاس پارس کو چھپانے کی جگہ مل گئی۔ سونیا سے معذرت خواہ ہوں۔ اس کے میک اپ میں آکر بلو کو دھوکا دینا پڑا۔ مختصر یہ کہ بلو کو دیکھ لو۔ اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا [illegible] ہے۔ بالکل اسی طرح پارس کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں، وہ یہودی اسے اغوا کر کے تمھیں بلیک میل کرنا چاہتے ہوں گے، تم سے کوئی زبردست کام نکالنا چاہتے ہوں گے۔ اگرچہ میں تمھارے بیٹے کو لے جا رہی ہوں، لیکن ایک احسان کر رہی ہوں۔ یہودیوں کی بلیک میلنگ سے نجات دلا چکی ہوں۔ اب تم ان کے دباؤ میں نہیں آؤ گے۔ میرا یہ احسان تم پر قرض ہے۔
ویل وِش آل۔"
نیچے کسی کا نام نہیں لکھا ہوا تھا۔ وہ خط ٹائپ شدہ تھا۔ میں حیرانی سے سر جھکا رہ گیا۔ کیسی عجیب بات تھی۔ کل رات میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بنگلے میں اپنے بیٹے پارس کو دیکھا تھا اور یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ بلو سو رہا ہے۔ جبکہ وہ نیم تاریکی میں بالکل ہی پارس دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں، وہ کون تھی جس نے بڑی خوبصورتی سے مجھے دھوکا دیا تھا اور یہ اس کی ذہانت کا کمال تھا کہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے پارس کو چھپانے کے لیے میرا ہی گھر تلاش کیا تھا۔
میں کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں سوچنے لگا، کیا آئندہ بھی وہ پارس کو کہیں چھپا سکے گی۔ کیونکہ پولیس اور انٹیلی جنس والے مسلسل چھاپے مار رہے تھے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑ رہے تھے جہاں پارس کے ملنے کا امکان ہوتا تھا۔ میں نے یہ بات اعلیٰ بی بی کو بتائی۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! اس عورت نے جس دیدہ دلیری سے پارس کو تمھارے ہی پاس چھپایا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے لیے صرف ایک رات کا پرابلم تھا۔ وہ پارس کو یہاں سے نکال لے جانے کے مکمل انتظامات کر چکی تھی۔ شاید وہ پارس کو ابھی یہاں سے لے جا رہی ہو، بلکہ لے جا چکی ہو۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں سے کہو کہ تمام ائیر پورٹ اور سرحد جانے والی سڑکوں پر سختی سے چیکنگ کریں۔ میں اس سلسلے میں غور کر رہی ہوں، تم انھیں یہ ہدایات دے کر فوراً میرے پاس آؤ۔"
میں نے وہاں کے تمام ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کر کے بتایا کہ ایک عورت پارس کو یہاں سے نکال لے جانا چاہتی ہے۔ سب ہوشیار رہیں اور یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔
میں تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ بی بی کے پاس آیا۔ اس نے کہا۔
"فرہاد! اس عورت کے پاس پارس کو لے جانے کا ایک طریقہ ہے۔"
"وہ کیا؟"
"پولیس اور انٹیلی جنس والے سولہ برس کے لڑکے کو تلاش کر رہے ہیں۔ ایسے کسی بھی لڑکے کو پیرس سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے لیکن لڑکی کو تو اجازت مل سکتی ہے۔ وہ عورت، پارس کو لڑکی بنا کر لے جائے گی۔"
"او گاڈ! یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"
میں پھر تمام ذمے دار افسران کے پاس جاکر کہنے لگا کہ وہ کسی سولہ سترہ برس کی لڑکی کو بھی یہاں سے جانے کی اجازت نہ دیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے بڑی کامیابی سے ناکا بندی کی تھی۔ وہ عورت پارس کو یہاں سے لے جا نہیں سکتی تھی، لیکن وہ کہاں ہے اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟ اس کا سراغ لگانا ضروری تھا۔ میں نے سوچا، دلوں کمپیوٹر مین کو بھی اس کے پیچھے لگا دینا چاہیے۔ پھر میں نے ذرائع ابلاغ کے افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اعلان کریں کہ پارس اب یہودیوں کی قید میں نہیں ہے۔ اسے ایک عورت یہاں سے باہر لے جانے کی کوشش کر رہی ہے، شاید اس عورت کے ساتھ کچھ اور لوگ ہوں۔ بہرحال یہ سرکاری اعلان کیا جا رہا ہے کہ ایک ہفتے تک اسکولوں میں تعطیل رہے گی۔ پندرہ برس سے لے کر بیس برس تک کی کوئی لڑکی یا لڑکا باہر نہیں نکلے گا کوئی ایمرجنسی ہو، مثلاً کوئی لڑکا یا لڑکی بیمار ہو، اسے اسپتال پہنچانا ہو تو قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کر کے اسے پولیس کی تحویل میں اسپتال پہنچایا جائے۔ پولیس والوں کو جس گھر پر شبہ ہو گا، وہ سرچ وارنٹ کے بغیر اس گھر کی تلاشی لے سکیں گے۔
ٹی وی کے ذریعے پارس کی تصویریں مختلف زاویوں سے دکھائی جا رہی تھیں اور ریڈیو کے ذریعے بتایا جا رہا تھا۔ شام کے اخبارات میں یہ تصویریں شائع ہوں گی۔ جس عورت نے پارس کو اپنی تحویل میں رکھا ہے اسے وارننگ دی جا رہی ہے کہ وہ فوراً ذمے دار افسران کے پاس آکر پارس کو ان کے حوالے کر دے۔ گرفتاری پیش کرنے والی عورت کو معاف کیا جائے گا اور اسے اس کے ملک واپس جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔
ایسی عورت کو تلاش کرنے یا اس کی نشاندہی کرنے والے کو پچاس ہزار ڈالر انعام دینے کا اعلان کیا جا رہا تھا۔ میں ان اعلانات اور انتظامات سے مطمئن تھا۔ اگر وہ عورت ابھی تک پارس کو باہر لے جانے میں ناکام رہی تھی تو آئندہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ پورے شہر کو ایسی پابندیوں میں جکڑ دیا گیا تھا کہ وہ ہمارے

بیٹے کو صرف دسواں بنا کر ہی لے جا سکتی تھی اور یہ ناممکن تھا۔

یہ سارے انتظامات ہونے کے بعد میں نے شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے فوراً سانس روک لی، میں نے دوبارہ دستک دی اور جلدی سے کہا: "دیکھو، صرف چند سیکنڈ کے لیے چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ پارس تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اگر وہ خطرناک دشمنوں کے ہتھے چڑھے گا تو تمہاری ممتا کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اگر تم واقعی اس کی ماں ہو تو میرے دماغ میں آؤ، میں جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ واپس آیا، وہ میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ میں نے پوچھا: "جب پارس تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تھا تو کیا تم مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھیں؟"

"میں سخت شرمندہ ہوں۔ بھاگ دوڑ میں لگی ہوں، ہر طرح کے انتظامات کر رہی ہوں۔ اس وقت پیرس میں اسرائیلی جاسوسوں اور سیکرٹ ایجنٹوں کی پوری فوج موجود ہے جو اسے جگہ جگہ ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ مجھے امید ہے، میں چند گھنٹوں میں پھر اسے حاصل کر لوں گی۔"

"تمہاری اس خوش فہمی نے ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ اگر پارس کو ذرا بھی نقصان پہنچا یا وہ ہمیں واپس نہ ملا تو میری دشمنی تمہارے ملک اور تمہاری قوم کے لوگوں کے ساتھ تمہیں بھی مہنگی پڑے گی۔"

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔ تم مجھے دھمکی کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ دھمکی نہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، خدانخواستہ اگر میرا ایک بیٹا مجھ سے جدا ہو گیا تو میں تمہارے بیٹے کو بھی ہمیشہ کے لیے جدا کر دوں گا۔ پھر تمہیں پتا چلے گا کہ بیٹے کی جدائی ماں کے لیے کیا قیامت ڈھاتی ہے۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ اب جاؤ یہاں سے اور مرو اپنی یہودی قوم کے ساتھ۔"

یہ کہتے ہی میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گئی۔ میں نے پھر سانس لی تو وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ میں نے پھر سانس روک لی، ایسا دو چار بار ہوا۔ آخر وہ مجبوراً واپس چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر مجھے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ اس کی آواز سنائی دی: "دیکھو فرہاد! سانس نہ روکنا۔ میں تمہاری ہی بات دُہرا رہی ہوں۔ صرف چند سیکنڈ کے لیے چند الفاظ کہنے دو۔ وہ یہ کہ پارس کو حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ رہ گیا ہے۔ ہم تم سب مل کر کوشش کریں گے تو کامیابی یقینی ہوگی۔"

"تم بھول رہی ہو، میں کسی بھی کامیابی کے لیے دشمنوں کو کبھی دوست نہیں بناتا اور نہ ہی اِن پر اعتماد کرتا ہوں۔ جاؤ، اپنے یہودی اکابرین سے پوچھ کر مجھے کس طرح بلیک میل کریں گے؟

اور کس طرح کمزور بنائیں گے۔ اب تو پارس ان کے پاس نہیں

"یہ کیا کہہ رہے ہو، تمہارا ایک بیٹا میرے پاس ہے تم اسے یہودی بننے کے لیے چھوڑ دو گے؟"

"تمہارے اور میرے اس بیٹے کی زندگی پارس کی زندگی سے مشروط ہے، یہ زندہ رہے گا تو وہ بھی رہے گا۔ اگر یہ نہیں رہے گا تو وہ بھی نہیں رہے گا۔ لہٰذا ابھی اس کے یہودی یا مسلمان بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

میں نے پھر سانس روک لی۔ میں سنگدلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اسے دھمکی دے رہا تھا کہ اس کے بیٹے کو کسی وقت بھی فنا کر سکتا ہوں حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ میرا خون تھا، میری اولاد تھی، میں باپ کی جگہ قصائی نہیں بن سکتا تھا لیکن اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا اور اسے اسی طرح دھمکی دینا ضروری تھا تاکہ وہ خود کسی طرح تنویمی عمل کرنے والے کے اثر سے نکلنے کی کوشش کرے۔ ایسا کوئی موقع آئے جب اثر زائل ہو رہا ہو اور دوسری بار تنویمی عمل کرنے میں ذرا دیر ہو رہی ہو تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ نوری سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔ پھر میں، سونیا اور آرمر باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے تو دوسری بار تنویمی عمل کرنے والا کبھی کامیاب نہ ہوتا۔

وہ دونوں کمپیوٹر مین اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ میں اعلیٰ بی بی کے ذریعے سننے لگا۔ رابرٹ رینگو ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے پلان میکر سے کہہ رہا تھا: "ہمیں پیرس کے ایسے تمام ڈاکٹروں کے نام اور پتے چاہئیں جو پلاسٹک سرجری میں مہارت رکھتے ہوں۔ پارس کے سلسلے میں جیسی سختی ہو رہی ہے۔ اسے کوئی بھی عارضی میک اپ میں لے جانے کی حماقت نہیں کرے گا۔ نجومیوں سے کہو۔ پارس کے زائچے پر نظرِ ثانی کریں اور یہ بتائیں کہ اس کے ستارے یہی کہتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے ہاتھ سے نکل کر دوسری عورت کے ہاتھوں میں جانے والا ہے۔"

پلان میکر نے اسے چند پلاسٹک سرجری کرنے والوں کے نام اور پتے نوٹ کرائے۔ پھر کہا: "ایک گھنٹے کے اندر میں اور بھی نام اور پتے نوٹ کراؤں گا۔ ویسے وہ عورت بہت چالاک اور تیز معلوم ہوتی ہے۔ ہم ان یہودیوں تک نہیں پہنچ سکے اور اس نے وہاں سے پارس کو اڑا لیا۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر کو لائی ہو، اگر ایسا ہے تو ہم اس سرجری والے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

اُس نے آدھے گھنٹے بعد نجومی کی پیشین گوئی سنائی: "پارس کسی نہ کسی عورت کے ہاتھ میں رہے گا، خواہ وہ عورت شیبا ہو یا کوئی اور ہو، لیکن اس عورت کے پیچھے کوئی بڑا ملک یا کوئی منظم جماعت ہوگی۔"

بروس مارٹن نے کہا: "ایسی بات ہے تو سپر ماسٹر کو ہماری جگہ کسی عورت کا انتخاب کرنا تھا تاکہ پارس ہماری کسی عورت کے ہاتھ میں ہوتا اور ہم اس کی پشت پر ہوتے۔"

پلان میکر نے کہا: "تم پیشین گوئی کا آخری حصہ بھول رہے ہو مرد ہو یا عورت، پارس کسی کے ہاتھ میں نہیں رہے گا۔ جس کے ہاتھ سے نکلے گا، اس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔"

"کیا ہم مصیبت مول لینے کے لیے آئے ہیں؟ ایسی بات ہے تو ہمیں واپس چلے جانا چاہیے۔"

"ہم اس لیے آئے ہیں کہ پیشین گوئی سو فیصد درست نہیں ہوتی کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے۔ ہم اس لیے بھی آئے ہیں کہ انسان اپنے ہاتھوں سے تقدیر بناتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہو۔"

رابرٹ رینگو نے کہا: "اس عورت کے متعلق کوئی نجومی بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے اور پارس کو کہاں لے جانا چاہتی ہے؟ اس کی گردن پکڑنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی طرح اس ڈاکٹر تک پہنچا جائے جس کے ذریعے اس نے پارس کی پلاسٹک سرجری کرائی ہو گی۔"

بروس مارٹن نے کہا: "مجھے تو یہ ٹیلی پیتھی والوں کا چکر معلوم ہوتا ہے۔ اسے لے جانے والی سونیا، اعلیٰ بی بی یا پوجی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو ہم لوگوں کو چکر دیا جا رہا ہے۔"

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پارس کے دماغ میں وہی ٹیلی پیتھی جاننے والے پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کیا جا سکتا ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر شیبا کے تنویمی عمل کو دوسری عورت نے کیسے توڑ لیا۔ کیا فرہاد وغیرہ اس دوسری عورت کے تنویمی عمل کو نہیں توڑ سکتے؟"

"یہ پارس تک پہنچنے کی بات ہے۔ جو بھی اس لڑکے تک پہنچے گا۔ وہ پہلے اسے اعصابی طور پر کمزور بنائے گا تاکہ پہلے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو جائے۔ اس کے بعد خود تنویمی عمل کرے گا۔ اس دوسری عورت نے یا اس کی پشت پر رہنے والے کسی عامل نے اس کے دماغ سے شیبا کے کوڈ ورڈز وغیرہ مٹا دیے۔ اپنے طریقۂ کار کے مطابق اسے اپنے اثر میں لیا اور وہ عورت جہاں کہہ رہی ہے، پارس وہاں ساتھ جا رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے ان کی باتیں سننے کے بعد مجھ سے کہا: "فرہاد! یہ کیسی مجبوری ہے کہ ہم اپنے بچے تک نہیں پہنچ سکتے؟ وہ تمہاری خیال خوانی کو قبول نہیں کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی تم سے بات کرے۔"

ہم باتیں کرتے کرتے رُک گئے۔ اُدھر بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو اپنے پلان میکر کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ ایک چونکا دینے والا مشورہ دے رہا تھا۔ ان سے کہہ رہا تھا: "پارس تک پہنچنے کا ایک بہت ہی سیدھا راستہ ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح بھی جوجو کو ادارے سے باہر نکالا جائے۔"

بروس مارٹن نے کہا: "جوجو کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ پارس اوّل کو دیوانہ وار چاہتی ہے، لیکن اس دیوانگی کی حد کیا ہے؟ کیا وہ باہر نکل کر ہمارے اشاروں پر چلے گی؟"

"ضرور چلے گی، صرف ایک ہی مسئلہ ہے کہ کسی طرح اسے ادارے سے نکالا جائے۔ جب بھی وہ باہر آئے گی، ہم اس کے سامنے ڈمی پارس پیش کر دیں گے۔ اس کے بعد اسے جہاں لے جانا چاہیں گے، وہ ہمارے ساتھ چلے گی۔"

"یہ تو بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والی بات ہے۔ اس ادارے سے کسی کو اغوا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ وہ تو شیبا ٹیلی پیتھی جانتی تھی۔ اس کے سہارے اس نے پارس کو اغوا کیا۔ ہمارا اس ادارے میں قدم رکھنا تو دور کی بات ہے۔ ہم تو ٹیلی فون کے ذریعے بھی کسی سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ سنا ہے وہاں کی ہر ٹیلی فون کال ڈیٹیکٹ ہوتی ہے۔ ہم وہاں کسی کو فون کریں گے تو انھیں فوراً پتا چل جائے گا کہ کہاں سے بولا جا رہا ہے اور کس نمبر سے بولا جا رہا ہے۔"

"انسانی ذہانت کے سامنے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ میں ایک منصوبہ بنا رہا ہوں۔ شاید چند گھنٹوں کے بعد تم دونوں اس پر عمل کر سکو گے۔"

میں نے جناب شیخ صاحب اور سونیا کو مخاطب کر کے بتایا: "اب جوجو کو اغوا کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا خاص طور پر اس کی نگرانی کی جائے۔" میں جوجو کے دماغ میں آیا۔ اسے خود سمجھانا چاہتا تھا، اگر شیبا اس کے پاس آئے تو وہ فوراً مجھے، سونیا کو یا آرمر کو اطلاع دے۔ میرا خیال تھا کہ میں جیسے ہی پہنچوں گا، وہ سانس روک لے گی۔ کیونکہ اسے بھی یہی تربیت دی گئی تھی اور اس کے دماغ کو حساس بنایا گیا تھا۔ لیکن اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ملا۔ مجھے شیبا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "جوجو! تم یہاں پڑی کب تک پارس کے لیے روتی رہو گی۔ انسان جب تک ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اسے منزل نہیں ملتی۔ کیا تم سچ مچ پارس کے پاس جانا چاہتی ہو؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی: "میں ابھی اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، وہ کہاں ہے۔ میں کیسے اس کے پاس پہنچ سکتی ہوں؟"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر مجھ پر بھروسا ہے تو جیسا کہوں، اس پر

عمل کرو۔"

مجھے شیبا کی باتیں سن کر غصہ آرہا تھا۔ کم بخت جوجو کو بہکا کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ میں غصہ برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ اچھا موقع تھا۔ وہ جوجو کے پاس آئی ہوئی تھی۔ اس موقع سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ میں سوچنے لگا ایسے وقت کیا کر سکتا ہوں۔ ایسے وقت غصے کو کچل دیا جائے اور مسئلے پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو کوئی نہ کوئی حل نظر آجاتا ہے۔ اچانک ایک آئیڈیا دماغ میں آیا۔ میں نے جوجو کی زبان سے کہا۔ "ممی! آپ میرے پاس آکر میری مدد کرنا چاہتی ہیں، لیکن مجھے ڈر لگتا ہے۔ کوئی بھی اچانک میرے دماغ میں آسکتا ہے۔ اگر پاپا نے، ململنے یا بھائی آرمر نے میرے دماغ میں آپ کی آواز سن لی تو وہ آپ کے آنے کا راستہ روک دیں گے۔"

شیبا نے حیرانی سے کہا۔ "جوجو! تم کتنی عقل کی باتیں کر رہی ہو۔"

جوجو نے پھر میری مرضی کے مطابق ایک سرد آہ بھری۔ پھر کہا۔ "ممی پارس کے متعلق سوچتی ہوں تو بہت سی عقل کی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچنے کے لیے جان دینے کو بھی تیار ہوں۔ بس ایک بار اسے جا کر دیکھ لوں، پھر مر جاؤں، کوئی بات نہیں۔"

"مریں گے تمھارے دشمن۔ تم مایوس کیوں ہوتی ہو۔ میں تمھیں ترکیب بتاؤں گی۔"

"ممی آپ میرے دماغ میں آکر نہ بتائیں۔ نہیں تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ کیا میں آپ کے پاس آؤں؟"

شیبا نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ "تم میرے پاس آؤ گی؟"

"ہاں، اگر میں آپ کے پاس آؤں گی اور ایسے میں کوئی میرے دماغ میں آئے گا تو میں فوراً سانس روک کر واپس چلی آؤں گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس وقت جوجو کا دماغ اگر اس کے لیے کھلا ہے تو اس کا مطلب ہے سب کے لیے کھلا ہے۔ کوئی بھی چپ چاپ آکر اس کی بات سن سکتا ہے۔ جبکہ واقعی میں سن رہا تھا۔ اگر جوجو اس کے پاس جائے گی اور کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہے گا تو وہ فوراً ہی سانس روک کر واپس چلی جائے گی۔ وہ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولی۔ "پارس کی محبت نے تمھیں سچ مچ عقلمند بنا دیا ہے۔ تم بڑے پتے کی بات کہہ رہی ہو۔ اچھی بات ہے میرے پاس آؤ، لیکن محتاط رہنا۔ ذرا بھی شبہ ہو کہ تمھارے دماغ میں کوئی ہے تو فوراً واپس چلی جانا اور مجھے بتا دینا۔ میں فوراً سانس روک لوں گی۔"

جوجو نے پوچھا۔ "کیا میں ابھی آؤں؟"

"پہلے اچھی طرح اطمینان کر لو کہ کوئی تمھارے دماغ میں نہیں ہے۔ پھر میرے پاس آنا۔ جب میں پوچھوں گی، کون ہے تو تم کوڈ ورڈز دہرانا اور کوڈ ورڈز یہ ہیں۔ جوجو فار ممی اینڈ فار پارس۔ اچھا، میں جا رہی ہوں۔ تم بڑی احتیاط سے آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ اسے اس بات کی جلدی تھی کہ اب کسی طرح پارس کو وہاں سے نکالا جائے اور نکالنے کے لیے یقیناً وہی تدبیر ہوگی کہ جوجو کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ جب وہ رات کو سوئے تو شیبا اس کے دماغ میں آئے گی۔ اس پر عمل کرے گی اور وہ بہ خوشی اس کی معمولہ بن جائے گی۔

میں بھی شیبا کے ساتھ جوجو کے دماغ سے نکل آیا تھا تاکہ اس کے جاتے ہی وہ مجھے محسوس نہ کرے۔ ابھی میں خود کو جوجو پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ وہ پارس کے لیے دیوانی ہو رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کوئی بات ماننے سے انکار کر دیتی اور شیبا کے پاس پہنچ کر بتا دیتی کہ ابھی پارس کے پاس پہنچنے کی ترکیب نہ بتائی جائے۔ پاپا وہاں آرہے ہیں۔ وہ نادان لڑکی کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ اس لیے میں نے ذرا دیر انتظار کیا۔ اس کے بعد شیبا کے دماغ میں بڑی آسانی سے پہنچ گیا۔ جوجو وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ لہٰذا میرے لیے بھی راستہ کھلا ہوا تھا۔

جو میں نے سوچا تھا وہی ہو رہا تھا۔ یعنی شیبا جوجو کو سمجھا رہی تھی کہ کس طرح آج رات اسے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ وہ اس کے دماغ میں آئیں گی۔ اس پر تنویمی عمل کریں گی تو وہ بہ خوشی ان کی معمولہ بن جائے گی۔ میں نے ان باتوں کو نظر انداز کیا۔ اس کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اس پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے۔ پچھلی رات پہلی تاریخ کو وہ سخت بیمار تھی۔ کسی وجہ سے تنویمی عامل بھی نہیں آیا تھا اور وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ خود خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں تھی۔

یہ باتیں سن کر مجھے افسوس ہوا کہ میں ایسے وقت اس کے پاس کیوں نہ پہنچ سکا یا یہ کہ اس کی طرف دھیان کیوں نہیں دیا۔ اس کا دماغ بتا رہا تھا کہ جب وہ بیمار پڑتی ہے اور دماغی طور پر کمزور ہوتی ہے تو اس کے بچے کو اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ اس ڈر سے کہ کہیں فرہاد دماغ میں آکر بچے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور اس کی کمزوری ہمیشہ کے لیے مٹا سکتا ہے۔

مجھے یہ باتیں معلوم کر کے شیبا پر ترس آرہا تھا، اس سے ہمدردی بھی ہو رہی تھی۔ بس ذرا غلط فہمی ہو گئی تھی۔ وہ نادانستگی میں دشمنی کر رہی تھی۔ اب بھی میں اس کو ہمدردی اور محبت سے مخاطب کرتا تو وہ سانس روک لیتی۔ بعض حالات میں محبت نقصان پہنچاتی ہے۔ بیوی اگر بیمار یا زخمی ہو تو ایک سنگدل ڈاکٹر بن کر اس کا آپریشن کرنا ہوتا ہے۔

اور میں آپریشن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے آس پاس کے ماحول کو سمجھ رہا تھا۔ اب وہ اس محل میں نہیں تھی جہاں اسے پہلے رکھا گیا تھا۔ چونکہ میں وہاں سے فرار ہو گیا تھا اس لیے انھیں اندیشہ تھا، میں اس ماحول کو سمجھتے ہوئے شیبا کو نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ بہرحال وہ کسی دوسری جگہ تھی۔ اس وقت اپنے بیڈروم میں بستر کے سرے پر بیٹھی تھی۔ سرہانے والی میز پر پھلوں کی ٹرے رکھی تھی اور پھل کاٹنے کے لیے چاقو بھی رکھا تھا۔ یعنی بستر بھی تھا، مریضہ بھی اور آپریشن کے لیے چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔

میں نے اللہ کا نام لیا۔ پھر اس کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے یکبارگی چیخ نکلی۔ وہ سنبھلنا چاہتی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کا ایک ہاتھ چاقو کی طرف بڑھایا۔ چاقو کا دستہ ہاتھ میں آیا۔ وہ سنبھلنے کی اور سانس روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے دوسرا زبردست جھٹکا پہنچایا۔ جسم کو تکلیف پہنچے تو انسان کسی حد تک برداشت کر لیتا ہے۔ دماغ کو تکلیف پہنچے تو برداشت نہیں ہوتا۔ کیونکہ دماغ جتنا مضبوط ہوتا ہے، اتنا کمزور بھی ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کہ وہ پھر سنبھلنے کی کوشش کرتی، میں نے اس کے ہاتھ سے چاقو کی نوک اسی کے ایک بازو پر رکھی۔ اسے بازو میں پیوست کیا۔ پھر اوپر سے نیچے تک گوشت کو چیر دیا۔ لہو کی دھار بہنے لگی۔ اس کا بازو شانے سے کہنی تک زخمی ہو چکا تھا۔

جوجو گھبرا کر پوچھ رہی تھی۔ "ممی! ممی! آپ کو کیا ہو گیا۔ یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ خود کو زخمی کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی۔ "جوجو! تم جاؤ، میں ابھی تمھارے پاس آؤں گی۔"

جوجو چلی گئی۔ اس کی چیخیں سن کر بیڈروم کا دروازہ کھل گیا تھا۔ دو مسلح سپاہی وہاں کی ایک انچارج عورت کے ساتھ بیڈروم میں آئے۔ انچارج عورت نے پریشان ہو کر اس کے بازو کو دیکھا۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا اور اس کا لباس تر ہو رہا تھا۔ وہ ایک مسلح سپاہی سے بولی۔ "جاؤ، فوراً ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔"

ادھر شیبا تکلیف برداشت کرتے ہوئے کراہتے ہوئے اپنے دماغ میں بول رہی تھی۔ "جوجو! کیا تم جا چکی ہو؟"

اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ دماغ میں سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ورنہ میں تو اس کے دماغ میں بدستور موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ کمزوری کے باعث تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں پہلے ہی تمھیں وارننگ دے چکا تھا، حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ میں تمھیں نقصان پہنچا سکتا ہوں اور تمھاری اولاد کو بھی معاف نہیں کر سکتا۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! میں مانتی ہوں، میں تنویمی عمل کے زیر اثر ہوں۔ بے اختیار تم لوگوں کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتی ہی رہتی ہوں۔"

"تم کچھ نہ کچھ نہیں کرتیں، بہت کچھ کرتی ہو۔ تم نے ہمارے پارس کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ پتا نہیں وہ کن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اب جوجو کو اداسے سے نکال کر بھٹکانا چاہتی تھیں۔ میں دیکھوں گا تم کب تک تنویمی عمل کے زیر اثر رہتی ہو۔ آج میں نے تمھارے دماغ کو کمزور کر کے اپنے لیے راستہ بنا لیا ہے۔ اس عامل سے کہو اب تم پر عمل کرے۔ میں موجودہ اثرات کو رفتہ رفتہ ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ مجھے زخمی کر دیا۔ اب ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ تم میرے دماغ میں آرہے ہو اور ان کا طلسم ٹوٹنے والا ہے تو ایسے میں وہ میرے بچے کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"تمھارا بچہ میرا بھی ہے۔ وہ اس کے ذریعے مجھے کمزور بنائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ بچے کو تم سے جدا کر دیں گے۔"

"میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکوں گی۔"

"میں بھی پارس کی جدائی برداشت کر رہا ہوں۔ ایسے حالات میں سب کچھ برداشت کرنا سیکھو۔"

میں نے رسونتی اور آرمر کو مخاطب کیا۔ انھیں خوشخبری سنائی کہ شیبا کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔ میں نے اسے زخمی کر دیا ہے، اب وہ ہمارا راستہ نہیں روک سکے گی۔ لہٰذا ہم تینوں کو باری باری اس کے دماغ میں جاتے رہنا چاہیے تاکہ کوئی عامل اس پر آئندہ اثر انداز نہ ہو سکے۔

پھر میں نے رسونتی کو خاص طور پر سمجھایا۔ "تم اس کے پاس جاؤ اور بہن جیسا سلوک کرو۔ اسے محبت سے سمجھاؤ۔ ہم اب بھی اس کے اپنے ہیں اور اس کے بیٹے کو ہر حال میں وہاں سے صحیح سلامت نکال لائیں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "میرا خیال ہے اس کا دماغ صرف حساس نہیں رہا۔ وہ ہمیں محسوس نہیں کرے گی۔ ورنہ تنویمی عمل کا اثر اب بھی ہوگا۔"

"بے شک ہے۔ ہم اس کے دماغ میں باری باری موجود رہیں گے اور رفتہ رفتہ اس اثر کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

وہ میرے ساتھ شیبا کے دماغ میں آئی۔ میں نے معلوم کیا، وہ کون سے کوڈ ورڈز استعمال کر کے پارس کے دماغ میں جایا کرتی تھی۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ پندرہ سیکنڈ کے بعد پھر اس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا، میں نے کہا۔ "مائی سن! اے شائننگ سن۔ میں تمھاری ممی شیبا بول رہی

اس نے سانس روک لی۔ میں پھر باہر چلا آیا۔ اگر میں چاہتا تو اسی طرح وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں جاتا تو وہ سانس روکتے روکتے پریشان ہو جاتا۔ بالآخر مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی، لیکن تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہنے کے باعث اسے ذہنی کوفت ہوتی، پتا نہیں اس پر کیسا عمل کیا گیا تھا۔ وہ دماغی مریض بھی بن سکتا تھا۔ للٰہذا میں اپنے بیٹے کے لیے ایسا کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو شیبا کے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "چلو! ایک بات کا اطمینان ہوا کہ جوجو کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے ادارے سے نکالا نہیں جا سکے گا۔ اب پارس تک پہنچنے کی ایک عمدہ ترکیب ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک ڈمی جوجو تیار کی جائے۔ ہو بہو اس کی نقل ہو۔ اسی کی طرح بولتی ہو، اسی کی طرح شرارتیں کرتی ہو۔ سپر ماسٹر کے کمپیوٹرمین اور وہ عورت جو پارس کو لے گئی ہے۔ انھیں یہ نہیں معلوم کہ ہم شیبا کے دماغ تک پہنچ گئے ہیں۔ جب ڈمی جوجو ادارے سے باہر آئے گی تو سب یہی سمجھیں گے کہ شیبا اب پارس تک پہنچنے کے لیے نئی چال چل رہی ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کی اس عمدہ ترکیب پر غور کیا تو بات کچھ بنتی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔ وہ عورت جو پارس کو لے گئی ہے یقیناً وہ جوجو کے لیے بھی فکر مند ہو گی، کیونکہ پارس اس کے لیے تڑپ رہا ہو گا۔ اسے یاد کرتا اور اس عورت سے جوجو کا مطالبہ کرتا ہو گا۔

یہ ایک اہم سوال تھا کہ آخر وہ عورت پارس میں کیوں دلچسپی لے رہی ہے؟ کیوں اسے اپنے ساتھ لے گئی ہے؟ ظاہر ہے ابھی ٹرانسفارمر مشین کے دیوانے تھے۔ اگر اس عورت کے پاس جوجو بھی پہنچ جاتی تو ٹرانسفارمر مشین والے اس سے دلچسپی لیتے اور اس سے سودا طے کرتے۔

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "اسے یہ کیسے یقین آئے گا کہ مشین والے اس سے دھوکا نہیں کریں گے؟ پتا نہیں وہ کتنی چالاکی اور دلیری سے پارس کو یہودیوں سے چھین کر لائی ہے۔ ایسی عورت نادان نہیں ہو گی۔ وہ جانتی ہے کہ مشین سپر ماسٹر کے پاس ہے۔ وہ جوجو کو حوالے کرنے کے لیے کسی سپر طاقت سے رقم کا مطالبہ تو کر سکتی ہے لیکن اپنی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی کہ سپر طاقت اسے اس مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھائے گی۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ عورت لالچی ہے، سپر ماسٹر سے بڑی رقم حاصل کرنے کے لیے پارس کو یہاں سے لے جا رہی ہے؟"

"دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں، یا تو وہ عورت واقعی لالچی ہے یا پھر لالچی نہیں ہے۔ بہت چالاک، بہت ذہین اور بہت باصلاحیت ہے۔

اور یہ سلارا ہے جو اپنے بھائی جارج فری مین کے ساتھ یقیناً ٹرانسفارمر مشین بنانے میں کامیاب ہو چکی ہے اور اب اسے جوجو کی ضرورت ہے۔"

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ مجھ پر پے در پے نئی مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں۔ مصروفیات کا سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آتا تھا۔ میں اس دوران میں سلارا کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کا نام لے کر چونکا دیا تھا۔

یہ بات ملنے والی تھی۔ سلارا اور جارج فری مین کے پاس مشین کا مکمل نقشہ تھا۔ پوری تفصیلات تھیں۔ پھر ان کے پاس ماہر میکینک تھا۔ اس طویل عرصے میں انھیں مشین کے سلسلے میں کامیابی ہو سکتی تھی۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "تمھارا اندازہ درست ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے پارس کو حاصل کرنے والے سلارا اور جارج فری مین ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری دنیا میں ایک نہیں دو مشینیں ہیں۔ پہلے ہی ایک مشین نے کیا کم فسادات برپا کیے تھے کہ اب ایک اور کا اضافہ ہو چکا ہے۔"

"اگر دوسری مشین تیار ہو چکی ہے تو ان بہن بھائی کی ذہانت کی داد دینا چاہیے۔ انھوں نے ذرا شیخی نہیں بگھاری۔ اس سلسلے میں کسی کو بھی کسی کو شبہ نہیں ہونے دیا۔ چپ چاپ کام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اب انھیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت پیش آئی ہے تو مجبوراً خود کو ظاہر کرنے والے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "ظاہر کہاں کر رہے ہیں۔ اب بھی خود کو چھپا رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ دوسری مشین بھی تیار ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے بھی پارس کئی بار اغوا ہو چکا ہے۔ جب تک وہ بہن بھائی جوجو کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس وقت تک ایک مشین کا اضافہ غیر یقینی ہے۔ ہم پارس کے اغوا کے سلسلے میں سلارا اور جارج فری مین کو الزام نہیں دے سکتے۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں، جوجو کی ڈمی ادارے سے نکالو۔ آپ ہی آپ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

ہم نے ایک عرصے سے یہ منصوبہ بندی کی ہوئی تھی۔ میری جتنی ساتھی عورتیں ہیں، ان سب کی ڈمی تیار کی جاتی تھی۔ ادارے کے کتنے ہی طلبا و طالبات کو ہماری نقل کرنے میں مہارت حاصل تھی۔ وہ بالکل ہماری طرح چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، بولتے تھے۔ سونیا، رسونتی، شیبا، اعلیٰ بی بی اور لوبی وغیرہ کی نقل کرنے والی لڑکیاں اتنی ذہین بھی تھیں کہ کسی آزمائشی موقع پر اپنی ذہانت کا بھرپور اظہار کر کے خود کو سونیا یا اعلیٰ بی بی وغیرہ ثابت کر سکتی تھیں۔ کسی سے مقابلے کا موقع آتا تو لوبی کے انداز میں جمناسٹک کے کرتب دکھانے کی کوشش کرتی تھیں اور بڑی حد تک کامیاب رہتی تھیں۔ پارس اوّل اور دوم کی نقل کرنے والے بھی کئی بچے

تھے جن میں ماسٹر بلو سرِ فہرست تھا۔ اسی لیے ہم پہلے اسی سے کام لے رہے تھے۔ اسی طرح جوجو کی نقل کرنے والی بھی چار لڑکیاں تھیں جن میں سے اب کسی ایک کا انتخاب کیا جا رہا تھا۔

پیرس شہر کے تمام راستوں اور گلی کوچوں میں ہونے والی چیکنگ دن بہ دن سخت ہوتی جا رہی تھی۔ عوام کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے کہ آخر یہ سختیاں کب تک جاری رہیں گی۔ ان کے بچے اسکول نہیں جا سکتے، پارکوں میں کھیل نہیں سکتے، اپنی پسند کی شاپنگ کے لیے بازار نہیں جا سکتے۔ بیمار ہوتے ہیں تو اسپتال پہنچانے کے لیے پولیس سے رابطہ قائم کرنا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں رابطہ قائم ہونے تک کوئی مریض بچہ چل بستا ہے۔

میں نے وہاں کے ذمّے دار افسران سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "یہ عوام پر زیادتی ہے۔ بچوں پر ظلم ہے۔ میرے ایک بچے کے لیے تمام بچوں کو تکالیف میں مبتلا نہیں کیا جا سکتا۔ للٰہذا اعلان کر دیجیے کہ مزید چوبیس گھنٹے تک پابندی رہے گی۔ اس کے بعد تمام پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔"

ان افسران نے وعدہ کیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر وہ ضرور پارس اوّل کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ لیکن ایک گھنٹے کے اندر ہی ایک اعلیٰ افسر نے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "جناب فرہاد صاحب! ابھی کسی گمنام شخص نے ہمیں فون پر کہا ہے کہ آپ پارس سے دماغی رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں رابطہ قائم کر کے دیکھتا ہوں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کی تو پارس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے پوچھا۔ "ہیلو! کیا آپ میرے پاپا ہیں؟"

"ہاں بیٹے، میں تمھارا باپ ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ نہ بھی ہوتے تو ملما ہوتیں یا انکل آرمر ہوتے یا پھر جوجو ہوتی۔ آپ چار خیال خوانی کرنے والوں کے لیے میرا دماغ کھلا ہوا ہے۔ البتہ شیبا ممی کی طرف سے خطرہ ہے۔ آپ فوراً ہی ضروری گفتگو کر کے چلے جائیں۔"

"تم کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم مجھ سے رابطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ کیا تم واپس نہیں آنا چاہتے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ بڑے چالاک ہیں۔ مجھ سے گفتگو کرتے جا رہے ہیں اور دماغ کی تہ میں اتر کر معلوم کرتے جا رہے ہیں۔ میں اس وقت کہاں ہوں، کن لوگوں کے پاس ہوں اور میرے آس پاس ایسا کون ہے جس کے پاس پہنچ کر آپ مسلسل میری نگرانی کر سکیں۔"

"بیٹے! ہم نے خیال خوانی کے ذریعے تمھیں ذہین اور حاضر دماغ اور چالاک بنایا ہے۔ اگر یہ چالاکی ہمارے خلاف استعمال ہو گی تو بڑا دکھ ہو گا۔"

"پاپا! مجھے افسوس ہے۔ جیسا کہ شیبا ممی نے بیان دیا تھا، وہ کسی کے زیرِ اثر ہیں سو یہی بیان میرا بھی سمجھ لیجیے۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ آپ کو فی الحال اس لیے بلایا ہے کہ آپ مجھے لندن شہر میں دیکھ لیں اور یقین کر لیں کہ میں پیرس سے نکل چکا ہوں۔ یہاں آپ پابندیاں عائد نہیں کر سکیں گے۔ میں جلد ہی یہاں سے پرواز کر کے امریکا پہنچنے والا ہے۔"

"تمھارے ساتھ کون ہے؟"

"میرے ساتھ میرا خدا ہے۔"

"خدا سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ بتاؤ اور کون کون ہے؟"

"جوجو کی یادیں ہیں۔ پاپا! میں ایک دن آپ کے پاس واپس ضرور آؤں گا۔ کیا اس یقین کے ساتھ جوجو کو میرے پاس نہیں بھیج سکتے؟"

"جب کہو بھیج دوں گا۔ مگر کہاں؟"

"آپ پھر چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ میں پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"پھر میں جوجو کو کہاں بھیجوں؟"

"میں جس شہر میں کہوں گا، آپ اسے پہنچا کر آزاد چھوڑ دیں۔ وہ گھومتی پھرتی رہے گی اور کسی وقت میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اس سلسلے میں آپ سے گزارش ہے کہ کوئی گھسی پٹی چال نہ چلیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ میری جوجو ہی میرے پاس آنا چاہیے، کوئی ڈمی نہیں۔ میں ادارے میں رہ کر چار طالبات کو جوجو کی نقالی کرتے دیکھ چکا ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی طالبہ جوجو بن کر آئے گی تو میں پہچان لوں گا۔"

"جب پہچان لو گے، تب الزام دینا۔ میں تو تمھاری جوجو کو ہی روانہ کروں گا۔"

"کیا آپ اسے خیال خوانی سے روک رہے ہیں۔ اگر نہیں تو اس سے کہیے، میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ مجھ سے آ کر بات کرے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ ہم نے اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں۔ وہ کسی سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکے گی۔"

"پھر میں کیسے پہچانوں گا کہ میرے پاس آنے والی اصلی ہے یا ڈمی؟"

"ابھی تم دعویٰ کر رہے تھے کہ ادارے میں رہ کر تم نے چار طالبات کو دیکھا ہے جنھیں تم ہر حال میں پہچان لو گے۔"

"آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ پلیز پاپا! اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں

بحال کر دیں۔"

"پلیز بیٹے! ایسی التجا نہ کرو جس سے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہوں۔ اگر ہم جوجو کو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ روانہ کریں گے تو تمھیں اغوا کرنے والے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کر لیں گے اور یہ ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ ابھی جو لوگ تمھارے آس پاس ہیں، ان سے کہہ دو کہ ان کی چال کے مطابق جوجو ضرور ان کے پاس آئے گی، لیکن کھوٹا سکہ بن کر اور بیٹے تمھارے لیے تو جوجو جیسی بھی ہو، کبھی کھوٹا سکہ نہیں ہوگی۔ تم اسے ہر حال میں دوست رکھو گے۔"

"اچھی بات ہے پاپا! مجھے ہر حال میں جوجو چاہیے، شاید بارہ گھنٹے بعد آپ کو اطلاع ملے گی کہ جوجو کو کس شہر میں پہنچانا ہے۔"

"میں تمھارے ذریعے ان لوگوں کو سمجھانا چاہتا ہوں جو تمھیں ساتھ لے جا رہے ہیں۔ جوجو امریکا پہنچے گی تو سُپر ماسٹر بھی اسے حاصل کرنا چاہے گا۔ تمھیں اغوا کرنے والے اتنی بڑی طاقت سے ٹکرانے کی نادانی کریں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں جب آپ سُپر ماسٹر سے ٹکرا سکتے ہیں تو آپ کا بیٹا کیا اپنی جوجو کے لیے نہیں ٹکرائے گا۔ جوجو آپ کا، سُپر ماسٹر کا یا مجھے اغوا کرنے والوں کا مسئلہ نہیں ہے، وہ میری دوست ہے اور میں دوستی نبھانا جانتا ہوں۔ خدا حافظ۔"

"ٹھہرو۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"سوری پاپا! آئندہ میرے دماغ کے دروازے ہمیشہ بند ملیں گے۔ سوفار۔"

"میں نے جلدی سے کہا۔ "پھر میں جوجو کو نہیں بھیجوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے۔"

وہ سانس روکتے رہ گیا۔ کوئی اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ کاغذ پر لکھ رہی تھی اور پارس اسے پڑھ رہا تھا۔ اس کے مطابق اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے، آپ بارہ گھنٹے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔ خدا حافظ۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں نے فوراً ہی لندن میں اپنے چند خاص ایجنٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "پارس اوّل لندن میں ہے۔ ابھی وہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔ چونکہ سفر طویل ہے۔ وہ امریکا جا رہا ہے۔ اس لیے ایک اندازے کے مطابق وہ کسی چارٹرڈ طیارے میں ہی جائے گا۔"

میرا حکم سنتے ہی وہ تمام ایجنٹ اپنے ماتحتوں سے رابطہ قائم کرتے ہوئے انھیں پارس کو تلاش کرنے کی ہدایات دے رہے تھے۔

ایک ایجنٹ نے پوچھا۔ "جناب! پارس بابا کا موجودہ حلیہ بتائیے؟"

"نوٹ کرو۔ عمر سولہ برس، قد پونے چھ فٹ، کسرتی جسم کا مالک ہے۔ ہمارا خیال تھا اسے اغوا کرنے والے کسی ... کے روپ میں لے جائیں گے لیکن ابھی وہ ایک بوڑھے کے روپ میں ہے۔ اس کی آنکھوں کی شوخی اور شرارت کو ... لیے کنٹیکٹ لینس لگائے گئے ہیں۔ آنکھوں کے گرد ایسا ... کیا گیا ہے جیسے عمر کی زیادتی سے حلقے پڑ گئے ہوں۔ ... جھرّیاں پیدا کی گئی ہیں۔ یہ سب ہلکی پلاسٹک سرجری کے ذریعے ... گیا ہے۔ مونچھیں بھری بھری ہیں۔ چہرے پر چھوٹی سی ... وہ ہاتھ میں چھڑی لے کر چلتا ہے۔ چھڑی کا دستہ سفید ہاتھی دانت کا ہے۔"

ایجنٹ نے پوچھا۔ "جناب! اس کے آس پاس رہنے ... کی کوئی خاص پہچان؟"

میں نے کہا۔ "ذرا ٹھہرو، ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے ماسٹر بیلو سے رابطہ قائم کر کے پوچھا۔ "بیٹے! وہ عورت سونیا آنٹی کے روپ میں آئی تھی تو کیا تمھیں ساتھ لے جاتے وقت اس نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"جی ہاں، میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئی تھی۔"

"اس نے کس ہاتھ سے تمھیں پکڑا تھا؟"

"انھوں نے مجھے بائیں ہاتھ سے پکڑا تھا۔"

"بس بیٹے، یہی پوچھنا تھا۔ آرام کرو۔"

میں نے ایجنٹ کے پاس آ کر کہا۔ "پارس اوّل کے ساتھ جو عورت ہے، وہ ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتی ہے، لکھتی بھی بائیں ہاتھ سے ہے۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب میں نے پارس سے کہا کہ جوجو کو اس وقت تک نہیں بھیجوں گا جب تک وہ آئندہ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرے گا۔ تب اس کے سامنے بیٹھی ہوئی عورت ایک کاغذ پر بائیں ہاتھ سے لکھا تھا کہ آئندہ بارہ گھنٹے بعد ہم بیٹے سے رابطہ قائم کر سکوں گا۔

یہی بات میں نے پیرس کے ذمے دار افسران سے کہی۔ انھوں نے کہا۔ "ہمارے جاسوس لندن میں ہیں۔ ہم انھیں ہدایات دے رہے ہیں۔ ایسی عورت کا محاسبہ کیا جائے جو بائیں ہاتھ سے کام کرتی ہو اور پارس بابا کا حلیہ بھی سب کو بتایا جائے۔"

انھوں نے پیرس شہر میں عائد کردہ تمام پابندیاں اٹھا ... لندن میں اپنے جاسوسوں کو پارس اور اس کے ساتھ رہنے ... عورت کے متعلق تفصیلات بتلانے لگے۔ میں نے جناب ... رسونتی اور آرمر وغیرہ کو بھی اس کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ ایک ہفتے کے دوران شیبا کے بازو کا زخم بھرنے لگا تھا اور آرمر باری باری اس کے دماغ میں موجود رہتے تھے ... دماغ کو کمزور بناتے جاتے تھے۔ اس ایک ہفتے میں انھوں نے ... یکبارگی اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ عمل شیبا کو معمولہ بنانے کے لیے نہیں بلکہ پہلے تنویمی عمل کے اثرات مٹانے کے لیے تھا۔

وہ رفتہ رفتہ نارمل ہو رہی تھی۔ کبھی میں، کبھی رسونتی اور کبھی آرمر اس کے دماغ میں رہ کر سمجھاتے رہتے تھے کہ کس طرح اپنے عامل اور اپنے یہودی اکابرین کے سامنے خود کو ابنارمل ظاہر کرنا ہے اور یہی تاثر دیتے رہنا ہے کہ وہ ابھی تک تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ اس نے اپنی ڈائری میں جو کچھ لکھا تھا، وہ ہم تک نہ پہنچ سکا، لیکن نارمل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتی جا رہی تھی اور ہمیں خوشی ہوتی تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی تنویمی عمل کے اثر سے نکلتی تھی تو ہماری ہی دوست اور وفادار رہتی تھی۔

مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ میں نے اسے آن کیا۔ لندن کے ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "جناب! میرے پاس فوراً آئیے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنا ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ کر باتھ روم سے نکل رہا تھا اور ائیر پورٹ کی عمارت کے ایک حصے سے گزرتے ہوئے سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "میں نے ابھی ایک بوڑھے کو دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے اور چھڑی کا دستہ سفید ہاتھی دانت کا ہے۔ اس کا حلیہ بالکل وہی ہے، جیسا کہ آپ نے بتایا ہے۔"

وہ چلتے چلتے ویٹنگ روم میں آیا۔ جہاں بہت سے مسافر اپنے اپنے طیارے میں جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اس کے ذریعے دور ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے بوڑھے کو دیکھا۔ اسے شناخت کرنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ پارس اوّل کے دماغ پر دستک دی تو صوفے پر بیٹھا ہوا بوڑھا ایک دم سے چونک گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بیٹھے بیٹھے سانس روک لی ہو۔ میں نے اس ایجنٹ سے پوچھا۔ "تمھارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"جناب! تین آدمی ہیں۔ وہ اسی ویٹنگ ہال میں دور ہی دور سے نگرانی کر رہے ہیں۔"

میں دوسرے ایجنٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہا۔ "فوراً معلوم کرو، یہاں سے کتنے چارٹرڈ طیارے جا رہے ہیں۔ اور ان کی روانگی کے اوقات کیا ہیں؟ اور ان میں جانے والوں کے نام کیا ہیں؟"

پھر میں باری باری دوسرے ایجنٹوں کے پاس پہنچ کر انھیں سمجھاتا رہا۔ "پارس کو دور ہی دور سے دیکھتے رہو۔ شبہ ظاہر نہ ہونے دو، اگر کوئی ایسا موقع آئے کہ وہ بالکل ہاتھ سے نکلنے لگے اور یقین ہو جائے کہ دشمن کامیاب ہو جائیں گے تو میرے بیٹے کو زخمی کر دینا۔"

ایک نے کہا۔ "جناب! یہ ہم سے کیسے ہوگا؟"

"جو حکم دے رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ میں باپ ہوں۔ اسے جان سے مارنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس حد تک زخمی کرو کہ وہ تکلیف میں مبتلا رہے، لیکن زخم زیادہ گہرا نہ ہو۔"

میں نے پیرس کے اعلیٰ افسران سے کہا۔ "لندن کے سراغ رسانوں سے فوراً رابطہ قائم کریں۔ انھیں ہدایات دیں کہ ہیتھرو ائیر پورٹ کے اس حصے میں جائیں جہاں چارٹرڈ طیارے والے مسافر ویٹنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں پارس ایک بوڑھے کے میک اپ میں موجود ہے۔ اسے اتنی احتیاط سے گھیرے میں لیا جائے کہ دشمن اسے ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر نقصان نہ پہنچا سکیں اور وہ بہ خیریت ہمارے پاس چلا آئے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ابھی انھیں ہدایات دیتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ وہ بہ خیریت ہمارے پاس آئے گا۔"

میں نے آرمر سے کہا۔ "تم شیبا کے دماغ میں موجود رہو، رسونتی دوسری جگہ مصروف رہے گی۔"

پھر میں نے رسونتی کو اپنے لندن کے ایجنٹوں کے پاس پہنچایا۔ لیکن جب تک میں خیال خوانی کے ذریعے انتظامات میں مصروف رہا، اتنی دیر میں بازی پلٹ گئی۔ جو ایجنٹ پارس کی نگرانی کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے بتایا۔ "جناب! یہاں کے پولیس والے آئے تھے۔ ایک پولیس والے نے پارس بابا سے پوچھا تھا۔ کیا آپ ہی پروفیسر لونزا ہارورڈ ہیں؟"

پارس بابا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں، میں ہی پروفیسر ہوں۔ فرمائیے؟"

پولیس آفیسر نے ریوالور نکال کر کہا۔ "ہمیں افسوس ہے۔ ہم آپ کو گرفتار کر رہے ہیں۔ آپ کے سامان سے اسمگلنگ کا مال برآمد ہوا ہے۔ آپ خود چل کر دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی وہ پولیس والے تھے؟"

جی ہاں جناب! ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے لگیج ہال کی طرف آئے ہیں۔ ہال کے قریب ہی کسٹم آفیسر کا دفتر ہے۔ پارس بابا کو وہیں لے جایا گیا ہے۔ ہم دفتر کے باہر کھڑے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا اس دفتر کا دوسرا دروازہ نہیں ہوگا؟"

"بے شک، دوسرا دروازہ ہے لیکن وہاں سے عام آدمیوں کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن پولیس والے اسمگلنگ کے الزام میں اسے گرفتار کر

کے اسی راستے سے جا سکتے ہیں۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارے دوسرے آدمی اس مقام پر موجود ہیں، جہاں سے پچھلے دروازے سے گزرنے کے بعد پارس بابا کو کسی گاڑی میں بٹھایا جائے گا۔"

"شاباش، آگے بڑھ کر اس سپاہی سے بات کرو جو دفتر کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ سپاہی کے پاس جا کر دفتر کے اندر جانے کی اجازت مانگی تو سپاہی نے کہا۔ "سوری، ابھی اجازت نہیں مل سکتی۔"

اس کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ خود سپاہی کو اندر لے گیا۔ کسٹم کے ایک آفیسر نے اس سے پوچھا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"سر! ایک شخص یہاں آنا چاہتا ہے۔"

"ابھی کسی کو اجازت نہیں مل سکتی۔ باہر جاؤ، کسی کو اندر نہ آنے دو۔"

سپاہی باہر گیا۔ میں اس افسر کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے اور پارس کے درمیان ایک میز پر بیگ کھلا ہوا تھا۔ افسر اپنی ہتھیلی پر چند جگمگاتے ہوئے ہیرے دکھا رہا تھا۔ اور پوچھ رہا تھا ـــ "پروفیسر یونز اہارورڈ! کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ یہ بیگ تمھارا نہیں ہے؟"

پارس نے کہا۔ "میں حیران ہوں۔ بیگ تو میرا ہی ہے لیکن یہ مال میرا نہیں ہے۔"

"سوری پروفیسر! ہر مجرم پکڑے جانے کے بعد یہی کہتا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ آیئے۔"

افسر نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ دو سپاہی پارس کے اطراف آ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر افسر کے پیچھے چلتے ہوئے دوسرے دروازے سے گزرتے ہوئے ایک کوریڈور میں پہنچ گئے۔ اس افسر کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ پروفیسر کو قیدیوں کی ایک گاڑی میں لے جا کر بٹھانے والا ہے۔ جب تک مخصوص وقت پر چارٹرڈ طیارے روانہ نہیں ہو جاتے، تب تک وہ قیدیوں کی گاڑی وہاں کھڑی رہتی ہے۔ تاکہ اس دوران اسمگلنگ کرنے والے جتنے بھی پکڑے جائیں انھیں ایک ساتھ اس میں بٹھا کر لاک اپ تک پہنچایا جا سکے۔ میں اس افسر کے ذریعے پارس کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اسے بھی یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ہیرے اس کے بیگ میں کیسے آ گئے؟

میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پھر کوشش کی۔ پھر اس نے سانس روک لی۔ وہ اس نامعلوم عورت کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر تھا۔ جب اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ بارہ گھنٹے بعد ہی میں اس کے دماغ میں آ کر بات کر سکوں گا تو وہ اس سے پہلے مجھے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

اعلیٰ بی بی' دانیٔ' ایم سی اے کا کمرہ چھوڑ کر میرے پاس آ گئی تھی۔ اس نے موجودہ صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! اس عورت کو ہماری نگرانی کا شبہ ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ پارس کو وہاں سے نکالنے کے لیے یہ چال چل رہی ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، سامان طیارے میں جانے سے پہلے ہی اچھی طرح چیک کر لیا جاتا ہے۔ جب پارس کا بیگ چیک کیا گیا تو اس میں سے ہیرے برآمد نہیں ہوئے تھے۔ پھر ہمارے بیٹے کے لیے لاکھ دو لاکھ کے ہیرے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ اس عورت کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ کسی طرح لگیج ہال میں وہ ہیرے اس کے بیگ میں پہنچائے جائیں اور اسے گرفتار کر کے راستہ بدل دیا جائے ورنہ ہم اسے ایئرپورٹ سے نکال لے جائیں گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کی باتیں سننے کے بعد پھر اپنے ایجنٹوں سے رابطہ قائم کیا۔ یہ اطمینان ہوا کہ میرے دو ایجنٹ اس گاڑی پر قبضہ جما چکے تھے۔ ایک نے ڈرائیور کی جگہ لے لی تھی۔ ان کا کہنا تھا جیسے ہی پارس کو گاڑی کے اندر بٹھایا جائے گا، وہ اسے لے کر فرار ہو جائیں گے۔

اُدھر وہ افسر پارس کو لے کر کوریڈور کے آخری سرے میں آیا۔ جہاں دوسرا افسر میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ قیدی کو گاڑی میں بٹھانے سے پہلے اس کا نام پتا اور وقت لکھا جا رہا تھا۔ پھر انھیں اس کوریڈور سے گزرنے کی اجازت مل گئی۔ وہ وہاں سے نکل کر دوسرے کوریڈور میں مڑ گئے۔ اُدھر سے صرف پولیس والے اور کسٹم والے ہی گزرتے تھے۔ اس لیے راہداری ویران سی تھی۔ دوسری طرف سے ایک پولیس افسر آ رہا تھا۔ اس نے اچانک ایک سائلنسر لگا ہوا ریوالور نکالا اور پھر گولی چلا دی۔ پارس کو لے جانے والا آفیسر لڑکھڑایا۔ پھر کوریڈور کی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی، میری سوچ کی لہریں یکبارگی واپس آ گئیں۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ یعنی وہ افسر مر چکا تھا۔

میں نے پھر خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس افسر کے پاس پہنچا جو کوریڈور کے آخری سرے پر بیٹھا قیدیوں کا نام پتا اور قیدیوں کی روانگی کا وقت لکھتا تھا۔ میں نے ایک دم سے اسے اٹھایا۔ اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا۔ پھر اسے تیزی سے دوڑاتا ہوا اسی کوریڈور میں لے گیا۔ سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے فائر کرنے والا نقلی آفیسر وہاں موجود تھا۔ پارس کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ ایک افسر کو اُدھر آتے دیکھ کر اس نے نشانہ بنایا اس سے پہلے ہی میں نے اپنے معمول آفیسر کے ذریعے گولی چلائی تھی۔ ٹھائیں کی آواز دور تک گونجتی ہوئی گئی۔ اس افسر

کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ ہوا جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے تھے۔ پارس نے مُردہ افسر کے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر میرے معمول آفیسر کو نشانہ بنایا۔ میں نے اس کے ذریعے چیخ کر کہا۔ "نہیں بیٹے! خبردار، گولی نہ چلانا۔ میں تمھیں لینے آیا ہوں۔"

میں اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ میرا معمول لڑکھڑا کر گر پڑا۔ دو مسلح سپاہی جو پارس کے پیچھے چل رہے تھے، وہ اسی عورت سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ پارس کو پکڑ کر دوڑتے ہوئے، اس کوریڈور سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ میں اتنا ہی دیکھ پایا تھا۔ اس کے بعد اس آفیسر نے بھی دم توڑ دیا اور میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میرے بیٹے کو یہ سن کر ذرا بھی جھجک نہیں ہوئی تھی کہ آفیسر کے ذریعے میں بول رہا ہوں۔ اس پر گولی چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ پر گولی چلا رہا ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک احساس ہوتا ہے، وہ احساس تنویمی عمل کے ذریعے مر چکا تھا۔ اور وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

ایک لمحے کی تاخیر بھی پارس کو ہم سے نہ جانے کتنے عرصے کے لیے جدا کر دیتی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ قیدیوں کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایجنٹوں سے کہا۔ "فوراً یہاں سے نکلو، پارس کو پھر اغوا کیا جا رہا ہے، کیا تم لوگوں نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی؟"

"ہم نے دو بار آواز سنی ہے۔ ہر جگہ بھگدڑ سی مچی ہوئی ہے۔"

"تمھارے آس پاس جتنی گاڑیاں ہیں، ان سب پر نظر رکھو، پارس کو ان میں سے کسی گاڑی میں لے جایا جائے گا۔"

وہ پارکنگ ایریا میں دور دور تک نظر .... رکھ سکتے تھے۔ لیکن اسی وقت ایک گاڑی پارکنگ ایریا سے دور تیزی سے بھاگتی ہوئی دکھائی دی۔ کسٹم کے سپاہی اس گاڑی کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ لیکن وہ فائرنگ کی زد سے نکل چکی تھی۔ میرے دو ایجنٹوں نے دوڑ لگائی۔ قیدیوں کی گاڑی میں جا کر بیٹھے، اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تو پتا چلا، گاڑی کا پہیہ پنکچر ہو چکا ہے۔ یقیناً کسی نے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی ماری ہو گی اور پہیے کو بیکار کر دیا ہو گا۔

میں دوسرے ایجنٹ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ موٹر سائیکل تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ گاڑی اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی لیکن وہ سمجھ رہا تھا کہ ایئرپورٹ کے احاطے سے نکل کر مین روڈ تک پہنچتے پہنچتے وہ اس گاڑی تک پہنچ جائے گا۔

میں نے اس سے کہا۔ "اب تم ہی ایک آسرا رہ گئے ہو۔ کسی طرح بھی اس گاڑی کا پیچھا نہ چھوڑنا۔"

اس نے رفتار اور بڑھا دی۔ اس کے پیچھے کسٹم پولیس والوں کی گاڑیاں تیزی سے دوڑتی آ رہی تھیں، خطرے کا سائرن بجایا جا رہا تھا۔ یقیناً پولیس والے ٹرانسمیٹر کے ذریعے آگے جانے والی گاڑی کو روکنے کے سلسلے میں احکامات جاری کر رہے ہوں گے۔

وہ پانچ منٹ میں مین روڈ تک پہنچ گئے۔ وہ گاڑی بہت دور نظر آ رہی تھی۔ تعاقب کرنے والے اپنی رفتار بڑھاتے جا رہے تھے۔ میرا ایجنٹ سب سے آگے تھا۔ وہ ان سے پہلے ہی گاڑی کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ریوالور نکال کر گاڑی کی طرف فائرنگ کی۔ دو بار اس کا نشانہ چُوک گیا۔ تیسری بار پہیہ ایک دھماکے سے برسٹ ہو گیا۔ آگے جانے والی گاڑی اِدھر سے اُدھر ڈگمگائی۔ پھر رک گئی۔ سب سے پہلے میرا ایجنٹ وہاں پہنچا۔ اسے ایک عورت ڈرائیو کر رہی تھی۔ اندر اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے پوچھا۔ "پارس بابا کہاں ہے؟"

اس عورت نے غصّے سے پوچھا۔ "کون پارس بابا؟ میں کسی پارس کو نہیں جانتی۔ کیا تم نے ہی فائر کر کے میری گاڑی کا پہیہ بے کار کیا ہے، تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ تم کون ہو؟"

میں نے اس بولنے والی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ اتنی دیر میں تمام پولیس والے آ گئے تھے۔ انھوں نے گاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر ایک افسر نے اس عورت کو نشانے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ پروفیسر کو کہاں لے جا رہی ہو؟"

یہ کہتے ہوئے اس نے کار کے اندر جھانک کر دیکھا۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔ "جناب! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

اس عورت نے اپنی رسٹ واچ دیکھی، پھر ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی مسٹر فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے۔ اب میں انھیں آنے کی اجازت دیتی ہوں اور آپ لوگوں سے صاف صاف کہہ دوں کہ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ مجھے جو کہا گیا، میں نے اس پر عمل کیا۔ یہ کسی کسٹم آفیسر کی گاڑی وہاں کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ جیسے ہی ایک بوڑھا پروفیسر گاڑی میں آ کر بیٹھے گا، میں اسے تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی اس شاہراہ پر لے آؤں گی۔ پھر اس کی رفتار کو چند سیکنڈ کے لیے کم کر دوں گی۔ وہ بوڑھا پروفیسر اس گاڑی سے چھلانگ لگائے گا۔ میں پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے جاؤں گی۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ گرفتار کر لی جاؤں گی اور اب دیکھ رہی ہوں کہ گرفتار ہونے ہی والی ہوں۔"

میں اس کی باتوں کے دوران اس کی سوچ پڑھتا رہا۔

وہ درست کہہ رہی تھی۔ خود اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ پارس کی طرح تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھی۔ اسے جو حکم دیا گیا تھا، وہ اس پر عمل کرتی آئی تھی اور یہ عورت وہ نہیں تھی جو پیرس سے ہمارے بیٹے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

اس نے کار کی چابی نکال کر دائیں ہاتھ سے پولیس افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ رہی آپ کے بڑے افسر صاحب کی گاڑی کی چابی۔"

اس عورت نے دائیں ہاتھ سے چابی بڑھائی تھی۔ جبکہ پارس کے ساتھ رہنے والی عورت بائیں ہاتھ سے کام کرتی تھی۔ آخر وہ بائیں ہاتھ والی کون تھی؟ کم بخت ایسی زبردست چالیں چل رہی تھی کہ ہماری کامیابی ناکامی میں بدلتی جا رہی تھی۔ جو عورت گرفتار ہوئی تھی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس گاڑی سے باہر چھلانگ لگانے کے بعد کہاں گیا ہے یا اسے کون لے گیا ہے؟

یوں دیکھا جائے تو اس بائیں ہاتھ والی کا صرف دماغ کام کر رہا تھا ورنہ ایکشن میں تو ہمارا بیٹا تھا۔ وہی ہماری کامیابی کو ناکامی میں بدل رہا تھا۔ پہلی بار اس نے میرے معمول آفیسر کو گولی ماری تھی۔ دوسری بار میرا ایجنٹ اس کی کار کے قریب پہنچ رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی وہ جانے کب گاڑی کے باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔ ایجنٹ اسے دیکھ نہیں پایا تھا۔ اب میں دشمنوں سے کیا گلہ کرتا۔ میرا اپنا ہی بیٹا ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر جا چکا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے سر کو تھام کر کہا۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس نے بارہ گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے، دس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ بارہ گھنٹے پورے ہونے کے بعد بھی وہ بات نہیں کرے گا۔ وہ بائیں ہاتھ والی ایک بار بیٹے سے میرا رابطہ قائم کرا کے مصیبت اٹھا چکی ہے۔ آئندہ اور کوئی مصیبت مول لینا نہیں چاہے گی۔"

میرا خیال درست نکلا۔ بارہ گھنٹے پورے ہونے کے بعد میں نے پارس کو مخاطب کیا، تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے وقفے وقفے سے دو چار بار کوشش کی۔ ہر بار مایوسی ہوئی۔ میں بہت دیر تک سر تھامے سوچتا رہا، میرا بیٹا میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ اس کے پاس پہنچنے کے لیے مجھے امریکا جانا ہو گا یا جوجو کو چارے کے طور پر آگے بڑھانا ہو گا۔

سوچتے سوچتے پھر ایک تدبیر دماغ میں آئی۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا سے مشورہ لیا۔ انھوں نے بھی اس تدبیر کو پسند کیا۔ میں اس کے مطابق شیبا کے پاس آیا۔ اب وہ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔ میں نے کہا۔ "پارس بیٹے تک پہنچنے کا اب تم ہی ایک راستہ ہو۔"

"میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔ تم حکم دو۔"

"تم پارس کے دماغ میں جاتے ہی جوجو کا نام لو۔ وہ سانس نہیں روکے گا۔ پھر تم اسے یقین دلاؤ کہ تم اسے رسونتی سے زیادہ چاہتی ہو۔ اس کی دوستی اور محبت کا خیال کرتے ہوئے تم نے جوجو کو ادارے سے باہر نکال دیا ہے۔"

میں نے اسے ساری باتیں تفصیل سے سمجھا دیں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک آیا نے آکر کہا۔ "عامل صاحب تشریف لائے ہیں اور تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں پر تنویمی عمل کرنے والا ایک صوفے پر بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ قریب آکر اس کے سامنے دو زانو ہو گئی پھر اس کے ہاتھ کو چوم کر کھڑی ہو گئی، اُلٹے قدموں چلتے ہوئے پیچھے گئی پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ عامل اسے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمھارے بازو کا زخم کیسا ہے؟"

"یہ بھر چکا ہے۔"

"کیا اب بھی تکلیف ہوتی ہے؟"

"جی نہیں، اب آرام ہے۔"

"کیا تمھارا دماغ حساس ہے؟"

"جی ہاں، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہوں۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہوں؟"

"یہ بات یقین سے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ آپ بھی حساس ہیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتے ہیں، لیکن ہم آپ خوش فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ہم یہی سوچتے رہیں گے کہ کوئی ہمارے دماغ میں آئے گا تو ہم اسے تاڑ لیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آکر چلا جائے اور ہم اسے تاڑ نہ سکیں۔"

"میں اپنی توانائی کو خوب سمجھتا ہوں۔"

"اسی طرح مجھے بھی اپنی دماغی توانائی پر بھروسا ہے۔ اسی لیے کہہ رہی ہوں، میرا دماغ حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لوں گی۔ اس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے۔"

وہ پھر تھوڑی دیر تک گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "جب تمھارا بازو زخمی ہوا تھا، کیا فرہاد تمھارے پاس نہیں آیا تھا؟"

"اس کا جواب پہلے بھی دے چکی ہوں۔ وہ کئی بار میرے دماغ میں آ چکا ہے۔ صرف وہی نہیں، رسونتی اور آرمر بھی آتے

رہے ہیں۔"

"میں تمھارے سچ سے خوش ہو رہا ہوں۔ بولتی جاؤ، وہ کیوں آتے رہے۔ کیا کہتے رہے؟"

"فرہاد مجھے سمجھاتا رہتا ہے، میں اپنے بچے سے دور نہ رہوں۔ آپ لوگوں سے اس بات پر جھگڑا کروں کہ میں ماں ہوں۔ اس لیے بچہ میرے پاس رہا کرے گا۔"

"رسونتی کیوں آتی ہے؟"

"وہ فرہاد کی باتیں دُہراتی ہے مجھے یقین دلانے کی کوشش کرتی ہے کہ بچہ میرے پاس رہے گا تو وہ سب مل کر مجھے بچے کے ساتھ یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

عامل نے گھور کر پوچھا۔ "کیا اسی لیے تم بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟"

"یہ میرا حق ہے۔ فرہاد، رسونتی اور آرمر کے آنے سے پہلے بھی میں یہی کہتی رہی ہوں۔"

"آرمر کیوں آتا ہے؟"

"اسے اپنی بہن جوجو کی بڑی فکر ہے۔ وہ پارس اوّل کو بہت چاہتی ہے۔ اس کے بغیر روتی رہتی ہے۔ کھانا نہیں کھاتی۔ پارس کے پاس جانے کی ضد کرتی رہتی ہے۔ آرمر مجھ سے التجا کرتا ہے کہ میں پارس کا پتا بتا دوں یا جوجو کو اس کے پاس پہنچا دوں۔"

عامل نے کہا۔ "یہ بات قابلِ یقین نہیں ہے کہ ایک بھائی اپنی بہن کو اتنے محفوظ ادارے سے نکال کر پارس کے پاس پہنچانا چاہے گا، ضرور کوئی چال ہے۔"

شیبا نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ضرور کوئی چال ہو سکتی ہے لیکن میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پارس ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"کیا تم فرہاد وغیرہ کے ذریعے پارس کے متعلق تازہ ترین معلومات حاصل نہیں کر سکتیں؟"

"فرہاد، رسونتی اور آرمر پچھلے دس گھنٹے سے میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ ان کی طرف سے ملنے والی آخری اطلاع کے مطابق پارس لندن میں ہے۔"

عامل نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش! میں یہی آزمانا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ کتنی سچی ہو۔ لندن میں ہمارے سراغ رسانوں نے بھی یہی اطلاع دی ہے۔ پارس ابھی اسی شہر میں ہے۔ کیا تم معلوم کر سکتی ہو کہ فرہاد وغیرہ پارس سے کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں؟"

"میں نے معلوم کیا تھا۔ پارس کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ فوراً سانس روک لیتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر ہے۔"

"اس پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

"یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا پتا چلا ہے کہ کوئی عورت پارس کے ساتھ رہتی ہے۔ وہی سونیا کا روپ اختیار کر کے ایک بار فرہاد کو دھوکا دے چکی ہے۔"

"کیا فرہاد بتا سکتا ہے کہ ہم نے پارس کو جہاں قید کیا تھا، وہاں وہ عورت کیسے پہنچ گئی تھی اور کس طرح اسے وہاں سے نکال لے گئی تھی؟"

"فرہاد اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کیا وہ ایسے کسی شخص کو جانتا ہے جس کا نام بروس مارٹن ہے۔ اس کے ساتھ ایک سولہ برس کا لڑکا بھی دیکھا گیا ہے۔"

"جی ہاں، وہ ایسے دو اشخاص کے متعلق جانتا ہے۔ ایک کا نام بروس مارٹن اور دوسرے کا نام رابرٹ رینگر ہے۔ یہ دونوں امریکا سے ایک سولہ برس کا لڑکا لے کر آئے ہیں تاکہ پارس انھیں مل جائے تو اس لڑکے کی جگہ اسے وہاں سے لے جائیں، لیکن انھیں ناکامی ہو رہی ہے۔"

عامل نے کہا۔ "شیبا! میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم وہی رپورٹ دے رہی ہو جو پیرس سے ہمارے جاسوس دے چکے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں سے ہمیشہ سچ بولتی آئی ہوں۔ میں اپنے ملک میں اپنی قوم کے لوگوں میں ہوں۔ آپ سے جھوٹ بولنے اور اپنے بڑوں کو دھوکا دینے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی پوری قوم کو تباہ کر دوں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" اس نے ایسا کہتے کہتے اچانک سانس روک لی۔ اشارے سے عامل کو سمجھایا کہ اس کے دماغ میں کوئی آنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس نے سانس نہیں روکی تھی۔ اگر روکتی تو میں کب کا باہر ہو چکا ہوتا۔ میں بدستور اس کے دماغ میں موجود تھا اور اسے گائیڈ کر رہا تھا کہ اپنے عامل سے کس طرح گفتگو کرنا چاہیے اور وہ اسی طرح کرتی جا رہی تھی۔

اس نے عامل سے پوچھا۔ "کیا میں کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت دوں۔"

عامل نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "جو بھی آئے، اس سے پارس کے متعلق پوچھو۔"

اس نے گہری سانس لی۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعے مجھ سے پوچھا۔ "کیا میں ٹھیک جا رہی ہوں؟"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم کمال کر رہی ہو۔ ذرا غصّے کا منہ بناؤ اور عامل سے کہو کہ میں جوجو کے سلسلے میں تمھیں الزام دے رہا ہوں۔ وہ بھی پارس کی طرح ادارے سے بھاگ گئی ہے اور اس کے فرار میں تمھارا ہاتھ سمجھا جا رہا ہے۔"

وہ غصّے کا منہ بناتی رہی۔ تھوڑی دیر تک ہم باتیں کرتے رہے۔ پھر اس نے سانس روکنے کا مظاہرہ کیا۔ اپنی آنکھیں کھول دیں۔ عامل نے آہستگی سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ "مجھے ان لوگوں کی وجہ سے بار بار سانس روکنا پڑتا ہے۔ بڑی پریشانی ہوتی ہے بہرحال وہ کہہ رہا ہے کہ جوجو بھی پارس کی طرح ادارے سے نکل بھاگی ہے۔"

عامل نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، اور وہ مجھے الزام دے رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے پارس کی طرح جوجو کو بھی وہاں سے بھگا دیا ہے۔"

وہ عامل صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "اس کا مطلب ہے، پارس کو ہم سے چھین کر لے جانے والی عورت ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اسی لیے اس نے جوجو کو بھی اغوا کیا ہے۔ مگر یقین نہیں آتا۔"

"کس بات کا یقین نہیں آتا۔"

"یہی کہ تم نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے پارس کو بابا صاحب کے ادارے سے نکالا تھا۔ تمہارے لیے یہ آسان تھا۔ تم وہاں ایک عرصے تک رہ کر بہت کچھ سمجھ چکی تھیں۔ لیکن وہ کون سی عورت ہے جو ٹیلی پیتھی کے بغیر جوجو کو اس ادارے سے نکال کر لے گئی ہے۔ وہ عورت انتہائی چالاک اور تیز طرار ہو گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کا تعلق سُپر ماسٹر سے ہے اور سُپر ماسٹر نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اس کے دماغ کو حیرت انگیز بنا دیا ہے۔ تب ہی وہ ایسے کارنامے انجام دے رہی ہے۔"

وہ اس عورت کا تعلق سُپر ماسٹر کی ٹیم سے جوڑ رہا تھا جبکہ ایسا نہیں تھا۔ اس بائیں ہتی یعنی بائیں ہاتھ سے کام کرنے والی نے اپنا الگ محاذ بنا رکھا تھا اور جیسے جیسے حیرت انگیز کارنامے دکھا رہی تھی، اس سے یہ خیال مستحکم ہو رہا تھا کہ وہ سلارا ہو سکتی ہے اور اس کی پُشت پر اس کے بھائی جارج فری مین، آئرن اور ہارڈی ہوں گے۔

میں نے ایک طویل عرصے سے آئرن اور ہارڈی کو بھلا دیا تھا۔ وہ میرے لیے غیر ضروری ہو گئے تھے۔ اب ان کے دماغ میں پہنچنا محال تھا۔ کیونکہ ان کی دماغی توانائی بحال ہو چکی تھی۔ پھر ان کے بہن بھائی نے شاید ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کامیابی حاصل کی ہو گی۔ تب ہی وہ پھر لاپتا ہو گئے تھے۔ ہماری ٹیلی پیتھی کی زد میں نہیں آ رہے تھے۔ بہرحال اس عامل نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "شیبا! آج رات تیار رہنا۔ میں تم پر تنویمی عمل کروں گا۔"

شیبا نے اٹھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔ "لیکن ابھی تو پہلی بار کو دو ہفتے باقی ہیں؟"

"جب سے تمہارا بازو زخمی ہوا ہے، فرہاد وغیرہ کو تمہارے دماغ میں آنے کی بڑی چھوٹ مل گئی ہے۔ میں یہ راستے بند کرنا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ جانا چاہتا تھا۔ شیبا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں اپنے بچّے سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تنویمی عمل کے بعد جب مجھے اطمینان ہو گا کہ اب تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آسکے گا، تم بے اختیار سانس روک لیا کرو گی، کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی تو بچّے کو تمہاری گود میں دے دیا جائے گا۔"

اس کے ممتا بھرے سینے سے ایک سرد آہ نکلی۔ اس کا نوزائیدہ بچّہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ وہ اپنا دل پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ عامل بڑی بے رُخی سے منہ پھیر کر چلا گیا۔ میں نے تسلّی دی۔ "شیبا! حوصلہ کرو۔ تم بہت جلد اپنے بچّے کے ساتھ اس قید خانے سے نکل آؤ گی۔ ہم پھر ملیں گے اور اپنے بچّے کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزاریں گے۔"

میں اسے سہانے مستقبل کے خواب دکھانے لگا اور اسے بہلانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک بہلتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "اگر تھک گئی ہو تو آرام کرو۔ تھوڑی دیر بعد پارس سے رابطہ قائم کرنا۔"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی اس کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے دماغ پر دستک دی۔ پارس نے سانس روک لی۔ تھوڑے وقفے کے بعد شیبا نے پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "جوجو!"

پارس نے چونک کر پوچھا۔ "جوجو! کیا تم ہو۔ کیا تم خیال خوانی کر سکتی ہو یا مجھے دھوکا دیا جا رہا ہے؟ بہرحال تمہارے نام سے میں دھوکا بھی کھا سکتا ہوں، لیکن ابھی نہیں۔ کم از کم بارہ گھنٹے بعد۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ شیبا نے پھر ایک دو بار کوشش کی، مگر اس نے دماغ میں جگہ نہیں دی۔ میں نے کہا۔ "اس نے پھر بارہ گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ یاں ہتی اسے ابھی تک لندن سے لے جانے میں ناکام رہی ہے۔ ہمیں اس وقت تک پارس سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دے گی جب تک اسے بحفاظت نیویارک نہیں لے جائے گی۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آکر بستر پر لیٹ گئی۔ اس کا دل رو رہا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ "پتا نہیں کب رات آئے گی۔ کب وہ مجھ پر تنویمی عمل کرے گا۔ اسے کم از کم یقین تو ہو جائے کہ میں اس ملک کی وفادار ہوں اور تمہارے بچّے کو یہودی بنا کر پروان چڑھانے کے سلسلے میں ان سے بھرپور تعاون کروں گی۔ تب ہی وہ میرے بچّے کو گود میں دیں گے اور میں اسے سینے سے لگا سکوں گی۔"

وہ گھڑی میں وقت دیکھنے لگی۔ اسے رات کا بے چینی سے انتظار تھا۔ میں نے کہا۔ "یونہی لیٹی رہو گی تو وقت نہیں گزرے گا۔ خود کو مصروف رکھو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ میں بغیر اجازت ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھی نہیں جا سکتی۔"

"تمہیں جانے کے لیے قدموں سے چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو۔ میرے لندن کے ایجنٹوں کے پاس پہنچو اور دیکھو وہ پارس کو ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔"

میں نے اسے ایک ایجنٹ کے پاس پہنچا دیا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے اور دوسرے کے ذریعے تیسرے کے پاس پہنچتے ہوئے ان کی مصروفیات کا جائزہ لینے لگی۔ میں نے اسے اسی طرح رات تک مصروف رکھا۔ رسونتی اور آرمر باری باری اس کے دماغ میں آتے جاتے رہتے تھے۔ انھیں معلوم ہو چکا تھا، آج رات اس پر تنویمی عمل ہونے والا ہے، لہٰذا وہ اور زیادہ محتاط تھے۔

دو گھنٹے بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ شیبا پر تنویمی عمل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ عامل نے رات کو عمل کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں شیبا کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ "عامل کو شاید شُبہ ہے کہ جب وہ تنویمی عمل کی بات کہہ رہا تھا تو شاید تم میں سے کوئی میرے دماغ میں تھا۔ لہٰذا وہ وقتِ مقررہ سے بہت پہلے ہی یہ عمل کر کے مطمئن ہونا چاہتا ہے۔"

"وہ اپنے طور پر درست سوچ رہا ہے۔ اس وقت تل ابیب میں شام کے چار بج رہے ہیں۔ ہم میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس وقت تم پر یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔"

وہ عامل اچھی طرح جانتا تھا کہ کسی پر جبراً عمل نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی اسے محکوم بنایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے عمل سے پہلے ایک انجکشن لگایا۔ جس کی وجہ سے وہ اعصابی طور پر کمزور ہونے لگی۔ اس نے انجکشن لگاتے ہی کہا تھا۔ "میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی تھی اور کمزوری محسوس کرتی جا رہی تھی۔ اگر میں، رسونتی اور آرمر اس کے دماغ میں نہ ہوتے تو وہ پہلے کی طرح بڑی مجبوری اور بے بسی سے اس عامل کے زیرِ اثر آجاتی۔

ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت اس کے دماغ میں تھے۔ وہ ہمارے لیے بہت اہم تھی۔ میں رسونتی کو ہدایات دے رہا تھا، وہ شیبا کی زبان سے بولتی جا رہی تھی اور یہ تاثر دے رہی تھی کہ شیبا مکمل طور پر ٹرانس میں آگئی ہے اور اس کی معمولہ بن رہی ہے۔

عامل نے پوچھا۔ "کیا تم میری محکوم ہو؟"

"ہاں، میں تمہاری محکوم ہوں۔"

"کیا تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی؟"

"ہاں میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"پھر سچ سچ بولو۔ تمہارے دماغ میں کوئی ہے۔"

"میں سچ بولتی ہوں، میرے دماغ میں کوئی ہے۔"

عامل نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تمہارے دماغ میں کون ہے؟"

"میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، کوئی ہے۔"

"آپ نے حکم دیا تھا۔ میں نے اس کے مطابق کہہ دیا۔"

"تم میرا حکم سمجھ کر نہیں، سچ سمجھ کر کہو، دماغ میں کون ہے؟"

"میں سچ سمجھ کر کہتی ہوں، میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "تمہارا بازو زخمی کیسے ہوا تھا؟"

"میں جوجو کے دماغ میں تھی۔ اسے کسی طرح بھگا کر ادارے سے نکالنا چاہتی تھی۔ جوجو نے کہا۔ وہ میرے دماغ میں آکر بات کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی اجازت دے دی۔"

عامل نے کہا۔ "تم نے ایک نادان لڑکی کی بات کیوں مان لی۔ کیوں اسے دماغ میں آنے دیا۔"

"وہاں جوجو کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ ان سب کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ پارس اوّل جوجو کے لیے بے چین ہو گا۔ اس کے لیے ضد کرتا ہو گا۔ لہٰذا دشمن اب جوجو کو ٹریپ کریں گے۔ اگر میں اس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کوڈ ورڈز بتاتی تو کوئی بھی اس کے دماغ میں چھپ کر وہ کوڈ ورڈز سن سکتا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے اپنے دماغ میں بلا لیا۔ اسے کوڈ ورڈز بتا ہی رہی تھی کہ اچانک فرہاد نے میرے دماغ میں زوردار جھٹکا پہنچایا۔ میں سنبھلنے بھی نہیں پائی تھی کہ اس نے دوسری بار جھٹکا پہنچایا۔"

"تم نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنے بازو کو کس طرح زخمی کیا؟"

"دو بار دماغی جھٹکے کھانے کے بعد انسان اپنے بس میں نہیں رہتا۔ آپ کو نہیں معلوم جیسے دماغ میں زلزلہ آجاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ آدمی کی آدھی جان نکل جاتی ہے۔ ایسے میں میں کیا کر سکتی تھی۔ اس نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر وہ چاقو میرے ایک ہاتھ سے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو زخمی کر دیا۔"

"تمہارے زخمی ہونے کے بعد پھر تو وہ تمہارے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا تھا۔ تم کب تک اس کے قابو میں رہیں؟"

"جب میرے زخم بھرنے لگے۔ میں خود کو توانا محسوس کرنے لگی تو میں نے سمجھایا، بغیر اجازت میرے دماغ میں نہ آیا کرو۔ اس دن سے وہ اجازت لینے لگا تھا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ چُپ چاپ نہیں آتا ہو گا اور تم سے مکر نہیں کرتا ہو گا۔"

شیبا نے جواب دیا۔ "ایک دن اس کا فریب کھُل گیا۔ وہ چُپ چاپ میرے دماغ میں آیا تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں

تھا کہ میری دماغی توانائی بحال ہو چکی ہے اور میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں، ایسے میں میں نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟" وہ فوراً واپس چلا گیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد اس نے آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے کہا۔ "تم اس سے پہلے بھی آ چکے ہو اور اب تک مجھے دھوکا دیتے رہے ہو۔" وہ قسمیں کھانے لگا۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ شاید رسونتی آ کر گئی ہو گی۔"

"وہ تمھارے دماغ میں آ کر کیا کہتا تھا؟"

"وہ کہتا تھا، جس طرح میرے یہودی اکابرین نے منصوبہ بنایا ہے کہ میں اپنے نوزائیدہ بچے کے ساتھ نیویارک جا کر رہوں اور وہ ادھر سے میرے پاس آئے تو ہم دونوں نیویارک میں گھریلو زندگی گزاریں گے۔ ایسے میں ہمارا بچہ یہودی بن کر پروان نہیں چڑھے گا۔ تمھاری خواہش کے مطابق وہ مسلمان ہی رہے گا۔ بہرحال فرہاد نے مجھے میرے ہی یہودی اکابرین کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ نیویارک آنے کے لیے تیار ہے، لیکن میں اس کا ساتھ دوں گی۔ اپنے عامل پر یہی ظاہر کروں گی کہ میں اس کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہوں۔ یہودی قوم سے محبت رکھتی ہوں۔ میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے وطن کے لیے ہیں۔ یہ سب کچھ میں ظاہر کرتی رہوں گی لیکن درپردہ فرہاد کا ساتھ دوں گی۔ اور موقع پاتے ہی اپنے بچوں کو لے کر اس کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں واپس چلی جاؤں گی۔"

"کیا زخمی ہونے کے بعد میرے تنویمی عمل کا اثر زائل ہو چکا تھا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی، ایسا ہوا ہو گا۔"

"تم یقین سے کیا کہہ سکتی ہو؟"

"میں اب بھی اپنے وطن سے محبت کرتی ہوں۔ مجھے اپنی قوم سے پیار ہے۔ میرا دل، میرا دماغ کہتا ہے کہ فرہاد کبھی زندگی بھر ساتھ نہیں دے گا۔ لہٰذا مجھے اپنے بچے پر توجہ دینا چاہیے۔ اسے یہودی بنا کر پروان چڑھانا چاہیے۔ ایک دن وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری طرح اپنے وطن اور اپنی قوم کی خدمت کرے گا۔"

"میں تمھیں حکم دیتا ہوں، آئندہ تم کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی رابطہ قائم نہیں کرو گی۔"

"میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کوئی رابطہ قائم نہیں کروں گی۔"

"کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔ خواہ کچھ ہو، اسے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دو گی۔"

"میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گی اور کسی کو دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"ہم ایک اہم معاملے میں تمھیں راز دار بنانا چاہتے ہیں۔ راز دار بننے کے لیے لازمی ہے کہ تم فرہاد اور اس کی تمام ساتھیوں سے چھپ کر رہو۔"

"میں راز دار بن کر رہنے کے لیے فرہاد اور اس کی تمام ساتھیوں سے چھپ کر رہوں گی۔"

"خصوصاً تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تمھارا سراغ نہیں ملنا چاہیے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب تم ان سے بات کرنا گوارا نہیں کرو گی۔ انھیں اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دو گی۔ جیسا حکم دیا ہے اسی کے مطابق سانس روک لیا کرو گی۔ تم اتنی پُراسرار بنو گی کہ وہ کبھی تمھاری بُو تک نہ پہنچ سکیں۔"

رسونتی، شیبا کی زبان سے وعدے کر رہی تھی کہ وہ اپنے عامل کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہے گی۔ ہمارا خیال تھا، وہ جس معاملے میں شیبا کو راز دار بنانا چاہتا ہے، اس کا ذکر اب کرنے ہی والا ہے لیکن اس نے کہا۔ "تمھیں راز دار بنانے سے پہلے تمھارا امتحان لیا جائے گا۔ تمھیں ایک سخت آزمائش سے گزرنا ہو گا۔"

"میں اپنے عامل کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔ ہر آزمائش سے گزر جاؤں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں، تم اپنے بیٹے جبین ہارون کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گی۔"

شیبا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ ہم اسے اندر ہی اندر سنبھال رہے تھے۔ میں سمجھا رہا تھا۔ "ذرا صبر اور حوصلے سے کام لو۔ وہ عامل جو کہتا ہے اس کی ہاں میں ہاں ملاتی جاؤ۔ یہ تمھاری آزمائش کا وقت ہے۔"

اگر ہم اس کے دماغ میں نہ ہوتے تو وہ سارا کھیل بگاڑ دیتی۔ ایک طرف میں اسے سنبھال رہا تھا، دوسری طرف رسونتی اس کی زبان سے کہہ رہی تھی۔ "میں اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے جبین ہارون کو قتل کر دوں گی۔"

میں مکمل طور پر شیبا کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں ایک ذرا سی لرزش پیدا ہونے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اگر ذرا بھی وہ کانپ جاتی تو عامل کو شبہ ہو جاتا کہ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والے اپنی چالیں چل رہے ہیں۔

اس نے حکم دیا۔ "تم دو گھنٹے تک تنویمی نیند سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد تمھیں اپنے سرہانے ایک چاقو نظر آئے گا۔ تم وہ چاقو اٹھاؤ گی اور دوسرے کمرے میں جاؤ گی۔ وہاں تمھارا بیٹا نظر آئے گا۔ تم اسے دیکھ کر اپنی ممتا بھول جاؤ گی۔ تمھارے احساسات مر جائیں گے۔ تمھارے اندر ایک ہی جذبہ رہے گا اور وہ ہو گا قتل کا جذبہ۔ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ہلاک کرو گی۔"

اس نے اپنا عمل مکمل کیا۔ پھر اسے دو گھنٹے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی چونکہ شیبا کی آنکھیں بند تھیں، اس لیے ہم دیکھ نہیں سکتے تھے کہ وہ عامل کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔ اِدھر شیبا کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! مجھے چھوڑ دو، مجھے اٹھنے دو، میں اس شیطان کے بچے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ میرے بیٹے کو میرے ہاتھوں سے ہلاک کروانا چاہتا ہے۔ آخر یہ لوگ کیسی ذلیل حرکتیں کر رہے ہیں۔ کیا ملک اور قوم کی ترقی کے لیے، کیا اپنے ملک کو بڑے سے بڑا فائدہ پہنچانے کے لیے ایک ماں کے ہاتھ سے اس کے بچے کو قتل کرایا جاتا ہے؟ میں نے تو ایسا کبھی دیکھا، نہ سنا، نہ پڑھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ میں کوئی ڈھونگ نہیں کروں گی، میں صاف ظاہر کر دوں گی کہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں ہوں۔ دیکھو، مجھے جانے دو۔ وہ عامل کا بچہ ابھی کمرے میں ہو گا۔ میں اسے یہیں ختم کر دوں گی۔"

"عقل سے کام لو۔ تم عورت ہو، نازک ہو۔ اس کے مقابلے میں بے حد کمزور ہو۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر اس سے لڑنا بھی چاہوں تو تمھارے نازک جسم سے اس پر غالب نہیں آ سکوں گا۔ وقت کا انتظار کرو۔ ذرا صبر سے کام لو۔"

میں، رسونتی اور آمنہ اسے سمجھاتے رہے، اسے یقین دلاتے رہے کہ اس کے بچے کو ہلاک نہیں ہونے دیں گے، لیکن جو وہ چاہتا ہے وہ اس کے سامنے ضرور کریں گے۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں آہٹ سنائی دی۔ کچھ لوگ آئے تھے۔ پھر اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے جا رہے تھے۔ تھوڑی دور چلتے رہنے کے بعد وہ پھر رک گئے، انھوں نے اسے اٹھا کر ایک بستر پر ڈال دیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔ "میری آنکھیں بند ہیں، لیکن میں یقین سے کہتی ہوں۔ یہ میری اپنی خواب گاہ ہے، جہاں مجھے پہنچایا گیا ہے۔"

اسے لانے والے شاید جا چکے تھے۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔ شیبا نے ذرا سی آنکھ کھول کر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا، لیکن بائیں طرف جہاں پھلوں کی ٹرے رکھی ہوئی تھی، وہاں ایک چاقو پڑا ہوا تھا۔ شیبا نے غصے سے کہا۔ "دیکھو اس مردود نے پہلے سے یہاں چاقو رکھوا دیا ہے۔ تاکہ میں دو گھنٹے بعد اسے لے کر اٹھوں اور دوسرے کمرے میں اپنے بچے کے پاس جاؤں۔"

رسونتی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، دوسرے کمرے میں تمھارا بچہ ہو گا۔ تم اس سے مل سکو گی۔ اسے سینے سے لگا سکو گی۔"

شیبا ایک دم سے خوش ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "تم دوسرے پہلو کو سوچتی نہیں ہو۔ اس بہانے بچے سے تمھاری ملاقات ہو جائے گی۔ بچے کی محبت کبھی کبھی ماں کو کانٹوں پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتی ہے۔ تم اس کمرے میں جاؤ گی اور یہاں سے چاقو لے کر جاؤ گی۔ وہ جو چاہتے ہیں تم وہی کرو گی، لیکن بچہ زندہ سلامت رہے گا۔"

آدھا گھنٹا گزر چکا تھا۔ ہم نے اسے سمجھا منا کر سلا دیا۔ ہمیں یہ بات چبھ رہی تھی۔ آخر وہ اہم معاملہ کیا ہے جس کے سلسلے میں وہ شیبا کو راز دار بنانا چاہتے ہیں اور اسے راز دار بنائے رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ اسی لیے وہ تنویمی عمل کر رہا تھا اور یقین کرنا چاہتا تھا کہ ہم اس کے دماغ میں نہیں ہیں۔ یقین کرنے کا یہی ایک راستہ تھا کہ شیبا اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو ہلاک کرنے کا وعدہ کرے۔ اگر واقعی وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو گی تو یقیناً چاقو لے کر اپنے بچے کو ختم کر دے گی۔ یہی وہ آزمانا چاہتے تھے۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں یہ محض آزمائش ہوتی۔ وہ ہمارے بیٹے جبین ہارون کو کبھی ہلاک نہ کرواتے۔ کیونکہ اسے یہودی بنانے کی دھمکی دے کر مجھے ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جا سکتا تھا۔ مجھے بلیک میل کر کے طرح طرح کے فائدے اٹھائے جا سکتے تھے۔ جبین ہارون ایک اہم مہرہ تھا۔ وہ لوگ اسے ختم کرنے کی حماقت نہیں کر سکتے تھے۔ ویسے ان کے مکر و فریب کی داد دینا چاہیے۔ انھوں نے ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو الجھا کر رکھ دیا تھا۔ ہمیں یقین دلا رہے تھے کہ جبین ہارون اپنی ماں کے ہاتھوں قتل ہو گا اور ضرور ہو گا۔

شیبا نے کہا۔ "فرہاد! ہو سکتا ہے ان کا یہی ارادہ ہو ——— وہ جبین ہارون کو واقعی قتل کرانا چاہتے ہوں اور یہ سمجھ چکے ہوں کہ اسے یہودی بنا کر رکھیں یا مسلمان بننے کے لیے چھوڑ دیں، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اس بات کا زیادہ اثر نہیں لو گے۔ لہٰذا وہ دوسری چالیں چل رہے ہیں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ وہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم سچ مچ اس کی معمول بن چکی ہو یا نہیں۔ اگر فراڈ کر رہی ہو تو کبھی اپنے بچے کو قتل نہیں کرو گی۔ ورنہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر جو حکم دیا گیا ہے، اس کی تعمیل ضرور کرو گی۔"

دو گھنٹے پورے ہو گئے۔ شیبا نے آنکھ کھولی۔ ہم اس کے پاس موجود تھے۔ رسونتی نے کہا۔ "تم وہی کرو جو تمھیں حکم دیا گیا ہے۔ تم اس وقت تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سرہانے رکھے ہوئے چاقو کو دیکھا پھر ہچکچانے لگی۔ میں نے کہا۔ "اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں تمھارے دماغ پر پوری طرح قابض ہو جاؤں۔"

"نہیں فرہاد! اس طرح تو میں اپنے بچے کو اپنی آنکھوں سے، اپنے جذبوں سے نہیں دیکھ سکوں گی۔ تم میرے دماغ پر چھائے ہو گے۔"

"تو جیسا ہم کہتے ہیں، ویسا کرتی جاؤ۔ بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ پلنگ سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ سرہانے والی میز کے پاس گئی۔ وہاں سے چاقو اٹھا لیا۔ اس کے دستے کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ پھر وہاں سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں آئی۔ میں نے اسے اس طرح چلنے پر مجبور کیا تھا جیسے وہ اپنے اختیار میں نہ ہو، کسی حکم کے زیر اثر ہو اور خنجر اٹھائے چلی آ رہی ہو۔ دوسرے کمرے میں ایک ایزی چیئر پر وہ عامل بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹے سے پلنگ پر جبین ہارون پڑا ہوا تھا۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں ہلا کر مسکرا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی شیبا کے اندر ممتا مچلنے لگی۔ وہ بے اختیار دوڑ کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی۔ ہم اسے کنٹرول کر رہے تھے۔ عامل بڑے غور سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ شاید وہ قیافہ شناس بھی تھا اور ہماری کوشش یہی تھی کہ وہ شیبا کے چہرے کو پڑھ نہ سکے۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "ہیلو شیبا! یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہارے ہاتھ میں خنجر کیوں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیوں اپنے بچے کو ہلاک کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے اندر کی ممتا مر چکی ہے۔ میرے اندر کوئی جذبہ نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے، اسے قتل کروں گی تو زندہ رہوں گی۔ ورنہ مر جاؤں گی۔"

عامل نے کہا۔ "انسان کو پہلے اپنی زندگی پیاری ہوتی ہے۔ تمہیں زندہ رہنا چاہیے۔ اس کے لیے بیٹے کو مارنا پڑے تو کیا ہرج ہے۔ یہ مر جائے گا تو تم دوسرے بیٹے کو جنم دے سکتی ہو، لیکن تم مر جاؤ گی تو پھر کوئی بیٹا پیدا نہیں ہو سکے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اپنے بیٹے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا دل تڑپ رہا تھا۔ وہ خنجر پھینک کر اس سے لپٹ جانا چاہتی تھی۔ اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچ بھینچ کر پیار کرنا چاہتی تھی۔ پھر وہ بیٹے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اس نے عامل کی طرف گھوم کر کہا۔ "مجھے مشورہ دیجیے۔ کس طرح ہلاک کرنا چاہیے۔ کیا اس طرح دستے سے پکڑ کر اس کے ننھے سے سینے میں خنجر پیوست کرنا چاہیے۔ یا خنجر کو اس طرح نوک سے پکڑنا چاہیے؟"

شیبا نے اس خنجر کو نوک سے پکڑ کر دکھایا۔ عامل نے کہا۔ "یہ کیسی نادانی ہے۔ ایک اناڑی بھی سمجھتا ہے کہ قریب سے حملہ کرنے کے لیے خنجر کو دستے سے پکڑنا چاہیے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہی تو میں کہتی ہوں۔ بچہ میرے قریب ہے۔ لیکن تم مجھ سے دور ہو۔ اس لیے خنجر کو نوک سے پکڑنا چاہیے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک اس خنجر کو عامل کی طرف پھینکا۔

نشانہ میں لگا رہا تھا۔ چوکنے کا بہت کم احتمال تھا۔ وہ خنجر سنسناتا ہوا گیا اور اس کے دائیں شانے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے منہ سے کراہ نکلی۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیبا اس پر حملہ کر دے گی۔ اس نے ایک ہاتھ سے خنجر کے دستے کو پکڑ کر اسے اپنے شانے سے نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔ "رک جاؤ۔ زہر پھیل چکا ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اسے اپنے دماغ میں میری آواز سنائی دی تھی اور وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اس کے دماغ کے دروازے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل چکے ہیں۔ ایک چیخ مار کر مسلح افراد کو اس کمرے میں بلانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا منہ بند کر دیا۔ اور کہا۔ "مجھے معلوم ہے، تمہارے ایک اشارے پر پوری فوج آ سکتی ہے۔ لیکن اب تم اشارہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔"

وہ زخم کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "فرہاد! مجھ سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

"دشمنی کبھی سستی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ مہنگی پڑتی ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ۔ جب یہودی اکابرین کو پتا چلے گا کہ تم بھی شیبا کی طرح زخمی ہو گئے ہو اور تمہارے دماغ کے دروازے ہمارے لیے کھل چکے ہیں تو تمہارا کیا انجام ہو گا؟"

وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پہلی فرصت میں گولی مار دیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے سینے میں بڑے بڑے راز دفن ہیں اور یہی راز معلوم کرنے کے لیے ہم تمہارے دماغ میں آئے ہیں۔ چلو اب اگلتے جاؤ۔"

وہ بھلا کب اپنی زبان سے اگلنے والا تھا۔ میں اگلوانے لگا اور وہ کہنے لگا۔ "ہمارے اعلیٰ حکام سُپر ماسٹر سے مشین کے سلسلے میں سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے۔ ہم اس مشین کے ذریعے اپنی قوم میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے، سُپر ماسٹر ہماری اس پیش کش کو قبول کرے گا۔ وہ کسی غیر جانبدار علاقے میں مشین لے کر آئے گا۔ ہم شیبا کو لے جائیں گے۔ شیبا کے ذریعے وہ فائدہ اٹھائے گا۔ مشین کے ذریعے ہم فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن اس سلسلے میں تم ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارے راستے میں رکاوٹ بن سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "اسی لیے تم شیبا کو حکم دے رہے تھے کہ آئندہ وہ ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔ کبھی اپنے دماغ میں آنے کی اجازت نہ دے۔ اس طرح نہ ہم اس کے پاس آئیں گے نہ ہمیں معلوم ہو سکے گا کہ تم نے سُپر ماسٹر سے کیا سمجھوتا کیا ہے اور کس طرح ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا رہے ہو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "مجھے خنجر نکالنے دو۔ بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔"

"نہیں، جب تک ہم تمہارے دماغ کو پوری طرح کھنگال نہیں لیں گے، اس وقت تک خنجر تمہارے شانے میں پیوست رہے گا۔"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "تم اور کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"فی الحال خاموش رہو۔ ہم خود تمہارے دماغ کو ٹٹول رہے ہیں۔"

وہ چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ تکلیف سے پہلو بدلتا رہا۔ ایک منٹ کے اندر ہی میں نے ایک ایسا اہم راز معلوم کیا جس کے انکشاف ہونے پر میں ہمیشہ کے لیے ان کے مکر و فریب سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ "چلو، اپنی زبان سے شیبا کو بتاؤ، یہ جو بچہ سامنے نظر آ رہا ہے، کیا یہ اس کا اپنا بیٹا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "یہ ایک لمبی داستان ہے۔"

"داستان خواہ کتنی ہی لمبی ہو، ایک وقت ختم ہو جاتی ہے۔ شروع ہو جاؤ۔"

وہ ذرا چُپ رہا۔ پھر بولا۔ "ہمارے یہودی اکابرین تم دونوں کو اغوا کرنے کے بعد یہ چاہتے تھے کہ تم سے اولاد ہو، اور جو اولاد ہو، وہ یہیں رہے، یہیں پروان چڑھے تاکہ تمہاری ایک کمزوری ہمیشہ ہمارے ہاتھوں میں رہے۔

پھر یہ انکشاف ہوا کہ تمہاری رگوں میں زہریلا خون گردش کر رہا ہے۔ ہمیں اس پر یقین نہیں آیا۔ ہم نے تمہیں بے ہوش کر کے تمہارا تھوڑا سا خون حاصل کیا اور اسے ٹیسٹ کرایا تو ہمارے ڈاکٹروں نے بھی تمہارے خون میں زہر شامل ہونے کی تصدیق کر دی۔

حقیقت معلوم ہونے کے بعد ہم نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ہم نے ایک ڈمی سے تمہارا نکاح کرا دیا اور تم دونوں کو یہی باور کرا دیا کہ تم دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے ہو۔"

شیبا نے چونک کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ وہ میں ہی تھی جس سے فرہاد کا نکاح ہوا تھا۔ وہ ڈمی نہیں تھی۔"

عامل نے کہا۔ "ذرا صبر کرو، خاموشی سے سنتی جاؤ۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ تم تو تنویمی عمل کے زیر اثر تھیں۔ لہٰذا ہم تمہارے ذہن میں کوئی بھی بات نقش کر کے تمہیں اسے تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتے تھے اور ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ تمہارے دماغ میں یہ نقش کر دیا گیا کہ تم سے فرہاد کا نکاح ہو چکا ہے۔ غفلت کے عالم میں وہ تمام کارروائی تمہارے ذہن نشین کرا دی گئی کہ کس طرح تم دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک کیے گئے ہو۔ لیکن فرہاد کو چونکہ ہم یہ سب اس طرح باور نہیں کرا سکتے تھے جس طرح تمہیں کرایا گیا تھا۔ کیونکہ اس پر ہم تنویمی عمل کرنے سے قاصر رہے تھے۔ چنانچہ اسے یقین دلانے کے لیے ہم نے ڈمی شیبا کا سہارا لیا تھا۔ ہمارا یہ منصوبہ نہایت کامیاب رہا۔ ہم تم دونوں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے کہ تم مذہبی اور قانونی اعتبار سے میاں بیوی بن چکے ہو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا رہا، وہ سب تنویمی عمل کا کمال تھا۔ تمہیں ڈاکٹروں کے اور تنویمی عمل کے ذریعے ماں بننے کا یقین دلایا گیا اور مقررہ وقت پر تمہیں تنویمی نیند سُلا کر ایک نوزائیدہ بچہ تمہارے پاس پہنچا دیا گیا اور یہ بات تمہارے شعور اور لاشعور میں پوری طرح بٹھا دی گئی کہ وہ تمہارا اپنا بچہ ہے۔

اسی لیے ہم نے تم دونوں کو ابتدائی مراحل میں ہی الگ الگ کر دیا تھا تاکہ تم دونوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور کسی گڑبڑ کا کوئی احتمال نہ رہے۔ اور اسی لیے بچے کو تم سے دور رکھا جاتا ہے اور اسے اوپری دودھ دیا جاتا ہے تاکہ یہ راز فاش نہ ہو سکے۔ یہی ایک طریقہ تھا تم دونوں کو قابو میں رکھنے کا۔ فرہاد کو جب تک حقیقت کا علم نہ ہوتا، یہ اس بچے کو اپنا سمجھتا رہتا اور ہم اسے یہودی بنانے کی دھمکی دے کر اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے رہتے۔"

شیبا یہ سُن کر دنگ رہ گئی۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے کھڑے کھڑے اس کے بدن کا سارا لہو نچوڑ لیا ہو۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ لگتا تھا بس ابھی کچھ کر بیٹھے گی۔

اس وقت اس کا کوئی بھی اقدام مناسب نہیں تھا۔ اگر وہ ایسا کرتی تو عامل کا بیان ادھورا رہ جاتا اور ہمیں اصلیت معلوم نہیں ہو پاتی۔ چنانچہ میں نے شیبا کے پاس آ کر کہا۔ "شیبا! صبر سے کام لو۔ حقیقت بڑی تلخ، بے حد زہریلی ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں صبر و تحمل سے اس کی پوری بات سننا چاہیے۔ پہلے سب کچھ سُن لو۔ معاملات کو پوری طرح سمجھ لو، پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہے کرنا۔"

عامل کہہ رہا تھا۔ "لیکن انسان جو کچھ سوچتا ہے، وہ ہوتا کہاں ہے۔ اتنی احتیاط اور تگ و دو کے باوجود بالآخر آج بازی پلٹ ہی گئی۔ اور مجھے مجبور ہو کر تمہارے سامنے حقیقت بیان کرنا پڑی۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کبھی اس طرح کھل کر بلند آہنگ قہقہہ لگایا ہو۔ اس وقت میں بہت خوش تھا۔ حقیقت جاننے کے بعد میرا دل خوب ہنسنے، دل کھول کر قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ ایسے بلند آہنگ قہقہے جو فلک تک سنے جا سکیں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے آج مجھے طویل قید سے آزادی مل گئی ہے۔ ایک بہت بڑے عذاب سے میں نے نجات حاصل کر لی ہے۔ میرے لیے اس سے بڑی خوشی اور

کیا ہو سکتی تھی کہ جس بچے کی خاطر میں اتنے دنوں سے بے سکون تھا، اور جس کی وجہ سے یہودی مجھے جھکنے پر مجبور کر رہے تھے، وہ میرا بچہ نہیں تھا، وہ شیبا کا بیٹا نہیں تھا۔ اس سے ہم دونوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ بے شک ہم دنیادار، عاصی اور گناہ گار بندے ہیں لیکن اللہ جو غفور الرحیم ہے۔ جو اپنے بندوں کی ہر حال میں دلجوئی کرتا ہے، اس نے مجھ پر بھی رحم فرمایا تھا۔ مجھے ایک مستقل کرب سے نجات دلائی تھی۔ پھر میں کیوں نہ خوش ہوتا، کیوں نہ قہقہے لگاتا۔

یکبارگی شیبا نے چیخ کر کہا۔ "شیطان کے بچو! تم نے میرے ساتھ کتنا بڑا فریب کیا ہے۔ تم نے اس کا بھی ذرا لحاظ نہیں کیا کہ میں آخر ایک یہودی ہوں۔ تمھاری اپنی قوم کی بیٹی۔ تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

وہ زخمی شیرنی کی طرح عامل پر جھپٹی۔ اس کے شانے میں پیوست چاقو کو کھینچ کر نکالا۔ اور پے در پے اس کے جسم پر وار کرنا شروع کر دیے۔ وہ مسلسل اس پر وار کرتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہتی جاتی تھی۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم لوگوں نے مجھے کتنے دھوکے دیے ہیں اور میرے ذریعے فرہاد کو دھوکے دے کر مجھے اس کی نظروں میں بھی حقیر کر دیا ہے۔ اب میں کس طرح اس کا سامنا کروں گی اور اس کے بغیر کس طرح زندہ رہ سکوں گی....؟"

وہ بولتی جا رہی تھی اور اس کے جسم کے مختلف حصوں میں چاقو پیوست کرتی جا رہی تھی۔ خون فوارے کی طرح جگہ جگہ سے اُبلتا جا رہا تھا۔ ہم سب گم سم سے تھے۔ وہ منظر ایسا تھا کہ ہم اس میں کھو سے گئے تھے۔ ہم سب کی یہی تمنا تھی کہ شیبا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اس کا قیمہ بنا دے۔ ان شیطانوں نے صرف مجھے بلیک میل کرنے کے لیے، شیبا سے میرا ایک بچہ ثابت کرنے کے لیے ایسی گھناؤنی اور نفرت آمیز چال چلی تھی جس کے نتیجے میں کوئی کمزور آدمی تو صرف ان پر تھوک کر رہ جاتا، مگر شہ زور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا اور ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا تھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ کاش ان یہودی اکابرین کے بھی ٹکڑے ہو سکتے جو پس پردہ رہ کر ایسی شرمناک چالیں چلتے ہیں۔

ہم ابھی اس منظر میں گم تھے کہ اچانک شیبا نے خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔ چیخ کر بولی۔ "فرہاد! میں تمھیں منہ نہیں دکھا سکتی، کبھی منہ نہیں دکھا سکتی۔ میں اس قابل نہیں رہی۔"

یہ کہتے ہی اس نے اتنی تیزی سے وہ خنجر اپنے سینے میں گھونپ لیا کہ ہم کچھ کر نہ سکے، کچھ سمجھ نہ سکے۔ جب وہ خنجر سینے میں اتارنے کے بعد لڑکھڑانے لگی، تب ہمیں ہوش آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "ارے یہ کیا کیا تم نے؟"

وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ چکرا کر فرش پر گر پڑی۔ وہ رسونتی، سونیا، اعلیٰ بی بی اور لوجی کی طرح اپنی الگ شخصیت قائم کرنا چاہتی تھی۔ ان کی طرح بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر میرا دل جیتنا چاہتی تھی اور اس نے میرا دل جیت بھی لیا تھا مگر تقدیر کے کھیل بھی نیارے ہوتے ہیں۔ انسان اپنی چالیں بدل بھی سکتا ہے، مگر ستاروں کی چال کبھی نہیں بدلتی۔ اس نجومی نے درست کہا تھا کہ شیبا خودکشی کرے گی۔

ہماری

حالت ایسی تھی جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ شیبا اپنی آخری سانس چھوڑ چکی تھی۔ ہم بھی جیسے سانس لینا بھول گئے تھے۔ ویسے انسان اپنے پیاروں کو بھول سکتا ہے لیکن سانس لینا کبھی نہیں بھولتا۔ بعض حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ ہم سانس نہیں لے رہے ہیں۔ بس یونہی زندہ ہیں۔ جو کچھ آنکھوں کے سامنے ہے وہ نظر آتے ہوئے بھی نظر نہیں آتا۔ جو کچھ ہم پر گزر رہی ہے، اس کا یقین نہیں ہوتا۔ دنیا بھر کے نجومی ہزار پیشگوئیاں کرتے کہ شیبا خودکشی کرنے والی ہے لیکن ہمارا دل کبھی نہ مانتا۔ بھلا ایسی عورت کیوں خودکشی کرے گی جس کے دل کی ہر خواہش ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہو۔ جسے اس کی محبت مل گئی ہو، دنیا میں جس کے لیے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ زمین کے جس حصے میں قدم رکھ دیتی، وہاں دولت کے انبار لگ جاتے۔ ٹیلی پیتھی کا ایک اشارہ کرتی تو اس کے آگے ہاتھ جوڑنے کے لیے لاکھوں چلے آتے۔ ایسی عورت کبھی خودکشی کرے گی، یہ انسانی ذہن کبھی سوچ نہیں سکتا۔ یہ تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہو جاتے ہیں۔

بابا صاحب کے ادارے میں ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ کوئی اچھا کھا رہا تھا نہ اچھا پہن رہا تھا۔ سب ہنستا بولنا بھول گئے تھے۔ سبھی اس کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ آمنہ کو اس کی موت کا زیادہ صدمہ تھا۔ اس نے شیبا کے ساتھ بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تھے۔ اسی نے پارس اوّل کو ڈھونڈ نکالا تھا اور شیبا کے ساتھ مل کر اس کی پرورش کی تھی۔ آج نہ شیبا تھی، نہ پارس اس ادارے میں تھا، وہ تنہا رہ گئی تھی۔

ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ اب یہودیوں کو چین سے رہنے نہیں دیں گے۔ ہر نئے دن ایک نیا نقصان پہنچائیں گے۔ جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "کسی کو نقصان پہنچا کر کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیا شیبا واپس مل جائے گی؟ کبھی ایک کی سزا دوسرے کو نہیں دینا چاہیے، تا کہ ان کے اکابرین نے شیبا پر ظلم کیا مگر کس نے ظلم کیا، کس نے یہ منصوبہ بنایا اور کون لوگ اس منصوبے پر عمل کرتے رہے، انھیں تلاش کرو۔ انھیں سزا دو تا کہ پوری قوم کو عبرت حاصل ہو۔ پوری قوم میں سب کے سب بدمعاش نہیں ہوتے۔ تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہاں بڑے بڑے دھماکے کرو گے جن کی زد میں شریف خاندان کے افراد بھی آئیں گے۔ معصوم بے گناہ بچے بھی مارے جائیں گے۔ یہ انتقام نہیں کہلائے گا، دہشت گردی کہلائے گی۔ دہشت گردی کا مطلب ہے بدمعاشوں کے ساتھ اچھے بھی مارے جائیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پیسا جائے۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا جائے، ہنستے کھیلتے بچوں کو ہمیشہ کے لیے معذور کر دیا جائے۔ نہیں فرہاد! جو ایک کر نا جو دشمن ہیں، جو شیبا کی موت کے ذمے دار ہیں، انھیں تلاش کر کے انھیں سزا دو۔"

آمنہ نے کہا۔ "ہم نے پچھلے دنوں تل ابیب میں رہ کر بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ وہاں کے تمام اہم منصوبے بلائنڈ کلب کے ممبران بناتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیجیے میں تل ابیب جاؤں گی اور بلائنڈ کلب کے ممبران کو بے نقاب کروں گی۔"

آمنہ کی یہ بات دل کو لگی۔ ان کی ساری بنیاد بلائنڈ کلب والوں پر تھی۔ وہیں سے اہم اور تخریبی منصوبے بنائے جاتے تھے۔ ان کا تباہی سے کتنے ہی ملک اور کتنی ہی قومیں تباہیوں سے بچ سکتی تھیں۔ ہم اس فیصلے پر متفق ہو گئے کہ آمنہ وہاں جائے گی، ہم اسے گائیڈ کرتے رہیں گے۔ ایک دن وہ سرنگ بناتی ہوئی ضرور بلائنڈ کلب کے ممبران تک پہنچ جائے گی۔

اس مقصد کے لیے آمنہ کو کئی بار تنویمی عمل سے گزارا گیا اور ہر بار اس کے دماغ میں عبرانی زبان نقش کرائی گئی۔ بابا صاحب کے ادارے میں ہر زبان کے ماہر موجود تھے۔ ایسا ہی عبرانی زبان کا ایک ماہر تنویمی عمل کے دوران اس کے سامنے فقرے ادا کرتا تھا اور آمنہ اس کے لب و لہجے میں وہ فقرے ادا کرتی تھی۔ اس طرح وہ تمام باتیں اس کے ذہن میں نقش ہو جاتی تھیں۔ صرف ایک ہفتے کے اندر وہ عبرانی زبان اتنی روانی اور اتنی فصاحت سے بولنے لگی جیسے یہ اس کی اپنی مادری زبان ہو۔

ہر بڑے ملک کے سیکرٹ ایجنٹ دوسرے ملکوں میں جا کر ایک عام شہری کی زندگی گزارتے ہیں اور وہاں کے راز حاصل کر کے اپنے ملک تک پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح فرانس کے سیکرٹ ایجنٹ بھی اسرائیل میں موجود تھے، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ وہ سب مشرقی جرمنی سے ٹرانسفر ہو کر آنے والے یہودی کہلاتے تھے۔ ہم نے فرانس کی ایک ایسی سیکرٹ ایجنٹ کا انتخاب کیا جو چہرے کے اعتبار سے آمنہ سے بالکل مختلف تھی لیکن قد اور جسامت میں ایک جیسی تھی۔ اس کا نام جیسی ہاربر تھا۔ آمنہ کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی گئی اور اسے چہرے کے اعتبار سے بھی جیسی ہاربر بنا دیا گیا۔

اسرائیلی حکام جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ پہلے دن انھوں نے اطلاع دی۔ "ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بتانا پڑتا ہے کہ شیبا نے خودکشی کی ہے۔ اپنے ہی ہاتھوں سے خنجر اپنے سینے میں گھونپ لیا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "ہم نے اسے بیٹی بنا کر اپنے ادارے میں رکھا تھا۔ اس کی موت کا جتنا صدمہ ہمیں ہے، اس کا اظہار ہم اس کے دشمنوں کے سامنے نہیں کرنا چاہتے۔"

"کیا آپ ہمیں شیبا کا دشمن سمجھتے ہیں؟"

"اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کے باوجود اپنے گناہوں

اور جرائم کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسے بے حس لوگوں کو مُردہ ضمیر کہتے ہیں۔"
میں نے اس اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" شیبا جب دنیا میں نہیں رہی تو پھر ہم سے رابطہ کیوں قائم کر رہے ہو؟"
"ہم بتانا چاہتے ہیں اس کی خودکشی میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ لاش جوں کی توں پڑی ہے۔ ہم نے ہر زاویے سے تصویریں اتاری ہیں۔ اسے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی آکر دیکھنا چاہے تو یقین کر سکتا ہے کہ کمرہ اندر سے بند تھا۔ وہاں کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ شیبا نے اشتعال میں آکر پہلے تنویمی عمل کرنے والے پر چاقو سے کئی حملے کیے۔ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اس نے خنجر کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ بُرا نہ مانیں تو ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہ ٹیلی پیتھی کا ہی کوئی چکر ہو سکتا ہے۔"
"میں اس سلسلے میں بحث نہیں کروں گا۔ صرف یہی سوال دہراؤں گا۔ جب شیبا اس دنیا میں نہیں رہی تو ہم سے کیوں رابطہ قائم کر رہے ہو؟"
"فرہاد! یہ کیوں بھولتے ہو کہ تمھارا بیٹا ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ بے چارہ اپنی ماں سے محروم ہو گیا مگر تم اسے اپنے سائے سے محروم نہیں کرو گے۔"
میں نے پوچھا۔" تمھارے کتنے بچے ہیں؟"
اس نے جواب دیا۔" چھ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟"
"کیا تم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ وہ بچے تمھارے ہیں؟"
"آپ میری بیوی کے کریکٹر پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔"
"نہیں، حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ بعض اوقات عورت کو بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ کس کے بیٹے کو جنم دے رہی ہے۔ وہ تو اچانک ہی ہمیں اس تنویمی عمل کرنے والے کے دماغ میں جگہ مل گئی اور سارا بھید کھل گیا کہ تم لوگوں نے کیسی شرم ناک چالیں چلی تھیں۔ اگر جیسن ہارون میرا بیٹا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارے ہاں جتنے بچے ہوتے ہیں اُن کے باپوں کی صحیح شناخت نہیں ہو سکتی۔"
اسے چپ سی لگ گئی۔ وہ کرسی پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ میں نے کہا۔" جب شیبا کو معلوم ہوا کہ تم لوگوں نے کیسی گھناؤنی چال چلی ہے تو اس نے اشتعال میں آکر تنویمی عمل کرنے والے کو ہلاک کر دیا۔ وہ اتنی شرم والی تھی کہ اس کے بعد ہمیں منہ نہیں دکھانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے اپنے آپ کو بھی ختم کر دیا۔ اب بتاؤ تم لوگوں کے پاس کہنے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟"
وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔" فرہاد! وہ تنویمی عمل کرنے والا پوری طرح ہمارا راز دار نہیں تھا۔ اس کے دماغ سے جو معلوم ہوا اس میں بہت سی باتیں غلط ہیں۔ تم یقین کرو، جیسن ہارون تمھارا اپنا بیٹا ہے، تمھارا اپنا خون ہے۔"
"بکواس مت کرو۔ آج بھی میری میڈیکل رپورٹ تمھارے منہ پر تھوک رہی ہے۔ اس کے باوجود ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے ہو۔ اگر تم بضد ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے تو جاؤ میں نے اسے تمھارے ... کیا۔ تم اسے یہودی بنانا چاہتے تھے، بناؤ۔ مجھے اس سے کوئی لگاؤ ...
"ہمیں اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کا موقع دو۔ اگر تم ... غلط فہمی میں مبتلا ہو کر انتقامی کارروائی کی تو بعد میں تمھیں افسوس ہو..."
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رابطہ ختم کر دیا۔ ان کے ساتھ ... مناسب تھا۔ وہ ہماری طرف سے انتقامی کارروائی کی توقع کر رہے ... گے اور سوچتے جا رہے ہوں گے کہ پتا نہیں ہم کس طرح تباہیاں پھیلا... گے۔ اُدھر ہماری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا اور مسلسل خاموشی ... رہے گی تو وہ دن بدن تجسس میں مرتے رہیں گے۔ ہر آنے والے ... میں ہماری طرف سے ہونے والی انتقامی کارروائی سے دہشت زدہ ... رہیں گے۔
دوسرے دن انھوں نے پھر جناب شیخ صاحب سے رابطہ ... کیا۔ رسونتی نے مجھے خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دی۔ میں نے شیخ ... کے پاس پہنچ کر سنا۔ وہ ٹیلیفون کے ذریعے اسرائیل کے ایک اعلیٰ ... سے گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔" جناب شیخ صاحب! آپ ... دکھ دیجیے۔ میں بات کر رہا ہوں۔"
انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا۔" اب کیا تکلیف ..."
اس اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔" آپ ہم سے ناراض ہیں لیکن ... اپنا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ آج شیبا کی آخری رسومات ادا کی جا... ہم آپ لوگوں کو یہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ادارے کے ... افراد چاہیں یہاں آسکتے ہیں۔"
میں نے کہا۔" ایک شیر جب بہت بوڑھا ہو گیا اور شکار ... کے قابل نہ رہا تو اس نے اعلان کیا کہ وہ سخت بیمار ہے اور اپنے ... غار سے نکل نہیں سکتا۔ لہٰذا جتنے جانور اس کی عیادت کے لیے آ... ہیں، آزادی سے آئیں۔ اب وہ کسی پر حملہ کرنے کے قابل نہیں ... نتیجہ یہ ہوا کہ جو جانور اس کی عیادت کے لیے جاتا تھا، غار سے واپس نہیں آتا تھا۔ کیا تم ہمیں ایسا ہی نادان سمجھتے ہو کہ ہم شیبا کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے آئیں پھر ہمیں واپسی کا راستہ نہ ملے؟"
"آپ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں۔ ہم پوری نیک نیتی سے آپ ... کو یہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔"
"تم لوگوں کی نیک نیتی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ساری دنیا ... جانتی ہے۔ ہم بھی جانتے تھے لیکن شیبا کی محبت میں بھروسا کرتے ... تم لوگوں نے دوستی اور بھروسے کا یہ آخری بھرم بھی توڑ کر رکھ دیا ... اب کیا کرو گے؟ میں تمھاری قید میں نہیں ہوں۔ شیبا اس دنیا میں نہیں ... رہی اور وہ بچہ نہ پہلے ہمارا تھا نہ اب ہے۔ لہٰذا میری کس کمزوری ... سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ کس طرح ہمیں انتقامی کارروائی سے روک سکو گے؟

ذرا شیبا کی آخری رسومات ادا تو ہونے دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔"
اس اعلیٰ عہدے دار کے ہوش اڑ رہے تھے۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔" ہمیں کچھ موقع دو۔ ہم اپنی غلطیوں کی تلافی کر دیں گے۔"
رسونتی نے غصے سے کہا۔" تم کیا کرو گے؟ تم نے اپنی ہی قوم کی بیٹی کو جس بے عزتی سے ہلاک کرایا ہے اور جس طرح عورت کی توہین کی ہے، اس کے پیش نظر تم لوگوں کو خود ہی شرم سے مر جانا چاہیے لیکن شرم نام کی کوئی چیز تمھارے پاس نہیں ہے لہٰذا میں نے تم لوگوں کے لیے کچھ سزائیں تجویز کی ہیں، انھیں غور سے سنو اور ان پر عمل کرتے رہو۔"
وہ پریشان ہو کر بولا۔" یہ تو ہم سمجھ رہے تھے کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔"
رسونتی نے کہا۔" جہاں شیبا نے خودکشی کی ہے، اس کی میت وہیں سے اُٹھائی جائے گی اور اس کا جنازہ کسی گاڑی میں نہیں جائے گا۔ تمھارے جیسے بڑے بڑے اعلیٰ عہدے داران اور اعلیٰ حکام اس جنازے کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر قبرستان تک لے جائیں گے۔"
میں نے کہا۔" ہم انتقامی کارروائی ایسی ہی معمولی سزاؤں سے شروع کریں گے۔ شیبا کے جنازے میں تمام سول اور فوجی افسران موجود رہیں گے اور سب ننگے پاؤں چلیں گے۔ اگر کسی نے جوتا پہنا تو وہ جوتا اس کے منہ پر پڑے گا۔ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تم سب کے دماغ میں چپ چاپ آتے جاتے رہیں گے۔"
آرمر نے کہا۔" سرکاری طور پر اعلان کیا جائے کہ شیبا کے لیے سات دن تک سوگ منایا جائے گا۔ تمام افسران اور یہودی اکابرین اپنے دفتروں اور کاروباری اداروں میں ننگے پاؤں نیکر اور بنیان پہن کر آیا جایا کریں گے۔ گھر میں بھی ننگے پاؤں رہیں گے۔ سات دن تک کسی گھر میں بجلی کی روشنی نہیں ہوگی۔ معصوم بچوں کی خاطر شمعیں روشن کرنے کی اجازت ہوگی۔"
رسونتی نے کہا۔" سات دن تک کوئی کلب، شراب خانہ یا قمار خانہ نہیں کھلے گا بلکہ گھر کے اندر بھی شراب کی بوتل نہیں کھلے گی۔ شیبا کو آلو کے قتلے بہت پسند تھے لہٰذا سات دن تک تمام افسران اور یہودی اکابرین صرف آلو کے قتلے کھائیں گے۔ اس کے علاوہ کچھ اور کھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔"
میں نے کہا۔" فی الحال اتنا ہی اعلان کر دو اور اس پر فوراً عمل کرو اور اسے اچھی طرح یاد رکھو ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے تم لوگوں کے پاس چپ چاپ آتے جاتے رہیں گے۔"
ہمارے ان احکامات کے مطابق وہاں سرکاری اعلانات ہونے لگے۔ ہم مختلف افسران اور اعلیٰ حکام اور یہودی اکابرین کے پاس پہنچتے جا رہے تھے، انھیں یہ یقین دلاتے جا رہے تھے کہ کوئی ہم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ ہم جب چاہیں گے کسی کے بھی دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کیا جائے۔
وہاں عمل شروع ہو گیا۔ اِدھر ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ تمام سول اور فوجی افسران اور دیگر یہودی اکابرین پر نظر نہیں رکھ سکتے تھے لیکن بڑی حد تک نگرانی کر سکتے تھے۔ شیبا کی موت کی خبر سُن کر جوجو رو رہی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار شیبا نے ممتا دی تھی، ماں کا پیار اسے کبھی ملا نہیں تھا اور جب ملا تو شیبا ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی۔ وہ رو رو کر کہہ رہی تھی۔" مجھے پارس کے پاس جانے دو، نہیں تو دشمن اسے بھی مار ڈالیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں، میں سب کو مار بھگاؤں گی۔"
شیخ صاحب نے اسے سمجھایا۔" بیٹی! ہم جلد ہی پارس کا پتا چلائیں گے۔ تم نے خود ہی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کر کے دیکھا ہے، وہ تم سے بھی بات نہیں کر رہا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ وہ مجبور ہے، جب تک وہ مجبور رہے تمھیں دوسرے دشمنوں سے انتقام لینا چاہیے۔ تمھیں عملاً میدان میں آنا چاہیے۔ میں تمھیں تل ابیب کے چند اعلیٰ عہدے داران کے دماغوں تک پہنچا رہا ہوں۔ تم ان کے دماغ میں آتی جاتی رہو اور چند باتوں کا خیال رکھو۔ ان عہدے داران کو ننگے پیر رہنا چاہیے، صرف نیکر اور بنیان پہننا چاہیے، گھر کے باہر یا اندر شراب نہیں پینا چاہیے، کھانے میں صرف آلو کے قتلے کھانا چاہئیں، اگر وہ ایسا نہ کریں۔ ہمیں دھوکا دے کر کچھ اور کھانا پینا چاہیں یا اپنے گھر میں روشنی کرنا چاہیں تو تم انھیں جو چاہو سزا دے سکتی ہو۔ البتہ ان کے گھروں میں شمعیں روشن ہو سکتی ہیں۔ سات دن تک بجلی کی روشنی نہیں ہوگی۔ بچوں کی خاطر وہ بجلی کے پنکھے چلا سکتے ہیں۔"
جوجو کو بہلانے کا یہی طریقہ مناسب تھا۔ ہم نے اسے بھی تل ابیب میں مصروف رکھا۔ وہاں ہمارے احکامات کی تعمیل ہو رہی تھی۔ جتنے افسران تھے، وہ ننگے پاؤں تھے اور اپنے کاندھوں پر شیبا کا جنازہ اُٹھائے جا رہے تھے۔ تل ابیب میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ موجود تھے۔ فرانسیسی جاسوس وغیرہ بھی تھے، ماسک مین کے آدمیوں سے ہمارا پرانا رابطہ تھا۔ ہم نے ان سب کو ڈیوٹی پر لگا دیا تھا کہ وہ جاسوسی کریں اور بتائیں کہ کون افسر گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور جنازے میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔
ہمارے تمام آدمی ٹیلیفون کے پاس بیٹھ گئے تھے اور ریسیور اٹھا کر مختلف نمبر ڈائل کرتے جاتے تھے۔ جن افسران کے نمبر انھیں معلوم تھے، وہ ان سے رابطہ قائم کرتے تھے۔ ہم ان کے دماغ میں پہنچ کر دوسرے افسران کے ٹیلیفون نمبر معلوم کر کے انھیں نوٹ کرا دیتے تھے، اس طرح ہم تمام لوگوں تک پہنچتے جا رہے تھے۔ ان میں ایسے اعلیٰ حکام اور دیگر عہدے داران تھے جو سرِعام نیکر اور بنیان

پہن کر ننگے پیر چلنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہمیشہ عمدہ سوٹ، مہنگے جوتے اور مہنگی گاڑی میں دیکھے جاتے تھے۔ کبھی ننگے پاؤں چلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ عام آدمیوں کی سطح پر آنا ان کی توہین تھی۔ ایسے چند اعلیٰ عہدے داران چھپ کر گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ان کی آواز کبھی فرہاد یا دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک نہیں پہنچی ہے۔ لہٰذا کوئی ان کے دماغ تک نہیں پہنچے گا۔

وہ گھروں میں چھپ کر فون اٹینڈ نہیں کر رہے تھے۔ ان کے ملازم یا ان کی عورتیں ریسیور اٹھا کر پوچھتی تھیں۔ کون ہے؟ کس سے ملنا ہے؟ صاحب جنازے میں شریک ہونے گئے ہیں۔

یہ جھوٹ دوسروں کے سامنے چل سکتا تھا مگر ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر لیتے تھے کہ صاحب کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم نے ایسے چھپنے والوں کے پاس پہنچ کر کہا "فوراً کپڑے اتارو، نیکر اور بنیان پہن کر باہر نکلو۔"

وہ گڑگڑا کر ہاتھ جوڑ کر کہہ رہے تھے۔ "ہمیں معاف کر دو۔ اس طرح سرِ عام ہمیں ذلیل نہ کرو۔"

ہم نے انھیں گڑگڑانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن ان کے ہاتھ بے اختیار لباس اتار رہے تھے۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے نیکر اور بنیان پہن کر ننگے پاؤں باہر نکل آئے۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگے "ہائے شیبا!" ان میں سے کسی نے دیوار سے سر ٹکرایا، کسی نے درخت سے سر ٹکرایا۔ کوئی دوڑتا ہوا سڑک پر آیا۔ پھر دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا "یہاں سے شیبا کا جنازہ گزرا اور میں شریک نہ ہوا۔ میں کتنا بدنصیب ہوں۔ ہائے شیبا! ہائے شیبا!"

وہ ایسا کہتے تھے اور سڑک پر جھک کر اپنا سر پٹختے تھے۔ پھر اٹھ کر بھاگتے جاتے تھے تاکہ جنازے میں شریک ہو سکیں۔

ہم نے ان تمام چھپنے والوں کو اسی طرح دوڑاتے ہوئے اور ماتم کراتے ہوئے قبرستان تک پہنچایا۔ وہاں جتنے بڑے بڑے افسران اور ان کے اعلیٰ حکام موجود تھے، انھوں نے حیرت اور عبرت سے انھیں دیکھا۔ وہ ہائے شیبا کہہ کر سڑکوں پر سر پٹخ پٹخ کر آرہے تھے لہٰذا لہولہان ہو گئے تھے۔ ہانپتے کانپتے کہہ رہے تھے۔ "ہمیں سزا مل رہی ہے، ہماری طرح کوئی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچتے ہیں۔ وہ پہنچ جاتے ہیں، وہ قبر میں بھی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ جو افسران جنازے میں شریک نہیں ہوئے اور ابھی تک چھپے بیٹھے ہیں، وہ جلد ہی ٹیلی پیتھی کی زد میں آئیں گے اور عبرت ناک سزائیں پائیں گے۔"

یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچی ہوں گی جو اب تک ہم سے چھپنے میں کامیاب رہے تھے لیکن اب دہشت میں مبتلا رہیں گے۔ اس رات ہم نے تین ایسے افسران تک رسائی حاصل کی جو قبرستان نہیں گئے تھے اور نہ جانے والوں کو جو سزائیں دی تھیں، ان کے متعلق سن کر دہشت میں مبتلا تھے۔ اپنے خوف کو کم کرنے کے لیے بوتل کھول کر پی رہے تھے۔ ہم نے ان کے ہاتھ سے ایک ایک پرچی لکھائی۔ انھوں نے لکھا "ہم نے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے احکامات کی تعمیل نہیں کی۔ نہ شیبا کے جنازے میں شریک ہوئے اور نہ ہی شراب کے بغیر رہ سکے۔ ہمیں سزا ملنا چاہیے۔ چونکہ بوتل کھول چکے ہیں۔ لہٰذا اب ہم گلاس میں ڈال کر نہیں بلکہ منہ سے لگا کر پوری بوتل پیٹ میں اتار لیں گے۔ نتیجہ خواہ کچھ ہو۔"

میں، رسونتی، آر مرتین ایسے افسران کے دماغوں پر قابض تھے۔ ان کے منہ سے بوتل لگا چکے تھے اور وہ غٹ غٹ پیتے جا رہے تھے۔ پینا نہیں چاہتے تھے مگر ہم زبردستی ان کے حلق میں ٹھونس رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شراب ان کی ناک کے نتھنوں سے، آنکھوں سے اور کانوں سے نکلنے لگی، دیکھتے ہی دیکھتے ان کا دم گھٹ کر رہ گیا۔ ہم نے دوسرے افسران کو اطلاع دے دی اور کہا "جاؤ، ان تینوں افسران کا انجام دیکھ لو جنھوں نے ہمارے احکامات کی تعمیل نہیں کی تھی۔"

پہلے دن کچھ لوگوں نے من مانی کی۔ انھیں اس کی سزا بھی ملی پھر دوسرے دن سب ٹھیک ہو گئے۔ جیسا ہم کہہ چکے تھے، وہ ویسا کرتے گئے لیکن انھوں نے بڑے بڑے ممالک سے اپیل کی کہ وہ فرانس کی حکومت پر دباؤ ڈالیں اور فرانس کی حکومت فرہاد کو سمجھائے کہ وہ بڑے معززین کو یوں بے عزت نہ کرے۔ شیبا نے خودکشی کی ہے، وہ اس کی موت کے ذمے دار نہیں ہیں۔

میں نے ان سب سے کہہ دیا "شیبا کا کیس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی عدالت میں ہے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے سچ اور جھوٹ کو صاف طور پر پڑھ لیتے ہیں لہٰذا کوئی ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔"

سپر ماسٹر کی طرف سے کہا گیا "سمجھوتا کرانا ہمارا فرض ہے۔ ہم معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے لیکن ہماری خواہش ہے کہ آپ انھیں چند شرائط پر انھیں معاف کر دیں۔"

ماسک مین کے ملک سے بھی یہی سفارش کی گئی۔ میں نے کہا "ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ بلائنڈ کلب کے تمام ممبران میرے سامنے بے نقاب کیے جائیں۔ میں ایک ایک کو قتل کروں گا کیونکہ انھوں نے پہلی بار شیبا کو اغوا کر کے جزیرے میں قید کرایا۔ پھر دوسری بار تل ابیب میں قیدی بنایا۔ مجھے بھی قیدی بنا کر رکھا گیا۔ اس شریف لڑکی کو بے آبرو کر کے خودکشی پر مجبور کیا گیا۔ یہ ساری پلاننگ بلائنڈ کلب والوں کی تھی۔ میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک وہ میرے سامنے بے نقاب نہیں ہوں گے، میں اسرائیلی حکام کو سکون سے بیٹھنے نہیں دوں گا۔"

میرا یہ مطالبہ ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا ایک شعبہ ایسا تھا جو ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے محفوظ تھا۔ انھوں نے

کہا: "ہمیں سوچنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جائے۔"

"میں چوبیس سال کی مہلت دے سکتا ہوں لیکن ان سات دنوں تک وہی ہوتا رہے گا جو میں کہہ چکا ہوں۔"

میری یہ شرط سن کر تمام بڑے ممالک خاموش ہو گئے۔ بلائنڈ کلب کے ممبران جو منصوبے بناتے تھے، وہ سیاسی طور پر ان بڑے ممالک کو بھی نقصان پہنچاتے تھے لہٰذا ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ ممبران بے نقاب ہو جائیں۔ میری اس شرط کو مان لینے سے انھیں بھی فائدہ پہنچنے والا تھا۔

وہ سات دن تک قہراً و جبراً میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہے۔ ساتویں دن آمنہ، جیسی ہاربر کے روپ میں وہاں پہنچ گئی۔ جیسی ہاربر کا شوہر چھوٹی کشتیاں سمندر میں لے جا کر مچھلیاں پکڑتا تھا۔ مچھلیاں پکڑنے کے لیے اس نے اور بھی ملازم رکھے ہوئے تھے۔ اس کا کاروبار اچھا چل رہا تھا لیکن ان ماہی گیروں کو سمندر کے ساحلی علاقوں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسرائیل کے تمام مشرقی ساحلی علاقوں میں فوجیوں کا سخت پہرا رہتا تھا۔ ہاربر جیسے چند ماہی گیر جب مچھلیاں پکڑنے جاتے تو ان کی سختی سے چیکنگ ہوتی تھی۔ واپسی پر بھی انھیں سخت چیکنگ سے گزرنا پڑتا تھا۔

جیسی ایک آزاد بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھی۔ ہاربر آدھی رات کو کشتیاں اور ماہی گیروں کی ٹیم لے کر سمندر میں جاتا تھا اور صبح سات بجے واپس آتا تھا۔ ساحل سے دو میل دور مچھلیوں کا تھوک بازار تھا۔ وہ دس گیارہ بجے تک مچھلیاں فروخت کر دیتا تھا۔ بارہ بجے تک گھر واپس آتا تھا۔ جیسی اس کے لیے کھانا تیار کرتی تھی۔ اسے کھلاتی تھی۔ پھر وہ سو جاتا تھا۔ ہاربر چونکہ ہمارے ہی ادارے سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے آمنہ کے آنے پر معمول بدل گیا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا: "اگر کھانا تیار ملے گا تو ٹھیک ہے ورنہ میں کہیں کھا لیا کروں گا۔ میری فکر نہ کرو، اپنا کام کرتی رہو۔"

ساحلی علاقے میں کئی سرکاری عمارتیں ایسی تھیں جہاں مسلح فوجیوں کا پہرا رہتا تھا۔ آس پاس کی سڑکوں سے عام لوگوں کو گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ آمنہ کا خیال تھا انہی سرکاری اداروں میں کوئی عمارت ایسی ہے جسے سرکاری فائلوں میں بلائنڈ کلب کا نام دیا گیا ہوگا اور وہ ممبران وہیں آتے ہوں گے۔

ان راستوں سے گزرنے والے جتنے بھی فوجی اور سول افسران تھے، آمنہ انھیں دور ہی دور سے تاڑنے لگی تھی۔ انھیں اچھی طرح پہچاننے کے بعد کسی ہوٹل یا کسی کلب میں ان سے ملاقات کرتی تھی، ان سے بات کرتی تھی اور ہم ان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتے تھے کہ وہ کس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں؟

ہمیں امید تھی، اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے بہت جلد کسی جگہ بلائنڈ کلب کے ممبر سے ٹکرا سکتے ہیں۔ ادھر سات دن پورے ہونے کے بعد تمام افسران، اعلیٰ عہدے داران پوری طرح لباس اور جوتے پہننے لگے تھے اور اطمینان کا سانس لے رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "یہ اطمینان عارضی ہے، اب دوسری سزائیں شروع ہوں گی۔ اس سے قبل کہ میں وہ سزائیں سناؤں، اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ تم لوگ بلائنڈ کلب کے ممبران کو بے نقاب کرو گے یا نہیں؟"

"مسٹر فرہاد! ہمیں تمھاری شرط منظور ہے۔ ہم ایک ممبر کو تم سے ملاتے ہیں۔ پہلے اس سے باتیں کر لو۔ چاہو تو اسے سزا دو، پھر دوسرے سے ملاقات کرائی جائے گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ کسی سے رابطہ قائم ہوا۔ پھر اس نے کہا: "مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔ دروازے کھول دو۔"

اس نے کہا: "میں اپنی آواز سنا رہا ہوں اور مسٹر فرہاد کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "تمھارے خوش آمدید کہنے کا انداز ظاہر کرتا ہے کہ تمھیں میری انتقامی کارروائی کا کوئی خوف نہیں ہے۔"

"کیسی انتقامی کارروائی؟ تم زیادہ سے زیادہ مار ڈالنا چاہو گے۔ مرنا تو ہے۔ تمھیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ ابھی ہو سکتا ہے چند ساعتوں میں بازی پلٹ جائے۔ تم مر جاؤ اور میں زندہ رہ جاؤں۔"

وہ بڑے پُریقین اور مستحکم لہجے میں یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا: "تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمھارے دماغ کو ٹٹولنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔ تمھیں میرے ذریعے دوسرے ممبران کا سراغ نہیں ملے گا۔ کیونکہ ہم ایک دوسرے کو کبھی نہ جانتے تھے، نہ جانتے ہیں نہ جان سکیں گے۔ ہمارا طریقۂ کار ایسا انوکھا ہے کہ تم یقین نہیں کرو گے۔"

"میں یقین کرتا ہوں، تمھارے طریقۂ کار کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کن راستوں سے گزر کر بلائنڈ کلب کے اندر پہنچتے ہو؟"

"تم یہ دیکھ رہے ہو کہ میں نے اب تک آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اس لیے کہ آنکھیں کھولوں گا تو میرے سامنے ایک شخص نظر آئے گا۔ اسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ لو دیکھو۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا، کوئی کھڑا ہوا تھا۔ اگر اس بلائنڈ ممبر کا دماغ مجھ سے نہ بولتا تو میں صرف اس کی آنکھوں سے دیکھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔

اس کے دماغ نے بتایا۔ آئرن اور ہارڈی دو ہم شکل بھائی ہیں۔ ان میں سے آئرن سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو فرہاد! بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ ویسے اس بار

جم کے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اس کی بات سنتے ہی کہا۔ "تمھیں یہاں دیکھ کر سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی ہے؟"

"اس سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ آنے والا وقت خود جواب پیش کرے گا۔"

"تمھاری یہاں موجودگی کا مقصد کیا ہے؟"

"میں یہاں اسرائیلیوں سے بہت اہم سودا کرنے آیا ہوں۔ اگر میں تمھاری ایک کمزوری ان کے حوالے کر دوں تو تم کبھی انھیں پریشان نہیں کر سکو گے۔"

میں نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پارس اوّل ہمارے پاس ہے۔ اگر وہ تل ابیب پہنچا دیا گیا تو پھر تمھاری تمام شیخی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم یہاں کے کسی ایک فرد کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت نے پارس کو اغوا کیا تھا وہ تمھاری بہن سلارا تھی۔"

اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس بلائنڈ ممبر نے خودکشی کر لی تھی۔ یہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کر گزرے گا۔ میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ آئرن کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے کہا۔ "بے شک آ سکتے ہو۔ تمھیں حیرانی ہوگی کہ اس بلائنڈ ممبر نے خودکشی کیوں کی ہے؟ بھئی اس لیے کہ یہ ریٹائر ہونے والا تھا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا آئے گا۔ لہٰذا یہاں کے حکام نے سوچا۔ پہلے اسی سے تمھاری ملاقات کرائی جائے اور تمھیں یقین دلایا جائے کہ بلائنڈ کلب کے ممبران تک پہنچنا، بچوں کا تو کیا، بڑوں کا بھی کھیل نہیں ہے۔"

"یہاں تم یہودیوں کے گن گانے آئے ہو؟"

"ہاں، ہمارے ستارے ان سے مل رہے ہیں۔ بائی دا وے، میں تمھیں زیادہ دیر دماغ میں رہنے نہیں دوں گا۔ تم بڑے خطرناک آدمی ہو، خواہ مخواہ دماغ میں زلزلہ پیدا کرو گے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے کمزور ہو جاؤں گا لیکن اب میری پشت پر بڑی بڑی طاقتیں ہیں۔ میں تمھیں ایک آواز سنا رہا ہوں۔ اسے سنو اور اس کے پاس پہنچو تو اس کے ذریعے میری بہن سلارا سے گفتگو کر سکو گے۔"

اس نے کیسٹ کے ذریعے ایک آواز سنائی۔ میں جس شخص کے دماغ میں آیا، اس کے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے اسے آن کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سلارا کو خبر کر دو۔ فرہاد تمھارے دماغ میں آ رہا ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں آ چکا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کے بٹن کو دبا کر کہا۔ "مادام! مسٹر فرہاد از ویٹنگ فار یو۔"

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "جسٹ اے منٹ۔"

میں دوسرے ہی لمحے سلارا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کیا ذرا صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اسی شخص کے پاس جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ میں نے اتنی سی دیر میں دیکھا۔ وہ ایک بلیک بورڈ کے سامنے چاک بائیں ہاتھ میں لیے الجبرا کا کوئی مشکل سوال حل کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں پر عینک تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بہت ہی خشک مزاج اور تنگ دل ہے۔ اس کا لہجہ بھی پتھر جیسا تھا۔ اسے علم حاصل کرنے کا جنون، علم ریاضی جیسا خشک مضمون پڑھنے اور سمجھنے کا اتنا خبط تھا کہ اس خبطی پن میں اس نے موٹے شیشوں کی عینک آنکھوں پر چڑھالی تھی جبکہ بھری جوانی میں عورت اپنی آنکھوں پر عینک نہیں، خواب سجاتی ہے۔

میں اس کے نمائندے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر آ رہی تھی۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کے اسکرٹ اور بلاؤز پر سفید ایپرن پہنی ہوئی تھی۔ جیسے کسی لیبارٹری سے کام کر کے آ رہی ہو۔ بعد میں پتا چلا۔ اس کے بھائی جارج فری مین کی ایک بہت بڑی سائنس لیبارٹری ہے، جہاں وہ بھائی کے ساتھ مختلف سائنسی تجربات کرتی رہتی ہے۔

وہ ایک ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک کلپ بورڈ تھا جس میں کاغذ پھنسا ہوا تھا اور وہ بائیں ہاتھ سے پینسل پکڑے کسی حساب میں مصروف تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم یہ احساس دلانا چاہتی ہو کہ تم بہت زیادہ مصروف رہتی ہو اور فرہاد کو تمھارا انتظار کرنے کی فرصت ہی فرصت ہے؟"

اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جسٹ اے منٹ! اس پرابلم کو سالو کرنے کا بس ایک نکتہ رہ گیا ہے۔ ابھی بات کرتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے خوش ہو کر کہا۔ "ہو گیا۔ حل ہو گیا۔ مسٹر فرہاد! تم خیالوں کی دنیا میں رہتے ہو۔ حقیقت کی دنیا سے تمھارا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کہ ابھی ابھی میں نے ایک نقطے کا وزن دریافت کرنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے کہا۔ "کیا ہم کاغذ پر لکھتے وقت جو نقطے لگاتے ہیں، تم اس کا وزن دریافت کر رہی ہو؟"

"ہاں، آج میں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میں ساری دنیا کو حیران کر دوں گی۔"

"تم میری حیرانی دور کرو۔ تم نے یہ عینک کیوں پہن رکھی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"بھئی، میں عینک کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ یہ کبھی ہمارے درمیان دیوار بن سکتی ہے۔"

اس نے سنجیدگی سے اس شخص کو دیکھا جس کے اندر میں موجود تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "فرہاد! دو چار باتوں کا خیال رکھو۔ میں چھچھوری گفتگو پسند نہیں کرتی۔ مجھ پر دماغوی ہتھکنڈے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں بہت مصروف رہتی ہوں چونکہ آج پہلی ملاقات ہے اس لیے تمھارے ساتھ کچھ زیادہ وقت گزار دوں گی۔"

"تم میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہو؟ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ بولو، کہاں آؤں؟"

"میں یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ میں بہت پُراسرار ہوں اور تم مجھ تک کبھی پہنچ نہیں سکو گے۔ فی الحال یہ تمھارے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس شخص کا دماغ تمھیں بتا رہا ہے کہ اس وقت ہم نیویارک میں ہیں لیکن ہم کہیں اور ہیں۔"

"میں کیسے مان لوں، جبکہ دماغ کے اندر کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہوتی۔"

"تنویمی عمل کے ذریعے جھوٹ بن جاتی ہے۔ اس پر عمل کیا گیا ہے اور جو سمجھایا گیا ہے، وہی یہ دماغ تمھیں سمجھا رہا ہے۔"

"کیا پارس اوّل تمھارے پاس ہے؟"

"تھا، اب نہیں ہے۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر تل ابیب پہنچنے والا ہے۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"اسرائیلی حکام اس کے عوض ایک کروڑ پچیس ہزار ڈالر ادا کر رہے ہیں۔"

"تم یہ رقم مجھ سے طلب کر سکتی تھیں۔ میں کسی بھی ملک میں کسی بھی کرنسی میں ادائیگی کر سکتا تھا۔"

"تم سے رقم نہیں، کچھ اور چاہیے۔"

"تمھارے کچھ اور چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم نے تو اسے تل ابیب پہنچا دیا ہے۔"

اس نے پینسل سے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! یہ دماغ کا کھیل ہے۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت سے دماغوں سے کھیلتے رہے ہو لیکن مجھے اور میرے بھائی جارج فری مین کو سمجھنے میں صدیاں گزر جائیں گی۔ بہرحال، یہ دماغ جس نے پارس اوّل کو تل ابیب پہنچایا ہے، وہاں سے دودھ کی مکھی کی طرح واپس نکال لائے گا۔"

"اس کی ضرورت کیا تھی۔ کیا اسے تل ابیب بھیجنے سے پہلے مجھ سے سودا نہیں کیا جا سکتا تھا؟"

"تم جو سودا کرتے، اس پر تم کبھی راضی نہ ہوتے۔ لہٰذا سوچا، پارس کو وہاں بھیج دیا جائے۔ جب وہ لوگ اسے قید میں رکھیں گے اور اسے تم مصیبتوں میں مبتلا دیکھو گے تب ہم سے سمجھوتا کر لو گے۔ سمجھوتے پر عمل کرنے کے دوران جب ہم پارس کو وہاں سے نکال لائیں گے تو تمھارے ذہین ترین لوگ سوچتے رہ جائیں گے کہ ذہانت کیسے تماشے دکھاتی ہے۔ صبح پارس تل ابیب میں ہوگا تو شام کو ہمارے پاس۔"

"اس کا مطلب ہے، تم نے کسی ڈمی پارس کو بھیجا ہے؟"

"یہ کہنے سے پہلے تم اس کے دماغ میں جاؤ اور اچھی طرح اطمینان کر لو، وہی تمھارا اصلی پارس ہے۔ اگر وہ ڈمی ہوا تو میں تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی کو تسلیم کر لوں گی۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"اب کوئی سوال نہ کرنا، کوئی بات نہ کرنا۔ یہاں سے جاؤ اور پہلے پارس اوّل کے سلسلے میں مطمئن ہو جاؤ۔ آدھے گھنٹے بعد تم سے ملاقات ہوگی۔"

یہ کہہ کر سلارا نے اشارہ کیا۔ میں جس کے دماغ میں تھا، اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں نے رسونتی اور آمنہ کو سلارا سے ہونے والی گفتگو کا خلاصہ سنایا۔ پھر کہا۔ "آؤ، ہم پارس کو چیک کرتے ہیں۔ آخر حقیقت کیا ہے؟"

ہم نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہمیں کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر کہا۔ "ہیلو پاپا! میں جوجو سے باتیں کر رہا ہوں۔ کیا آپ تھوڑی دیر بعد آنے کی زحمت گوارا کریں گے؟"

"بیٹے! جوجو سے ساری زندگی باتیں ہوتی رہیں گی۔ پہلے کام کی باتیں کرو۔ تم کہاں ہو؟"

"کیا آپ میرے دماغ میں رہ کر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ میں طیارے میں ہوں اور یہ طیارہ رن وے پر اتر رہا ہے؟"

"یہ تم کہاں آ گئے ہو؟"

"جہاں میں اور جوجو خوب شرارتیں کیا کرتے تھے۔ یہ تل ابیب ہے۔"

"کیا تم اپنی مرضی سے یہاں آئے ہو؟"

"ہاں، میں اپنی ممی کی قبر پر پھول چڑھانے آیا ہوں۔"

"کیا تمھیں احساس ہے کہ یہ دشمنوں کا ملک ہے اور ان دشمنوں نے تمھاری ممی کو مار ڈالا ہے؟"

"پاپا! ممی نے اپنے ہاتھوں سے خنجر اپنے سینے میں پیوست کیا تھا۔"

"ہاں، ایسا ہی کیا تھا۔"

"اور اُس وقت آپ ان کے دماغ میں تھے؟"

"ہاں، میں موجود تھا لیکن..."

اس نے بات کاٹ کر کہا۔ "سوری پاپا! اس کے بعد لیکن کی

گنجائش نہیں رہتی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ نے ممی کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو دنیا آپ کے ڈر سے نہیں کہہ سکتی۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ ممی اپنے ملک اور قوم کی وفادار ہیں، وہ ان کے مفاد کے لیے کام کرتی رہیں گی اور آپ کے اشاروں پر نہیں چلیں گی تو آپ نے انھیں خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

میں نے بے بسی سے ایک گہری سانس لی۔ پھر پوچھا "تم پر تنویمی عمل کون کرتا ہے؟"

"انکل ہارڈی۔"

"پھر تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا، جاؤ، جوجو سے باتیں کرو۔"

میں نے رسونتی سے کہا "دشمن اس کے معصوم دماغ میں ہمارے خلاف زہر بھر رہے ہیں۔ تم اور آرمر جوجو کو سمجھاؤ۔ وہ محبت سے پارس کو سمجھائے گی اور اس کے دماغ سے ہمارے خلاف زہر کو ختم کرے گی۔"

"کیا تم سمجھتے ہو، جوجو کے کوشش کرنے سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہو جائے گا؟"

اثر ختم نہیں ہوگا لیکن وہ جوجو کو بہت چاہتا ہے۔ اسے یقین ہونا چاہیے کہ جسے وہ سب سے زیادہ چاہتا ہے وہی اس کی بات سے متفق نہیں ہے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ ابھی سلارا کے پاس جانے کے لیے پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں نے خود ہی جوجو کو مخاطب کیا۔ وہ پارس سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے کہا "بیٹی! تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ۔ پھر پارس کے پاس چلی جانا۔"

وہ بولی "میں پارس سے باتیں کروں گی آپ سے باتیں نہیں کروں گی۔ آپ بہت گندے ہیں۔ آپ نے ہماری ممی کو مار ڈالا ہے۔"

وہ تو پارس کی دیوانی تھی۔ وہ اسے کیا سمجھاتی۔ خود اس کی باتوں کو حرفِ آخر سمجھتی تھی۔ میں نے رسونتی اور آرمر سے کہا "تم دونوں سمجھانے کی کوشش کرو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے آمنہ کے پاس پہنچ کر کہا "تھوڑی دیر پہلے میں بلائنڈ کلب کے ایک ممبر تک پہنچ گیا تھا۔ حالانکہ اس سے دوسری باتیں ہوتی رہیں لیکن میں نے اس کے دماغ سے اتنا ضرور معلوم کر لیا ہے کہ وہ بلائنڈ کلب کہاں ہے۔"

میں نے اسے بتایا "فش ہاربر سے جو سرکاری عمارتیں شروع ہوتی ہیں، ان میں پانچویں عمارت پُراسرار ہے۔ اس عمارت کے باہر کہیں کہیں مسلح فوجی نظر آتے ہیں ورنہ اندر کسی پہرے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا الیکٹرونک نظام قائم کیا گیا ہے کہ صرف وہاں کے ممبران ہی اسے سمجھ کر وہاں قدم رکھ سکتے ہیں کوئی دوسرا [illegible] تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ پھر خودکار نظام کے [illegible] تاروں میں برقی رو دوڑنے لگتی ہے جو کسی بھی اجنبی کو [illegible]

"میں دور ہی سے ان ممبران کو دیکھوں گی اور کسی [illegible] سے رابطہ قائم کروں گی۔"

میں نمائندے کے ذریعے سلارا کے پاس پہنچ گیا [illegible] اسے مخاطب کیا تو اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تم [illegible] ہو گئے ہو۔ وقت کی پابندی کیا کرو۔"

"پہلے جب میں آیا تو تم ایک نقطے کا وزن دریافت کر[illegible] طریقہ معلوم کر رہی تھیں۔ کیا اس وقت میرا وقت برباد نہیں [illegible]

"تمھارا کوئی وقت ہی نہیں ہے۔ تم ایک بے کار [illegible]

"کیا تم اسے ثابت کر سکتی ہو؟"

"تم نے ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم حاصل کر کے دکھی [illegible] کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟ جب سے یہ علم حاصل کیا ہے، دنیا وال[illegible] لڑتے جھگڑتے چلے آ رہے ہو۔ نہ خود چین سے رہتے ہو نہ دنیا[illegible] کو چین سے رہنے دیتے ہو۔"

"کیا تم ہمارے بیٹے کو تل ابیب پہنچا کر ہمیں چین سے رہ[illegible] موقع دے رہی ہو؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ تمھارے بیٹے کی حفاظت کی ذمے دار[illegible] پر ہے، اس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ اگر ہمارے درمیان ایک [illegible] ہو جائے۔"

"ہاں، وہ سمجھوتا تو بیچ ہی میں اٹک گیا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے ایک دن کے لیے آرمر اُدھار چاہیے۔"

"پڑوسی پانچ روپے اُدھار مانگ کر لے جاتے ہیں اور [illegible] نہیں کرتے۔ تم پورا ایک آرمر اُدھار مانگ رہی ہو جیسے [illegible] دن واپس کر دو گی۔"

"بیشک اسے پندرہ گھنٹے اپنے پاس رکھوں گی۔ سولہو[illegible] میں تمھارے پاس واپس روانہ کر دوں گی۔ میں زبان کی [illegible] کہہ دیتی ہوں، اسے جان دے کر بھی پورا کرتی ہوں۔"

"کیا آج تک تم نے کسی پر جان دی؟"

"تم پھر فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا چاہتے ہو۔"

میں نے پوچھا "مشین کہاں ہے؟"

"یہ بتانا ضروری ہے؟"

"مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم آرمر کو کہاں بھیجیں گے؟"

"یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ تم صرف آرمر کو روانہ کر دو[illegible] اپنی جگہ سے آئیں گے ٹھیک پندرہ گھنٹے بعد اسے بخیریت [illegible] کر دیں گے۔"

[illegible] تاش کی بازی ہو یا زندگی کی میں اندھی چال نہیں چلتا۔ میں تمھیں [illegible] ذہین سمجھتا تھا۔ کیا تمھاری سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ ہم [illegible] پارس کو ہارنے کے بعد دوسرے آرمر کو ہارنا گوارا نہیں کریں [illegible] ایک وقت میں ایک بازی ہاری جاتی ہے اور ہارنے والا احمق [illegible] ثابت ہو جاتا ہے۔"

اس نے گہری سنجیدگی سے کہا "میں جانتی ہوں۔ اگر ہارنے [illegible] کی زندگی داؤ پر لگی ہو تو وہ اندھی چال ضرور چلتا ہے۔"

بیشک، وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ تھی لیکن میں اس کی [illegible] میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "تم اس بات کی کیا ضمانت [illegible] سکتی ہو؟"

"میرے تین بھائی ہیں۔ بڑے کا نام جارج فری مین ہے، باقی [illegible] جڑواں ہیں، ایک ہی وقت پیدا ہوئے تھے۔ آئرن اور ہارڈی۔ تم [illegible] ان تینوں بھائیوں میں سے کسی کو اپنے پاس اس وقت تک رکھ سکتے ہو جب تک تمھیں پارس اور آرمر واپس نہ مل جائیں۔"

میں نے پوچھا "یعنی یہ معاملہ پندرہ گھنٹے میں نمٹ جائے گا۔"

"ہاں بولو منظور ہے؟"

"یہ تو بہت معمولی شرط ہے پھر پندرہ گھنٹے والی بات تم بھی مان [illegible] لو گی؟"

"بیشک میں مان رہی۔۔۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی "کیا مطلب؟"

"یہی کہ تم پندرہ گھنٹے کے لیے میرے پاس آؤ۔ میں آرمر کو روانہ کر دیتا ہوں۔"

"میں تمھارے پاس آنے والی عورتوں جیسی سستی نہیں ہوں۔"

"تمھارے دماغ میں گندگی بہت زیادہ ہے۔ میں تمھیں بطور یرغمال بلا رہا ہوں اور تم سمجھ رہی ہو، عشق فرماؤں گا۔ آخر تمھارے دل میں یہ چور کیوں ہے؟"

"تم اسے دل کا چور کہہ لو لیکن جو بھی عورت تمھاری آوارگی سے واقف ہوگی، وہ تمھارے قریب سے گزرنا بھی گوارا نہیں کرے گی۔"

"ایسی باتیں سن کر مجھے غصہ آنا چاہیے لیکن تم ذرا غور کرو۔ یہ بیل بے چارہ چپ چاپ کھڑا ہے۔ تم سینگ مارنے کی دعوت دے رہی ہو۔ کیا اتنی سی عقل نہیں ہے کہ سانپ کو چپ چاپ گزرنے دینا چاہیے؟ اگر اسے چھیڑو گی تو پلٹ کر کاٹے گا۔"

"تم باتوں میں بہت وقت ضائع کرتے ہو۔ میں نہیں آؤں گی۔ میرے تینوں بھائیوں میں سے کوئی آ جائے گا۔"

"بابا صاحب کے ادارے کی پاکیزگی سے ساری دنیا واقف ہے۔ کیا تم وہاں کے پاکیزہ ماحول میں پندرہ گھنٹے نہیں رہ سکو گی؟"

"میں نہیں آؤں گی۔"

"پاکیزہ ماحول میں نالی کا کیڑا مر جاتا ہے۔ کیا تمھیں اسی بات کا ڈر ہے؟"

"کیا تم کام کی بات نہیں کرو گے؟"

"کام کی بات ہو چکی ہے۔ تم آؤ گی تو آرمر یہاں سے جائے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تم تین بھائیوں کی ایک بہن ہو۔ ان کی غیرت ہو، ان کے لیے اہم ہو۔ کسی اہم چیز کو ہی ضمانت کے طور پر رکھا جاتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں۔ تین بھائیوں میں سے کسی ایک کو بلا کر اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔ میری یہ بات منظور ہو تو میرے اس معمول کے پاس آنا۔ مجھے خبر ہو جائے گی۔"

"تم اسے اپنا معمول کہہ رہی ہو۔ کیا تم بھی تنویمی عمل کر لیتی ہو؟"

"یہ غیر ضروری سوال ہے۔" اس نے اپنے معمول کو آزاد کیا۔ اس نے سانس روک لی۔

میں نے سونیا۔۔۔ رسونتی اور آرمر کو جناب تبریزی صاحب کے پاس بلایا۔ پھر انھیں سلارا کی ملاقات کے بارے میں بتایا۔ اس کی شرط سن کر جناب تبریزی صاحب نے کہا "ہم سلارا کو ہی ضمانت کے طور پر اپنے ہاں رکھ سکتے ہیں۔ وہ تینوں بھائیوں کے لیے اہم ہوگی۔"

سونیا نے کہا "فرہاد نے جس انداز میں سلارا کا ذکر کیا ہے، اس سے میں اندازہ کر سکتی ہوں کہ وہ بڑی مستقل مزاج عورت ہے۔ یہاں آنے سے انکار کر رہی ہے تو پھر ہاں کبھی نہیں کہے گی۔"

جناب تبریزی صاحب نے کہا "اس کے انکار سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ ہم اسے اپنے ہاں آنے کے لیے کہتے رہیں گے، اُدھر آمنہ کے ذریعے پارس تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر پانی سر سے اونچا ہونے لگے اور پارس کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر اس کی شرط تسلیم کر لینا اور یہاں ضمانت کے طور پر جارج فری مین کو بلا لینا، آئرن اور ہارڈی غیر اہم ہیں۔ ہم نے پچھلی بار دیکھا ہے جب وہ دونوں بھائی سپر ماسٹر کی قید میں تھے اور بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے تو سلارا اور جارج فری مین انھیں چھوڑ کر مشین کی تیاری میں کہیں گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے۔"

میں نے کہا "وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی آئرن اور ہارڈی فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے بچاؤ اور فرار کا راستہ نکال ہی لیں گے۔"

رسونتی نے کہا "تینوں میں سے کسی بھائی کو بلا کر ادارے میں رکھنا دانشمندی نہ ہوگی۔ وہ یہاں سے اہم معلومات حاصل کر کے جائے گا۔"

سونیا نے کہا "ان کی بہن سلارا بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ اسے بھی یہاں نہیں رکھا جا سکتا۔ جب ان سے بات بنے گی تو قیصری قلعے میں احتیاطی تدابیر کی جائیں گی۔ ایسے سخت انتظامات کیے جائیں گے کہ وہاں سے کوئی نکل نہ سکے۔"

رسونتی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "اب مجھے آمنہ کے پاس

جانا چاہیے۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ آرمر نے کہا "میں جوجو کو سمجھا رہا ہوں۔ وہ پارس کے بعد مجھ سے زیادہ متاثر ہے۔ میری باتوں کو جھوٹ نہیں سمجھتی اسی لیے یقین کر رہی ہے مگر پارس کے پاس پہنچتی ہے تو پھر اس کا دماغ پھر جاتا ہے۔"

میں نے کہا "تم ابھی جوجو کے پاس رہو۔ اس سے باتیں کرو تاکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے پاس نہ پہنچے۔ میں ایک چال اور چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "ہیلو پاپا!"

میں نے کہا "تمھیں پتا ہے اسرائیلی حکام نے تمھاری قیمت ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ادا کی ہے۔ سلارا اور جارج فری مین نے تمھیں بیچ دیا ہے؟"

"پاپا! ذرا سوچ کر یہ تو بتلایئے۔ آج تک کسی بچے کی قیمت اتنی لگائی گئی ہے۔ اگر نہیں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے، میں اتنے مہنگے داموں بکتا ہوں۔"

"تم ہر بات کا الٹا جواب دیتے ہو۔"

"آپ ہی لوگوں نے سکھایا ہے۔ یہ دنیا سیدھی نہیں ہے۔ یہاں الٹی چال اور الٹی بات کامیاب ہوتی ہے۔"

"یہ تمھیں کس نے بتایا ہے کہ میں نے تمھاری ممی کو قتل کیا ہے؟"

"کیا آپ بتانے والوں کی زبان کاٹ ڈالیں گے؟"

"میں اپنی بے گناہی ثابت کرنا چاہتا ہوں۔"

"آنٹی سلارا کہتی ہیں۔ شیبا ممی اپنے وطن اور اپنی قوم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اپنے وطن کے لیے ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتی تھیں۔ یہ بات فرہاد علی تیمور کو پسند نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے موقع پاکر اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

"کیا کسی کے صرف کہہ دینے سے میں قاتل بن جاؤں گا۔ کیا تم نہیں جانتے، شیبا کٹر یہودی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو وہ تمھیں پانچ برس کی عمر سے پال رہی تھی، تمھیں بھی یہودیت کی تعلیم دیتی۔ اس نے تمھیں اس لیے سینے سے لگایا کہ تم میرے بیٹے ہو۔ تمھیں اس لیے بھرپور ممتا دی کہ میں اس سے بھرپور محبت کرتا تھا، جو عورت تمھیں ماں کا پیار دے، کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟"

"آنٹی سلارا کہہ رہی تھیں۔ آپ اسی طرح پیچ دار باتیں بنا کر مجھے بہکانے کی کوشش کریں گے۔"

"میں تمھارے ساتھ وقت ضائع کر رہا ہوں، تم تنویمی عمل کے زیر اثر ہو۔ بہرحال تمھیں ایک وارننگ دیتا ہوں۔ اگر تم نے جوجو کو ہمارے خلاف بھڑکایا یا اس کے سامنے مجھے قاتل کہا تو میں جوجو پر تنویمی عمل کر کے اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کر دوں گا۔ پھر وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کر سکے گی۔"

"اوہ نو پاپا! آپ ایسا ظلم نہیں کریں گے۔"

"جب میں ظالم ہی ٹھہرا۔ تمھاری ماں کا قاتل کہلایا تو تمھارا یہ کو بھی چھین سکتا ہوں۔"

"پلیز آپ ایسا نہیں کریں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں جوجو کے سامنے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"اور کسی بھی اشارے کنایے سے یہ نہیں کہو گے کہ تمھاری ممی نے میری وجہ سے خودکشی کی ہے۔"

"میں اشارے کنایے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"اور تم جوجو کو یہی سمجھاؤ گے کہ اس کی قوم کے لوگوں نے شیبا کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔"

"میں اسے یہی سمجھاؤں گا۔"

"میں وقتاً فوقتاً جوجو کے پاس اور تمھارے پاس آکر دیکھوں گا۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوا تو تمھارا اور جوجو کا رابطہ ایک نامعلوم مدت کے لیے کاٹ دیا جائے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں باہر آیا پھر میں نے اس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پھر سانس روک لی۔

میں نے جوجو کے پاس آکر کہا "تم پارس سے رابطہ قائم کرو۔ حقیقت معلوم ہو گئی ہے، تمھاری ممی کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ پارس کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا۔"

جوجو نے کہا "بھائی آرمر بھی یہی سمجھاتے ہیں۔ میری سمجھ میں بھی یہی بات آتی ہے۔ میں ابھی جاکر پارس کو سمجھاتی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، پارس کے دماغ پر دستک دی۔ لیکن اس نے سانس روک لی۔ وہ غصے سے بولی "مجھ سے بدتمیزی کرتے ہو۔ اب اگر سانس روکو گے تو منہ توڑ دوں گی۔"

میں نے کہا "بیٹی! وہ تو سن نہیں رہا ہے۔ تم اپنی جگہ حاضر رہ کر یہ باتیں کر رہی ہو۔ پہلے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

دوسری بار اس نے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا "جوجو بول رہی ہوں۔ مجھے آنے دو۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ وہ گھونسا دکھاتے ہوئے بولی "بڑا آیا پارس کا بچہ۔ میں بات نہیں کروں گی۔"

مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ ابھی پارس ذرا دیر پہلے مجھ سے التجا کر رہا تھا کہ میں جوجو سے اس کا رابطہ ختم نہ کروں، اب وہ خود ہی رابطہ ختم کر رہا تھا۔ میں نے سلارا کے ایجنٹ کے پاس پہنچ کر پوچھا "یہ کیا ماجرا ہے۔ پارس نے اپنے دماغ کے دروازے ہم سب کے لیے بند کیوں کر دیے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "پارس کا دماغ صرف چار گھنٹے کے لیے کھولا گیا تھا۔ وہ وقت پورا ہو چکا ہے۔ اب وہ کسی کو دماغ میں نہیں آنے دے گا۔"

"کیا میں سلارا سے باتیں کر سکتا ہوں؟"

"اگر آپ ان کی شرط منظور کر رہے ہیں اور مسٹر آرمر کو یہاں بھیجنے پر رضامند ہیں تو مادام سے بات ہو سکتی ہے۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ رسونتی نے پوچھا "کیا تمھیں شبہ ہے کہ تل ابیب والا پارس ڈمی ہے؟"

"یقین کی حد تک شبہ ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب ہم پارس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کی طرف پرواز کرتے ہیں تو ہم اصل پارس کے دماغ میں پہنچنے کے بجائے ڈمی کے پاس کیسے پہنچ جاتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ ہمارے اصل پارس اول پر تنویمی عمل کر کے چار گھنٹے کے لیے اس کے دماغ کو بے حس کر دیا گیا تھا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو اس کے دماغ سے بھلا دیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہماری سوچ کی لہریں وہاں پہنچتی بھی ہوں گی تو ادھر سے گزر کر ڈمی پارس کے دماغ تک پہنچ جاتی ہوں گی کیونکہ ہماری سوچ کی لہروں کو اصل پارس کا لب و لہجہ اسی کے دماغ میں ملتا تھا۔"

"اگر چار گھنٹے کے لیے ہمارے اپنے پارس کے دماغ کو بے حس بنایا گیا ہوگا تو اب ہم خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیسے پہنچیں گے وہ بھی سانس روک لیا کرے گا۔ سلارا اور جارج فری مین اپنے پلان کی کمزوری چھپانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔"

"کیا تمھارے شبہات غلط نہیں ہو سکتے؟"

"ہو سکتے ہیں۔"

"ایسی صورت میں ہمیں تل ابیب والے پارس کو بھی اتنی ہی اہمیت دینا ہوگی۔ وہاں سے کسی طرح اسے نکال لانا ہوگا۔"

"میں یہی کوشش کر رہا ہوں۔ ابھی تم آمنہ کے پاس گئی تھیں۔ اس کے متعلق بتاؤ؟"

"اس نے ایک ایسے شخص کو دیکھ لیا ہے جو بلائنڈ کلب میں صبح نو بجے گیا تھا اور گیارہ بجے واپس آیا۔ اب وہ اسے شہر میں کہیں گھیرے گی اور اس سے بات کرے گی۔ آرمر اس کے دماغ میں ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں جاؤں گی۔"

میں پارس کے دماغ میں دو بار جا چکا تھا۔ سونتی بھی دو چار بار گئی تھی۔ آرمر کو بھی اس کا موقع ملا تھا۔ ہم سب نے یہی دیکھا تھا وہ ایک خوبصورت سے کاٹیج میں آرام سے ہے۔ اسے تاکید کی گئی تھی کہ وہ کاٹیج سے باہر نہ آئے۔ اندر رہ کر ہی سے باہر باغیچے کا منظر دیکھ لیا کرے۔ باہر مسلح افراد کا بہت سخت پہرا تھا۔

رسونتی نے کہا "پارس کو کڑی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ کاٹیج میں اس کی خدمت کے لیے ایک عورت اور ایک مرد موجود ہیں۔ انھیں بھی باہر آنے کی اجازت نہیں ہے یعنی اندر کا آدمی باہر نہیں آ سکتا اور باہر کا آدمی اندر نہیں جا سکتا۔ کسی طرح پارس کو اس کاٹیج سے نکال بھی لیا جائے تو تل ابیب سے اور پھر اس ملک کی سرحد سے نکالنا ممکن نہ ہوگا۔ ایسے میں سلارا نے اسے وہاں سے کسی وقت بھی نکال لانے کا جو دعویٰ کیا ہے کیا وہ بچکانہ نہیں ہے؟"

"یہی بچکانہ دعویٰ مجھے یقین دلا رہا ہے کہ تل ابیب میں ڈمی پارس ہے۔ جب ہم سلارا کی بات مان لیں گے، آرمر کو اس کے پاس بھیجیں گے تب وہ ظاہر کرے گی کہ اصل پارس اول اس کے پاس ہے۔"

میں سوچنے لگا۔ یہ کمپیوٹرز مشین انسانی ذہانت کو کئی گنا بڑھانے کے علاوہ اس کے دماغ کو کمپیوٹر کی طرح برق رفتار اور حاضر جواب بناتی ہے، اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ یہ جرائم کی دنیا میں نت نئے گل کھلا رہی ہے۔ پہلے مجرم میک اپ کر کے خود کو چھپا لیا کرتے تھے یا کسی کے چہرے کا ماسک بنا کر اس کے ہمشکل بن جاتے تھے۔ پھر ذرا انسانی ذہانت نے ترقی کی تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے کسی کا ہمشکل بن جانا کوئی مشکل نہ رہا لیکن ہمشکل بن جانے کے بعد بھی بہت سی خامیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً آدمی کسی کا ہمشکل بن سکتا ہے لیکن اس کی عادتوں اور خصلتوں کو ہو بہو اپنا نہیں سکتا۔ ٹرانسفارمر مشین ایک شخص کے اندر کی تمام عادتوں، خصلتوں، اس کے احساسات، جذبات اور مزاج کو دوسرے میں منتقل کر دیتی تھی۔ پہلے آدمی ظاہری طور پر ہمشکل بنتا تھا۔ اب مشین اسے احساسات، جذبات اور تمام تر مزاج کے ساتھ کسی دوسرے کا ہمزاد بنا دیتی تھی۔

جو پارس تل ابیب میں تھا، اس کے دماغ میں ہمارے پارس کے احساسات، جذبات اور تمام تر مزاج کو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح تل ابیب والا پارس بے اختیار وہی حرکتیں کرتا تھا جو پیدائشی یا فطری طور پر ہمارے پارس سے سرزد ہوا کرتی تھیں۔ میں اس مشین کی کارکردگی پر بڑی دیر تک غور کرتا رہا۔ شاید اس میں بھی کوئی خامی نظر آجائے۔ آخر سوچتے سوچتے ایک خامی سمجھ میں آگئی۔ جو ڈمی پارس ہے، وہ اصل پارس کے مطابق ہم سب کو اچھی طرح پہچانتا ہے، ہمارے مزاج سے بھی واقف ہوگا لیکن ہماری صورت سے آشنا نہیں ہوگا۔ اسے ہماری تصویریں دکھائی گئی ہوں گی۔ کیونکہ ذہانت سے سوچا سمجھا جا سکتا ہے، دیکھا نہیں جا سکتا۔ صرف آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

اب اس نقطۂ نظر سے سلارا نے اسے ہم سب کی تصویریں دکھا دی ہوں گی تاکہ وہ کسی مرحلے پر ڈمی ثابت نہ ہو لیکن سلارا کے پاس ہم کتنے لوگوں کی تصویریں ہوں گی۔ ہمارے ادارے میں جناب شیخ الفارس صاحب کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ بابا فرید واسطی مرحوم کے زمانے میں وہ ملک سے باہر رہا کرتے تھے تو پاسپورٹ میں

ان کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ بابا صاحب کی جگہ سنبھالنے کے بعد انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ کہیں باہر نہیں جاتے تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ جناب شیخ صاحب کی تصویر سلارا کے پاس نہیں ہوگی۔

میں نے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد اسرائیلی حکام سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ میری باتوں سے تم لوگوں کا بھلا ہوگا۔ لہٰذا تم تمام ذمے دار افراد یکجا ہو جائیں۔"

پندرہ منٹ کے بعد وہ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ میں نے کہا۔ "یہودی بڑے مکار بزنس مین ہوتے ہیں۔ کسی کاروبار میں ایک کوڑی کا نقصان برداشت نہیں کرتے کجا یہ کہ تم لوگوں نے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر یونہی ادا کر دیے۔"

ایک حاکم نے پوچھا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ اصلی پارس نہیں ہے؟"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ اصلی ہے؟"

"مسٹر فرہاد! تم ہمیں چکر دینے آئے ہو؟"

"میں ثابت کردوں گا' یہ اصلی نہیں ہے۔"

"کیسے ثابت کرو گے؟"

"دو طریقوں سے۔ ایک تو میں انتقامی کارروائی جاری رکھوں گا کیونکہ اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جب وہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں تو پھر مجھے انتقامی کارروائی سے کون روک سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم خود اسے آزماؤ۔"

"ہم اسے کس طرح آزما سکتے ہیں؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں لیکن اس سے پہلے ٹرانسفارمر مشین کی کارکردگی کو سمجھ لو۔ سلارا اور اس کے بھائی جارج فنری مین نے ایک نوبرس کے لڑکے پر ہمارے بیٹے پارس کا میک اپ کیا' پلاسٹک سرجری کے ذریعے اسے ہو بہو پارس اوّل بنا دیا۔ پھر ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہمارے پارس اوّل کی ذہانت کو' صلاحیتوں کو اور اس کے تمام تر مزاج کو اس ڈمی پارس کے دماغ میں منتقل کر دیا۔ اب یہ لڑکا وہ تمام باتیں جانتا اور سمجھتا ہے جو پارس جانتا اور سمجھتا ہے اور بے اختیار اس کی طرح حرکتیں کرتا ہے لیکن ایک خامی رہ گئی ہے۔"

ایک نے بے چینی سے پوچھا "کیسی خامی؟"

"ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کے دماغ میں آکر اس کی آنکھوں سے سارے مناظر دیکھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے کیا ہو رہا ہے۔ میں ابھی تم میں سے ایک کے دماغ میں ہوں اور باقی تم سب کو دیکھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کس کی ناک کیسی ہے کس کے ہونٹ کیسے ہیں' کس کی آنکھیں کیسی ہیں لیکن ان کا مکمل چہرہ تصویر کی طرح میری آنکھوں کے سامنے نہیں آتا جب تک ہم یہاں حاضر ہو کر نہ دیکھ لوں۔ اسی طرح ڈمی پارس کے دماغ میں ہمارے پارس کی تمام صلاحیتیں' تمام معلومات منتقل کر دی گئی ہیں۔ اس کے بعد اسے ہم سب کی تصویریں دکھا دی گئی ہیں تاکہ وہ کسی مرحلے پر دھوکا نہ کھائے لیکن ایک ایسی بات ہے جو اس کے نقلی ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتی ہے۔"

ایک نے کہا "اگر ایسی بات ہے تو ہم ابھی اس لڑکے کو آزمائیں گے۔"

"جناب شیخ الفارس کی کوئی تصویر نہیں ہے۔ ایک زمانے سے ان کا ایک پاسپورٹ تھا اور وہ ملک سے باہر جایا کرتے تھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں۔ سلارا نے ڈمی پارس کو سب کی تصویریں دکھائی ہوں گی لیکن اسے جناب شیخ صاحب کی تصویر حاصل نہیں ہوئی۔ تم کسی بوڑھے بزرگ کو پارس کے کاٹیج میں پہنچا دو اور یہ تاثر دو کہ جناب شیخ الفارس اسے قید سے رہائی دلانے کے لیے چھپ کر آئے تھے مگر پکڑے گئے۔ وہ باریش بزرگ بھی خود کو جناب شیخ صاحب ظاہر کریں گے۔ لیے میں پارس کا جو ردِعمل ہوگا' اس سے بات کھل کر سامنے آجائے گی۔"

وہ سب میری باتوں پر غور کرنے لگے۔ پھر ایک نے کہا "ہم ایسا کر کے دیکھ لیتے ہیں لیکن اس میں بھی تمہاری چال ہو سکتی ہے۔ تم اس پارس کے دماغ میں رہو گے اور جب ہم کسی باریش بزرگ کو اس کے سامنے پیش کر دیں گے تو پارس تمہارے اشارے پر اسے جناب شیخ صاحب تسلیم کر لے گا اور اس طرح ہم چکر میں آجائیں گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میں تو تمہارا دشمن ہوں۔ تمھیں چکر میں ڈالوں گا مگر تمہارے پاس بھی دماغ ہے۔ میں تمھیں حقیقت کو سمجھنے کا موقع دے رہا ہوں ورنہ میری انتقامی کارروائیاں اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ تمہارے پاس ڈمی پارس ہے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ انھوں نے میرے کہنے کے مطابق پارس کو آزمایا۔ ایک باریش بزرگ کو پکڑ کر اس کے کاٹیج میں لے گئے اور اس بزرگ سے کہا "تم یہاں پارس کو چھڑانے آئے تھے۔ اب خود بھی قیدی کی زندگی گزارو۔"

انھوں نے بزرگ کو دھکا دے کر کمرے میں بند کر دیا۔ انھوں نے پارس کو قید کرنے سے پہلے ایسے خصوصی آلات چھپا کر رکھے گئے تھے جن کے ذریعے پارس کی گفتگو اور اس کی حرکتیں دیکھی جا سکتی تھیں۔ پارس نے اس کمرے میں آکر بزرگ کو حیرانی سے دیکھا۔ بزرگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں بازو پھیلا کر کہا "پارس! میرے بچے! فکر نہ کرو۔ میں قید ہو گیا تو کیا ہوا؟ فرہاد اب میرے دماغ میں آکر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔"

پارس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بزرگ نے کہا "کیا تم نے اپنے شیخ صاحب کو نہیں پہچانا؟ میں بابا صاحب کے ادارے کا شیخ ہوں۔"

پارس نے آگے بڑھ کر ان کے گلے لگتے ہوئے کہا "اوہ! میں ذرا اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا' آپ جیسے بزرگ نے میرے لیے اتنی زحمت کیوں کی۔ میں نے تو پاپا سے صاف صاف کہہ دیا تھا' میں رہائی نہیں چاہتا۔ اسی ملک' اسی شہر میں رہوں گا جہاں میری ممی کی قبر ہے۔"

"بیٹے! یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں تمہارا بزرگ ہوں۔ تمہارے تمام بزرگ میری عزت کرتے ہیں' میری بات مانتے ہیں لہٰذا تمھیں بھی میری بات مان کر میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ کیا تم مجھے شیخ الفارس تسلیم نہیں کرتے ہو؟"

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں بھلا آپ کی شخصیت سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ آپ میرے بزرگوں کے بزرگ ہیں۔ میرے لیے بہت محترم ہیں۔"

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ کئی فوجی افسر داخل ہوئے۔ پھر ایک نے پوچھا "ماسٹر پارس! کیا واقعی یہ جناب شیخ الفارس ہیں؟"

پارس نے کہا "جی ہاں' یہ ہمارے بزرگوں کے بزرگ ہیں۔"

میں نے اس فوجی افسر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "اس سے بحث نہ کرو۔ اپنے اعلیٰ افسران کو حقیقت سے آگاہ کرو۔"

رسونتی نے میرے پاس آکر کہا "فوراً آمنہ کے پاس پہنچو۔"

میں آمنہ کے پاس آگیا۔ وہ ایک چھوٹے سے' معمولی سے مکان کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "یہ بلائنڈ کلب کے ایک ممبر کا گھر ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔ وہ ابھی کچن میں ہے۔ میں یہاں آکر چھپ گئی ہوں۔ اب تمہاری موجودگی میں اس سے بات کروں گی۔"

وہ ایک کمرے سے نکلی۔ پھر دوسرے کمرے سے گزرتی ہوئی کچن کے دروازے تک آئی۔ بوڑھا اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ آمنہ نے پوچھا "کیا تنہا زندگی گزارتے ہو؟"

اس بوڑھے نے شاید اپنے گھر میں کبھی کسی کی آواز نہیں سنی ہوگی۔ تبھی وہ چونک گیا۔ اس کے ہاتھ سے کیتلی چھوٹی تو گرم چائے اس کے اوپر گری۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا "کون ہو تم؟ کہاں سے آئی ہو؟ میرے گھر میں کیوں آئی ہو؟"

"میں یہ پوچھنے آئی ہوں۔ کیا تمہاری کوئی ماں' بہن' بیوی یا بیٹی نہیں ہے؟"

وہ غصے سے بولا "تم آخر ہو کون؟"

آمنہ نے دانت پیس کر کہا "بڈھے! میں اس کیتلی کا باقی گرم پانی تیرے سر پر ڈال دوں گی۔ تو معلوم کرنا ہی چاہتا ہے تو سن۔ میں تمہارا انتقام ہوں۔ اس شریف زادی کا جس نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا لیکن تم لوگوں نے ایک ناپسندیدہ منصوبہ بنایا اور اس شریف زادی کو کسی ڈمی فرہاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی عزت کو ایک کھلونا بنا دیا۔ اگر تمہاری ماں' بہن' بیوی یا بیٹی ہوتی تو کیا تم اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے؟"

اس بوڑھے کے دیدے پھیل گئے تھے۔ منہ کھل گیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایک موت اس کے سامنے پہنچ گئی ہے۔ اس نے لرزتے ہوئے کہا "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اگر ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو تو میرے دماغ میں آکر اچھی طرح معلوم کر لو۔ یہ منصوبہ میں نے تنہا نہیں بنایا تھا۔ سب نے مل کر بنایا تھا بلکہ میں تو اس کی مخالفت کر رہا تھا۔"

"تم کتنے ممبر ہو؟"

"ہم پانچ تھے جن میں سے ایک نے پچھلے دنوں خودکشی کر لی۔ اب چار رہ گئے ہیں۔"

آمنہ نے بڑی سفاکی سے کہا "تمہارے بعد تین رہ جائیں گے۔"

"نہیں خدا کے لیے' مجھے نہ مارو۔ میری عمر دیکھو۔ میں ایک کمزور بوڑھا ہوں' چند روز جی لوں گا۔ مجھے جی لینے دو۔"

"تم ایک لڑکی سے اس کی طویل زندگی چھین کر اپنی مختصر سی زندگی کے لیے بھیک مانگ رہے ہو۔"

میں نے اس بوڑھے کی زبان سے کہا "آمنہ! میں نے اس کے دماغ سے باقی تین ممبروں کا پتا معلوم کر لیا ہے حالانکہ یہ تمام ممبران ایک دوسرے کا نام بھی نہیں جانتے ہیں۔ انھیں کسی کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ بوڑھا بہت ہی خرانٹ ہے۔ اس نے چپکے چپکے سارے ممبران کا نام' پتا اور ٹھکانا معلوم کر رکھا تھا۔ اب ذرا اسی کی زبان سے پوچھتے ہیں' اس نے ایسا کیوں کیا اور اپنے اعلیٰ حکام کو کیوں دھوکا دیتا رہا؟"

آمنہ نے پوچھا "ہاں تو بڈھے طوطے' بولو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولنے لگا "ہم پانچ ممبران ایک دوسرے کو کبھی دیکھتے نہیں ہیں۔ بلائنڈ کلب میں ہمارے الگ الگ کمرے ہیں ہم کمپیوٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور کمپیوٹر کے ذریعے اپنا اپنا منصوبہ پیش کرتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میرے منصوبے کو باقی چار ممبران نے رد کر دیا۔ مجھے بڑا غصہ آیا تھا' اپنی توہین کا بھی احساس ہوا تھا۔ تب میں نے سوچا۔ ان چاروں کا سراغ لگانا چاہیے۔ تاکہ انھیں بلیک میل کر سکوں اور اپنی بات منوا سکوں۔ میں محض اپنی برتری کے لیے ان چاروں کے پیچھے پڑ گیا' رفتہ رفتہ میں نے ان کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لیں۔ پھر یوں ہوتا تھا کہ جب بھی کوئی منصوبہ پیش کرنا ہوتا تو پہلے میں کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ میں جا کر مخاطب کرتا تھا اور کہتا تھا۔ فلاں رات تم فلاں مقام پر دیکھے گئے جو کہ خلافِ قانون ہے۔"

آمنہ نے پوچھا "کیا تم پانچ ممبروں کو گھریلو ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ ہمیں کسی عورت سے کسی بچے سے ملنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ہم بالکل تنہا رہتے ہیں۔ ایسے میں اگر کوئی کسی سے چھپ چھپا کر ملتا ہے یا کسی کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیتا ہے تو یہ جرم ہے اور اسے یہاں کی ممبر شپ سے الگ کر دیا جاتا ہے بلکہ سزا بھی دی جاتی ہے۔ میں اسی طرح انھیں دھمکی دیتا تھا اور کہتا تھا اگر میرا منصوبہ تسلیم نہ کیا گیا تو تم لوگوں کی ضابطوں کی خلاف ورزیوں کی داستان پورے ثبوت کے ساتھ اعلیٰ حکام تک پہنچا دوں گا۔"

آمنہ نے پوچھا "اس طرح تم اپنا منصوبہ تسلیم کرا لیا کرتے تھے؟"

"ہاں۔"

"شیبا کو اغوا کر کے جزیرے میں پہنچانے کا منصوبہ تمھارا تھا؟"

"ہاں وہ میرا ہی منصوبہ تھا۔"

"اور شیبا کو ایک بے حیا عورت بنانا بھی تمھارا ہی منصوبہ تھا؟"

وہ ایک دم سے گڑبڑا کر بولا "نہیں، یہ میرا منصوبہ نہیں تھا۔"

آمنہ نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا تو وہ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ آمنہ نے گرم پانی کی کیتلی اٹھائی۔ پھر اس کی گردن پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "فرہاد! اسے چیخنے کا موقع نہ دینا۔"

وہ اس پر گرم گرم پانی ڈالنے لگی۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ مچھلی کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا لیکن منہ سے آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ میں نے اس کی آواز بند کر دی تھی۔ وہ چیخنے کے لیے منہ کھولتا تو آمنہ اس کے حلق میں گرم پانی ڈالتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صرف ایک منٹ کے اندر ہی پھڑ پھڑا کر مر گیا۔

میں نے اعلیٰ حکام کے پاس پہنچ کر کہا "وہ انتقامی کارروائی جو میں نے کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دی تھی پھر شروع ہو چکی ہے۔ تمھارے بلائنڈ کلب کا دوسرا ممبر اپنے گھر میں مردہ پڑا ہے۔ اس کی لاش اٹھوا لو۔"

پہلے تو انھیں یقین نہیں آیا کہ میں بلائنڈ کلب کے کسی ممبر تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب گھر میں اس کی لاش ملی تو اعلیٰ حکام اور یہودی اکابرین میں سنسنی پھیل گئی، وہ پھر دہشت زدہ ہو گئے تھے اور اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ پارس کو یرغمال بنا کر مجھے انتقامی کارروائی سے نہیں روک سکیں گے۔ میری اس کارروائی سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان کے پاس ڈمی پارس ہے۔

دوسرے ممبر کی لاش ملتے ہی انھوں نے آٹرن کو گرفتار کر لیا، اسے ایک کال کوٹھری میں پہنچا کر پوچھا "کیا تم نے اصلی پارس ہمارے حوالے کیا تھا؟"

اس نے قسم کھاتے ہوئے کہا "بیشک، وہ اصلی ہے۔"

اسے لات جوتے پڑنے لگے۔ پھر ایک فوجی افسر نے کہا "تم لوگوں نے دھوکا دے کر ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر وصول کیے۔ لو ٹرانسمیٹر اور اپنی بہن اور بھائی سے پوچھو۔ تمھاری جان بچانے کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟"

آٹرن نے ٹرانسمیٹر لیا۔ پھر اسے آپریٹ کرنے لگا تو بڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دونوں طرف سے کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہوا۔ پھر آٹرن نے کہا "یہ کوڈ ورڈز اب یہاں کے اسرائیلی فوجی افسر سن رہے ہیں، میں مجبور رہ کر ان کے سامنے تم سے بات کر رہا ہوں۔"

"میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔ اپنی مجبوری بیان کرو۔"

"انھوں نے مجھے اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ تم لوگوں نے ڈمی پارس ان کے حوالے کیا ہے جس کے نتیجے میں فرہاد علی تیمور پھر انتقامی کارروائی شروع کر چکا ہے۔"

جارج فری مین نے کہا "ان لوگوں نے ہماری فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز معلوم کیے ہیں۔ ان سے کہو۔ ان کے اعلیٰ حکام مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں نیچی سطح کے افسروں سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ اگر انھوں نے تمھیں ذرا بھی تکلیف پہنچائی تو ایک ایسی تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا جس کا ذکر میں ان کے اعلیٰ حکام کے سامنے ہی کر سکتا ہوں۔ دیٹس آل۔"

تھوڑی دیر بعد اعلیٰ حکام اس سے رابطہ قائم کرنے والے تھے۔ اُدھر آمنہ نے ان تینوں ممبران سے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کیا تھا اور ان کی آوازیں رسونتی اور آدمر کو سنا دی تھیں۔ رسونتی نے ان تینوں سے کہہ دیا تھا "میں تمھیں چند سانسوں کی مہلت دے رہی ہوں۔ موت سے جتنی دور بھاگ سکتے ہو، بھاگتے رہو لیکن جہاں سے بھی گزرو چیخ چیخ کر کہتے جاؤ "تم سب شیبا کے قاتل ہو۔ جب تک یہاں کی تمام شاہراہوں، تمام گلیوں اور کوچوں میں چیخ چیخ کر اعتراف کرتے رہو گے اس وقت تک زندہ رہو گے اور صرف اعتراف کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ جس طرح تم لوگوں نے منصوبہ بنایا تھا اس منصوبے کی تفصیل لوگوں کو بتاتے رہو گے۔ چلو اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑو۔"

اور وہ نکل پڑے تھے۔ راستے میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "ہم شیبا کے قاتل ہیں۔ ہم بلائنڈ کلب کے وہ خفیہ ممبران ہیں جو اپنے وطن اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بہترین منصوبے بناتے ہیں لیکن ہم نے اپنی ہی قوم کی ایک بیٹی شیبا کے لیے جو ٹیلی پیتھی جانتی تھی، ایک بدترین منصوبہ بنایا۔ اسے بے حیا بنا کر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہم شیبا کے قاتل ہیں۔ ہم شیبا کے قاتل ہیں۔"

وہ سب بوڑھے تھے۔ پانچ دس منٹ دوڑنے کے بعد تھک کر گر جاتے تھے۔ رسونتی کہتی تھی "کوئی بات نہیں۔ سانس لو اور پھر دوڑنا شروع کر دو۔"

وہ پھر دوڑنے لگتے تھے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل رہی تھی کہ تینوں بوڑھے دیوانہ وار دوڑتے جاتے ہیں اور خود کو شیبا کا قاتل کہتے جاتے ہیں۔ اعلیٰ حکام تک یہ خبر پہنچی ہوئی تھی لیکن وہ بے بس تھے۔ سُن کر خاموش تھے۔ جن بوڑھے ممبران نے ان کے لیے قیمتی اہم منصوبے بنائے تھے اور جن پر عمل کر کے وہ کامیاب ہوتے رہے تھے، آج ان منصوبے بنانے والوں کی وہ کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے ان سے کہہ دیا تھا۔ ان بوڑھوں کو دوڑنے سے اور اپنے جرم کا اعتراف کرنے سے روکا نہ جائے ورنہ ٹیلی پیتھی کی بلا ان کی طرف آئے گی۔

وہاں کے حکام نے جارج فری مین سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر پوچھا "تم نے ہم سے دھوکا کیا ہے؟"

جارج فری مین نے کہا "میں نے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر لے کر تم لوگوں کو تقریباً ایک ماہ تک ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچائے رکھا۔"

"وہ عذاب پھر نازل ہو رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے فرہاد تم لوگوں کے درمیان موجود ہوگا۔"

میں نے ایک حاکم کے ذریعے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

"میں نے تمھیں سلار کے سامنے بولتے ہوئے سُنا ہے تم خوب الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو کیا میرے سامنے کام کی باتیں کرو گے؟"

"میں صرف کام کی بات نہیں کرتا تفریح بھی کرتا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! تم نے پھر انتقامی کارروائی شروع کر دی۔ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ پارس ڈمی ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح میں نے اسرائیلی حکام کو مشورہ دیا تھا کہ اس کے سامنے ڈمی شیخ الفارس پیش کیے جائیں۔ یہی ایک ایسے بزرگ ہیں جن کی تصویر سلار اور تمھارے پاس نہیں ہوگی۔"

جارج فری مین نے کہا "اس میں شبہ نہیں، تم بہت دور تک پہنچتے ہو۔ بہرحال ہمارا جو منصوبہ تھا، وہ خاک میں مل گیا۔ ہم نے اسرائیلیوں سے بہت بڑی رقم وصول کی ہے۔ اس کے بدلے چاہتے ہیں، تم انتقامی کارروائی نہ کرو۔"

"میں تمھاری بات مان لیتا ہوں اور تم میری بات مان لو۔ پارس کو میرے پاس بھیج دو۔"

جارج فری مین نے کہا "میں تمھاری یہ بات بھی مان لیتا ہوں، آدمر کو میرے پاس بھیج دو۔"

"پارس اور آدمر کا تبادلہ کیسے ہوگا؟"

"اس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ فی الحال ان بے چاروں کو ان کی انتقامی کارروائیوں سے نجات دلا دو۔"

"میں اس بات کا قائل ہوں کہ جو جرم کرتا ہے اسے سزا دی جائے شیبا کی موت کے ذمے دار بلائنڈ کلب کے پانچ ممبران تھے۔ وہ سب آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر مجھے پوری اسرائیلی قوم سے انتقام لینا ہوتا تو یہاں قیامت کا منظر ہوتا۔ ایک بچہ بھی زندہ دکھائی نہ دیتا لیکن میں انسان ہوں، قصائی نہیں ہوں۔"

"مسٹر فرہاد! تم نے یہ بڑی اچھی بات کہی۔ جو جرم کرتا ہے سزا اسی کو ملنا چاہیے۔ ہم نے یہ جرم کیا کہ ایک ڈمی پارس ان کے حوالے کیا اور ان کے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ہڑپ کر لیے۔ اس کی سزا ہمیں ملنا چاہیے۔ ہمارے بھائی کو نہیں۔ لہٰذا ان کا فرض ہے کہ یہ آٹرن کو چھوڑ دیں۔"

ایک نے کہا "ہماری رقم واپس کر دو اور اپنے بھائی کو لے جاؤ۔"

"میں پہلے ہی وارننگ دے چکا ہوں۔ اگر میرے بھائی کو کچھ ہوا تو بڑی تباہی پھیلے گی۔ میں ابھی فرہاد علی تیمور سے سودا کر دوں گا اصلی پارس ان کے حوالے کر دیا جائے گا مگر شرط یہی ہے کہ اسرائیل کی زمین پر زلزلے پیدا کیے جائیں۔ کسی بھی اعلیٰ حاکم، اعلیٰ عہدے دار اور اعلیٰ افسر کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ تب کیا ہوگا؟"

میں نے کہا "جارج فری مین! تم بڑے چالباز ہو۔ ادھر میرے بیٹے کو اپنے پاس رکھا ہے اس کے حوالے سے یہودیوں کو دھمکی دے رہے ہو اور مجھے لالچ دے رہے ہو کہ بیٹا واپس کر دو گے۔ جب کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ یا تمھارے ساتھ کوئی شریفانہ سمجھوتا ہوگا یا پھر تمھاری شہ رگ تک پہنچ کر ہی دکھاؤں گا۔ تم اپنے بھائی کا معاملہ ان یہودیوں سے اپنے طور پر طے کرو، میرے پارس کو درمیان میں نہ لاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں یہاں کے صرف اعلیٰ حکام سے مخاطب ہوں، کیا یہ نہیں جانتے کہ ہمارے پاس ایک ٹرانسفارمر مشین ہے؟ آج نہیں تو کل ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔ پھر ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ٹیم ہوگی، اس ٹیم میں ایک بہن اور تین بھائی ہوں گے۔"

ایک نے کہا "یہ دیوانے کا خواب ہے۔"

"دیوانے کا خواب وہ ٹرانسفارمر مشین ہے جسے کوئی تیار نہیں کر سکتا تھا۔ اس خواب کو ہم نے پورا کر دکھایا۔ رہ گیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا تو تم سب جانتے ہو، فرہاد کی سب سے بڑی کمزوری ہمارے ہاتھ میں ہے، اسے اپنے بیٹے کی خاطر ہر قیمت پر ہم سے سمجھوتا کرنا ہوگا، اگر تم لوگ مستقبل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کوئی دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تو آٹرن کو رہا کر دو یا قیدی بنا کر رکھو تو اسے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو تاکہ ہم جب... ٹیلی پیتھی سیکھ لیں تو ہمارے دل میں تمھارے لیے کوئی نرم گوشہ

ضرور موجود ہو۔"

ایک نے کہا: "یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ ٹرانسفارمر مشین جیسی چیز تیار کر سکتے ہیں، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی حاصل کر لیں گے اور تمہارے پاس جو زبردست مہرہ ہے، اس کے ذریعے یقیناً ایسے کسی خیال خوانی کرنے والے کو حاصل کر لو گے۔ ہم تمہارے بھائی آسٹن کو وی آئی پی ٹریٹمنٹ دیں گے۔"

دوسرے نے پوچھا: "لیکن ہماری اتنی بڑی رقم کا کیا بنے گا؟"

"مستقبل کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کرنے کا پیشگی معاوضہ سمجھ کر بھول جاؤ۔"

ایک اور نے پوچھا: "ہم ڈمی پارس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کریں گے؟"

میں نے کہا: "وہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے لے جاؤں گا۔"

جارج فری مین نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مشین کی تخلیق ہے۔ وہ میرے پاس آئے گا۔"

"اگر یہاں کے حکام نے اس ڈمی پارس کو آج ہی پیرس روانہ نہ کیا تو میں پھر انتقامی کارروائی شروع کر دوں گا۔"

"میں تمہارے پارس کو اذیت ناک سزائیں دوں گا۔"

"میرا بیٹا جس دن پیدا ہوا، اُسی دن میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بھی دشمنوں کے ہاتھوں میری طرح خوار ہوتا رہے گا۔ کبھی مارے گا، کبھی مرے گا اور پھر جی اٹھ کر پھر مارے گا۔ وہ علامہ اقبال کے شاہین ہے۔

پلٹنا، جھپٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

میرے بیٹے کو ذرا سی بھی اذیت پہنچانے سے پہلے میرا ریکارڈ ایک بار اچھی طرح پڑھ لینا۔ حال ہی میں ہم نے جو انتقامی کارروائی کی ہے، اسے نظروں میں رکھنا۔ اس کے بعد اپنا انجام سوچ لینا۔"

اس نے کہا: "تم ایک سنگ دل باپ ہو۔ تمہیں اپنے بچے کی تکلیف کا ایک ذرا احساس نہیں ہے۔"

"جارج فری مین! تمہیں اتو سے بھی بڑھ کر کچھ اور کہنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو؟ اگر تم میرے بیٹے کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس پر سے تنویمی عمل کا اثر ختم ہوتا جائے گا۔ پھر وہ تمہارے قابو میں نہیں رہے گا۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ جب بھی قابو سے نکلا تو سیدھا اپنے مسکن کی طرف آئے گا۔"

"ہم نے تمہارا ریکارڈ پڑھنے کے دوران ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ہر پہلو پر گہری نظر رکھتے ہو اور بڑی مشکل سے قابو میں آتے ہو۔ بہرحال میں تمہیں مانتا ہوں۔ تم ڈمی پارس کو لے جاؤ۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "اب تمہارے دل میں کھٹک رہے گی کہ میں ڈمی پارس سے کیا کام لوں گا؟"

"کھٹک تو ضرور ہو گی۔ ظاہر ہے تم اپنے بیٹے کا غم بھلانے اس کی ماں کو تسلیاں دینے اور اپنے گھر میں ایک ڈمی رکھ کر اس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے نہیں لے جا رہے ہو۔ ضرور کوئی نئی چال چلو گے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے لیکن ہم سمجھ جائیں گے۔ تم یہ بتاؤ، آرمر کے سلسلے میں کب سمجھوتا کر رہے ہو؟"

"ڈمی پارس کو میرے پاس پہنچنے دو۔ پہلے میں اس کی اسٹڈی کروں گا۔ پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر دوسرے کمرے کی طرف دیکھا۔ پھر اٹھ کر اُدھر جانے لگا۔ میں ابھی تک پیرس میں ایک سرکاری کاٹیج میں مقیم تھا۔ پہلے اعلیٰ بی بی میرے ساتھ تھی، پھر وہ چلی گئی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے وہاں کی انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے کہا: "سر! یہاں تین ایسے اجنبی ہیں جو آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا وہ میرا نام اور پتا پوچھ رہے ہیں؟"

"جی نہیں، وہ کسی بھی ایسے شخص پر حملہ کرتے ہیں جو قد و قامت میں آپ جیسا ہو۔ مختلف پولیس اسٹیشنوں میں رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔ ہم نے رپورٹ درج کرانے والوں کو خود جا کر دیکھا ہے۔ ایسے دس آدمی ہیں جو قد و قامت میں آپ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ کوئی انھیں پکڑتا ہے، مارتا پیٹتا ہے، پھر ان کے چہرے کو پتا نہیں کس لوشن سے صاف کرتا ہے اور پوچھتا بھی جاتا ہے کیا چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہے؟ اگر ایسا ہے تو صاف صاف بتا دو، تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔"

میں نے کہا: "ایک ہی قد و قامت کے لوگوں کو پریشان کرنے کا مطلب ہے، انھیں مجھ جیسے کسی آدمی کی تلاش ہے۔ یہ بات یقینی نہیں ہے۔ تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں؟"

"سر! اس کاٹیج میں ٹرانسفر ہونے سے پہلے آپ جس کاٹیج میں رہتے تھے، وہاں کے دروازے اور کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ جس کاٹیج کے دروازے اور کھڑکیاں توڑی گئی تھیں، وہاں ایک رات سلارا نے ہمارے اصلی پارس کو لا کر سلا دیا تھا اور میں دھوکا کھا گیا تھا کہ وہاں ماسٹر بلو سو رہا ہے یعنی صرف سلارا کو میری قیام گاہ کا علم تھا۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ اسی کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔

پھر سوال پیدا ہوا۔ پہلے اس کے آدمیوں نے مجھے تلاش کیوں نہیں کیا؟ آخر وہ تین شخص کیا چاہتے ہیں؟ کیا مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں یا اغوا کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے پوچھا: "آفیسر! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف تین ہیں؟"

"اب تک دس آدمیوں کے بیانات کے مطابق تین ہی آدمیوں کے حلیے ہمارے سامنے آئے ہیں۔"

"کیا وہ ابھی تک آپ لوگوں کی نظروں میں نہیں آئے؟"

"ہم انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں آپ نے بتایا تھا کہ بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو نامی دو کمپیوٹر مین ہمارے شہر میں ہیں اور غیر معمولی قوت کے حامل ہیں۔ ان دس آدمیوں کے بیانات کے مطابق یہ تین آدمی بھی غیر معمولی قوت رکھتے ہیں۔ ایک شخص نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ حملہ کرنے والے نے ایک گھونسے میں دروازے کو توڑا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا دی۔ اس طرح دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا۔"

"کیا یہ تینوں کل سے وارداتیں کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ ہم اسی حساب سے ایسے غیر ملکیوں کے متعلق چھان بین کر رہے ہیں جو پچھلے دو دن سے پیرس آئے ہوئے ہیں۔"

"آپ امریکا سے آنے والوں پر خاص نظر رکھیں۔ کوئی خاص اطلاع ہو تو فوراً رابطہ قائم کریں۔ شکریہ۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے سپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا۔ اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا۔ پتا چلا، اس کی ٹیم کے وہی پانچ آدمی پیرس میں ہیں جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں یعنی دو نجومی، ایک پلان میکر اور دو کمپیوٹر مین یعنی بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو۔ ان کے علاوہ سپر ماسٹر کا کوئی اور آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔

اگر وہ تینوں سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہوں گے تو پوچھنے پر کبھی دونوں بہن بھائی اعتراف نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ بیٹے کو شکار کرنے کے بعد باپ کو شکار کرنا چاہتے ہوں۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ پارس ان کے پاس موجود تھا۔ اس کے ذریعے وہ مجھ پر دباؤ ڈالتے چلے آ رہے تھے۔ اب انھوں نے سوچا ہو گا، ٹیلی پیتھی جاننے والا افراد ہی ہاتھ لگ جائے تو اسے بے بس کر کے اس کے ذریعے یہ علم حاصل بھی کیا جا سکتا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد باپ بیٹے دونوں کو ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔

میں تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ ان تینوں کو کس طرح بے نقاب کیا جائے۔ آخر وہ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے انٹیلی جنس کے ایک آفیسر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا: "میں نے آپ لوگوں کو ٹرانسمیٹر کی وہ فریکوئنسی بتائی ہے جس پر بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو اپنے خاص آدمیوں سے گفتگو کرتے ہیں۔"

"یس سر! ہمیں وہ فریکوئنسی معلوم ہے۔"

"جب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے تو تم بھی اسی فریکوئنسی پر اپنے کسی آدمی سے گفتگو کرنا اور اس سے کہنا کہ فرہاد علی تیمور آج رات نوروش کے قمار خانے میں کھانا کھائے گا اور کچھ دیر تاش کھیلے گا۔ فرہاد صاحب کی حفاظت کے خفیہ انتظامات کیے جائیں۔"

"یس سر! ہم ایسا ہی کریں گے۔ جس کمرے میں مادام اعلیٰ بی بی نے قیام کیا تھا، وہاں ہمارے آدمی موجود رہتے ہیں اور ان کی ہر بات خفیہ آلات کے ذریعے سن لیتے ہیں۔ جیسے ہی وہ ٹرانسمیٹر آن کریں گے، ہم بھی اِدھر سے ٹرانسمیٹر آن کر کے یہ بات دہرائیں گے۔"

"اور کوئی نئی اطلاع؟"

"آپ کے حکم کے مطابق ہم نے امریکا سے آنے والوں پر خاص نظر رکھی ہے۔ تین باڈی بلڈرز ہماری نظروں میں ہیں۔ ان سے ایسی واردات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے جس ہوٹل میں قیام کیا ہے، وہاں کی ٹیلی فون کالیں ریکارڈ کی جا رہی ہیں۔ جب وہ ہوٹل کے کمرے سے نکلیں گے تو ان کمروں میں خفیہ مائک چھپا کر رکھ دیے جائیں گے۔"

میں نے کہا: "ایک اور طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ پارس یہاں شام کی فلائٹ سے پہنچنے والا ہے۔ وہاں پولیس والوں کی ڈیوٹی لگائی جائے۔ یہ تاثر دیا جائے کہ پارس کی حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ پھر سادہ لباس میں آپ کے تمام جاسوس ایئرپورٹ کے چپے چپے پر پھیلے رہیں اور دیکھیں کہ وہ تین شخص وہاں آتے ہیں یا نہیں۔ ان کا وہاں آنا یقینی ہے۔ وہ جانتے ہیں فرہاد اس شہر میں موجود ہے، اپنے بیٹے کو لینے ایئرپورٹ ضرور آئے گا۔"

"اچھی بات ہے جناب! ہم ایسے ہی انتظامات کریں گے۔"

میں نے انھیں ہدایات دی تھیں کہ بروس مارٹن اور رابرٹ رینگو جب ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں تو اسی فریکوئنسی پر وہ بھی بولنا شروع کر دیں۔ اس طرح وہ سمجھیں گے کہ دوسرے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والوں کی آواز ان سے ٹکرا رہی ہے۔

میں نے آفیسر سے کہا: "آپ ان کی باتوں میں مداخلت کے دوران ایک اور بات کہہ دیں کہ شام کو پارس یہاں پہنچ رہا ہے۔ فرہاد صاحب اسے لینے ایئرپورٹ جائیں گے۔ ان کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں۔"

"سر! ایسا ہی ہو گا لیکن ان تین آدمیوں کو کیسے معلوم ہو گا

کہ آج پارس بابا یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

"اگر وہ سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہیں تو انھیں خبر پہنچ گئی ہوگی۔"

پھر میں نے انھیں مختلف ہدایات دیں۔ ان کے مطابق وہ میرے کاٹیج میں آکر ہر کمرے میں خفیہ مائک اور خفیہ کیمرے نصب کرنے لگے۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے کہا: "ادارے سے میرے قدوقامت کا ایک شخص روانہ کر دیجیے جو ہو بہو میری نقل کرتا ہو۔ وہ اپنی اصلی صورت میں رہے گا۔ دشمن اسے میک اپ میں سمجھتے رہیں گے۔"

میں نے سپر ماسٹر کے دماغ سے معلوم کیا۔ آخر اس کے وہ پانچوں آدمی اتنے عرصے تک پیرس میں کیوں رہ گئے؟ اس کی سوچ نے بتایا: "نجومیوں نے پیشینگوئی کی تھی، پارس ایسے ہاتھوں سے جلد ہی نکل جائے گا جو اسے یہاں سے لے گئے ہیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ وہ پھر پیرس واپس آئے۔"

دوسرے نجومی نے کہا: "پیرس میں پارس کی آمد مشکوک ہے۔ میرے حساب سے پارس نہیں بلکہ اس کا سایہ نظر آرہا ہے اور سایہ سراسر دھوکا ہوتا ہے لیکن ہمیں پیرس میں رہنا چاہیے۔ یہاں ایسے انجانے دشمنوں سے سامنا ہوگا جو آئندہ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن سکتے ہیں۔ ہم یہاں رہ کر ان دشمنوں کے پیچھے چھپے ہوئے ان کے کسی سرغنہ کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔"

وہ کم بخت نجومی بڑے غضب کے تھے۔ صحیح پیشینگوئی کرتے تھے۔ پچھلی بار انھوں نے جو کہا وہی ہوا۔ ہماری معلومات کی حد تک شیبا کی خودکشی کا کوئی چانس نہیں تھا لیکن اس نے خودکشی کر لی۔ ان کی پیشینگوئی کے مطابق پارس بھی ان کے ہاتھ آ جاتا لیکن اس سے پہلے ہی سلارا اسے لے گئی۔ اس بار بھی صحیح پیشینگوئی کر رہے تھے کہ دوسری بار اس شہر میں پارس کا سایہ آئے گا اور سایہ سراسر دھوکا ہوتا ہے۔

ان کی ایک اور پیشینگوئی کے مطابق انجانے دشمن ٹکرانے والے تھے اور ان کے پیچھے چھپا ہوا سرغنہ بے نقاب ہونے والا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سلارا اور جارج فری مین انجانے دشمنوں کے سرغنہ کی حیثیت سے بے نقاب ہونے والے ہیں اور وہ انجانے دشمن وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو مجھے تلاش کرنے کے لیے وارداتیں کرتے پھر رہے ہیں۔

ان نجومیوں کی ایک پیشینگوئی سے دل خوش ہو رہا تھا کہ پارس ان کے ہاتھ میں نہیں رہے گا جو اسے اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ کیا میرا بیٹا سلارا اور جارج فری مین کی قید میں نہیں ہے؟ کیا وہاں سے نکل چکا ہے؟

میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی، اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی، پھر سانس لیتے ہوئے [illegible]

"ہیلو پاپا!"

مجھے مایوسی ہوئی کیوں کہ میں اس ڈمی پارس کے [illegible] میں پہنچا تھا جو طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ میں نے کہا: "بیٹے! [illegible] پاس پہنچنے ہی والے ہو۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ ائیر [illegible] پر ملاقات ہوگی لیکن وہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہوگا۔ مجھے دشمنوں [illegible] چھپ کر رہنا پڑتا ہے۔"

"میں آپ کو کیسے پہچانوں گا؟"

"میں خود تمہارے پاس آکر مصافحہ کروں گا۔"

"آل رائٹ پاپا!"

"اور بیٹے! تم کتنی دیر سانس روک لیتے ہو؟"

"ایک منٹ۔"

"دوسری بار جب میں تمہارے دماغ میں آؤں تو [illegible] منٹ تک سانس روکے رہنا۔ مجھے دماغ میں نہ آنے دینا۔"

"کیا بات ہے پاپا! کیا آپ اصلی پارس تک پہنچنا چاہتے ہیں؟"

"یہی بات ہے۔ واقعی پارس کی ذہانت تم میں منتقل ہوئی ہے۔ تم بہت اچھے بیٹے ہو۔ میں تمھیں اتنا پیار دوں گا کہ تم باپ کی کمی محسوس نہیں کرو گے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ میں نے چند سیکنڈ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس لے رہا تھا۔ فوراً سانس روک لی۔ اس طرح معلوم ہوگیا کہ میں اصل پارس کے دماغ میں پہنچ رہا تھا مگر اس نے پہنچنے نہیں دیا۔ ڈمی پارس تو میری ہدایت کے مطابق ایک منٹ سانس روکے ہوئے تھا۔

اس طریقۂ کار سے اطمینان ہوا کہ میرا بیٹا جہاں کہیں بھی ہے صحت مند ہے۔ اگر صحت مند نہ ہوتا تو سانس نہ روک سکتا۔ میں نے پھر تیسری بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے بار بار سانس روکنے کی زحمت اٹھانا پڑے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا۔ جان بوجھ کر ہمارا راستہ نہیں روک رہا تھا۔ وہ تنویمی عمل کے اثر سے مجبور تھا۔

میں شام کو پانچ بجے اپنے کاٹیج سے نکل گیا۔ اب وہاں ڈمی فرہاد ائیرپورٹ سے ڈمی پارس کے ساتھ آکر ٹھہرنے والا تھا۔ میں اس کے قریب ہی ایک دوسرے کاٹیج میں چلا آیا جہاں انٹیلی جنس کا ایک آدمی، ایک عورت اور ایک بچے کے ساتھ رہ کر انتظار کر رہا تھا۔ ایک فیملی کاٹیج ثابت کرنے کے لیے ایک [illegible]

[illegible] نیچے کور کیا گیا تھا تاکہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو۔ میرے کاٹیج [illegible] خفیہ مائک اور کیمرے چھپا کر رکھے گئے تھے۔ ان کے ذریعے ہم اس دوسرے کاٹیج میں بیٹھ کر آوازیں بھی سن سکتے تھے اور اسکرین پر وہاں کے تمام مناظر بھی دیکھ سکتے تھے۔

میں اس کمرے میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر اس افسر کے دماغ میں پہنچا جس کی ڈیوٹی ائیرپورٹ پر تھی۔ اس کے ذریعے [illegible] طیارہ پہنچ گیا ہے اور مسافر اتر رہے ہیں۔ میں ڈمی فرہاد کے دماغ میں آگیا۔ اس کا دماغ اتنا حساس نہیں تھا۔ مجھے محسوس نہیں کر سکا تھا۔ میں نے ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں تمہارے پاس موجود رہوں گا اور تم میری مرضی کے مطابق بولتے اور حرکت کرتے رہو گے۔"

ڈمی فرہاد نے کہا: "جناب! میرے ساتھ پومی بھی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "پومی کس لیے آئی ہے؟"

"جناب شیخ صاحب نے کہا ہے میں اچھا فائٹر نہیں ہوں۔ دشمن مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں اسی لیے پومی کو میری حفاظت کے لیے ساتھ لگا دیا ہے۔"

میں نے پومی کو مخاطب کیا۔ وہ مسکرا کر بولی: "تم یاد نہیں کرو گے تو کیا ہوا، میں آ نہیں سکتی؟ اور اگر میرے آنے پر اعتراض ہے تو کہہ دو، چلی جاؤں؟"

"مجھے تمہارے آنے کی خوشی ہے لیکن اس خوشی میں سیدھی میری طرف نہ چلی آنا۔ کیا تم میک اپ میں ہو؟"

"ایسا شاندار میک اپ کیا ہے کہ مجھے پومی کی حیثیت سے پہچاننے والے پہچان نہیں سکیں گے۔ اسی طرح ڈمی فرہاد کو اصل فرہاد سمجھیں گے۔"

وہ آنکھوں سے دوربین لگائے جہاز سے اترنے والے مسافروں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا: "فرہاد! میں آمنہ کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ جیسی ہاربر کے میک اپ میں واپس آگئی ہے۔"

میں نے آمنہ کے دماغ پر دستک دی۔ پھر پوچھا: "تم اچانک کیسے چلی آئیں؟"

"میں نے کوشش کی۔ پاسپورٹ اور ویزا پر مہر لگ گئی۔ اس لیے آسانی سے چلی آئی۔ کسی نے شبہ نہیں کیا۔"

"اچھی بات ہے۔ سیدھی ادارے میں جاؤ۔ میں جیسی کو وہاں بھیجتا ہوں۔"

جیسی ہاربر ابھی تک لندن میں تھی۔ میں نے اس سے دماغی رابطہ قائم کر کے کہا: "ہمارا کام ہو چکا ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب تمھیں پیرس میں آنا ہوگا کیوں کہ آمنہ تل ابیب سے پیرس آئی ہے۔ تم اپنے سفر کا آغاز پیرس سے ہی کر سکتی ہو۔ تمھیں باباصاحب کے ادارے سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات مل جائیں گے۔"

میں نے ڈمی فرہاد کے پاس آکر دیکھا۔ وہ پومی سے دوربین لے کر آنکھوں سے لگائے دیکھ رہا تھا۔ اسے طیارے کی سیڑھی پر پارس نظر آرہا تھا۔ میں نے کہا: "پارس کا سامان پولیس والے لے آئیں گے۔ جیسے ہی وہ باہر آئے تم آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنا اور ہیلو مائی سن کہہ کر اسے اٹھا کر پیشانی کو چوم لینا۔"

یہی بات میں نے ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بتائی اور کہا: "اس طرح تم مجھے پہچان سکو گے۔ سلارا اور جارج فری مین نے میری جو تصویر دکھائی ہے، میں اس سے بالکل مختلف نظر آؤں گا۔"

میں اس آفیسر کے پاس پہنچا جو وائی ایم سی اے کے اس کمرے میں تھا جہاں پہلے اعلیٰ بی بی رہتی تھی اور ان کمپیوٹر مین کی آوازیں سنتی تھی۔ میں نے اس افسر سے پوچھا: "کیا رپورٹ ہے؟"

"جناب! آپ کی ہدایت کے مطابق جب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے تو ہمارے دوسرے افسروں نے اسی فریکوئنسی پر ان کی گفتگو میں مداخلت کی اور اپنے کسی آدمی کو حکم دیا کہ پارس شام کو یہاں پہنچنے والا ہے۔ ائیرپورٹ پر خصوصی انتظامات کیے جائیں۔"

میں نے پوچھا: "اس کا ردِ عمل کیا ہوا؟"

" انھوں نے فوراً اپنا ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ رابرٹ رنیگو نے کہا۔ اسے ہی چانس کہتے ہیں۔ اتفاق سے ہم نے ان کی گفتگو اپنے ٹرانسمیٹر میں سن لی ہے۔"

بروس مارٹن نے کہا: "ہاں، یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور پولیس والوں کی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

رابرٹ رنیگو نے کہا: "سانچ کو کیا آنچ۔ شام کو پتا چل جائے گا' پارس آ رہا ہے یا نہیں؟"

میں نے یہ رپورٹ سن کر افسر سے پوچھا: "کیا وہ ائیرپورٹ کی طرف آئے ہیں؟ ان کی پلاننگ بتاؤ۔"

"وہ سوچ رہے تھے' پارس کو سیدھا بابا صاحب کے ادارے میں پہنچایا جائے گا۔ ان کے پلان میکر نے مشورہ دیا ہے کہ رابرٹ رنیگو بابا صاحب کے قریب پہلے سے پہنچ جائے اور بروس مارٹن ائیرپورٹ کے سامنے رہے۔ پلان میکر ائیرپورٹ کی عمارت میں رہے گا اور بروس مارٹن کو اطلاع دیتا رہے گا کہ پارس کو کس ٹنگ کی اور کس نمبر کی کار میں لے جایا جا رہا ہے۔ اس طرح جب بروس مارٹن' پارس کا تعاقب کرے گا تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا دیا جائے گا کہ تعاقب شروع ہو چکا ہے۔ اُدھر سے رابرٹ رنیگو روانہ ہوگا۔ دو طرف سے دونوں اس گاڑی کو گھیرے میں لیں گے پھر پیرس اور بابا صاحب کے ادارے کے درمیانی علاقے میں کہیں پارس کو اغوا کر لیا جائے گا۔"

وہ اپنے طور پر درست سوچ رہے تھے۔ پارس اغوا کیا گیا تھا، بڑی مشکلوں سے اسے حاصل کرنے کے بعد یقیناً بابا صاحب کے ادارے میں ہی پہنچایا جاتا لیکن بے چارہ رابرٹ رنیگو خوامخواہ سیکڑوں میل دور بابا صاحب کے ادارے کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ وہاں سے پھر اسے واپس آنا تھا۔ بہرحال میں اس ہوٹل کے افسر کے پاس پہنچا جو تین آدمیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا: "جناب! آپ نے درست فرمایا تھا۔ وہ سلارا اور جارج فری مین کے آدمی ہیں۔ انھیں یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ پارس بابا یہاں شام کو پہنچنے والے ہیں۔ وہ آپس میں مشورے کر رہے تھے کہ ائیرپورٹ پر صرف ایک آدمی رہے گا اور یہ دیکھے گا کہ وہاں پارس کو لینے کون آتا ہے۔ باقی دو آدمی دو مختلف شاہراہوں پر رہیں گے۔ پہلا آدمی جب ٹرانسمیٹر پر کسی کامیابی کی امید دلائے گا تو پھر پارس والی گاڑی کا تعاقب کیا جائے گا۔"

شہر میں ایک ڈمی پارس کیا آ رہا تھا جیسے زلزلہ آ رہا تھا۔ سبھی اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ کسی کو پارس کی ضرورت تھی اور کسی کو پارس کے باپ کی ضرورت تھی۔ دشمن یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم ہر بار ڈمی پیش کر کے انھیں دھوکا دیتے ہیں لیکن ان کو امید تھی کہ کسی وقت ہم سے بھی چوک ہو سکتی ہے مثلاً ابھی پیرس میں تھا۔ یہ سبھی دشمن جانتے تھے۔ صرف مجھے ڈھونڈ نکالنے کی بات تھی اور ڈھونڈ نکالنے کا ذریعہ فی الحال ڈمی پارس ہی تھا۔

میں اپنے ڈمی کے پاس آیا۔......... وہ پارس کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ یومی ڈرائیو کر رہی تھی۔ پارس اس کے ایک سوال کے جواب میں کہہ رہا تھا: "میں نہیں جانتا میرے ماں باپ کون تھے یا اب ہیں بھی یا نہیں۔ جنھوں نے مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا، وہ میرے مہربان بھی ہیں اور نامہربان بھی۔ مہربان اس لیے کہ انھوں نے آپ کے بیٹے پارس کی تمام ذہانت میرے دماغ میں منتقل کر دی۔ اسی وجہ سے میں یہ سمجھ پاتا ہوں کہ میرے اوپر کیا گزر رہی ہے اور میں کن حالات سے گزر رہا ہوں۔ پہلے میں تنویمی عمل کے زیرِ اثر سچ مچ یہی سمجھتا تھا کہ میں اصل پارس ہوں لیکن جب میں نے جناب شیخ صاحب کو پہچاننے میں غلطی کی تب میرے ذہن نے کہا۔ یہ سب فریب ہے، میری خود اپنی زندگی فریب ہے۔ پتا نہیں، میں کون ہوں اور کس طرف جا رہا ہوں؟"

میرے ڈمی نے پوچھا: "تمھیں جب پارس کی ذہانت دی گیا ہے تو اس کے جذبات بھی دیے گئے ہوں گے اور تم اس کے مطابق اپنے پاپا کو بہت چاہتے ہو گے۔"

"بے شک چاہتا ہوں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ پاپا کی نسبت مجھے آنٹی سلارا اور انکل جارج سے زیادہ محبت ہے۔"

"یہ تنویمی عمل کا اثر ہے۔ میرا اپنا بیٹا پارس بھی مجھے بہت زیادہ چاہتا ہے لیکن تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہ کر تمھاری آنٹی اور انکل کو زیادہ چاہنے لگا ہے۔ انھیں مجھ پر ترجیح دے رہا ہے اور ان کی قید میں رہنا گوارا کر رہا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ۔ تم نے جان کے اس سلسلے میں جوجو کا ذکر نہیں کیا؟"

وہ ذرا دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا: "پتا نہیں کیوں جب سے میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے، میرے دماغ میں یہی بات پکتی ہے کہ میں اسے بھگا کر لے جاؤں۔ وہ جہاں بھی ہو، خواہ ادارے میں یا کسی کے گھر میں ملے، میں اسے بھگا کر لے جاؤں گا۔"

"ہاں' تمھاری آنٹی اور انکل یہی چاہتے ہیں' تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے۔"

میں نے یومی سے پوچھا: "کیا تعاقب ہو رہا ہے؟"

"اس میں بھی کوئی شک ہے۔ میں نے ایک نیلے رنگ کی گاڑی بار بار دیکھی ہے، لیکن ٹریفک کے ہجوم میں غائب ہو جانے کی وجہ سے پھر نظر آنے لگتی ہے۔"

ایک آفیسر سادے لباس میں کار ڈرائیو کرتا ہوا یومی کی گاڑی کے پیچھے فاصلہ رکھتا ہوا آ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: "کیا تعاقب ہو رہا ہے؟"

"جناب! تعاقب کا شبہ ہے۔ ایک نیلے رنگ کی کار بار بار نظر آئی ہے۔"

"تمھارا شبہ درست ہے۔ تم اپنا راستہ بدل دو۔"

اس نے ہدایات پر عمل کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا۔ ڈمی پارس اور ڈمی فرہاد اسی کار میں میرے پہلے والے کاٹیج کے احاطے کے اندر آئے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک نیلے رنگ کی گاڑی اس کاٹیج کے سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ میرے علاوہ دو افسران مختلف کھڑکیوں کے پاس پردے کے پیچھے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ شاید اس کے بعد بھی کچھ اور تعاقب کرنے والے آ سکتے تھے۔ اس کے بعد کوئی دکھائی نہیں دیا۔ بروس مارٹن، رابرٹ رنیگو اور وہ تین آدمی جہاں ٹھہرے ہوئے تھے' وہاں سے ان کی گفتگو دوسری جگہ سنی جا رہی تھی۔ ان سننے والوں نے بتایا کہ مجھے اغوا کرنے والے یا مجھ پر حملہ کرنے والے رات گیارہ بجے کا انتظار کر رہے ہیں۔ پارس کو اغوا کرنے والے بھی آدھی رات کے بعد ہی اس کاٹیج میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ میں نے انٹیلی جنس والوں سے کہا: "رات کو کچھ ایسا انتظام کرو کہ جو گیارہ بجے حملہ کرنے آئیں' وہ اس وقت کاٹیج کے احاطے میں داخل نہ ہو سکیں جب تک کہ دوسری پارٹی نہ آئے۔ جب دونوں طرف سے حملہ کرنے والے پہنچ جائیں تو پولیس پارٹی کو بیچ سے ہٹ جانا چاہیے۔ ان کے درمیان سے ہٹنے کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے کہ انھیں شبہ نہ ہو۔ پھر وہ دونوں خود ہی آپس میں ٹکرائیں گے۔"

میں خیال خوانی کے ذریعے بروس مارٹن اور رابرٹ رنیگو کی غیر معمولی جسمانی قوت دیکھ چکا تھا۔ وہ بہت ہی خطرناک سپورٹ مین تھے۔ ان تینوں آدمیوں کے متعلق صرف سنا تھا کہ وہ بھی غیر معمولی قوتوں کے حامل ہیں۔ اگر وہ سلارا کے ہی آدمی تھے تو یقیناً انھیں بھی ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر غیر معمولی بنایا گیا ہوگا۔ جب دونوں ٹرانسفارمر مشین کے صیقل شدہ آپس میں ٹکرائیں گے تو وہ دیکھنے والا منظر ہوگا۔

ابھی مجھے فرصت تھی۔ میں دوسرے کمرے میں آ کر آرام کرنے لگا۔ پھر میں نے سلارا کے نمائندے کو مخاطب کیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی: "سر! مسٹر فرہاد میرے پاس دوسرے کمرے میں ہیں۔"

جارج فری مین کی آواز سنائی دی: "میں آ رہا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ وہ اس کمرے میں آیا جہاں اس کا نمائندہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسی ریوالونگ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا جس پر پہلے سلارا آ کر مجھ سے گفتگو کر چکی تھی۔ اس نے کہا: "ہیلو' مسٹر فرہاد! کوئی سودے کی بات کرنے آئے ہو؟"

"ہاں، مگر تمھیں اس کرسی پر دیکھ کر مایوسی ہو رہی ہے۔ میں نے سوچا تھا۔ تمھاری بہن سے کچھ چٹپٹی گفتگو ہو سکے گی۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی ہی بات کرنے آیا ہوں۔ تمھاری بہن سے یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ تمھارا ایک آدمی ہمارے پاس ضمانت کے طور پر رہے گا۔ پھر آرمر تمھارے پاس پہنچے گا۔"

"ہاں یہ طریقہ مناسب ہے۔ بولو' ہم میں سے کس کو چاہتے ہو؟"

"تمھاری بہن کو۔"

وہ غصے سے بولا: "بکواس مت کرو۔ تم اپنے چھچھورے پن سے باز نہیں آؤ گے۔ کبھی تو اپنی شرافت کا ثبوت دیا کرو۔"

"کیا تم نے میرے بیٹے کو اغوا کر کے بہت نیک کام کیا ہے؟ کیا تم لوگوں کے ساتھ شریفوں کی طرح پیش آنا چاہیے؟"

"تم کام کی بات نہیں کرو گے؟"

"وہی کہہ رہا ہوں جو تمھاری بہن سے کہہ چکا ہوں۔ وہ عورت ہے' خود اپنی زبان سے کہہ نہیں سکتی کہ بابل کا آنگن چھوڑ کر جانا چاہتی ہے لہٰذا تم بھائیوں کا فرض ہے کہ اسے ہنسی خوشی رخصت کر دو۔"

"معلوم ہوتا ہے تمھیں اپنے بیٹے سے محبت نہیں ہے۔ کیا تمھاری یہ تھرڈ کلاس زندہ دلی اس وقت بھی قائم رہے گی جب ہم تمھارے بیٹے کی لاش یہاں سے روانہ کریں گے؟"

میں نے پوچھا: "کس بیٹے کی بات کر رہے ہو۔ کیا وہ تمھارے پاس ہے؟"

اسے ذرا دیر کو چپ سی لگ گئی۔ پھر وہ جلدی سے بولا: "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا سمجھتے ہو' پارس ہمارے پاس نہیں ہے؟"

"میں اتنے یقین کے ساتھ سمجھتا ہوں جتنے یقین کے ساتھ روزانہ صبح سورج کو طلوع ہوتے اور شام کو غروب ہوتے دیکھتا ہوں۔"

اسے پھر چند لمحوں کے لیے چپ سی لگ گئی۔ پھر اس نے کہا: "میں تمھارے سامنے تمھارے بیٹے کو پیش کر سکتا ہوں۔"

"پیش کرنے کے لیے تم نے کتنے ڈمی پارس بنائے ہیں؟"

"صرف ایک بنایا تھا۔ وہ اب تک تمھارے پاس پہنچ چکا ہوگا۔ اب جو پیش کروں گا' وہ تمھارا اپنا ہوگا۔"

"میں پورے یقین کے ساتھ کہہ چکا ہوں۔ میرا پارس

تمھارے پاس نہیں ہے۔ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ تم اس ٹرانسفارمر مشین سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہو لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کر سکتے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے تمھیں کیا کرنا چاہیے، اچھی طرح سوچ لو، سمجھ لو۔ میں پھر آکر تم سے پوچھ لوں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہمیں پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ ہمارا بیٹا ان کی قید سے نکل چکا ہے۔ اب جارج فری مین سے بات کرنے کے بعد یقین پختہ ہو گیا تھا لیکن اطمینان کے ساتھ ساتھ یہ فکر بھی تھی کہ آخر میرا بیٹا کہاں ہے، کس حال میں ہے، کہاں بھٹک رہا ہے؟

ہم تو اس کے لیے فکر مند تھے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کو زیادہ تجسس میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے کاٹیج میں دو پارٹیوں کے کمپیوٹر مین آدھی رات کے بعد ہی ٹکرائیں گے۔ ابھی فرصت ہے لہٰذا پارس اوّل کے متعلق بعد میں جو کچھ معلوم ہوا، وہ میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

ہم چاہتے تھے، دونوں پارس' بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر جوان ہوں، دنیا کے زیادہ سے زیادہ علوم اور ہر طرح کی ٹریننگ حاصل کرتے رہیں۔ انسان جیسا سوچتا ہے بالکل ویسا ہی نہیں ہوتا۔ کامیابی ضرور ہوتی ہے لیکن درمیان میں رکاوٹیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مختلف قسم کی تبدیلیاں آتی ہیں، تب کہیں جا کر کامیابی کا منہ دکھائی دیتا ہے۔ بے چاری شیبا کبھی ہماری دشمن نہیں رہی لیکن دشمنوں کے تنویمی عمل نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ اس نے پارس پر تنویمی عمل کیا اور اسے مجبور کر دیا کہ ایک صبح ایک ٹرک میں بیٹھ کر ادارے سے باہر نکل آئے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، میرا بیٹا ابھی سے اپنی جدوجہد کی داستان مرتب کر رہا ہے۔

تنویمی عمل کرنے والا شیبا کو جتنا کام کرنے کے لیے کہتا تھا، وہ اسی حد تک کرتی تھی۔ اس کی ڈیوٹی اتنی ہی تھی کہ وہ کسی طرح پارس کو ادارے سے باہر نکال لائے۔ پھر اسے بتائے کہ یہودی جاسوس کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ اس ٹرک ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی جس میں پارس بیٹھا تھا۔ جب وہ ٹرک ادارے سے بہت دور نکل آیا تب پارس نے ٹرک کو روکنے پر مجبور کیا، پھر پارس سے کہا، وہ باہر نکل جائے۔ پارس اس ٹرک سے چھلانگ لگا کر باہر آیا، پھر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ شیبا کی ڈیوٹی یہیں تک تھی۔ اس کے بعد یہودی جاسوس اسے اپنی گرفت میں لے کر کہیں لے جانے والے تھے۔ شیبا نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں لے جانے والے تھے۔ جب اسے حکم دیا جاتا کہ پارس کے دماغ میں جا کر اس سے بات کرو تب وہ رابطہ قائم کرتی ورنہ وہ بھی تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ لہٰذا اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ پارس کن ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے اور کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

یہ یہودی جاسوسوں کی بدبختی تھی، انھوں نے ایسے وقت پارس کو اغوا کرنے کا پروگرام بنایا جب فرانس کی انٹیلی جنس کے سارے لوگ، پولیس والے اور فوجی جوان شہر کی تمام چوکیوں اور راستوں کی ناکابندی کر رہے تھے۔ پیرس میں ایک بین الاقوامی اسمگلر کی موجودگی ظاہر ہو چکی تھی۔ وہاں سے وہ نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ اسے گرفتار کرنے کے لیے سخت انتظامات کیے جا رہے تھے اور یہ بات یہودی جاسوسوں کو معلوم نہیں تھی۔

انھوں نے پچھلی رات فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھا تھا تاکہ صبح پرواز کرتے ہوئے اسی جگہ جائیں جہاں پارس ٹرک سے اترا تھا۔ اسے وہاں سے ہیلی کاپٹر میں لے جانے کا ارادہ تھا۔ رات کو فلائنگ کلب والوں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ صبح پابندی عائد ہو جائے گی۔ خود فلائنگ کلب والوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ آدھی رات کے بعد انٹیلی جنس والے ایسے تمام کلبوں میں پہنچ گئے تھے جہاں سے چارٹرڈ طیارے یا پرائیویٹ ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہیں۔

عین وقت پر ہیلی کاپٹر نہ ملنے کے باعث کام بگڑ گیا، پھر بھی یہودی جاسوسوں نے پارس کو کار میں بٹھایا اور اسے دوسرے راستے سے لے جانے لگے۔ راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کے ایک جاسوس نے اطلاع دی "کسی بھی شہر کی چوکی سے گزرا جائے تو جوان پارس کو کسی دوسری جگہ چھپانا ہوگا۔ ہر راستے پر پولیس والوں کا پہرا سخت ہوتا جا رہا ہے۔"

پارس کو لے جانے والے جاسوسوں نے پوچھا "کیا ان لوگوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ ہم اس بچے کو اغوا کر رہے ہیں؟"

"شاید یہی بات ہے ورنہ اتنی جلدی اتنی سختیاں کیسے کی جا سکتی ہیں۔ ہمیں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔ اس نوجوان کو فوراً کہیں چھپاؤ۔"

وہ اسے فوراً کہیں چھپانے پر مجبور ہو گئے۔ یوں تو ان کے کئی خفیہ اڈے تھے۔ وہ کہیں بھی چھپا سکتے تھے لیکن اس بات کا ڈر تھا کہ پارس کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے جدید قسم کے آلات استعمال کیے جائیں گے۔ جن کے ذریعے چور دروازوں اور تہ خانوں کا سراغ مل جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی کسی جگہ چھپانا نہیں چاہتے تھے۔

پارس کوئی کند ذہن یا غبی قسم کا لڑکا نہیں تھا۔ ٹرانسمیٹر پر ان کی باتیں سُن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا "خواہ مخواہ اتنی دردسری کر رہے ہو۔ مجھے کسی کالج کے ایسے ہاسٹل میں پہنچا دو، جہاں میری عمر کے لڑکے رہتے ہوں۔"

ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے چونک کر اسے دیکھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "دیکھو، یہ جوان کتنی ذہانت کی بات کر رہا ہے۔ طلبا کے ہاسٹل سے بہتر جگہ کوئی ہو نہیں سکتی۔ اس پر عارضی میک اپ کر کے ہمارے یہودی مشنری اسکول کے ہاسٹل میں پہنچا دو۔"

پارس نے کہا "مجھے ہاسٹل پہنچا کر میری ممی کو اطلاع دینا کہ وہ مجھ سے باتیں کرتی رہیں ورنہ میں ہاسٹل سے بھاگ جاؤں گا۔"

انھوں نے پارس کی بات ایک کان سے سنی، دوسرے کان سے نکال دی۔ ان کی نظروں میں وہ نادان تھا۔ بھلا ان کی گرفت سے کیسے نکل سکتا تھا یا ہاسٹل سے کیسے بھاگ سکتا تھا جب کہ اس کے اطراف سخت پہرا ہوتا تھا۔ بہرحال اسے ایک مشنری ہاسٹل پہنچا دیا گیا۔

اس وقت تک ہمیں پارس کے اغوا ہونے کا علم ہو چکا تھا۔ فرانس کی پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے جگہ جگہ کی ناکابندی کو اور سخت کر دیا۔ یہودیوں کی مشکلات بڑھ گئی تھیں، وہ اسے وہاں سے نکال کر لے جا نہیں سکتے تھے۔ انھیں کسی مناسب موقع کا انتظار تھا۔ اس طرح وہ دن اور وہ رات گزر گئی۔

دوسرے دن سپر ماسٹر کے کمپیوٹر مین وغیرہ پہنچے تھے اور پارس کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ ادھر پارس بے چین ہو گیا تھا۔ شیبا اس سے رابطہ قائم نہیں کر رہی تھی۔ اسرائیلی حکام کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ شیبا پارس کے دماغ میں جائے گی تو زہاد، سونی اور آمنہ اسے گھیرنے کی کوشش کریں گے، اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا شیبا کی خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ انھیں پورا یقین تھا کہ ان کے قابل جاسوس پارس کو کسی طرح وہاں سے نکال لائیں گے، لہٰذا انھوں نے شیبا کو پارس تک پہنچنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

وہ ہاسٹل میں بور ہو رہا تھا۔ ہاسٹل کے اطراف سادے لباس میں مسلح افراد پہرا دے رہے تھے۔ پارس کے چہرے پر میک اپ تھا۔ وہی میک اپ زدہ چہرہ پہرے داروں کو دکھایا گیا تھا تاکہ اسے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہاسٹل کے جوان غسل کرنے کے بعد چہرے پر کریم یا پوڈر لگاتے تھے۔ پارس نے ایک جوان کی ڈریسنگ کریم لی، چہرے سے میک اپ صاف کیا، پھر اطمینان سے باہر آ گیا۔ کتنے ہی طلبا ہاسٹل سے باہر آتے جاتے رہتے تھے۔ وہ بھی باہر نکلا۔ پہرے داروں نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر اسے نظر انداز کر دیا کیوں کہ یہ وہ چہرہ نہیں تھا جو انھیں دکھایا گیا تھا۔

باہر کچھ ایسے لوگ اس کی تاک میں تھے جو اس کا اصلی چہرہ اچھی طرح پہچانتے تھے۔ میں برونس مارٹن، رابرٹ رینگو اور ان کے پلان میکر کا ذکر کر چکا ہوں۔ سلارا ابھی ہماری نظروں میں نہیں آئی تھی لیکن اس کی نظروں میں پارس آگیا تھا۔ وہ محض اتفاق سے پارس تک نہیں پہنچی تھی، ہر کام اتفاق سے نہیں ہو جاتا۔ بڑے بڑے کاموں کے لیے بڑی بڑی سازشیں ہوتی ہیں۔ سپر ماسٹر کے دو نجومی بڑی حیرت انگیز پیشگوئیاں کرتے تھے، جن پر پہلے یقین نہیں آتا تھا۔ بعد میں وہ پیشگوئیاں کسی نہ کسی طرح پوری ہوتی تھیں۔ سلارا نے انہی دو نجومیوں میں سے ایک کو پھانس لیا تھا۔

ایک نجومی نے سپر ماسٹر کے سامنے پیشگوئی کی تھی، اگر ہماری ٹیم پیرس پہنچ کر انتظار کرے تو پارس مل سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک نامعلوم سی رکاوٹ ہے جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ دراصل وہی دوسرا نجومی پارس کے حصول میں رکاوٹ بن گیا تھا۔ اگر وہ سلارا کے فریب میں نہ آتا تو پارس اب تک سپر ماسٹر تک پہنچ چکا ہوتا۔ اور نجومی کی پیشگوئی حرف بہ حرف درست ہوتی۔

دوسرے نجومی نے سلارا کو یقین دلایا تھا کہ وہ پارس کو حاصل کر سکتی ہے۔ وہ سحر زدہ ہو کر یا کسی کے جادو کے اثر سے یا ٹیلی پیتھی کے اثر سے اپنا مسکن چھوڑ دے گا اور در بدر بھٹکے گا۔ سلارا اور اس کے بھائی جارج فری مین نے پلاننگ کی، انھوں نے سوچا۔ پارس' بابا صاحب کے ادارے میں ہے، وہاں نہ اس پر کوئی جادو کر سکتا ہے نہ تنویمی عمل کر سکتا ہے البتہ شیبا یہودیوں کے زیر اثر ہے اور وہ اس کی ممی کہلاتی ہے، وہی خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنے قابو میں کر کے وہاں سے نکال سکتی ہے۔

یہ سوچ کر جارج فری مین نے اپنے تمام ماتحتوں کو پیرس کی ان تمام یہودی عبادت گاہوں، ان کے مشنری ہاسٹلوں، قہوہ خانوں، شراب خانوں اور قمار خانوں میں پھیلا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ پارس مشنری ہاسٹل سے نکلتے ہی سلارا کی نظروں میں آگیا تھا۔ وہ اپنے بھائی ہارڈی کے ساتھ پیرس میں موجود تھی۔ اس کے ماتحتوں

نے اطلاع دی تھی پارس ایک مشنری اسکول میں پہنچایا گیا ہے' اس کے بعد پھر نظر نہیں آیا۔ وہ دونوں بہن بھائی اسی ہاسٹل کے قریب پے انگ گیسٹ کی حیثیت سے رہنے لگے۔ انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پارس بے چین ہو کر دوسرے ہی دن ہاسٹل سے نکل آیا تھا۔

وہ ہاسٹل سے نکلنے کے بعد سوچ رہا تھا اب بابا صاحب کے ادارے میں واپس جائے یا اپنی ممی کا انتظار کرے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تنہا شام تک پیرس میں نہیں رہ سکے گا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اسی لیے تو اسے چھپا کر رکھا گیا تھا۔

وہ سوچتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس آیا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں فون کر کے اپنے لیے گاڑی منگوا لے۔ اسی وقت ہارڈی نے اس کے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے کہا: "ہیلو مسٹر پارس! میری آنکھوں میں دیکھو اور مجھے پہچانو۔"

پارس نے نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر جیسے اس کی آنکھیں ہارڈی کی آنکھوں سے چپک گئیں۔ دونوں بھائی آشرن اور ہارڈی اپنی آنکھوں کے ذریعے مسمریزم کرنے کے ماہر تھے۔ پارس کو محسوس ہو رہا تھا جیسے تیز آندھی چل رہی ہے اور اسے اڑاتی ہوئی ان آنکھوں کی دنیا میں لے جا رہی ہے۔ اسے ان آنکھوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر جیسے وہ آنکھیں کہنے لگیں: "ماسٹر پارس! تمھارے پیچھے ایک کار آ کر رک گئی ہے۔ میرا ہاتھ پکڑو اور میرے ساتھ چل کر اس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ وہاں بیٹھنے کے بعد تم پھر میری آنکھوں میں دیکھتے رہو گے۔"

پارس نے نظریں ہٹا لیں۔ چپ چاپ اس کا ہاتھ پکڑ کر کار کی پچھلی سیٹ پر آیا۔ وہاں بیٹھ گیا۔ دروازے بند کر دیے گئے پھر وہ اس کی آنکھوں میں بے اختیار دیکھنے لگا۔ سلارا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ اسے جھیل کے کنارے والے ایک کاٹیج میں لے آئے۔ جب تک شہر میں جاری رہنے والی ناکا بندیوں کا سلسلہ ختم نہ ہوتا وہ وہاں سے جا نہیں سکتے تھے۔

اس کاٹیج میں ان کے ایک ماتحت نے رپورٹ دی۔ "مادام! ہم نے شہر میں دو ایسے ہم عمر لڑکے دیکھے ہیں جو پارس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو لوگ ہیں' وہ انھیں یہودیوں کی عبادت گاہوں میں لے جا رہے ہیں۔"

سلارا نے سمجھ لیا' پارس کو تلاش کیا جا رہا ہے اور ایک ڈمی پارس تیار رکھا گیا ہے تاکہ جب اصل ہاتھ آئے تو اس کا

تبادلہ ہو سکے۔ اس کے ماتحت نے چند تصویریں پیش کیں' کہا: "ہمارے آدمی ان تمام لوگوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

سلارا نے میری تصویر ماسٹر ببلو کے ساتھ دیکھی۔ پھر تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا: "ہارڈی! ذرا اس تصویر کو غور سے دیکھو کیا یہ فرہاد ہو سکتا ہے؟"

اس نے تصویر دیکھی' پھر تائید کی: "ہاں' یہ ہلکے سے میک اپ میں ہے۔ فرانس کی حکومت چوبیس گھنٹے مستعد رہ کر اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اس لیے اس نے کوئی خاص میک اپ نہیں کیا ہے۔"

انھوں نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا' میری تصویر اپنی کی آنکھ جیسے کیمرے کے ذریعے اتاری جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ رات تک انھوں نے چھپ کر میری تصویر اتار لی۔ میرے کاٹیج کا پتا بھی معلوم کر لیا۔ اب شبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں ماسٹر ببلو کے ساتھ اس کاٹیج میں رہتا ہوں۔ ہارڈی نے کہا: "یہ اچھا موقع ہے' اگر ہم کسی طرح فرہاد کو یہاں سے اغوا کر لیں اور ٹرانسفارمیشن تک پہنچا دیں تو یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہو گی۔ ایک تو اس کی تمام صلاحیتیں ہم میں منتقل ہوں گی۔ دوسرے اپنا کام نکالنے کے بعد ہم اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔"

سلارا نے کہا: "ہارڈی! تم نے اور آشرن نے وعدہ کیا ہے کہ میرے اور جارج کے دماغ سے کام کرو گے۔ اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں کوئی قدم نہیں اٹھا رہا ہوں — ایک تجویز پیش کر رہا ہوں۔"

"نہایت ہی نامعقول تجویز ہے۔ اس کے بیٹے کو اغوا کرنے میں اتنے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔ اسے یہاں سے لے جانا کوئی قصے کہانیوں والی بات نہیں ہے۔ ہماری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی اور ہم ناکامی کا منہ دیکھنے کے ساتھ ساتھ خود ان کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے۔"

"فرض کرو' ہم پارس کو اغوا کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں' تب کیا فرہاد کے لیے کوشش کی جا سکتی ہے؟"

"میں جب کسی پلاننگ پر عمل کرتی ہوں تو اس کے ہر پہلو پر غور کر لیتی ہوں۔ اس لیے ناکامی کا چانس کم ہوتا ہے۔ جب میں پارس کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں اور اپنی جگہ پہنچ جاؤں تو اس کے بعد تم کچھ بھی کر سکتے ہو لیکن فی الحال تمھیں میرے ساتھ ہی جانا ہے۔ ہمیں وہاں پہنچتے ہی ایک ڈمی پارس تیار کرنا ہو گا۔"

شام کو ان کے ماتحتوں نے اطلاع دی۔ پولیس والے گھر گھر تلاشی لے رہے ہیں اور اب ان کا رخ جھیل کے ساحلی علاقوں کی طرف ہے۔ وہ دونوں بھائی بہن رات نو بجے تک پریشان رہے۔ اب پارس کو کہاں چھپایا جائے؟ گھر گھر تلاشی لی جا رہی تھی۔ ایسے قد آور جوان کو دیکھ کر اس کی تصویر اینٹی میک اپ کیمرے کے ذریعے اتاری جاتی تھی۔ ہر طرح سے اطمینان کرنے کے بعد ان گھر والوں کو بخشا جاتا تھا۔ پھر ایسے میں سلارا اور ہارڈی پولیس والوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔ ہارڈی نے کہا: "سسٹر! ایسے میں تو تمھارا دماغ بہت کام کرتا ہے۔ کچھ ذہانت کا ثبوت دو۔"

وہ ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے سوچنے کے انداز میں سر ہلا کر کہا: "ایک طریقہ ہے۔ فی الحال پارس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

ہارڈی نے چونک کر حیرانی سے پوچھا: "کیا تم ہوش و حواس میں ہو؟"

"ہاں' وہی ایک کاٹیج ایسا ہے جہاں پولیس والے تلاشی نہیں لیں گے اور پارس محفوظ رہے گا۔"

"تم یہاں پارس کی حفاظت کے لیے آئی ہو یا اسے لے جانے کے لیے؟"

"پہلے اس کی حفاظت لازمی ہے۔ جب وہ پولیس کی نظروں سے محفوظ رہے گا تب ہی ہم لے جا سکیں گے۔ چلو پارس کو گاڑی میں لے چلو۔ ہم فرہاد کے کاٹیج کی طرف جائیں گے۔ تم پھر پارس کو آنکھوں کے ذریعے مسمرائز کرو اور اسے سمجھاؤ کہ اسے جہاں پہنچایا جا رہا ہے' وہاں وہ رات بھر بیڈ روم میں آرام سے سوتا رہے۔ صبح چار بجے وہ بیدار ہو گا اور دبے قدموں اس کاٹیج سے نکل کر باہر آئے گا۔ باہر تمھاری کار کھڑی ہو گی۔ تم پھر اسے واپس ہمارے اسی کاٹیج میں لے آؤ گے۔"

ہارڈی نے سر کھجاتے ہوئے کہا: "یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے کہ اس وقت تک پولیس والے ہمارے کاٹیج کی تلاشی لے کر جا چکے ہوں گے۔ دوبارہ پھر ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ اس طرح پارس بھی ہمارے پاس محفوظ رہے گا لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پارس اپنے باپ کے پاس پہنچنے کے بعد وہاں سے واپس آ سکے گا۔ مانا کہ وہ میری آنکھوں کی قوت کے زیر اثر رہے گا لیکن فرہاد نے اسے دیکھ لیا تو؟"

سلارا نے کہا: "جس بیڈ روم میں پارس سوئے گا' اس کے دروازے کو اندر سے بند کر لے گا اور آرام سے بستر پر سو جائے گا۔ فرہاد اگر اسے دیکھے گا تو باہر کھڑکی سے ہی دیکھ سکے گا۔ اندر جانا چاہے گا تو دروازہ بند ہو گا۔ پھر وہ سوچے گا کہ بیٹے کی نیند میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے لہٰذا وہ صبح کے انتظار میں اپنے کمرے میں جا کر سو جائے گا لیکن اپنے بیٹے سے ملنے والی صبح باپ کی زندگی میں نہیں آئے گی کیوں کہ بیٹا چار بجے صبح ہی دبے پاؤں نکل کر ہماری کار میں آ جائے گا۔"

جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے۔ ان بہن بھائیوں نے اس منصوبے پر عمل کیا اور مجھے چکر دے گئے۔ رات کو جب میں کاٹیج میں آیا تھا تو ٹھیک سلارا کی پلاننگ کے مطابق میں نے کھڑکی سے پارس ہی کو دیکھا تھا۔ اس کی نیند میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر وہ میرے ساتھ ہی کاٹیج میں تھا۔ صبح اس سے بات کر سکتا تھا مگر صبح تک معاملہ پھر بدل چکا تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ جسے میں نے رات کو دیکھا تھا' وہ ماسٹر ببلو نہیں بلکہ میرا اپنا بیٹا پارس تھا جو میرے ہاتھ آ کر نکل گیا تھا۔

ان دنوں پارس کی عجیب حالت تھی' وہ آنکھیں ہمیشہ اس کا تعاقب نہیں کرتی تھیں لیکن وہ سحر زدہ سا رہتا تھا اور اپنی ذہانت سے یہ سوچتا بھی تھا کہ میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے' یہ لوگ کون ہیں' کیا چاہتے ہیں' مجھے کیوں یہاں چھپا رکھا ہے؟

اس نے سلارا سے کئی بار ایسے سوالات کیے۔ اس نے بڑی محبت سے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا: "تمھاری شیبا ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ایسی حالت میں وہ خیال خوانی نہیں کر سکتیں' اسی لیے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ میں یہاں سے تمھیں لے جانا چاہتی ہوں لیکن تم دیکھ ہی رہے ہو' پولیس والوں نے کتنا سخت پہرا لگا رکھا ہے۔ اب تمھیں کسی دوسرے میک اپ میں لے جانا ہو گا۔"

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ پیرس میں کچھ ایسے بوڑھے آدمیوں کا انتخاب کرو جو قد و قامت میں پارس کے برابر ہوں اور ایک آدھ روز میں یہاں سے جانے والے ہوں اور ان کے کاغذات پر یہاں سے روانگی کی اجازت مل چکی ہو۔

دوسرے دن معلوم ہوا۔ ایک ایسے ہی قد و قامت کا پروفیسر لندن سے پیرس آیا ہوا ہے۔ اور دوسرے دن یہاں سے لندن جانے والا ہے۔ ادھر پولیس والوں نے پندرہ برس سے لے کر پچیس برس کے جوانوں پر پابندی عائد کی تھی کہ وہ ملک سے باہر نہیں جا سکتے۔ میری ہدایات پر وہ ایسی نوجوان لڑکیوں کو بھی چیک کرتے تھے جو قد و قامت میں پارس کے برابر ہوتیں۔ اگر اس پر عورت کا میک اپ کیا جاتا تو وہ ایک بھرپور جوان عورت دکھائی دیتا۔ اس لیے لڑکیوں اور عورتوں کو بھی سختی سے چیک کیا جاتا تھا۔

میرے دماغ میں یہ بات نہیں آئی کہ اسے ایک بوڑھے پروفیسر کے روپ میں بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ سلارا کے آدمیوں

نے اس پروفیسر کو اغوا کیا' اسے سامنے بٹھا کر پارس کا میک اپ کیا جب میک اپ مکمل ہو گیا اس کے تمام کاغذات پر قبضہ جما لیا گیا۔ اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کر لی گئیں تو اس کے آدمی پروفیسر کو کہیں لے گئے' اسے ختم کر دیا۔ اس کے چہرے اور جسم کو تیزاب کے ذریعے بگاڑ دیا تاکہ اس کی شناخت نہ ہو سکے۔

یہ بات عام ہو گئی تھی کہ پارس کو کسی عورت نے اغوا کیا ہے لہٰذا دوسرے دن پارس کے ساتھ صرف ہارڈی لندن تک گیا۔ اس کے دوسرے دن سلادا لندن پہنچی۔ اس طرح وہ لوگ پیرس سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ چوں کہ پروفیسر کے کاغذات میں امریکا تک جانے کی اجازت نہیں تھی اس لیے دوبارہ اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیے انھیں لندن میں رکنا پڑا۔

انسانی جذبے کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن محبت کے جذبے میں سب سے زیادہ قوت ہوتی ہے۔ خواہ وہ محبوبانہ عشق ہو' بہن بھائی کا پیار ہو یا باپ بیٹے کی محبت۔ جب محبت جوش مارتی ہے تو آدمی تڑپ جاتا ہے۔ پارس کے ساتھ بھی یہی تھا۔ جوجو کی محبت جوش مارتی تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہارڈی کی آنکھوں کے سحر سے نکل رہا ہے۔ کبھی کبھی جوجو اس سے دماغی رابطہ قائم کرتی تھی۔ دونوں باتیں کرتے تھے۔ یہ ملاقاتیں، یہ باتیں پارس کے اندر دماغی توانائی پیدا کرتی تھیں اور یہ توانائی جوجو کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے ہارڈی کی آنکھوں کو بھلا دیتی تھی۔ ایک ایسے ہی موقع پر جب جوجو' پارس کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا تو رسونتی پہنچ گئی۔ رسونتی نے مجھے اطلاع دی۔ میں وہاں پہنچا تو اتنا ہی پتا چل سکا کہ وہ لندن میں ہے۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ میں نے لندن کے ایجنٹوں کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ یہ بھی قارئین کو معلوم ہے کہ کس طرح وہ پروفیسر کے روپ میں لندن سے باہر جانے والا تھا' ہم نے اسے گھیر لیا تھا اور گھیرنے کے بعد بھی ناکام رہے تھے۔ سلادا پھر اسے ایک بار ہم سے چھین لے جانے میں کامیاب رہی لیکن وہ اسے لندن سے نہ لے جا سکی۔ یہ بھید کھل گیا تھا کہ پروفیسر کے روپ میں پارس ہے تو پھر سوال پیدا ہوا کہ پروفیسر کہاں گیا؟

ظاہر ہے' اسے پیرس میں ہی غائب کیا گیا ہوگا تب ہی پارس کو وہاں سے لایا گیا تھا۔ پچھلے دنوں جو مسخ شدہ لاش پیرس کے مضافاتی علاقے میں ملی تھی' اس کے متعلق شبہ ہوا کہ پروفیسر کا چہرہ بگاڑ دیا گیا تھا تاکہ شناخت نہ ہو سکے۔ لہٰذا، لندن میں پارس کے ساتھ پروفیسر کے قاتلوں کو بھی تلاش کیا جانے لگا۔

سلادا بڑی ذہانت کا ثبوت دے رہی تھی۔ اس نے ہی ... کے ذریعے ایک لڑکے کو ٹریپ کیا جو پارس سے مشابہت رکھتا تھا اس پر پارس کا میک اپ چڑھایا گیا۔ پھر اس میک اپ پر ایک اور لڑکے کا میک اپ چڑھایا گیا۔ جہرے پر ڈبل ... کرنے کے بعد اسی رات کی فلائیٹ سے اسے امریکا روانہ کرنے کے انتظامات کیے گئے۔ وہ ائیرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا تو وہاں نصب کیے ہوئے خفیہ اینٹی میک اپ کیمرے نے بتا دیا کہ وہ میک اپ میں ہے اور اس میک اپ کے پیچھے ... کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اس لڑکے کو فوراً حراست میں لیا گیا۔ ... اور انٹیلی جنس والوں کی توجہ اس لڑکے پر تھی' ادھر اصل پارس میک اپ میں تھا۔ وہ ائیرپورٹ کی عمارت کے اس حصے ... گیا۔ فرانس کی حکومت ہم پر اتنی مہربان تھی کہ ہماری خاطر وہ گھر گھر تلاشی لیتی تھی۔ ایک ایک مسافر کو روکتی تھی۔ انگلینڈ کی سرکار ہمارے لیے ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ دوسرے مسافروں کو پریشان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب کہ ایک پارس گرفتار ہو چکا تھا۔ بہرحال گرفتار کرنے والوں کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس وقت تک سلادا' پارس کو لے جا چکی تھی۔ امریکا پہنچنے سے پہلے ہارڈی نے پارس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ امریکا کے کسی شہر کو خود نہ پہچانے۔ سلادا یا ہارڈی اسے بتائیں گے کہ کس ملک میں یا کس شہر میں اسے پہنچایا جا رہا ہے۔

جب پارس کو سلادا اور جارج فری مین کے خفیہ اڈے پر پہنچایا گیا تو وہ سحر زدہ تھا۔ اس کے بعد ہارڈی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حکم دیا۔ "اب تم سحر زدہ نہیں رہو گے۔ اپنی تمام صلاحیتوں سے دماغی طور پر حاضر رہو گے اور اپنے ہی شعور سے کام لیتے رہو گے۔ اب آنکھیں بند کرو اور ایک منٹ کے بعد کھول دو۔"

پارس نے ایک منٹ تک آنکھیں بند رکھیں پھر جب انھیں کھولا تو وہ دماغی طور پر حاضر تھا۔ پورے شعور کے ساتھ خود کو پارس اوّل سمجھ سکتا تھا اور اپنے دماغ سے کام لے سکتا تھا۔ اس نے حیرانی سے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ وہ ایک بڑا سا ہال تھا۔ وہاں دو بیڈ نظر آئے جس کے سرہانے ٹرانسفارمر مشینیں لگی ہوئی تھیں۔

اس نے دوسری طرف دیکھا۔ کچھ فاصلے پر اس کا ایک ہم شکل کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے سلادا ایک ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہارڈی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سلادا کو دیکھ کر کہا۔ "آنٹی! آپ نے کہا تھا۔ شیبا ممی نے مجھے

بلایا ہے لیکن آپ مجھے کہاں لے آئی ہیں؟"

سلادا نے کہا۔ "یہ وہی جگہ ہے جہاں تمھاری ممی تمھیں پہنچانا چاہتی تھیں۔"

"لیکن یہ ٹرانسفارمر مشین اور یہ میرا ہم شکل لڑکا اس کے کیا معنی ہیں؟"

"کیا تم عقل پر زور دے کر اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ جب تک ہم ایک ڈمی پارس ادارے میں نہیں پہنچائیں گے' اس وقت تک تمھارے پاپا اور دوسرے لوگ مطمئن نہیں ہوں گے۔ تمھاری شیبا ممی چاہتی ہیں کہ وہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور تم آرام سے اپنی ممی کے ساتھ رہ سکو۔"

"میری ممی کہاں ہیں؟"

"میں کہہ چکی ہوں' وہ بیمار ہیں۔ ابھی نہیں آ سکتیں۔"

"آخر وہ کتنے طویل عرصے سے بیمار ہیں۔ جب بھی میں پوچھتا ہوں آپ ان کی بیماری کا بہانہ کرتی ہیں۔ میں کوئی نادان بچہ تو نہیں ہوں۔"

"کیا تمھیں ہم پر بھروسا نہیں ہے؟"

"اگر میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تو پہلے ممی کو میرے سامنے لاؤ۔ میں انھیں دیکھوں گا۔ پھر وہ جو حکم دیں گی' وہ کرتا جاؤں گا۔"

سلادا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جانتی تھی' تم یہ ضد کرو گے۔ خوامخواہ اپنی ممی کو پریشان کرو گے۔ ڈاکٹر نے منع کیا ہے' ان سے کوئی نہ ملے لیکن تمھاری ضد سے مجبور ہوں۔ آؤ تمھیں ملا دیتی ہوں لیکن زیادہ باتیں نہ کرنا۔"

وہ پارس کو ساتھ لے کر اس بڑے ہال سے نکلی پھر مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک کمرے میں پہنچی۔ وہاں شیبا ایک آرام دہ بستر پر بیماروں کی طرح لیٹی ہوئی تھی۔ پارس اسے دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے گیا۔ پھر اس سے لپٹ گیا۔ وہ بلا کا چالاک تھا۔ لپٹنے کے بہانے اس ڈمی شیبا کے چہرے کو چھو رہا تھا' ٹٹول رہا تھا' معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ماسک میک اپ ہے یا عارضی؟

لیکن وہ جو بھی عورت تھی' اس کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی گئی تھی۔ پارس کو تسلیم کرنا پڑا۔ وہ اس کی ممی ہیں۔ عورت نے شیبا کی آواز اور لب و لہجے میں کہا۔ "بیٹے! میں بہت بیمار ہوں۔ یہ لوگ میرا بہت خیال کر رہے ہیں۔ یہ میری منہ بولی بہن سلادا ہے۔ یہ جو کہہ رہی ہے' اس پر عمل کرتے جاؤ۔ میں جلد ہی صحت یاب ہو جاؤں گی۔ فی الحال ہم دونوں کے لیے یہ جگہ بہت محفوظ ہے۔ یہاں کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

سلادا نے کہا۔ "بہن شیبا! ڈاکٹروں نے تمھیں زیادہ بولنے سے منع کیا ہے۔"

وہ پارس کو تھپک کر اس سے الگ کرتے ہوئے بولی۔ "آؤ بیٹے! چلیں۔ پہلے ضروری کام کر لیں۔ تاکہ ادارے میں تمھاری ڈمی پہنچائی جا سکے۔"

وہ اپنی ممی کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کا حکم بھی سن چکا تھا لہٰذا وہ ٹرانسفارمر مشین کے مرحلے سے گزرنے کے لیے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ دوسرے بستر پر اس کی ڈمی کو لٹایا گیا' اس طرح اس کی ایک ڈمی تیار کر لی گئی۔ پھر انھیں اطلاع ملی کہ شیبا نے تل ابیب میں خودکشی کر لی ہے۔ ان کے منصوبے میں ایک خلل پیدا ہو گیا۔ جس ڈمی شیبا کو بیمار بنا کر رکھا گیا تھا' اب وہ ان کے لیے بے کار ہو گئی تھی۔ شیبا کی موت کی خبر وہ پارس سے زیادہ عرصے تک چھپا کر نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی موقع پا کر خاص طور پر جوجو اس کے پاس آ کر اسے ممی کی موت کے بارے میں بتا سکتی ہے۔

ہارڈی نے کہا۔ "اب پارس کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ اس پر طویل تنویمی عمل کر کے اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے۔"

جارج فری مین نے کہا۔ "ابھی یہ مناسب نہیں ہے' جب ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر اسے ہمارے خلاف بھڑکائیں گے تب اس پر طویل تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ابھی تو یہ شیبا کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے اور بے اختیار سانس روک لیتا ہے۔ کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا ہے پھر ہمیں کس بات کا اندیشہ ہے؟"

انھوں نے فی الحال یہ بات چھپا کر رکھی۔ ڈمی شیبا کو اس کے سامنے پیش کرتے رہے۔ اُدھر شیبا کی موت سے انھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اسرائیلیوں سے کہا۔ "اگر تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی دشمنی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ڈیڑھ کروڑ ڈالر ادا کرو۔ ہم پارس کو تمھارے حوالے کر دیتے ہیں۔" ان سے ایک کروڑ، پچیس لاکھ میں سودا طے ہو گیا۔ انھوں نے ڈمی پارس کو ان کے حوالے کر دیا۔ یوں ایک تیر سے دو شکار کھیلے۔ ادھر ہم سے کہا۔ اگر ہم آرمر کو ان کے حوالے کر دیں تو وہ اصل پارس کو وہاں سے پلک جھپکتے ہی نکال کر لے آئیں گے اور ہمارے حوالے کر دیں گے۔ یہ ہمارے لیے حیرانی کی بات تھی کہ اسرائیلی حدود میں ایک جوان کو پہنچا کر وہاں سے وہ کس طرح نکال لائیں گے۔ میں نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ڈمی پارس ہے۔ بعد میں میری بات درست نکلی۔ جب ہم نے یہودیوں کے خلاف پھر انتقامی... کارروائی شروع کی تو جارج فری مین سمجھوتے پر اُتر آیا۔ اس نے اپنی طرف سے سمجھایا کہ جو مجرم ہیں صرف انھیں سزا دینا چاہیے،

دوسروں کو تباہ و برباد کرنے یا انھیں ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ سراسر انسان دشمنی ہوگی۔

ہم نے اس کی بات تسلیم کر لی لیکن سمجھوتا یہی ہوا کہ اگر آرمر جلئے گا تو ان کا ایک آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے پاس رہے گا اور پارس بھی ہمیں واپس ملے گا۔ اس وقت تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ پارس ان کے پاس ہے اور ہمیں ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو حاصل کرنا ہوگا۔

لیکن بازی پلٹ گئی تھی۔ سلارا، جارج فری مین اور ہارڈی اپنے خاص ماتحتوں کے ساتھ جہاں رہتے تھے، وہ کون سی جگہ تھی، پارس اب تک معلوم نہ کر سکا۔ وہ ایک ویران سی جگہ تھی۔ آس پاس دور تک جنگلات دکھائی دیتے تھے اور جہاں وہ رہتے تھے، وہ قلعہ نما عمارت تھی۔ اس قلعے میں موٹی موٹی دیواریں، موٹے موٹے ستون تھے۔ پارس ایک کھڑکی سے جھانک کر دیکھتا تو اسے دور نشیب میں جنگل ہی جنگل دکھائی دیتا تھا۔ وہ ہارڈی کی آنکھوں کے سحر میں نہیں تھا۔ اس پر شیبا کے تنویمی عمل کا اثر تھا لیکن وہ سوچتا تھا اپنی ممی کے ساتھ اس جنگل میں کیوں ہے اور اس کی ممی آخر صحت یاب کیوں نہیں ہو رہی ہیں؟

ایک رات اس نے شیبا کی ڈمی کے پاس لیٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ آپ جو کہانی سنایا کرتی ہیں وہ سنائیے۔"

اس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "آؤ سو جاؤ، میں تمھیں نئی کہانی سناتی ہوں۔"

پارس نے فوراً ہی اٹھ کر اسے غور سے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا واقعی آپ مجھے پہلے کہانیاں سنایا کرتی تھیں؟"

وہ ڈمی کچھ بدحواس سی ہوئی۔ پارس نے کہا۔ "ہم دونوں بھائیوں کو کبھی عام بچوں کی طرح پالا نہیں گیا۔ ہمیں کسی نے کبھی کہانی نہیں سنائی۔ ہمیشہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ تم میری ممی نہیں ہو۔"

"بیٹے! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمھاری ممی ہوں۔"

"اگر ہو تو بتاؤ، گردن سے نیچے میرے جسم کے کس حصے پر دو تل ایک ساتھ ہیں۔"

وہ چکرا کر رہ گئی پھر جلدی سے بولی۔ "تم اپنی ماں کا امتحان لے رہے ہو۔ دیکھ رہے ہو کہ میں بیمار ہوں۔ ایسے میں بھلا کیا یاد رہتا ہے اور اتنی اتنی سی باتوں کو کون یاد رکھتا ہے؟"

پارس کا شبہ یقین میں بدل رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا اس قلعے کے باہر جو جنگل ہے یہاں سانپ پائے جاتے ہیں؟"

عورت کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ "تم جنگل کی بات کرتے ہو۔ اس قلعے میں بھی سانپ پائے جاتے ہیں۔ مجھے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ آپ تو سانپوں سے کھیلا کرتی ہیں۔ کیا آنٹی سلارا نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میرے سامنے سانپوں سے نہیں ڈرنا چاہیے؟"

اس نے جلدی سے نہیں کے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں انھوں نے نہیں..."

وہ کہتے کہتے رک گئی پھر جھنجلا کر بولی۔ "یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

پارس نے اس سے ذرا دور ہو کر کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو، اب میری ممی کا رول پلے نہ کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ جانتی ہو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

پلنگ کے سرہانے والی میز پر ایک بڑا سا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ وہ مضبوط کانچ کا پیالہ تھا۔ پارس نے اسے اٹھا کر فضا میں اچھالا پھر ہلکی آواز نکالتا ہوا چھلانگ لگاتا ہوا اوپر سے واپس آنے والے کٹورے کو ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ وہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فرش پر آ گیا۔ پھر اس نے پلٹ کر کہا۔ "یہ میرے ماسٹر والسو روکی کا کرتب ہے۔ یہ کرتب اگر میں نے تمھاری کھوپڑی پر دکھایا تو جانتی ہو کیا ہوگا؟"

وہ خوف زدہ ہو کر تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ "میں مجبور ہوں۔ مجھے سانپوں سے ڈر لگتا ہے۔ انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے اگر میں تمھاری ماں کا رول پلے نہیں کروں گی تو یہ مجھے سانپوں سے ڈسوائیں گے۔"

"تم کون ہو؟"

"میں تھیٹر میں کام کرنے والی اداکارہ ہوں۔ ہارڈی نے مجھے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کیا پھر مجھے یہاں لے آیا۔ تمھاری طرح میں بھی نہیں جانتی کہ یہ کون سی جگہ ہے اور ہم کس ملک میں ہیں۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمھارا نام کیا ہے؟"

"ہیلما۔"

"اچھا ہیلما! اگر تم دوست بن جاؤ تو میں کسی پر یہ دوستی ظاہر نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری دوست بن کر رہوں گی۔ تمھارے کام آؤں گی۔ بس ایک وعدہ کرو۔ مجھے سانپوں سے بچاؤ گے۔"

"تم تو ننھی بچیوں کی طرح ڈرتی ہو۔ بہرحال وعدہ کرتا ہوں۔ سانپوں کو تمھارے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

"وہ تو زہریلے ہوتے ہیں۔ کیا تمھیں ڈر نہیں لگتا؟"

"ہمیں ڈرنا نہیں بہادری سے لڑنا سکھایا گیا ہے۔"

"میں نے یہاں آ کر تمھارا تذکرہ سنا تھا۔ سلارا اور جارج فری مین کہتے تھے، تم دلیر بھی ہو اور ذہین بھی۔ لہٰذا تمھیں قابو میں رکھنا مشکل ہوگا۔ جب تم یہاں لائے جاؤ گے تو ان سب کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"تم مجھ سے پہلے یہاں آئی ہو۔ مجھے بتاؤ، تم نے اس قلعے کے اندر کیا کچھ دیکھا ہے؟"

"اس قلعے کے پچھلے حصے میں ایک اندھا کنواں ہے۔ اس کے اندر کتنے ہی زہریلے سانپ کلبلاتے رہتے ہیں۔ ان کم بختوں نے مجھے زبردستی کنوئیں میں جھانک کر دیکھنے پر مجبور کیا۔ میری تو چیخیں نکل گئی تھیں۔"

"اگر تم نہ کہتیں تب بھی سمجھتا ہوں، تم نے یقیناً چیخیں ماری ہوں گی۔ آگے بتاؤ۔"

"اس قلعے کے اندر کئی قید خانے ہیں۔ آہنی سلاخوں کے پیچھے کچھ پاگل قسم کے لوگوں کو قید کیا گیا ہے۔ جب میں ادھر سے گزرتی ہوں تو وہ لوگ مجھے دیکھ کر ہنستے ہیں۔ مجھے اپنی طرف بلاتے ہیں اور دانت کچکچاتے ہیں۔"

"تم نے ان کے متعلق کچھ پوچھا نہیں کہ وہ کون ہیں؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ سلارا نے کہا۔ یہ سب ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ہمارے مطیع اور فرماں بردار بنائے گئے ہیں۔ ہمارے ایک اشارے پر جان دے سکتے ہیں یا کسی کی جان لے سکتے ہیں۔ یہ سب جنونی قاتل ہیں۔ عورتوں اور بچوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔"

"آگے بولو۔ اور کیا دیکھا؟"

"یہ بہن بھائی، میرا مطلب ہے سلارا اور جارج فری مین کوئی ڈاکٹر معلوم ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کیسے کیسے تجربات کرتے ہیں۔ ایک بہت بڑی لیبارٹری ہے جہاں یہ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ قلعے کے اندر اور باہر میں نے کئی مسلح افراد دیکھے ہیں۔"

"اگر وہ مسلح رہتے ہیں تو یہاں اسلحہ خانہ بھی ہوگا۔"

"میں نے یہاں کے دو بڑے کمروں میں جدید قسم کے ہتھیار دیکھے ہیں۔"

"تم کوئی ہتھیار استعمال کر سکتی ہو؟"

"نہیں، میں تھیٹر میں صرف نقلی پستول استعمال کیا کرتی تھی۔ مجھے پٹاخوں کی آواز سے بھی ڈر لگتا ہے۔"

"کوئی ایسی چیز بھی ہے جس سے تمھیں ڈر نہ لگتا ہو؟"

"پارس! تمھیں ایک بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"سنا دو، تم نہیں سناؤ گی تو کوئی اور سنائے گا۔"

"تمھاری شیبا ممی نے خودکشی کر لی ہے۔"

پارس نے اسے بے یقینی سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "یقین کرو، میں نے سلارا کی زبان سے سنا ہے۔ وہ مجھے سختی سے کہہ رہی تھی کہ شیبا کی موت کی خبر تمھارے کانوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔"

پارس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا میری ممی کی موت میں جارج اور سلارا کا ہاتھ ہے؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں بھی تو تمھاری طرح ایک قیدی ہوں۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں تو وہی بتا رہی ہوں۔"

وہ ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔ ہیلما نے کہا۔ "مجھے پتا ہے، تمھیں بہت صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مگر پریشان ہو کر، صدمہ اٹھا کر کیا کرو گے؟"

"میں جانتا ہوں صدمہ اٹھانے سے میری ممی واپس نہیں آئیں گی لیکن میں سوچ رہا ہوں۔ پاپا، ماما یا آرمر انکل میرے دماغ میں آئیں اور مجھے ممی کے متعلق بتائیں لیکن وہ کیسے آ سکتے ہیں۔ جب بھی آتے ہیں میں سانس روک لیتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں نہ روکوں لیکن بے اختیار ایسا ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں تنویمی عمل کا اثر میرے دماغ میں کب تک رہے گا؟"

"اسی وجہ سے تم قیدی بنے ہوئے ہو۔ اگر وہ کسی طرح سے تمھارے دماغ میں آ جاتے تو تمھیں یہاں سے نکال لے جاتے۔"

"میں خود یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ کیا تم اس قید سے رہائی چاہتی ہو؟"

وہ گھبرا کر بولی۔ "میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ مگر یہاں بہت سخت پہرا ہے۔ جیسے ہی ہم باہر قدم نکالیں گے وہ ہمیں گولی مار دیں گے۔"

"میں تنہا یہاں سے جاؤں گا تو وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیوں کہ تم ان کے لیے بے کار ہو جاؤ گی۔ میری ممی کا رول پلے کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ لہٰذا تمھیں بھی سانپوں کے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جائے گا۔"

وہ چیخ مار کر بولی۔ "نہیں، ایسی بات نہ کہو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تمھیں زندہ رہنے کے لیے یہاں سے فرار ہونا پڑے گا۔"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ وہاں سے فرار ہونے کا حوصلہ نہیں پا رہی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کھانے کا سامان کس کمرے میں رکھا ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے، بند ڈبوں کا کھانا کہاں ہوتا ہے؟"

"یہاں ایک کمرہ ہے۔ میں وہاں جایا کرتی ہوں۔"

"وہاں سے کھانے کے جتنے ڈبے لا کر پلنگ کے نیچے

چھپا سکتی ہو، چھپا لو۔ یہ ہمارے کام آئیں گے۔ کیا تم لیبارٹری میں جا کر تیزاب کی بوتل لا سکتی ہو؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "تیزاب کا کیا کرو گے؟"

"کھانے کے بعد پیوں گا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو، تیزاب سے تو بدن کی کھال اُتر جاتی ہے۔"

"میں اپنی یہ کھال اُتار کر یہاں سے جاؤں گا۔ کیا فائدہ ہے اس کھال کا، جب سے پیدا ہوا ہوں مصیبتیں اٹھا رہا ہوں۔"

"کیا تم سیدھی طرح مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا تم سیدھی طرح میرے مشوروں پر عمل نہیں کرو گی؟"

"اچھی بات ہے جو کہہ رہے ہو وہی کروں گی، مرنا تو ہے ہی چاہے یہاں موت آئے یا قلعے کے باہر۔"

"شاباش، اب حوصلے والی بات کی ہے نا۔ دیکھو ایک بیگ حاصل کرو جس میں ہم کھانے کے ڈبے رکھ کر لے جاسکیں۔ پانی کی بوتل مل جائے تو اچھی بات ہے۔ یہاں کے کچن سے ایک بڑا سا چاقو اٹھا لانا۔"

وہ اسے اچھی طرح سمجھا کر کمرے میں چلا آیا۔ کھڑکی کے پاس آکر باہر دور تک دیکھنے لگا۔ بہت دور قلعے کا ایک بہت بڑا دروازہ تھا جہاں تک ایک پختہ سڑک گئی تھی۔ اطراف میں بہت خوب صورت باغ نظر آ رہا تھا۔ کبھی کبھی جارج فری مین، سلارا اور ہارڈی ایک کار میں بیٹھ کر اس گیٹ سے باہر جاتے تھے۔ اس کے علاوہ دو اور گاڑیاں تھیں جو وقت بے وقت کسی کام سے باہر آتی جاتی تھیں۔ شام کے وقت پارس کو باغ میں جا کر ٹہلنے اور وقت گزارنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا ایسا کون سا طریقہ اختیار کرے کہ زیادہ لوگوں سے ٹکرانے کی نوبت نہ آئے اور وہ قلعے کے احاطے سے باہر پہنچ جائے۔

اگر وہ تنہا ہوتا تو ایک بار ناکام ہونے کے بعد بار بار فرار ہونے کی کوشش کرتا اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ اسے جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسے زندہ رکھ کر اس کے پاپا سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو حاصل کریں گے۔ اسے ہیلما کی فکر تھی۔ اگر پہلی بار فرار ہونے میں ناکامی ہوتی تو وہ ہیلما کو زندہ نہ چھوڑتے، کیوں کہ شیبا کی موت کا راز کھلنے کے بعد وہ ان کے لیے بے کار ہو گئی تھی۔

وقت گزرنے لگا۔ ہیلما اس کے مشوروں کے مطابق اس کی ضرورت کی چیزیں لا کر پلنگ کے نیچے چھپاتی رہتی۔ وہ خود اپنے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا۔ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اس کے فرار ہونے میں معاون ثابت ہوتی یا بعد میں کام آتی۔ البتہ ایک چھوٹی سی ٹارچ تھی جو کسی وقت کام آسکتی تھی۔

ایک دن پتا چلا۔ دوپہر کو سلارا اور جارج فری مین کہیں باہر جانے والے ہیں۔ اس نے ہیلما سے کہا "بیگ میں تمام کھانے کا سامان اور ضروری چیزیں رکھ لو۔ شاید ہمارے نکلنے کا وقت آ رہا ہے۔"

جارج فری مین نے فیصلہ کیا تھا۔ اب ہیلما کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا اسے قلعے سے باہر لے جا کر موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔ اس کے لیے اس نے دو مسلح افراد کو پہلے ہی قلعے کے باہر جنگل میں بھیج دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہیلما کو اپنے گھر واپس جانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ اسے کہیں راستے میں روک کر مار ڈالا جائے۔ اس قلعے کا راز کسی دوسری آبادی تک پہنچنے نہ پائے۔

اس نے اس مقصد کے لیے ہارڈی کو بلا کر کہا "جاؤ، ہیلما کو اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر دو تا کہ وہ خود ہی راستے میں ہماری کار سے اُتر کر چلی جائے۔"

اس وقت پارس ہیلما کے کمرے میں تھا۔ دستک کی آواز سنائی دی۔ ہیلما نے پوچھا "کون ہے؟"

جواب میں ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ ہیلما نے سرگوشی میں کہا "معلوم ہوتا ہے یہ کم بخت پھر آنکھوں سے سحر زدہ کرنے آیا ہے یا کوئی اور کام لینا چاہتا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ بستر پر لیٹنے کے لیے کہے تو لیٹ جانا لیکن اس کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالنا۔ بند رکھنا۔ جیسے ہی وہ تم پر جھکے اور حکم دے کہ اس کی آنکھوں میں دیکھا جائے تو تم فوراً کروٹ بدل کر دور ہو جانا۔"

وہ دروازہ کھولنے گئی۔ پارس پلنگ کے سرہانے پیچھے کی طرف چھپ گیا۔ اس نے ہیلما سے جتنی چیزیں لا کر پلنگ کے نیچے جمع کرنے کے لیے کہا تھا وہ سب وہاں موجود تھیں۔ ذرا سی دیر میں ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "میری بہن سلارا اور بھائی جارج ابھی باہر جانے والے ہیں۔ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں لیکن اس سے پہلے تم میری آنکھوں میں دیکھو گی پھر یہاں سے جاؤ گی۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ کے پاس لایا۔ پھر تحکمانہ لہجے میں بولا "یہاں لیٹ جاؤ۔"

وہ سر جھکائے ہوئے اس کی آنکھوں سے کترا رہی تھی۔ چپ چاپ لیٹ گئی۔ اس نے حکم دیا "چاروں شانے چت

ہو جاؤ۔"

وہ چت ہو گئی مگر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ ہارڈی نے اس پر جھکتے ہوئے کہا "آنکھیں کھولو اور میری آنکھوں میں دیکھو۔" ہارڈی وہی کہہ رہا تھا جو پارس پہلے کہہ چکا تھا کیوں کہ یہ اس کا اور ہیلما کا تجربہ تھا۔ وہ اسی طرح اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرتا تھا۔ جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے، ہیلما فوراً کروٹ بدل کر دور ہو گئی۔ اسی وقت پارس سرہانے کی طرف سے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔ اس نے پیالے کا رقیق مادہ ہارڈی کی آنکھوں کی طرف پھینکا۔ ہارڈی کے حلق سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ ایسے تڑپنے لگا جیسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ پارس نے پیالے کو ایک طرف پھینکا، پھر دوڑ کر اس کے کپڑوں کو ٹٹولنے لگا۔ کوٹ کے اندر بغلی ہولسٹر میں ریوالور تھا اس نے ریوالور نکال لیا۔ اسے چیک کیا۔ چیمبر بھرا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا "ہیلما! تمام ضروری سامان بیگ میں رکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ دوڑتا ہوا دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ ہارڈی کی چیخیں دور تک گونجتی ہوئی گئی تھیں۔ چار مسلح افراد دوڑتے ہوئے آئے۔ ہارڈی کو سنبھالنے لگے۔ اس سے پوچھنے لگے۔ آخر کیا ہو گیا ہے؟ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس کے چہرے پر تیزاب پھینکا گیا ہے۔ کیوں کہ وہاں کا گوشت گل گیا تھا۔ اور آنکھیں ایسی ہو گئی تھیں کہ دیکھی نہیں جاتی تھیں۔ یہ وہی آنکھیں تھیں جن سے وہ بڑے بڑے شہ زوروں کو سحر زدہ کر دیتا تھا۔

جیسے ہی وہ مسلح افراد اندر آئے، پارس دبے قدموں باہر نکل گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا سلارا کے کمرے کی طرف جانے لگا۔ وہ اپنے بھائی جارج کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی اسی طرف آ رہی تھی۔ اس نے بھی اپنے بھائی ہارڈی کی چیخیں سنی تھیں۔ پھر پارس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے ریوالور کا رُخ سلارا کی طرف کرتے ہوئے کہا "۔ نشانے کا کچا نہیں ہوں۔ نمونہ پیش کرتا ہوں۔ تمہارے دائیں کان کے بُندے میں جو موتی دکھائی دے رہا ہے، وہ ابھی گولی سے اڑے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ کان کا بُندہ موتی سمیت اُڑ گیا۔ سلارا کی چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔ اس کے بھائی نے سنبھال لیا۔ پارس نے کہا "میں زیادہ بات نہیں کروں گا۔ صرف گولی چلاؤں گا۔ لہٰذا اپنے آدمیوں سے کہہ دینا کوئی مجھے نشانے پر رکھنے کی حماقت نہ کرے۔"

سلارا گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ سنبھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ پھر اس نے پیچھے آکر اس کے گریبان کو اپنی ایک مٹھی میں جکڑ لیا۔ ریوالور کی نال اس کی گردن سے لگا کر کہا "مسٹر جارج! آگے چلو اور اپنے آدمیوں کو حکم دیتے جاؤ کہ ہمارے راستے میں کوئی نہ آئے۔"

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا "ماسٹر پارس! تم ابھی بچے ہو۔ ایسی نادانی نہ کرو۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہاں سے نکلنا چاہو گے تو موت تمہارے حصے میں آئے گی۔"

"مسٹر جارج! یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر مجھے مار ڈالا گیا تو تمہارے ہاتھ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں آئے گا۔ دوسری بات یہ کہ مجھے اس وقت مارو گے جب تمہاری بہن میرے شکنجے سے نکلے گی۔ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے ہیلما کے کمرے میں چلو۔ میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

اس وقت تک کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ پارس نے ڈپٹ کر کہا "فوراً حکم دو جو جہاں ہے وہیں رُک جائے۔"

جارج نے ذرا سی ہچکچاہٹ ظاہر کی۔ پارس نے کہا "آخری وارننگ دیتا ہوں۔ میں بولتا کم ہوں اور کرتا زیادہ ہوں۔ یہ دیکھو۔"

اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ جارج فری مین کے دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک ہتھیلی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ پھر پارس نے کہا "میں دوسری بار تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔ فوراً حکم دو۔"

وہ تڑپ کر بولا "جو جہاں ہے وہیں رُک جائے کوئی آگے نہ بڑھے۔"

مسلح افراد دور ہٹ رہے تھے۔ مگر پارس کو نشانے پر رکھ رہے تھے۔ اس نے کہا "مسٹر جارج! میں کہہ چکا ہوں، مجھے نشانے پر نہ رکھا جائے۔"

جارج نے جھنجلا کر کہا "تم لوگوں نے سُنا نہیں، ہتھیار پھینک دو۔"

ان لوگوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ اس وقت تک وہ آگے بڑھتے ہوئے ہیلما کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ پارس نے کہا "ہیلما! فوراً اپنا سامان لے کر نکل آؤ۔"

کمرے سے ایک مسلح شخص نے نکلتے ہوئے کہا "سر، آپ کے بھائی کی بہت بُری حالت ہے۔ دونوں آنکھیں ضائع ہو چکی ہیں۔ چہرے پر تیزاب پھینکا گیا ہے۔"

سلارا نے لرزتے ہوئے کہا "او گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ہیلما دونوں شانوں پر دو بیگ لٹکا کر باہر آ گئی۔ پارس نے کہا

میرے اور سلارا کے قریب نہ آنا۔ جارج فری مین کے ساتھ چلتی رہو۔ یہ ہمیں قلعے کے باہر اپنی کار تک لے جائیں گے۔"

جارج فری مین نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "میرا ہاتھ زخمی ہے۔ مجھے مرہم پٹی کا موقع دو۔"

پارس نے کہا "فرسٹ ایڈ بکس ساتھ لے چلو۔ بعد میں خود ہی مرہم پٹی کر سکو گے۔ مجھ سے نادانی کی توقع نہ کرو۔ میں تمھیں ذرا سی دیر بھی رکنے کی مہلت نہیں دوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تاکہ جلد سے جلد باہر نکل کر مرہم پٹی ہو سکے۔ خون بہتا ہوا اس کی پوری آستین کو بھگو چکا تھا۔ اگر اسی طرح تیزی سے بہتا رہتا تو وہ چکرا کر گر پڑتا۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہے تھے۔ مسلح افراد دور دور ہوتے آتے دکھائی دیتے تھے۔ جارج فری مین غصے سے کہتا تھا۔ "دور ہو جاؤ۔ کوئی پارس کو نشانے پر نہ رکھے۔ ہم بہن بھائی خطرے میں ہیں۔ یہ شیطان ہے۔ تم میں سے کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہ کرے۔"

وہ قلعے کے بڑے دروازے سے نکل کر سامنے بڑے سے برآمدے کے پاس آئے۔ برآمدے کے پاس ہی ایک کار کھڑی ہوئی تھی جارج فری مین نے کہا "میں ڈرائیو نہیں کر سکوں گا۔ کسی ڈرائیور کو لے لو۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہیلما تم ڈرائیو کرو گی۔ چابی اس سے لے لو۔"

ہیلما نے اس سے چابی لی۔ ڈکی کھولی۔ اس میں سامان رکھا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گئی۔ پارس نے کہا "مسٹر جارج تم ہیلما کے پاس بیٹھو اور مس سلارا تم میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھو گی۔ ذرا آگے جا کر پچھلا دروازہ کھولو۔ میں جانتا ہوں۔ تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو مگر ریوالور کی گولی ٹھیک تمھاری حاضر دماغی سے ہی گزر رہے گی۔"

اس نے احتیاط سے پچھلا دروازہ کھولا پھر جھک کر آگے بڑھتی ہوئی پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ پارس بھی بہت محتاط تھا۔ وہ اس کے گریبان کو اسی طرح پکڑے ہوئے تھا اور ریوالور کا رخ اسی کی طرف تھا۔ دور دور تک مسلح افراد نظر آ رہے تھے لیکن سب کی بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔

ہیلما نے کار اسٹارٹ کی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے کے مین گیٹ کی طرف جانے لگی۔ جارج فری مین نے ڈیش بورڈ سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر حکم دیا "دروازہ کھول دو، ہمیں باہر جانے دو۔" حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ بڑا سا دروازہ کھولا جانے لگا۔ کار آہستہ آہستہ رینگتی جا رہی تھی۔ جب دروازہ کھل گیا تو ہیلما نے رفتار بڑھائی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی باہر لے آئی۔ پارس نے کہا "مسٹر جارج! ٹرانسمیٹر پر حکم دو کہ دروازہ بند رکھا جائے۔ اگر ہمیں تعاقب [illegible] ہو گا تو ہم گرفتار ہونے سے پہلے تم دونوں کو ختم کر دیں گے۔"

جارج فری مین نے پھر ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ اپنے لوگوں کو حکم [illegible] "احاطے کا بڑا دروازہ بند رکھا جائے اور کوئی تعاقب میں نہ آئے۔ اگر انھیں تعاقب کا شبہ ہو گا تو ہم جان سے جائیں گے۔ لہٰذا میرے حکم پر سختی سے عمل کیا جائے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر کہا "ماسٹر پارس! اب تو انسانیت کا ثبوت دو۔ میرا خون بہت بہہ چکا ہے۔ مجھے مرہم پٹی کرنے دو۔"

"ایک عورت اور ایک بچے کو اغوا کرنے والا انسانیت کی [illegible] کر رہا ہے۔"

اس نے ایک میل دور جانے کے بعد ہیلما سے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ پھر اس نے کہا "ہیلما! فرسٹ ایڈ بکس کھولو اور اس کی مرہم پٹی کر دو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس نے سلارا سے پوچھا "ہاں تو میں تمھیں آنٹی سلارا کہا کرتا تھا سو اب معلوم ہوا۔ چاہے جتنا مقدس رشتہ جوڑ لو۔ آدمی جب شیطان بنتا ہے۔ عورت جب چڑیل بنتی ہے تو کوئی رشتہ اثر نہیں کرتا۔ اگر تم کبھی ماں بنو گی اور تمھارا بچہ اغوا کیا جائے گا تب میں پوچھوں گا، ماں باپ کے لیے ایک بچے کی زندگی کتنی اہم ہوتی ہے کس طرح ان کے دن کا سکون اور راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ کھانا پینا بھول جاتے ہیں۔ مگر میں یہ فضول باتیں کر رہا ہوں۔ ابھی یہ باتیں تم پر اثر نہیں کریں گی۔ لہٰذا کام کی باتیں کرو اور بتاؤ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ جنوبی امریکا کا ایک جنگل ہے۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کا یقین کیسے دلا سکتی ہوں؟"

"میں تمھارے دوسرے کان کا بندہ بھی ایک جھٹکے سے اڑا دوں گا۔"

وہ ایک دم سے لرز کر بولی "نہیں نہیں، میں نے جھوٹ کہا تھا۔ گولی نہ چلانا۔ میں سچ بتا رہی ہوں۔ یہ شمال مشرقی افریقہ کا ایک جنگل ہے۔"

"تم تمام بہن بھائی ٹیکساس سٹی میں رہتے تھے۔ وہاں سے ہزاروں میل دور یہاں کیسے چلے آئے؟"

"جب ہمیں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور اس کی پوری تفصیلات حاصل ہو گئیں تو ہم اپنے ایک تجربے کار مکینک کو ساتھ لے کر ادھر آ گئے۔ ہم جانتے تھے کہ امریکا میں ہمیں چاروں طرف سے گھیرا جائے گا۔ وہاں سپر ماسٹر کی حکومت ہے۔ وہ کسی بھی تہ خانے یا کسی بھی دروازے کے پیچھے مشین کو چھپانے نہیں دے گا۔"

"کیا وہ قلعہ تم لوگوں کی ملکیت ہے؟"

"ہاں ہمارے باپ دادا کے زمانے سے یہ ہمارا ہے۔ ہمارے دادا ہیروں کی تلاش میں افریقہ آئے تھے۔ انھوں نے یہ قلعہ تعمیر کروایا تھا۔"

"یہاں سے قریبی آبادی کتنی دور ہے؟"

"تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ قلعے سے آنے جانے کے لیے یہی ایک چھوٹی سی پختہ سڑک ہے۔ میں تم سے تجربات میں زیادہ ہوں۔ تمھیں سمجھاتی ہوں۔ تم یہاں سے فرار ہونے کی حماقت کر رہے ہو۔ اگر اس سڑک سے ذرا بھی بھٹک گئے تو شاید ساری زندگی جنگلات میں بھٹکتے رہو گے۔ کسی بستی میں پہنچو گے تو وہاں وحشیوں کی آبادی ہو گی اور تم وہاں سے زندہ واپس نہیں آ سکو گے۔"

پارس نے اطمینان سے کہا "بولتی جاؤ۔ تمھیں جوئی کا شوق جوان ہو رہا ہے۔ تمھیں اپنی زندگی بہت پیاری ہے۔ اسی لیے مجھے زندہ رکھنے پر اکسا رہی ہو۔ چونکہ اب تمھاری موت قریب ہے اس لیے سچ بولتی جاؤ، یہ بتاؤ۔ ٹرانسفارمر مشین قلعے کے کس حصے میں چھپا کر رکھی گئی ہے؟"

"میرے بیڈ روم کے نیچے تہ خانہ ہے۔ اسی تہ خانے میں وہ مشین ہے۔"

"جب مجھے اس مشین کے پاس لے جایا گیا تو مجھے راستوں کا علم نہیں ہوا۔ کیا صرف انھی آنکھوں کا سحر تھا؟"

"ہاں میرے دونوں بھائی آٹرن اور ہارڈی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے ماہر ہیں۔ جسے ایک بار اپنی گرفت میں لیتے تھے۔ وہ پھر زندگی بھر ان کے اثر سے نہیں نکل سکتا تھا لیکن ایک بار سپر ماسٹر کی قید میں انھیں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ جسمانی اور دماغی طور پر ٹارچر کیا گیا جس کی وجہ سے ان کی دماغی توانائی کچھ کم ہو گئی۔ آنکھوں کا اثر بھی پہلے جیسا نہ رہا۔ اسی لیے تم اور ہیلما ہارڈی کے اثر سے نکل جاتے تھے اور اسے بار بار تم لوگوں کو سحر زدہ کرنا پڑتا تھا۔"

"واپس جا کر اپنے بھائی کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے کہنا زندہ رہ جاؤ تو یہی بہت ہے۔ اب نہ آنکھیں رہیں گی نہ آنکھوں کا سحر۔"

ہیلما نے کہا "ماسٹر پارس! مرہم پٹی ہو چکی ہے۔"

اس نے کہا "اور دو میل گاڑی ڈرائیو کرو۔ اس کے بعد اسے روک دینا۔"

وہ کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ پارس نے پوچھا۔ "مسٹر جارج! میرے پاپا سے کس قسم کے معاملات طے ہو رہے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ہم نے تمھارے بدلے آرمر کا مطالبہ کیا ہے۔ تمھارے پاپا آرمر کو اس شرط پر بھیجنے کے لیے تیار ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس ضمانت کے طور پر رہے۔"

"کیا یہ معاملات طے ہو چکے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔ ہم کہتے ہیں، ہم تین بھائیوں میں سے کسی کو ضمانت کے طور پر رکھا جائے لیکن تمھارے پاپا سلارا کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔"

"آخر میرے پاپا ہیں، بہرحال تم نے کیا جواب دیا؟"

"ہم نے انکار کیا ہے۔ تمھارے پاپا نے ہمیں سوچنے کی مہلت دی ہے۔"

ہیلما نے مزید دو میل جانے کے بعد گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا "تم گاڑی سے اتر کر پیدل قلعے کی طرف جاؤ۔ میں تمھاری بہن کو لے جا رہا ہوں۔"

جارج نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی بہن کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"ضد کرو گے تو بہن کی لاش کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤ گے۔"

"آخر تم اسے کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "جب باپ پردیس سے آتا ہے تو بچہ پوچھتا ہے۔ ابا جی! میرے لیے کیا لائے۔ تب باپ اس کی پسند کی ٹافی یا کھلونا پیش کرتا ہے۔ اسی طرح میں واپس گیا اور پاپا نے پوچھا بیٹے میرے لیے کیا لائے ہو تو میں سلارا کو پیش کر کے سرپرائز دوں گا۔ آخر انھوں نے تم سے اسی کا مطالبہ کیا ہے نا؟"

وہ اگلی سیٹ کی طرف سے سر گھما کر بولا "ماسٹر پارس! خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ میں اپنی بہن کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اسے لے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"کون الّو کا پٹھا تم سے اجازت مانگ رہا ہے۔ تم گاڑی سے باہر جاتے ہو یا دوسرے کان کا بندہ اڑا کر دکھاؤں؟"

سلارا نے چیخ کر کہا "نہیں، جارج! نہیں، تم باہر جاؤ میری فکر نہ کرو۔"

"لیکن سلارا، یہ نادان ہے اپنے آپ کو ہیرو سمجھ رہا ہے آگے جا کر کہیں بھی خطرہ محسوس کرے گا تو تمھیں گولی مار دے گا۔"

"جارج تم ایسے وقت ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینا بھول جاتے ہو۔ حالات کا جو تقاضا ہے اسے پورا کرو۔ میری فکر نہ کرو۔ میں تمھارے پاس واپس آؤں گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اسی وقت دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا "میں جانتا تھا، وہ گاڑیاں لے کر تعاقب نہیں کریں گے لیکن ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہم پر نظر رکھیں گے۔ ہیلما! ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکال کر جارج کو دو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر نکال کے جارج کے حوالے کیا۔ جارج گاڑی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے کہا "اپنے آدمیوں سے کہو ہیلی کاپٹر سے بھی تعاقب کیا گیا تو سلارا واپس نہیں ملے گی۔"

وہ اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کر کے یہی بات سمجھانے لگا۔

ذراسی دیر میں ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ پارس نے کہا۔ "مسٹر جارج! ٹرانسمیٹر واپس گاڑی میں ڈال دو۔"

اس نے گاڑی کی اگلی سیٹ پر ٹرانسمیٹر رکھ دیا۔ ہیلمانے کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ جارج پیچھے رہ گیا۔ ایک ہی جگہ کھڑا انھیں جاتے دیکھتا رہا۔ دانت پیس کر سوچتا رہا۔ "کمبخت دیکھنے میں لڑکا سا ہے مگر کتنا چالاک ہے۔ ایک ٹرانسمیٹر بھی میرے پاس چھوڑ دیتا تو میں اپنے لیے گاڑی منگوا لیتا۔ پتا نہیں کتنا خون بہہ چکا ہے، مجھے اس حالت میں تین میل تک پیدل چلنا ہوگا۔"

آدھے گھنٹے تک ڈرائیو کرنے کے بعد ہیلمانے پارس کی ہدایت کے مطابق گاڑی روک دی۔ اس نے کہا۔ "سامنے رکھا ہوا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی مجھے دو۔"

اس نے وہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "سلارا! باہر آؤ اور ہیلما تم اس کی تلاشی لو۔"

سلارا باہر نکلتے ہوئے بولی۔ "آخر میری تلاشی کیوں لینا چاہتے ہو؟ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"

ہیلما سر سے پاؤں تک تلاشی لینے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "کچھ نہیں ہے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ جس انداز میں اپنے بھائی سے گفتگو کر رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے، اسے ہم سے نجات حاصل ہونے کی پوری امید ہے۔ اس کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو اپنے لوگوں کی رہنمائی کرتی رہے گی، شاید یہ گھڑی ہے یا وہ انگوٹھی۔ پلیز ان دونوں کو اتار کر یہاں جھاڑیوں میں پھینک دو۔"

سلارا نے ریوالور کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ "میں حیران ہوں کہ تم اتنے ذہین کیسے ہو؟"

اس نے گھڑی اور انگوٹھی اتاری۔ پھر انھیں دور ایک جھاڑی کی طرف پھینک دیا۔ پارس نے کہا۔ "کان کا وہ ایک بُندہ جو رہ گیا ہے، مجھے بار بار خاطر نگ پڑ رہا ہے۔ اسے بھی اتار کر پھینک دو اور ہاں، دیکھو تمھارے بالوں میں ہیئر پن ہے یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔"

وہ لڑکھڑا کر گاڑی سے لگ گئی۔ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم انسان نہیں شیطان کے بچے ہو۔"

"میرا باپ سنے گا تو ناراض ہو جائے گا۔ جلدی کرو۔"

اس نے کان کا وہ بُندہ اتارا۔ پھر بالوں سے ہیئر پن نکالی، انھیں بھی دور جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ پارس نے حکم دیا۔ "اب تم اگلی سیٹ پر ہیلما کے ساتھ بیٹھو گی۔ ہیلما چلو ڈرائیو کرو۔"

وہ دونوں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ پارس نے ہیلما سے گاڑی کی چابی لی۔ ڈکی کھول کر دیکھا۔ دو بڑے بیگ میں کھانے کا سامان پانی کی چار بڑی بوتلیں، ایک لمبا سا چاقو، ایک چھوٹی سی ٹارچ لائٹ رکھی ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ اس ڈکی میں پہلے سے مضبوط رسیوں کا بڑا سا بنڈل پڑا ہوا تھا۔ اس نے ڈکی بند کر دی۔ گاڑی کے اندر فرسٹ ایڈ بکس بھی رکھا ہوا تھا۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

اس کے پہلے ریوالور میں چار گولیاں رہ گئی تھیں۔ اس نے اس سے گولیاں نکال کر جیب میں رکھیں۔ پھر خالی ریوالور سلارا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے تم رکھو۔"

اس نے پلٹ کر حیرانی سے دیکھا۔ پھر بولی۔ "کیا تم مجھے ہتھیار دے رہے ہو؟"

"میں تمھارے پیچھے بیٹھا ہوں۔ تم اسے استعمال نہیں کر سکو گی۔"

سلارا نے وہ ریوالور لے لیا۔ پھر اس کے چیمبر کو دیکھا تو جھنجلا کر بولی۔ "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں اسے باہر پھینک دوں گی۔"

"میں نے اسی لیے دیا ہے۔"

اس نے جھنجلا کر ریوالور کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ پھر بولی۔ "کیا تم مجھے چڑا رہے ہو؟"

"ایک چڑاتا ہے۔ دوسری چڑ جاتی ہے۔ کیا تم ایک ننھی سی بچی ہو؟"

"میں حیران ہوں۔ تم کیا چیز ہو؟ کیا تمھیں باتیں بنانے کی بھی ٹریننگ دی گئی ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میری ممی نے مجھے اس قابل بنایا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے اندر ایسی ذہانت بھر دی ہے کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں لیکن آج دنیا کو حیران کر دینے والی ممی نہیں رہی، کیا تم بتا سکتی ہو۔ انھوں نے کیوں خودکشی کی ہے؟"

"تمھارے باپ کی خود غرضی ہو سکتی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ شیبا یہودیوں کے کام آئے گی اور ہمارے کسی کام کی نہیں رہے گی تو اس نے اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔"

"تم مجھے کب تک نادان بچہ سمجھتی رہو گی۔ کیوں بہکانے والی باتیں کر رہی ہو؟"

"تمھیں میری باتوں کا یقین نہیں آئے گا۔"

"مجھے بہت سی کام کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ دشمن کی کسی بات کا یقین نہ کرو۔ خواہ وہ کتنی ہی سچی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ دشمن کا سچ کبھی کبھی دھوکا دے جاتا ہے۔"

اس نے کارتوس کی پیٹی اور ریوالور کو اپنے قریب رکھا۔ پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگا۔ دور تک جنگل ہی جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ اونچی نیچی پہاڑیاں تھیں۔ سلارا نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"یہ میں تمھارے بھائی کے سامنے بتا چکا ہوں۔"

"کیا تم نادانی کی باتیں نہیں کر رہے ہو، مجھے یہاں سے پیرس لے جا سکو گے؟ جبکہ ہم میں سے کسی کے پاس پاسپورٹ اور ضروری کاغذات نہیں ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ قریبی شہر پہنچنے تک پاپا سے رابطہ قائم ہو جائے، پھر خیال خوانی کے ذریعے ہر ناممکن بات ممکن ہو جائے گی۔"

"کیا ابھی رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے؟"

"ہوتا ہے مگر میں بے اختیار سانس روک لیتا ہوں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ آخر تنویمی عمل کا اثر کب تک رہے گا؟"

"اگر دیر پا ہوا تو؟"

"آسان سی ترکیب ہے۔ میں خود کو زخمی کر دوں گا تو میری دماغی توانائی کم ہو گی۔ میرا ذہن اتنا حساس نہیں رہے گا خیال خوانی کی لہریں بول کرنے پر مجبور ہو جائے گا اس کے بعد پاپا، ممی اور انکل آرمر سے خوب باتیں ہوں گی وہ میرے لیے تمام راستے آسان کرتے جائیں گے۔"

سلارا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "جب یہ بات اتنی آسانی سے ہو سکتی ہے تو خود کو تھوڑا زخمی کیوں نہیں کر لیتے۔ کیوں ان سے رابطہ قائم نہیں کرتے؟"

"اس لیے کہ میں کسی کی مدد حاصل کرنا اپنی کمزوری سمجھتا ہوں۔ اپنے باپ کی بھی مدد نہیں چاہتا۔ جب مجبور ہو جاؤں گا نجات کا کوئی راستہ نہیں ملے گا تب اپنے آپ کو زخمی کر کے پاپا کو دماغ میں آنے کی دعوت دوں گا۔"

"یہاں سے پیرس تک جانے کے لیے تمھیں اپنے باپ کی مدد لینا ہی پڑے گی۔"

"ابھی وہ مرحلہ دور ہے۔ پہلے کسی شہر تک پہنچنے تو دو۔"

"جب میں نے گھڑی اتار کر جھاڑی میں پھینکی تھی اس وقت چار بج رہے تھے۔"

ہیلما نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب پونے پانچ ہو رہے ہیں۔"

پھر سلارا نے کہا۔ "ایک گھنٹے بعد اندھیرا ہونے لگے گا۔ پھر تم کہاں جاؤ گے۔ کیا کرو گے؟ رات کے وقت اس جنگل سے گزرنا کیا دانشمندی ہو گی؟"

"میں اتنا جانتا ہوں۔ گھنے جنگلوں میں آبادی نہیں ہوتی لیکن جہاں سے پختہ سڑک گزرتی ہے۔ اس سڑک کے کنارے چھوٹی چھوٹی بستیاں ہوتی ہیں۔"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ کچھ آگے جا کر ایک کچا راستہ دائیں طرف جاتا ہے۔ اس راستے پر گاڑی لے جاؤ گے تو آدھے میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ملے گی۔"

پارس سوچنے لگا۔ سلارا جس بستی میں جانے کا مشورہ دے رہی ہے، وہاں کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے لیکن وہاں جانے کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔ اندھیری رات میں جنگل کے درمیان سے گزرنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگر راستے میں گاڑی خراب ہو جاتی اور پیدل چل کر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں جانا ہوتا تو زہریلے سانپوں کا زیادہ خطرہ تھا۔ پھر خونخوار شیر اور دوسرے درندے بھی کہیں سے لپک سکتے تھے۔ اس نے ہیلما سے کہا۔ "گاڑی اسی کچے راستے پر موڑ لو۔ ہم بستی میں رات گزاریں گے۔"

ہیلما آگے جا کر گاڑی کچے راستے پر موڑنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "ذرا گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ اس نے کہا۔ "سلارا! میرے پاس چلی آؤ۔ اس بستی کے لوگ تمھارے آدمی ہو سکتے ہیں لہٰذا میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا رہوں گا۔"

وہ اگلی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہی گھاس پھونس کی جھونپڑیاں نظر آئیں۔ گاڑی کی آواز سن کر سیاہ فام عورتیں، بچے اور مرد باہر نکل آئے۔ ایک موٹا سا حبشی گلے میں ہڈیوں کی مالا پہنے ہوئے تھا۔ سر پر کسی جانور کی کھال تھی۔ اس پر جنگلی بھینسے کے دو بڑے بڑے سینگ نظر آ رہے تھے۔ جیسے وہ سینگ موٹے حبشی کے سر پر اُگے ہوں۔ وہ ان کا سردار معلوم ہوتا تھا۔

ہیلما نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پارس نے سلارا کے لباس کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "چلو اترو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی تو سب لوگ پارس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے سردار نے غصے سے کچھ اپنی زبان میں کہا۔ سلارا نے اسی کی زبان میں کچھ جواب دیا۔ پارس نے کہا۔ "کیا یہ انگریزی نہیں سمجھتے اور اگر نہیں تو مجھے بتاؤ، تم کیا بول رہی ہو؟"

"میں اسے سمجھا رہی ہوں۔ کوئی حماقت نہ کرے تمھارا نشانہ بہت خطرناک ہے۔"

"ان سے کہو۔ ہمارے رہنے کے لیے ایک جھونپڑی خالی کر دیں۔ ہم صبح ہوتے ہی چلے جائیں گے۔"

وہ یہی بات کہنے لگی۔ پارس نے دور ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ سب سے الگ تھلگ ہے۔ ہم وہاں رہیں گے۔ ان سے کہہ دو، جھونپڑی کے قریب کوئی نہ آئے۔ اگر کسی کے قدموں کی آہٹ بھی ملے گی تو میں گولی مار دوں گا۔"

اپنے سردار کے حکم پر اس جھونپڑی کے مکین اپنا سامان لے کر نکلنے لگے۔ ایک بچہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دوڑتا جا رہا تھا اور منہ سے ایسی آوازیں نکال رہا تھا جیسے ہوائی جہاز چلا رہا ہو۔ پارس نے اچانک ہی سردار سے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "کیا یہاں سے

کوئی ہیلی کاپٹر گزر چکا ہے؟"

سردار نے بے اختیار ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر وہ پریشان ہو کر سلارا کو دیکھنے لگا۔ پارس نے کہا۔" دیکھا میں نے اسے یہاں آتے ہی انگریزی سکھا دی۔ تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ اس سے انگریزی میں گفتگو کرو۔"

وہ غصے سے بولی۔" تم جیسے جاہل ہی جاہل قوم کے سردار ہوتے ہیں، تم نے اس کی بات پر سر کیوں ہلایا؟"

وہ بے بسی سے بولا۔" ایک گھنٹا پہلے یہاں سے ایک ہیلی کاپٹر گزرا تھا۔ بات درست تھی۔ بے اختیار میرا سر ہاں کے انداز میں ہل گیا۔"

سلارا نے دور اس بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھا جو ابھی فضا میں ہاتھ اٹھا کر جہاز اڑانے کے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ پھر پارس سے کہا۔" بائی گاڈ! تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔"

"تم میری تعریف کرو۔ میں تمھاری ذہانت کی تعریف کرتا ہوں۔ تم حالات کو سمجھتے ہوئے میرے احکامات کی تعمیل کرتی جا رہی ہو لیکن کسی وقت بھی میرے لیے زبردست خطرہ بن سکتی ہو۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے جھونپڑی کے اندر آ گئے۔ پارس نے اندر آ کر چاروں طرف جھونپڑی کا جائزہ لیا پھر ہیلما سے کہا۔" تم باہر جا کر چاروں طرف گھوم کر دیکھو۔ اگر کوئی قریب نظر آئے تو سردار کو وارننگ دو۔ آئندہ آس پاس کوئی دکھائی نہ دے اور ان سے ایک بڑی سی رسی مانگ کر لے آؤ۔"

ہیلما باہر گئی۔ سلارا نے پوچھا۔" رسی کا کیا کرو گے؟"

"میں ہمیشہ ایک ہاتھ سے تمھارا لباس پکڑ کر دوسرے ہاتھ میں ریوالور لیے نگرانی نہیں کر سکتا۔ تمھیں باندھ کر ایک طرف ڈالنا ہو گا۔"

تھوڑی دیر بعد ہیلما رسی لے کر آ گئی۔ پارس نے کہا۔" میں ریوالور لیے کھڑا ہوں۔ اس کے ہاتھوں کو اچھی طرح پشت پر باندھ دو۔"

ہیلما اسے باندھنے لگی۔ پھر اس کے پاؤں بھی باندھ دیے۔ اس نے کہا۔" جھونپڑی کے آس پاس کوئی نہیں ہے۔ سردار اپنے دروازے پر کھڑا ہماری جھونپڑی کی طرف دیکھ رہا ہے۔"

" باہر جا کر کہو۔ سلارا اسے بلا رہی ہے، جب وہ آنے لگے تو مجھے بتا دینا۔"

وہ باہر گئی پھر اونچی آواز میں سردار سے بولی۔" سلارا اسے بلا رہی ہے۔" پھر چند لمحوں بعد اس نے کہا۔" ماسٹر پارس! وہ آ رہا ہے۔"

پارس نے کہا۔" سلارا! اب تم اپنی زبان سے کہو کہ وہ ہماری جھونپڑی کے اندر آ جائے۔"

سلارا نے اونچی آواز میں اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ وہ باہر سے چیخ کر بولا۔" میں تمھاری جھونپڑی کے اندر نہیں آؤں گا۔ مجھ سے جو بات کرنا ہے، باہر آ کر کہو۔"

پارس نے کہا۔" تم نہیں آؤ گے تو میں سلارا کو گولی مار دوں گا۔"

" اسے جان سے مار کر میرا کیا بگاڑ لو گے؟ ہماری ان کی دوستی اتنی ہی ہے کہ وہ ہمیں ہفتے میں کھانے کا سامان پہنچاتے ہیں، ہم ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔"

سلارا نے ناگواری سے پوچھا۔" تم آخر یہ کیا کر رہے ہو؟"

" اسے احتیاطی تدابیر کہتے ہیں۔ جب تمھارے بھائی جارج نے ہیلی کاپٹر والوں کو واپس جانے کے لیے کہا تو وہ دور ہو گئے۔ میں اس دھوکے میں رہا کہ وہ قلعے کی طرف واپس گئے ہیں لیکن وہ آگے بڑھ کر اس بستی کی طرف آئے تھے۔ اس بستی سے بھی آگے گزر کر وہ کہیں چھپ گئے ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ وہ یہاں کسی وقت بھی شب خون ضرور ماریں گے۔"

وہ کارتوس کی پیٹی شانے سے لٹکا کر ریوالور لیے باہر آیا پھر ہیلما سے بولا۔" ذرا جھونپڑی کے آس پاس دیکھو۔"

اس نے گھوم کر دیکھا پھر کہا۔" کوئی نہیں ہے۔" سامنے سردار کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔" میں اپنی نشانہ بازی دکھانا چاہتا ہوں۔ بولو تمھارے سر کے کس سینگ کو نشانہ بناؤں؟"

سردار نے کہا۔" بچے ہو بچے ہی رہو۔ یہ سینگ عظمت اور طاقت کی علامت ہیں۔ اسے صرف حکمران پہنتے ہیں۔"

" اور جب چاہتے ہیں سینگ مارتے ہیں۔"

پھر اس نے ہیلما سے کہا۔" سلارا کے پاؤں کھول دو۔ ہاتھ بندھے رہنے دو پھر اسے یہاں لے آؤ۔"

ہیلما اندر گئی۔ تھوڑی دیر بعد سلارا کو دھکا دیتے ہوئے باہر لے آئی۔ پارس نے کہا۔" یہ عظمت اور طاقت کی علامت سینگ پہنے کھڑا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ایک جنگجو حکمران یا سپاہی کی طاقت اس کے پاؤں میں ہوتی ہے۔ یہ پاؤں اسے میدان جنگ میں ثابت قدم رکھتے ہیں۔ یا پھر بزدل کی طرح بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں، جب پاؤں نہیں رہیں گے تو عظمت اور طاقت کہاں رہے گی؟"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ سردار چیخ مار کر اچھلا اور زمین پر گر پڑا۔ اس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔

یہ منظر دیکھتے ہی تمام حبشی نیزے اور تیر کمان لے کر اپنی اپنی جھونپڑیوں سے نکلنے لگے۔ پارس نے کہا۔" سلارا اگر اپنی زندگی چاہتی ہو تو ان کی زبان میں سمجھاؤ کسی نے بھی حملہ کیا تو تمھارے ساتھ ان کے سردار کی بھی جان جائے گی۔"

وہ سلارا کے پیچھے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا اور سردار کو نشانے پر رکھے ہوا تھا۔ سلارا سے پہلے سردار نے چیخ کر انھیں اپنی زبان میں سمجھایا۔" کوئی حملہ نہ کرے۔ یہ پاگل کا بچہ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے

فیصلہ کرنے کی مہلت نہیں دیتا ہے، فوراً گولی چلا دیتا ہے۔"

سلارا اس کی باتوں کا مطلب پارس کو سمجھا رہی تھی۔ پارس نے چاروں طرف کھڑے ہوئے حبشیوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ ان میں کئی تگڑے جوان تھے۔ اس نے انگریزی میں پوچھا۔" میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں کون ایسا شہ زور ہے جو اپنے سردار کی جگہ لے سکتا ہے کیونکہ جو زمین پر گر پڑے اور حکمرانی کے ان سینگوں کو سنبھال کر نہ رکھ سکے۔ وہ سردار بن کر رہنے کا مستحق نہیں ہے۔"

سردار نے تڑپ کر کہا۔" یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم میرے آدمیوں کو میرے مقابلے پر لا رہے ہو۔ نہیں نہیں، میں سردار ہوں، سردار رہوں گا۔"

ایک ہٹے کٹے قد آور جوان نے آگے بڑھ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔" میں زیادہ شہ زور ہوں اور یہاں کسی کو بھی مقابلے کے لیے چیلنج کر سکتا ہوں۔"

اس کے چیلنج پر کتنوں کے سر جھک گئے تھے جو تگڑے جوان تھے اور مقابلہ کر سکتے تھے۔ انھوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ان میں سے دو نے آگے بڑھ کر اس شہ زور کی حمایت میں کہا۔" ہم اس کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ سردار اسی کو بننا چاہیے۔"

ان دونوں نے آگے بڑھ کر زمین پر پڑے ہوئے سردار کے سر سے سینگوں والا تاج اتارا پھر اس شہ زور کے سر پر لا کر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی بستی کے تمام مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے سر جھکانے لگے۔ نئے سردار نے پارس کو مخاطب کر کے کہا۔" یو ینگ بابا! تمھارے آنے سے میرے سردار بننے کا راستہ آسان ہو گیا۔ بولو، میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

پارس نے کہا۔" آج رات ہم پر بھاری ہے۔ باہر سے حملہ ہو گا۔ تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

نئے سردار نے سلارا کی طرف بے بسی سے دیکھا۔ پھر پارس سے کہا۔" مادام کا ہم پر احسان ہے۔ رات کو حملہ کرنے والے بھی ان کے آدمی ہوں گے وہ ہمیں ہتھیار اور بارود سپلائی کرتے ہیں، کھانے کی چیزیں دیتے ہیں۔ ہم ان سے نمک حرامی نہیں کر سکیں گے۔"

" پھر کیا کر سکو گے؟"

" ہم آپ کو یہاں سے بھاگنے کا موقع دیں گے۔ آپ یہاں سے جتنی دور جا سکتے ہیں، چلے جائیں۔ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔"

" یعنی تم میرے لیے صرف اتنا ہی کر سکتے ہو۔ سلارا اور اس کے بھائیوں کے نمک خوار اور وفادار ہو۔ کیا تم سلارا کو مرتے ہوئے دیکھ سکو گے؟"

" ہرگز نہیں۔"

" یہی تو سمجھا رہا ہوں۔ جب رات کو باہر سے حملہ ہو گا لوگ مجھے مارنے آئیں گے تو میں سلارا کو ماروں گا۔ کیا تم اسے بچا سکو گے؟"

" نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے۔"

" میں اسی وقت ایسا نہیں کروں گا جب تم باہر سے آنے والوں کو حملہ کرنے کی اجازت نہیں دو گے، نمک حلالی اور وفاداری بہت اچھی چیز ہے۔ اب بتاؤ، سلارا کو کیسے بچاؤ گے؟"

وہ الجھ کر رہ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا بے بسی سے سلارا کو دیکھنے لگا۔ سلارا نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔" آخر تم کتنے چالاک ہو۔ اس بے چارے کو میری ہی وفاداری کی زنجیر میں جکڑ رہے ہو۔"

" میں جانتا ہوں۔ اس وقت چاروں طرف سے مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔ لہٰذا تمھیں مشکلات میں ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ اسی میں میرا تحفظ ہے۔"

" تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہاں سے بچ کر نکلنا بہت مشکل ہے۔ اسی لیے میں ایک قیدی کی طرح تمھارے ساتھ اطمینان سے ہوں۔ جانتی ہوں، آگے جا کر کیا ہو گا۔"

" ہم تم کچھ نہیں جانتے۔ آگے تو وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔"

نئے سردار نے کہا۔" میں اتنا وعدہ کرتا ہوں کہ میرے کسی آدمی کی طرف سے تمھیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم ہمارے معزز مہمان ہو اور تمھارا مجھ پر احسان ہے لیکن باہر سے آنے والے تمھیں نقصان پہنچائیں گے تو میں خاموش تماشائی کی طرح دیکھتا رہ جاؤں گا۔ اگر تم مادام سلارا کو جان سے مارنا چاہو گے تو بھی میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ یہ حملہ کرنے والوں کی ذمے داری ہے کہ وہ مادام کو بخیریت یہاں سے لے جائیں۔"

" میں اتنا ہی چاہتا ہوں تمھارا کوئی آدمی میری مخالفت نہ کرے۔ باقی میں آنے والوں سے نمٹ لوں گا۔"

وہ سلارا اور ہیلما کے ساتھ جھونپڑی کے اندر آ گیا۔ رات ہو چکی تھی۔ جانوروں کی چربی سے جلائے جانے والے چراغ روشن تھے چونکہ آج مہمان آئے ہوئے تھے اور وہاں ایک نیا شخص سردار بنا تھا اس خوشی میں کئی مشعلیں روشن کی گئی تھیں۔ وہ لوگ ڈھول تاشے بجا کر ناچ رہے تھے، گا رہے تھے لیکن ڈھول کی آواز میں عجب خطرے کا احساس ہوتا تھا۔ ان کے کالے کالے ناچتے، تھرکتے ہوئے جسم مشعلوں کی روشنی میں موت کے سائے کی طرح رقص کر رہے تھے۔ موت اس بستی میں سچ مچ رقص کرنے والی تھی لیکن وہ مطمئن تھے کہ حملہ کرنے والے ان میں سے کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ وہ اپنے آقاؤں کے وفادار تھے۔

پارس بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ آئندہ کیا ہو سکتا ہے، حملہ کرنے والے اچانک ہی چاروں طرف سے نہیں آئیں گے کیونکہ سلارا کی جان خطرے میں ہے۔ وہ چپ چاپ دبے قدموں آ کر پہلے سلارا کو اس سے دور لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد اسے گرفتار کریں گے

اس نے ہارڈی کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے ضائع کردی تھیں، ہو سکتا ہے سزا کے طور پر وہ اسے مار ہی ڈالیں۔

اس نے سلارا کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا: "میرا پروگرام بدل گیا ہے۔ چلو اٹھو۔"

اس نے پوچھا: "کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم یہاں سے جائیں گے۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ اتنی رات کو جنگل میں کہاں جاؤ گے؟"

"جب موت بھری بستی میں آسکتی ہے تو پھر جنگل میں جانے سے ڈرنا کیسا۔ چلو اٹھو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"تم یہ بھول رہی ہو، میں ایک بار کہتا ہوں اور دوسری بار گولی چلا دیتا ہوں۔"

"اور تم یہ بھول رہے ہو مجھے مار دو گے تو یہ بستی والے بھی تمھیں جانے نہیں دیں گے کیونکہ یہ میرے وفادار ہیں اور میری موت برداشت نہیں کریں گے۔"

"آخر کو عورت ہو نا کہاں تک ذہانت کی باتیں کرو گی۔ حماقت پر ضرور اتر آؤ گی۔ یہ نہیں سوچو گی کہ ڈوبنے والا تمھیں بھی لے ڈوبے گا۔ بھئی! جب مجھے مرنا ہی ہے تو یہ کیوں سوچوں کہ تمھیں مارنے کے بعد مجھ پر کیا گزرے گی۔ بلا سے جو بھی گزرے۔"

یہ کہہ کر وہ دو قدم پیچھے گیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا: "میں نمونے کے طور پر تمھارے ایک بازو پر گولی چلا رہا ہوں۔ یہ پسند نہیں ہے تو اپنی ایک ہتھیلی اوپر اٹھاؤ تاکہ تمھارے بھائی کی طرح تمھاری ہتھیلی میں بھی سوراخ ہو جائے۔ میں اور کچھ نہیں بولوں گا صرف تین تک گنوں گا۔ ایک، دو۔۔"

وہ چیخ کر بولی: "نہیں نہیں، میں چل رہی ہوں، تمھارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پھر ایک ہاتھ سے اس کے لباس کا پچھلا حصہ مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے آگے کی طرف دھکا دے کر جھونپڑی سے باہر نکلا۔ وہ لوگ ناچ گانے میں مگن تھے۔ سردار نے اُدھر دیکھا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ اٹھا کر سب کو رقص کرنے سے روک دیا۔ پھر پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

پارس نے کہا: "ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

وہ سلارا کو دھکا دیتا ہوا کار کی طرف جانے لگا۔ سردار نے کار کی طرف آتے ہوئے کہا: "ضد نہ کرو۔ مادام کی حفاظت کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ہم انھیں کیسے یہاں سے جانے دیں گے؟"

"تم روکنا چاہو تو روک سکتے ہو مگر تمھیں مادام کی لاش ملے گی۔"

سلارا نے پریشان ہو کر کہا: "تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ، مجھے جانے دو۔ اس جوان کی ابھی چند سانسیں باقی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں یہ کس حد تک جا سکتا ہے۔"

وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ پارس اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہیلما نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ہیڈ لائٹس آن کیں۔ پھر اسے آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتی ہوئی بستی سے نکلنے لگی۔ تمام لوگ دور کھڑے دیکھ رہے تھے اور گاڑی ان سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اسی کچے راستے پر ڈرائیو کرتی ہوئی پکے راستے پر آ گئی۔ ہیلما نے کہا: "ماسٹر پارس! میں نے اپنی زندگی میں تمھارے جیسا جوان ہمت والا نہیں دیکھا۔ تم قدم قدم پر ذہانت، حاضر دماغی اور دلیری کا ثبوت دیتے آ رہے ہو، پہلے میں ڈر رہی تھی کہ تمھارے جیسے جوکر کے ساتھ قلعے سے نہیں نکلنا چاہیے۔ بے موت ماری جاؤں گی۔ اب ماری گئی تو مجھے افسوس نہیں ہو گا۔ تم نے اپنی بساط سے زیادہ میری حفاظت کی ہے۔ میں تمھاری احسان مند ہوں۔ اب تمھارے ساتھ مرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں۔"

وہ بول رہی تھی اور رفتار بڑھاتی جا رہی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک سڑک صاف اور شفاف دکھائی دے رہی تھی۔ آس پاس جنگل بہت گھنا اور تاریک تھا۔ اس تاریکی میں دشمن پتا نہیں کہاں تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فی الحال کوئی راستہ روکنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک گھنٹا گزرنے کے بعد سلارا نے کہا: "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ہیلما کی گھڑی میں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ پارس نے اسے ایک طرف کار روکنے کے لیے کہا۔ پھر وہ اتر کر ڈکی میں سے کھانے کے تین ڈبے اور پانی کی ایک بوتل لے آئی۔ وہ وہاں رک کر تھوڑی دیر تک کھاتے رہے۔ پھر پانی پینے کے بعد آگے بڑھ گئے۔ ابھی ان کے راستے میں رکاوٹیں نہیں آ رہی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن پچھلی بستی میں گھیر لینے کی اُمید کر رہے تھے۔ اب وہ امید ختم ہو چکی ہو گی اور وہ ان کا کہیں آگے جا کر راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ انسانوں کے علاوہ درندوں کا بھی خوف تھا۔ کبھی کبھی ان کی گرج دار آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ کوئی جنگلی درندہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سڑک پر نظر آتا تھا پھر تیزی سے سڑک پار کرتا ہوا تاریکی میں گم ہو جاتا تھا۔ ان جانوروں میں بندر ایسے تھے جو بڑی ڈھٹائی سے سڑک پر دور تک بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ جب تک گاڑی بالکل قریب نہ آتی۔ وہ راستہ نہیں چھوڑتے تھے۔ بالکل قریب آنے پر وہ اچھل کر کنارے چلے جاتے تھے۔ کبھی کوئی بندر کار کی چھت پر بیٹھ جاتا تھا۔ دور تک سفر کرتا ہوا تھا۔ پھر چھلانگ لگا کر سڑک پر جھکی ہوئی شاخوں سے لٹک کر پیچھے رہ جاتا تھا۔

تقریباً سو کلومیٹر جانے کے بعد گاڑی کی رفتار سست ہو گئی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور ایک درخت گرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ اس طرح گرا ہوا تھا کہ پورا راستہ رک گیا تھا۔ گاڑی آگے نہیں جا سکتی تھی۔ ظاہر تھا کہ درخت خود نہیں گرا ہو گا۔ کسی نے گرایا ہو گا۔

پارس نے کہا: "گاڑی روکو اور ریورس گیئر میں تیزی سے پیچھے چلاتی جاؤ۔"

اس نے گاڑی روکی۔ پھر گیئر بدل کر پیچھے کی طرف تیزی سے چلانے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس کی سمجھ میں یہی آیا تھا کہ جہاں درخت کاٹ کر گرایا گیا ہے وہیں آس پاس دشمن چھپے ہوں گے۔ لہٰذا دور چلے جانا چاہیے۔

جب گاڑی بہت دور چلی گئی تو اس نے کہا: "گاڑی روک دو۔"

گاڑی رک گئی۔ وہ جلدی سے باہر آیا۔ اس سے چابی لی پھر ڈکی کھول کر دونوں عورتوں سے کہا۔ وہ اس کے پاس چلی آئیں۔ ہیلما فوراً چلی آئی۔ سلارا بیٹھی رہی۔ پارس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پھر اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا: "سیدھی طرح بات مان لیا کرو۔ دیر کرو گی اور اپنے آدمیوں کا انتظار کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔"

اس نے ڈکی کے پاس آ کر ایک بیگ کھولا۔ لمبا سا چاقو نکال کر پتلون کی بیلٹ میں پھنسایا۔ ٹارچ لے کر جیب میں رکھی۔ ایک بیگ اٹھا کر ہیلما کی پشت پر باندھتے ہوئے کہا: "اسے تم لے کر چلو گی۔" پھر دوسرا بیگ اٹھا کر سلارا سے کہا: "میری طرف پشت کرو اور اسے اٹھاؤ۔"

"میں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکوں گی۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی پارس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ پھر پینترا بدل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا وہ بھی لڑنے میں مہارت رکھتی ہے۔ پارس نے کہا: "وقت ضائع مت کرو۔ میں اس وقت تم سے مقابلہ کر کے تمغہ حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ کیا تمھارے لیے پھر ریوالور نکالوں؟"

وہ ڈھیلی پڑ گئی۔ ناگواری سے آگے بڑھ کر اس کے سامنے آئی۔ پھر دوسری طرف گھوم گئی۔ پارس اس کی پشت پر بیگ باندھنے لگا تو وہ بولی: "کیا تم سمجھتے ہو، بچ کر نکل جاؤ گے؟"

"اگر میں ایسا نہ سمجھتا تو فضول سی کوشش نہ کرتا۔ میں جانتا ہوں وہ ہماری طرف فائرنگ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ تم ہمارے ساتھ ہو۔ رات کی تاریکی میں کوئی گولی ان کی مالکہ کو بھی لگ سکتی ہے۔"

دو بیگ دونوں کی پشت پر باندھنے کے بعد پارس نے رسیوں کا بنڈل اٹھایا۔ اس کے ایک شانے سے کارتوس کی پیٹی لٹک رہی تھی۔ دوسرے شانے پر رسیوں کا بنڈل لٹکا لیا۔ پھر کار کے اندر سے فرسٹ ایڈ بکس نکال کر ہیلما کو دیتے ہوئے کہا: "سوری! اسے بھی پکڑنا ہو گا۔ کیونکہ میرے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں چاقو رہے گا۔"

جب وہ تینوں تمام ضروری سامان سے لیس ہو گئے تو پارس نے انھیں ذرا دور جانے کے لیے کہا۔ جب وہ دور گئیں تو اس نے ریوالور سے دو فائر کیے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز سے کار کے دو پہیے بے کار ہو گئے۔ ہیڈ لائٹس پہلے ہی بجھا دی گئی تھیں۔ پھر وہ دونوں کو ساتھ لے کر سڑک سے نیچے اترتے ہوئے بولا: "میرے پیچھے چلتی رہو ہیلما! تم سلارا کا خیال رکھو۔ اگر یہ ہماری رفتار سے نہ چلے تو دھکے دیتی جانا۔ میں ایسے وقت کسی کے نخرے برداشت نہیں کروں گا۔"

وہ سڑک سے اترنے کے بعد نشیب میں جا رہے تھے۔ تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ کبھی کبھی جھاڑیاں راستے میں آتیں تو وہ راستہ بدل کر دوسری طرف گھوم جاتے تھے۔ تاریکی کے باوجود ساتھ چلنے والی دونوں عورتیں سائے کی طرح نظر آ رہی تھیں۔ اس نے آہستگی سے کہا: "اب ہم میں سے کوئی بات نہیں کرے گا۔ نہ ہی کسی طرح کی آواز نکالے گا۔ ہو سکتا ہے دشمن بھی ہماری تلاش میں اسی طرف آ رہے ہوں۔"

وہ خاموشی سے چلنے لگے۔ اس کے باوجود رات کے سناٹے میں گھاس کی سرسراہٹ ابھرنے لگی تھی۔ پارس چند قدم چلنے کے بعد رک جاتا تھا اور انھیں بھی رکنے کے لیے کہتا تھا۔ پھر کان لگا کر سنتا تھا اور آگے بڑھنے لگتا تھا۔ سلارا دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی قائل ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا، جب ان کے چلنے سے گھاس کی سرسراہٹ ابھرتی ہے تو اسے رک کر دوسروں کی بھی آواز اسی طرح سننا چاہیے۔

پتا نہیں وہ کتنی دور تک اور کتنی دیر تک چلتے رہے۔ اندھیرے میں نہ گھڑی دیکھی جا سکتی تھی۔ نہ فاصلے کا حساب رکھا جا سکتا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق وہ اس جگہ سے بہت دور نکل گئے تھے۔ جہاں درخت کاٹ کر راستہ روکا گیا تھا۔ سلارا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا: "یہ کیا مصیبت ہے۔ ہم کار میں آرام سے سفر کر رہے تھے۔"

پارس نے کہا: "میں پہلے سمجھا چکا ہوں۔ آواز نہ نکالنا اور یہ جو مصیبت اٹھا رہی ہو تو یہ تمھارے آدمیوں کی مہربانی ہے۔ اگر وہ راستہ نہ روکتے تو تم آرام سے ہی سفر کرتی رہتیں۔ بس اب زبان نہ کھولنا۔"

وہ پھر خاموشی سے چلنے لگی۔ بہت دور جانے کے بعد پارس نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا۔ خود رک گیا۔ پھر کان لگا کر سننے لگا۔ کچھ فاصلے پر گھاس کی سرسراہٹ ابھر رہی تھی۔ پارس نے چاقو بند کر کے کمر کے بیلٹ سے لٹکایا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر آواز کی سمت نشانہ لگانے لگا۔ آواز ابھرنے کے بعد ختم ہو گئی تھی جیسے دوسری طرف سے بھی چلنے والے رک گئے ہوں اور دوسری

طرف سے آنے والی آواز سُننا چاہتے ہوں۔

وہ تینوں بڑی دیر تک ساکت کھڑے رہے۔ ایسے وقت پارس نے سلارا کو آگے کر دیا تھا تاکہ وہ پیچھے رہ کر اسے کسی طرح کا دھوکا نہ دے یا دھکا نہ دے۔ ایسی صورت میں نشانہ چُوک جاتا۔

بڑی دیر کی خاموشی کے بعد پھر ایک طرف گھاس کی سرسراہٹ اُبھری۔ اسی وقت پارس نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی جھاڑی میں جا گرا ہو۔ پھر جھاڑیوں کی سرسراہٹ سُنائی دی۔ وہاں سے کوئی بھاگ رہا تھا۔ دن کی روشنی میں پارس کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں تھا لیکن وہ اتنا ماہر بھی نہیں تھا کہ رات کے اندھیرے میں آواز کی سمت صحیح نشانہ لگا سکتا۔ پھر بھی اس نے گھیرنے والوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ اب کئی جگہ سے گھاس کی سرسراہٹ اُبھر رہی تھی اور وہ سرسراہٹ دور ہوتی جا رہی تھی جیسے گھیرا تنگ کرنے والے دور ہوتے جا رہے ہوں۔

پارس نے اس سچویشن کا اندازہ کرتے ہی چاروں طرف گھوم گھوم کر فائرنگ شروع کر دی۔ ایک طرف سے کسی کی چیخ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ اس نے چاقو نکال کر اسے کھولا۔ پھر ہیلما کے حوالے کرتے ہوئے کہا ”میں ابھی آتا ہوں۔ سلارا ذرا بھی آواز نکالے یا بھاگنا چاہے تو بے دریغ اسے چاقو مار دینا۔“

یہ کہتے ہی اس نے رسیوں کا بنڈل نیچے پھینکا۔ دانتوں میں ریوالور کو دبایا۔ پھر گھٹنوں کے بل تیزی سے چلتا ہوا اُدھر جانے لگا جدھر چیخ سُنائی دی تھی۔ وہ کچھ دور تک رینگتے رہنے کے بعد رُک گیا۔ اسے پھر آہٹ سُنائی دی تھی۔ شاید کوئی اپنے زخمی یا مردہ ساتھی کو دیکھنے آیا تھا۔ وہ دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ دانتوں کے درمیان سے ریوالور نکال کر دونوں ہاتھوں سے تھام کر انتظار کرنے لگا۔ ایسے وقت انتظار بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ ہر لمحہ یہی اندیشہ ہوتا ہے کہ آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے اچانک کوئی حملہ نہ کر دے۔ دوسری طرف سے آنے والے بھی نادان نہیں ہوتے۔ وہ بھی اپنے موقع کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر انتظار ختم ہو گیا۔ ہلکی سی کھٹ کی آواز سُنائی دی۔ پارس نے آواز کی سمت فائر کر دیا چونکہ آواز قریب تھی، اندازہ درست تھا اس لیے پھر ایک چیخ سنائی دی۔ کوئی دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ اُس نے فوراً ریوالور کو دانتوں میں دبایا پھر رینگتا ہوا قریب پہنچا، وہاں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک لاش کے پاس دو اسٹین گنیں تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا اپنے مردہ ساتھی کا ہتھیار لینا چاہتا تھا تاکہ وہ کچھ کام آ سکے لیکن وہ خود کام آ گیا تھا۔

اس نے اپنے ریوالور کو بیلٹ میں پھنسایا۔ پھر ایک اسٹین گن شانے سے لٹکائی، اس کے ساتھ کارتوس کی پیٹیاں بھی لیں۔

کے بعد دوسری اسٹین گن کو ہاتھوں میں لیا۔ اب اس کے پاس ہتھیار اور کارتوس اتنے ہو گئے تھے کہ وہ بیک وقت بیس پچیس آدمیوں کی فائرنگ کا جواب دے سکتا تھا۔

وہ پھر گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا واپس جانے لگا۔ اندھیرے میں راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک اندازے کے مطابق ان عورتوں کی طرف جا رہا تھا۔ اسی وقت ہیلما کی چیخ سنائی دی۔ اس نے اُٹھ کر تڑ تڑا تڑ فائرنگ شروع کر دی۔ چاروں طرف گھوم کر فائرنگ کر رہا تھا اور اس بات کا خیال رکھ رہا تھا کہ جدھر سے ہیلما کی آواز آئی ہے، اُدھر گولی نہ جائے۔ پھر وہ دو چار چھلانگوں میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ پتا چلا، دونوں عورتیں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئی ہیں۔ سلارا نے اس کے چاقو والے ہاتھ کو تھام رکھا تھا۔ اس ہاتھ سے چاقو گرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پارس نے سلارا کو ایک ٹھوکر ماری، وہ چیخ مار کر دور جا گری۔ پھر اس نے ہیلما کو سہارا دے کر اٹھایا۔ اس سے چاقو لے کر بند کیا، اسے بیلٹ میں اڑسا پھر اسے ریوالور دیتے ہوئے کہا ”اب یہ کوئی شرارت کرے تو گولی مار دینا۔“

پھر اس نے سلارا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا اور اسے اٹھاتے ہوئے بولا ”تمہارے دو باپ مر چکے ہیں، باقی بھاگ رہے ہیں۔ آگے جا کر گھیرا تنگ کریں گے تو انھیں بھی دیکھ لیا جائے گا۔ لیکن تمہاری شامت آ گئی ہے۔ یاد رکھو، میں آئندہ کسی سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھوں گا تو اپنے سامنے تمھیں رکھوں گا تاکہ تمہارے آدمیوں کی گولی تمہاری ہی طرف آئے۔ چلو آگے بڑھو۔“

اس نے دھکا دیا۔ وہ آگے بڑھنے لگی۔ وہ اور ہیلما اس کے پیچھے چلنے لگے۔ چلنے کا انداز وہی تھا۔ کچھ دور جا کر وہ تینوں رک جاتے تھے۔ کوئی آہٹ سننے کی کوشش کرتے تھے، جب اطمینان ہو جاتا تو پھر آگے بڑھ جاتے تھے۔ اب ان کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ بہت دور جانے کے بعد بھی آس پاس کہیں سے کوئی آواز نہیں اُبھر رہی تھی۔ یا تو وہ بہت محتاط ہو گئے تھے یا پھر کہیں بھٹک گئے تھے اور ان کے قریب پہنچنے میں ناکام ہو رہے تھے۔

راستہ بہت ہی ناہموار تھا۔ کبھی وہ ڈھلان کی طرف جانے لگتے تھے۔ کبھی نامعلوم سی چڑھائی چڑھنے لگتے تھے۔ کبھی کبھی درندوں کے غرّانے کی آوازیں آتی تھیں۔ ایسے وقت وہ رُک جاتے تھے، آواز کی سمت کا اندازہ لگاتے تھے۔ ایک بار انھیں قریب سے غراہٹ سنائی دی۔ پارس نے اس سمت فائر کیا تو کسی جانور کے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی جنگل کی پُراسرار خاموشی چھا گئی۔

ہیلما اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی، لیکن زہریلے سانپوں کے خوف سے اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی۔ موت کسی طرح بھی آئے مگر سانپوں کے کاٹنے سے نہ آئے۔ چلتے چلتے ایک جگہ رُک گئی۔ ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر ہانپتے ہوئے بولی ”میں اتنا بوجھ اٹھا کر نہیں چل سکتی، آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے؟“

”جب تک تمہارے آدمی تعاقب کرتے رہیں گے۔“

”لعنت ہے، میرے آدمیوں پر، میرے پاس ٹرانسمیٹر ہوتا تو چیخ چیخ کر منع کر دیتی، کوئی ہمارے پیچھے نہ آئے۔ میری گاڑی کے پہیے آئے۔ میں کم از کم آرام سے تو شہر پہنچ سکوں گی۔ مگر تم نے اس کے دو پہیے بیکار کر دیے۔ اب کیا ہو گا؟“

”تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے پہیے بیکار نہ ہوتے تو سچ مچ گاڑی تمہارے پاس پہنچ جاتی۔ ابھی تمہارے آدمی چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور کامیاب ہوتے نظر آئیں گے تو تم گرگٹ کی طرح رنگ بدل لو گی۔ کبھی انھیں واپس جانے کے لیے نہیں کہو گی۔“

اسی وقت اندھیرے میں پھنکار سنائی دی۔ ہیلما چیخ مار کر دوڑتی ہوئی آئی اور پارس کے بازو سے لپٹ گئی۔ پارس نے جلدی سے اسے ہٹاتے ہوئے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی۔ تو پتھر کے اوپر سانپ پھن اٹھائے ہوئے بیٹھا تھا۔ روشنی پڑتے ہی وہ پلٹ کر پتھر کے اوپری حصے میں کہیں گم ہو گیا۔ ہیلما نے دوبارہ اس کے بازو کو تھام کر کہا ”وہ پھر آئے گا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

وہ سانپ سے اس قدر خوف زدہ ہو گئی تھی کہ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ جانے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ اسے تب پتا چلا، جب سلارا نے ان دونوں کو ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”خبردار! ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔ ہیلما تم اسی طرح اس کے بازو سے لپٹی کھڑی رہو تاکہ اسٹین گن والا ہاتھ آزاد نہ ہو، اور پارس، کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ ٹارچ کی روشنی میری طرف پھینکنا چاہو گے تو گولی چل جائے گی۔ لہٰذا روشنی اپنے جسم کے اسی حصے پر ڈالو جہاں گولی کھانا چاہتے ہو۔“

پارس نے ٹارچ گھما کر اس کی روشنی اپنے دل کی طرف کر دی۔ پھر کہا ”میرا باپ عورتوں سے اسی جگہ مار کھاتا ہے۔ تم بھی یہیں مارو۔“

”آج کے بعد باتیں نہیں بنا سکو گے۔ میں بھی اپنا نشانہ بتاتی ہوں۔ تمہارے نشانے پر گولی ماروں گی تاکہ تم ایک ہی وقت میں ٹھنڈے پڑ جاؤ۔“

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز اُبھرتی رہ گئی، لیکن نہ ٹھائیں کی آواز گونجی، نہ ہی گولی چلی۔ پارس نے پوچھا ”کیا میں مر جاؤں؟“

وہ غصے سے تلملا کر بولی ”یو چیٹ، یو سن آف دی بچ، تم نے پھر مجھے دھوکا دیا۔“

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کھینچ کر مارا۔ پارس ہیلما کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا ”میں نے تمھیں دھوکا نہیں دیا تھا، تم خود ہی دھوکا کھا گئیں۔ بے چاری ہیلما ان خطرناک کھلونوں سے کھیلنا نہیں جانتی۔ اسی لیے میں نے خالی کھلونا دیا تھا۔ میرا خیال ہے اب تمہاری تھکن دور ہو گئی ہو گی، لہٰذا آگے بڑھو۔“

اس نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا۔ وہ پھر چلنے پر مجبور ہو گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد بولی ”جب تمہارے پاس ٹارچ ہے تو روشن کیوں نہیں کرتے۔ کیوں اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہو اور ہمیں بھی کھلا رہے ہو۔“

”تمہارے نصیب میں ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں۔ تمہاری زندگی میں جتنی راتیں آئی ہیں۔ ان میں یہ رات سب سے بدنصیب ہے۔ تم تھک کر کہیں بیٹھنا چاہو گی، لیٹنا چاہو گی، تو سانپ بچھو پہنچ جائیں گے۔ تمھیں جنگل کے درندے سونے نہیں دیں گے اور ہمیں تمہارے درندے جاگنے پر مجبور کرتے رہیں گے، لہٰذا جب جاگنا ہی ٹھہرا تو پھر چلتے ہی رہنا چاہیے۔“

اب پارس آگے چل رہا تھا۔ دونوں عورتیں پیچھے چل رہی تھیں۔ تھوڑی دور جانے کے بعد سلارا نے ناگواری سے ہیلما کو دیکھا۔ پھر پوچھا ”آخر تم باربار اس کا بازو کیوں پکڑ رہی تھیں؟“

ہیلما نے ہنستے ہوئے کہا ”کیا تم پکڑنا چاہتی تھیں؟“

”بکواس مت کرو۔ یہ بچہ...“

”یہ ایک ایسا بچہ ہے، جس سے تمہارے تعاقب کرنے والے جواں مرد بھی خوف زدہ ہیں۔“

پارس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا ”کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو، اپنی باتیں کرو۔ جہاں دو عورتیں ملتی ہیں۔ وہاں مردوں کا ذکر لے بیٹھتی ہیں۔ تم دونوں کو چاہیے۔ ایک آواز ہو کر گانا شروع کر دو۔ ابھی کم سن ہے بالم، جوان ہونے دے۔“

دونوں کو چُپ لگ گئی۔ وہ اسی طرح چلتے رہے۔ ”پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کر لیا ہے؟“ ہیلما نے کہا۔ ”ذرا ٹارچ روشن کرو۔ میں وقت دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”مصائب کی گھڑی میں گھڑی نہیں دیکھنا چاہیے۔ اگر وقت زیادہ نہیں گزرا ہو گا تو تھکن محسوس ہو گی کہ پتا نہیں کب وقت گزرے گا، کب صبح ہو گی اور اگر وقت زیادہ گزر گیا ہو گا تب بھی تھکن محسوس ہو گی کہ ہم اتنی دیر تک چلتے رہے۔ دونوں صورتوں میں مسافر پریشان ہو جاتا ہے۔“

وہ پھر خاموشی سے چلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ انھوں نے ایک درخت کے سائے میں رُک کر آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ دور دور تک نظریں دوڑانے

کے بعد ایک جگہ ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ وہ سرچ لائٹ کی روشنی زمین کی طرف پھینک رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ انھیں تلاش کیا جا رہا تھا۔

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ زمین پر تعاقب کرنے والے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ اسی لیے اب ہیلی کاپٹر کے ذریعے تلاش کیا جا رہا ہے اور اسی لیے ہم آزلوی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اب یہ راستہ روکیں گے۔"

وہ اسی درخت کے سائے میں کھڑے رہے۔ پارس نے کہا۔ "تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے۔ اس گھنے درخت نے ہمیں چھپا لیا ہے۔ وہ اوپر سے ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

سلارا نے عاجزی سے کہا۔ "میری بات مان لو۔ ٹارچ کے ذریعے سگنل دو۔ ہم سب ہیلی کاپٹر میں آرام سے بیٹھ کر تمھیں شہر تک پہنچا دیں گے۔ میں قسم کھاتی ہوں، تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ریوالور کا چیمبر بھر کر دیتا ہوں۔ اس کے ہاتھ آتے ہی ساری قسم توڑ دو گی۔"

"نہیں، نہیں، اس بار سچے دل سے قسم کھا رہی ہوں۔"

"خواہ مخواہ قسمیں کھا رہی ہو، بھوک لگی ہے تو کچھ اور کھا لو۔ خدا کے لیے میرا دماغ مت کھاؤ۔"

وہ جھنجلا کر پاؤں پٹختے ہوئے بولی۔ "کیا تم آدمی کے بچے ہو۔ کیا تم نے ہمیں بار برداری کا جانور سمجھ لیا ہے؟ ہم پتا نہیں کتنے میل سے یہ بوجھ اٹھائے چلے آ رہے ہیں اور تمھیں ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ اب میں یہ تکلیفیں برداشت نہیں کروں گی۔ تمھیں ملتا ہے تو مار ڈالو۔ میں چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو بلاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگی۔ پارس نے اسٹین گن کی نال اس کے منہ میں گھسا دی۔ یکلخت اس کی چیخیں ختم گئیں۔ وہ دیدے پھاڑ کر سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "تمھاری چیخیں ہیلی کاپٹر کی شور میں گم ہو جائیں گی۔ کوئی نہیں سن سکے گا۔ اس کے باوجود احتیاط لازم ہے۔ میں تمھاری طرف سے کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔ تم سمجھتی ہو، میں ایک گولی چلاؤں گا اور تمھیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔ میں ایسا نادان نہیں ہوں۔ میں تمھیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تھوڑا تھوڑا زخمی کروں گا۔ اور زخمی حالت میں آگے بڑھتے رہنے پر مجبور کروں گا۔ سوچ لو، اسی طرح چلنا پسند کرو گی یا زخموں سے چور ہو کر؟"

ہیلی کاپٹر اب ان کی طرف آ رہا تھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی جنگل کے اس حصے کو روشن کرتی جا رہی تھی۔ پھر وہ روشنی اس درخت سے بھی گزرتے ہوئے آگے جانے لگی۔ اسٹین گن کی نال سلارا کے [illegible] ٹھنسی ہوئی تھی۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر دور جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بہت دور نکل گیا اور اس کی آواز گم ہونے لگی تو پارس نے نال اس کے منہ سے نکال لی، پھر کہا۔ "چلو، آگے بڑھو۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے ناگواری سے بولی۔ "تم خود کو بہادر سمجھتے ہو۔ میرے آدمی کمزور نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی میدان چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔ وہ میری خاطر ایسا کر رہے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ان کی طرف سے گولی چلے گی۔ تو تم مجھے نقصان پہنچاؤ گے۔ اپنی اس خوش فہمی کو دلیری نہ سمجھو۔"

"نہیں سمجھوں گا، خوش ہو جاؤ۔"

وہ پاؤں پٹخ پٹخ کر چلنے لگی، پھر بولی۔ "تم نے یہ رستوں کا بوجھ کیوں اٹھا رکھا ہے۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لیے میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے؟"

"اس کے لیے ماں باپ سے اجازت لینا ہو گی۔"

ہیلما نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیوں بے چاری کو غصہ دلا رہے ہو، یہ ایسے ہی مرچیں چبا رہی ہے۔"

سلارا نے ناگواری سے کہا۔ "اس وقت تمھارے ہاتھ پر چاقو نہ ہوتا تو تمھیں ایک ہی ہاتھ میں ٹھنڈا کر دیتی۔ میں بلیک بیلٹر ہوں۔"

ہیلما نے کہا۔ "ابھی تو تم بوجھ اٹھانے والی ایک معمولی سی عورت ہو۔"

ہیلی کاپٹر کے گزرنے کے ایک گھنٹے بعد پھر اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ پارس نے ٹارچ روشن کر کے دیکھا، وہ کسی پہاڑی کے دامن میں تھے۔ اس نے دونوں عورتوں کو دوڑتے ہوئے سامنے والی چٹان کے نیچے جانے کو کہا۔ ہیلما دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ سلارا آہستہ آہستہ جانے لگی۔ اس نے دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "راضی خوشی بات مان لیا کرو۔ تو جانوروں کی طرح دھکے نہیں کھاؤ گی۔"

وہ اسے دھکیلتا ہوا چٹان کے سامنے لے آیا۔ دونوں اسٹین گنیں دونوں شانوں سے لٹکا لیں۔ پھر چاقو کھول کر سلارا کے پیچھے آیا اور پیچھے سے اس کی گردن ایک ہاتھ سے دبوچ لی، پھر چاقو اس کے چہرے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تمھیں اس چٹان کے سائے میں چھپانے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔"

بہت دور روشنی کا جھماکا سا ہو رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں آنے والے اب شاٹ گن کے ذریعے آتش بازی کی طرح روشنی کا جھماکا کر رہے تھے۔ وہ روشنی جنگل کے دور دور تک کے حصے کو روشن کر رہی تھی مگر وہ تینوں ابھی اس روشنی کی زد سے دور تھے۔ اب پارس نے چاقو کو بیلٹ میں پھنسا کر ٹارچ روشن کی۔ جس چٹان کے سائے میں وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے غار دکھائی دے رہا تھا۔ پتا نہیں وہ غار جنگلی درندوں کا مسکن تھا یا زہریلے سانپوں کا۔ بہرحال چھپنے کی اب وہی ایک جگہ رہ گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر اسی طرف آ رہا تھا۔

وہ سلارا کو کھینچتا ہوا اس غار کی طرف لے آیا، پھر اسٹین گن سنبھال لی۔ اس کے بعد بولا۔ "یہاں درندے بھی ہو سکتے ہیں، لہٰذا مجھے اسٹین گن کے ساتھ رہنا ہو گا۔ اگر تم کوئی حماقت کرو گی تو تمھیں گولی سے اپاہج بنا کر درندوں کی خوراک بننے کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔"

ہیلی کاپٹر قریب آگیا تھا۔ وہاں بھی روشنی کا ایک جھماکا ہوا تھا۔ جنگل کا وہ حصہ دن کی طرح دور تک روشن ہو گیا تھا۔ اگر وہ چٹان کے سائے میں رہتے تو ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے والے دوربین کے ذریعے انھیں دیکھ سکتے تھے۔ پارس نے بروقت ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور انھیں غار کے اندر لے آیا تھا۔

ہیلی کاپٹر اسی طرف گردش کر رہا تھا، کبھی دور جا رہا تھا کبھی قریب آ رہا تھا۔ وہ روشنی تقریباً ایک منٹ تک رہی، پھر آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگی۔ اس کے ساتھ ہی سرچ لائٹ روشن ہو گئی تھی، لیکن وہ ہیلی کاپٹر کا آخری چکر تھا۔ اس کے بعد وہ دور ہوتا چلا گیا۔

پارس نے پھر ٹارچ روشن کی۔ غار کے اندر دور تک روشنی کی تو وہاں شیر کے دو بچے دکھائی دیے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ نر یا مادہ شکار کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔ اگر وہ غار میں ہوتے تو بہت پہلے ہی ان پر لپکتے۔ وہ جلدی سے باہر آگئے، پھر تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اس پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دور تک چڑھنے کے بعد دونوں عورتیں ہانپنے لگیں۔ ہیلما نے عاجزی سے کہا۔ "مسٹر پارس! میں یہ بوجھ اٹھا کر نہیں چڑھ سکوں گی۔"

سلارا بھی ہانپتے ہوئے ایک طرف بیٹھ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "اب تو تم اپنی چہیتی کی بات ضرور مان لو گے۔"

"ماننا ہی پڑے گا۔ ہیلما! تم اپنا بیگ اتار کر سلارا کی پیٹھ پر باندھ دو۔ یہ دونوں اٹھا کر چلے گی۔"

وہ چیخ مار کر کھڑی ہو گئی، پھر غصے سے بولی۔ "تم نے مجھے کیا مجبور رکھا ہے؟ میں ایک قدم نہیں چلوں گی۔ میں کسی کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گی۔ میں یہ بوجھ بھی نہیں اٹھاؤں گی۔"

وہ غصے سے بیگ اتارنے لگی۔ پارس نے ہیلما کا بیگ اتار دیا۔ پھر کہا۔ "ایک بیگ خالی کر دیا جائے گا۔ اس کا سامان نہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ باقی ایک بیگ کا سامان آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس طرح بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔"

اس نے دونوں بیگ میں صرف کھانے کے چند ڈبے رکھے۔ پانی کی دو بوتلیں رکھ کر باقی دو بوتلیں پھینک دیں۔ پھر ایسی دوائیں رکھیں، جنھیں اسپرے کرنے سے سانپ، بچھو اور دوسرے زہریلے کیڑے مکوڑے قریب نہیں آتے تھے۔ اس طرح اس نے آدھا سامان رکھا۔ آدھا پھینک دیا۔ دونوں کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ پھر بیگ ان کی پشت سے باندھا گیا۔ اس کے بعد وہ تینوں اوپر چڑھنے لگے۔ بلندی پر چڑھنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ تھوڑی دور جا کر بیٹھ جاتی تھیں۔ پارس کو بھی مجبوراً انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح وہ تقریباً ایک گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بلندی پر پہنچ گئے۔ پارس نے ٹارچ روشن کی۔ وہاں دور تک ہموار زمین دکھائی دی۔ وہ دونوں نڈھال ہو کر گر پڑی تھیں۔ پارس نے کہا۔

"بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں رات گزاریں۔"

ہیلما نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر لگتا ہے۔ یہاں بھی سانپ ہو سکتے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ سانپ تمھارے قریب نہیں آئیں گے۔ لیکن ذرا ہمت کر کے تھوڑی دور تک چلو۔ یہاں بلندی پر کنارے کی طرف رہنا خطرے سے خالی نہ ہو گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک سانس لینے کے بعد اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر ڈگمگاتے ہوئے آگے بڑھنے لگیں۔ تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے پارس نے کہا۔ "یہ جگہ مناسب ہے۔ اپنا سامان اتار کر رکھ دو۔"

وہ دونوں بیگ اتارنے لگیں۔ پارس نے دوا کا ایک ڈبا لیا۔ پھر اسے چاروں طرف گھوم گھوم کر اسپرے کرنے لگا۔ ہیلما نے ٹارچ کی روشنی میں گھڑی دیکھی۔ رات کے ڈھائی بجنے والے تھے۔ جب اس نے سلارا کو وقت بتایا تو اس نے حیرت سے چیخ کر کہا۔

"او گاڈ! کیا میں اتنی رات تک بوجھ اٹھائے چلتی رہی ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "اچھی طرح بوجھ اٹھانے کے بعد گہری نیند آتی ہے۔ چلو، سو جاؤ۔"

وہ رسی لے کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا۔ وہ اعتراض کرنے لگی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟ اس حالت میں مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ میں تم پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

اس نے پشت پر دونوں ہاتھ باندھ دیے۔ پھر وہی رسی اس کے پیروں سے باندھ دی۔ ہیلما کو اس کے قریب لیٹنے کے لیے کہا۔ پھر خود ان سے ذرا دور جا کر لیٹ گیا۔ اس نے ایک اسٹین گن اپنے بازو پر رکھی تھی اور دوسری اسٹین گن سینے پر رکھ لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہیلما نے سرگوشی میں کہا تھا۔ "یہ سو گئی ہے۔"

"تم بھی سو جاؤ، کیوں جاگ رہی ہو؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تو اٹھ کر بیٹھو اور پہرا دیتی رہو۔ میں سو رہا ہوں۔ کوئی خطرہ ہو تو فوراً جگا دینا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں، پھر اپنے دماغ کو ہدایات دیں

کہ وہ سورج طلوع ہونے تک سوتا رہے۔ اس دوران اگر کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی خطرہ پیش آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ وہ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا۔

شیبا نے اسے یہ تربیت دی تھی۔ اسے اور جوجو کو اس بات کا عادی بنا دیا تھا کہ وہ آنکھیں بند کرکے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اب وہ اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ دماغ کو جو ہدایات دیتے تھے۔ اسی کے مطابق ہوتا تھا اور وہ وقتِ مقررہ پر جاگتے تھے۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہوتی تو وقت سے پہلے ان کی آنکھ کھل جاتی تھی۔

چاند نکل آیا تھا جنگل دور تک اُجاگر ہو رہا تھا۔ ہیلما آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی پھر پارس کے قریب دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ چاند کی روشنی میں اسے بڑی لگن سے دیکھنے لگی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ایک کم سن لڑکا ہے۔ وہ بہت پُراسرار لگ رہا تھا جیسے پچیس تیس برس کا جوان ہو اور اپنے اندر عمر چھپا کر خود کو کم عمر ظاہر کر رہا ہو۔ لیکن کارنامے وہی انجام دے رہا ہو، جو بھرپور جوانی میں دیے جاتے ہیں جنھیں دیکھ کر عورت کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ جاتی ہے۔

یہ قدرت کا قانون ہے کہ انسان کی دماغی صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی، پھولتی اور پھلتی ہیں۔ توانائی کی ابتدا بچپن سے ہوتی ہے اور جوانی میں یہی توانائی بھرپور ہو جاتی ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ جب بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ کر آہستہ آہستہ اس توانائی کو زوال آنے لگتا ہے۔ یہ ازل سے ہوتا آرہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ لیکن کبھی کبھی قدرت اپنا کرشمہ دکھاتی ہے۔ ایک غیر معمولی بات پیش کرکے انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ خدا جب کسی کو دماغی اور جسمانی توانائی دینے پر آتا ہے تو عمر کی تخصیص نہیں کرتا۔ جس نے زلیخا کو بڑھاپے میں جوانی دی، اسی نے پارس کو نوعمری میں جوانوں جیسے عزائم اور ان عزائم پر عمل کرنے کے لیے حوصلہ، قوت اور ذہانت دی ہے۔ وہ معبود جب دیتا ہے تو اس کا وسیلہ اور جواز پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح کیوں دے رہا ہے، کیسے دے رہا ہے۔ پارس کے لیے بھی اس نے ٹیلی پیتھی کا وسیلہ پیدا کر دیا تھا جس کے ذریعے اس کے دماغ میں دنیا بھر کے علوم کا ذخیرہ جمع ہو رہا تھا اور جب ذہانت چمکتی ہے تو حوصلے خود بخود وقت سے پہلے جوان ہوتے جاتے ہیں۔

وہ اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی اور سوچ سوچ کر دیکھتی جا رہی تھی۔ تمام راستے اس کے ساتھ چلتے رہنے کے دوران کبھی کبھی وہ اس کے برابر آجاتی تھی اور دیکھنے کی کوشش کرتی تھی کہ پارس قد میں اس سے اونچا ہے یا نہیں۔ کبھی کبھی وہ برابر لگتا تھا اور کبھی مردانہ وار کارنامے انجام دیتا تو پہاڑ جیسا بلند لگتا تھا۔ وہ اس کا قد معلوم کرنے کے لیے ذرا قریب ہو گئی۔ اس کے پاؤں کے برابر اپنا پاؤں رکھا پھر آہستگی سے لیٹ گئی۔ سر جھکا کر شانے کی طرف دیکھنے لگی کہ اب دونوں کے شانے بھی برابر ہیں یا نہیں۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ستاروں بھرا آسمان جھلملا رہا تھا اور زمین دور تک پھیلی ہوئی انھیں اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ اسی لمحے وہ چونک گئی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سلارا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ نہ جانے کس طرح اس نے اپنے ہاتھ پیروں کی بندشیں کھول لی تھیں، وہ ناگواری سے کہہ رہی تھی "ہاں ہاں، اس کے کلیجے میں گھس جاؤ آخر ہو نا تھیٹر والی، تمھاری جیسی ناچنے گانے والی عورتیں جب کسی پر عاشق ہوتی ہیں تو یہ نہیں دیکھتیں کہ وہ جوان ہے، بچہ ہے یا بوڑھا۔"

ہیلما اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ناگواری سے سوچنے لگی: "یہ تو خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے اس سے لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔ اسے تو جواب دینا چاہیے۔"

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اس کے پاس جاکر اس کے کان میں جھانک رہی تھی۔ ویسے تم نے اپنے ہاتھ پیر کس طرح آزاد کر لیے؟"

سلارا نے کہا "یہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ تم بتاؤ تم اس کے کان میں کیوں جھانک رہی تھیں؟"

"تم یقین نہیں کرو گی۔ کان کے اندر کبھی کبھی ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ روشنی مختلف رنگ بدلنے لگتی ہے پھر وہاں تاریکی چھا جاتی ہے۔"

سلارا نے پوچھا "یہ کیا بکواس ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"میں بھی یقین نہیں کر رہی تھی۔ اسی لیے تو اتنے قریب ہو گئی تھی اور اس کے کان سے کان لگا کر سننا چاہتی تھی کیونکہ ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔ جیسے اس کے کان میں کوئی کچھ بول رہا ہو۔"

"کیا تم نے کچھ سنا ہے؟"

ہاں، ایک ہلکی ہلکی سی آواز تھی وہ پارس! اٹھو، اٹھ جاؤ پارس، تم دو بلاؤں کے درمیان ہو۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"مجھے کیا معلوم۔ میں مطلب سمجھنا چاہتی تھی کہ تم نے مجھے مخاطب کر لیا۔"

سلارا بے یقینی سے پارس کی طرف دیکھنے لگی۔ ہیلما نے کہا۔ "دور سے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ یقین نہ ہو تو قریب جا کر دیکھ لو۔"

سلارا آہستہ آہستہ اٹھنے لگی، وہ پارس کے قریب جاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی، سوچ رہی تھی "پتا نہیں اس لڑکے میں کیا بات ہے جو توجہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ میں کوئی عاشق مزاج نہیں ہوں۔ ویسے بھی میں جوان ہوں اور یہ ابھی نوجوان ہے مگر میں اس کے پاس جانے سے ڈرتی کیوں ہوں؟"

وہ سوچتے سوچتے اس کی قریب آگئی پھر بیٹھ گئی مگر بیٹھنے سے کان میں نہیں جھانک سکتی تھی اسے جھکنا پڑا پھر اور جھکنا پڑا۔ پھر اور جھکنے کے لیے ذرا لیٹنا پڑا۔ کان کے بالکل قریب ہو کر وہ غور سے دیکھنے لگی، پھر احساس ہوا کہ ہیلما نے اسے بے وقوف بنایا ہے۔ وہ غصے سے پلٹ کر اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اسی وقت ہلکی سی آواز سنائی دی "سلارا!"

وہ چونک گئی۔ اسے ایسا ہی لگا تھا جیسے آواز کان کے اندر سے ابھری ہو۔ اس نے پارس کے ہونٹوں کو دیکھا۔ وہ ہونٹ نیند کی حالت میں ذرا سے کھلے ہوئے تھے اور سلارا کا نام ایسا تھا کہ اسے ادا کرنے کے لیے ہونٹ آپس میں نہیں ملتے تھے۔

اس نے سوچا شاید پارس نے نیند کی حالت میں میرا نام لیا ہے۔ بھلا کان سے کیسے آواز آسکتی ہے؟ اس نے سر گھما کر ہیلما کی طرف دیکھا۔ ہیلما نے اس کے کان کی طرف اشارہ کیا۔ اشارے سے سمجھایا کہ وہ کان سے کان لگا کر سنے۔

سلارا نے پھر پارس کے کان سے اپنے کان لگا دیے۔ اسی وقت پارس نے سر گھمایا تو دونوں کی ناک ایک دوسرے سے ٹکرا گئی۔ اس نے کہا "لاحول ولا قوۃ۔ اوپر چڑھتی آرہی ہو۔ دیدے کا پانی مر گیا ہے۔ ارے، اتنی رات کو کوئی نہ دیکھے، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹی۔ پھر بولی "کیا بکواس کرتے ہو؟"

"میں تمھیں بھگا کر لایا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو، کچھ تو چھوٹے بڑے کا لحاظ کرو۔"

"ارے میں تمھارا منہ توڑ دوں گی پہلے ہیلما تمھارے پاس آئی تھی۔"

"ہاں تم نے سوچا وہ آئی ہے تو تم پیچھے کیوں رہ جاؤ۔"

"ارے تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے میں تم پر مرمٹی ہوں۔"

"یہ تو تمھارے عمل سے ظاہر ہے۔ کہاں تو میری جانی دشمن تھیں اپنے آدمیوں سے ہلاک کرانا چاہتی تھیں۔ ایک ریوالور ہاتھ آیا تو مجھ پر گولیاں چلانے لگی تھیں۔ یہاں میرے قریب اکر لوری اسٹین گن تمھارے ہاتھ آرہی تھی مگر تم نے اسے چھوڑ کر میری طرف لپکنا شروع کر دیا۔ پتھر پڑیں گے ایسی جوانی پر۔"

سلارا نے چونک کر اسٹین گن کی طرف دیکھا اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا "اسٹین گن بالکل اس کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔ میں چاہتی تو فوراً اس پر قبضہ جما کر اسے اپنے بس میں کر سکتی تھی۔ واپس چلنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ وہ بات نہ مانتا تو میں اسے گولی مار سکتی تھی لیکن مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں دشمن پر قابو پانے کی بات بھول گئی۔ میں اپنی بدلہ لینے کی بات بھول گئی اور اس کے قریب ہوتی چلی گئی۔ میں اس کمبخت ہیلما کی باتوں میں آگئی تھی۔"

اس نے گھور کر ہیلما کو دیکھا پھر پوچھا "تم نے اس کے قریب جا کر کیا دیکھا تھا، کیا سنا تھا اب بولتیں کیوں نہیں؟"

ہیلما نے کہا "میں نے جو بھی دیکھا، جو بھی سنا۔ اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہو اور تم سے یہ کہے کہ پارس کے کانوں سے روشنی پھوٹ رہی ہے یا آواز آرہی ہے تو کیا تم دیوانہ وار اس کی طرف چلی جاؤ گی آخر کیوں جاؤ گی؟ تم خود اپنے آپ کو ٹٹولو۔ آخر تم اس کے پاس کیوں گئی تھیں؟"

سلارا نے پہلی بار محسوس کیا وہ کسی حماقت میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اس کے بھائی اس کی ذہانت کی تعریفیں کرتے تھے وہ سائنس لیبارٹری میں بھائی جارج کے شانہ بہ شانہ کام کرتی تھی۔ ٹرانسفارمر مشین بنانے میں پیش پیش رہی تھی اور اس میں بھی ذہانت کا ثبوت دیا تھا لیکن عورت خواہ کتنی ہی ذہین ہو اسے ایسے وقت کیا ہو جاتا ہے جب وہ کسی دوسری عورت کو کسی مرد کے قریب دیکھتی ہے۔ یہ بھول جاتی ہے، عمر کیا ہے؟ موقع کیا ہے؟

دراصل پارس نے چکرا دیا تھا جب بھی وہ اپنی عمر سے بڑا کام کرتا تھا تو ایسا لگتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی بے باک جوان مرد چھپا ہوا ہے اور ان عورتوں کو متاثر کرتا چلا جا رہا ہے ایسے وقت صرف اس کی دلیری اور ذہانت دکھائی دیتی تھی۔ اس کی عمر کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔

سلارا ذرا دور جا کر بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر پارس کو دیکھا۔ پھر کہا "سوری حماقت میری تھی۔"

وہ ایک چھوٹے سے پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر چاروں طرف دوا اسپرے کی۔ پھر اپنی جگہ آکر لیٹتے ہوئے پوچھا "کیا وقت ہوا ہے؟"

ہیلما نے کہا "چار بج کر چالیس منٹ ہو چکے ہیں۔"

"چلو ایک دو گھنٹے ہی سہی، کچھ تو سو جاؤ۔ میں اپنے ماں باپ کی طرح ٹیلی پیتھی جانتا تو پہلے تم عورتوں کو سُلا دیتا پھر خود اطمینان سے سو جاتا۔"

ہیلما نے کہا "تم آرام سے سو جاؤ میں اپنے وعدے کے مطابق جاگتی رہوں گی۔ پہرا دیتی رہوں گی۔ تمھارے ہتھیاروں کے قریب کسی کو نہیں آنے دوں گی۔"

سلارا نے کہا "مجھے نہ سناؤ۔ میں سو رہی ہوں۔ تمھیں پہرا دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس نے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ پارس نے پھر اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ کوئی اس کے قریب آئے تو فوراً آنکھ کھل جائے ورنہ دو گھنٹے تک سوتا رہے اس کے بعد وہ پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

دو گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہیلما اسی طرح اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا واقعی تم مسلسل جاگ رہی ہو؟"

"ہاں یہ کسی وقت بھی بیدار ہو کر ہمارے لیے مصیبت بن سکتی

تھی۔ اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ میں تو حیران ہوں" اس نے اپنے ہاتھ پیر کس طرح کھول لیے تھے؟"

"یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں ہے۔ لیقیناً اسے تربیت دی گئی ہوگی۔" پارس نے کہا۔

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ چاروں طرف حدِ نظر تک جنگل ہی جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کہا "تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے سو جاؤ پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔"

"میں تھیٹر میں کام کرتی ہوں۔ رات بھر جاگتی ہوں۔ صبح بھی نیند نہیں آتی۔ البتہ دوپہر کو سو جاتی ہوں۔ موقع ملا تو کہیں سو لوں گی ورنہ دیکھا جائے گا۔"

پارس نے بوتل میں سے پانی لے کر کلی کی۔ پھر کہا "منہ ہاتھ دھو کر کچھ کھا لو جب دشمن چاروں طرف سے گھیر رہے ہوں اور تقدیر میں صرف بھاگنا ہی بھاگنا لکھا ہو تو کھانے پینے کا بہت کم موقع ملتا ہے جب بھی موقع ملے اس میں کچھ کھا پی لینا چاہیے۔"

وہ کھانے کے دو ڈبے کھول کر کھانے لگے۔ ہیلما نے کہا۔ "تمھیں چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو گی؟"

"میں کسی بات کا عادی نہیں ہوں پھر ہمارے ماسٹر والشورد کی نے سختی سے چائے پینے سے منع کیا ہے۔ ہم دونوں بھائی دودھ یا اوولٹین استعمال کرتے ہیں۔"

"کیا تمھارا بھائی تمھاری طرح ذہین اور دلیر ہے؟"

"تم میری تعریفیں کر رہی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس تعریف کا مستحق ہوں یا نہیں۔ بائی دی وے، میں جیسا بھی ہوں، میرا بھائی بھی ویسا ہی ہے بلکہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی ہے۔"

"کیا وہ تمھاری طرح سچا نشانہ لگاتا ہے؟"

"بے شک۔"

"کیا وہ تمھاری طرح زندہ دِل ہے؟"

"بس یہیں پر وہ مجھ سے مختلف ہے۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی طاری رہتی ہے۔ وہ ہنسنا تو جانتا ہی نہیں۔ دن میں صرف دو بار مسکراتا ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "دو بار!"

"ہاں، ایک بار صبح دانتوں کو برش کرتا ہے، دوسری بار رات کو سونے سے پہلے برش کرتا ہے۔ اس طرح اس کے دانت نظر آتے ہیں تو بے چارہ مسکراتا ہوا سا لگتا ہے۔"

ہیلما کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر پوچھا "تم دونوں کا نام پارس کیوں ہے؟"

"میں پارس اوّل ہوں اور وہ پارس دوم۔"

"لیکن نام تو پارس ہی ہوا نا؟"

"یہ ہم سب کی مجبوری ہے۔ میری ماما کہتی ہیں کہ پارس [illegible] کا اپنا بیٹا ہے لہٰذا پارس اس کا نام ہونا چاہیے۔ میرا نام کچھ اور رکھا [illegible] شیبا ممی ..... جب زندہ تھیں، یہی کہتی تھیں کہ میں اصل پارس [illegible] لہٰذا میرا نام تبدیل نہیں ہوگا۔ سونیا ممّا اور آنٹی آمنہ بھی شیبا [illegible] حمایت کرتی ہیں۔ اس لیے پاپا نے کہہ دیا ہے جب تک فیصلہ [illegible] تب تک ہم نام سے نہیں نمبر سے پہچانے جائیں گے یعنی اوّل [illegible]"

"کبھی تم مادام رسونتی اور فرہاد صاحب کے بیٹے ثابت نہ ہوئے تو تمھیں کتنا دکھ ہوگا؟"

"ہمیں اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ جو مل جائے اسے شکریے کے ساتھ قبول کرو۔ جو نہ ملے اس کا افسوس نہ کرو۔ دنیا میں صرف خون کا رشتہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا میرا رشتہ شیبا ممی سے خون کا نہیں تھا دل کا تھا اور انھوں نے دل لگاؤ سے میری جیسی تربیت کی [illegible] ماما پارس دوم کو دے رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر یہ کہ میری ممی تو مر چکی ہیں۔ مجھے اب ماں کے کھونے کا دکھ کیا ہوگا؟ رہ گئی باپ کی بات تو پاپا ہم دونوں بھائیوں کو یکساں چاہتے ہیں۔ ہم [illegible] کوئی فرق نہیں سمجھتے؟"

"تم سب سے زیادہ کسے چاہتے ہو؟"

"جوجو کو۔"

ہیلما نے ایک گہری سانس لی۔ سلارا نے کروٹ بدل کر کہا "ہائے پارس، یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ بے چاری ہیلما کا دل ٹوٹ گیا ہوگا!"

پارس نے کہا "اگر تم جاگ رہی ہو تو اُٹھ بیٹھو۔ جلدی سے کچھ کھا لو۔ ہمیں یہاں زندگی نہیں گزارنا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر والے آنے ہی ہوں گے۔"

آدھے گھنٹے بعد جب سلارا نے کھا پی لیا اور وہ وہاں سے روانہ ہونے لگے تب دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ وہ تینوں دوڑنے لگے۔ سلارا ان کے ساتھ دوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن پارس اسے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ پہاڑی کا وہ بلند حصہ چٹانی تھا۔ کہیں کہیں درخت نظر آتے تھے، ورنہ چٹانیں اور بڑے بڑے پتھر دکھائی دیتے تھے۔

آواز ابھی دُور ہی دُور بھٹک رہی تھی۔ وہ جنگل کے دوسرے حصوں میں تلاش کر رہے تھے۔ وہ تینوں بھاگتے بھاگتے رُک گئے۔ ایک جگہ ایسی نظر آ رہی تھی جہاں پتھر ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ اس طرح انھیں ان پتھروں کے نیچے چھپنے کا موقع مل سکتا تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے وہاں آئے۔ پھر پتھروں کے نیچے چلے گئے۔ سلارا نے کہا "آخر کب تک دوڑو گے؟ دن کی روشنی پھیل گئی ہے۔ میں کہتی ہوں، ہتھیار پھینک کر اپنی گرفتاری پیش کر دو۔ میں تمھیں [illegible] بچاؤں گی۔"

پارس نے کہا "کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ان کے خوف سے بھاگ رہا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمھیں ان کے سامنے گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا اور وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ میں تو انھیں صرف بھٹکا رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ وہ مجھے نہ دیکھیں اور بھٹک بھٹک کر مایوس ہو کر چلے جائیں۔"

"آخر بچے ہونا۔ بچکانہ سوچ رکھتے ہو۔ وہ لوگ میرے بغیر کبھی واپس نہیں جائیں گے۔ کبھی مایوس نہیں ہوں گے۔ ایک ایک کر کے سبھی اپنی جان دے دیں گے۔ ان میں سے جو آخری آدمی بچے گا وہ بھی مجھے لے جانے کی کوشش کرے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب سہم کر چپ ہو گئے۔ نظریں اُٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ شیر نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کی آواز سنائی دے رہی تھی، بلکہ ایک نہیں دو شیروں کی آوازیں تھیں۔ ایک کے بعد ایک دھاڑ رہا تھا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر بھی اسی طرف آنے لگا۔ پارس نے پتھر کے نیچے سے ذرا جھک کر دیکھا، دُور سے ہیلی کاپٹر آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی وقت اچانک ہی ایک شیر اور ایک شیرنی چھلانگ لگا کر ایک پتھر کی بلندی پر آ گئے۔ ان کی نظریں ٹھیک پارس کی طرف تھیں۔

اس نے اسٹین گن سنبھالی۔ سلارا نے کہا "کیا تمھارے تربیت دینے والوں نے یہ نہیں سمجھایا کہ شیر اسٹین گن سے مارے نہیں جاتے؟"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں، یہ اس ہتھیار سے نہیں مریں گے لیکن بُری طرح زخمی ہوں گے۔"

"اور زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ یہاں ایک نہیں دو ہیں۔"

وہ دونوں غرّا رہے تھے۔ پارس نے انھیں سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر فیصلہ کیا، واقعی انھیں زخمی نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن فائرنگ ضرور کرنا چاہیے۔ اب تو ہیلی کاپٹر والوں کی مدد لینا ہی ہوگی۔ وہی انھیں یہاں سے بھگائیں گے۔

یہ سوچتے ہی اُس نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ دونوں شیر دو سمت اِدھر سے اُدھر چھلانگ لگا کر گئے مگر زیادہ دور نہیں گئے۔ پارس فائرنگ کرتا ہوا پتھر کے نیچے سے نکل آیا۔ ہیلما اور سلارا بھی اس کے پیچھے تھیں۔ ہیلی کاپٹر والوں نے انھیں دیکھ لیا۔ پھر دیکھتے ہی اپنا رُخ اُن شیروں کی طرف کیا، پرواز نیچی کی۔ پھر فائرنگ کرتے ہوئے ان کی طرف جانے لگے۔

ایسے وقت پارس دھوکا کھا گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا شیروں کی طرف فائرنگ ہوتی جائے گی لیکن اُن میں سے ایک نے ان کی طرف بھی فائر کر دیا۔ ہیلما کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑی۔ پارس جلدی سے نیچے لیٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے گزر گیا تھا اور اب وہ شیروں پر فائرنگ کرتا جا رہا تھا۔

ہیلما کا جسم لہو سے بھیگ رہا تھا۔ وہ آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ پارس نے اس کے سر کے نیچے ہاتھ رکھا، پھر کہا "ہیلما! ذرا حوصلے سے کام لو۔ میں کچھ کرتا ہوں۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "نہیں ماسٹر نہیں، بس میرا وقت پورا ہو گیا۔ اگر مرنے کے بعد کوئی اور زندگی ہے، کوئی اور دُنیا ہے تو میں اس دُنیا میں تمام زندگی تمھیں یاد کرتی رہوں گی۔" یہ کہتے کہتے اس نے آخری ہچکی لی پھر ٹھنڈی پڑ گئی۔ وہ غصّے سے دانت پیسنے لگا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کی اسٹین گن چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اُس نے پلٹ کر ایک ہاتھ رسید کیا۔ سلارا چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ اگر اسٹین گن اس کے شانے سے نہ لٹکی ہوتی تو سلارا کے ہاتھ لگ جاتی۔ اس نے پلٹ کر کہا "تمھارے آدمیوں نے جان بوجھ کر ہم پر گولی چلائی ہے۔ میں ان آنے والوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر یہ میرے ہاتھ نہ آئے تو ہیلما کی جان کے بدلے تمھاری جان لوں گا۔ تم سب انسان نہیں ہو، شیطان کی اولاد ہو۔ ایک عورت تنہا اپنی زندگی گزار رہی تھی، تھیٹر میں کام کرتی تھی، اپنا کھاتی تھی، اپنا پہنتی تھی۔ تم لوگ اسے اغوا کر کے یہاں لائے اور اسے بے موت مار دیا۔ اب تم کسی وقت بھی بے موت مرنے کے لیے تیار رہو۔"

ہیلی کاپٹر ایک چکر کاٹ کر واپس آ رہا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر کہا جا رہا تھا "ماسٹر پارس! ہمیں افسوس ہے۔ ہم نے ہیلما کی لاش دیکھی ہے۔ یقین کرو ہم نے جان بوجھ کر گولی نہیں چلائی ہے۔ ہم تو شیروں کو بھگا رہے تھے۔"

پارس نے چیخ کر کہا "یو بلڈی فول، تم مجھے بچہ سمجھ رہے ہو۔ شیر کہاں تھے؟ اور ہم کہاں تھے؟ اور تمھارا نشانہ کہاں تھا؟"

یہ کہتے ہی اس نے اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ ہیلی کاپٹر دُور نکل گیا تھا۔ وہ پھر ایک چکر کاٹ کر آ رہا تھا اور اسپیکر کے ذریعے آواز آ رہی تھی "ماسٹر پارس! ہم سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ دوستی کر لو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، تم جس طرح بھی شہر تک جانا چاہو گے، ہم لے جائیں گے۔ تم مادام سلارا کو یرغمال بنا کر ہمارے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر شہر تک جا سکتے ہو۔"

وہ ایک چکر کاٹ کر جب قریب سے گزرنے لگا تو پارس نے پھر تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ اس بار کئی گولیاں ایندھن والی ٹنکی میں جا کر لگیں۔ یک بیک آگ بھڑک گئی۔ پرواز بہت نیچی تھی۔ پارس نے دیکھا، ادھر جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے دونوں دروازے کھل گئے تھے اور وہاں سے لوگ چھلانگیں لگا رہے تھے۔ صرف چار مسلح افراد ہی باہر نکل سکے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ ہیلی کاپٹر بالکل بے قابو ہو گیا تھا۔ ایک بڑے

سے پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔ پھر وہ غضب کا دھماکا ہوا کہ وہاں کی زمین لرزنے لگی۔ دھواں آسمان کی طرف جانے لگا اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑتے ہوئے دُور دُور تک چٹانوں اور پتھروں سے ٹکرانے لگے۔

سلارا اوندھے منہ پڑی خوف سے چیخ رہی تھی۔ پارس اس کا ایک بازو پکڑ کر جلدی سے گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو جس پتھر کے نیچے وہ دونوں چھپے ہوئے تھے وہیں ہمیشہ کے لیے دب کر رہ جاتے۔ زمین کے لرزنے کی وجہ سے پتھر لرز رہے تھے اور اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے۔ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے' وہاں کے پتھر گرتے ہوئے ایک دوسرے پر آ گئے تھے اور زمین بوس ہو گئے تھے۔ ہیلما گم ہو چکی تھی۔ وہ تمام پتھر اس کی اُبھری ہوئی قبر بن گئے تھے۔

سلارا پر مارے دہشت کے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اگر پارس اسے وہاں سے نہ نکالتا تو وہ ان پتھروں تلے کچلی جاتی۔ وہیں اس کی قبر بن جاتی۔ ہیلی کاپٹر کے پہلے دھماکے کے بعد دوسرا زبردست دھماکا ہوا تو وہ سکتے سے چونک گئی۔ پارس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ ہیلی کاپٹر کے باقی ماندہ ٹکڑے جو فضا میں اُڑ رہے تھے' وہ اب ان کی طرف نہیں آ رہے تھے۔ پارس اسٹین گن لیے تن کر کھڑا ہوا تھا اور ان چار مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا جو ابھی تک زمین پر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ جب تک دھماکے ختم نہ ہوتے وہ وہاں سے اُٹھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ ہو سکتا تھا ان میں سے کچھ مر چکے ہوں۔ اس نے سلارا کے بازو کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اُٹھاتے ہوئے کہا "چلو۔"

"نن نہیں' میں نہیں چل سکوں گی۔ میرے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

پارس نے اسٹین گن کا رُخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "جب اس سے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی پھٹ سکتی ہے تو تمہارا سر بھی اُڑ سکتا ہے۔ میں زیادہ دور چلنے کو نہیں کہوں گا لیکن اپنے آدمیوں سے جتنی دور نکل سکتی ہو' نکل چلو۔"

وہ جبراً چلنے لگی۔ پارس نے کہا "یوں نہیں' ذرا تیز قدموں سے۔"

پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے جانے لگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سلارا نے اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑاتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں' تم مجھے نہیں مارو گے' صرف دھمکیاں دے رہے ہو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے؟"

"اگر تم میری جان کے دشمن ہوتے تو ابھی مجھے نہ بچاتے۔ او گاڈ! جب بھی مجھے یہ منظر یاد آئے گا' میں لرز جایا کروں گی۔ اگر تم ذرا سی دیر کرتے تو میں ان پتھروں کے نیچے کچلی جاتی۔ اگر تم میری جان کے دشمن ہو تو بتاؤ میری جان کیوں بچائی؟"

"میں تمہیں یرغمال بنا کے لے جا رہا ہوں۔ تمہاری زندگی میری زندگی ہے۔ لہٰذا جب مجھے گرفتاری کا یا اپنے مرنے کا یقین ہوگا' تبھی تمہیں ماروں گا ورنہ زندہ رکھوں گا۔"

وہ اگرچہ دُور آ گئے تھے' لیکن وہ چاروں مسلح افراد [illegible] ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی موت [illegible] گیا کیونکہ اس کے لباس میں آگ لگ گئی تھی اور وہ یونہی پڑا [illegible] اگر زندہ ہوتا تو زندگی کے لیے ضرور تڑپتا' مچلتا اور اپنے لباس کی آگ بجھانے کی کوشش کرتا۔

دوسرا شخص چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی [illegible] کی رائفل اس سے ذرا دور پڑی ہوئی تھی۔ اگر وہ زندہ رہتا تو [illegible] مقابلے کے لیے اپنی رائفل ضرور ہاتھ میں رکھتا۔ لہٰذا اس کی [illegible] کا یقین ہو رہا تھا۔ باقی دو شخص اوندھے پڑے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ اپنی اپنی رائفلوں پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا "شاید وہ زندہ ہیں۔ ان سے میں نمٹ لوں گا' یہاں سے [illegible]"

اچانک سلارا نے چیخ کر کہا "سانپ!"

پارس نے اِدھر اُدھر اپنے قدموں کی طرف دیکھا۔ سلارا نے کہا "وہ دیکھو' اس آدمی کے پاس۔"

اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔ پارس نے دیکھا' دو شخص جو اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے' سانپ ان میں سے ایک کے اوپر چڑھ گیا تھا۔ اس کے اوپر سے رینگتا ہوا اس ہاتھ تک پہنچ گیا تھا جس میں رائفل تھی۔ زبردست دھماکوں کے باعث سانپ' بچھو اور دوسرے کیڑے مکوڑے زمین سے نکل آئے تھے۔ کتنے ہی درندوں کی آوازیں دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ قریب کوئی نہیں آ رہا تھا۔ پارس محتاط قدموں سے چلتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا جو اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے جس پر سانپ رینگ رہا تھا' اس پر اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ سانپ مر گیا۔ آدمی یوں ہی پڑا رہا۔ دوسرا شخص بھی فائرنگ کی آواز پر نہیں اٹھا۔ پارس نے ان میں سے ایک کی رائفل لی' اس کا معائنہ کیا۔ پھر کارتوس کی پیٹی بھی لے لی۔ اپنی ایک اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹیاں وہیں پھینک دیں۔ دوسری اسٹین گن شانے سے لٹکالی۔ رائفل کو ہاتھ میں لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا سلارا کے پاس آیا اور کہا "یہاں سے نکل چلو۔ درندے ان لاشوں کو کھانے کے لیے آئیں گے۔"

سلارا اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے جانے لگی۔ اب وہ رافعی خوشی دوڑ رہی تھی کیونکہ اس کے تمام سہارے ٹوٹ چکے تھے بلکہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے تھے۔ ان کے قلعے کی چھت پر دو ہی ایک ہیلی کاپٹر تھا جو ضرورت کے وقت کام آتا تھا' اب وہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔ انہیں تلاش کرنے والے اب کسی بھی ذریعے سے پارس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

وہ دونوں کبھی دوڑتے جاتے تھے' کبھی تیزی سے چلنے لگتے تھے۔ سلارا ہانپتے ہوئے کہنے لگی "تم نے بہت بُرا کیا۔ میرے آدمی [illegible]

[illegible] لیتے تو کوئی بات نہ ہوتی۔ ہیلی کاپٹر کو تباہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ ہوتا تو ہم اس کے ذریعے کہیں بھی پہنچ سکتے تھے۔"

کہیں کہیں درختوں پر بندر اِدھر سے اُدھر اُچھلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ان کے راستوں پر بھی آ جاتے تھے۔ پھر اچھل کر چلے جاتے تھے۔ دوسرے جانوروں کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔ [illegible] ہیلی کاپٹر کے دو زبردست دھماکوں نے تمام درندوں کو چوکنا کر دیا تھا اور سب کو اسی طرف متوجہ کیا تھا۔ انہیں مردہ انسانوں کا گوشت ملنے والا تھا اور دو زندہ انسان بھاگتے جا رہے تھے۔ انہیں بھی بھلا وہ کب چھوڑنے والے تھے۔ وہ رونے کے انداز میں بولی "ہماری موت اسی جنگل میں لکھی ہے۔ تمہاری احمقانہ دلیری مجھے بھی مار ڈالے گی۔ ہم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔"

"جب یقین ہے' یہاں مرنا ہے تو پھر ڈرنا کیا؟"

"میں تمہاری طرح حرام موت مرنا نہیں چاہتی۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے اپنی مرضی سے مرنا چاہتی ہو۔ اس جنگل میں میری تمہاری کوئی مرضی نہیں چلے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی چیتے کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ بہت دور ایک چٹان پر ایک چیتا کھڑا ہوا تھا۔ سلارا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پارس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ پھر ایک طرف دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ چیتے کی موجودگی میں دوسرے جانور دور دور بھاگنے لگے تھے۔ پارس نے ایک جگہ رک کر دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھالی اس کے دستے کو شانے سے لگا کر چیتے کا نشانہ لیا۔ پھر گولی داغ دی۔ چیتا اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ اِدھر پارس ایک جھٹکا کھا کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اس نے وہ رائفل پہلے کبھی چلائی نہیں تھی۔ دوسری رائفلوں کا تجربہ تھا۔ ایک بار گولی چلانے کے بعد پتا چلا کہ کتنا زبردست جھٹکا پہنچا ہے۔

وہ فوراً ہی زمین سے اُٹھ گیا۔ جس شانے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی' اُدھر کا ہاتھ ہلانے لگا۔ کبھی دائرے کی صورت میں اور کبھی مختلف ورزش کی صورت میں۔ پھر وہ دونوں پنجوں کے بل اچھلتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی ورزش کرنے لگا۔ سلارا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے شیر مارا ہے۔ جو اتنے اطمینان سے اچھل رہے ہو؟"

اس نے جھک کر اسٹین گن اور کارتوس کی پیٹی اُٹھائی۔ رائفل وہیں چھوڑتے ہوئے کہا "اب اسے نہیں چلاؤں گا ورنہ خود چل بسوں گا۔"

وہ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ قریب ہی پانی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ ان کا رُخ اسی طرف تھا لیکن پانی کے قریب پہنچنے سے پہلے پھر وہی چیتا دکھائی دینے لگا۔ اس نے کہا "سلارا کہیں قریب ہی دریا ہے۔ تیزی سے بھاگنے کی کوشش کرو۔ دریا تک پہنچو۔"

سر پر موت کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ پارس بھی اس کے ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک جگہ رُک کر اسٹین گن کا رُخ چیتے کی طرف کیا۔ وہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اسٹین گن سے فائرنگ کی' چیتا اچھل کر دور جانے لگا۔ اب وہ پھر اپنی عادت کے مطابق ایک لمبا چکر کاٹ کر ان کی طرف آنے والا تھا۔ اتنی دیر میں وہ پھر دوڑنے لگے تھے۔ اب یوں لگتا تھا جیسے ان کے بے بس اور مجبور ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اسٹین گن سے چیتے کو مار نہیں سکتے تھے۔ صرف وقتی طور پر دور بھگا سکتے تھے۔ پھر بدنصیبی یہ کہ دوڑتے دوڑتے انہیں ایک جگہ رُکنا پڑا۔ کیونکہ اس کے بعد گہری پستی تھی اور اس پستی میں ایک دریا زور و شور سے بہہ رہا تھا۔

چیتے کی گرج دار آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک چکر کاٹ کر آ رہا تھا۔ سلارا کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ نہ آگے جا سکتے تھے نہ پلٹ کر واپسی کا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ واپسی کے راستے پر چیتا موجود تھا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا۔ پارس نے ذرا آگے بڑھ کر پستی میں جھانک کر دیکھا۔ اندازہ کیا۔ تقریباً پچاس فٹ کی گہرائی پر وہ دریا بہہ رہا تھا۔ اس نے کہا "چھلانگ لگا دو۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں' کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اتنی گہرائی میں چھلانگ کا مطلب ہے خود کو موت کے حوالے کر دینا۔"

"تم نہیں مرو گی' زندہ رہو گی۔ نیچے پانی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر اسٹین گن سے فائرنگ کی۔ چیتا اچھل کر ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے اچھل کر پھر پتھر کے اوپر آیا اور گرجنے لگا۔ پارس نے اپنی کارتوس کی پیٹی چیتے کی طرف اچھال دی۔ پھر اسٹین گن بھی اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "سلارا! اب ہم نہتے ہیں۔ میرے پاس صرف ایک چاقو ہے اور میں کوئی ٹارزن کی اولاد نہیں ہوں لہٰذا ایک ہی راستہ ہے۔ آؤ' میرا ہاتھ پکڑو اور چھلانگ لگا دو۔"

اب اعتراض کی گنجائش نہیں تھی۔ خالی ہاتھ رہ کر چیتے کا لقمہ بننا گوارا نہیں تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پارس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولی "میں مر جاؤں گی۔"

"زندہ رہنے کا حوصلہ کرو تو نہیں مرو گی۔ یاد رکھو' دریا میں گرتے ہی پہلے گہرائی میں جاؤ گی پھر دو ہاتھ مارتے ہی ابھر کر سطح پر آ جاؤ گی اس کے ساتھ ہی تیرنا شروع کر دینا۔ چلو' ایک' دو' تین...!"

یہ کہتے ہی اس نے چھلانگ لگائی۔ سلارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا پہنچا تو کنارے سے اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پارس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ اس نے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے یوں

لگ رہا تھا' جیسے آسمان سے گر رہی ہو اور پتا نہیں کہاں پہنچنے والی ہو۔ یہ صرف چند سیکنڈ کی بات تھی۔ پھر عرّاپ سے پانی کے اندر چلی گئی۔ چیتا پتھر پر سے چھلانگ لگا کر کنارے آیا تھا اور سر جھکا کر ان دونوں کو حسرت سے دیکھ رہا تھا جو اس کا لقمہ بنتے بنتے رہ گئے تھے۔

دریا بہت گہرا تھا لیکن وہ دونوں تیرنا جانتے تھے۔ غوطہ خوری کا بھی ہنر آتا تھا لہٰذا پانی میں ڈوبتے ہی پھر ابھر کر سطح پر آ گئے اور تیرنے لگے۔ تیرنے میں بھی زیادہ مشقت کی ضرورت نہیں تھی۔ دریا کی پُر زور لہریں انھیں بہا کر لے جا رہی تھیں۔ وہ صرف ڈوبنے سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

دریا نشیب کی طرف بہہ رہا تھا' اس لیے بہاؤ تیز تھا۔ وہ دونوں اتنی ہی تیزی سے بہتے جا رہے تھے۔ جہاں انھوں نے چھلانگ لگائی تھی' وہاں دونوں کناروں کی اونچائی تقریباً پچاس فٹ ہوگی اب وہ اونچائی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ ساحل نیچی سطح پر دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ پتا نہیں کتنے میل تک بہتے رہے' تیز رفتار لہروں میں وقت اور فاصلے کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بہت دور تک بہنے کے بعد وہ دریا دو مختلف سمتوں میں تقسیم ہو گیا۔ یوں تو وہ سیدھا بہتا جا رہا تھا لیکن اس کی دو شاخیں دائیں بائیں نکل گئی تھیں۔ ایک شاخ شمال کی طرف جا رہی تھی۔ دوسری جنوب کی طرف۔

جنوبی ساحل پر ایک درخت جھکا ہوا تھا۔ پارس اس کی شاخ پکڑ کر رک گیا۔ پھر پیچھے آنے والی سلاد سے چیخ کر کہا "اس طرف چلی آؤ۔"

وہ اس سے بہت دور ایک بڑے سے پتھر کو پکڑ کر رک گئی۔ ہانپتے ہوئے چیخ کر بولی "میں نہیں آؤں گی۔ اسی طرح بہتی ہوئی تم سے دور نکل جاؤں گی۔"

"تمھاری مرضی ہے۔ آگے پانی کا بہاؤ کم ہے۔ وہاں مگرمچھ ہو سکتے ہیں۔"

"اے مگرمچھ سے کیا ڈراتے ہو۔ تم نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔ اتنی بلندی سے مجھے چھلانگ لگانے پر مجبور کیا۔ میں مر جاتی تو تمھارا کچھ نہ جاتا۔ اب زندہ دیکھ کر پھر یرغمال بنا کر لے جانا چاہتے ہو۔ میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"جس پتھر کے سہارے کھڑی ہوئی ہو' اس کے بعد بہت گہرائی ہے۔ اگر اپنی زندگی چاہتی ہو تو کنارے کی طرف تیرتی چلی آؤ۔"

"گہرائی ہوتے دو۔ میں ڈوب کر مر جاؤں گی مگر تمھارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

پارس نے اپنی کمر سے چاقو نکالا۔ پھر اسے کھولتے ہوئے کہا "اگر تم ادھر نہیں آؤ گی تو میں بھی کنارا چھوڑ دوں گا اور بیچ دریا میں آ کر تمھارا راستہ روکوں گا۔ تم میرے ساتھ نہیں آنا چاہو گی تو چاقو سے زخمی کر کے یہاں گھسیٹتا ہوا لاؤں گا۔"

وہ چاقو کی طرف دیکھ کر سوچنے لگی "اگر میں اس سے بچ کر نکل بھی گئی تو تنہا کہاں جاؤں گی۔ پتا نہیں' جنگل کے کس حصے میں ہوں۔ جاد سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ لوگ مجھے اب تلاش کر سکتے ہیں۔"

اس نے سوچتے سوچتے سر اٹھا کر پارس کی طرف دیکھا۔ پھر اس

کے دل نے کہا "یہ واقعی مرد کا بچہ ہے۔ دیکھو تو یقین نہیں آتا لیکن میں دیکھتی آ رہی ہوں۔ اگر ایک نوجوان لڑکے کے کارناموں سے متاثر ہو کر اسے جوان مرد کہا جا سکتا ہے تو میں نے ایسا جوان مرد اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا اور نہ دیکھوں گی۔ ایک کے پلے پڑ گئی۔ یہی کہانی ہے۔"

پارس نے بلند آواز سے پوچھا "اے کیا تم مجھے دیکھتے دیکھتے سو گئی ہو؟"

وہ چونک گئی۔ دوسری طرف منہ پھیر کر سوچنے لگی "میں اس کے ہاتھ نہیں آؤں گی۔ اس سے دور بہتی جاؤں گی۔ دیکھتی ہوں' یہ اور کتنا حوصلے والا ہے۔ مجھے کس طرح کنارے تک لے جائے گا؟"

اس نے پتھر کا سہارا چھوڑ دیا۔ پھر بہتی ہوئی جانے لگی۔ پارس نے اسے دیکھا۔ چاقو بند کیا۔ اسے کمر کی بیلٹ میں پھنسایا۔ پھر جھکے ہوئے درخت کی شاخ پر سے چھلانگ لگا کر دریا میں پہنچ گیا۔ وہ لہروں کے زور پر تیرتی آ رہی تھی۔ پارس اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب سلاد نے دیکھا کہ وہ قریب آ رہا ہے تو اس نے تیرتے ہوئے اپنا رخ بدل دیا۔ وہ ابھی ایک دوسرے کے قریب نہیں پہنچے تھے' اس سے پہلے ہی وہ اپنا راستہ بدل لینا چاہتی تھی۔

پارس نے ڈبکی لگائی۔ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ تیرتے ہوئے ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔ اس کی چالاکی پر حیرت ہو رہی تھی۔ پتا نہیں' وہ پانی کے اندر ہی اندر کس طرح اس کے قریب پہنچنے والا تھا۔ وہ تیزی سے تیرنے لگی۔ اسی وقت حلق سے چیخ نکل گئی' کسی نے پانی کے اندر دبوچ لیا تھا۔ وہ ڈوبنے لگی' دوسرے ہی لمحے پھر ابھر آئی۔ اب اس کے ساتھ پارس تھا۔ وہ تڑپ کر خود کو چھڑانے لگی۔ پارس نے اسے آسانی سے چھوڑ دیا لیکن پھر چالاکی دکھائی' اس نے لانبے بالوں کو پکڑ لیا تھا اور دور ہی دور رہ کر تیرتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے بالوں کو چھڑانے کی کوشش کرتی جا رہی تھی۔ ساتھ ہی ہاتھ پاؤں مارتی جا رہی تھی تاکہ پانی کی سطح پر ابھری رہے اور سانس لیتی رہے۔ اسی جدوجہد میں پتا نہ چلا کہ وہ کس طرح ساحل تک پہنچ گئی۔

اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتی اور دریا میں چھلانگ لگا کر تیرنا شروع کر دیتی۔ وہ کنارے پہنچ کر گر پڑی تھی۔ بیچاری ولن شنا نے چت ہو کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ بھیگا ہوا لباس بدن سے چپک گیا تھا۔ وہ بڑی بے نیازی سے آنکھیں کھولے کھلے آسمان کو تک رہی تھی۔ بے نیاز تو پارس بھی تھا۔ اسے ابھی تک جتنی تربیت دی گئی تھی' وہ اسی کے مطابق زندگی گزار رہا تھا۔ اس کو صنفِ مخالف سے نہ دلچسپی لینا سکھایا گیا تھا اور نہ کسی پر وہ خصوصی توجہ دے رہا تھا۔ بس ایک جوجو تھی جس سے گہرا لگاؤ تھا اور وہ لگاؤ بھی ہزار بھرے دوستانہ جذبوں سے زیادہ نہ تھا۔ ان کی محبت میں پاکیزگی اور بھرپور شرارتیں تھیں۔ ابھی شیطان نے ان کے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پارس نے پوچھا "کیا یہیں سو جانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے سر گھما کر پارس کو دیکھا۔ ذرا دیر تک اسے سر سے پاؤں تک دیکھتی رہی پھر بولی "کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ میری آنکھیں سلامت ہیں۔ میں دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیا میں بہت حسین ہوں؟"

"تم نے صرف کل سے آئینہ نہیں دیکھا اور اتنی جلدی بھول گئیں کہ حسین ہو یا نہیں؟"

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

"ہاں حسین ہو۔"

وہ لیٹے ہی لیٹے انگڑائی کے لیے ہاتھ اٹھا کر بولی "کیا میں جوان بھی ہوں؟"

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں' پچاس فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانے کے باوجود بھی تمھاری جوانی سلامت ہے۔"

"یہ جنگل بیابان ہے۔ میں ساحل کی ہری بھری گھاس پر بھیگی پڑی ہوں۔ کیا تم کچھ محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر مسکراتے ہوئے بولی "کیسا خطرہ؟"

"تمھاری ٹانگیں دریا کی طرف ہیں۔ سوچتا ہوں' کوئی مگرمچھ کھینچ کر لے جائے گا تو میں کسے یرغمال بناؤں گا؟"

وہ جھنجلا کر اٹھ بیٹھی۔ حسن و جوانی کی کوئی قدر نہ ہو' کوئی دیکھ کر اسے محسوس تک نہ کرتا ہو تو اس سے زیادہ توہین کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ جب کوئی نہ سمجھے' نہ محسوس کرے تو وہ جوانی جوانی نہ ہوئی' حسن حسن نہ ہوا۔ کانٹوں کا درخت ہوا جسے کوئی دیکھتا تک نہیں اور دیکھ لے تو ہاتھ لگائے بغیر گزر جاتا ہے۔

وہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی "تم اتنے نادان تو نہیں ہو۔"

"میں نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا ہوں' یہ عمر نادانی کی ہوتی ہے اور نادانی کا مطلب شیطانی نہیں ہوتا۔"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تم پر مر مٹی ہوں اور اپنی طرف مائل کر رہی ہوں۔"

"تم خود سمجھ رہی ہو' خود بول رہی ہو۔"

"تم کل سے ہر قدم پر مجھے تجسس میں مبتلا کرتے آ رہے ہو' کبھی ذہانت کے معاملے میں' کبھی دلیری کے معاملے اور کبھی احساسات اور جذبات کے معاملے میں۔ میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم اتنے فرشتہ ہو جبکہ تمھارا باپ شیطان ہے۔"

"جو عورت نوعمر لڑکے سے حسن اور جوانی کے پیچھے حل کراتی

ہو اس کے سامنے میرا باپ تو کیا دنیا کا کوئی بھی مرد شیطان بن سکتا ہے۔ اب اٹھو یہاں سے ہمیں دن ہی دن میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر لینا چاہیے۔"

وہ دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ سلارا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولی۔ "پتا نہیں کیا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ چھلانگ لگانے کے دوران کھانے کا بیگ میری پشت سے نکل کر گر پڑا تھا۔ اب کیا ہو گا؟"

"جب تک کچھ نہ ملے میرا دماغ کھاتی رہو۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے برابر آ گئی۔ پھر اس کا بازو تھام کر چلنے لگی۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا پھر کہا۔ "تم میں یہ تبدیلی اچانک آئی ہے۔ کل تک میں تمہیں نظر نہیں آیا۔ دشمن بنی ہوئی تھیں۔ اب اچانک لگاوٹ ظاہر کر رہی ہو۔ بات کیا ہے؟"

"عورت کسی کو سمجھتے سمجھتے ہی سمجھتی ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اگر تم میری زندگی کی ہر سانس کے ساتھ رہو تو دنیا کی کوئی شیطانی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"اچھا تو تمہارا خیال ہے، میں تمہاری ہر سانس کے ساتھ تمہارا باڈی گارڈ بن کر رہوں گا؟"

"باڈی گارڈ بن کر نہیں دوست بن کر۔"

"میں نے صرف ایک ہی لڑکی سے دوستی کی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ وہ جوجو ہے۔"

"ہاں، تمہارے ستارے اچھے ہیں کہ میں خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہوں۔ اگر جوجو میرے دماغ میں آتی اور تمہیں اس طرح میرے ساتھ چلتے ہوئے دیکھتی تو تمہاری کھوپڑی ہلا کر رکھ دیتی۔"

"میں بھی سانس روک لیتی ہوں۔ وہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گی۔"

"بڑے بڑے یوگا کے ماہر یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر کسی کمزوری میں مبتلا ہو کر خیال خوانی کرنے والوں کے لیے دماغ کے دروازے خود بخود کھول دیتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، اچھی خاصی ذہین عورت کو بھی اچانک کیا ہو جاتا ہے۔ تم وہی لڑکی ہو نا جو اپنے بھائی جارج کے ساتھ سائنس لیبارٹری میں کام کرتی ہو۔ ریاضی کے مشکل سے مشکل سوال حل کرتی ہو۔ پیچیدہ معاملات کو سمجھنے میں اور سلجھانے میں اپنی ذہانت کا ثبوت دیتی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔ تم پہلے نوجوان ہو جس کی ضد اور زبردستی کے آگے جھکتی چلی جا رہی ہوں۔ میں کسی کو چکمہ دینے میں زیادہ وقت نہیں لگاتی لیکن تمہارے ساتھ جہاں تک جا رہی ہوں اور جتنی دیر ہو رہی ہے اتنا ہی مجھے فائدہ پہنچنے والا ہے۔"

"ہاں، میرے دماغ کے ایک گوشے میں یہ بات کھٹک رہی ہے۔ چل کر تم بھرپور ذہانت کا ثبوت دینے والی ہو۔ یہاں سے ہم جب کسی یا چھوٹے بڑے شہر میں پہنچیں گے، وہاں تمہارے آدمی ضرور ہوں گے۔ وہاں تم مجھے مجبور اور بے بس بنانے کے لیے کتنے ہی ذرائع استعمال کر سکو گی۔ بہرحال جب وہ وقت آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ اپنے بچاؤ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی اتنا بتا دو کب تک میرا بازو لیے میرے ساتھ ساتھ چلتی رہو گی؟ ذرا الگ ہو کر بھی چل سکتی ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے الگ ہو گئی۔ پارس گہری سنجیدگی سے سوچتا جا رہا تھا۔ "اچانک سلارا کا رویہ کیوں بدل گیا ہے۔ یہ میری اور اپنی عمر کے فرق کو مٹا رہی ہے۔ ضرور اس کے پیچھے کوئی چال ہے جو ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

دریا کے کنارے چھوٹی چھوٹی بستیاں یا چھوٹے بڑے شہر ضرور آباد ہوتے ہیں۔ وہ اسی امید پر چل رہے تھے کہ آگے چل کر کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی آبادی میں پہنچنے والے تھے۔ سلارا نے کہا۔ "ہم نے اپنی گاڑی میں سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد رات بھر چلتے رہے اور اب بھی چل رہے ہیں۔ اس حساب سے ہم نے زیادہ سے زیادہ پچاس کلو میٹر کا فاصلہ طے کیا ہو گا۔ اس کے بعد بھی قریبی شہر تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنا ہو گا۔ یہ دن گزر جائے گا، رات گزر جائے گی۔ کل کا دن بھی شاید گزر جائے۔ کیا میں اتنی دور تک پیدل چل سکوں گی؟"

"تم اس پختہ سڑک کے حساب سے فاصلہ ناپ رہی ہو جبکہ ہم جنگل کے اندر سے گزر رہے ہیں، یقیناً یہ شارٹ کٹ ہو گا۔"

"جنگل کا یہ اندرونی راستہ سڑک کے راستے سے بھی طویل ہو سکتا ہے۔"

"ہونے دو، کوئی بات نہیں ہم کنارے کنارے چلتے ہوئے ضرور کسی بستی تک پہنچیں گے۔"

"جب تک ہم پہنچیں گے، بھوک سے میرا دم نکل جائے گا۔"

"مجھے ابھی تک بھوکے رہنے کا تجربہ تو نہیں ہے لیکن میں نے سنا ہے آدمی مستقل مزاج ہو تو تین روز تک بھوک برداشت کر لیتا ہے۔"

"شام تک کچھ نہ ملا تو میں مر جاؤں گی۔"

"ہر جاندار کو کھیتوں سے یا جنگلوں سے خوراک حاصل ہوتی ہے۔ ذرا دور دور تک نظریں دوڑاتی جاؤ، کوئی ایسا درخت ضرور نظر آئے گا جس کے پھلوں سے تم پیٹ بھر سکو گی۔"

کوئی دو چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دور تک درخت ہی درخت دکھائی دینے لگے۔ ان میں پھل بھی نظر آ رہے تھے۔ سلارا نے ان درختوں کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ، جلدی آؤ۔ دیکھو یہ پھل کھانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "اتنی دیر سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ کھانے کی چیز دیکھتے ہی دوڑنے لگیں۔ اگر پہلے ہی تیزی سے چلتی رہتیں تو ہم کتنا فاصلہ طے کر لیتے؟"

وہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ پھر اس کے پھل توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ اس کے بعد ایک شاخ سے لٹک کر نیچے کود گیا پھر اس نے پوچھا۔ "تم خاموش کیوں کھڑی ہو۔ اتنے پھل تمہارے قدموں کے پاس ہیں، اٹھاؤ اور کھاؤ۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "میں پہلے نہیں کھاؤں گی۔"

"یعنی تمہیں ڈر ہے کہ اگر یہ زہریلا ہوا تو مر جاؤ گی؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے ایک پھل اٹھایا پھر چاقو سے کاٹ کر اسے دیکھا۔ ناک کے پاس لے جا کر سونگھا پھر زبان سے چکھا۔ اس کے بعد دانت سے کاٹ کر تھوڑا سا کھایا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کیسا ہے؟"

پارس نے منہ بنا کر کہا۔ "کچھ عجیب سا ذائقہ ہے۔ ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"پورا پھل کھا کر دیکھو۔"

"کھا تو رہا ہوں۔"

وہ آہستہ آہستہ چبا کر کھانے لگا۔ سلارا اسے غور سے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس نے پورا پھل کھا لیا لیکن اچانک ہی اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ وحشت زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر بولی۔ "کیا ہوا؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کبھی ادھر دیکھنے لگا۔ کبھی ادھر جا کر تکنے لگا جیسے صاف طور پر نظر نہ آ رہا ہو۔ پھر اس کے منہ سے ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ وہ پھر سہم کر بولی۔ "کیا ہو رہا ہے؟ پارس تمہیں کیا ہو رہا ہے؟"

اس کی ہنسی قہقہے میں بدل گئی۔ وہ زور سے قہقہے لگاتے ہوئے بولا۔ "مزہ آ رہا ہے۔ پورا جنگل گھوم رہا ہے۔ ادھر سے ادھر جا رہا ہے اور ادھر سے ادھر آ رہا ہے اور تم بھی تو ناچ رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کیا یہ نشیلا پھل ہے؟"

اس نے ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ اچانک وہ قہقہہ ایک جھٹکے سے رک گیا جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔ پارس کے دیدے اور پھیل گئے تھے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے درخت سے ٹکرا گیا۔ اس کی زبان یوں باہر نکل رہی تھی جیسے سانس اٹک اٹک کر آ رہی ہو اور وہ بڑی مشکل سے سانس کھینچ رہا ہو۔ پھر وہ دھپ سے گر پڑا۔ سلارا نے چیخ کر کہا۔ "پارس! کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہوا؟ جواب دو۔"

وہ دوڑتی ہوئی قریب آئی۔ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر دیکھا تو اس کی بھی اوپر کی سانس اوپر ہو گئی کیونکہ پارس کی سانس رک گئی تھی۔ دیدے ساکت ہو گئے تھے۔ اس نے نہیں، کہتے ہوئے چیخ ماری۔ اس کے چہرے کو چھوڑا تو اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

چند لمحوں کے لیے اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ پھر ذرا پیچھے ہٹ کر اسے غور سے دیکھا۔ اس کے بعد قریب آئی اس کے ایک ہاتھ کو تھام کر نبض ٹٹولنے لگی۔ اس کی نبض نہیں مل رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ابھی یہ نوجوان ہنستا بولتا جا رہا تھا۔ اپنی زندگی کا مکمل ثبوت دے رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کیسے مر سکتا ہے۔ کیا موت اسی طرح اچانک حملہ کرتی ہے؟

اس نے کلائی چھوڑ دی۔ پھر گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی قریب آئی، اس کے سینے پر سر رکھ کر اس کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس گردن ڈھلکنے کے بعد اس طرح جھک گیا تھا کہ وہ پوری طرح اس کے سینے تک پہنچ نہیں سکتی تھی۔ پھر بھی اس نے سننے کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ تب وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ نہیں نہیں، کہتے ہوئے دور جانے لگی۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "اوہ گاڈ، یہ کیا ہو گیا؟ اب میں تنہا اس جنگل میں کیسے رہوں گی؟ کہاں جاؤں گی؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

جنگل میں اس کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی۔ "مجھے ڈر لگ رہا ہے، ڈر لگ رہا ہے، لگ رہا ہے، لگ رہا ہے...."

پھر اس نے پارس کی طرف گھوم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "پارس! اٹھ جاؤ، اٹھ جاؤ، پارس اٹھ جاؤ، جاؤ، جاؤ، آؤ آؤ...."

وہ پارس کو اٹھنے کے لیے کہہ رہی تھی اور اس کی لاش سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت یہی سمجھ میں آیا کہ دن کی روشنی میں جتنا فاصلہ طے کر سکتی ہے اور جتنی جلدی کسی بستی تک پہنچ سکتی ہے اتنا ہی اس کے لیے بہتر ہو گا ورنہ وہ بھی تنہا اس جنگل میں ماری جائے گی۔

یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچی، وہاں سے پلٹ کر دیکھا۔ پارس بہت دور ایک درخت کے پاس گھاس پر اسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے دریا کے کنارے کنارے جانے لگی۔ اب اس کی یہی کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ تیزی سے طے کر لے۔

اس نے جوڈو کراٹے کی تربیت حاصل کی تھی۔ روزانہ صبح ایک آدھ میل تک دوڑ لگاتی تھی۔ یہ ریاضت اب کام آ رہی تھی۔ وہ بڑی دور تک دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر رفتار ذرا سست کر دی۔ بہت تیزی سے چلتی گئی۔ جب سانس ذرا بحال ہونے لگی تو پھر دوڑ لگانا شروع

کردی۔ وہ اسی طرح کبھی دوڑ رہی تھی کبھی تیزی سے چل رہی تھی۔ جب تک پارس ساتھ چلتا رہا تھا وہ نخرے کرتی رہی تھی۔ اسے ستانے کے لیے' پریشان کرنے کے لیے آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ آج صبح تک یہ آس تھی کہ ایسی سُبک رفتاری برقرار رکھے گی تو اس کے آدمی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے لیکن پارس نے اس کی آس ہمیشہ کے لیے ختم کر دی تھی۔

اب وہ دوڑتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ اگر پہلے ہی پارس کے ساتھ دوڑ لگاتی رہتی۔ اور تیزی سے چلتی رہتی تو اب تک کسی نہ کسی آبادی تک پہنچ جاتی۔ اب تنہا دوڑتی ہوئی پتا نہیں کتنے میل کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ آخر ایک جگہ تھک کر رک گئی۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ رکنا نہیں چاہتی تھی۔ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اب اسے محسوس ہوا جیسے کوئی دوڑ رہا ہے۔ اس نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کان لگا کر سُننے لگی' دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ ایک دم سے سہم گئی۔ اِدھر اُدھر بچاؤ کا راستہ تلاش کرنے لگی۔ پھر ایک درخت کے پیچھے جا کر چیختے ہوئے بولی "کون ہے؟ یہاں کون ہے؟"

اس کے بولتے ہی آواز رک گئی تھی۔ گھرا سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ کان لگا کر سُننے لگی۔ اب کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اُلٹے قدموں پیچھے کی طرف جاتے ہوئے چاروں طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ کئی منٹ گزرنے کے بعد بھی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پلٹ کر پھر دریا کے کنارے دوڑنے لگی۔ اس بار اس کی رفتار اور تیز ہو گئی تھی۔ خوف کے مارے اور زیادہ تیزی سے دوڑنا پڑ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ بالکل نڈھال ہو گئی تھی۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ خود کو دوڑنے کے قابل نہیں سمجھتی تھی بلکہ کہیں تھک کر گر جانا چاہتی تھی لیکن اچانک پھر دوڑنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ انسان کو اپنی زندگی سے بہت پیار ہوتا ہے۔ وہ اپنی سلامتی کے لیے کانٹوں پر بھی دوڑتا چلا جاتا ہے۔

آفتاب مغربی کنارے تک پہنچ گیا تھا۔ دھوپ ڈھل گئی تھی۔ شام کے سائے پھیلنے لگے تھے۔ وہ آخر لڑکھڑاتے ہوئے دریا کے کنارے گر پڑی۔ دوڑنے کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ دوپہر سے دوڑ رہی تھی۔ اب شام ہو گئی تھی حالانکہ مسلسل دوڑ نہیں لگائی تھی۔ بیچ بیچ میں رک جاتی تھی اور تیزی سے چلنے لگتی تھی۔ اپنی سانسوں کو بحال کرنے کے بعد پھر دوڑ لگاتی تھی۔ بہر حال اسے آج کی دوڑ ساری زندگی یاد رہے گی۔ وہ بُری طرح ہانپتے رہنے کے بعد سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اب سانسیں بحال ہو رہی تھیں مگر بھوک اور پیاس سے بُرا حال تھا۔ وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر چیخ مار کر ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس سے کچھ فاصلے پر پارس کھڑا ہوا اسی پھل کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر مزے سے کھا رہا تھا۔

وہ چند لمحوں تک اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی پھر خوش ہو کر بولی "تم زندہ ہو؟"

وہ پھل کھاتے ہوئے بولا "بہت ہی لذیذ ہے۔ ایک بار کھاؤ گی تو کھاتی ہی چلی جاؤ گی۔"

وہ غصے سے بولی "یُو چیٹ' دھوکے باز' فریبی میں تمھیں نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے جھک کر پتھر اٹھایا۔ پھر کھینچ کر مارا۔ پارس ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے دوسرا پتھر مارا۔ وہ فضا میں اچھلا۔ پھر واپس زمین پر آ گیا۔ وہ اچانک زوردار قہقہہ لگانے لگی جیسے پاگل ہو گئی ہو۔ پھر ہنستے ہنستے اچانک رونے لگی۔ پارس اسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ کبھی ہنس رہی تھی کبھی رو رہی تھی اور اس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر قریب آ کر ایک دم سے لپٹ گئی۔ دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بولی "تم نے ایسا کیوں کیا؟ بولو! ایسا کیوں کیا۔ میں دہشت سے مر جاتی تو تمھیں کیا مل جاتا؟"

وہ بولا "مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ سب کچھ ملنے والا ہے۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑو تو سہی۔"

"نہیں چھوڑوں گی۔ ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ تم ظالم ہو۔ تم بے رحم سنگدل ہو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"

ایسا کہتے کہتے اس نے پارس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ جس بات کی توقع نہ ہو اور وہ ہونے لگے تو چند لمحوں کے لیے حواس بجا نہیں رہتے۔ چند لمحوں کے بعد پارس نے اسے ایک جھٹکے سے الگ کر دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہ پھر اس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ پر ایک پھل رکھ دیا۔ پھر کہا "اسے کھاؤ۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے جلدی سے مُنہ پھیر لیا۔ پھر دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ اس کا دل عجب طرح سے دھڑک رہا تھا۔ آج سے پہلے نہ دل کبھی خوف سے دھڑکا اور نہ ہی کسی شدید جذبے سے۔ تمارا جوجو کے ساتھ بھی ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ شرارتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ لوٹ پوٹ ہوتے رہتے تھے۔ اس کے باوجود شیطان ان کے درمیان نہیں گیا۔ کمبخت اِدھر چلا آیا۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سلارا مسکراتے ہوئے چلی آ رہی تھی۔ وہ پانی کے قریب گیا۔ لہروں میں اس کا عکس منتشر ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے عکس پر تھوک دیا "آخ تھو!"

سلارا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کس پر تھوک رہے ہو؟"

"اپنے آپ پر۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا مطلب؟"

"مجھے اور میرے بھائی پارس کو ادارے میں تربیت دینے والے بہت سے بزرگ ہیں جن میں سرِفہرست جناب شیخ الفارس صاحب ہیں۔ انھوں نے ہمیں دینی تعلیمات دی ہیں اور شیطان سے بچنے کے گُر سکھائے ہیں...... سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ جب بہکنے کا اندیشہ ہو تو انسان اپنے آپ پر تھوک دے۔ اس طرح شیطان کمزور پڑ جاتا ہے۔ ملعون کی سمجھ میں یہ آ جاتا ہے کہ جو شخص اپنی ذات پر تھوک سکتا ہے' وہ اس پر بھی تھوک سکتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں سمجھ گئی اور جو سمجھ چکی ہوں اس سے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آج سے تمھاری اور شیطان کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔"

وہ پلٹ کر ایک طرف چلتے ہوئے بولا "تمھاری ہنسی بتا رہی ہے کہ شیطان کی جیت پر تمھیں خوشی ہو گی۔"

"تم جسے شیطان کہتے ہو' میں اسے عمر کا تقاضا کہتی ہوں۔ آج سے تمھارے اندر بھی تقاضے ہوتے رہیں گے۔"

"تم اپنی فکر کرو۔ اندھیرا بڑھتا جا رہا ہے۔ پھر وہی جنگل ہو گا اور وہی تاریکی ہو گی۔ جانوروں کی آوازیں رہ رہ کر سُنائی دے رہی ہیں۔ ان میں خونخوار درندے بھی ہوں گے جو اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر کھانے کے بعد پانی پینے کے لیے دریا کے کنارے آتے ہیں۔ ہم بھی کنارے کنارے چل رہے ہیں۔ ان سے ملاقات یقینی ہے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"میں پیش آنے والے حالات کی سنگینی سے آگاہ کر رہا ہوں' اب ہمارے پاس ایک چاقو کے سوا کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

"اب کیا ہو گا؟ دوپہر سے چلتے چلتے رات ہونے لگی۔ کوئی بستی دکھائی نہیں دی۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہم کسی انسانی آبادی تک پہنچ سکیں گے۔ اگر کوئی درندہ اِدھر آ نکلا تو کیا کرو گے؟"

"میں اسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔ تم اس سے عمر کے تقاضے کی بات کرنا۔"

"کیوں مذاق اڑا رہے ہو؟"

"اب اسے مذاق کہہ رہی ہو۔ کیا سارے جذبات ہوا ہو گئے؟"

"پلیز کام کی بات سوچو۔ بہت ڈر لگ رہا ہے' اوپر سے بھوک ستا رہی ہے۔"

پارس نے جیب سے دو پھل نکال کر دیتے ہوئے کہا "میں تو بھول ہی گیا تھا۔ تم نے ایک ہی کھایا ہے۔ لو اور کھاؤ۔"

اس نے پھلوں کو لیا۔ پھر انھیں کھاتے ہوئے بولی "یہ بہت لذیذ ہیں لیکن ان سے پیٹ نہیں بھر سکتا۔"

"میں تمھیں اغوا کرتے وقت بھول گیا تھا کہ تمھارے ساتھ بکس کا اسٹاک بھی لانا چاہیے۔"

"آخر تم کام کی بات کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

"کوئی کام کی بات ہو تو کروں۔ سیدھی سی بات ہے' اگر کسی درندے نے حملہ کیا تو ہمارے سامنے بچاؤ کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم دریا میں چھلانگ لگا کر گہرائی کی طرف جائیں اور لہروں کی زد پر تیرتے ہوئے دور نکل جائیں۔"

وہ بولی "ہم اندھیرے میں ایک دوسرے کو تیرتے ہوئے نہیں دیکھ سکیں گے۔ تم کہیں چلے جاؤ گے' میں کہیں پہنچ جاؤں گی۔"

"مجھ سے ایک بھول ہوئی۔ ہیلی کاپٹر والوں کی موت کے بعد ان کی تلاشی لینا چاہیے تھی۔ ان کی جیب سے ماچس اور لائٹر جیسی چیزیں مل سکتی تھیں جو اس وقت کام آتیں۔ ہم لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ لگاتے۔ اس طرح درندے ہم سے دور رہتے اور ہم کسی ایک جگہ رات گزار دیتے۔"

"مگر اب کیا ہو گا۔ میں تم سے بچھڑ کر رات کو تنہا نہیں بھٹک سکتی۔ مارے خوف کے مر جاؤں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کسی درندے کی آواز سنائی دی۔ وہ سہم کر اس کے بازو کو سختی سے جکڑ کر ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پارس پریشان ہو گیا۔ اب اس طرح ساتھ چلنے سے کچھ ہونے لگتا تھا۔ مجبوری یہ تھی کہ اسے الگ کرنے سے بھی وہ الگ نہ ہوتی بلکہ اور کمبل بن جاتی لہٰذا جس حد تک تھی اسی حد تک اسے برداشت کر لینا دانشمندی تھی۔

وہ چلتے چلتے رک گئے۔ پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے ایک طرف دیکھنے لگے۔ بہت سے درخت دور تک ٹوٹے ہوئے تھے۔ جھاڑیاں بھی زمین بوس ہو گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ان پر سے بہت بھاری بھر کم ٹریکٹر گزر گیا ہو۔ وہ سرگوشی میں بولا "محتاط رہو' جیسے ہی خطرہ پیش آئے' دریا میں چھلانگ لگا دینا۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی "کیا یہاں کوئی چھپا ہوا ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں' درختوں اور جھاڑیوں کی ایسی حالت کیوں ہو گئی؟ پچھلے دنوں جب میں تمھاری قید میں تھا تو زبردست طوفان آیا تھا۔ راستے میں کئی درخت ہمیں ٹوٹے ہوئے ملے لیکن اس طرح ایک ہی جگہ اتنے درخت اور اتنی جھاڑیاں زمین بوس نظر نہیں آئیں۔ یہاں ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص بات ہونے دو۔ آگے بڑھ جاؤ' خواہ مخواہ کسی خطرے کو دعوت نہ دو۔"

"نہیں سلارا! میں معلوم کروں گا۔ آخر یہاں کیا بات ہے؟ تم بالکل کنارے کھڑی رہو۔ کسی بھی خطرے کے وقت تمھارے فرار کے لیے یہ دریا موجود ہے۔"

پہلے اس نے بازو سے پکڑا ہوا تھا۔ پھر سامنے آ کر گھیر لیا' کہنے لگی "میں نہیں جانے دوں گی۔ میں اکیلی نہیں رہوں گی۔ آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"دیکھو' یہ جو سامنے درخت گرا ہوا ہے' میں اس پر چڑھ کر دور تک دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ اندھیرا ضرور ہے لیکن ستاروں کی روشنی میں شاید کچھ نظر آ جائے۔"

"مَیں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"تو پھر چلو۔"

وہ آگے بڑھنا ہی چاہتے تھے کہ ٹھن کی آواز سنائی دی جیسے لوہا لوہے سے ٹکرایا ہو۔ وہ پھر سہم کر چپکنا چاہتی تھی۔ پارس نے فوراً ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "تم اپنے خوف سے فائدہ اٹھائے چلی جا رہی ہو۔ خود کو ذہین کہتی ہو، کیا اتنا نہیں سمجھ سکتیں کہ یہاں ایک یا ایک سے زیادہ لوگ ہیں۔ ان کے پاس ٹریکٹر یا بلڈوزر قسم کی گاڑی ہے، جو ان درختوں کو توڑتی اور جھاڑیوں کو کچلتی ہوئی آگے گئی ہے۔"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ اس جنگل میں ٹریکٹر یا بلڈوزر کہاں سے آجائے گا؟"

"تم نے ابھی لوہے سے لوہا ٹکرانے کی آواز سنی ہے یا نہیں اور وہ آواز اچھی بھاری بھرکم تھی۔"

وہ اس کا ہاتھ کھینچتا ہوا ایک طرف لے گیا، جہاں ایک درخت گرا ہوا تھا۔ وہ ایک تنے پر چڑھ گیا۔ پھر ہاتھ کا سہارا دے کر سلارا کو اوپر چڑھایا۔ وہ دونوں اس پر سنبھل سنبھل کر آگے بڑھنے لگے۔ شاخوں کا سہارا لے کر گرے ہوئے درخت کی بلندی تک جانے لگے، لیکن آگے صاف طور پر منظر نہیں آرہا تھا۔ جنگل گھنا تھا۔ نگاہوں کے سامنے شاخوں کی پتیاں ہی پتیاں تھیں جنھوں نے سامنے کا منظر چھپا لیا تھا۔ دن کا وقت ہوتا تو شاید ان پتیوں سے پرے دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ مایوس ہو کر سرگوشی میں بولا۔

"یہاں سے کچھ نظر نہیں آئے گا، نیچے اتر کر آگے بڑھنا ہوگا۔"

"کیوں خواہ مخواہ اپنی جان خطرے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ ہم چپ چاپ یہاں بیٹھ کر رات گزار دیں گے۔"

"یہ تمہارے لیے بہت محفوظ جگہ ہے۔ تم ذرا دیر یہ بیٹھی رہو، مَیں جاؤں گا اور جلد ہی واپس آؤں گا۔"

"اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔" مَیں اکیلی نہیں رہوں گی۔"

"اے تو کیا تم نے مجھ سے نکاح پڑھا لیا ہے۔ حالات کو سمجھا کرو۔"

"مَیں ایک ہی بات سمجھتی ہوں اور وہ یہ کہ مجھے تم سے الگ نہیں رہنا چاہیے۔"

وہ بے بسی سے بولا۔ "اچھی بات ہے، چلی آؤ میرے پیچھے۔"

وہ پھر شاخوں سے اترتے ہوئے تنے پر پہنچے، پھر وہاں سے زمین پر آگئے مگر بہت دیر ہو گئی تھی، پھر کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اگر دو چار آدمی ہوتے اور کوئی کام کر رہے ہوتے تو اس کے بعد بھی آواز آتی یا پھر ان کی گفتگو رات کے سناٹے میں دور تک سنائی دیتی۔ وہ گرے ہوئے درختوں اور جھاڑیوں سے ذرا دور آگیا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر پھر اسی طرف جانے لگا جہاں سے ٹھن کی آواز سنائی دی تھی۔

وہ دونوں دبے قدموں چلتے اور پھر رک جاتے۔ چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتے، پھر آگے بڑھنے لگتے۔ اس طرح آگے بڑھتے بڑھتے ایک جگہ ٹھٹک گئے۔ ستاروں کی مدھم سی روشنی میں ایک بہت بڑی لانچ دکھائی دے رہی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پچھلے روز جب زور کی آندھی چلی تھی تو یہ لانچ دریا سے گزر رہی تھی۔ آندھی نے اسے دریا سے اچھال کر ان جھاڑیوں میں پھینک دیا تھا جہاں وہ لانچ پڑی ہوئی تھی، اس کے آس پاس اونچے گھنے درخت تھے۔ شاید اس لانچ کو ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ذریعے تلاش کیا گیا ہو لیکن گھنے درختوں کے سائے میں ہونے کے باعث وہ کسی کو نظر نہ آئی ہو۔

سلارا نے سرگوشی میں کہا۔ "اس میں ضرور کچھ لوگ ہوں گے، کیا ہم انھیں دوست بنا سکتے ہیں؟"

پارس نے لانچ کے قریب ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس پر چڑھ سکتی ہو؟"

"ہاں، مگر چڑھنا کیا ضروری ہے؟"

"نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم ان لوگوں کو دوست نہ بنا سکے تو ان کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے پہلے پناہ گاہ ڈھونڈ لینا چاہیے۔"

"کیا تم بھی درخت پر چڑھو گے؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ مَیں تمھیں ایک محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میری پروا مت کرو۔ اگر وہ دشمنی پر اتر آئیں گے تو مَیں انھیں جھانسا دے کر کہیں کا کہیں نکل جاؤں گا، لیکن بعد میں واپس آکر تمھیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"نہیں، تم مجھے دھوکا دے کر چلے جاؤ گے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ اس ویرانے میں نہ آدم ہے نہ آدم زاد، ایسے میں ہمیں ایک بڑی لانچ نظر آرہی ہے۔ اس میں کھانے پینے کا سامان ضرور ہوگا۔ ہتھیار بھی ہوں گے۔ ہماری بہت سی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ مَیں ان ساری چیزوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟ خدا کے لیے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"اگر محبت سے سمجھاؤ گے تو سمجھ لوں گی۔"

"مَیں محبت سے ہی سمجھا رہا ہوں۔"

"نہیں، محبت کا یقین دلا کر سمجھاؤ۔"

وہ بے بسی سے سوچنے لگا، مَیں کیا کروں۔ اسے ساتھ رکھ کر لانچ کے قریب جانا یا ان لوگوں کو مخاطب کرنا دانشمندی نہ ہوگی۔ ہو سکتا ہے، وہ بے دریغ فائرنگ شروع کر دیں۔ مَیں تو کسی طرح بچ نکلنے کی کوشش کروں گا مگر اس کا کیا بنے گا؟ یہ تو ماری جائے گی یا ہو سکتا ہے، وہ فائرنگ نہ کریں۔ ہمیں لانچ میں بلائیں اور ایک حسین دوشیزہ کو دیکھ کر درندے بن جائیں۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ سلارا کہہ رہی تھی: "مَیں جانتی ہوں، تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ تم مجھے دھوکے سے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتے ہو۔"

وہ محبت سے قریب آگیا۔ اسے محبت سے سمجھانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر بعد خاموش ہو کر بولی: "اب مجھے یقین آگیا ہے۔ تم جو کہو گے، وہی کروں گی۔"

وہ دونوں اس درخت کے قریب آئے۔ اس نے چڑھنے میں سلارا کی مدد کی۔ وہ اوپر چڑھتی چلی گئی۔ جب نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ اس درخت سے دور چلا گیا۔ پھر ایک بڑے سے پتھر پر چڑھ کر آواز دی: "یہاں کوئی ہے؟"

رات کے سناٹے میں اس کی آواز گونجنے لگی: "یہاں کوئی ہے، کوئی ہے، ہے، ہے، ہے...."

وہ بازگشت مدھم پڑتی گئی، مگر جواب نہیں ملا۔ سلارا درخت کی ایک شاخ پر بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ پارس سائے کی طرح نظر آرہا تھا۔ وہ پتھر سے کود کر نیچے آیا۔ وہاں سے دو چار پتھر اٹھائے۔ پھر اس بڑے سے پتھر پر پہنچ کر دوسری بار آواز دی: "ازدیر اینی باڈی؟"

اس کی آواز پھر رات کے سناٹے میں دور دور تک چکرانے لگی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ تب پارس نے ایک پتھر کھینچ کر مارا۔ وہ لانچ کے کسی حصے میں جا کر گرا۔ ٹھن کی آواز آئی۔ شاید وہ لوہے کی ریلنگ سے ٹکرایا تھا۔ اس کے بعد اس پتھر کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی جیسے وہ لکڑی کے فرش پر سے لڑھکتا جا رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد پھر خاموشی چھا گئی۔

کوئی ردِ عمل نہیں ہو رہا تھا۔ کہیں سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اور پارس کو اطمینان بھی نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اس نے صاف طور پر ٹھن کی ایسی آواز سنی تھی، جیسے کسی نے لوہے کو لوہے سے ٹکرایا ہو۔ ایسی آواز خواہ مخواہ پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ بندر جیسے شریر جانور ایسی حرکت کر سکتے تھے۔ لیکن جنگل کے اس حصے میں ایک بھی بندر نظر نہیں آیا تھا۔ اگر اس لانچ پر کوئی جانور پہنچ گیا ہے اور اس نے کسی طرح ٹھن کی آواز پیدا کی ہے تو پارس کے آواز دینے اور پتھر پھینکنے سے اس جانور کا ردِ عمل ضرور ہوتا۔ جب کہ نہیں ہوا۔

وہ پتھر سے کود کر نیچے آیا۔ تیزی سے چلتا ہوا اسی درخت کے پاس پہنچا جہاں سلارا چڑھی ہوئی تھی۔ پھر وہ بھی اس پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کے قریب آنے پر سلارا نے آہستگی سے کہا: "یہاں سے جہاز کا اوپری حصہ کچھ کچھ نظر آرہا ہے۔"

پارس اس کے قریب سے گزر کر دوسری شاخ پر چڑھتا ہوا اور آگے جانے لگا۔ اس درخت کا ایک حصہ لانچ کی طرف جھکا ہوا تھا، لیکن ذرا دور تھا۔ وہاں سے لانچ کا عرشہ کچھ اور واضح ہو گیا تھا۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ جہاز کا بہت سا سامان پڑا ہوا تھا۔ رسّی کے بنڈل تھے۔ رسّی کی سیڑھی بھی تھی۔ لوہے کا بہت سا سامان بکھرا ہوا تھا۔ دو چار رائفلیں بھی اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں۔ اگر وہ درخت سے اتر کر لانچ پر چڑھنا چاہتا تو شاید ممکن نہ ہوتا کیونکہ جہاز کا عرشہ زمین سے بہت اونچا تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے رسّی کی سیڑھی بہت ضروری تھی جو لانچ کے عرشے پر پڑی ہوئی تھی۔ سلارا آہستہ آہستہ اس شاخ پر آرہی تھی۔ اس نے کہا: "تم دوسری شاخ پر جاؤ، جب مَیں عرشے پر پہنچ جاؤں تو درخت سے نیچے اتر جانا۔ مَیں رسّی کی سیڑھی پھینکوں گا۔"

وہ تعجب سے بولی: "تم عرشے پر کیسے پہنچو گے؟"

"پہلے تم دوسری شاخ پر جاؤ اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھی رہو۔"

وہ دوسری شاخ پر ذرا دور چلی گئی پھر اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پارس اب اسی شاخ پر اور آگے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ عرشے سے کچھ بلندی پر تھا لیکن فاصلہ تقریباً دس فٹ تھا اور وہ شاخ پر سے دس فٹ کی چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا۔

پھر سلارا نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ وہ شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا تھا اور اب جھول رہا تھا۔ کبھی آگے اور کبھی پیچھے جھولتا جا رہا تھا۔ دس فٹ کے فاصلے کو کم سے کم کرتا جا رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے گر پڑے گی۔ پارس نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ شاخ کو مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھی رہے۔ درخت کا وہ حصہ تیزی سے ہل رہا تھا۔ وہ شاخ سے لپٹ گئی، اِدھر وہ تیزی سے جھولتا جا رہا تھا۔ شاخ اسے لانچ کے قریب سے قریب تر کرتی جا رہی تھی۔ جب فاصلہ بہت ہی کم رہ گیا تو اچانک اس نے شاخ کو چھوڑ دیا۔ ایک جست لگائی اور فضا میں لہراتا ہوا عرشے پر پہنچ کر گر پڑا۔ چھلانگ لگانے والے کبھی سیدھے زمین پر جا کر پاؤں کے بل کھڑے نہیں ہوتے۔ وہ جان بوجھ کر ایسے انداز سے گرتے ہیں کہ چوٹ کم سے کم آتی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کپڑے جھاڑنے لگا۔

سلارا فخر سے تن کر شاخ پر یوں بیٹھ گئی جیسے یہ کارنامہ خود اس نے انجام دیا ہو۔ وہ حیرت سے سوچنے لگی۔ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ہمارے بھائی کے منہ پر تیزاب پھینکا اور اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے ضائع کر دیں۔ وہ آنکھیں ہم سب کے لیے اہم تھیں۔ یہ ہمارا دشمن

ہے۔ اس نے بھائی جارج کی ہتھیلی میں سوراخ کر دیا۔ ہمارے پاس ایک ہی ہیلی کاپٹر تھا' اسے تباہ کر دیا۔ ہمارے کتنے ہی آدمی مار ڈالے۔ حساب کرو تو دشمن ہی دشمن نظر آتا ہے، لیکن مجھے کیوں اپنا اپنا سا لگ رہا ہے۔ کیوں میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ یہ کیسا پاگل پن ہے؟ میں اس سے کم از کم دس برس بڑی ہوں۔ پھر یہ کیسی کشش ہے۔ کیسی دیوانگی ہے، کیا اسی کو عورت کی کمزوری اور حماقت کہتے ہیں۔ ایسی حماقت جس نے میری ذہانت کو بھی پچھاڑ کر رکھ دیا ہے۔

ادھر پارس نے عرشے پر پہنچتے ہی ایک رائفل کو اٹھا کر دیکھا تھا، وہ خالی تھی۔ پھر اس نے دوسری جگہ جا کر دوسری رائفل اٹھائی تھی' وہ بھی خالی تھی۔ وہاں جتنی رائفلیں رکھی ہوئی تھیں، ان میں ایک بھی کارتوس نہیں تھا۔ پھر وہ دبے قدموں چلتا ہوا عرشے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے لگا۔ اس نے ایک رائفل کو نال کی طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ تاکہ کہیں سے حملہ ہو تو وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ عرشے پر جو کیبن بنا ہوا تھا، اس کا دروازہ ذرا سا ٹوٹا ہوا تھا۔ کھڑکی بند تھی۔ اس نے دبے قدموں قریب پہنچ کر دروازے کو ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ وہ زوردار آواز سے کھلا۔ اس کا ایک پٹ ٹوٹ کر ایک طرف ڈھلک گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ کیبن میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے اطمینان ہو رہا تھا کہ وہاں کوئی زندہ شخص نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اتنی آوازیں پیدا ہونے کے بعد عرشے پر پہنچ کر مقابلے پر آجاتا۔

سلاما درخت سے نیچے اترنے لگی۔ اس نے دیکھ لیا تھا، پارس رسیوں سے بنی ہوئی سیڑھی اٹھا کر لانچ کی بلندی سے نیچے لٹکا رہا تھا۔ وہ درخت سے اتر کر آئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی لانچ تک پہنچ گئی۔ اسے ایک پناہ گاہ تک پہنچنے کی خوشی بھی تھی اور ڈر بھی لگ رہا تھا کہ اوپر پہنچتے پہنچتے کہیں سے کوئی آکر دبوچ نہ لے، لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ سیڑھی پر چڑھتی ہوئی پارس کے پاس پہنچ گئی۔ پھر ہانپتے ہوئے بولی "کیا تم نے اطمینان کر لیا ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے؟"

"آثار تو یہی ہیں۔ اب کیبن میں گھس کر اور اس عرشے سے نیچے جا کر دیکھنا ہو گا۔ فی الوقت ہمارے لیے سب سے ضروری چیز روشنی ہے۔"

وہ سلاما کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ کیبن کے قریب آیا پھر بولا۔ "تم یہاں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

"نہیں، میں بھی آؤں گی۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر دروازے سے داخل ہو کر آگے ہاتھ بڑھا کر راستہ ٹٹولتے ہوئے چلنے لگا۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے نتھنوں میں شراب کی بو داخل ہوئی تھی۔ وہ سلاما کو اپنی طرف کھینچ کر دیوار سے لگتے ہوئے بولا۔ "یہاں کون ہے؟ کون ہے یہاں؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سلاما کے ساتھ دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔ پھر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ وہ رک رک کر ہاتھ سے ٹٹولتا جا رہا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ دیوار پر لگی ہوئی الماری پر جاتا تھا کبھی وہ جوتے اور ردی کی ٹوکری کو چھو رہا تھا۔ ایک بار اس کا ہاتھ ٹیبل لیمپ پر گیا۔ اس نے جلدی سے ٹٹول کر یقین کیا کہ وہ ٹیبل لیمپ ہے۔ پھر اس کے ساتھ لگے ہوئے سوئچ کو آن کیا، لیکن وہ روشن نہیں ہوا۔

وہ مایوس ہو کر دوسری طرف گھوم گیا۔ اسی طرح گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ذرا آگے بڑھتے ہی ایک ٹیبل سے ٹکرایا۔ پھر رک گیا۔ ہاتھ اٹھا کر ٹیبل کی سطح کو آہستہ آہستہ ٹٹولنے لگا۔ وہاں ایک سگریٹ کا پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے پیکٹ کو اٹھا لیا۔ اسے کھول کر اندر انگلی ڈال کر اندازہ کیا۔ یہ سگریٹ کا آدھا پیکٹ تھا' آدھا خالی تھا۔ سلاما نے سرگوشی میں پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں، اندھیرے میں الو کس طرح دیکھ لیتے ہوں گے۔ کیا دیکھنے کے لیے الو بننا ضروری ہے؟"

وہ سگریٹ کے پیکٹ کو ایک طرف رکھ کر پھر میز کی سطح کو ٹٹولنے لگا۔ اس کا ہاتھ ادھر سے ادھر جا رہا تھا۔ پھر رک گیا۔ ایک لائٹر ہاتھ آگیا تھا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "ایک لائٹر مل گیا ہے۔"

اس نے اسے تاریکی میں ٹٹول کر اس کی ساخت کا اندازہ کیا پھر اسے انگوٹھے کی رگڑ سے روشن کیا۔ ایک چنگاری سی نکلی پھر وہ روشن ہو گیا۔ ایک لائٹر کی روشنی بھلا کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن اتنی دیر تک تاریکی میں رہنے کے بعد وہ روشنی ایک کمرے کے لیے جیسے سو واٹ کے بلب کے برابر ہو گئی تھی۔ کمرہ روشن ہوتے ہی سلاما کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی، اور وہ پارس سے لپٹ گئی۔ پارس اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ ہاتھ سے لائٹر چھوٹ کر بجھ گیا۔ پھر پہلے جیسی تاریکی چھا گئی۔

اس لمحاتی روشنی میں ان لوگوں نے بڑا ہی ہیبت ناک منظر دیکھا تھا۔ ایک انسانی ہڈیوں کا ڈھانچا کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے ہی میز پر شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی اور ڈھانچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا جام تھا۔ جیسے اس نے ایک گھونٹ شراب پی ہو۔ پھر آنے والوں کو لمحاتی روشنی میں دیکھتے ہی دانت نکال کر مسکراتا رہ گیا ہو۔

سلاما بری طرح لرز رہی تھی۔ پارس کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ایک ہاتھ پھیلا کر فرش پر گرے ہوئے

لائٹر کو ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر وہ لائٹر ہاتھ آگیا۔ اس نے دوبارہ اسے روشن کیا تو سلاما نے آنکھیں بند کر لیں۔ پارس نے کہا "پلیز ڈرنا چھوڑ دو۔ یا میرا پیچھا چھوڑ دو۔ خدا کے لیے مجھے آزادی سے اٹھنے دو۔ اگر اس ڈھانچے نے تمھیں ایک طمانچہ مارنا چاہا تو میں اس کا ہاتھ کیسے پکڑوں گا۔ تم نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔"

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بازو کو تھام کر اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ پارس نے قریب جا کر لائٹر کی روشنی میں ڈھانچے کو غور سے دیکھا۔ اس کے جس ہاتھ میں جام تھا' وہ ہاتھ ایک دھاگے سے بندھا ہوا تھا اور دھاگے کا دوسرا سرا چھت کے پنکھے سے باندھا گیا تھا۔ اس نے لائٹر کو بجھا کر سرگوشی میں کہا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا، تم اتنی بزدل ہو، اگر اب کوئی حملہ کرے اور تم پہلے کی طرح مجھ سے لپٹ پڑو تو میں حملہ کرنے والے سے نہ خود بچ سکوں گا، نہ تمھیں بچا سکوں گا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو، یہاں کوئی موجود ہے؟"

"بیشک ہے۔ اس ڈھانچے کا ہاتھ دھاگے سے بندھا ہوا ہے۔ یہ دھاگا خود ڈھانچے نے نہیں باندھا ہو گا۔ کسی کی شرارت ہے کوئی ہمیں دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ کہیں چھپ کر ہمیں دیکھ رہا ہو گا اور یقین کرنا چاہتا ہو گا کہ ہم دو ہی ہیں۔"

اس نے پھر لائٹر کو آن کیا۔ اس کیبن کے اندر گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں کچھ ہوتا تو نظر آجاتا۔ ایک ٹیبل کے نیچے بیٹری کے چار سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ایک بیٹری سے تار نکلے ہوئے تھے۔

اس نے لائٹر بجھا دیا۔ اندھیرے میں سلاما کا ہاتھ پکڑ کر اندازے سے چلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کہا۔ "فرش پر بیٹھ جاؤ اور اس لائٹر کو روشن کرو۔"

وہ بھی اس کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ سلاما نے لائٹر لے کر روشن کیا۔ پارس نے اس کی روشنی میں ان تاروں کو بیٹری سے منسلک کیا تو اچانک ہی پورا کیبن روشن ہو گیا۔ باہر بھی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ چھت کا پنکھا تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔ "یہ تو کمال ہو گیا۔"

"تم بھی ذرا کمال دکھاؤ، یہ لائٹر بجھا دو، پھر کبھی کام آئے گا۔ اس پنکھے کا سوئچ آف کر دو۔ ہم بیٹری کو کم سے کم استعمال کریں گے۔"

سلاما نے لائٹر کو بجھا دیا۔ پنکھے کا سوئچ آف کر دیا۔ پارس ان تاروں کو بیٹری سے منسلک کر چکا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر خالی رائفل کو لے کر پھر کیبن سے باہر آیا۔ عرشے کے دو سروں پر دو بلب روشن تھے انھیں روشن رکھنے کے لیے اسی کیبن سے تار وہاں تک لے جائے گئے تھے اور وہ تار عرشے پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ آس پاس دیکھتا ہوا بلب کے پاس آیا۔ تار کو پکڑ کر بلب کو اٹھایا۔ وہ روشن بلب اس کے ہاتھوں میں جھولنے لگا۔ سلاما نے کہا "یہاں سے وہاں تک کتنی روشنی ہو گئی ہے اور کوئی نظر نہیں آ رہا ہے لیکن یہ بات کھٹک رہی ہے کہ کسی نے اس ڈھانچے کے ہاتھ کو دھاگے سے باندھا تھا۔"

"آؤ ہم دونوں عرشے کے نیچے جا کر دیکھیں۔"

وہ بولی "میرے خیال سے طوفان کو آئے چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ تب سے یہ لانچ یہاں کھڑی ہے۔ بہت ہی شکستہ حالت میں ہے۔ لیکن کیبن اندر سے کتنا صاف ستھرا ہے۔ جیسے کوئی روز اس کی صفائی کرتا ہو۔"

وہ ہاتھ میں بلب کو لٹکائے ہوئے اس ریلنگ کے پاس آئے جہاں سے ایک زینہ نیچے کی طرف جاتا تھا۔ زینہ مختصر سا تھا۔ اوپر سے تیسرے پائیدان پر قدم رکھتے ہی نیچے کا کچھ منظر دکھائی دیا۔ سلاما مارے خوف کے پھر پارس کے بازو سے لگ گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اترنے لگی۔ نیچے جہاں تک نظر جا رہی تھی' انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی ڈھانچا بیٹھا ہوا تھا کوئی ڈھانچا کھڑا تھا۔ کوئی لیٹا ہوا تھا۔ کتنے ہی ڈھانچے سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے دانت نکالے بڑی فراخدلی سے آنے والوں کا استقبال کر رہے ہوں۔ وہ سہم کر بولی۔ "پارس یہ تو مردہ انسانوں کی لانچ ہے۔ ہم کہاں آکر پھنس گئے ہیں؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کہیں سے بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ "چلے جاؤ، واپس چلے جاؤ۔ یہاں موت ہی موت ہے۔"

وہ زینے سے اتر کر نیچے پہنچ گئے تھے۔ پارس سر گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ کوئی شخص کہیں مائک کے سامنے کھڑا ہے اور اسپیکر کے ذریعے اپنی آواز وہاں تک پہنچا رہا ہے۔ پارس نے بلند آواز سے کہا۔ "اگر یہاں موت ہی موت ہوتی تو تم زندہ نہ رہتے۔ تم ہمیں دہشت زدہ کرنے کے لیے بچوں جیسی حرکتیں کر رہے ہو۔ سامنے آجاؤ، ہم دوست ہیں۔ ہم پر بھروسا کرو۔"

اسپیکر کے ذریعے سنائی دیا۔ "میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ یہ جہاز میرا ہے، یہاں کا سارا خزانہ میرا ہے، جو یہاں قدم رکھے گا میں اسے مار ڈالوں گا۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو جان بچانے کا موقع دے رہا ہوں۔ فوراً چلے جاؤ۔"

سلاما نے آہستگی سے کہا "پارس! جہاز سے نکل چلو۔ خواہ مخواہ جان کو خطرے میں ڈالنا دانش مندی نہیں ہے۔"

پارس نے بلند آواز سے کہا "تمھیں دوستی منظور نہیں ہے تو ہم چلے جائیں گے، لیکن دن بھر کے بھوکے ہیں۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں دے دو۔"

"یہاں کچھ نہیں ملے گا، چلے جاؤ، فوراً چلے جاؤ۔"

"جب یہاں سے جا کر بھوکے ہی مرنا ہے تو پھر یہاں کیوں نہ مریں۔ ہم نہیں جائیں گے۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ وہ بولنے والا سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پارس نے بجلی کے تار کو زینے کی ریلنگ سے لپیٹ دیا۔ بلب کو وہاں لٹکا دیا۔ وہاں سے دور تک روشنی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لانچ کے آخری سرے کا ایک دروازہ کھلا۔ وہاں ایک قد آور شخص دکھائی دیا۔ اس نے پتلون اور بنیان پہنی ہوئی تھی۔ داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں کو دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "ارے تمہارے جیسے جوان کو تو میں ایک بازو میں دبوچ کر مار ڈالوں گا۔"

اس کے ایک ہاتھ میں رائفل تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ایک ٹین کا ڈبا تھا۔ اس نے اس ٹین کے ڈبے کو فرش پر پارس کی طرف لڑھکاتے ہوئے کہا۔ "یہ کھانا لو۔"

وہ ڈبا لڑھکتا ہوا پارس کی طرف آیا، لیکن ایک طرف مڑ کر ہڈیوں کے ڈھانچے کے درمیان جا کر رُک گیا۔ اس طرح پارس کو اس شخص کے قریب جانے کا موقع ملا۔ وہ ڈھانچوں کے درمیان سے ڈبے کو اٹھاتے ہوئے بولا "ایک سے بھوک نہیں مٹے گی، ہم دو ہیں۔"

وہ دروازے سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں دوسرا ڈبا تھا۔ اس نے پارس کی طرف اچھالا۔ پارس نے اچھل کر اسے کیچ کیا اور اس کی توقع کے بالکل خلاف اسی ڈبے کو اس کے منہ کی طرف دے مارا۔ وہ سمجھتا تھا، ڈبے سے کیا ہوا حملہ ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے پہلے حملے کے ساتھ ہی دوسرا حملہ کیا۔ لانچ کی محدود فضا میں اچھل کر اس کے رائفل والے ہاتھ پر ایک کِک ماری۔ رائفل ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس کے دونوں حملے کامیاب ہوئے تھے۔ ڈبا منہ پر آ کر لگا تھا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا۔ پھر سنبھل کر حملہ کرنے کی پوزیشن میں آیا تو رائفل پارس کے ہاتھ میں تھی۔

وہ پھر وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا اور کہنے لگا "ارے جوان تو بہت پھرتیلا ہے۔ میں نے لانچ میں ملازمت کرنے والے ان تمام لوگوں کو آہستہ آہستہ ٹھکانے لگا دیا تھا اور تو مجھے ٹھکانے لگانا چاہتا ہے۔ چلا، گولی چلا...."

یہ کہتے ہوئے وہ پارس کی طرف بڑھا۔ پارس نے پیچھے ہٹ کر اس کی ٹانگ کا نشانہ لیا۔ پھر ٹرائیگر دبایا تو کھٹ کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی پھر اس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "رائفل خالی ہے۔ یہاں اب ایک بھی کارتوس نہیں بچا۔ صرف رائفلیں ہی رائفلیں ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچھل کر ایک فلائنگ کِک ماری۔ اس کی لات پارس کے منہ پر لگی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گرا۔ پھر پلک جھپکتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مدِمقابل نے کہا۔ "ہوں۔ لڑنا جانتا ہے، چل، دیکھتا ہوں، تجھ میں کتنا دم ہے۔"

اس نے حملہ کیا۔ پارس نے ایک ہاتھ سے اس کے حملے کو روکا دوسرے ہاتھ سے جوابی حملہ کرنا چاہا۔ تو اس نے اس کے حملے کو روک لیا۔ پھر سر کی ایک ٹکر ماری تو پارس توازن قائم نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر تین ڈھانچوں کے اوپر گر پڑا۔ سلارا بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔ "پارس! بھاگ چلو، یہاں سے بھاگ چلو۔ یہ وحشی درندہ پہاڑ ہے۔ تمہیں کچل ڈالے گا۔"

وہ ہاتھی کی طرح جھومتا آ رہا تھا۔ پارس ڈھانچوں کے اوپر چاروں شانے چت پڑا رہا۔ آنے والے نے اپنے ایک پاؤں کو اٹھا کر اس کے سینے پر مارنا چاہا۔ پارس نے کروٹ بدل لی۔ اس کا پاؤں ڈھانچوں کے درمیان جا کر پھنس گیا۔ پارس فرش پر لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر اس نے ایک ڈھانچے کو ٹانگوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے گھما کر اس شخص کے منہ پر مارا۔ مردہ انسان کی کھوپڑی زندہ انسان کی کھوپڑی سے ٹکرائی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ مردہ کھوپڑی گردن سے ٹوٹ کر دور جا گری۔ زندہ کھوپڑی سے خون بہنے لگا۔

پارس نے پھر ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کو ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام کر پینترا بدلا۔ اب وہ دوسرا حملہ کرنے کے لیے ایک گول چکر کاٹ رہا تھا اور مدِمقابل حملے سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹنا چاہتا تھا لیکن اس کا پاؤں ابھی تک ڈھانچے کے اندر پھنسا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتا، ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کی ہڈیاں اس کے منہ پر آ کر لگیں۔ وہ پھر تکلیف کی شدت سے چیخنے لگا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ مار کھا کر پیچھے جانے کے باعث اس کی ٹانگ درمیان سے نکل گئی۔ پارس کے ہاتھوں میں اب ٹوٹے ہوئے ڈھانچے کی صرف دو ٹانگیں رہ گئی تھیں۔

وہ غراتے ہوئے اٹھ رہا تھا۔ زخمی شیر کی طرح جھنجلا رہا تھا۔ پارس نے دونوں ٹانگیں اس کے منہ پر ماریں جس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر پارس کی طرف یوں بڑھ رہا تھا جیسے اس کی گردن دبوچنا چاہتا ہو۔ پارس نے الٹی قلابازی کھائی۔ اس سے دور جا کر وہاں پہنچا، جہاں خالی رائفل پڑی ہوئی تھی۔ اس نے رائفل کو اٹھایا۔ پھر اسے نال کی طرف سے پکڑ کر فضا میں اچھلتے ہوئے اس کے کندے کو سر پر دے مارا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رُک گیا، تکلیف سے کراہنے لگا۔ بڑا ہی جی دار تھا۔ اب تک اس کے سر اور چہرے پر تین چار کاری ضربیں پڑ چکی تھیں۔ پھر بھی وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تھا۔ چہرے کا لہو آنکھوں پر آ رہا تھا اور وہ آنکھیں پونچھتا ہوا پارس کو دیکھ کر غرا رہا تھا۔ اس نے پھر رائفل سے حملہ کرنا چاہا تو اس نے رائفل کے کندے کو پکڑ لیا۔ ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا، پارس نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ کھینچنے کی جھونک میں پیچھے چلا گیا۔

اتنی مہلت ملتے ہی پارس نے اپنی بیلٹ میں سے چاقو نکال کر کھول لیا۔ لیکن اسے استعمال کرنے کی حسرت ہی رہ گئی وہ زخمی درندہ لڑکھڑا کر جہاں گرا تھا وہاں ایک ڈھانچا پڑا ہوا تھا۔ اس نے پارس کا ہی طریقہ اپنایا۔ ڈھانچے کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر ایک چکر دیتے ہوئے پارس پر حملہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گیا لیکن ڈھانچا اس کے ہاتھ پر آ کر لگا۔ چاقو ہاتھ سے چھوٹ کر دور چلا گیا۔ اس کے ہاتھ سے بھی ڈھانچا چھوٹ کر دور چلا گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پارس کے منہ پر ایک گھونسا مارا، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ وہ مار کھاتے ہوئے پیچھے جانے لگا۔ پھر اچانک اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا تو دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ پھر دونوں زور آزمائی کرنے لگے۔ وہ پہاڑ جیسا شخص اسے پیچھے کی طرف دھکیلنے لگا۔ پارس دھکا کھاتا ہوا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی گر پڑا۔ گرتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں پر اسے رکھا اور دوسری طرف اُچھال دیا۔ وہ فضا میں جیسے تیرتا ہوا گیا اور پھر ایک ٹوٹے ہوئے ڈھانچے پر جا کر گر پڑا۔

پارس جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ دشمن پھر مقابلے پر آئے گا، لیکن وہ اسی طرح ڈھانچے کے اوپر پڑا ہوا تڑپ تڑپ کر کہہ رہا تھا "چھوڑ دو لیزا! مجھے چھوڑ دو، مجھ سے انتقام نہ لو۔ میں نے تمھیں دھوکا دیا، مگر اب نہیں دوں گا۔ ہم وہ ہیرے آپس میں تقسیم کر لیں گے، فار گاڈ سیک، مجھے چھوڑ دو۔"

پارس اور سلارا اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جس ڈھانچے کے اوپر پڑا ہوا تھا، شاید وہ کسی عورت کا تھا اور اس کا نام لیزا ہو گا۔ اس نے لیزا کو ہیروں کے سلسلے میں دھوکا دیا ہو گا۔ پارس اور سلارا کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ اس ڈھانچے کے اوپر سے کیوں نہیں اُٹھ رہا ہے؟

اس ڈھانچے نے اسے جکڑا ہوا نہیں تھا۔ وہ چُپ چاپ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس نے ذرا آگے بڑھ کر غور سے دیکھا تو اس شخص کی پشت سے نوکیلی ہڈیاں نکلی ہوئی نظر آئیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جب ڈھانچے پر وہ جا کر گرا تھا، اس کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں خنجر کی طرح اٹھی ہوئی تھیں، جیسے ہی وہ گرا اس کے جسم میں پیوست ہو گئیں، ایک ہڈی اس کے پیٹ میں اور دو ہڈیاں اس کے سینے میں پیوست ہوئی تھیں۔ اور اس کے جسم کے آر پار ہو کر پشت کی طرف سے نکلی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ تڑپ کر کچھ اور بھی کہہ رہا تھا، مگر اب اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اب اس میں تڑپنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ پارس نے قریب جا کر اسے ایک ٹھوکر ماری تو وہ ڈھانچے کے اوپر سے لڑھک کر دوسری طرف گیا۔ چاروں شانے چت ہوا ڈھانچا اس کے اوپر آ کر اوندھا ہو گیا تھا۔ چونکہ ہڈیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں، اس لیے وہ ڈھانچا الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیزا نے مرنے کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

دشمن کی موت کا یقین ہوتے ہی پارس کو تکلیف کا احساس ہوا۔ اس کے ہاتھ پر بھی ہڈیوں کا ڈھانچا آ کر لگا تھا اور ہاتھ بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے زخمی ہاتھ کو تھام کر فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ سلارا دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر پارس، پارس کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "اوہ پارس! تم نے کتنی جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا، آخر اسے مار ہی ڈالا۔ یو آر گریٹ، ویری گریٹ، یو آر دی اونلی سُپر ہیرو آن دی ارتھ۔"

اچانک پارس نے قہقہہ لگایا۔ سلارا اس سے الگ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور تکلیف کی شدت سے اپنے زخمی ہاتھ کو تھامے ہوئے تھا۔ سلارا نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم مجھے پھر ڈرانا چاہتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نہیں، میں ایک خوش خبری سنا رہا ہوں۔ میں آزاد ہو گیا ہوں۔ تنویمی عمل کے اثر سے آزاد ہو گیا ہوں۔ ہاتھ پر لگنے والی چوٹیں مجھے حساس نہیں رہنے دیں گی۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اب بے اختیار سانس نہیں روکوں گا۔" پاپا! آپ کہاں ہیں۔ آ جائیے، ماما! میں آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ انکل آمر! آپ سب کے لیے میرے دماغ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اوہ مائی سویٹ جوجو! تم کہاں ہو، سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔ مجھے یاد کر رہی ہو تو آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اپنی سوچ کی لہروں سے میرے دماغ کو چوم لو۔"

وہ کہتے کہتے آگے پیچھے جھومنے لگا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آخر دن بھر کا بھوکا تھا۔ پچھلی رات سے زندگی کے لیے موت سے لڑتا آ رہا تھا۔ ابھی ایک پہاڑ سے ٹکرانے کے بعد جسم کا جوڑ جوڑ ہلنے لگا تھا۔ ایسی حالت میں وہ اپنی کمزوری پر قابو نہ پا سکا۔ سامنے بیٹھی ہوئی سلارا کے اوپر ڈھلک گیا۔

وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ بڑے بڑے شہ زور بھی بھوکے پیاسے رہ کر لڑتے ہیں تو ایک ذرا سی کمزوری محسوس کرتے ہیں۔

پارس نے بھی ایک لمحاتی کمزوری محسوس کی تھی اور آگے کی طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ سلارا پر گرنا چاہتا ہے یا ایک عورت کا سہارا لینا چاہتا ہے یہ تو محض اتفاق کی بات تھی کہ وہ اس پر آگرا۔ وہ بھی اپنا توازن نہ سنبھال سکی۔ فرش پر چاروں شانے چت ہوگئی۔

وہ چاہتا تھا اسی طرح پڑا رہے، وہ سوچ رہی تھی وقت تھم جائے، وہ پہاڑ رہے میں رائی بنی رہوں اور وہ مجھے رائی کا پہاڑ بناتا رہے۔

ٹھیک ایسے ہی وقت میں اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے تو میں حیران حیران سا رہا جب یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس کی لمحاتی کمزوری نے انھیں زیر وزبر کردیا ہے تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جماکر کروٹ بدلی۔ وہ اس سے الگ ہوکر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے مخاطب کیا "ہیلو مائی سن! کیا بہت تکلیف ہے؟"

اس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے بولا "معمولی سی چوٹیں آئی ہیں۔ کچھ فرسٹ ایڈ مل جائے تو ٹھیک ہوجاؤں گا۔"

"تم صرف سوچ کے ذریعے مجھ سے گفتگو کرو، باقی میں خود تمھاری زبان سے کام نکالتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی زبان سے کہا "سلارا! اس لانچ میں طبی امداد کا سامان ضرور ہوگا۔ پلیز ذرا تلاش کرو اور میری مرہم پٹی کردو۔"

اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا "وہ بلب زینے کے پاس ہے وہاں سے آگے نہیں آسکے گا۔ میں آگے اندھیرے میں کیسے جاؤں گی؟ کیسے فرسٹ ایڈ کا سامان تلاش کروں گی؟"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاپا! اس کے پاس لائٹر ہے۔"

میں نے پارس کی زبان سے کہا "تمھارے پاس لائٹر ہے جہاں زیادہ اندھیرا ہو وہاں روشنی کرسکتی ہو۔"

پارس نے پھر کہا "یہاں کا جنریٹر بے کار ہوچکا ہوگا لیکن بیٹری موجود ہے، تلاش کرنے پر مزید بیٹری مل سکتی ہے اور اس کے ذریعے مزید بلب روشن ہوسکتے ہیں۔"

"بیٹے! تم سوچ کے ذریعے بھی زیادہ نہ بولو۔ چپ چاپ آرام سے پڑے رہو۔"

اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "میں آپ کا بیٹا ہوں، کمزوری کو غالب نہیں آنے دوں گا۔ مجھے افسوس ہے تھوڑی دیر کے لیے کمزور پڑگیا تھا۔ اب توانائی محسوس کررہا ہوں۔ میرا خیال ہے آپ خود کو اس پر ظاہر کردیں۔"

میں نے کہا "تم ہی زبان کھولو۔"

اس نے آنکھیں کھول کر سلارا کو مسکرا کے دیکھا پھر کہا "اگر اندھیرے میں تمھارے ساتھ کوئی ہو تو پھر ڈر نہیں لگے گا۔"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے اس پر جھک گئی پھر بولی "تم ہو یا اجالا ہو، بھلا اور کون میرے ساتھ رہے گا۔ صرف تمھی تو ہو۔"

"ذرا فاصلہ رکھو۔ ہمارے درمیان پاپا موجود ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے الگ ہوگئی پھر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ وہ تمھارے پاس آئیں گے تو تمھیں اندھیرے میں ڈر نہیں لگے گا۔ کوئی بھی خطرہ پیش آئے گا تو وہ تمھیں بچالیں گے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "اچھا تو مسٹر فرہاد ہم تک پہنچ ہی گئے۔ تمھارے باپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ڈرپوک نہیں ہوں تنہا قبرستان میں بھی جاسکتی ہوں اور یہ لانچ بھی انسانی ڈھانچوں کا قبرستان ہے۔ میں صرف تمھیں ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ اس لیے خود کو بزدل ظاہر کرتی رہی۔"

وہ ہاتھ میں لائٹر لے کر اٹھ گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس دروازے تک گئی جہاں سے وہ دشمن نمودار ہوا تھا اور ان کے لیے کھانے کے ڈبے ان کی طرف لڑھکا تا رہا تھا۔ وہ دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہی لائٹر کو آن کیا۔ اس کی روشنی میں ایک چھوٹا سا کوریڈور دکھائی دیا جس کے دو طرف دو کمرے تھے۔ اس نے ایک کمرے کے دروازے کو کھول کر اندر قدم رکھا۔ دروازے کے پاس ہی چھوٹا سا سوئچ بورڈ تھا۔ اس نے ایک سوئچ کو آن کیا تو بلب روشن ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا وہاں بھی بیٹریاں تھیں اور انھیں تاروں سے منسلک رکھا گیا تھا۔ اس کمرے میں کھانے پینے کی چیزیں بھری ہوئی تھیں طرح طرح کے کھانے ڈبوں میں پیک کیے ہوئے تھے۔ مختلف میوے کے پیکٹس بھی دکھائی دے رہے تھے، شراب کی بوتلیں بھری ہوئی تھیں۔ وہ اس کمرے سے باہر آگئی۔

اس نے دوسرے کمرے کے دروازے کو کھول کر دیکھا وہاں کے بھی ایک سوئچ کو آن کیا، بلب روشن ہوگیا۔ اس نے لائٹر کو بجھا کر پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ چھوٹی سی ڈسپنسری تھی، وہاں قیمتی دوائیں اور مرہم پٹی کا تمام سامان موجود تھا۔ دوسرے حصے میں ایک چھوٹا سا ٹیلیفون ایکسچینج تھا جس کا تعلق اس لانچ کے دوسرے تمام حصوں سے رہتا تھا۔ وہیں ایک ٹرانسمیٹر بھی رکھا ہوا تھا۔

سلارا ٹرانسمیٹر دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی۔ پہلا خیال یہی تھا کہ اپنے بھائی جارج سے کسی طرح رابطہ قائم کرے اور اپنے حالات سے آگاہ کرکے اسے یہاں پہنچنے کا راستہ بتائے وہ قریب آکر اس ٹرانسمیٹر کو چیک کرنے لگی۔ اس میں تھوڑی سی خرابی تھی۔ وہ اچھی میکینک بھی تھی۔ اس خرابی کو دور کرسکتی تھی اس کی مرمت کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔

یہ بات میں بھی جانتا تھا کہ اس بڑی سی لانچ میں ریڈیو ٹرانسمیٹر یا دوسری قسم کے ٹرانسمیٹر وغیرہ ہوسکتے ہیں، اس وقت ہم باپ بیٹے یہ نہیں جانتے تھے کہ سلارا کیا کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے پانچ منٹ بعد اس کے دماغ پر دستک دی تو اس نے سانس روک لی۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کہا "یہ تو ہم نے بھی تمھیں سکھایا ہے کہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہ کرو۔ کیا تم سوچ سکتے ہو وہ اتنی دیر سے کیا کررہی ہے؟"

وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر کہا "آپ بے فکر رہیں، میں دبے قدموں جارہا ہوں۔"

"کیا تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کررہے ہو یا میرے مخاطب کرنے سے ہی تمھیں میری بات سنائی دیتی ہے؟"

"جب آپ نے پہلی بار مجھے مخاطب کیا تب میں نے آپ کو محسوس کیا۔ آپ خاموش رہتے ہیں تو آپ کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا۔"

"میری دعا ہے تمھاری دماغی توانائی بحال ہوجائے۔"

"پاپا! میں سمجھتا ہوں، اب تنویمی عمل کا اثر نہیں رہے گا۔"

"خدا کرے، ایسا ہی ہو۔"

ہم باپ بیٹے باتیں کرتے ہوئے اس کوریڈور میں پہنچے جہاں کے ایک کمرے سے روشنی باہر آرہی تھی، پارس دبے قدموں وہاں پہنچا۔ ایک قدم اندر رکھ کر دیکھا، سلارا ایک ٹرانسمیٹر پر جھکی ہوئی تھی آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی "ہیلو ہیلو سلارا کالنگ۔ برادر جارج سلارا کالنگ، اوور کوڈ ازا سے سسٹر دھ تھری اسٹرانگ آرمز۔ (ہمارا کوڈ ورڈ ہے۔ ایک بہن تین مضبوط بازوؤں کی چھاؤں میں)"

پارس نے کھنکارا تو وہ چونک کر پلٹ گئی، وہ بولا "تین بازوؤں میں سے ایک بازو تو اپنی آنکھوں کا ماتم کررہا ہوگا، دوسرے کی ہتھیلی میں سوراخ ہوچکا ہے اور تیسرا بازو اسرائیلی قید میں ہے۔"

وہ پاس رکھی ہوئی ایک ہتھوڑی کو اٹھا کر بولی "مجھ سے دور رہنا۔ میں تمھاری دشمن نہیں ہوں۔ تمھیں ہمیشہ دوست سمجھتی رہوں گی لیکن اپنے بھائیوں کو خیریت سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں وہ ہمیں آکر یہاں سے لے جائیں گے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تمھارے کسی بھائی کا قیدی بن کر جاؤں گا؟"

"اب میں تمھیں قیدی بننے نہیں دوں گی۔ تم میرے دوست بن کر رہو گے۔ میں اپنے بھائی جارج کو بتاؤں گی کہ ہم دونوں اس وقت ..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پارس نے گھوم کر ٹرانسمیٹر کو ایک کک ماری۔ وہ میز پر رکھا ہوا تھا۔ پچھلی دیوار سے جاکر ٹکرایا پھر فرش پر گر گیا۔ سلارا چیخ مار کر اور ہتھوڑی اٹھاتے ہوئے پارس پر حملہ کرنے بڑھی اور کہنے لگی "میں تمھیں مارنا نہیں چاہتی تم مجھے مجبور نہ کرو۔ ٹرانسمیٹر کو نقصان نہ پہنچاؤ، یہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اس وقت ایک ایسی لانچ میں..."

پارس نے پھر اس کی بات پوری ہونے سے پہلے چھلانگ لگائی اور سیدھا اس ٹرانسمیٹر پر جاکر کھڑا ہوگیا۔ اس پر زور زور سے پاؤں مارنے لگا، سلارا نے ہتھوڑی سے حملہ کیا، پارس نے بائیں ہاتھ سے اس کی کلائی کو تھام لیا۔ اس کا دایاں ہاتھ بُری طرح زخمی تھا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے ہتھوڑی والے ہاتھ کو چھڑاتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "اس وقت ہم ایک ایسی لانچ میں ہیں جو پچھلے دنوں طوفان کی زد میں آگئی تھی اور اب جھاڑیوں اور گھنے درختوں کے درمیان آکر پھنس گئی ہے۔ اس لانچ کا سارا عملہ مرچکا ہے، ہم اس دریا کے کنارے ہیں جو بلندی سے بستی کی طرف آتا ہے پھر اس کی دو شاخیں شمال اور جنوب کی طرف جاتی ہیں۔"

پارس نے کہا "جب تم نے یہ سارا پیغام بھائی تک پہنچا ہی دیا ہے تو اب مجھ سے جھگڑا کیوں کررہی ہو، ہتھوڑی پھینک دو، چوں کہ تم مجھے دوست سمجھ رہی ہو اس لیے میں تمھاری کلائی توڑنا نہیں چاہتا۔"

اس نے ہتھوڑی پھینک دی، پارس نے اس کی کلائی چھوڑ دی پھر ہنستے ہوئے کہا "تم بھائی کو پیغام پہنچا رہی تھیں اور ٹرانسمیٹر کا سُرخ بلب بُجھا ہوا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اب تمھارا کوئی پیغام بھائی جارج تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اس نے پریشان ہوکر ٹرانسمیٹر کو دیکھا۔ پارس اس پر سے اتر آیا تھا۔ وہ بولی "کیا تم نے اسے توڑ دیا ہے، اگر یہ ٹوٹ گیا تو تم سے زیادہ احمق کوئی نہ ہوگا۔ کیا ہم ساری زندگی اس جنگل

میں رہیں گے ؟"

"میرے پاپا آچکے ہیں۔ ہمیں کسی شہر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ انشاءاللہ ہم کل دن کے کسی حصے میں کسی بڑے شہر تک پہنچ چکے ہوں گے۔"

سلارا بے بسی سے دیوار کے پاس جا کر ٹک گئی تھی۔ کبھی ٹرانسمیٹر کو دیکھ رہی تھی کبھی پارس کی باتیں سُن رہی تھی۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "چلو جو تم کہتے ہو وہی سہی۔ ہمیں کسی آبادی تک پہنچنا چاہیے۔ آؤ، میں تمھاری مرہم پٹی کر دوں۔"

وہ ڈسپنسری والے حصے میں آئے۔ میں محتاط تھا۔ کہیں وہ کوئی چال نہ چلے۔ میرے بیٹے کو کوئی ایسی دوا نہ لگائے جس سے وہ وقتی طور پر بے ہوش ہو جائے اور وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے بھائی سے رابطہ کرنا شروع کر دے۔ پارس نے میری ہدایت کے مطابق کہا۔ "سلارا! ہم دوست ہیں یا دشمن، ابھی اس کا حتمی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں نہیں ہوا ہے۔ جب عورت دل سے فیصلہ کر لے تو وہ بات حرفِ آخر ہو جاتی ہے۔"

"تم اس ٹرانسمیٹر کی مرمت کر سکتی ہو۔ مجھے کسی دوا کے ذریعے وقتی طور پر بے ہوش کر کے اپنے بھائی سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔ کیا یہ مجھ سے دوستی ہوگی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اگر دشمن ہوتی تو میں دور سے ہی ہتھوڑا پھینک کر تمھیں زخمی کر سکتی تھی۔ ہتھوڑا لگنے سے تم مر نہیں جاتے مگر بے ہوش ضرور ہو جاتے اور میں اپنا کام نکال لیتی لیکن۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک سرد آہ بھری پھر کہا۔ "تمھیں نقصان پہنچانے سے میرے دل کو نقصان پہنچتا ہے۔"

وہ اس کے زخم صاف کر کے مرہم لگا کر پٹی باندھنے لگی پھر اس کے کھانے کے لیے کچھ دوائیں تجویز کیں۔ میں نے پارس سے ان دواؤں کا نام معلوم کر کے اطمینان ظاہر کیا۔ وہ دوائیں کھانے پر آمادہ ہو گیا۔ سلارا نے کہا۔ "ابھی نہیں، تم بھوکے پیٹ ہو اور میں بھی بھوکی ہوں۔ پہلے کھانا کھائیں گے۔ پھر تم دوا کھاؤ گے۔"

وہ دونوں اسٹور میں آ کر اپنی اپنی پسند کے کھانے کے ڈبے لے کر کھانے لگے۔ پارس کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تھا۔ بچپن سے اس کو یہی عادت ڈالی گئی تھی۔ سلارا بھی سمجھ دار تھی وہ بھی کم کھانے کی عادی تھی لیکن بھوک زیادہ تھی۔ جی چاہتا تھا زیادہ سے زیادہ کھایا جائے۔ کھانا بھی لذیذ تھا۔ اس نے پارس سے کہا۔ "یہ کیا؟ تم نے تو [illegible] آدھا ڈبہ بھی [illegible] کھایا۔"

"[illegible]ک اور نہیں کھاؤں گا۔"

"پھر میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ بھوکی رہ جاؤں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ میری تمھاری عادت مختلف ہے۔ تم پیٹ بھر کر کھانے کی عادی ہو اور میں ہمیشہ ضرورت سے کم کھاتا ہوں۔"

"میرا ساتھ نہیں دو گے؟"

میں نے کہا۔ "یہ تمھیں زیادہ سے زیادہ کھلانا چاہتی ہے تاکہ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد تم نڈھال ہو جاؤ، زیادہ تھکن محسوس کرو اور غفلت کی نیند سو جاؤ۔"

"اگر میں غافل ہو جاؤں، گہری نیند سو جاؤں تو کیا آپ میرے دماغ میں نہیں رہ سکیں گے؟"

"ضرور رہ سکوں گا لیکن یہ معلوم نہیں کر سکوں گا وہ کیا کر رہی ہے۔"

"کیا آپ مجھے نیند سے بیدار نہیں کر سکیں گے؟"

"کر سکتا ہوں۔ تم پچھلی رات سے تھکے ہوئے ہو۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے دماغ کو خود ہدایات دے کر اتنی نیند سو سکو اور از خود طور پر بیدار ہو سکو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم سلارا کو کسی طرح گہری نیند سلا دیں۔"

"پاپا، ایک آئیڈیا ہے۔ میں کھانے کا مقابلہ کرتا ہوں خود کھاؤں گا اور اسے بھی زیادہ سے زیادہ کھلاؤں گا۔"

"ایسا کر سکو تو یہ گہری نیند میں ڈوب جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "تم بہت ضد کرتی ہو، پتا نہیں، کیا بات ہے میں تمھاری ضد کو ٹال نہیں سکتا لیکن میں تنہا نہیں کھاؤں گا۔"

"میں تو تمھارے ساتھ کھا رہی ہوں۔"

"دیکھو، اپنی اپنی گنجائش کی بات ہوتی ہے۔ میں زیادہ نہیں کھاتا ہوں لیکن تمھارا ساتھ دینے کے لیے ایک چمچ کھاؤں گا تو تم دو چمچے کھاؤ گی۔"

"یعنی تم ایک ڈبہ کھاؤ گے اور میں دو ڈبے؟"

"اب تو کھانے پر بات ہے جب مقابلہ ہوگا تو تم کھاتے ہی جاؤ گے۔"

"کیا تمھارا باپ مجھے نادان بچی سمجھتا ہے؟"

مجھے بڑا غصہ آیا۔ وہ اتنی نادان بچی بھی نہیں تھی کہ میرے بچے سے دل کے معاملات پر بات کرتی۔ پارس نے کہا۔ "اگر تمھیں شبہ ہے کہ میں اپنے پاپا کے کہنے سے ایسی باتیں کر رہا ہوں تو بحث نہ کرو۔ میں اپنی گنجائش کے مطابق کھا چکا ہوں۔ اب تم ہی کھاتی رہو۔"

بات نہ بن سکی۔ اس نے بھی کم کھایا۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر [illegible] گئے۔ انھیں دو ٹارچ بھی مل گئی تھیں لہٰذا تمام بتیاں بجھا دی گئیں، تاکہ بیٹری کم سے کم خرچ ہو۔

اب انھیں تھکن محسوس ہو رہی تھی، وہ سو جانا چاہتے تھے لیکن سونے کے لیے مناسب جگہ تلاش کر رہے تھے۔ اوپر والا کیبن بہت صاف ستھرا تھا۔ وہاں رات گزاری جا سکتی تھی لیکن جنگل کا کوئی درندہ اونچے پتھروں یا درختوں سے چھلانگ لگا کر عرشے پر پہنچ سکتا تھا اور اس کیبن میں آ سکتا تھا کیوں کہ اس کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔

اس لانچ میں جتنے لوگ مردہ پائے گئے تھے ان سب کا سامان موجود تھا۔ لانچ میں اور بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ پارس کے ساتھ مقابلہ کرنے والا آخری وقت تک کسی خزانے کا ذکر کر رہا تھا۔ پھر دم توڑتے وقت لیزا سے ہیروں کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہاں کوئی خزانہ چھپا ہوا ہے یا قیمتی ہیرے ضرور موجود ہیں۔ سلارا کے دماغ میں وہ ہیرے چبھ رہے تھے۔ اتنی تھکن کے باوجود اس نے کہا۔ "ہم وہ ہیرے تلاش کریں گے۔"

"جلدی کیا ہے صبح تلاش کر لینا۔"

"اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اس لانچ کے کس حصے میں راتیں گزارتا تھا تو وہ ہیرے مل سکتے ہیں۔ اس نے وہیں چھپائے ہوں گے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اس حصے سے گزر رہے تھے جہاں وہ شخص مُردہ پڑا ہوا تھا۔ پارس چلتے چلتے رُک گیا۔ اس لاش کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"اسے وہ ہیرے بہت عزیز تھے اور جو چیز عزیز تر ہوتی ہے وہ جان سے لگا کر رکھی جاتی ہے۔ ہیرے اس کے پاس بھی ہو سکتے ہیں۔"

سلارا نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ گاڈ! یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ میں ابھی تلاشی لیتی ہوں۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔ اس کے بعد اس نے کمر کی بیلٹ کو کھولا تو اس کے خفیہ خانے سے ہیرے برآمد ہو گئے۔ وہ چھوٹے چھوٹے ہیرے پچیس عدد تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں ایسے چمک رہے تھے کہ آنکھیں ان پر نہیں ٹھہرتی تھیں۔ سلارا کی خوشی بتا رہی تھی کہ اسے ہیرے جواہرات سے بہت لگاؤ ہے۔ وہ انھیں دونوں ہتھیلیوں پر رکھ کر کبھی سینے سے لگا رہی تھی، کبھی چہرے سے اور کبھی ہونٹوں سے اور کہتی جا رہی تھی۔ "یہ میں لوں گی سب کے سب میں لوں گی کیا تم اپنا حصہ لینا چاہو گے؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ چُپ چاپ اسے تکتا رہا۔ سلارا نے ایک ادائے ناز سے مسکراتے ہوئے ہیروں کو مٹھی میں دبا لیا پھر انھیں اپنے گریبان میں ڈال لیا۔ اس کے بعد کہا۔ "اب تم ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ لگاؤ گے تو ان ہیروں کی طرح میرے دل میں اُتر جاؤ گے۔"

پارس اس کے قریب آیا پھر ٹارچ دیتے ہوئے بولا۔ "مجھے روشنی دکھاؤ۔ اگر اس لاش کو یہاں سے باہر نہ پھینکا گیا تو صبح تک ہم اس کی بدبو سے ٹھہر نہیں سکیں گے۔"

اس نے لاش کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ گئی۔ ڈھانچہ اس کے اوپر آ گرا۔ پارس نے ڈھانچے کو پکڑ کر کھینچا۔ اسے الگ گیا۔ پھر ایک طرف پھینک کر لاش کی ٹانگوں کو پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا۔ لانچ کے نچلے حصے کے تمام دروازے بند تھے۔ اس شخص نے یہاں تنہا رہ کر انھیں بند رکھا تھا تاکہ کوئی جنگلی جانور اندر نہ آئے۔ پارس اس لاش کو گھسیٹتا ہوا زینے سے اوپر لے گیا۔ پھر عرشے پر پہنچ کر اسے بالکل کنارے پر لا کر نیچے کی طرف الٹ دیا۔ دھپ سے نیچے گرنے کی آواز آئی۔ اس نے سلارا سے ٹارچ لے کر نیچے روشنی کی۔ وہ لاش وہاں جھاڑیوں میں جا کر الجھ گئی تھی۔ وہ دونوں پھر لانچ کے نچلے حصے میں آ گئے۔

سلارا نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہاں ہیروں کو محسوس کیا پھر کہا۔ "آج میں بہت گہری نیند سو سکوں گی۔"

"ابھی لانچ کا بہت سا حصہ دیکھنا باقی ہے۔ یہ کام صبح ہو سکتا ہے۔ ہمیں سو جانا چاہیے۔ بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔"

سلارا نے پوچھا۔ "کیا تمھارے پاپا موجود ہیں؟"

"موجود ہو سکتے ہیں مجھے علم نہیں ہے۔"

"کیا تم بیرونی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے؟"

"زخم کے بھرنے تک شاید محسوس نہ کر سکوں۔"

"تم انھیں مخاطب کرو۔"

"ہیلو پاپا! آپ موجود ہیں؟"

میں نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا تاکہ تمھارے پاس پہنچنے کے انتظامات کیے جا سکیں۔ جب تک تم حفاظت سے کہیں نیند پوری نہیں کر لو گے، میں موجود رہوں گا۔ تمھارے سونے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

پارس نے سلارا سے کہا۔ "پاپا مجھے سلانے کے بعد جائیں گے۔"

"کیا تم ننھے بچے ہو؟"

"تمھیں اعتراض کیوں ہے؟"

"جب [illegible] جوان بچے [illegible] میں تنہا ہوں تو بزرگوں کو وہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

"بے شک ہم جوان بچے ہیں۔ بابا کو میری عمر معلوم ہے۔ تم ذرا اپنی عمر بتا دو تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ تم بھی جوان بچی ہو۔"

"محبت اور جنگ میں عمر نہیں، حوصلے اور جذبے دیکھے جاتے ہیں۔"

"یعنی عمر زیادہ ہے اس لیے بتانا نہیں چاہتیں۔"

"ظاہر ہے تم سے زیادہ ہے۔"

"یعنی مجھ سے دگنی عمر ہے؟"

وہ ناراض ہو کر بولی: "کیا مجھے بوڑھی سمجھتے ہو؟ ایک بات یاد رکھو، جب تک عورت جوان رہتی ہے، سولہ برس سے آگے نہیں بڑھتی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے پھر اسی مختصر سے کوریڈور میں آ گئے۔ پارس نے اس کمرے کا دروازہ کھولا جس میں کھانے کا سامان تھا، پھر اس نے کہا: "تم یہاں رات گزارو، میں سامنے والے کمرے میں اپنی نیند پوری کروں گا۔"

"نہیں، میں سامنے والے کمرے میں سونا چاہتی ہوں۔"

"اگر تم اس کمرے میں سونا چاہو گی تو میں وہاں سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جاؤں گا یا ہتھوڑی سے چور چور کر دوں گا۔"

وہ بے بسی سے بولی: "لیکن ہم الگ الگ کمرے میں کیوں سوئیں گے؟"

"اس لیے کہ بابا تمھاری طرح مجھے جوان نہیں صرف بچہ سمجھتے ہیں، جب تک وہ مجھے گہری نیند نہیں سلائیں گے، نہیں جائیں گے۔"

وہ اس کمرے میں آئی جہاں کھانے کا سامان تھا۔ پارس نے دو میزوں کو ایک جگہ لا کر رکھا تاکہ اس کے لیے سونے کی اونچی جگہ بن جائے۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں آیا، دروازے کو اندر سے بند کر کے اپنے لیے بھی اسی طرح سونے کی اونچی جگہ بنائی اور آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے کہا: "اب اطمینان سے اپنے دماغ کو ہدایات دو اور سو جاؤ۔ میں تمھارے پاس پہنچنے کے سلسلے میں ضروری انتظامات کر رہا ہوں۔ انشاءاللہ کل کسی وقت پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ صبح تک آرام سے سوتا رہے۔ اگر کوئی انسان یا جانور اس لانچ میں قدم رکھے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

یہ ہدایات دے کر وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

★

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، پیرس میں تین نامعلوم افراد مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے اور سپر ماسٹر کے دو کمپیوٹر ذہن رابرٹ رینگو اور بروس مارٹن نقلی پارس کو اصلی سمجھ کر اسے اغوا کرنے کے پھیر میں تھے۔ میں نے ایسا چکر چلایا تھا کہ ان سب کو اپنے اس کاٹیج کا پتا بتا دیا تھا جہاں میرا قیام تھا اور اب میں اس جگہ چھوڑ کر ایک قریبی کاٹیج میں چھپا ہوا تھا۔

دو مختلف پارٹیاں تھیں۔ ایک پارٹی سپر ماسٹر کی تھی جس کے آدمی پارس کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ دوسری نامعلوم پارٹی کے تین اشخاص تھے جو ہمارے ہاتھ لگتے تو پتا چلتا کہ وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ تینوں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے کمرے میں ہم نے خفیہ مائیک نصب کر دیے تھے، جن کے ذریعے ان کے پروگرام معلوم ہوتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح رابرٹ رینگو اور بروس مارٹن وائی ایم سی اے کی عمارت میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کی باتیں بھی ہم خفیہ طور سے سن لیتے تھے۔ اس طرح ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ دونوں پارٹیاں آج آدھی رات کے بعد میرے کاٹیج میں داخل ہوں گی اور اپنے اپنے مقصد کے مطابق ایک پارٹی بیٹے کو لے جائے گی۔ دوسری پارٹی باپ کو...

ان کے آگے چارا ڈالنے کے لیے پہلے ہی ایک نقلی پارس تیار تھا۔ ایک ڈمی فرہاد بھی بابا صاحب کے ادارے سے بلوا لیا گیا تھا۔ وہ دونوں میرے اس کاٹیج میں قیام کر رہے تھے۔ پومی بھی ان کے ساتھ تھی۔ اس طرح دشمنوں کو اور یقین ہو جاتا کہ پومی جس کے ساتھ کاٹیج میں آئی ہے، وہ یقینی طور پر فرہاد ہے۔

آدھی رات ہونے والی تھی۔ میرے ساتھ انٹیلی جنس کے دو افسران اس کاٹیج میں تھے اور وہیں سے میرے کاٹیج کی نگرانی کر رہے تھے۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ ان کے مسلح سپاہی سادے لباس میں تھے اور دور دور کے کاٹیجوں میں چھپے ہوئے تھے۔ حکم ملتے ہی میرے کاٹیج کے اطراف گھیرا تنگ کر دیتے۔

کوئی دشمن ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر کاٹیج تک نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ میں خیال خوانی کے ذریعے پومی اور ڈمی فرہاد سے رابطہ قائم کرتا رہتا تھا۔ میں نے پومی کو خوشخبری سنائی کہ پارس کا پتا چل گیا ہے اور اس سے دماغی رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ یہ بات میں نے جناب تبریزی صاحب، سونیا اور آمنہ وغیرہ کو بتائی۔ انھیں سختی سے منع کر دیا کہ ابھی یہ بات جوجو کو نہ بتائی جائے کیونکہ پارس زخمی ہے اور اسے آرام سے نیند پوری کرنے کی ضرورت ہے۔ جب وہ سو کر اٹھے گا تو اسے بتا دیا جائے گا۔

میں نے وہاں کے حکام سے کہہ دیا تھا، مجھے دو چارٹرڈ طیاروں کی ضرورت ہے۔ ایک طیارے میں، میں پومی کے ساتھ صبح چھ بجے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ دوسرے طیارے میں بابا صاحب کے ادارے کے کچھ خاص منتخب لوگ صبح دس بجے روانہ ہوں گے۔ ہم شمالی افریقہ کے ایک شہر نکوگارا میں اتریں گے۔ وہاں ہمیں ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہو گی تاکہ ہم جنگل کے کسی بھی حصے میں پہنچ سکیں۔

دو طیاروں کا انتظام کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ذمے دار افسران ہاٹ لائن پر اپنے سفیر سے بات کر رہے تھے اور ان کا سفیر نکوگارا کے ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کر کے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر کا اور ایک گائیڈ کا انتظام کر رہا تھا۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ادارے سے کم از کم دو سو ایسے جوانوں کا انتخاب کرو جو اچھے انجینئر، ڈاکٹر اور بہترین فائٹر ہوں، جنگلات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں۔"

"کیا جارج فری مین کے قلعے کا محاصرہ کرو گے؟"

"یہی ارادہ ہے۔ اس قلعے کے تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین ہے، اس مشین کو ہر حال میں تباہ کرنا ہے۔"

سونیا نے کہا: "پارس کو اس قلعے سے نکلے چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ جارج فری مین نادان نہیں ہے، وہ سمجھتا ہو گا کہ تم پارس سے رابطہ قائم کر کے اس مشین کے متعلق معلومات حاصل کر لو گے، لہٰذا اس نے پہلی فرصت میں وہ مشین وہاں سے کہیں منتقل کر دی ہو گی۔"

"بے شک اس نے ایسا ہی کیا ہو گا لیکن اس کے پاس ایک ہی ہیلی کاپٹر تھا جو طویل سفر کے کام آ سکتا تھا۔ اسے ہمارے بیٹے نے تباہ کر دیا ہے۔ ان کے پاس چند گاڑیاں ہیں، وہ مشین کو اس قلعے سے کہیں دور لے جا کر چھپائیں گے۔ کسی شہر کی طرف نہیں جائیں گے۔ انھیں اس بات کا اندیشہ ہو گا کہ وہاں کے تمام شہروں میں ہمارے آدمی پھیل چکے ہوں گے اور اس مشین کی ٹوہ میں ہوں گے۔"

"ہوں، ابھی تو یہی سمجھ میں آ رہا ہے۔ وہ مشین کو جنگل کے کسی حصے میں چھپانے پر مجبور ہوں گے۔ گویا ٹرانسفارمر مشین کا کھیل اب جنگل میں کھیلا جائے گا۔"

"یہ بات تشویشناک ہے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بچے دیتی جا رہی ہے۔ پہلے ایک تھی، اب دو ہو گئیں۔ اگر ہم نے اسے برباد نہ کیا یا پوری طرح اپنے قبضے میں نہ رکھا تو ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے مشین والے ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہیں گے، ہمیں سکون سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پہلے بھی کب سکون سے رہتے تھے لیکن اب تو بات ہمارے بچوں تک پہنچ گئی ہے۔ میرا بیٹا چوبیس گھنٹے تک دشمنوں سے لڑتا رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اس طرح اس نے اپنی خود اعتمادی کا ثبوت دیا ہے۔"

"اچھی بات ضرور ہے لیکن ہمیں ابتدا میں کسی بھی مہم کے دوران بچوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ بعد میں یہ تنہا مصائب سے لڑتے رہیں تو ہمیں زیادہ فکر نہیں ہو گی۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ بچوں کو انگلی پکڑ کر نہ چلاؤ۔ میں پارس اول کے سلسلے میں اعتماد سے کہتی ہوں، وہ ہم بڑوں سے کم نہیں ہے۔ شیبا نے، آمنہ نے اور میں نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ اگر کمی رہ گئی ہے تو حالات اور تجربات اسے اور کندن بنا دیں گے۔"

"تم دوسرے طیارے میں آ رہی ہو؟"

"ضرور آؤں گی لیکن میرا مشورہ مان لو۔ وہاں پہنچ کر پارس کے ساتھ نہ رہنا۔ میں بھی اس سے دور رہوں گی۔ ہم مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اس مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

میں خیال خوانی سے چونک گیا۔ انٹیلی جنس کا ایک افسر کہہ رہا تھا: "جناب! آپ کے کاٹیج کے سامنے کوئی نظر آ رہا ہے۔ کیا آپ دوربین سے دیکھنا چاہیں گے؟"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ دوربین تم استعمال کرو۔"

میں نے سونیا سے کہا: "یہاں ہم باپ بیٹے کو اغوا کرنے والے آ رہے ہیں۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔ تم اپنا کام شروع کر دو۔"

پھر میں نے پومی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا تم کاٹیج کے احاطے میں کچھ دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں، دو آدمی دیوار پھاند کر اندر آئے ہیں۔"

"ابھی ایک افسر نے صرف ایک شخص کی بات کی تھی۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے ڈمی فرہاد سے پوچھا: "کیا تم کچھ دیکھ رہے ہو؟"

"جی ہاں، میں دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس ہوں۔ یہاں پہلے ایک شخص نظر آیا، پھر اس کے پیچھے دو آدمی اور دیوار پھاند کر آ گئے۔"

"اس کا مطلب ہے دونوں پارٹیاں پہنچ گئی ہیں۔ تم ان سے مقابلہ نہ کرنا۔ اگر مقابلہ شروع ہوا تو بچنے کی کوشش کرتے رہنا۔ پومی تمھارا دفاع کرے گی۔"

پھر میں نے پومی سے کہا: "دوسری طرف تین آدمی اور آئے ہیں، یعنی دونوں پارٹیاں موجود ہیں۔ ہوشیار رہو۔"

وہ دبے قدموں آ رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ انھوں نے آدھے چہرے نقاب سے

ڈھانپ رکھے تھے، آنکھیں نقاب سے آزاد تھیں۔ جب وہ برآمدے میں پہنچے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ اپنی اپنی پوزیشن سنبھالنے لگے۔ صرف چند سیکنڈ میں انھوں نے سمجھ لیا کہ ان کے مقابلے پر قانون کے محافظ نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو دھمکیاں دیتے للکارتے، گولیاں بھی چلاتے لیکن دونوں پارٹیاں چوروں کی طرح خاموش تھیں، پھر ایک نے سرگوشی میں پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہی سوال ہم بھی کرتے ہیں۔"

"اس کاٹیج میں فرہاد موجود ہے۔ ہم اسے گرفتار کرکے لے جائیں گے۔"

دوسری پارٹی نے کہا "اسی کاٹیج میں پارس بھی موجود ہے۔ ہم اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

"اگر ایسا ہے تو ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم اپنا کام کرکے چپ چاپ نکل جائیں گے۔"

وہ مجرم تھے، کوئی سیاست داں نہیں تھے کہ کسی فیصلے تک پہنچنے کے لیے سالہا سال تک مذاکرات جاری رکھتے۔ انھوں نے ایک منٹ میں سمجھوتہ کر لیا، پھر سب کے سب ایک دروازے تک آئے۔ بروس مارٹن نے کہا "میں صرف ایک گھونسا مار کر یہ دروازہ توڑ سکتا ہوں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی ان تینوں آدمیوں میں سے ایک نے دروازے پر زور کا گھونسا مارا۔ اس کا ہاتھ دروازہ توڑتا ہوا اندر چلا گیا۔ ڈمی فرہاد نے چونک کر پوچھا "کون ہے؟"

دروازہ ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ وہ پانچوں اندر گھس آئے۔ میرا ڈمی، پارس کے ساتھ بستر پر اٹھ بیٹھا تھا۔ ان پانچوں کو دیکھتے ہی دونوں نے چھلانگ لگائی، پھر فرش پر پہنچ گئے۔ آنے والوں میں سے ایک نے کہا "دونوں باپ بیٹے پھرتیلے ہیں لیکن ہم مقابلہ کرنے نہیں آئے ہیں۔ چپ چاپ چلو گے تو اچھی بات ہے۔"

میرے ڈمی نے پوچھا "اور اگر نہ چلیں تو؟"

"ہم بے ہوش کرکے لے جائیں گے۔"

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

اُن میں سے ایک نے کہا "ہم تمھیں لے جانے آئے ہیں۔"

دونوں کمپیوٹر مین میں سے ایک نے کہا "اور ہم پارس کو لے جائیں گے۔"

پارس اچھل کر ڈمی فرہاد کے پاس آ گیا۔ میں نے ڈمی کی زبان سے کہا "تم کہتے ہو جھگڑا نہیں ہونا چاہیے، اور جھگڑے کی بات بھی کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ اور بیٹے کے راستے جدا ہو جائیں اور میں اپنے بیٹے کو کہیں اور جانے دوں۔ تم لوگ اپنے فیصلے میں ذرا تبدیلی کرو۔ اگر میں جاؤں گا تو بیٹے کے ساتھ، ورنہ کوئی فرہاد علی تیمور کو زبردستی نہیں لے جا سکے گا۔"

ایک نے کہا "کیوں ہم سے ڈراما کرتے ہو، یہ اصلی پارس نہیں ہے۔ تمھارا بیٹا نہیں ایک ڈمی ہے۔"

میں نے ڈمی کی زبان سے پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ اصلی نہیں ہے؟"

اس نے کہا "ہماری معلومات بہت وسیع ہیں۔ ہم اپنے اجنبی ساتھیوں سے درخواست کریں گے کہ وہ اس ڈمی پارس کا خیال چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔"

کمپیوٹر مین نے کہا "واہ بہت خوب، کیا چال چل رہے ہو۔ فرہاد کو راضی خوشی لے جانے کے لیے پارس کو ڈمی کہہ رہے ہو تاکہ ہم اس سے دستبردار ہو جائیں۔"

پومی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "معلوم ہوتا ہے تم لوگ دو مختلف پارٹیوں کے آدمی ہو۔ اب ایک پارٹی پارس کو ڈمی کہہ رہی ہے تو دوسری فرہاد کو ڈمی کہنا شروع کر دے گی۔ ایسا کہنے سے زبان گھس تو نہیں جائے گی۔"

تینوں میں سے ایک نے کہا "ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے، ہم فرہاد کے ساتھ ڈمی پارس کو بھی لے جائیں گے۔"

دونوں کمپیوٹر مین نے کہا "پارس کو تو تمھارے باپ بھی نہیں لے جا سکیں گے، اگر یہ ضد ہے کہ تم باپ بیٹے کو لے جا سکتے ہو تو یہ ہماری بھی ضد ہے۔ ہم ان دونوں کو لے جا کر دکھائیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منہ پر گھونسا پڑا۔ بڑا زبردست گھونسا تھا لیکن کمپیوٹر مین صرف دو قدم پیچھے گیا۔ پھر اس نے گھوم کر ایک لات جمائی۔ وہ آنے والے تین آدمی بھی کمپیوٹر مین سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اس پر بھی لات کا اثر نہ ہوا۔ پھر وہ پانچوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ کوئی کسی کو مار رہا تھا، کوئی کسی سے پِٹ رہا تھا۔ ان کی لڑائی ایسی تھی جیسے پانچ ہاتھی ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔ ان کا ہاتھ پاؤں کمرے کی جس چیز پر پڑتا تھا، وہ سلامت نہیں رہتی تھی۔ ایک نے اچھل کر دوسرے کو لات ماری، پھر دوسرا ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کی لات الماری پر لگی اور اسے توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ جب تک وہ باہر نکلتی، دوسرے کی لات اس کے منہ پر لگی۔ ایک شخص پلنگ پر آ کر گرا۔ اگر وہ تنہا گرتا تو کوئی بات نہیں تھی، دوسرا اس پر چھلانگ لگا کر آیا تو پلنگ کا درمیانی حصہ فرش پر بیٹھ گیا۔

جنگ شدت اختیار کر رہی تھی۔ وہ لڑنے والے اپنے اپنے مخالف کے متعلق یہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ وہ بھی ان کی طرح مشین کے ذریعے کمپیوٹر مین بنائے گئے ہیں جو طاقت میں، ذہانت میں، رفتار میں گفتار میں کمپیوٹر کی طرح تیزی سے کام کرتے ہیں۔ اس جنگ کے دوران ڈمی پارس چپ چاپ کمرے سے نکل گیا تھا۔ تمام مسلح افراد احاطے کے اندر پہنچ گئے تھے اور کاٹیج کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ اب دوسرے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

پومی نے ڈمی فرہاد کا ہاتھ پکڑا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں سے کھسکنے لگی۔ اچانک ایک کمپیوٹر مین چھلانگ لگا کر آیا اور ان کا راستہ روکتے ہوئے پوچھا "خبردار، پارس کہاں ہے؟"

وہ جواب کا انتظار کیے بغیر دوسرا دروازہ کھول کر جانا ہی چاہتا تھا لیکن اچھل کر پیچھے آ گیا۔ دروازہ کھلتے ہی تڑ تڑ تڑ فائرنگ ہوئی تھی۔ گولیاں اس کی ٹانگوں میں لگی تھیں۔ فائرنگ کی آواز پر لڑائی بند ہو گئی۔ سب نے چونک کر دیکھا، پھر جس کو جدھر موقع ملا وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ کھڑکیوں کو توڑ کر نکلنا ان کے لیے معمولی بات تھی لیکن وہ جہاں سے بھی نکل رہے تھے وہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی اور وہ چیخیں مار مار کر گر رہے تھے۔ فائرنگ کرنے والوں کو خاص طور پر ہدایت دی گئی تھی کہ صرف ٹانگوں پر گولی ماری جائے تاکہ وہ فرار ہونے کے قابل نہ رہیں۔

وہ بڑے جی دار تھے، گولیاں کھانے کے بعد اپنی ٹانگوں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا فرش پر لڑھکتے ہوئے آتے تھے اور مسلح افراد کی ٹانگوں پر کراٹے کا ہاتھ رسید کرتے تھے۔ سپاہیوں کو مجبور ہو کر ان کے ہاتھوں پر گولیاں چلانی پڑیں۔ ذرا سی دیر میں وہ سب ٹھنڈے پڑ گئے۔ میں ان تین آدمیوں کے دماغوں میں پہنچنے لگا جو ہمارے لیے اجنبی تھے۔ ان کی تھوڑی سی سوچ پڑھنے کے بعد ہی ہمارے خیالات کی تائید ہو گئی۔ وہ تینوں سلارا اور جارج فری مین کے آدمی تھے اور ان کی سے ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر آئے تھے۔

وہ تینوں تقریباً چار برس تک جارج فری مین کے اس قلعے میں رہ چکے تھے۔ وہاں کی ایک ایک بات جانتے تھے۔ ہمیں ایک دن اس قلعے کے اندر پہنچنا تھا لہٰذا میں وہاں کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے لگا اور یہ معلومات سونیا تک پہنچانے لگا۔ ہیلمانے پارس کو بتایا تھا کہ اس نے قلعے میں ایسے وحشی انسانوں کو سلاخوں کے پیچھے دیکھا ہے جو دیکھنے سے ہی درندے لگتے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کو دیکھ کر یوں دانت کچکچاتے ہیں جیسے کچا چبا جائیں گے۔

ان تین آدمیوں کے دماغوں سے پتا چلا کہ وہ قیدی نہیں ہیں بلکہ سلارا اور جارج فری مین نے انھیں مشین کے ذریعے غلام بنا لیا ہے۔ ضرورت کے وقت سلاخوں کے پیچھے سے نکالتے ہیں اور اپنے دشمن کے پیچھے ایسے چھوڑتے ہیں جیسے خونخوار شکاری کتے چھوڑے جاتے ہیں۔ وہ وحشی غلام جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اسے زندہ نہیں چھوڑتے، چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس قلعے میں ایسے ٹارچر سیل ہیں جہاں وہ اپنے کسی دشمن کو یا اپنے کسی غدار ملازم کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچا کر مار ڈالتے ہیں۔ وہاں ایسے خفیہ میکینزم ہیں کہ محل کے کسی بھی حصے میں کسی بھی اجنبی کو ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ پارس نے اپنی یہی نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا تھا اور سلارا کی گردن پر ریوالور رکھ دیا تھا اور اسے چھوڑ نہیں رہا تھا لہٰذا اس کے خلاف کوئی بھی خفیہ میکینزم کام نہیں آ سکا۔ نہ ہی اسے ٹریپ کیا جا سکا۔ اگر ایسا کیا جاتا تو وہ.. سلارا کو فوراً گولی مار دیتا۔

میں نے معلوم کر لیا کہ قلعے کے اندر کہاں کہاں کس قسم کے ٹریپ بچھائے گئے ہیں۔ وہاں ایسے مسلح افراد بہت کم تھے جو حساس دماغ رکھتے تھے اور خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر لیتے تھے۔ ان کی تعداد پچیس تھی۔ صرف وہی افراد قلعے کے اندر ڈیوٹی کے وقت جاتے تھے، پھر باہر آ جاتے تھے۔ باقی تمام مسلح افراد کو قلعے کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی حالاں کہ وہ سب وفادار تھے۔ جارج فری مین اور سلارا کو اندیشہ تھا کہ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسے افراد کو ٹریپ کر کے قلعے کے اندر پہنچ سکتے تھے۔

بہرحال میں نے بہت سی معلومات حاصل کیں جو آئندہ کام آنے والی تھیں۔ اب میں جارج فری مین سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ اب تک مجھے اس فریب میں مبتلا کر رہا تھا کہ پارس اس کی قید میں ہے اور میں اس کے بدلے آرمر کو اس کے پاس بھیج سکتا ہوں اور اپنے بیٹے کو واپس لا سکتا ہوں۔

میں اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا، اسی وقت پومی آ گئی۔ اس نے پوچھا "کیا مصروف ہو؟"

"ہاں، میں بھی مصروف ہوں اور تمھیں بھی مصروف رہنا ہے۔ ہم صبح پانچ بجے کی فلائٹ سے شمالی افریقہ جا رہے ہیں۔ تم ابھی جاؤ اور اپنی ضرورت کا کچھ سامان خرید کر لے آؤ۔"

وہ خوش ہو گئی۔ اس کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ وہ میرے ساتھ ایک طویل سفر کرنے والی تھی۔ جب وہ شاپنگ کے لیے چلی گئی تو میں نے سلارا اور جارج فری مین کے نمائندے کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے کہا "ذرا انتظار کریں۔ میں ابھی مسٹر جارج کو اطلاع دیتا ہوں۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے اطلاع دی۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اُس کی سوچ نے بتایا وہ سلارا ہے۔ اس نے اسے مادام سلارا کہہ کر مخاطب کیا تھا اور کہا تھا۔

"مسٹر فرہاد آپ لوگوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"
سلارا نے کہا "جسٹ اے منٹ، میں ابھی آتی ہوں۔"
میں حیرانی سے سوچنے لگا یہ کیا بات ہوئی۔ سلارا تو جنگل کی بھول بھلیوں میں پھنسی ہوئی ہے، میرے بیٹے کے ساتھ ایک لانچ میں ہے۔ پھر یہ سلارا کہاں سے آگئی۔ میں نے اپنے نمائندے کے ذریعے دیکھا وہی عورت کمرے میں داخل ہوئی جسے میں اب سے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھ پر عینک تھی اور وہ بائیں ہاتھ سے کام کرتی تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالونگ چیئر کو اپنی طرف گھمایا پھر اس پر بیٹھ کر اپنے نمائندے کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"ہیلو فرہاد! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"
میں نے انجان بن کر کہا "میں بہت پہلے ہی اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں، پارس کو تم لوگوں نے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ میں آرمر کو اسی شرط پر بھیجوں گا کہ تم یرغمال کے طور پر میرے پاس آؤ گی۔"
"تمھارا ذہن بہت غلیظ ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ ہر عورت تم پر مرمٹے گی۔"
"میں تمھیں مرمٹنے کے لیے نہیں صرف ضمانت کے طور پر بلا رہا ہوں، تمھیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں عینک لگانے والی عورت سے رومانس کروں گا۔"
"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"
"اگر میں تعریف کروں تو کہو گی، پھانس رہا ہوں۔ اور تمھاری عینک کا بیان کروں تو تمھیں غصہ آجاتا ہے۔ دیکھو مجھے ہر حال میں اپنا بیٹا چاہیے اور یہ معاملہ تم سے طے نہیں ہوگا۔ اپنے بھائی جارج کو بلاؤ۔"
"برادر جارج ایک بہت ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔ بات میں ہی کروں گی۔"
میں نے پوچھا "آرمر تمھیں کب چاہیے؟"
"ہمیں تو ابھی چاہیے جتنی جلدی تم روانہ کرو گے تمھارے بیٹے کے لیے بہتر ہوگا۔"
"میں تمھارے نمائندے کے ذریعے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح اپنے بیٹے کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے دو باتیں کروں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ میرا بیٹا ہے تو میں آرمر کو پہلی فلائٹ سے روانہ کر دوں گا۔"
وہ ذرا ہچکچانے لگی۔ پارس ان کے پاس نہیں تھا۔ وہ بھلا اپنے نمائندے کے سامنے کیسے لاتی۔ انھوں نے پارس کی ایک ہی ڈمی بنائی تھی جو ہمارے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے کہا "میری تسلی کے لیے پارس کو اس نمائندے کے سامنے پیش کرنے کے بعد یہ ضرور بتا دینا کہ آرمر کو کہاں بھیجا جائے۔"

وہ بولی "دراصل میں نے بھائی جارج سے اس سلسلے میں پوچھا نہیں ہے کہ ہم آرمر کا استقبال کہاں کریں گے۔ میں اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر کوئی کام بھی نہیں کرتی۔ پارس کو یہاں لاکر نمائندے کے سامنے پیش کرنے سے پہلے مجھے بھائی سے پوچھنا ہوگا۔"
"ڈمی پارس کو تو یہاں لا سکتی ہو؟"
"یہاں پارس کی کوئی ڈمی نہیں ہے۔"
"تمھاری کتنی ڈمی ہیں؟"
"میں صرف ایک ہوں۔"
"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ جو سلارا یہاں پیرس آئی تھی اور میرے بیٹے کو لے گئی وہ کوئی اور تھی، تم کوئی اور ہو۔ میرے حساب سے تم دونوں کے علاوہ ایک اور سلارا ہے۔ ہمارے ایک تجربہ کار نجومی نے کہا ہے کہ وہ تیسری سلارا اصلی ہے۔"
"نجومیوں کی باتیں اکثر غلط ہوتی ہیں۔"
"اور اکثر درست بھی ہوتی ہیں۔ ہمارے نجومی نے بتایا ہے کہ ایک سلارا پیرس میں بہت بڑے نجومی کی گرل فرینڈ ہے۔ اس نجومی نے اسے بتایا تھا پارس یہودی مشنری کے ہاسٹل میں ملے گا۔ اور اس سلارا نے پارس کو وہیں سے حاصل کیا پھر اسے تم لوگوں کے پاس روانہ کر دیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"
میں جو کہہ رہا تھا وہ مجھے پارس کے دماغ سے معلوم ہوا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ پیرس میں اسے ساتھ لے جانے والی عورت سلارا نہیں ہے۔ اور جو نجومی اس کا دیوانہ بنا ہوا تھا وہ سپر ماسٹر کے دو خاص نجومیوں میں سے ایک تھا۔ اس نمائندے کے سامنے بیٹھی ہوئی عینک والی سلارا نے کہا "تم غیر ضروری گفتگو کر رہے ہو، کام کی بات کرو۔"
"کام کی بات تمھارے بھائی جارج فری مین کے ساتھ ہو سکتی ہے اور میں اس کے سامنے بھی یہی شرط پیش کروں گا کہ پہلے پارس کو اپنے اس نمائندے کے سامنے پیش کرے۔ میں اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔"
میری بات ختم ہوتے ہی نمائندے کے سامنے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"
دوسری طرف سے آواز آئی "مسٹر جارج لانگ ڈسٹنس سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ٹرانسمیٹر اٹینڈ کیا جائے۔"
یہ بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ جارج قلعے میں نہیں تھا۔ کہیں دور دراز کے علاقے میں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اصلی بہن سلارا کی طرف گیا ہوا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اسے سلارا کا سراغ کیسے ملا جب کہ پارس نے ٹرانسمیٹر کو توڑ دیا تھا۔ میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اور اپنے بیٹے کے

پہنچ کر دیکھا وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے لیکن میرے آنے پر اس کی آنکھ نہیں کھلی۔ ابھی اس کا دماغ پہلے کی طرح حساس نہیں تھا۔ میں نے اسے جگایا "بیٹے! اٹھو۔"
وہ فوراً ہی آنکھ کھول کر دیکھنے لگا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا "ہیلو پاپا، کیا آپ ہیں؟"
"ہاں میں ہوں۔ مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ جارج فری مین قلعے میں نہیں ہے۔ لانگ ڈسٹنس سے ایک ڈمی سلارا کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمھاری تلاش میں نکلا ہے۔ سلارا نے کس طرح اسے اس لانچ کے متعلق بتایا ہے۔"
اس نے فوراً جرابیں پہنیں، جوتے پہنے، جس کمرے میں وہ سو رہا تھا وہاں چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ ٹوٹا ہوا ٹرانسمیٹر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچتے ہوئے کہا "پاپا! ایک بات کھٹک رہی ہے، جب میں اس ٹرانسمیٹر کو توڑنے جا رہا تھا تو اس کے ٹوٹنے سے پہلے ہی سلارا نے لانچ کا ذکر کیا تھا۔ اس کی تفصیل شاید نہ بتا سکی ہو لیکن لانچ کا لفظ سن کر اس کا بھائی اپنے آدمیوں کے ساتھ ہمیں تلاش کرنے لگا ہوگا۔ شاید اس نے ایک اور ہیلی کاپٹر کا انتظام بھی کر لیا ہو۔"
"یہی بات ہو سکتی ہے۔ تم فوراً کمرے سے نکلو اور دیکھو سلارا کہاں ہے۔"
وہ دبے قدموں دروازے کے پاس آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر کوریڈور میں پہنچا۔ پھر سامنے والے دروازے سے کان لگا کر سننے لگا۔ اگر وہ ہینڈل پر دباؤ ڈال کر دروازہ کھولنا چاہتا اور ذرا سی آواز ہوتی تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھتی۔ اگر وہ سو رہی تھی تو وہ اسے سلائے رکھنا چاہتا تھا۔
اسی وقت کوئی آواز سنائی دی۔ وہ آواز بہت دور سے آرہی تھی۔ پارس نے چونک کر ایک طرف دیکھا۔ پھر دبے قدموں چلتا ہوا کوریڈور سے گزر کر لانچ کے اس نچلے حصے میں آیا جہاں ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہ آواز مسلسل آرہی تھی۔ وہ پنجوں کے بل دوڑتا ہوا، زینے پر چڑھتا ہوا عرشے پر پہنچ گیا۔ اس نے ایک چاقو بھی کھول لیا تھا۔ اب آواز صاف طور پر سنائی دینے لگی۔ وہ کوئی موٹر بوٹ تھی۔ اب اس کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔
اچانک دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پارس نے چونک کر عرشے کے نیچے دیکھا۔ سلارا دوڑتی چلی آرہی تھی۔ وہ زینے پر چڑھتی ہوئی عرشے تک پہنچنا چاہتی تھی۔ اس کے ہاتھ

میں ٹارچ تھی۔ جیسے ہی اس نے ٹارچ روشن کی، پارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ٹارچ اس کے ہاتھ سے نکل کر عرشے کے تختے پر جا گری۔ وہ چیخ کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو، ہمیں سگنل دینا چاہیے۔ وہ میرے یا تمھارے آدمی ہو سکتے ہیں۔ ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"
"میرے آدمیوں کو سگنل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا کام خیال خوانی سے چل جاتا ہے۔ یہ آنے والے تمھارے آدمی ہیں اور میں انھیں یہاں تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"
وہ آگے بڑھ کر ٹارچ اٹھانے کے لیے جھکا، اسی وقت سلارا نے گھوم کر ایک کک ماری۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ ہاتھ لگنے سے ٹارچ کا رخ دریا کی طرف ہو گیا تھا اور یہ خطرے کی بات تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر ٹارچ کو اٹھانا چاہا۔ سلارا نے ٹارچ کو ایک ہلکی سی کک ماری۔ ٹارچ لڑھکتی ہوئی دوسری طرف گئی۔ اب اس کا رخ دریا کی طرف سے گھوم گیا تھا۔ سلارا نے اسے دریا کی طرف رکھنے کے لیے لپک کر اٹھانا چاہا تو پارس نے لیٹے ہی لیٹے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اس کی کمر پر ایک لات ماری۔ وہ چیختی ہوئی دوسری طرف جا کر گری۔
موٹر بوٹ کی آواز بالکل قریب آگئی تھی۔ اس کی سرچ لائٹ جنگل کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک رینگتی جا رہی تھی۔ وہ سرچ لائٹ ان درختوں پر سے بھی گزری جن کے سائے میں وہ لانچ چھپی ہوئی تھی۔
بس ایک ذرا سے سگنل کی ضرورت تھی۔ پھر وہ اس طرف چلے آتے۔ سلارا تڑپ کر اٹھی۔ اتنی دیر میں ٹارچ پارس کے ہاتھ لگ گئی تھی اور وہ بجھ چکی تھی۔ وہ دونوں بانہیں پھیلا کر دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ پارس نے ایک طرف ہٹ کر کہا۔
"خبردار! مجھ سے دور رہنا۔"
"میں تم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ تم بہت تیز طرار اور دلیر ہو۔ میں تمھیں داد دینا چاہتی ہوں۔ تم سے محبت کرنا چاہتی ہوں۔"
"ذرا صبر کرو۔ شہر پہنچنے کے بعد میں ایک تصویر اتروا کے تمھیں دوں گا۔ تم دن رات اس سے محبت کرتی رہنا۔"
وہ جھنجلا کر بولی "موٹر بوٹ یہاں سے گزر گئی ہے۔ سرچ لائٹ دور چلی گئی ہے۔ آواز بھی دور جا رہی ہے۔ تم کمینے ہو، کتے ہو۔"
"تو پھر میں کسی کتے کی تصویر اتروا کر دوں گا۔ دن رات اسے چومتی رہنا۔"
اس نے ٹارچ جیب میں رکھ لی۔ وہ غصے سے اسے

مارنے لگی۔ پارس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ طرح طرح سے داؤ آزما رہی تھی۔ اس کا کوئی داؤ نہیں چل رہا تھا آخر وہ ہنسنے لگی۔ کہنے لگی "جب مجھے ہر طرح سے بے بس کر دیتے ہو تو مجھے تم پر بڑا پیار آتا ہے۔ عورت بے بس ہو کر ہی مردانگی کا اعتراف کرتی ہے۔"

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو چلو کچھ بھی سہی' ہمارا جھگڑا تو ختم ہوا۔"

میں نے کہا "میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا ضروری کام سے جا رہا ہوں۔"

میں نے پیرس میں ایک افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "نکوگارا میں ہمارے جو جاسوس ہیں ان کی آواز سنائیے۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد آواز سنائی۔ میں ایک جاسوس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "جناب فرہاد صاحب! کیا واقعی آپ ہیں؟"

وہ سگریٹ پی رہا تھا۔ میں نے اس کے سگریٹ کو ایش ٹرے پر رکھوا دیا۔ اس نے تعجب سے خالی ہاتھ کو دیکھا پھر سگریٹ اٹھا کر کش لینا چاہتا تھا۔ میں نے پھر اسے ایش ٹرے پر رکھوا دیا پھر پوچھا "کیا تمہیں یقین آیا؟"

"اوہ جناب، آپ ایسا کر رہے تھے۔ جی ہاں، جی ہاں' مجھے یقین آ گیا ہے۔"

"یہ معلوم کرو' یہاں سے یا کسی دوسرے بڑے شہر سے کسی نے ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا ہے اور کیا وہ ہیلی کاپٹر جنگل میں پرواز کرنے کے لیے حاصل کیا گیا ہے۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں تھا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنی معلومات کے لیے کیسے کیسے ذرائع اختیار کر رہا ہے تاکہ میں خود ان ذرائع کو استعمال کر کے جلد سے جلد معلومات حاصل کر لوں۔ اس جاسوس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ساتھی سے رابطہ قائم کیا۔ اس کا ساتھی جاسوس ایک فلائنگ کلب میں تھا۔ اس نے ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا میرے وہاں پہنچنے تک اس کی ڈیوٹی اسی جگہ ہوتی اس کے دماغ نے بتایا کہ فلائنگ کلب میں دو ہیلی کاپٹر تھے۔ جارج فری مین نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے فلائنگ کلب والوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان سے ایک ہیلی کاپٹر بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ چوں کہ ان کا پائلٹ چھٹی پر تھا اور دوسرا پائلٹ بیمار تھا اس لیے وہ جارج فری مین تک نہ پہنچ سکا۔

ہمارے جاسوس نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے دونوں ہیلی کاپٹر ہمارے لیے ریزرو کرا دیے۔ اس سے وہاں کے لوگوں کو اچھی خاصی رشوت دی تھی پھر بھلا وہ ہمارے لیے ریزرو کیوں نہ ہوتے۔ میں نے کہا "اب تم لوگ دوسرے شہروں کے جاسوسوں سے رابطہ قائم کرو۔"

تھوڑی دیر بعد ہمیں معلوم ہو گیا۔ ایک شہر سے جارج فری مین نے اپنے لیے ہیلی کاپٹر حاصل کر لیا تھا لیکن اس کا بہت وقت ضائع ہوا تھا۔ وہ پچھلی رات سے مختلف شہروں کے فلائنگ کلبوں سے رابطہ قائم کرتا رہا تھا تب کہیں جا کر آج رات اسے ایک ہیلی کاپٹر حاصل ہوا تھا۔

میں نے پارس کے پاس آ کر کہا "ذرا ہوشیار رہنا۔ جارج فری مین نے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کر لیا ہے۔"

میں اتنا کہہ کر چلا آیا۔ اس کے دماغ میں مسلسل رہنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک جوان عورت تھی جو الٹی سیدھی حرکتیں کر رہی تھی۔ میرا بیٹا نادان نہیں تھا۔ اپنے بچاؤ کے راستے جانتا تھا۔

اس سلسلے میں میری دو ذمے داریاں تھیں۔ ایک تو یہ پارس کا خیال رکھوں کہ کہیں وہ کسی ایسی مصیبت میں نہ پھنس جائے جس سے نکلنا اس کے لیے دشوار ہو جائے۔ دوسری ذمے داری یہ تھی کہ میں اپنے قارئین کے سامنے اس کے حالات بیان کرتا رہوں اس کے لیے میں نے سوچ لیا کبھی کبھی اس کے دماغ میں جاؤں گا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا۔ پھر کبھی پارس کے دماغ سے یا اس کے آس پاس رہنے والوں کے دماغ سے جو تفصیلات معلوم ہوتی جائیں گی اسے میں اپنی داستان کے تسلسل سے پیش کرتا جاؤں گا۔

لہٰذا آئیے، اب پارس کے حالات سنیے۔ جو مجھے بعد میں معلوم ہوئے اور جنھیں میں اپنی داستان کے تسلسل سے ابھی پیش کر رہا ہوں۔

★

وہ دونوں عرشے پر تھے۔ اب چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی دور دور تک جنگل کو منور کر رہی تھی۔ سلارا نے سر اٹھا کر مایوسی سے دیکھا۔ آسمان نظر نہیں آ رہا تھا کیوں کہ دونوں طرف کے گھنے درخت اس لانچ پر جھکے ہوئے تھے۔ اگر اس کے لوگ ہیلی کاپٹر میں آتے تو پرواز کے دوران انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ صرف ایک ٹارچ ایسی تھی جس کی روشنی دریا کی طرف جا سکتی تھی اور اسی کے ذریعے سگنل دیا جا سکتا تھا۔

پارس نے پوچھا "کیا نیند پوری نہیں کرو گی؟"

"پتا نہیں ہم کتنی دیر تک سوتے رہے۔"

"ہم جتنی دیر بھی سوئے صبح نہیں ہوئی اور تھکنے والوں کو صبح تک سونا چاہیے۔"

"اب نہیں سو سکوں گی۔ نیند اُچاٹ ہو گئی ہے۔"

"تم اس چکر میں ہو کہ تمھارے آدمی مختلف ذرائع سے یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور تم انھیں کس طرح سگنل دے سکو گی۔"

"پارس! انصاف تمھارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم میرے دشمن نہیں ہو تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہو۔ کیا تم اپنے لوگوں میں پہنچو گے تو مجھے اپنے لوگوں میں نہیں جانا چاہیے؟"

"ضرور جانا چاہیے۔"

وہ خوش ہو کر آگے بڑھی۔ پارس نے پیچھے ہٹ کر کہا "یہی خراب عادت ہے جہاں خوش ہوتی ہو' فوراً گلے کا ہار بن جاتی ہو۔"

"کیا میں تمھیں بُری لگتی ہوں؟"

"تم بے حد حسین ہو۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جھوٹ بول کر تم سے کیا حاصل کروں گا۔ تم ایک پھول کی طرح بے حد خوب صورت ہو لیکن تمھاری عمر کے کانٹے مجھے چبھتے ہیں۔"

"یہ تمھارے پاپا تمھیں بہکاتے ہیں۔"

"میرے پاپا نادان نہیں ہیں۔ وہ ایسے وقت میرے پاس نہیں رہتے اور نہ ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ میں تمھیں پہلے بھی کہہ چکی ہوں جوان عورت کبھی سولہ سال سے آگے نہیں بڑھتی۔ اگر تمھارے جیسا جوان عمر میں ذرا کم ہو لیکن قد میں پہاڑ ہو۔ بازو فولاد کے ہوں اور سینے میں جواں مردی کی بارود بھری ہو تو کوئی بھی عورت اس کی ایک مٹھی میں سے جاتی ہے۔"

وہ پارس کے گلے میں بانہیں ڈالنے کو آئی' وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "کیا میں اپنے باپ کو بلالوں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہو۔ کیا میری بات نہیں مانو گے؟"

"کون سی بات؟"

"ابھی میں نے کہا تھا نا' مجھ سے انصاف کرو۔ مجھے اپنے لوگوں میں جانے دو۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔"

"پھر وعدہ کرو' اگر میرا کوئی آدمی آئے گا تو مجھے ٹارچ کے ذریعے سگنل دینے کا موقع دو گے۔"

"میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

وہ اسے دھکیلتے ہوئے بولی "دو رخی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ذرا دیر پہلے کچھ کہا اور اب کچھ کہہ رہے ہو۔"

"میں اپنی زبان نہیں بدلتا۔ تمھیں صحیح سلامت تمھارے بھائی کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

"لیکن کب؟"

"پہلے میرے لوگ آئیں گے۔ ہم دونوں کو کسی شہر تک لے جائیں گے پھر وہاں سے تم اپنے میکے چلی جاؤ گی۔"

"تمھارا باپ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ مجھے قیدی بنا کر رکھے گا۔"

"بیٹے کا وعدہ باپ پورا کرے گا۔ اب نیچے چلو۔"

"میرا جی نہیں چاہتا۔ دیکھو کیسی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ یہ جنگل اگرچہ بھیانک ہے لیکن بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں نے سنا تھا' ایک محبت کرنے والی اپنے محبوب کے ساتھ جہنم میں بھی جانا پسند کرتی ہے۔ میں سوچتی تھی' ایسا نادان کرتے ہیں لیکن تمھارے ساتھ اس بھیانک جنگل میں رہ کر معلوم ہو رہا ہے' جنت کہیں بھی آباد کی جا سکتی ہے۔"

"اور وہ چاہے تو کہیں بھی تہذیب کی جنت سے نکال سکتی ہے۔"

وہ پھر قریب آئی۔ پارس نے کہا "تم سیدھی طرح نیچے نہیں جاؤ گی۔ تمھیں لے جانا ہو گا۔"

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا لیا۔ پھر زینے پر سے سنبھل سنبھل کر اُترنے لگا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ چاند کی روشنی صرف عرشے تک تھی۔ سلارا زینے کے آخری سرے پر جان بوجھ کر مچل گئی، تاکہ وہ توازن قائم نہ رکھ سکے۔ پھر یہی ہوا۔ وہ لڑکھڑایا اور اسے لیے ہوئے فرش پر آ گیا۔

وہ پھر اُٹھ نہ سکا۔ عرشے پر ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ درخت کی پتیاں ہوا کی تال پر گنگنا رہی تھیں۔ ان میں دریا کی گنگناتی ہوئی لہروں کا ترنم بھی شامل تھا۔ چاند مسکرا کر یہ سارے مناظر اُجاگر کرتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی روشنی کے ساتھ عرشے کے نیچے زینے کے آخری سرے تک پہنچنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا۔

جہاں تک روشنی نہیں پہنچتی وہاں بھی روشنی کا اثر ضرور ہوتا ہے' تاریکی دور نہیں ہوتی مگر کم ہو جاتی ہے۔ اس تاریکی میں سلارا کہہ رہی تھی "نہ جانے میں کیا تھی اور کیا ہو گئی۔ میں نے سوچا تھا کبھی کسی مرد کو پاس نہیں پھٹکنے نہیں دوں گی۔ آج اپنے دل کی بات بتاتی ہوں۔ مجھے تمھارے باپ فرہاد علی تیمور سے بہت ڈر لگتا تھا۔ میں نے اس کا مکمل ریکارڈ بھی پڑھا ہے اور اس کے متعلق دن رات سنتی بھی رہتی ہوں۔ وہ ضدی اور سرکش عورتوں کو اپنے سامنے جھکا لیتا ہے۔ میں اس کے سامنے کبھی جھکنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن..."

وہ ذرا چپ ہوئی، پھر بولی "تقدیر مجھے اسی طرف لے جا رہی تھی۔ ہم نے ٹرانسفارمر مشین تیار کر لی تھی۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے ہمارا ٹکراؤ ہوگا۔ میں دنیا کے ایک ایک فرد پر حکومت کرنا چاہتی ہوں۔ کسی کی حکومت گوارا نہیں کر سکتی۔ میرا مزاج ہی کچھ عجیب سا ہے۔ میرے بھائی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ وہ چاہتے تھے جب بھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے مجھے یہ علم سکھائیں گے تاکہ میں کم از کم فرہاد سے خود کو محفوظ... رکھ سکوں۔"

پارس چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا۔ یہ کیسا نشہ ہے۔ جادو کی طرح سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ یہ پہلے نگاہوں کے سامنے تھی۔ پھر سانسوں میں بسنے آئی اور اب سر میں سما گئی ہے۔ یہ بول رہی ہے۔ پتا نہیں کیا بول رہی ہے مگر اس کی آواز چاندی کی گھنٹی کی طرح کانوں میں بج رہی ہے۔

سلارا بول رہی تھی "میں بچپن سے پڑھنے لکھنے میں ذہین ہوں۔ میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ پھر میرے بھائیوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ میں اور بھی کئی علوم بھر دیے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، میں کسی طرح بھی فرہاد سے دور رہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ میری وجہ سے کمزور پڑ جائیں گے۔ اس پر میرے ایک بھائی نے مشورہ دیا۔ سیدھی سی بات ہے، سلارا کی شادی فوراً کسی سے کر دی جائے۔ فرہاد کی ایک عادت ہے کہ وہ شادی شدہ عورتوں کی عزت کرتا ہے۔"

"میں کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ کسی مرد کو تصور میں بھی اپنے قریب دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ شاید میں اپنی کسی اندرونی کمزوری کے باعث ڈرتی تھی کہ کسی کے قریب جاؤں گی اور اس نے مجھے متاثر کر لیا تو کیا ہوگا؟"

"میں پچھلی رات سے تمھاری دشمن بنی ہوئی تھی۔ میں تم سے متاثر نہیں ہونا چاہتی تھی۔ میں چاہتی تھی تم سے دور ہی رہوں، تم سے نفرت کرتی رہوں، تمھیں قدم قدم پر نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی رہوں لیکن تم نے قدم قدم پر متاثر کیا۔ جس بات سے ڈرتی تھی وہی ہو کر رہی۔"

یہ کہتے کہتے وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس کو پہلی بار محسوس ہو رہا تھا، عورت کی ہنسی میں کتنا ترنم ہوتا ہے۔ وہ ہنستے وقت کتنی خوب صورت لگتی ہے۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا پھر بولا "کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

وہ بولی "اب تمھارے باپ کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ ہا، ہا، ہا۔ اب وہ میرے بھائیوں کے لیے خطرہ نہیں بنے گا۔ ذرا تقدیر کے کھیل دیکھو، باپ سے ڈرنے والی کا دل بیٹے کے پاس اٹک گیا ہے۔"

"اچھا ہوا، میں نے پوری طرح تمھارا دل اپنے پاس اٹکنے نہیں دیا۔ ان حالات میں دل گناہ کے بعد ہی دلدل میں دھنستا ہے۔ خدا کا شکر ہے، میں گناہ سے پہلے سنبھل گیا۔"

"ابتدا میں یہی ہوتا ہے۔ تمھارے جیسے سمجھ دار لوگ بہت سنبھل سنبھل کر گناہ کی طرف آتے ہیں مگر تم کب تک سنبھلو گے۔ جب بھی کسی عورت کے قریب جاؤ گے تو میں بُری طرح یاد آؤں گی اور میں قسم کھاتی ہوں، آج سے تمھارا انتظار کروں گی اور تمھارے انتظار میں کسی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دوں گی۔ فرہاد سے خطرہ تھا وہ ٹل گیا۔ جب اسے معلوم ہوگا کہ ہم زیادہ نہیں کچھ قریب ہوئے ہیں تو وہ مجھے اپنے دل اور دماغ سے نکال دے گا۔"

پارس اُٹھ کر کھڑا ہو گیا، پھر بولا "تم کل سے میرے بابا کے خلاف زہر اگلتی آ رہی ہو اور میں سنتا آیا ہوں۔ ہمارے دماغ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے نفسیاتی علوم بھی منتقل کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، نفسیاتی نقطۂ نظر سے جو عورت جس سے جتنا ڈرتی ہے اس پر اتنا ہی مرتی ہے۔"

وہ اٹھ کر بولی "یہ بکواس ہے۔"

"خدا کرے یہ بکواس ہو۔ تم پاپا سے ڈرتی ہو اور جتنے حربے تم جانتی تھیں وہ مجھ پر استعمال کر چکی ہو لیکن مجھے جیت نہ سکیں۔ تمھیں میری مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کا پورا یقین ہو چکا ہوگا۔ اب کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچو گی تو سر پکڑ کر کہو گی، نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔"

وہ اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ کر زینے کی طرف آیا۔ پھر اس کے ایک پائیدان پر بیٹھ کر بولا "عورت کی دوستی جی کا جنجال۔ اگر اس وقت کوئی مرد ساتھی ہوتا تو پوری دانشمندی کے ساتھ نیند پوری کرنے کی کوشش کرتا مگر تم تو نیند اُڑانے کے کرتب دکھانے کی ماہر ہو۔"

وہ غصے سے قریب آئی، پھر اس کے پاس بیٹھ کر بولی۔ "تم مرد نہیں ہو۔ کیا دشمنوں سے لڑنے، انھیں شکست دینے، انھیں مار ڈالنے اور خطرناک جنگلوں سے گزر جانے کا نام مردانگی ہے؟ ارے اگر تم چاہو تو ساری دنیا کو فتح کر لو لیکن اگر ایک عورت کو فتح نہ کر سکے تو کچھ نہ کر سکے۔"

"میری ایک بُری عادت ہے ___ بھڑکانے اور جوش دلانے سے بھی میں وہ نہیں کرتا جو دوسرا چاہتا ہے۔"

وہ چپ رہی، پیچ و تاب کھاتی رہی۔ اس کے قریب بیٹھی پہلو بدلتی رہی پھر آہستہ آہستہ نرم پڑنے لگی۔ اس نے اپنا

ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، پھر پوچھا "کیا میری ایک بات کا سچ سچ جواب دو گے؟"

"ضرور دوں گا۔"

"تو پھر سچ بولو، میں کیسی لگتی رہی؟"

پارس نے اسے دیکھا۔ چاند کی روشنی زینے کے اس حصے تک آ رہی تھی۔ سلارا نے اپنا رُخ چاندنی کی طرف کر لیا۔ وہ بولا۔ "بابا صاحب کے ادارے میں ہمیں ہر طرح کی لذت سے آشنا کرایا جاتا ہے تاکہ ہماری زبان کسی بھی چیز کو چکھتے ہی اس کی اصلیت کو سمجھ لے۔ ہمیں ہلکا ہلکا زہر بھی چکھایا گیا ہے۔ پھر اس کا توڑ بھی کیا گیا ہے۔"

"میں نے اپنے بارے میں سوال کیا ہے اور تم زہر کے بارے میں بول رہے ہو۔"

"میں یہی کہنے جا رہا ہوں۔ آج میں تمھارے ساتھ جس حد تک گیا اس حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ عورت صرف ماں اور بہن نہیں ہوتی، زہریلی ناگن بھی ہوتی ہے۔"

"اچھا تو میں ناگن ہوں؟"

"ہاں، تم میں زہر بھرا ہوا ہے۔ تم بے حد حسین ہو۔ سر سے پاؤں تک جوانی کا جیتا جاگتا اشتہار ہو۔ تمھیں دیکھ کر چھونے اور چھو کر پکڑنے کو اور پکڑ کر جکڑنے کو جی چاہتا ہے۔"

"میری اتنی تعریفیں کر رہے ہو، پھر مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

"اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل دی ہے اور میری پرورش کرنے والوں نے بچپن سے یہ سمجھایا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر مناسب ہوتا ہے۔ جو کام وقت سے پہلے ہوتا ہے وہ آگے چل کر نقصان پہنچاتا ہے۔"

"جب عورت ہوش اڑانے لگتی ہے تو کسی کی نصیحت یاد نہیں آتی۔ تمھیں ایسی نصیحتیں کیسے یاد رہیں؟"

"دیکھو جب گرد اڑتی ہے یا آنکھوں کے پاس سے کوئی بھی چیز گزرتی ہے تو آنکھیں اچانک ہی بند ہو جاتی ہیں۔ ہم انھیں دانستہ بند نہیں کرتے۔ یہ قدرتی امر ہے۔ خطرے کے وقت بعض حساس لوگوں کی چھٹی حس چونکا دیتی ہے۔ مجھے بھی میری چھٹی حس چونکا دیتی ہے۔ ایسے میں مجھے ہر وہ نصیحت یاد آ جاتی ہے جس پر عمل کرتے ہوئے میں زندہ رہ سکتا ہوں، سلامت رہ سکتا ہوں، صحت مند رہ سکتا ہوں۔ جسمانی اور ذہنی لحاظ سے قدرتی طور پر میرے پڑھنے، پھلنے اور پھولنے کی عمر ہے۔ میں کسی عورت کے زہر سے خود کو بگڑنے نہیں دوں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "تم فولاد بڑے مستحکم لہجے میں بولتے ہو اور جو بولتے ہو وہی کرتے ہو۔ میں بات بات پر تم سے متاثر ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ تسلیم کر رہی ہوں کہ ابھی جو کچھ بھی ہوا اس میں میری غلطی تھی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔ پانچ برس، دس برس، پندرہ برس، بیس برس۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا "میں بیس برس کے دوران آثارِ قدیمہ میں دلچسپی لیتا رہوں گا تاکہ تم بوڑھی ہو جاؤ تو تم میں دلچسپی برقرار رہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "بس اسی طرح زندہ دل رہو۔ تمھاری ہر ادا، ہر بات اچھی لگتی ہے۔"

"میں جو بات کہتا ہوں تمھاری اچھائی کے لیے کہتا ہوں۔ چلو تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"کیوں نہ ہم اس سیڑھی کے ایک ایک پائیدان پر لیٹ جائیں۔"

"اگر اچانک کوئی جانور آ گیا تو ہمیں یہاں سے بھاگ کر کوریڈور والے کمرے تک پہنچنے میں وقت لگے گا۔ جانوروں سے مقابلہ کرنے یا انھیں دور بھگانے کے لیے ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔"

وہ منہ بنا کر بولی "بڑی مشکل ہے۔ کمرے میں گھٹن سی محسوس ہوتی ہے۔"

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تم یہیں رہنا چاہتی ہو۔ تمھیں یقین ہے کہ تمھارے لوگ پھر اس طرف آئیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کہیں سے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔ دونوں سر اٹھا کر توجہ سے سننے لگے۔ وہ زینے پر کھڑے ہو کر بولی "آؤ، عرشے پر چلتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "تم فضول سی کوششیں کر رہی ہو۔ میں تمھارے آدمیوں کو سگنل نہیں دوں گا اور نہ ہی تمھیں اس کی اجازت دوں گا۔"

"اب میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ ہیلی کاپٹر والے پرواز کے دوران اس لانچ کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟"

ابھی ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہی تھی۔ شاید وہ دور ہی دور کہیں چکر لگا رہا تھا۔ درختوں کے اس پار کبھی کبھی دور ہلکی سی چمک دکھائی دیتی تھی، پھر اوجھل ہو جاتی تھی۔ یعنی وہ بھی سرچ لائٹ کے ذریعے انھیں تلاش کر رہے تھے۔ سلارا نے کہا "ایکس کیوز می، میں ذرا باتھ روم سے آتی ہوں۔"

"رک جاؤ، اس ہیلی کاپٹر کو گزر جانے دو۔"

"وہ بہت دور ہے۔ پتا نہیں کب تک چکر لگاتا ہوا یہاں

پہنچے گا۔ میں سخت ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ تمھیں اعتراض کیوں ہے؟"

"بھلا اس بات کے لیے اعتراض کون کر سکتا ہے، جاؤ مگر جلدی چلی آنا۔ ہو سکتا ہے کوئی خطرہ پیش آئے تو ہمیں اپنے لیے کچھ کرنا پڑے۔"

وہ عرشے والے کیبن کی طرف جانے لگی۔ پارس توجہ سے آواز سن رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز بتدریج قریب آنے لگی۔ سرچ لائٹ کی روشنی ادھر سے اُدھر جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ پھر وہاں دبک کر بیٹھ گیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ انھیں ہیلی کاپٹر والے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ گھنے درختوں نے انھیں لانچ کے ساتھ اچھی طرح چھپا رکھا تھا۔

ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آ گئی۔ اب وہ لانچ کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا۔ کبھی کبھی سرچ لائٹ کی روشنی درختوں کی پتیوں سے چھن کر لانچ تک پہنچتی تھی۔ چوں کہ وہاں اندھیرا تھا اس لیے لانچ نظر نہیں آ رہی تھی۔ سرچ لائٹ کے ذریعے صرف درختوں کی پتیاں اوپر ہی اوپر دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت اچانک بالسنہ پلٹ گئی۔ پارس یکبارگی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لانچ کا اوپری حصہ بالکل روشن ہو گیا تھا۔ اس کے آخری سرے کا ایک بلب، دوسرے زینے کے پاس لگا ہوا بلب، تیسرا کیبن کے اندر لگا ہوا بلب سبھی ایک ساتھ روشن ہو گئے تھے۔

سلارا نے زبردست چکر دیا تھا۔ باتھ روم جانے کا بہانہ کر کے وہاں تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی تھی۔ جب ہیلی کاپٹر بالکل قریب آ کر چکر کاٹنے لگا تو اس نے تینوں بلب کے سوئچ آن کر دیے۔ پارس زینے پر دوڑتا ہوا عرشے تک آیا۔ پھر کیبن کی طرف جانا ہی چاہتا تھا کہ وہ للکار کر بولی۔ "خبردار! آگے نہ بڑھنا۔"

اس نے ذرا ٹھٹک کر دیکھا۔ سلارا کے ہاتھ میں اس ڈھانچے کی ایک ہڈی تھی جسے انھوں نے کیبن میں دیکھا تھا۔ اور جو ہاتھ میں شراب سے بھرا ہوا جام اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ وہی ہاتھ توڑ کر لے آئی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے بوتل کو ایک طرف دیوار پر مار کر توڑتے ہوئے کہا۔ "اگر تم آگے بڑھے تو میں لحاظ نہیں کروں گی۔ میں تمھیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ تمھیں ہمیشہ دوست سمجھتی رہوں گی، دوستی نبھاتی رہوں گی، لیکن ابھی میں اپنے آدمیوں کے ساتھ جاؤں گی۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "اگر مجھے مارنا چاہتی ہو تو مارو، میں یہ بتیاں بجھا کر رہوں گا۔"

جب وہ ڈھٹائی سے آگے بڑھنے لگا تو سلارا نے ٹوٹی ہوئی بوتل ایک طرف پھینک دی۔ ہڈی کو بھی پھینک دیا۔ پھر ایک دم سے اچھل کر اس پر آ گئی، کہنے لگی۔ "میں کبھی دشمن بن کر نہیں روک سکتی لیکن دوست بن کر روک سکتی ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے ہٹانا چاہا۔ وہ بھی پوری قوت سے جکڑ رہی تھی۔ پھر دونوں ٹانگیں بھی اس کے اطراف لپیٹ رہی تھی جب پارس نے دیکھا کہ یہ اس طرح نہیں چھوڑے گی تو اس نے کمر پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ دھپ سے نیچے گر پڑی۔ وہ دوڑتا ہوا کیبن میں گیا پھر اس نے بیٹری کے دو تاروں کو ایک جھٹکے سے الگ کر دیا۔ دوبارہ تاریکی چھا گئی۔

لیکن کافی دیر ہو چکی تھی۔ اب وہ ہیلی کاپٹر اسی لانچ کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا اور سرچ لائٹ پھینک رہا تھا۔ پارس نے کیبن سے باہر آ کر سر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔ "یہاں جو کوئی بھی ہے ہم سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم دوست ہیں، اگر ہماری دوستی منظور ہے تو دوبارہ لائٹ آن کر دو۔"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ سلارا مطمئن تھی۔ وہ دور جا کر عرشے کی ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی اور مسکرا کر پارس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم سمجھتی ہو کہ تم نے بہت اچھا کیا ہے؟"

وہ بولی۔ "ہر ایک کو اپنے اپنے داؤ آزمانے کا موقع ملتا ہے۔ ایک موقع میرے ہاتھ آیا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھا لیا۔ اب تم مجبور ہو، لائٹ آن کرو گے تو وہ دوست کی حیثیت سے یہاں آئیں گے۔ لائٹ بجھائے رکھو گے تب بھی وہ چھپ چھپا کر یہاں پہنچیں گے۔ میں بہر حال میں اپنے آدمیوں کے ساتھ جاؤں گی اور تمھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی، دوست بنا کر۔"

"تمھاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی۔"

اس نے رسیوں سے بنی ہوئی سیڑھی اٹھائی۔ پھر عرشے کی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دی۔ سلارا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "یہ کیا کر رہے ہو، کیا مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے سوچا تھا کبھی بچھڑنا ہوا تو ہم بڑی محبت سے بچھڑیں گے۔ اس کے بعد آئندہ بھی ملتے رہیں گے۔ اب میں نفرت سے بچھڑ رہا ہوں۔ زندگی کے کسی موڑ پر تم سامنے آؤ گی تو مجھے اپنا دشمن پاؤ گی۔"

یہ کہہ کر اس نے دھکا دیا۔ وہ پیچھے گئی۔ یہ عرشے پر سے اترنے لگا۔ اس نے پھر آ کر اسے پکڑ لیا۔ ہیلی کاپٹر سے دوسری بار کہا جا رہا تھا۔

...ئٹ آن کر دو۔ دوست بن جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔"

پارس نے پھر اسے دھکا دے کر الگ کرنا چاہا۔ وہ اس ...ے ایک بازو سے لپٹ گئی۔ اس نے ریشمی زلفوں کو مٹھی میں ...ڑ کر ایک جھٹکا دیا تو اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ ذرا ...چھے گئی۔ پھر آگے آنا چاہتی تھی، ایک طمانچہ اس کے منہ پر پڑا۔ ...ن کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ پھر پلٹ کر آنے لگی۔ دوسرا ...ا، منہ پر پڑا۔ پھر پارس اس کی پٹائی کرتا چلا گیا۔ "تم کیا سمجھتی ہو، ...ں تم لوگوں کا قیدی بن کر دوبارہ اسی قلعے میں جاؤں گا۔ تمھاری ...ب چال کامیاب ہو گئی، دوسری کامیاب نہیں ہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک آخری ہاتھ جمایا۔ وہ چیختی ہوئی ...ش پر گر پڑی۔ پارس دوڑتا ہوا آیا۔ پھر عرشے پر سے سیڑھی ...ے ذریعے تیزی سے اُترتا ہوا نیچے جانے لگا۔ سلارا ابھی جلدی ...ے دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر اوپر سے آواز دینے لگی۔ "پارس! فار گاڈ ...یک، واپس جاؤ۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، جب تک میری ...انس رہے گی، تم پر ایک ذرا آنچ نہیں آئے گی۔ مجھے چھوڑ کر نہ ...اؤ پارس۔ آ جاؤ پلیز، واپس آ جاؤ۔"

ہیلی کاپٹر ذرا دور چلا گیا تھا لیکن لانچ کے قریب ہی تھا۔ اب جھاڑیوں اور درخت کی شاخیں تیزی سے ہل رہی ...یں۔ اس کا مطلب تھا، اس کی پرواز نیچی ہو گئی ہے اور وہ ...لیں اُتر رہا ہے۔ پارس کے پاس صرف ایک چاقو تھا۔ اپنے بچاؤ ...لیے نہ کوئی آتشی اسلحہ تھا اور نہ ہی جنگل میں بھٹک جانے ...بعد کھانے پینے کا کچھ سامان تھا۔ لیکن اس نے سوچ لیا تھا، ...رہ اسے کرنا کیا ہے؟"

عرشے سے زمین پر پہنچتے ہی اس نے دوڑ لگائی۔ تھوڑی ...تک دوڑتا ہوا گیا۔ پھر اپنی بنیان کا تھوڑا سا حصہ پھاڑ کر ...ا درخت کے پاس آیا۔ اس پر چڑھنے لگا۔ ذرا اوپر چڑھ کر اس ...ایک جگہ اپنی پھٹی ہوئی بنیان کے حصے کو وہاں پھنسا دیا۔ اس ...بعد نیچے اُتر آیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا تھوڑی دور گیا۔ پھر ...ے درخت پر چڑھ گیا وہاں بھی یہی کیا۔ اپنی بنیان کے ایک ...ے کو وہاں بھی پھنسا کر چھوڑ دیا اور نیچے اتر گیا۔ وہ مکاری ...ے کام لینا چاہتا تھا اور دیکھنا چاہتا تھا اس میں کس حد تک ...میابی ہوتی ہے۔

ہیلی کاپٹر کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ وہ لوگ اب ...چھپ چھپا کر لانچ کی طرف آنے والے تھے۔ پارس وہاں سے ...بہت دور نکل آیا تھا۔ وہ پھر پلٹ کر لانچ کی طرف جانے لگا۔ ...کی یہ چال خود اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ وہاں ...مسلح کے نرغے میں آ سکتا تھا۔ وہ ایک ایسے درخت کے پاس آیا جو لانچ کے بالکل قریب تھا۔ بہت اونچا اور بہت ہی گھنا تھا۔ وہ اس پر چڑھتا چلا گیا۔

درخت کی شاخیں بہت موٹی تھیں، وہ ان پر آرام سے بیٹھ بھی سکتا تھا اور دو تین شاخوں کا سہارا لے کر لیٹ بھی سکتا تھا۔ درخت کے بڑے بڑے پتے تھے، تمام شاخیں ان پتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان پہنچ کر نہ وہ زمین سے نظر آ سکتا تھا اور نہ ہی عرشے پر سے دکھائی دے سکتا تھا لیکن وہ ایک بلندی پر پہنچ کر سلارا کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے عرشے اور کیبن کی لائٹوں کو پھر آن کر دیا تھا۔ اپنے آدمیوں کا بے چینی سے انتظار کرتی ہوئی ٹہل رہی تھی۔ کبھی عرشے کے اس کنارے آتی تھی کبھی اُس کنارے جاتی تھی اور کبھی چیخ چیخ کر کہتی تھی۔ "میں نے لائٹ آن کر دی ہے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے سامنے آؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمھاری مالکہ سلارا تم سے مخاطب ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ "مادام! ہم آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ اپنی پوزیشن بتائیں۔"

"تم سامنے آؤ۔"

وہ لانچ کے اس حصے کی طرف آیا، جہاں رسیوں کی سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ سلارا نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "میری فکر نہ کرو، میں بالکل تنہا ہوں۔ پارس ابھی یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ تم میں سے دو آدمی میرے پاس آئیں، باقی پارس کی تلاش میں جائیں۔ اسے کسی طرح پکڑ لائیں لیکن ایک بات کا خیال رکھیں، اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

دو آدمی رسیوں کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اوپر جانے لگے۔ نیچے کھڑا ہوا شخص دوسرے مسلح افراد کو حکم دے رہا تھا کہ وہ دور دور تک دوڑتے ہوئے جائیں اور پارس کو تلاش کریں۔

پھر اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "مادام! کیا پارس کے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"صرف ایک چاقو ہے۔ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چاروں طرف سے گھیر لو گے تو وہ بے بس ہو جائے گا۔ ہاں اس کی چالاکی سے ہوشیار رہنا۔ میں پھر ایک بار سمجھاتی ہوں، اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

نیچے کھڑے ہوئے مسلح افراد دوڑتے ہوئے دور دور تک جانے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹارچ لائٹس تھیں۔ ان کی روشنی سے دور تک جنگل روشن ہوتا جا رہا تھا۔ پارس اطمینان سے ایک شاخ پر بیٹھا ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک طرف

سر گھماتا تو نیچے بستی میں بہت سی ٹارچیں روشن دکھائی دیتیں۔ وہ پتوں کی آڑ سے کسی کسی کو دیکھ پاتا تھا۔ اگر پتے ہٹا کر دیکھنا چاہتا تو سبھی نظر آسکتے تھے لیکن وہ دشمنوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی حماقت نہیں کرسکتا تھا۔

جب وہ دوسری طرف سر گھما کر دیکھتا تو عرشے پر سلاما دکھائی دیتی تھی۔ اب دو مسلح افراد اس کے پاس آگئے تھے۔ ایک نے اسے ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے کہا "مادام! ایک ذرا چالاکی نہ دکھانا ورنہ گولی چل جائے گی۔"

سلارا نے شدید حیرانی سے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے کیا اپنی مادام کو گولی مارو گے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "کس کی مادام؟ کہاں کی مادام؟ تم ہمیں کیا سمجھ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا تمھیں بھائی جارج نے میرے پاس نہیں بھیجا ہے؟"

"مس سلارا! ہمیں برسوں سے تمھاری اور تمھارے بھائی جارج فری مین کی تلاش تھی، لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں، تلاش کرنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ آج تم مل گئی ہو کل تمھارا بھائی بھی ہمارے ہاتھ آجائے گا۔"

"آخر تم لوگ کون ہو؟"

"ہمارے بارے میں جاننے کی ایسی جلدی بھی کیا ہے، ذرا اس جوان چھوکرے کو ہاتھ آجانے دو۔"

عرشے پر اور دو مسلح افراد آگئے تھے۔ وہ لانچ کے مختلف حصوں میں جا کر دیکھتے پھر رہے تھے، کہیں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں اطمینان ہو گیا کہ سلارا وہاں تنہا ہے۔ دوسری طرف ان کے کچھ آدمی پارس کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ایک درخت پر وہی بنیان کا ٹکڑا نظر آیا۔ وہاں کھڑے ہوئے دو آدمیوں نے اپنی ٹارچ بجھا دی پھر اندھیرے میں للکارنے لگے "خبردار کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ نیچے اتر آؤ ورنہ ہم گولیاں چلائیں گے اور تم پکے ہوئے پھل کی طرح نیچے آگرو گے۔"

انھیں کوئی جواب نہیں ملا۔ ان میں سے ایک نے کہا "میں اوپر چڑھتا ہوں، یہ تو معلوم ہو چکا ہے اس کے پاس صرف ایک چاقو ہے۔"

وہ ریوالور کو دانتوں میں دبا کر درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "یہاں درخت پر اس کے کپڑے کی دھجی ہے، وہ اس درخت پر چڑھا ہوگا۔"

اس درخت پر بھی دو افراد چڑھنے لگے۔ اس طرح تھوڑی دیر بعد تیسرے درخت کے پاس سے آواز آئی "اس کپڑے کی دھجی یہاں بھی ہے۔"

جو لوگ درختوں پر چڑھ گئے تھے اور اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے انھوں نے جھنجلا کر کہا "وہ چھوکرا ہمیں چکر دے رہا ہے، وہ چاہتا ہے ہم اسے درختوں پر چڑھ کر تلاش کرتے رہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ دور نکل جائے۔"

سب کے سب درختوں سے اتر آئے، پھر دور تک پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ کبھی کبھی تیزی سے دوڑتے جاتے تھے پھر کبھی چلنے لگتے تھے۔ ان کی ٹارچ روشن تھی۔ انھوں نے ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیے تھے، اور شانے پر سے جدید طرز کی رائفلیں اتار لی تھیں۔ اسے ایک ہاتھ سے سنبھال کر آگے بڑھتے جارہے تھے۔

سلارا لانچ میں قیدی بن گئی تھی۔ ایک شخص سختی سے پوچھ رہا تھا "پارس کیوں بھاگ گیا۔ اس میں تم لوگوں کی کیا چال ہے؟"

سلارا نے کہا "کوئی چال نہیں ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا تم لوگ میرے آدمی ہو، میں بھی یہی سمجھ رہی تھی۔ وہ میرا اور میرے بھائی جارج کا قیدی بن کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے روکنا چاہا تو اس نے میری بری طرح پٹائی کی، پھر یہاں سے بھاگ گیا۔"

ایک نے پوچھا "ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے ہوں گے۔"

سلارا نے اس بار جھوٹ کہا "نہیں کوئی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس نہیں آسکتا۔ ہم نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس شخص نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹی پھر آگے بڑھ کر ایک گھونسا ریوالور والے کے منہ پر رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر ریلنگ سے ٹکرا گیا۔ سلارا نے کہا "مجھے نادان اور کمزور مت سمجھو۔ تم میں سے کوئی مجھے گولی نہیں مارے گا۔ تم سب کو میری اور میرے بھائی کی تلاش تھی۔ تم لوگ مجھے یہاں سے زندہ لے جاؤ گے لیکن یاد رکھو۔ اگر کسی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتی ہوں۔ یقین نہ آئے تو ریوالور پھینک دو اور مجھ سے مقابلہ کرکے دیکھو۔"

اس سے مار کھا کر ریلنگ سے ٹکرانے والے نے قہقہہ لگایا پھر اپنا ریوالور اور اسٹین گن اپنے ساتھی کے حوالے کرتے ہوئے کہا "ایک عورت چیلنج کر رہی ہے۔ میں کبھی یہ چیلنج قبول نہ کرتا لیکن اس نے مجھ پر جوابی حملہ کیا ہے اس کا جواب تو دینا ہی ہوگا۔"

اس نے اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی کھول کر ایک طرف پھینک دی پھر اس کے سامنے آکر بولا "آؤ۔ اب حملہ کرکے دیکھو۔"

سلارا پینترا بدلتے ہوئے اس سے ذرا دور گئی۔ پھر ایک لک ماری۔ اس نے ہاتھ سے روکتے ہوئے ذرا پیچھے ہٹ کر جوابی حملہ کیا۔ سلارا اس سے بچ کر نکل گئی۔ پھر اپنا بچاؤ کرتے کرتے ہی ایسا زبردست ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا کہ وہ کراہتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر آگے بڑھتا اس کے سینے پر ایک فلائنگ کک لگی۔ وہ پھر ریلنگ سے جا کر ٹکرا گیا۔

پارس حیرانی سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا "جب یہ اتنی عمدگی سے لڑ سکتی ہے تو میرے سامنے کیوں اناڑی بنی رہی مجھ سے مقابلہ کیوں نہ کیا؟"

سوچنے اور غور کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ سچ مچ اسے چاہنے لگی ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اسے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لیے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل آنے کے باوجود اس نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔

وہ اپنے مقابل کے سامنے بڑی پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں اس کا مقابل زمین پر گر گیا تھا اور اب اس میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ اگلے حملے میں اسے ختم کر دینا چاہتی تھی۔ دوسرے شخص نے اسٹین گن کا دستہ اس کی پشت پر مارا۔ وہ ریلنگ سے آکر ٹکرا گئی، پھر غصے سے پلٹ کر بولی "کیا یہ تم لوگوں کی مردانگی ہے۔ مجھ پر حملہ کرنا ہے تو خالی ہاتھ آؤ یا مجھے بھی ہتھیار دو۔"

اس شخص نے اسے اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے کہا، "ہمیں تمھارا چیلنج منظور نہیں ہے۔ ہم نہ تمھیں مارنا چاہتے ہیں، نہ خود مرنا چاہتے ہیں۔ تمھیں یہاں سے زندہ سلامت لے جانا چاہتے ہیں۔"

نیچے سے ایک شخص نے کہا "وہ ابھی تک نظر نہیں آیا ہے۔ تلاش کرنے والے بہت دور تک دیکھ چکے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے ہیلی کاپٹر لے جارہے ہیں، شاید وہ نظر آجائے۔"

پارس کو تلاش کرنے والے واپس آگئے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ عرشے پر تین شخص رہ گئے تھے، جب کہ تھے کو سلارا نے بے کار کر دیا تھا۔ ایک مسلح شخص عرشے کے اس حصے میں کھڑا ہوا تھا جہاں گھنے درخت میں پارس چھپا بیٹھا تھا۔ وہ کافی بلندی پر تھا۔ اس مسلح شخص تک نہیں پہنچ سکتا تھا البتہ اگر وہ درخت سے اترتا ہوا بالکل نچلی شاخ تک پہنچتا تو شاید پہلے کی طرح اس شاخ پر جھولتا ہوا اس شخص کے قریب پہنچ سکتا تھا۔

وہ اپنی جگہ چھوڑ کر بہت آہستگی سے دوسری شاخ پر آیا پھر اس سے نیچے والی شاخ پر پہنچا۔ وہ بڑی احتیاط سے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر آرہا تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی، درخت کی شاخیں جھول رہی تھیں۔ پتیاں شور مچا رہی تھیں۔ چاروں طرف درخت اسی طرح ہوا سے جھوم رہے تھے۔ اس لیے کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ آخر وہ سب سے نچلی شاخ پر پہنچ گیا۔ اب وہ ایک ہاتھ سے چاقو پکڑ کر اور دوسرے ہاتھ سے شاخ کو تھام کر لٹکنا چاہتا تھا اور لٹکتے ہی اس شخص کے پاس پہنچ کر چاقو اس کے جسم میں اتارنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا جس سے تیز ہوا چلنے لگی۔ جھاڑیاں اور درخت شور مچانے لگے، زور زور سے ہلنے لگے، یعنی اب پارس کو اس شاخ پر بیٹھ کر یا لٹک کر ہلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ شاخ خود بخود جھولتی ہوئی عرشے کے قریب تر جارہی تھی۔

جو مسلح شخص قریب تھا وہ ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال رہا تھا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔ تب پارس نے جلدی سے اپنی جیب ٹٹولی۔ اسے یاد آگیا کہ اس کے پاس ایک لائٹر ہے، وہ پٹرول سے روشن ہونے والا لائٹر تھا۔ اس نے جیب سے اسے نکالا۔ کان کے قریب لا کر اسے ہلاتے ہوئے اندازہ کیا۔ کتنا پٹرول ہوسکتا ہے۔ پھر اس نے اس لائٹر کو کھول دیا۔ ہیلی کاپٹر شور مچاتا ہوا زمین کی سطح سے اٹھ رہا تھا۔ درخت بری طرح ہل رہے تھے۔ پارس اس شاخ پر جھولتا ہوا اتنے قریب پہنچنے لگا کہ ان کے درمیان صرف چار چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا۔ وہ شخص جیب سے لائٹر نکال کر سلگا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت پارس نے لائٹر کا پورا پٹرول اس کی طرف چھڑک دیا۔

یہ کمال کی ذہانت تھی، نہ جنگ لڑنی پڑی، نہ کوئی ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ادھر اس نے سگریٹ سلگانے کے لیے اپنا لائٹر روشن کیا، ادھر پٹرول اس کی طرف گیا پھر اچانک ہی آگ بھڑک گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی، اس کے دونوں ساتھیوں نے چونک کر دیکھا۔ اس شخص کے لباس میں آگ لگ گئی تھی اور آگ بڑھتی ہی جارہی تھی۔ وہ چیختا ہوا ادھر سے ادھر دوڑ رہا تھا۔

اب چاقو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آرہی تھی۔ اس کے ایک ساتھی نے ٹی شرٹ اتار لیا تھا اور شرٹ کو اس کے جلتے ہوئے جسم پر مار رہا تھا۔ تاکہ شعلے بجھ جائیں۔ پارس نے ایک ہاتھ سے کھلے ہوئے چاقو کو تھام لیا پھر دوسرے ہاتھ سے شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ اس طرح شاخ سے لٹک کر جھولتے ہوئے کسی کا صحیح نشانہ لینا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا لیکن ایسا کھیل وہ بارہا کھیل چکا تھا۔ آمنہ نے اسے سکھایا تھا چاقو کس طرح پانچوں انگلیوں کے درمیان جلدی جلدی مارتے ہوئے گزرنا چاہیے۔ اگر ذرا بھی چوک جاؤ گے تو

ہاتھ زخمی ہو جائے گا۔ یہ وہی مرحلہ تھا جب واٹسو رو کی کہتا تھا کہ تمہارے سامنے ایک پتلا اوپر سے نیچے ہل رہا ہے اور تمھیں بھی پنجوں کے بل اچھلتے رہنے کے دوران خنجر سے صحیح نشانہ لگانا ہے۔ ایسی تربیت سے گزرنے والا بھلا کیسے چوک سکتا ہے۔

اس نے شاخ سے لٹکتے ہوئے چاقو کی نوک کو چٹکی میں پکڑا، پھر اسے کھینچ کر مارا۔ چاقو سنسناتا ہوا گیا اور اس شخص کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس بار پارس چھپا نہ رہ سکا۔ دوسرے مسلح شخص نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے اسٹین گن سنبھال لی، پھر اُدھر فائرنگ کرنا ہی چاہتا تھا کہ سلارا نے پیچھے سے چھلانگ لگائی۔ اسے کک ماری، وہ لڑکھڑاتا ہوا اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنی دیر میں پارس شاخ کے ذریعے جھولتا ہوا عرشے پر پہنچ گیا تھا۔ اسٹین گن والا اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے منہ پر ٹھوکر پڑی، وہ اُلٹ کر پیچھے گیا تو پیچھے سے سلارا نے ٹھوکر ماری۔ وہ پھر آگے کی طرف آیا۔ پارس نے اچھل کر اس کی گردن کو دونوں ٹانگوں کے درمیان پھنسا لیا۔ سلارا نے اس کی اسٹین گن چھین لی۔ ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دی۔ اس نے سر گھما کر اُدھر دیکھا جہاں اس کا مقابل زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ فرش پر کہنی ٹیک کر اٹھ رہا تھا۔ دوسری گولی اس کی پیشانی پر لگی، وہ وہیں تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

جب تمام دشمنوں سے نجات مل گئی تو سلارا نے پارس کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ وہ ایک دم سے قریب آئی، پھر رونے لگی۔ پارس نے کہا: "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جان بچانے سے تمھیں خوشی نہیں ہوگی بلکہ تم ماتم کرو گی تو میں تمھیں چھوڑ کر نہ چلا جاتا۔"

وہ شدید جذبوں سے بولی: "نہیں، تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے، تم مجھے چاہتے ہو، میرا خیال رکھتے ہو، تمھیں میری فکر ہے، تم نے مجھے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا اور نہ کبھی کر سکتے ہو۔ اوہ گاڈ تم کتنے گریٹ ہو۔ تمھیں کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ میرے بھی دشمن ہو سکتے ہیں؟"

"اس بات کا علم میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاپا کو بھی ہو سکتا تھا۔ جو لوگ ہمیں گرفتار کرنے آئے تھے، وہ یوگا کے ماہر ہو سکتے تھے۔ بہر حال تمھیں چھوڑ کر جانے کے بعد میں تم سے مایوس ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا، تم اپنے آدمیوں کے ساتھ چلی جاؤ گی لیکن میں جنگل میں صرف ایک چاقو لے کر بھٹکتا رہوں گا۔ کسی درندے کا شکار ہو جاؤں گا لہٰذا ایسی حماقت کرنے سے بہتر تھا کہ واپس اسی لانچ میں آکر رات گزار دیتا۔ یہی سوچ کر میں اس قریبی درخت پر آکر چڑھ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے تمھیں عرشے پر دیکھا، تب پتا چلا تم اپنے لوگوں میں نہیں ہو، تم نے زبردست دھوکا کھایا ہے۔"

"اوہ پارس، آئی لو یو وِدھ مائی ہارٹ اینڈ سول۔ آج تک میں صرف اپنی ذات سے محبت کرتی رہی۔ اب میں تمھیں اپنے آپ سے بھی زیادہ چاہنے لگی ہوں۔"

"اگر تم اسی طرح چاہتی رہیں تو باقی لوگ واپس آ جائیں گے۔ یہاں سے فوراً نکل چلو۔"

دونوں نے مردہ دشمنوں کے ہتھیار سمیٹ لیے پھر وہ لانچ کے نچلے حصے میں آئے جہاں کھانے کا سامان اسٹور کیا گیا تھا۔ اس کمرے کو کھول کر ایک بیگ میں کھانے پینے کا سامان رکھا اور ٹارچ بھی رکھ لیں، پھر واپس عرشے پر آ گئے۔ ان آنے والے اجنبیوں کے پاس چھوٹی چھوٹی ٹارچ تھیں، جن کی روشنی دور تک جاتی تھی۔ انھوں نے وہ ٹارچ لے کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اپنی کمر سے کارتوس کی پیٹی باندھی، ہولسٹر میں بھرا ہوا ریوالور رکھا۔ سلارا نے ایک اسٹین گن لی۔ پارس نے ایک جدید طرز کی رائفل اٹھائی پھر وہ رسیوں کی سیڑھی سے اُتر کر نیچے آ گئے۔ سلارا نے پوچھا: "ہم کدھر جائیں گے؟"

"میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں انھوں نے ہیلی کاپٹر اتارا تھا۔"

وہ ٹارچ کی روشنی میں دوڑتے ہوئے اس طرف جانے لگے۔ لانچ سے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد انھیں ایک کھلی جگہ نظر آئی جہاں ہیلی کاپٹر اتارا جا سکتا تھا۔ پارس نے آگے بڑھ کر گھاس پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد ایک جگہ گھاس کا کچھ حصہ دبا ہوا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ہیلی کاپٹر وہیں اتارا گیا تھا۔

سلارا نے پوچھا: "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ "ہم یہیں رہیں گے۔"

"کیا مطلب! کیا یہاں سے بھاگنا نہیں چاہیے؟"

"اگر ہم یہیں صبح کر سکتے ہیں تو کہیں جانے کی ضرورت کیا ہے۔ انشاء اللہ کل صبح میرے پاپا یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"جب تمھیں کہیں دور نہیں جانا تھا تو کھانے کا اتنا سامان لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں احتیاطاً لے آیا ہوں، اگر میری ایک چال کامیاب نہ ہوئی تو ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہی پڑے گا۔"

اب ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سلارا نے پوچھا: "تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم ہیلی کاپٹر اڑا سکتی ہو؟"

"ہاں، میں نے کچھ سیکھا تو ہے لیکن مجھے اس میں مہارت نہیں ہے۔ کیا تمھیں سکھایا نہیں گیا؟"

"اب مجھے کیا کیا سکھایا جاتا۔ ویسے سونیا ممّا کہہ رہی تھیں، اب ہمیں طیاروں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ کے سلسلے میں تربیت دی جائے گی۔"

"اب کیا کرو گے؟ میں اس معاملے میں اناڑی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ تھوڑی دور تک تو اڑا کر لے جا سکتی ہو؟"

"کیا اس کے بعد زمین پر گر کر مر جانے کا ارادہ ہے؟"

"کیا تم میرے ساتھ مرنا پسند کرو گی؟"

"دل و جان سے پسند کروں گی لیکن بے مقصد موت مرنا کون سی دانشمندی ہے، کوئی دوسری تدبیر سوچو۔"

ہیلی کاپٹر بالکل قریب آ گیا تھا۔ پارس نے اسے چھپ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ گئے تھے۔ وہاں کی جھاڑیاں اور درخت دور دور تک زور و شور سے ہلنے لگے تھے۔ طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ٹھیک اسی جگہ اُتر رہا تھا۔ سلارا اس کے قریب تر ہو گئی۔ اس کے کان کے پاس اپنا منہ لے کر آئی۔ گردش کرتے ہوئے پنکھے کے شور میں آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی، وہ کان کے قریب چیخ کر بولی: "سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو میری جان نکل جائے گی۔"

ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر چکا تھا۔ اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد دروازہ کھول کر چھلانگ لگاتے ہوئے نیچے آ رہے تھے اور اپنے لیڈر کے ساتھ اسی لانچ کی طرف جا رہے تھے۔ گردش کرتا ہوا پنکھا تھم گیا تھا۔ پارس نے کہا: "الٹی لیٹ جاؤ اور میرے ساتھ ساتھ رینگتی رہو۔"

وہ دونوں گھاس پر لیٹ گئے اور کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگے۔ اندر روشنی تھی۔ اس کا پائلٹ اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب پارس کی تلاش میں ناکام رہے تھے اور اب سلارا کو لے جانا چاہتے تھے۔ ان کی دانست میں سلارا کو لانچ سے لانے میں زیادہ وقت نہ لگتا، اسی لیے پائلٹ کو اپنی سیٹ پر بیٹھے رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر پارس کو اطمینان ہو گیا کہ وہاں دوسرا کوئی نہیں ہے تب اس نے اپنی رائفل سلارا کے حوالے کی۔ ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا چھلانگ لگا کر ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ پائلٹ نے چونک کر سر گھمایا تو اس کے سامنے ریوالور تھا۔ اس نے کہا: "خبردار، شور نہ مچانا، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ سہم کر بولا: "تت۔ تم کون ہو، یہاں یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ میں فلائنگ کلب کا ایک پائلٹ ہوں، کسی کا دشمن نہیں ہوں۔"

"ہم بھی کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ دوست بن کر رہو گے تو بخیریت اپنے فلائنگ کلب تک پہنچ جاؤ گے۔"

پھر اس نے آواز دی: "سلارا! یہاں آؤ، جلدی کرو۔"

سلارا نے رائفل اور اسٹین گن ہیلی کاپٹر کے اندر پھینکی پھر اندر بیٹھ کر اس نے دروازے کو بند کیا، اپنے ہتھیار سنبھالے کر پائلٹ کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا۔ "ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کرو اور یہاں سے جتنی جلدی نکل سکتے ہو نکل جاؤ۔ یاد رکھو اس ہیلی کاپٹر کو ان کے نشانے پر نہیں رہنا چاہیے۔"

دوسرے ہی لمحے ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا۔ لانچ کی طرف جانے والے چونک گئے ہوں گے۔ شاید ان میں سے کسی نے رسیوں کی سیڑھی پر چڑھ کر عرشے پر اپنے مردہ ساتھیوں کو دیکھا ہوگا۔ پھر گردش کرتے ہوئے پنکھے کی آواز نے انھیں خطرے کا احساس دلایا ہوگا، مگر ان کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی۔ جب تک وہ دوڑتے ہوئے قریب آتے، ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو چکا تھا۔ اور تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ پیچھے رہ جانے والے مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ پائلٹ کو اپنی جان بھی عزیز تھی لہٰذا وہ بڑی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔ کچھ دور جا کر اس نے کہا: "نکوگارا یہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور یہ ہیلی کاپٹر وہاں تک نہیں جا سکے گا۔ جو لوگ اس میں آئے تھے، وہ بہت دیر تک اس میں پرواز کرتے رہے تھے۔ کافی ایندھن ختم ہو چکا ہے۔ میں اعتراض کر رہا تھا۔ ان میں سے جو لیڈر ہے، اس نے یقین دلایا کہ ایندھن ختم ہوگا تو وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے دوسرا ہیلی کاپٹر منگوائیں گے اور اس کے ساتھ ایندھن بھی آ جائے گا۔"

"مجبوری ہے تو ہم شہر تک نہیں جائیں گے۔ یہ جہاں تک جاتا ہے وہاں تک لے چلو لیکن نکوگارا کی سمت ہی چلتے رہو۔"

سلارا نے خوش ہو کر کہا: "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے ہیں اور دشمنوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔"

ایسے ہی وقت میں نے پارس کو مخاطب کیا: "ہیلو مائی سن، کیا ہو رہا ہے، کس حال میں ہو؟"

اس نے کہا: "پاپا! جس حال میں ہوں خوش ہوں۔"

اس نے مجھے مختصر سی روداد سنائی۔ میں نے کہا: "یہ ہیلی کاپٹر جتنی دور جا سکتا ہے، چلے جاؤ۔ میں اس وقت طیارے میں سفر کر رہا ہوں۔ تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ نکوگارا میں ہمارے لیے دو ہیلی کاپٹر ریزرو ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں اگر ایک ہیلی کاپٹر تمہارے پاس پہنچ سکے تو وہ دوسرے ہیلی کاپٹر کے لیے ایندھن بھی لے

آئے گا۔"

"فی الحال آپ ہماری فکر نہ کریں۔ یہ معلوم کریں کہ وہ کون لوگ تھے جو مجھے اور سلارا کو لے جانا چاہتے تھے۔"

"میں جلد ہی معلوم کر کے بتاؤں گا۔ وش یو گڈ لک۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

طیارے کے اندرونی ماحول میں بڑا سکون اور خاموشی تھی۔ پومی میرے کاندھے سے سر ٹیکے، آنکھیں بند کیے شاید سو رہی تھی۔ ہم دونوں تمام رات جاگتے رہے تھے۔ وہ شاپنگ کرتی رہی تھی۔ میں خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا: "اب طیارے میں خیال خوانی نہ کرنا۔ کچھ دیر تک نیند پوری کر لینا۔ میں بھی سو رہی ہوں۔"

لیکن میں سو نہیں سکتا تھا۔ ابھی بہت سی ذمے داریاں پوری کرنا تھیں۔ پارس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ کچھ اجنبی لوگوں نے اسے اور سلارا کو اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور وہ کون تھے، یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔

ٹرانسفارمر مشین کے دیوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک مشین سپر ماسٹر کے پاس ہے اور دوسری سلارا اور جارج فری مین نے تیار کر لی ہے، یہ بات سبھی جانتے تھے۔ صرف یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں بھائی بہن کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ برسوں سے ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ انھیں وہی تلاش کر سکتے تھے جو وسیع ذرائع اور بڑے اختیارات کے مالک ہوں۔ چھوٹی چھوٹی مشینوں کے لوگ صرف مشین کا خواب دیکھ سکتے تھے یا پھر انتظار کر رہے ہوں گے کہ بڑے لوگوں کی کوششوں سے کچھ سراغ ملے تو وہ بھی اپنے طور پر کچھ کر گزریں۔

جو لوگ سلارا اور پارس کو پکڑنے آئے تھے، وہ وسیع ذرائع کے مالک ہو سکتے تھے کیونکہ انھوں نے ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کیا تھا۔ پھر ان کے جاسوس ہر بڑے ملک اور ہر بڑے شہر میں ہوں گے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہوں گے کہ وہ بہن بھائی کس ملک میں یا کس شہر میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا نام کسی نہ کسی سلسلے میں سامنے آ سکتا تھا۔ جیسا کہ جارج فری مین نے ہیلی کاپٹر حاصل کرنے کے لیے فلائنگ کلبوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنے نام سے ایک ہیلی کاپٹر کرائے پر حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس سے پہلے جارج فری مین نے اپنا اور سلارا کا نام کبھی منظرِ عام پر نہیں آنے دیا۔ لیکن پارس کو اغوا کرنے کے بعد اور اسرائیلی حکام سے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر کا سودا کرنے کے بعد وہ لوگ بے نقاب ہو رہے تھے۔ صرف اتنا معلوم کرنا تھا کہ کہاں چھپے ہوئے ہیں اور یہ بات اب چھپی نہیں رہی تھی۔

میں سب سے پہلے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ پتا چلا۔ شمالی افریقہ کے جتنے شہروں میں اس کے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے دو نے اسے اطلاع دی تھی کہ جارج فری مین وہاں کے مختلف کلبوں سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں جارج فری مین نے اپنا پتا ٹھکانا نہیں بتایا تھا۔ اس کے ماتحت اپنا نام اور پتا لکھ کر ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن انھیں کسی بڑی شخصیت کا حوالہ دینا اور ان کی سفارش حاصل کرنا ضروری تھا۔ لہٰذا جارج فری مین نے ان کے لیے سفارش کی تھی۔

سپر ماسٹر کے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس سے پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ پارس جارج فری مین کی قید میں ہے اور اس نے کسی ڈمی پارس کا سودا اسرائیلی حکام سے کر دیا ہے۔ انھیں دھوکا دے کر ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر حاصل کر چکا ہے۔ گویا اصلی پارس ابھی تک جارج فری مین کے پاس تھا۔ سپر ماسٹر نے اپنے ان دو جاسوسوں سے کہا: "یہ معلوم کرو کہ جارج کس مقصد کے لیے ہیلی کاپٹر حاصل کر رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک جاسوس نے اطلاع دی: "پچھلی صبح ایک ہیلی کاپٹر بُری طرح تباہ ہو گیا تھا اور اس میں بیٹھے ہوئے مسلح افراد مارے گئے تھے۔"

دوسرے جاسوس نے اطلاع دی: "جارج فری مین کے ماتحت جو ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں، اس کے سلسلے میں فلائنگ کلب کے کھاتے میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ وہ بارہ گھنٹوں کے لیے ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں اور وہ جنگل کی حدود میں پرواز کریں گے، کسی شہر کی طرف نہیں جائیں گے۔"

جو لوگ ہیلی کاپٹر یا طیارے چارٹرڈ کراتے ہیں، انھیں قانونی ضابطوں کے مطابق یہ تحریری بیان دینا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک پرواز کریں گے اور کن شہروں پر سے گزریں گے۔ اس سلسلے میں جو وقت مقرر ہوتا ہے، ٹھیک اسی وقت پر طیارہ یا ہیلی کاپٹر واپس فلائنگ کلب تک پہنچانا پڑتا ہے۔

سپر ماسٹر کو جب معلوم ہوا کہ جارج فری مین کے ماتحت جو ہیلی کاپٹر حاصل کر رہے ہیں، وہ جنگل کی حدود میں پرواز کرے گا تو اس جنگل کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ شمالی افریقہ کے تمام شہروں کے فلائنگ کلبوں پر توجہ دیں اور یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہیلی کاپٹر کہاں سے پرواز کر رہا ہے۔ اس کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اطلاع ملتے ہی خلائی سیارے کے ذریعے اس کی نگرانی کی جائے گی۔

سپر ماسٹر کی سوچ بتا رہی تھی، ابھی اس کے ہیلی کاپٹر پرواز نہیں کر رہے ہیں۔ یعنی جو اجنبی لوگ سلارا اور پارس کو پکڑنے آئے تھے وہ سپر ماسٹر سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اب ایک ماسک مین رہ گیا تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کرنا چاہیں تو کوئی کام کی بات معلوم نہ ہوئی۔ یہ ہم سمجھ گئے تھے کہ اب جو ماسک مین ہماری

[خیال] خوانی کی زد میں آتا ہے وہ دراصل ایک ڈمی یا جونیئر ماسک مین [ہوتا] ہے۔ اصل اس کے پیچھے چھپا ہوتا ہے اور اہم معاملات کو صرف [اپنی ذ]ات تک محدود رکھتا ہے۔

اگرچہ ماسک مین کے ذریعے کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا، لیکن ہمارا [اندا]زہ تھا، وہ لوگ اسی کے آدمی ہو سکتے ہیں۔ میں پھر سپر ماسٹر کے [پاس] پہنچ گیا۔ اس کے دماغ میں یہ سوال ڈالا: "کیا ماسک مین بھی شمالی [افری]قہ کے جنگلات میں دلچسپی لے رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا: "یقیناً لے سکتا ہے۔ اس کے ذرائع [بہ]ت وسیع ہیں۔ شاید اسے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ سلارا اور جارج فری مین [وہاں] پائے جا سکتے ہیں۔ ٹرانسفارمر مشین بھی وہیں ہو گی۔"

جب میں معلومات حاصل کر رہا تھا تو سپر ماسٹر نے ٹرانسمیٹر کی [ط]رف دیکھا۔ اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ اس نے اسے آن کیا، [کوڈ ور]ڈز دہرائے۔ دوسری طرف سے کہا گیا: "جناب! ایک اہم [اطل]اع ہے۔ فرانسیسی سفیر نے یہ بات راز رکھنے کی کوشش کی [تھ]ی لیکن ہم نے معلوم کر لیا ہے۔ فرہاد علی تیمور ایک چارٹرڈ طیارے [میں پ]ومی کے ساتھ آ رہا ہے۔ آدھے گھنٹے میں نکوگارا پہنچنے والا ہے۔ [وہ]اں کے فلائنگ کلب میں اس کے لیے دو ہیلی کاپٹر ریزرو ہیں۔ یہ [با]ت سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ دوسرا ہیلی کاپٹر کس مقصد کے لیے [ہ]ے۔ ویسے فرہاد وہاں پہنچتے ہی جنگلوں کی طرف جانے والا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "میں تم لوگوں کی کارکردگی سے بہت خوش [ہو]ا۔" اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر بڑبڑانے لگا: "اوہ گاڈ، وہ جنگل [کس] قدر اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اور ہمیں یہ بات اب معلوم ہو رہی ہے۔"

میں اسے بڑبڑاتا چھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ [پومی] بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے کہا: "فریش ہو کر آ جاؤ۔ ہم پہنچنے [وا]لے ہیں۔"

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے سوچا: "پچھلی رات میرے بیٹے کے [پاس آ]نے والے اسرائیلی جاسوس بھی ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے آرن کو [یر]غمالی/قیدی بنا کر رکھا ہے۔ شاید اس کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کرنے [کے ب]عد وہ میرے بیٹے اور سلارا کے پیچھے پڑ گئے ہوں گے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور آرن کے دماغ میں پہنچ [گی]ا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ نہ ہی سانس روکی۔ اس کی حالت [بہ]ت بُری تھی۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ وہاں [کے ف]وجی افسران نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ وہ دھوکا برداشت [ن]ہیں کر رہے تھے۔ ایک تو ان کے ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر ہڑپ [کر] لیے گئے تھے۔ دوسرے ڈمی پارس بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا [تھ]ا۔ اگر وہ ڈمی کو میرے پاس نہ بھیجتے تو ہماری ٹیلی پیتھی کے عذاب [میں] مبتلا رہتے۔ وہ ہر طرف سے بے بسی اور مایوسی کا شکار ہو رہے تھے اور اس کا انتقام آرن سے لے رہے تھے۔

انھوں نے آرن کو بے حد کمزور بنانے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے اندر سے یہ بات اگلوالی تھی کہ اس کی بہن سلارا اور بھائی جارج فری مین، اس کے بھائی ہارڈی کے ساتھ ایک بہت بڑے قلعے میں رہتے ہیں۔ وہ قلعہ ان کے باپ دادا کے زمانے سے ان کی ملکیت ہے اور وہ وسطی افریقہ کے ایک جنگل میں ہے۔

یہ بہت اہم معلومات تھیں۔ وہ اپنے فوجی جوانوں میں سے ایسے جوانوں کا انتخاب کرنے لگے جو جنگلات سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات رکھتے تھے۔ گوریلا جنگ لڑ چکے تھے۔ ان میں انجینئر، ڈاکٹر اور دوسرے ماہرین بھی تھے۔ وہ سو دو سو جوانوں کی ایک چھوٹی سی فوج بنا کر اس جنگل میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس سے پہلے جارج فری مین نے پھر ان سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اپنے بھائی آرن کی خیریت پوچھ رہا تھا۔ یہودی انٹیلی جنس کے افسر نے کہا: "تم اصل پارس کو ہمارے حوالے کر دو، تمھارا بھائی تمھیں واپس مل جائے گا۔ ورنہ ہم اسے اذیتیں پہنچا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایک دن وہ اذیتیں برداشت نہ کرتے ہوئے مر جائے۔"

جارج فری مین نے کہا تھا: "مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ پارس اوّل میری قید سے فرار ہو گیا ہے۔ اور میں اسے جنگل میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔"

میں یہ باتیں اسرائیلی انٹیلی جنس کے ایک افسر کے دماغ سے معلوم کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس کے کئی فوجی جوان افریقہ کے شہروں میں پہنچ گئے ہیں، کچھ نکوگارا میں بھی ہیں۔ اب وہاں کی حکومت سے اسرائیلی حکام دوستانہ سمجھوتا کر رہے ہیں۔ اپنے کچھ ہیلی کاپٹر وہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ ان باتوں سے پتا چل رہا تھا کہ اسرائیلی وہاں سرگرمِ عمل ہونے کے لیے آ رہے ہیں، مگر ابھی پوری طرح نہیں آئے ہیں اور نہ ہی پچھلی رات وہ میرے بیٹے اور سلارا کے پاس آئے تھے۔ اب اس میں شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ وہ آنے والے ماسک مین سے تعلق رکھتے تھے۔

پومی منہ ہاتھ دھو کر ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کھلے ہوئے پھول کی طرح تر و تازہ لگ رہی تھی۔ میں نے اسے بڑی چاہت سے دیکھا تو مسکرانے لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ پارس کہاں ہے، کن حالات سے گزر رہا ہے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی گوریلے اپنے اپنے ذرائع کے مطابق اس جنگل میں پہنچ رہے ہیں، بلکہ ماسک مین کے آدمی پہنچ چکے ہیں۔ وہی پچھلی رات میرے بیٹے اور سلارا کے پاس آئے تھے۔

طیارے میں اعلان ہونے لگا کہ اب وہ نکوگارا کے ایئر پورٹ پر اترنے والا ہے۔ لہٰذا سیفٹی بیلٹ باندھ لیا جائے اور اپنے اپنے سگریٹ بجھا دیے جائیں۔

میں نے سیفٹی بیلٹ باندھنے کے بعد پارس کے پاس پہنچ کر دیکھا،

ان کا ہیلی کاپٹر مشکل تیس میل تک گیا ہوگا۔ اینڈھن ختم ہو رہا تھا۔ لہٰذا پائلٹ نے اسے ایک جگہ اتار دیا تھا۔ میں نے کہا: "بیٹے! وہ جنگل میدانِ جنگ بننے والا ہے۔ مختلف ملکوں کے گوریلا فوجی وہاں پہنچ رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق وہ جنگل تقریباً آٹھ سو کلو میٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم اس جنگل میں دو چار گھنٹے چھپتے پھرو۔ تمہارے پاس ہتھیار ہیں۔ پھر میں یہاں پہنچ ہی گیا ہوں۔ تمہاری نگرانی کرتا رہوں گا۔"

"کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں کسی شہر تک پہنچوں؟"

"تم شہر پہنچو گے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ لوگ صرف ٹرانسفارمر مشین کو نہیں، تمہیں اور سلارا کو بھی حاصل کرنا چاہیں گے۔ تم دونوں کے ذریعے مجھے اور جارج فری مین کو کمزور بنانے کی کوشش کریں گے۔ تمہاری سونیا ممّا اپنے گوریلا جوانوں کے ساتھ پہنچنے والی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جتنے دشمن اپنے گوریلا فوجیوں کے ساتھ پہنچ رہے ہیں، وہ دو تین چکروں میں پڑ جائیں۔ ایک طرف ٹرانسفارمر مشین، دوسری طرف سلارا، تیسری طرف تم اور مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی بھی انھیں ضرورت ہو گی۔ لہٰذا ہم انھیں ہر طرف سے الجھا کر رکھیں گے اور خود ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"یعنی سلارا اہم ہے۔ آپ کہیں تو میں اسے ہاتھ سے نکلنے دوں۔"

"یہی کوشش کرنا۔ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

"پلیز پاپا! آپ بار بار یہ تسلی نہ دیں کہ میرے ساتھ رہیں گے۔ آپ کچھ خیال نہ کریں۔ میں کسی کی مدد نہیں چاہتا۔ صرف مشورے چاہتا ہوں۔"

"شاباش، ہم وہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ بس یہاں سے نکل جاؤ، میں پھر آؤں گا۔"

جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا اپنی مخصوص جگہ پر آ کر رُک گیا تھا۔ ہمارے لیے سیڑھی لگائی جا رہی تھی۔ میں نے وہاں کے جاسوس کو مخاطب کیا: "پھر بولو، کیا رپورٹ ہے؟"

اس نے کہا: "کچھ مشتبہ لوگ ہماری نظروں میں ہیں۔ ان کی نظریں آپ کے طیارے کی طرف ہیں۔ جب کہ یہ عام مسافر بردار طیارہ نہیں ہے۔ یہاں آپ کی آمد راز نہیں رہی ہے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"ہمارے آدمی ان تمام مشکوک لوگوں کو نظروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ سیدھے ہیلی کاپٹر میں جائیں گے؟"

"نہیں، پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر رہا ہوں۔ کسی ہوٹل میں ایک کمرہ ریزرو کراؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کتنے لوگ میرا تعاقب کرتے ہیں اور وہ کن تنظیموں اور بڑے ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

ہمارا جاسوس رن وے پر ہمارے لیے ایک کار بھیجنے والا تھا تاکہ ہم اس میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کے اس حصے میں جائیں جہاں ہمارے لیے دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ پروگرام بدلنے کے بعد وہ کار ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں پہنچا دی گئی۔ میں پومی کے ساتھ طیارے کی سیڑھی سے اتر کر نیچے آیا۔ وہاں کے کچھ بڑے افسران میرا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ پومی نے پوچھا: "کیا تم توقع کر رہے تھے کہ یہاں کے ذمے دار افسران تم سے ملنے چلے آئیں گے۔"

"میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

ہم زینے سے نیچے آئے تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، اپنا تعارف کرایا، پھر ایک قطار میں کھڑے ہوئے افسران سے ہمارا تعارف کرانے لگا۔ میں ان سے مصافحہ کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ وہ مجھے یقین دلا رہے تھے کہ میں جب تک ان کے ملک میں رہوں گا، وہ میرے لیے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کرتے رہیں گے۔ میں کسی بھی وقت خیال خوانی کے ذریعے ان میں سے کسی کو بھی مخاطب کر کے اپنی ضرورت پیش کر سکتا ہوں۔ میری ہر ضرورت پوری کی جائے گی۔

میری حفاظت کے لیے وہاں پولیس والے موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا: "آپ تکلف نہ کریں۔ جتنی جلدی ہو سکے، پولیس والوں کو یہاں سے ہٹا دیں۔"

ایک افسر نے حیرانی سے پوچھا: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، یہاں آپ کے بہت سے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔"

"زمین کے کس حصے میں میرے دشمن نہیں ہیں۔ میں اپنے ساتھ فوج لے کر نہیں پھرتا۔"

"پھر بھی جناب، آپ ہمارے ملک میں پہلی بار آئے ہیں، آپ کی حفاظت کی ذمے داری ہمارا فرض ہے۔"

"آپ نے کہا تھا کہ میری ہر ضرورت پوری کی جائے گی۔ لہٰذا سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ پولیس والوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ میں جہاں بھی جاؤں، وہاں سرکاری طور پر کوئی بھی میری نگرانی کرنے والا نہ ہو۔"

میں نے ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ہی پولیس کو واپس کر دیا۔ پھر عمارت میں داخل ہوا۔ پریس رپورٹروں اور فوٹو گرافروں کا ہجوم تھا۔ اس بھیڑ میں ہمارے دشمن بھی ہو سکتے تھے۔ پومی نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا: "ذرا... ایک منٹ۔"

پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ ایک انگلی چھت کی طرف اٹھائی، پھر پوچھا: "فرہاد! کیا تم میرے دماغ میں موجود ہو؟"

وہ ذرا خاموش ہوئی، پھر بولی: "میں اب آنکھیں کھول رہی ہوں، تم میرے دماغ میں رہ کر میرے ذریعے ان تمام

لوگوں کو دیکھو۔ جو بھی آگے بڑھ کر کچھ بولے گا، اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دو۔"

میں پومی کے پیچھے ایک ڈمی کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے اس طریقۂ کار سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ میں اصل فرہاد نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتی۔ اس نے پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "آپ لوگ ذرا ہٹ کر جو سوال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، مگر ذرا جلدی کریں۔ ہماری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔"

ایک رپورٹر نے سوال کیا: "مس صاحبہ! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں آپ کون ہیں؟"

"مجھے پومی کہتے ہیں۔"

اس نے کہا: "آپ نے یہاں پہنچتے ہی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں دہشت زدہ کر دیا ہے کہ ہماری کھوپڑی میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا اور ہم کوئی سچا اور کڑوا سوال کرنے سے پرہیز کریں گے۔ کیا یہ زبان بندی آپ مناسب سمجھتی ہیں؟"

میں نے کہا: "میری طرف سے آپ لوگوں کو کھلی آزادی ہے۔ جو سوال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔"

"آپ اصلی فرہاد نہیں ہیں؟"

میں نے جواب دیا: "جب میرے دماغ میں فرہاد صاحب موجود ہوتے ہیں تو میں اصلی ہوتا ہوں اور اس وقت بھی خالص ہوں۔"

یہاں کے جو اعلیٰ افسران مجھے اصلی فرہاد سمجھ کر بڑے شوق سے ملنے آئے تھے اور مصافحہ کر رہے تھے، وہ کچھ مایوس ہو گئے تھے۔ دوسرے رپورٹر نے سوال کیا: "یہاں آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

میں نے کہا: "جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے، ٹرانسفارمر مشین سب کے لیے ایک متنازعہ مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ یہ الٰہ دین کا چراغ ہے۔ جسے مل جائے اسے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو سکتا ہے اور بھی دنیا کے علوم حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ نہیں چاہتے کہ وہ مشین کسی کے پاس رہے اور وہ اس کے ذریعے مزید ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کرتے رہیں۔"

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں، جب آپ نے ایک علم سیکھا ہے تو دوسروں کو بھی سیکھنے کا موقع دیں۔"

"ہم نے اپنے علم سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن جو لوگ آئندہ سیکھیں گے ان کے متعلق کیسے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان ہوں گے یا شیطان؟"

"اگر اچھے اور سچے ارادے رکھنے والے لوگ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہیں تب آپ کو کیا اعتراض ہوگا؟"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، لیکن ایسا ہم اپنی نگرانی میں کریں گے۔ پہلے یقین کریں گے کہ جو شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر رہا ہے، واقعی وہ اچھے اور سچے ارادے رکھتا ہے یا نہیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہے کہ آپ دنیا میں تنہا ٹیلی پیتھی کے بادشاہ بن کر رہنا چاہتے ہیں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو رسونتی، شیبا، آمر اور جوجو وغیرہ کو میں کبھی زندہ نہ رہنے دیتا۔"

"آپ پر الزام ہے، آپ نے ٹیلی پیتھی جاننے والی شیبا کو خودکشی پر مجبور کر دیا تھا۔"

"الزام تو الزام ہی ہوتا ہے۔ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ بے چاری یہودی سیاست کا شکار ہو گئی تھی۔"

"کیا وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ملک میں ہے؟ اب آپ یہاں سے جانا چاہتے ہیں؟"

"میری کوشش یہی ہو گی۔ ویسے میں آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں، یہاں صرف فرہاد علی تیمور نہیں آیا ہے۔ بڑی طاقتیں بھی پہنچ رہی ہیں۔ کچھ پہنچ چکی ہیں۔ یہودی گوریلے بھی پہنچ رہے ہیں۔ آپ کا یہ آٹھ سو کلو میٹر پر پھیلا ہوا جنگل میدانِ جنگ بن رہا ہے۔"

"کیا آپ لوگوں کی آمد سے ہمارے جنگلات کو نقصان پہنچے گا۔ پتا نہیں کہاں کہاں آگ لگے گی۔ ہمارے قیمتی درخت جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ شیر، چیتے اور دوسرے قیمتی درندے، جن سے ہم لاکھوں کروڑوں ڈالر کا زرِ مبادلہ حاصل کرتے ہیں، وہ مارے جائیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ ٹرانسفارمر مشین بین الاقوامی تنازعہ کا سبب بن جائے اور بڑے بڑے ممالک اپنی فوجیں یہاں اتارنا شروع کر دیں؟"

میں نے جواب دیا: "میں جس ملک میں جاتا ہوں، وہاں میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ میری ذات سے نقصان نہ پہنچے لیکن دشمن میرے حوالے سے نقصانات پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ میں آپ لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں، یہاں کوئی بڑا ملک اپنی فوج نہیں اتار سکے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو شدید نقصانات سے دوچار ہوگا۔"

ایک نے پوچھا: "آپ ہمارے جنگلات کو کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں؟"

"میں ان کی حفاظت کا وعدہ تو نہیں کرتا۔ لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ کون کون سی تنظیمیں اور کون کون سے ملک ان جنگلات میں کیمپ لگانے والے ہیں۔ لہٰذا یہاں جتنے درخت جلیں گے، جتنے جانور مارے جائیں گے یا اور دوسری طرح کے جو نقصانات ہوں گے، میں ان سب کا دگنا معاوضہ ان تمام تنظیموں اور ان تمام

ممالک سے دلواؤں گا جو یہاں کیمپ لگانے والے ہیں؟"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ سب آپ کے مخالف ہیں، پھر آپ ان سے کس طرح معاوضہ دلائیں گے؟"

"یہی تو بات ہے۔ یہ تمام بڑے ممالک میرے دشمن بھی ہیں اور دوستی بھی ظاہر کرتے ہیں ۔۔ لہٰذا دوستی ثابت کرنے کے لیے اور میرے ذریعے نقصانات سے محفوظ رہنے کے لیے انھیں ڈالر اور پاؤنڈ میں یہاں کے نقصانات کی تلافی کرنا ہوگی۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب وہ آپ سے ڈرتے ہیں یا دوست بن کر رہتے ہیں تو پھر دشمن بن کر یہاں جنگل میں کیوں آرہے ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "ٹرانسفارمر مشین کسی کی جاگیر نہیں ہے، ہم میں سے ہر ایک کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اسے اپنی اپنی جدوجہد سے حاصل کیا جائے۔ اگر میں اس سلسلے میں ناکام رہا اور کسی اور نے اسے حاصل کرلیا تو میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کروں گا۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ میں اس سے بھی وہ مشین چھین لینے کی کوشش کروں۔ اس کوشش میں اس ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ جس حد تک وہ مجھے پریشان کریں گے، اسی حد تک میں انھیں پریشان کروں گا۔ مختصر یہ کہ ٹرانسفارمر مشین جس کے پاس بھی ہوگی، میں اسے سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اس مشین کو تباہ کردوں گا تاکہ آئندہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان پیدا نہ ہوسکے۔ میرا خیال ہے، میرا اتنا ہی بیان کافی ہے۔ اب اجازت دیجیے۔"

ہم اس بھیڑ سے کترا کر جانے لگے۔ فوٹو گرافر مختلف زاویوں سے ہماری تصویریں اتار رہے تھے۔ ایک فوٹو گرافر جیسے ہی سامنے آیا، پومی ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے اچانک ایک چھلانگ لگائی، فضا میں جیسے تیرتی ہوئی گئی اور اس فوٹو گرافر کے کیمرے کو کک ماری، وہ کیمرہ اس کے ہاتھ سے نکل کر بلندی پر گیا، پھر جب وہ نیچے آیا تو پومی نے اسے کیچ کرلیا۔ وہ فوٹو گرافر مقامی تھا۔ ہٹا کٹا بدمعاش لگتا تھا۔ کیمرہ ہاتھ سے نکلتے ہی بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے چھلانگ لگائی، اس کے قریب پہنچا۔ مگر وہ ذرا دور نکل گیا۔ پھر میں نے چھلانگ لگا کر ایک کک رسید کی۔ وہ دوڑتے دوڑتے اوندھے منہ گر پڑا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس وقت تک میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے سر اٹھایا، میں نے ایک ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف الٹ کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ پومی ایک چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچی۔ پھر اس کی گردن کو اپنی دونوں ٹانگوں میں پھنسا کر ہا ہپ سپ کا نعرہ لگاتے ہوئے ایک جھٹکا دیا تو کڑاک کی آواز سنائی دی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ پومی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیمرے کو ایک اعلیٰ افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کیمرہ ایک گن ہے اور اس سے ہمارا نشانہ لیا جارہا تھا۔"

ائیرپورٹ کی عمارت کے اس حصے میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ وہ سب پومی کو دیکھتے ہوئے ایسے دور ہٹ رہے تھے جیسے وہ کوئی خوفناک بلا ہو۔ انھوں نے فرہاد کی ٹیم میں ایک فولادی عورت پومی کا ذکر سنا تھا، پڑھا تھا۔ آج آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے ایک ہٹے کٹے سیاہ فام کی گردن کو دو ٹانگوں میں پھنسا کر توڑ دیا تھا۔

وہ میرے پاس آئی، پھر میرے بازو میں بازو ڈال کر شاداں بشاداں چلنے لگی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے جاسوس سے پوچھا "کار کہاں ہے اور کیا تم نے اسے اچھی طرح چیک کرلیا ہے؟"

"جناب، آپ بے فکر رہیں، کار ہماری ہے۔ ہم نے احتیاطاً اچھی طرح چیک کیا ہے۔ وہ کار ائیرپورٹ کے برآمدے میں کھڑی ہوئی ہے۔ ڈرائیور بھی اپنا خاص آدمی ہے۔"

ہم دونوں کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اپنی تسلی کرنے لگا۔ وہ ایک وفادار ملازم تھا۔ کار اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ چکی تھی اور ایک مخصوص رفتار سے ہوٹل کی طرف جارہی تھی۔ میں نے پارس کی خبر لی۔ اس کے حالات معلوم کیے جو آگے چل کر بیان کروں گا۔ وہ ہیلی کاپٹر جس کا ایندھن ختم ہوچکا تھا، اس کا پائلٹ ابھی تک وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اور سلطانا اسے تنہا چھوڑ گئے تھے۔ میں نے اس کے دماغ سے اس کے فلائنگ کلب کا نام پتا معلوم کیا۔ پھر اپنے اس جاسوس کو مخاطب کیا جو اسی فلائنگ کلب میں ڈیوٹی پر تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "وہاں کے انچارج کو بتاؤ، پچھلی رات جو ہیلی کاپٹر جنگل کی طرف گیا تھا، اس کا ایندھن ختم ہوچکا ہے۔ اس میں جانے والے کچھ مارے گئے ہیں۔ کچھ بھٹک گئے ہیں۔ اس کا پائلٹ تنہا جنگل میں ان کی مدد کا محتاج ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کے لیے فوراً ایندھن پہنچایا جائے۔"

ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد اس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ ہمارے جاسوس نے یقین دلایا تھا، وہاں کوئی خفیہ مائک وغیرہ نہیں ہے۔ میں نے ہوٹل میں داخل ہوتے ہی وہاں کے منیجر سے اور کچن کے سپروائزر سے گفتگو کی تھی۔ ان کے خیالات پڑھ رہا تھا تاکہ ہمارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ضرر رساں دوائی نہ ملائی جاسکے۔ یہی میرا معمول تھا۔

پومی نے پوچھا۔ "تم نے یہاں کے پولیس والوں کو ہماری نگرانی سے منع کیوں کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "یہ ملک بظاہر آزاد ہے۔ لیکن سپر ماسٹر کے زیر اثر ہے۔ اس کے اپنے آدمی پولیس والوں کے بھیس میں ہماری نگرانی پر مامور کیے جاسکتے تھے اور ہمیں کسی وقت بھی زبردست

نقصان پہنچا سکتے تھے۔"

میں نے ایک افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا کہ وہ یا وہ ظالم جو کیمرہ گن لے کر ہمیں ہلاک کرنے آیا تھا کون ہے؟

اس افسر کی سوچ نے بتایا۔ "تحقیقات کے بعد پتا چلا ہے، وہ بظاہر ایک پولیس افسر تھا، لیکن درپردہ کسی خطرناک تنظیم یا کسی بڑے ملک کا آلۂ کار بن کر فرہاد اور پومی کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

میں نے اس افسر کو مخاطب کیا تو اس نے چونک کر پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب، کیا واقعی آپ ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں اور اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے پولیس والوں کو اپنے سے دور کیوں رکھا تھا۔"

"جناب، میں سمجھ گیا۔ آپ کسی پر بھروسا نہیں کرتے۔"

"صرف یہی بات نہیں ہے۔ تمہارا ملک سپر ماسٹر کے زیر اثر ہے۔ درپردہ سپر ماسٹر کا ہی حکم چلتا ہے۔ آپ جن پولیس والوں کو میری نگرانی پر مامور کرتے تو ممکن تھا کہ وہ سپر ماسٹر کے خاص آدمی ہی ہوتے۔"

"مجھے افسوس ہے، میری نادانستگی میں آپ کو نقصان پہنچنے والا تھا۔"

"کوئی بات نہیں، نادانستگی میں تو آپ خود کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں، میری کیا بات ہے۔ اس پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"جناب ایک بات پوچھنے کی جرأت کرسکتا ہوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"آپ ڈمی فرہاد ہیں تو خیال خوانی کے ذریعے کیسے گفتگو کر رہے ہیں؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں وہ نہیں ہوں، جسے آپ نے ائیرپورٹ پر دیکھا، جس سے مصافحہ کیا، باتیں کیں۔ میں کسی دوسرے ملک میں ہوں۔"

"یہ ٹیلی پیتھی بہت ہی کمال کی چیز ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں اور پلک جھپکتے ہی کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ میں مادام پومی سے بھی متاثر ہوں۔ میں نے ایسی فولادی عورت زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔ آپ کی ٹیم میں لاجواب لوگ ہیں۔"

"لوگ نہیں ہیں۔ صرف عورتیں ہیں۔"

"جی ہاں، میں نے سنا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں، صرف عورتیں ہی کیوں ہیں؟"

"فی زمانہ ہم سب جرائم اور دہشت کی دنیا میں سانس لے رہے ہیں۔ یہاں چھوٹے مجرم سے لے کر سپر پاور تک سب چھوٹے بڑے جرم کرتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہتے ہیں۔ میں ایسے بے تاج بادشاہوں کو ان ہی عورتوں کے ذریعے سیدھا کرتا ہوں۔ میں نے آج تک بے شمار ناقابل شکست مجرموں کو یہی سبق دیا ہے کہ ہاتھی چیونٹی سے مر سکتا ہے۔ اس طرح وہ ان عورتوں کے ہاتھوں مرتے ہیں۔"

"جناب، میں آپ کے کسی کے کام آنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے ضرورت ہوئی تو ضرور یاد کروں گا۔ خدا حافظ۔"

میں دماغی طور پر واپس آگیا۔ پومی فون پر کسی سے گفتگو کر رہی تھی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر سنا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "میں مسٹر فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو اور کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

"میں ماسک مین کا آدمی ہوں۔"

"اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ میں فرہاد کو بتا رہی ہوں۔"

"سوری مادام! تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ وہ آنا چاہیں گے تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا لہٰذا فون پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے کہا۔ "مادام پومی! پلیز فرہاد صاحب کو منع کردیں، وہ میرے دماغ میں نہ آئیں۔"

میں نے پومی سے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"شکریہ فرہاد، تم نے مجھ سے گفتگو کی زحمت گوارا کی ہے۔ میں ماسک مین کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"ہمارے لوگ جنگل میں پہنچ رہے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے، آپ سے کسی مقام پر نہیں ٹکرائیں گے۔ چپ چاپ مشین تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ بات مجھے بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"سابقہ ماسک مین آپ کے بہترین دوست تھے۔ موجودہ ماسک مین بھی دوستی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔"

"ان کی دوستی کا ثبوت پچھلی رات مل چکا ہے۔ میرے بیٹے نے تمہارے چار آدمی مار دیے ہیں۔ باقی چھ کی قسمت اچھی تھی جو بچ گئے۔ اگر میرا بیٹا اس مرحلے پر کمزور پڑ جاتا تو تمہارے موجودہ ماسک مین نے اسے اغوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے کسی آدمی نے ایسی حرکت نہیں کی ہے۔"

"تمہارے اعتراف کرنے یا نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اصل مجرموں تک پہنچ ہی جاتا ہوں۔ پھر یہ کہ ہم سب ٹرانسفارمر مشین کے لیے ایک

جنگل میں پہنچ رہے ہیں جو ہمارے لیے میدانِ جنگ کے مانند ہے اور میدانِ جنگ میں کوئی دوست بن کر نہیں جاتا۔ تمہارے ماسک مین کے پیغام کا میرا یہی جواب ہے۔"

میں ریسیور رکھ کر بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ پومی نے کہا: "تم پچھلی رات سے جاگ رہے ہو۔ اب تمہیں سو جانا چاہیے۔ میں تمہیں خیال خوانی نہیں کرنے دوں گی، چلو آنکھیں بند کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ میرے پاس آ گئی پھر میرے سر کو سہلانے لگی۔ اپنی فولادی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ میں دماغ کو ہدایات دے کر سو گیا۔ ابھی ایک ہی گھنٹہ گزرا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ پومی نے کہا: "تم سوتے رہو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ریسیور اٹھا کر بولی: "ہیلو۔"

دوسری سے آواز آئی: "ہیلو مادام پومی، اگر وہ ڈمی فرہاد ہے تو تم وہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کیا تم چاہتے ہو، میں اصل فرہاد کے بیڈ روم میں جاؤں؟"

"تمہاری دوستی اصل فرہاد سے ہی ہے۔"

"تمہاری معلومات بہت کمزور ہیں۔ میرا اصلی فرہاد سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میرا محبوب یہی ہے جو اس وقت بھی میرے ساتھ ہے، مگر تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

"جب تک تمہارے بیڈ روم کا دروازہ بند ہے، تمہارا وہ محبوب محفوظ ہے۔ جیسے ہی وہ کمرے سے نکلے گا، اسے گولی مار دی جائے گی۔"

میں آنکھیں بند کیے پومی کے دماغ میں تھا اور دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ میں جانتا تھا، اتنی جرأت سے باتیں کرنے والا یقیناً یوگا کا ماہر ہو گا۔ مجھے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔ میں ٹیلی فون ایکسچینج کے ایک آپریٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس سے معلوم کیا۔ پتا چلا، کمرہ نمبر دو سو بائیس سے کسی شخص نے ہمارے کمرے کا نمبر مانگا تھا اور اب وہاں سے گفتگو کر رہا تھا۔

میں منیجر کے پاس گیا۔ وہ ایک نوجوان بیرے سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اس بیرے کی آواز سنی۔ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اچھا قد آور صحت مند تھا، میں اسے وہاں سے ہدایت دیتا ہوا سیکنڈ فلور پر لے گیا۔ کمرہ نمبر دو سو بائیس پر پہنچ کر اس نے میری مرضی کے مطابق دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔

"ہو از دیئر۔"

بیرے نے کہا: "سر! میں ہوٹل کا منیجر ہوں، آپ کے لیے میسج لایا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھلا۔ اسی وقت بیرے نے ایک زور کی لات ماری۔ دروازہ کھولنے والا لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اس نے اندر آ کر دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا: "ابھی تم نے فون پر کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور کمرے سے نکلے گا تو گولی مار دی جائے گی۔ یہ لو میں اپنے کمرے سے نکل کر تمہارے کمرے میں آ گیا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کا گھونسا اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ کمرے کے وسط میں جا کر گرا۔ وہاں ایک شخص اور موجود تھا۔ اس نے ریوالور نکال کر کہا: "خبردار، ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔ سچ سچ بتاؤ، تم کون ہو؟"

"میں فرہاد ہوں، کل یہاں پہنچ گیا تھا۔ ایک بیرے کو میں نے پانچ ہزار دیے اور آج چھٹی کرنے کے لیے کہا۔ پھر اس کے میک اپ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

میں نے اس بیرے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ وہ جسمانی طور پر اچھا خاصا طاقت ور تھا، لیکن داؤ پیچ نہیں جانتا تھا۔ لڑنے کے فن سے واقف نہیں تھا۔ اس کی یہ کمی میں پوری کر رہا تھا۔ پھر میں نے بات کرتے کرتے اچانک فضا میں چھلانگ لگائی۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ گولی چلائے گا لہٰذا اس کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں نے یعنی بیرے نے فضا میں ہی قلابازی لگائی جس کے باعث گولی اسے نہ لگ سکی۔ اس کی ٹھوکر ریوالور والے کے منہ پر پڑی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ پیچھے گیا تو صوفے سے ٹکرا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔ اس کا ساتھی ریوالور کی طرف لپکا۔ بیرا غوطہ لگانے کے انداز میں سیدھا ریوالور کی طرف گیا پھر اسے لیے ہوئے قلابازی کھا کر فرش پر دوسری جگہ پہنچ گیا۔ بیرے کے ہاتھ میں ریوالور آتے ہی وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہوئے۔ پھر دروازے کی طرف بھاگنے لگے۔ اس نے منہ سے ایک زور دار آواز نکالی۔

"ٹھائیں۔۔"

وہ دونوں ایک دم سے ٹھٹک کر رک گئے۔ ان کے ذہن میں یہی بات تھی کہ کسی لمحے بھی ریوالور سے گولی چل سکتی ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "ابھی میرے منہ سے آواز نکلی ہے۔ اس کے بعد ریوالور سے آواز نکلے گی۔ بولو، تم دونوں کو زخمی کر دوں اور دماغ تک پہنچوں یا خود اپنے دماغوں کے دروازے کھول رہے ہو؟"

وہ دونوں پلٹ کر بے بسی سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے کہا: "اپنے اپنے ہاتھ اپنی اپنی گردنوں پر رکھ لو۔ میں تمہارے دماغوں میں باری باری پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے آرمر کو آواز دی: "فوراً میرے پاس آؤ۔ اسے مخاطب کرنے کے لیے بیرے کے دماغ سے نکلنا ضروری تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں نکلا تو بیرا ایک دم سے بوکھلا کر اپنے ہاتھ میں کبھی ریوالور کو اور کبھی اپنے سامنے کھڑے ہوئے دو اجنبیوں کو دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی حماقت کرتا، میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ آرمر میرے دماغ میں آ گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اس ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو، میں سامنے والوں کے خیالات پڑھنے جا رہا ہوں۔"

میں نے ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ دوسرے نے بھی یہی کیا۔ میں نے اس بیرے کی زبان سے کہا: "میں پھر آ رہا ہوں، اس بار اگر سانس روکی گئی تو گولی چل جائے گی۔"

ان میں سے ایک نے کہا: "ہم جان دے دیں گے، لیکن تمہیں دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔"

یہ کہتے ہی وہ دوڑتا ہوا بستر کی طرف گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ تکیے کے نیچے پہنچایا، اسی وقت میں نے بیرے کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھ پر گولی ماری۔ جو ہاتھ تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال رہا تھا، اس میں سوراخ ہو گیا۔ ادھر جو دوسرا شخص کھڑا ہوا تھا، اس نے یکبارگی چھلانگ لگا کر بیرے کو ایک فلائنگ کک ماری۔ بیرا لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا اور دیوار سے ٹکرا گیا۔ میں نے اسے سنبھالا پھر دوسرے شخص کی ٹانگ پر گولی مار دی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس دوران آرمر نے دانش مندی کا ثبوت دیا۔ میرے یہاں مصروف ہوتے ہی وہ اس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا، جو تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال رہا تھا۔ زخمی ہونے کے باعث وہ سانس نہ روک سکا، بلکہ آرمر کو محسوس ہی نہ کر سکا۔ اب وہ بائیں ہاتھ سے ریوالور پکڑ کر بیرے کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ آرمر نے اس کے ریوالور کی نال خود اس کی کنپٹی سے لگا دی، پھر کہا: "میں تمہاری کھوپڑی میں ہوں، یہاں سے نکلنے کے لیے مجھے راستہ چاہیے۔ لہٰذا میں کھوپڑی میں سوراخ کر رہا ہوں۔"

اس نے گھبرا کر ریوالور کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ بیرے نے آگے بڑھ کر اس ریوالور کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ آرمر نے اس کے دماغ میں آ کر کہا: "فرہاد! اب ان کے دماغ کے دروازے کھل چکے ہیں۔ میں بیرے کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھوں گا۔ تم جا کر ان سے معلومات حاصل کرو۔"

میں ان میں سے ایک کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے چور خیالات پڑھے۔ یہ انکشاف ہوا کہ وہ یہودی گوریلے ہیں۔ میں نے کہا: "اچھا تو اسی لیے جان دینے کے لیے تیار تھے مگر اپنے دماغ کا دروازہ نہیں کھول رہے تھے کہ کہیں تمہاری یہودی سازشوں کا علم نہ ہو جائے۔"

وہ خاموش تھا۔ ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا، جیسے فرار کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ میں نے کہا: "اب کہاں بھاگ کر جاؤ گے۔ چپ چاپ میرے سوالوں کے جواب دیتے رہو۔ تم کُل کتنے گوریلے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن معلومات تو اس کے دماغ میں تھیں۔ میں نے کہا: "نہ بتاؤ، تمہارے پچاس گوریلے جنگل میں پہنچ چکے ہیں۔ وہاں کے دو مختلف حصوں میں اپنے کیمپ لگا چکے ہیں۔ اس شہر میں بلکہ اس ہوٹل میں بیس گوریلے ہیں جو مجھے ہر حال میں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ تم اصل پر گولی چلا دیا ڈمی پر، فرہاد کی کوئی ساتھی یا بابا صاحب کے ادارے کے ذمے دار افراد میری ہلاکت پر کسی کو الزام نہیں دے سکیں گے کیونکہ تم لوگ اپنے آپ کو سات پردوں میں چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ بھول جاتے ہو کہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے بڑے بڑے یوگا کے ماہروں کے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

وہ چپ چاپ فرش پر بیٹھا ہوا اپنے زخمی ہاتھ کو تھام کر ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ دوسری طرف اس کا ساتھی اپنی زخمی ٹانگ پکڑے تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے دوسرے ساتھی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی، پتا چلا۔ میں جس کمرے میں پومی کے ساتھ قیام کر رہا ہوں، اس کے سامنے والے کمرے میں دو مسلح گوریلے ہیں اور ہمارے آس پاس کے کمروں میں بھی کچھ موجود ہیں۔

تین بار گولیاں چلنے کی آواز نے ہوٹل میں ہلچل سی پیدا کر دی تھی۔ بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے کمرہ نمبر دو سو بائیس کے دروازے پر آ گئے تھے۔ ہوٹل کا منیجر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا: "کیا بات ہے، گولی کس نے چلائی ہے؟ یہاں کون لوگ ہیں؟ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے بلند آواز سے بیرے کے ذریعے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ ابھی اس ہوٹل میں اور گولیاں چلیں گی۔ آپ تمام مسافروں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اپنے کمروں تک محدود رہیں، کوئی باہر نہ نکلے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ زیادتی ہے۔ میرے ہوٹل کی بدنامی ہے۔ میں پولیس والوں کو بلاتا ہوں۔"

"تم چاہے جس کو بلا لو۔ ویسے تمہارے ہوٹل کا جو نقصان ہو گا وہ فوراً پورا کیا جائے گا۔ اب یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

میں نے بیرے کے دماغ کو ذرا آزاد کرتے ہوئے کہا: "تم بدحواس نہ ہونا۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جما کر اپنا کام نکالتا رہا۔ اب تم آزاد ہو، لیکن اس کمرے سے باہر نہ جاؤ۔ ایک طرف بیٹھے رہو، تمہارے ہاتھ میں دو ریوالور ہیں۔ تم ان دونوں زخمیوں کو دیکھتے رہو۔"

میں نے آرمر سے کہا: "تم زخمی ٹانگ والے کے دماغ پر قبضہ جمائے رہو۔"

بیرے نے دونوں ریوالور دونوں کی طرف پھینک دیے،

میں نے زخمی ہاتھ والے کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "اب ٹرانسمیٹر نکالو اور ہوٹل میں جو ساتھی ہیں ان سے رابطہ قائم کرو۔"

ریوالور ہاتھ میں آتے ہی وہ ہیرے کو گولی مارنا چاہتا تھا، میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اسے سختی سے کہا۔ "آئندہ تم نے میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو جان سے جاؤ گے۔ جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

وہ ٹرانسمیٹر اٹھا کر رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ میری مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرے سے اس کے ساتھی کوڈ ورڈز ادا کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے "کیا حکم ہے؟ ہم نے ابھی فائرنگ کی آوازیں سنی ہیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"میں خود معلوم کرنے کے لیے باہر نکل رہا ہوں۔ ایک منٹ بعد تم سب اپنے اپنے کمرے سے نکل آنا۔ میں تمھاری طرف آ رہا ہوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ پھر اپنے لنگڑے ساتھی سے پوچھا "کیا تم تیسرے فلور تک چل سکتے ہو؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں تو صرف رینگنے کے قابل رہ گیا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے ہاتھ سے ریوالور اچھالا۔ اسے پھر ہیرے نے کیچ کر لیا۔ واپس اسی شخص کے دماغ میں پہنچا جس کا ہاتھ زخمی تھا۔ پھر اس کے ذریعے ہیرے سے کہا "تم میرے ساتھ تیسرے فلور پر چلو گے۔ ابھی ریوالور چھپا لو۔"

میں اس کے دماغ پر پوری طرح قابض تھا، اس لیے وہ میری مرضی کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ وہ ریوالور کو بائیں ہاتھ میں تھامے اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر اپنے ساتھی کے پاس جا کر بولا "ذرا سر جھکا کر اپنی زخمی ٹانگ کو دیکھو۔"

اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ اس کے ساتھی نے ریوالور کے دستے سے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر فرش پر اوندھا ہو گیا۔ پھر وہ میرے ساتھ اس کمرے سے نکلا۔ اسے باہر سے بند کیا۔ اس کے بعد سیڑھیاں چڑھتا ہوا تیسرے فلور پر پہنچا۔ اس کے گوریلا ساتھی اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ آرمر نے ہیرے کو ایک ستون کی آڑ میں روک دیا۔ میں اپنے معمول کو آگے بڑھاتا ہوا لے گیا۔ اس کے ساتھیوں نے پوچھا "کیا فائرنگ کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے؟"

"ہاں، وہ فائرنگ میں نے ہی کی تھی اور اس طرح کی تھی۔" یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں ٹھائیں دو بار گولی چلائی۔ اس کے دو اسٹین گن والے ساتھی لڑھک گئے۔ ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے دو ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ "تم پارٹی لیڈر ہو کر یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ ریوالور پھینک دو، ورنہ...."

ورنہ کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے اپنے معمول کے ذریعے اس کے بازو میں گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ گئی۔ اس کے دوسرے ساتھی نے اسٹین گن سے تڑ تڑ تڑ فائرنگ کی تو میرا معمول فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کے مردہ دماغ سے نکل کر اس گوریلے کے دماغ میں چھلانگ لگائی جس کا بازو زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق اسٹین گن سے اپنے ساتھی کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی اور کہا "تم نے پارٹی لیڈر کو کیوں مار دیا؟"

وہ چکرا کر فرش کی طرف جھکنے لگا۔ دور کھڑے ہوئے تین گوریلا ساتھیوں نے کہا۔ "یہ تم کیا حماقت کر رہے ہو؟ اس نے پارٹی لیڈر کو مار کر اچھا کیا۔ یہ سیدھی سی بات ہے جو سمجھ میں آ جانا چاہیے۔ فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا لیکن وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکے گا۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی میرے زخمی معمول نے اسٹین گن کا برسٹ کھول دیا۔ تڑ تڑ تڑ کی مسلسل آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کے تینوں ساتھیوں کے قدم زمین سے اکھڑ گئے تھے۔ انھوں نے بھی جوابی فائرنگ کی تھی جس کے نتیجے میں میرا وہ معمول بھی مارا گیا۔ لیکن اب اس گوریلے کا دماغ میرے لیے کھلا ہوا تھا جس کے سر پر اسٹین گن سے ضرب لگائی گئی تھی۔ گوریلے نہ جانے کہاں کہاں سے نکل کر آ رہے تھے اور میں اسی طریقے پر عمل کر رہا تھا۔ دو کو مارتا تھا، تیسرے کو زخمی کرتا تھا۔ پھر تیسرے کے دماغ میں پہنچ کر باقی دوسروں کو بھی مارتا تھا اور زخمی بھی کرتا تھا۔ ذرا سی دیر میں انیس گوریلے فنا کی گود میں پہنچ گئے۔ صرف ایک زندہ تھا جو کمرہ نمبر دو سو بائیس میں زخمی پڑا ہوا تھا۔

میں نے ہیرے کے پاس پہنچ کر کہا۔ "میں تمھیں احتیاطاً یہاں تک لایا تھا۔ شاید تمھاری ضرورت پڑتی، مگر تمھارے بغیر کام چل گیا۔ اب جس کے ساتھ آئے تھے، اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالو اور کمرہ نمبر دو سو بائیس میں واپس جاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ کمرہ نمبر دو سو بائیس میں پہنچ کر اس نے اس زخمی کو جھنجھوڑ کر اٹھایا۔ جگ میں رکھا ہوا پانی اس پر انڈیل دیا۔ وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھولنے کے بعد اِدھر اُدھر وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ ہیرے نے اس کی طرف ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے لو اور اپنے یہاں کے ایجنٹ سے گفتگو کرو۔"

اس نے ریوالور کی طرف دیکھا۔ پھر ٹرانسمیٹر لے کر

ے آپریٹ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کوڈ ورڈز دہرانے کے بعد کہا۔ "میں بہت بری خبر دے رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "میں بہت مصروف رہتا ہوں، تمہید نہ باندھا کرو۔ فوراً کام کی بات کرو۔"

میں نے سفیر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور ام کی بات کرنے پہنچ گیا ہوں۔"

وہ دہشت سے چیخ مار کر کھڑا ہو گیا۔ "فر، فر، فرہاد صاحب آپ ہیں۔"

"ہاں، میں تمھیں خوش خبری سنانے آیا ہوں۔ تمھارے بیس میں سے انیس گوریلے ہوٹل میں مردہ پڑے ہیں۔ ایک کو یں نے صرف زخمی کیا ہے تاکہ وہ تمھیں تفصیل بتا سکے۔ تم ہوٹل پہنچو اور اپنے لوگوں کی لاشیں سمیٹ کر لے جاؤ۔ میں ہوٹل کے مالک سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کتنا نقصان ہوا ہے۔ وہ نقصان تمھیں ابھی بھرنا ہے، چلو فوراً اٹھو۔"

اس نے کہا۔ "جی، جی میں ابھی آ رہا ہوں۔"

میں ہوٹل کے منیجر کے پاس پہنچا۔ اس نے پولیس والوں کو طلب کیا تھا۔ پولیس والے حیران اور پریشان ہو کر اتنی لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے ی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد علی پ لوگوں سے مخاطب ہوں۔ کیا یہاں ہوٹل کا مالک موجود ہے؟"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں یہاں کا مالک ہوں جناب فرہاد صاحب، یہ کیا ہو گیا، میرا ہوٹل بدنام ہو جائے گا۔ کوئی مسافر یہاں نہیں آئے گا۔"

میں نے پوچھا۔ "اس ہوٹل کی تعمیر میں تمھاری کتنی رقم لگی تھی؟"

اس نے کہا۔ "تقریباً پندرہ لاکھ ڈالر۔"

"اگر کوئی نیا ہوٹل تعمیر کرنا چاہو گے تو کتنی رقم لگے گی؟"

"زیادہ رقم لگے گی۔ تقریباً پچیس لاکھ ڈالر۔"

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ایک اسرائیلی ایجنٹ آ رہا ہے۔ وہ تمھیں پچاس لاکھ ڈالر ادا کرے گا۔"

ہوٹل کے مالک کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہاں دو اخباری رپورٹر تھے۔ انھوں نے بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا واقعی آپ اتنی رقم ادا کر دیں گے؟"

"میں نے ایئرپورٹ پر کہا تھا کہ یہاں جو بھی نقصان ہو گا، وہ فوراً پورا کیا جائے گا۔ میں آپ تمام اخبار والوں سے درخواست کرتا ہوں، میرے متعلق یہ خبر ضرور شائع کریں کہ میں کسی کا نقصان نہیں کر رہا ہوں اور جس کا نقصان ہو رہا ہے، اسے نقصان سے کئی گنا زیادہ رقم دلا رہا ہوں۔ اور ایسی رقمیں ان سے لے کر دے رہا ہوں جو نقصانات کے ذمے دار ہوتے ہیں۔"

ایک اخباری رپورٹر نے کہا۔ "جناب! یہاں سنسر کی کچھ پابندیاں ہیں۔ ہمیں پہلے ہی سے وارننگ دی گئی ہے کہ آپ کے متعلق کوئی ایسی خبر شائع نہ کریں جس سے آپ کی شہرت اور عزت میں اضافہ ہوتا ہو۔"

میں نے اس اخباری رپورٹر سے کہا۔ "تم ابھی منسٹر آف انفارمیشن سے رابطہ قائم کرو۔"

اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "ہیلو، پی اے صاحب! جناب فرہاد علی تیمور صاحب منسٹر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تم کون ہو اور مسٹر فرہاد علی تیمور منسٹر سے کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے اخباری رپورٹر سے کہا۔ "ریسیور رکھ دو۔"

پھر میں اس پی اے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سیدھا چلتا ہوا منسٹر کے کمرے کے سامنے آیا۔ پھر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

غصے سے پوچھا گیا۔ "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں منسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو پی اے نے اندر آ کر کہا۔ "میں بکواس نہیں کر رہا ہوں، اس وقت میرے دماغ میں فرہاد علی تیمور سمایا ہوا ہے۔ اس کا حکم ہے جب تک وہ اس ملک میں رہے گا، اس کے متعلق تفصیلی خبریں شائع کی جائیں گی اور کسی خبر کو بھی سنسر نہیں کیا جائے گا۔ ورنہ میں اس منسٹری آف انفارمیشن میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

وہ منسٹر بہر ماسٹر کا چمچہ تھا۔ اس نے غصے سے کہا۔ "کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

"میں دھمکی نہیں دیتا، نمونہ پیش کرتا ہوں کہ زلزلہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تڑپ کر چیختا ہوا ایک الماری سے جا کر ٹکرایا۔ پھر فرش پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہنے لگا۔ "نہیں، نہیں، میرے دماغ سے چلے جاؤ، میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

میں نے پی اے کی زبان سے کہا۔ "میں تمھارے دماغ سے چلا جاتا ہوں۔ فوراً ٹیلی فون اٹھاؤ اور جو احکامات میں نے دیے ہیں، انھیں پریس کے تمام ذمے دار افسران تک پہنچا دو۔ میں آج شام کا اور کل کا اخبار دیکھوں گا۔ اگر میرے سلسلے میں ایک بھی خبر سنسر کی گئی تو میں تمھارے پورے خاندان کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ پھر یہاں وہی شخص آئے گا جو میری مرضی کے مطابق خبریں شائع کرنے پر راضی رہے گا۔ ویٹس آل۔"

میں پھر ہوٹل کے منیجر کے پاس پہنچا۔ اتنی دیر میں یہودی

سفیر ہوٹل میں پہنچ گیا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔ اس ہوٹل کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اس کی شہرت خاک میں مل گئی ہے۔ ہوٹل کے مالک کو ایک دوسرا ہوٹل تعمیر کرانے کے لیے پچاس لاکھ ڈالر کی ضرورت ہے۔ یہ رقم آج شام تک ادا ہو جانا چاہیے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے حکام سے رابطہ قائم کروں۔ اگر یہ رقم ادا نہ ہوئی تو میں کوئی رابطہ قائم کیے بغیر تمہارے ملک میں دھماکے شروع کر دوں گا۔"

"آپ جو فرما رہے ہیں وہی ہوگا۔ میں اپنے ملک کے ذمے دار افسران سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور شام تک ..."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "تم کیا کرو گے، یہ میں نہیں جانتا۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آج شام تک ہوٹل کے مالک کو پچاس لاکھ ڈالر ادا ہوتے ہیں یا نہیں، وِش یُو آل۔"

یہ کہہ کر میں نے منیجر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ ہوٹل کا مالک حیرانی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ پھر ایک دم سے آگے بڑھ کر منیجر کے قدموں پر پہنچ کر کہنے لگا۔ "فرہاد صاحب! آپ گریٹ ہیں، بہت گریٹ ہیں۔ میں کبھی اپنی زندگی میں پچاس لاکھ ڈالر کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے موقع دیجیے، میں آپ کے قدموں میں زندگی گزار دوں گا۔"

منیجر نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں آپ کا ملازم ہوں، منیجر ہوں۔ میرے پاؤں کیوں چھو رہے ہیں؟"

مالک نے بوکھلا کر اسے دیکھا، پھر پوچھا۔ "کیا تم فرہاد نہیں ہو؟"

"جناب! میں پچھلے پانچ برس سے آپ کا منیجر ہوں۔ فرہاد صاحب جا چکے ہیں۔"

میں دماغی طور پر اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو لوبی نے مسکرا کر کہا۔ "یہاں اتنی دیر تک گولیاں چلتی رہیں جیسے جنگِ عظیم چھڑ گئی ہو اور تم نہایت اطمینان سے آنکھیں بند کیے میرے سامنے پڑے رہے۔ آخر کہاں کہاں گھوم رہے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہاں بیس یہودی گوریلے تھے، جو ختم ہو چکے ہیں۔"

وہ منہ بنا کر بولی۔ "مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ یہ کوئی بات ہے کہ تم لیٹے ہی لیٹے دشمنوں کو ختم کر دیتے ہو اور مجھے اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملتا۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہیں ایک چھوٹا سا موقع بھی ملتا ہے تو تم دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہو۔ ابھی فکر نہ کرو۔ ابھی بہت سے مواقع آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔"

"میں نے ایک گھنٹے کی نیند پوری کر لی ہے۔"

"اس طرح تم بیمار پڑ جاؤ گے۔ کم از کم چار پانچ گھنٹے سونا چاہیے۔"

"کیا پارس کے پاس جانے نہیں دو گی؟"

"میں جانے دوں گی۔ لیکن پارس اسے پسند نہیں کرے گا۔ اسے تنہا رہنے دو۔ ہم دور ہی دور سے اس کی خیریت معلوم کرتے رہیں گے۔"

"اچھا ذرا چند منٹ کے لیے خاموش رہو۔ میں سونیا کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ یہاں پہنچ گئی تھی۔ ایئرپورٹ کے وی آئی پی روم میں بیٹھی ہوئی ایک بڑے سے نقشے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ جنگل کا نقشہ تھا۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی پوچھا۔ "کون، فرہاد؟"

"ہاں، فرہاد آن زیرو چینل۔ کیا تمام آدمیوں کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں، آدمی زیادہ ہیں اور ہیلی کاپٹر ایک ہی ہے۔ دوسرا تم نے اپنے لیے رکھا ہے۔"

"ایک ہیلی کاپٹر میں کتنے افراد سفر کر سکتے ہیں؟"

"تقریباً چالیس افراد۔"

"تم میرا ہیلی کاپٹر بھی لے جاؤ۔ اس طرح بیک وقت اسّی افراد کو اپنے ساتھ لے جا سکو گی۔ میں شام تک یہاں سے نکلوں گا۔"

وہ نقشہ دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس وقت میری پنسل اس جگہ ہے جہاں وہ قلعہ بنا ہوا ہے۔ قلعے کے پچھلے حصے میں خطرناک دلدل ہے۔ میرا گائیڈ بتا رہا ہے، یہ دلدل تین سو گز کے رقبے تک پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی پچھلے حصے سے کوئی قلعے تک پہنچ نہیں سکتا۔ لہٰذا میں دلدل کی طرف جا کر کیمپ لگاؤں گی۔ ہماری مخالف پارٹیاں اُدھر جانے کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کریں گی۔ تم قلعے کے سامنے چند میل کے فاصلے پر کیمپ لگاؤ گے۔ اور جارج فری مین کے لیے ایک کھلا چیلنج بن کر رہو گے۔ میرے ساتھ یہ اسّی آدمی رہیں گے۔ باقی پچاس افراد قلعے کے شمال میں کیمپ لگائیں گے۔ اور باقی پچاس اس کے جنوب میں ہمارے حکم کے منتظر رہیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "قلعے کے شمال اور جنوب میں ہمارے جو کیمپ ہوں گے، ان کا لیڈر کون ہوگا؟"

"شمالی کیمپ کا لیڈر غلام باقی اور جنوبی کیمپ کی لیڈر آمنہ ہوگی۔ میں دونوں ہیلی کاپٹر لے جا رہی ہوں۔ بعد میں غلام باقی اور آمنہ اپنے لوگوں کے ساتھ پہنچیں گے۔ ان کے جانے کے بعد بھی اس شہر میں ہمارے بیس افراد رہ جائیں گے جو تمہارے ساتھ آئیں گے۔"

تمام معاملات طے ہونے کے بعد میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ پھر لوبی کی طرف ہاتھ بڑھا کر

کہا۔ "آؤ اور مجھے سُلا دو۔"

وہ مسکراتے ہوئے میرے پاس آئی۔ پھر مجھے بڑے پیار سے سُلانے لگی۔

وہ ہیلی کاپٹر جس کا ایندھن ختم ہو چکا تھا، بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ سلارا اور پارس دور نکل آئے تھے۔ وہ بہت خوش تھی۔ علاوہ اس کی پشت پر کھانے کا بھاری بیگ بندھا ہوا تھا۔ ایک شانے سے اسٹین گن اور دوسرے شانے سے کارتوس کی پیٹی لٹک رہی تھی۔ کارتوس کی دوسری پیٹی کمر سے بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی پارس کے بازو کو تھام لیتی تھی۔ جنگل ہرا بھرا تھا۔ خوبصورت پرندے ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اُڑتے جاتے تھے۔ کہیں کہیں بندر بھی دکھائی دیتے تھے۔ خطرناک جانوروں سے بھی ملاقات ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ خوف زدہ نہیں تھی۔ وہ چلتے چلتے کہنے لگی۔ "آج میں بہت خوش ہوں۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا آج تمہارا جنم دن ہے؟"

"ایسا ہی سمجھو۔ یوں لگتا ہے جیسے میں نیا جنم لے رہی ہوں۔ پچھلے ایک دن اور دو راتوں سے تمہارے ساتھ ہوں۔ محسوس ہوتا ہے، جیسے صدیوں سے ہمارا ساتھ رہا ہے۔ تم میرے روئیں روئیں میں بس گئے ہو۔ جی چاہتا ہے، خوب گنگناؤں۔"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"کیا خاک گنگنا سکتی ہوں۔ تم نے اتنا بوجھ مجھ پر لاد رکھا ہے۔ یہ کوئی انصاف ہے۔ خود تو ایک رائفل، ایک ریوالور اور ایک کارتوس کی پیٹی اٹھا کر چل رہے ہو۔ تم سے کئی گنا بوجھ مجھ پر ہے۔"

"مجبوری ہے۔ اگر میں بوجھ اٹھا کر چلوں گا، اگر وہ کھانے کا تھیلا میری پشت سے بندھا ہوگا اور ایسے میں کسی دشمن نے اچانک حملہ کر دیا یا کوئی درندہ آ گیا تو مجھے بوجھ سے فری ہو کر مقابلہ کرنے میں وقت لگے گا۔"

"میں مانتی ہوں، تمہیں ایزی ہو کر چلنا چاہیے، لیکن میں کب تک بوجھ اٹھا کر چلتی رہوں گی؟"

"تم یہ سوچو کہ اگر تمہاری گود میں تمہارا بچہ ہوتا تو اسے کس طرح اٹھا کر میلوں دور تک چلتی رہتیں۔"

"ہائے، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں ماں بن سکتی ہوں۔ میں نے تو شادی کے متعلق بھی نہیں سوچا تھا۔ کسی مرد کا تصور نہیں کرتی تھی۔ تم نے اچانک ہی میرے اندر ایک بچے کی خواہش بھڑکا دی ہے۔ کاش وہ بچہ تمہارا ہی ہو اور میں اسے اٹھائے زندگی بھر چلتی رہوں۔"

"کیا احمقانہ جذبہ ہے۔ زندگی بھر اٹھائے کیسے چلو گی۔ وہ جوان ہو کر تمہاری گود میں رہے گا یا اپنی بیوی کے پاس جائے گا؟"

وہ کِھلکھلا کر ہنسنے لگی، پھر بولی۔ "ہائے پارس، ذرا تصور کرو، ہمارا بچہ کس قدر خوبصورت ہوگا۔"

"ہم افریقہ میں رہ گئے تو سیاہ فام شاہکار ہوگا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو؟"

"یا اللہ، رحم کر۔ ابھی تم نے ایک دن اور دو راتیں میرے ساتھ گزاری ہیں۔ میرے دامن پر کوئی دھبہ نہیں ہے اور تم ہو کہ میرے بچے پیدا کر رہی ہو۔"

"انسان پہلے خواب دیکھتا ہے، پھر اس کی تعبیر تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں بھی کوشش کرتی رہوں گی۔ آنے والا کوئی کل میرے اس خواب کی تعبیر پیش کرے گا۔"

پارس نے اس کی پشت سے بیگ کھول کر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ پھر کہا۔ "دھوپ تیز ہوتی جا رہی ہے۔ تم پسینہ پسینہ ہو رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "بوجھ ہلکا کیا ہے تو پسینہ بھی پونچھ دو۔"

"پھر تو مجھے پسینہ آ جائے گا۔" اس نے سلارا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر کھینچ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "جنگل کے اس حصے میں بہت سکون ہے۔ اب تک کوئی جنگلی جانور نظر نہیں آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں آگے کہیں انسانی آبادی ہوگی۔"

وہ تھوڑی دور چلتے رہنے کے بعد بولی۔ "میں تھک گئی ہوں۔ ہم نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔"

وہ اس کے بازو سے سر لگا کر چلنے لگی۔ وہ ایک سائے دار درخت کے نیچے آئے، پھر وہاں سامان اتار کر رکھ دیا۔ اس نے کہا۔ "ذرا آرام سے بیٹھو، میں ابھی چاروں طرف کا جائزہ لیتا ہوں۔"

وہ درخت پر چڑھنے لگا۔ اس کی بلندی پر پہنچ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سلارا نے پوچھا۔ "کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"تم ایسے پوچھ رہی ہو جیسے پہلے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ کوئی انسان، جانور یا کوئی کام کی چیز دکھائی دے رہی ہے؟"

وہ انگڑائی لیتے ہوئے گھاس پر لیٹ گئی۔ پارس نے کہا۔ "ہاں، ایک بہت ہی حسین عورت دکھائی دے رہی ہے۔"

وہ چونک کر بولی۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، وہ ہری ہری گھاس پر کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ انگڑائی کے لیے اُٹھے ہیں اور قیامت اٹھا رہے ہیں۔"

وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولی۔ "میں سمجھ گئی، مجھے کہہ رہے ہو۔ تم بہت اچھے ہو اور کچھ بولو۔ مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

"میرے سامنے گھاس کا ہرا سمندر ہے اور وہ سمندر

کی سبز لہروں میں جل پری کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔ اور وہ جل پری خوشی کے مارے ہنسنے ہی والی ہے۔"

وہ پھر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ گھاس پر لوٹ پوٹ ہونے لگی۔ کبھی کروٹ بدل رہی تھی، کبھی چاروں شانے چت ہو رہی تھی، پھر کروٹ بدلتے ہوئے اِدھر سے اُدھر گھاس پر لڑھکتی جا رہی تھی۔ جیسے جل پری سبز سمندر کی لہروں میں تیر رہی ہو۔

وہ مسکرا کر بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سچ مچ حسین لگ رہی تھی۔ اس کی تمام توجہ کو اپنی ذات تک محدود کر رہی تھی۔ وہ جاگتی ہوئی آنکھوں کا زندہ سپنا تھی۔ اچانک ہی سپنا ٹوٹ گیا۔ وہ چونک گیا۔ ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پارس جلدی سے اترتا ہوا درخت کے نچلے حصے میں آیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "لاؤ سلمان ادھر دو۔"

اس نے بیگ، اسٹین گن اور رائفل اس کے حوالے کی۔ پھر خود چڑھنے لگی۔ تھوڑے وقفے سے پھر گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ ٹھائیں، ٹھائیں، ٹھائیں۔ تین بار آواز آئی تھی اور یہ آوازیں بہت دور تھیں۔ وہ دونوں اپنے سامان کے ساتھ اوپر چڑھتے ہوئے درخت کے گھنے حصے میں آ گئے۔ انھیں چاروں طرف سے درخت کے پتے چھپا رہے تھے۔ پارس نے کہا "اگر تم چاہتی ہو کہ ایک نامعلوم مدت تک بھوکی نہ رہو تو فوراً کھانے کا ڈبا نکالو اور کھانا شروع کر دو۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد ہمیں پیٹ بھرنے کا موقع نہ ملے۔"

وہ ایک شاخ سے اُٹھ کر دوسری شاخ پر گیا۔ پھر اس سے اوپر والی شاخ پر پہنچا۔ اب وہ دور دور تک چاروں طرف دیکھ سکتا تھا۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلارا نے پوچھا "کیا فائرنگ کرنے والے نظر آ رہے ہیں؟"

"کوئی نہیں ہے جنگل میں فائرنگ کی آواز گونجتی ہے، اس کے باوجود میں فائرنگ کی سمت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ اسی طرف دیکھ رہا ہوں۔"

سلارا نے کہا "نیچے آ جاؤ، کچھ تم بھی کھا لو، ورنہ بھوکے رہ جاؤ گے۔"

وہ نیچے جانا چاہتا تھا، جہاں دیکھ رہا تھا، وہیں دیکھتا ہوا ٹھٹک گیا، پھر بولا "دور، بہت دور ہلکا ہلکا سا دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا ہے۔"

"کیا میں آ کر دیکھوں؟"

"پہلے کھا لو۔"

"وہ دھواں کتنی دور ہو گا؟"

پارس نے اندازہ کرتے ہوئے کہا "یہاں سے سات آٹھ میل کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔"

"پھر تو پریشانی کی بات نہیں ہے۔ جلدی اگر کچھ کھا لو، ہم یہاں سے دوسری سمت چلے جائیں گے۔"

وہ اوپری شاخوں سے اتر کر اس کے پاس آ گیا۔ دونوں گھنے پتوں کے درمیان چھپ کر اطمینان سے کھانے لگے۔ وہ بولی "اب مختلف پارٹیوں سے ٹکراؤ ہوتا رہے گا۔"

"پاپا نے یہی بتایا ہے۔ پچھلی رات ہمیں گھیرنے والے ماسک مین کے آدمی تھے۔ جنگل میں سپر ماسٹر کے آدمی بھی پہنچ چکے ہوں گے اور یہودی گوریلے بھی ہیں۔"

"ہم کھانے کے بعد کس سمت جائیں گے؟"

"کہیں بھی جائیں گے، کسی نہ کسی سے سامنا ہو گا۔ لہٰذا اسی طرف جانا چاہیے جہاں سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی۔ آ بیل مجھے مار۔ تم جان بوجھ کر خطرات کو دعوت دینا چاہتے ہو۔"

"جب ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی بھی سمت جانے سے کسی نہ کسی کا سامنا ہو گا تو پھر کیوں گھبرائیں۔ ہو سکتا ہے وہاں کے لوگوں کو ہم اپنا دوست بنا سکیں اور اگر دشمن ہیں تو مقابلہ کر کے کچھ کام کی چیزیں حاصل کر سکیں جو آئندہ اس جنگل میں ہمارے کام آ سکیں گی۔"

"ہم یوں اطمینان سے کھا رہے ہیں جیسے اپنے گھر کے ڈائننگ روم میں ہوں۔"

"یہ اطمینان بہت ضروری ہے۔ ان حالات میں سراسیمہ ہونے سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔ عقل کام نہیں کرتی۔ پرسکون اور مطمئن رہنے سے دماغ سوچنے سمجھنے کے قابل رہتا ہے۔"

"میں کوئی نادان بچی ہوں جو اس طرح سمجھا رہے ہو۔"

"تم بڑی سمجھدار بچی ہو۔ کوئی کام کی بات سوچو۔ کوئی مفید مشورہ دو۔"

اس نے کھانے کے بعد پانی پیا۔ پھر اوپری شاخوں کی طرف جانے لگا۔ سلارا بھی اس کے پیچھے پیچھے آئی۔ دونوں ایک شاخ پر کھڑے ہو گئے۔ دوسری شاخ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ دھواں کچھ گہرا ہو گیا تھا۔ سیدھا آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا۔ سلارا نے کہا "ادھر حبشیوں کا ایک قبیلہ ہے۔ وہ کئی میل دور آباد رہنے والے دوسرے قبیلے کو دھوئیں کے ذریعے اطلاع دے رہے ہیں کہ ان پر کہیں سے حملہ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے قبیلے کو مدد کے لیے بلا رہے ہیں۔"

"کیا تمھیں یاد ہے کہ تم پہلے بھی اس طرف آ چکی ہو اور اس قبیلے کے لوگوں سے مل چکی ہو؟"

"میرے باپ دادا یہاں رہتے تھے۔ پھر ہم بہن بھائی ٹرانسفارمرشین کے سلسلے میں برسوں سے یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں کے رسم و رواج کو جانتے ہیں۔ ان کی زبان بھی بولتے ہیں۔"

"تو پھر ہمیں وہاں چلنا چاہیے۔"

"انھیں دشمنوں سے حملے کا خطرہ تھا کہیں وہ ہمیں دشمن نہ سمجھ لیں۔"

"تم ان کی زبان میں انھیں سمجھا سکتی ہو۔"

وہ درخت سے اتر گئے۔ پھر سامان اٹھا کر اسی طرف جانے لگے۔ تقریباً چھ میل تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ اسی پہاڑی کے پیچھے سے دھواں دکھائی دیا تھا۔

وہ چٹانوں اور پتھروں کے قریب سے گزرتے ہوئے اوپر آئے۔ پھر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں ہو کر دیکھا، دوسری طرف نشیب میں پانی کا ایک صاف و شفاف چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس کے کنارے گھاس پھونس کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ بستی بظاہر ویران دکھائی دے رہی تھی، لیکن عورتیں اور بچے جھونپڑیوں کے اندر چھپے ہوئے تھے۔ انھیں انجانے دشمنوں کا خوف تھا۔ ان کے مرد تیر کمان اور نیزے لے کر کچھ اسی پہاڑی کی طرف آئے تھے جہاں سلارا اور پارس کھڑے ہوئے تھے لیکن ان سے کافی فاصلے پر تھے۔ وہ سب پتھروں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی پشت ان دونوں کی طرف تھی۔ باقی مرد بستی کے دوسری طرف درختوں پر چڑھ گئے تھے۔ وہ چھپے ہوئے لوگ چاروں طرف نظریں دوڑا رہے تھے۔ جب انھوں نے گھوم کر دیکھا تو سلارا اور پارس کو دیکھ کر چونک گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور اسٹین گن تھی۔ سلارا نے ان کی زبان میں کہا "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دوست ہیں۔ ہمیں بتاؤ تمھیں کس سے خوف ہے؟"

ایک بوڑھے سیاہ فام نے حیرانی سے پوچھا "تم ہماری زبان بول لیتی ہو؟"

"میں بول ہی رہی ہوں۔ میں یہاں برسوں سے رہتی آئی ہوں۔ تم ہمیں اپنا ہی سمجھو۔ ہم پر اعتماد کرو۔"

بوڑھے نے کہا "ہم نے ایک گھنٹا پہلے فائرنگ کی آواز سنی ہے۔ اس سامنے والی پہاڑی پر ایک قبیلہ آباد ہے۔ ان کے پاس بندوقیں نہیں ہیں۔ یقیناً وہاں کچھ اجنبی لوگ آئے ہیں۔"

سلارا نے کہا "کچھ نہیں، بہت اجنبی آ گئے ہیں۔ اب یہاں دن رات گولیاں چلیں گی اور بڑے بڑے دھماکے ہوں گے۔"

وہ سب پریشان ہو کر سلارا کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ کہنے لگی "ویسے تم لوگوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ یہاں آ رہے ہیں، وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ تم سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ تمھیں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی چیزیں دیں گے۔"

ایک نیگرو نے کہا "اس کے بدلے وہ ہمیں غلام بنائیں گے، ہم سے کام کرائیں گے۔ ہم سے بوجھ اٹھوائیں گے۔"

"ہاں، ایسا تو وہ کریں گے۔"

"ہم آزاد لوگ ہیں، اگر ہمیں غلامی کرنا ہوتی تو شہروں میں جا کر ملازمت کرتے۔"

اس کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ چپ ہو گیا۔ وہ سبھی چونک کر بستی کے دوسری طرف دیکھنے لگے۔ موٹر گاڑیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سلارا اور پارس دوڑتے ہوئے ان حبشیوں کے پاس آئے پھر ایک سے کہا "ہمیں اپنی جھونپڑی میں لے چلو۔"

تین سیاہ فام ان کے ساتھ ہو گئے۔ وہ پانچوں دوڑتے ہوئے بستی کی طرف جانے لگے۔ موٹر گاڑیوں کی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے جھگیوں کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے سر اٹھا کر دور تک دیکھا۔ ابھی وہ گاڑیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ پارس نے کہا "ہم بستی کے آخری سرے والی جھگی میں جائیں گے۔"

سلارا نے یہی بات انھیں سمجھائی۔ وہ انھیں لے کر دوڑتے ہوئے آخری جھگی کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں دو عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے آدمیوں نے انھیں جانے کے لیے کہا۔ انھوں نے اپنے بچوں کو اٹھایا پھر وہاں سے نکل کر دوسری جھگیوں میں چلی گئیں۔

گاڑیوں کی آوازیں بالکل قریب آ گئی تھیں۔ سلارا اور پارس پھونس کی بنی ہوئی دیوار کے قریب آ گئے۔ اس میں انگلیوں سے سوراخ کر کے وہاں سے آنکھ لگا کر دیکھا۔ یکے بعد دیگرے تین جیپ گاڑیاں دکھائی دیں۔ پہلی جیپ میں چار مسلح سفید فام تھے۔ اس کے پیچھے والی جیپ میں دو شخص دکھائی دیے۔ اس جیپ میں شکار کیے ہوئے ہرن اور بکرے رکھے ہوئے تھے۔ تیسری جیپ میں ایک پہلوان نما شخص اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بغل میں ایک حسین عورت تھی۔ پیچھے ان کا باڈی گارڈ ایک رائفل اٹھائے کھڑا ہوا تھا۔ وہ تعداد میں نو تھے اور سب کے پاس رائفلیں اور اسٹین گنیں تھیں۔ وہ گاڑیاں بستی کے قریب آ کر رک گئیں۔ ان میں سے ایک سیاہ فام اپنی سیٹ پر سے اٹھ کر جیپ کے بونٹ کے اوپر آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی زبان میں کہنے لگا "بستی والو! سنو، دوسرے ملک کے بڑے بڑے صاحب لوگ آئے ہیں۔ انھوں نے تمھارے لیے چار جانور شکار کیے ہیں۔ دوستی کے طور پر یہ تمھارے لیے تحفہ ہے۔ یہ تمھارے ساتھ بیٹھ کر یہاں کھائیں گے اور بھی کھانے کی چیزیں تمھیں دیں گے۔ پہننے کے لیے کپڑے بھی ملیں گے۔ تم میں سے کوئی بیمار ہے تو اسے دوائیں بھی دی جائیں گی۔"

وہ اتنا کہہ کر چپ ہوا۔ پھر دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے

جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے بعد بولا۔ "میں سمجھتا ہوں تم یہ جاننا چاہو گے کہ صاحب لوگ اتنی مہربانیوں کے بدلے تم سے کیا چاہتے ہیں؟ سیدھی سی بات ہے۔ یہ شہروں سے جنگل میں آئے ہیں۔ یہاں انھیں ملازموں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے کچھ صاحب لوگ ایسے ہیں، جنھیں کالی عورتیں بہت پسند ہیں۔ اگر تمھاری بستی میں خوبصورت عورتیں ہیں تو..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے سینے میں اتر گیا۔ وہ اوندھے منہ جیپ کے بونٹ پر گرا۔ پھر وہاں سے الٹ کر زمین پر لمبا ہو گیا۔ جیپ میں آنے والے تمام لوگ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر باہر چھلانگیں لگا کر درختوں کی اور پتھروں کی آڑ میں جانے لگے۔ پھر خود کو محفوظ کرنے کے بعد بستی کی طرف مسلسل فائرنگ کرنے لگے۔ اسٹین گنوں کے کئی راؤنڈ ضائع کرنے کے بعد انھوں نے فائرنگ بند کر دی۔ پھر ایک نے چیختے ہوئے انگریزی زبان میں پوچھا۔ "کیا یہاں کوئی ہماری زبان سمجھتا ہے؟ تم لوگوں نے ہمارے گائیڈ کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ اس کے بدلے تم سب بے موت مارے جاؤ گے۔"

وہ کہنے کے بعد چپ ہوا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ "یہاں نہ کوئی انگریزی جانتا ہے اور نہ ہی کسی کے پاس کوئی بندوق وغیرہ ہے۔"

جو پہلوان نما شخص ایک حسین عورت کے ساتھ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا، اس نے حکم دیا۔ "تم میں سے دو آدمی جیپ پر جائیں اور اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بستی کے اندر پہنچیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، کیا ان کے پاس آتشی اسلحہ موجود ہے یا نہیں؟"

وہ لوگ اس کے حکم کے بندے تھے۔ اپنی جان پر کھیلنے کے لیے جیپ میں آکر بیٹھ گئے، پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے بستی کے اندر آئے۔ پارس نے کہا۔ "سلارا! تم ان کی زبان میں سمجھاؤ کہ یہ تینوں نیگرو ہاتھ اٹھا کر باہر جائیں اور ان کے سامنے جھک جائیں۔ ان میں سے ایک نیگرو کسی ایسی جھونپڑی میں جائے جہاں ایک جوان عورت ہو۔ وہ اس جوان عورت کو وہاں سے بھاگ کر ہماری جھونپڑی میں آنے کے لیے کہے۔"

سلارا نے اس کی ہدایت کے مطابق ان تینوں سیاہ فاموں کو اپنی زبان میں سمجھایا۔ وہ تینوں اپنے تیر کمان اور نیزے وہیں رکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے جھونپڑی کے باہر آئے۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے دو سفید فاموں نے ان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "او ہو! کیا اس بستی میں صرف تین ہی مرد ہیں؟"

وہ تینوں گھٹنے ٹیک کر جھک گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسری جھونپڑی کی طرف بلند آواز سے کسی جوان عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم جھونپڑی سے نکلو اور دوڑتی ہوئی اس جھونپڑی میں جاؤ، جہاں سے ہم ابھی نکل کر آئے ہیں۔ فوراً میری بات پر عمل کرو۔"

ذرا دیر کے بعد ہی ایک جوان لڑکی ایک جھونپڑی سے نکلی۔ وہاں مرد ہو یا عورت، کسی کو پورا لباس میسر نہیں ہوتا تھا۔ اس لڑکی کے جسم پر بھی برائے نام لباس تھا۔ جیپ میں کھڑے ہوئے دونوں انگریز اسے دیکھ کر دانت نکالنے لگے۔ وہ سہم گئی، دوڑتی ہوئی اس جھونپڑی میں چلی آئی۔ ایک انگریز نے جیپ سے چھلانگ لگائی، پھر ایک فاتح کی شان سے اس جھونپڑی کی طرف آنے لگا۔ سلارا نے لڑکی سے کہا۔ "تم دروازے کے ٹھیک سامنے ذرا دور کھڑی رہو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ پارس اور سلارا دروازے کی آڑ میں چلے گئے۔ اسی وقت وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ سامنے لڑکی سہمی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم مجھے خوش کر دو۔ میں تمھارے پورے قبیلے کو خوش کر دوں گا۔"

وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اسی وقت پارس نے اسٹین گن کی نال پکڑ کر اس کے سر پر ایک معمولی سی ضرب لگائی تاکہ وہ مر نہ سکے، نہ بے ہوش ہو سکے۔ وہ چکرا کر گرا تو سلارا نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی اور کہا۔ "شور نہ مچانا۔"

وہ سہمی ہوئی نظروں سے سلارا اور پارس کو دیکھنے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ہے۔ چلو، اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر پارس نے کہا۔ "سلارا! لڑکی سے کہو، وہ چیخنا شروع کرے۔ جیسے اپنی عزت بچانے کے لیے جدوجہد کر رہی ہو۔"

سلارا اسے سمجھانے لگی اور پارس اس سفید فام کو سمجھانے لگا۔ "دیکھو، یہ لڑکی چیختی رہے گی اور تم قہقہے لگاتے رہو گے۔ ایک لڑکی کو جبراً حاصل کرنے کے سلسلے میں تم جو بکواس کر سکتے ہو کرتے رہو گے، اپنی زبان نہیں روکو گے۔"

سلارا نے اپنی انگلی ٹرائیگر پر رکھی اور بولی۔ "شروع ہو جاؤ۔" لڑکی شروع ہو گئی۔ چیخنے چلانے لگی، ادھر یہ مجبور ہو کر قہقہے لگانے لگا۔ پارس اسے آہستہ آہستہ ڈائریکشن دے رہا تھا۔ "بکواس بھی کرتے جاؤ۔"

وہ قہقہے لگانے کے دوران بکواس کرنے لگا۔ پارس نے کہا۔ "اب دروازے کی طرف منہ کر کے اپنے ساتھی کو مخاطب کرو اور اس سے کہو، یہ لڑکی اکیلے کے بس کی نہیں ہے۔ یار! ذرا ادھر آؤ اور میری مدد کرو۔"

اس آنے والے شکاری نے کن انکھیوں سے سلارا کی طرف دیکھا۔ سلارا نے ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔ وہ جلدی سے دروازے کی طرف منہ کر کے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے وہی کچھ کہنے لگا جو پارس کہہ چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے بات ختم کی، پارس نے اسٹین گن کے دستے سے ایک زوردار ضرب اس کے سر پر لگائی۔ وہ چکرا کر گرا، پھر زمین سے نہ اٹھ سکا۔ اس نے اسے لات مار کر دیکھا تو وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ جلدی سے ٹھیک دروازے کے سامنے آیا اور ہولسٹر سے ریوالور نکال کر انتظار کرنے لگا۔ آنے والے کے قدموں کی آواز قریب آکر رک گئی تھی۔ وہ باہر سے پوچھ رہا تھا۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا وہ قابو میں آگئی ہے؟"

پارس نے ایک جھٹکے سے دروازے کو کھولا، پھر ریوالور کا ٹرائیگر دبا دیا۔ نشانہ چوکنے والا نہیں تھا۔ فائر کی آواز دور تک گونج اٹھی۔ آنے والا اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ جھگی کے اندر وہ شخص ابھی تک زندہ تھا۔ بس بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ سلارا نے اسے بھی گولی مار دی۔ اس کے جسم سے کارتوس کی پیٹیاں اتاریں۔ اس کی اسٹین گن لی، پھر اپنے ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔ اس کی کمر کی بیلٹ میں ہینڈ گرنیڈ ہک کے ذریعے لگے ہوئے تھے۔ سلارا نے دو ہینڈ گرنیڈ بیگی کوٹ کی جیب میں رکھے۔ دو ہاتھ میں لیے، پھر دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ پارس نے بھی دوسرے شخص کا تمام سامان حاصل کر لیا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ کسی لمحے بھی ان کے ساتھی یہاں پہنچ سکتے تھے۔ پھر اس پہلوان نما شخص کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "کیا تم دونوں وہاں جا کر مر گئے ہو؟ یہ تم دونوں نے کسے گولی ماری ہے؟ اگر کوئی خطرہ ہے تو فوراً جواب دو۔"

اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ پارس نے جھگی کے اندر آکر پھر اسی پھونس کی دیوار میں سوراخ کر کے دیکھا۔ وہاں سے دو خالی جیپ گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ لوگ درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپتے جا رہے تھے۔ وہ چاہتا تو ہینڈ گرنیڈ کے ذریعے ان کی طرف دھماکے کر سکتا تھا اور انھیں بھاگنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ جن درختوں کے پاس وہ چھپے ہوئے تھے، انہی درختوں کی گھنی شاخوں میں اس بستی کے کچھ جوان چھپے ہوئے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ سے انھیں بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔

ان کے پہلوان نما لیڈر نے کہا۔ "کچھ گڑبڑ ضرور ہے، اب تم دونوں جاؤ اور دیکھو، کیا معاملہ ہے۔ جس گاڑی میں جانور رکھے ہیں، اسے نہ لے جاؤ، یہ ہمارے کام آئیں گے۔ دوپہر ہو چکی ہے۔ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔ تم میری گاڑی لے جاؤ۔"

دو سفید فام دوڑتے ہوئے ایک جیپ میں آئے، پھر ایک اس کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے اسٹین گن سنبھال لی۔ وہ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے دوسری گاڑی کو کراس کرتے ہوئے بستی کی طرف آنے لگے۔ پارس دوڑتا ہوا باہر آیا۔ اس نے ایک ہینڈ گرنیڈ نکال کر اس کی چابی کو دانتوں سے کھینچا، پھر دوڑتا ہوا ایک دم سامنے آگیا۔ سامنے کوئی پندرہ گز کے فاصلے پر جیپ چلی آرہی تھی۔ جیپ پر کھڑے ہوئے اسٹین گن والے نے چونک کر اسے دیکھا۔ پارس نے پوری قوت سے ہینڈ گرنیڈ کو اس کی طرف پھینکا۔ اسی وقت اس نے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ وہ فضا میں اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا دوسری جھگی کی طرف گیا۔ ایک زوردار دھماکا ہوا۔ جھگیوں میں چھپے ہوئے عورتیں اور بچے سہم کر چیخنے اور رونے لگے۔ جیپ زمین سے چند فٹ اوپر تک اچھلی۔ پھر زمین پر گری۔ اس کے کئی پرزے دور تک منتشر ہوئے۔ جب اس کے پرزے ہوئے تو پھر اس میں بیٹھے ہوئے انسانوں کے پرزے پرزے کیسے نہ ہوتے۔

پارس اسی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا، دوسری جھگی کے پاس سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں چلا گیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا، ایسے وقت چھلانگیں لگانے اور فضا میں قلابازی کھانے کی ضرورت پیش آئے گی، اسی لیے اس نے تمام ہتھیار اتار دیے تھے۔ اب اس کے پاس صرف تین ہینڈ گرنیڈ رہ گئے تھے۔

ویسے ان کی بھی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دشمن دور بھاگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ اب وہ تیسری جیپ میں آکر بیٹھتے اور اسے لے کر فرار ہوتے۔ درختوں پر چڑھے ہوئے حبشی جوان ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ دو سفید فام تیر کھا کر گر پڑے تھے۔ باقی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

سلارا جھگی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے باہر آکر مقامی زبان میں کہا۔ "خطرہ ٹل گیا ہے۔ سب لوگ بستی میں چلے آئیں۔"

حبشی جوان درختوں سے کود کر زمین پر آگئے۔ چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ بھی اچھل اچھل کر خوشی سے گاتے ہوئے بستی کی طرف آنے لگے۔

سلارا اور پارس بستی کے سردار اور کچھ لوگوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے ادھر گئے جہاں بھاگنے والے تیر کھا کر گر پڑے تھے۔ انھوں نے ان کے بھی ہتھیار اور کارتوس کی پیٹیاں اتار لیں۔ سلارا انھیں سمجھا رہی تھی۔ "خطرہ فی الحال ٹل گیا ہے، لیکن بھاگنے والے کسی وقت بھی منظم ہو کر آسکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں زیادہ سے زیادہ ہتھیاروں اور کارتوسوں کی ضرورت ہے۔"

جو جیپ سب سے پہلے بستی کے اندر آئی تھی، اس میں لکڑی کے دو بڑے بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ ان میں کئی اسٹین گنیں اور رائفلیں بھی تھیں۔ انھوں نے سیٹ کی گدیاں اٹھا کر دیکھیں تو ان کے نیچے ہینڈ گرنیڈ بھرے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا۔ "سلارا! ان سے پوچھو، ان میں کتنے لوگ یہ ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں۔"

سلارا اسے بڑی چاہت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ تمام حبشی قہقہے لگانے لگے۔ عورتیں اچھل اچھل کر کوئی گیت گانے لگیں۔ پارس اسے ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے بولا۔ "یہ کیا حماقت ہے؟"

وہ خوشی سے گنگناتے ہوئے بولی "تم پرفیکٹ ہیرو ہو۔ تمھاری حاضر دماغی کی داد نہیں دی جاسکتی۔ تم نے کتنی مکاری سے ڈراما پلے کیا۔ ان دونوں کو اس جھگی میں بلایا۔ صرف دو گولیاں ضائع ہوئیں اور ایک ہینڈ گرنیڈ پھینکا گیا۔ جس کے نتیجے میں آدھے دشمن مارے گئے اور آدھے بھاگ گئے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس بستی کے ایک شخص کو بھی خراش نہیں آئی۔ ارے تم تو رہ رہ کر میرا دل لوٹ رہے ہو۔"

پارس نے پوچھا "یہ کیا تم میرے کارناموں کی داد دے رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی "تم میں سے کتنے لوگ یہ ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں۔ وہ ہاتھ اٹھائیں۔"

اس بستی میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر پچاس مرد تھے۔ جن میں سے صرف چار نے ہاتھ اٹھائے۔ سلارا نے کہا "تم چاروں اپنی اپنی پسند کے ہتھیار اور کارتوس اپنے اپنے پاس رکھ لو۔"

پھر وہ ایک ہینڈ گرنیڈ اٹھا کر تمام لوگوں کو دکھاتے ہوئے بولی "اس کا استعمال آسان ہے۔ میں تمھیں جو ہدایات دے رہی ہوں ان پر عمل کرو گے تو دشمنوں کو اس سے مار بھگاؤ گے۔"

وہ تمام مردوں کو اپنے ساتھ بستی سے باہر ایک کھلی جگہ لے گئی۔ وہاں ان سب کو ہینڈ گرنیڈ دکھاتے ہوئے بولی "دیکھو یہ چھوٹی سی چابی نظر آرہی ہے۔ اسے دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچو گے تو چابی الگ ہو جائے گی۔ اس چابی کو الگ کرنے کے بعد جتنی جلدی ہو سکے اسے دشمنوں کی طرف پھینکنے کی کوشش کرنا۔ اگر پھینکنے میں دیر ہو گئی تو یہ تمھارے ہاتھوں میں پھٹ سکتا ہے۔"

ان کے سردار نے کہا "ہم دور سے دیکھ رہے تھے، یہ بہت کام کی چیز ہے۔ اتنا دھماکا کرتی ہے کہ دشمن مرتے بھی ہیں اور دہشت زدہ ہو کر بھاگتے بھی ہیں۔ لیکن یہ خطرناک بھی ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ میں ذرا دیر رہ گئی تو ہم سب کو مار ڈالے گی۔"

سلارا نے کہا "تم اپنی سہولت کے لیے ایک سے دس تک جلدی جلدی گنتی گنو۔ دس کہتے ہی پھینک دو۔ اس کے بعد دیر کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔ ہر وہ خطرناک چیز جو دشمنوں کو نقصان پہنچاتی ہے، ہماری غلطی سے ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ دشمنوں سے بچنے، خود کو محفوظ رکھنے اور اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرنے کے لیے ایسے خطرناک کھلونے سے کھیلنا ہی ہوگا۔"

اس نے ایک نیگرو کو ہینڈ گرنیڈ دیتے ہوئے کہا "وہ سامنے جو بڑا پتھر ہے، یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔ اب بتاؤ، تم کس طرح اسے پھینکو گے۔"

اس نیگرو نے کہا "پہلے میں اس چابی کو دانتوں میں دبا کر زور سے کھینچوں گا پھر اسے فوراً ہی پھینک دوں گا۔"

وہ سب لوگ سہم کر دور بھاگنے لگے۔ سلارا اور پارس اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے دانتوں میں وہ چابی دبالی، زور سے کھینچا پھر فوراً ہی ایک قدم آگے بڑھ کر اس پتھر کی طرف اسے پھینک دیا۔ وہ ہینڈ گرنیڈ وہاں پہنچتے ہی ایک زوردار دھماکے سے پھٹا۔ اس بڑے سے پتھر کا آدھا حصہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھرنے لگا۔ عورتوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے، بچے رونے لگے تھے۔ ہینڈ گرنیڈ پھینکنے والا سیاہ فام فخریہ انداز میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے آدمی قریب آگئے تھے اور اسے شاباش دے رہے تھے۔ سلارا نے کہا "یہ کام تم سب کر سکتے ہو۔ ذرا عقل سے کام لو گے تو یہ کبھی تمھارے ہاتھ میں نہیں پھٹے گا۔"

ایک نیگرو نے آگے بڑھ کر کہا "مجھے دو، میں بھی ایک پھینکوں گا۔"

سلارا نے کہا "اگر میں اسی طرح سب کو تجربے کے لیے دیتی رہی تو یہ بم ختم ہو جائیں گے۔ پھر دشمنوں سے مقابلہ کیسے کرو گے۔ بس ایک ہی آزمائش کافی ہے۔"

وہ لوگ جانوروں کی کھالیں اتار رہے تھے اور اسے پکانے اور کھانے کے قابل بنا رہے تھے۔ لکڑیاں جمع کی جارہی تھیں تاکہ گوشت آگ میں بھونا جاسکے۔ سلارا نے کہا "تم میں سے دس بارہ آدمیوں کو بستی کے چاروں طرف پہرہ دینا ہوگا۔ جو ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہیں، وہ پہرہ نہیں دیں گے بلکہ آرام کریں گے، خطرے کے وقت مقابلے پر آئیں گے۔ ہم دونوں بھی تھکے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے ایک جھگی میں سونے کا انتظام کر دو۔ جب تک ہم جھگی میں رہیں، کوئی اس کے قریب نہ آئے۔ خطرے کے وقت اگر ہمیں اطلاع دی جاسکتی ہے۔"

ایک جھگی میں ان کے لیے سوکھی گھاس کا بستر بچھا دیا گیا۔ وہ دونوں اندر آئے۔ جھگی کے دروازے کو بند کر دیا گیا۔ سلارا نے کہا "تم پچھلی رات ایک گھنٹے سے زیادہ سو نہیں سکے۔ اب آرام سے سو جاؤ میں جاگتی رہوں گی۔"

"پچھلی رات تمھاری بھی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ تم سو جاؤ، میں جاگتا رہوں گا۔"

پارس آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر گھاس کے بستر پر لیٹ گیا۔ پھر بولا "آہ، آرام اور نیند انسان کے لیے کتنی ضروری ہے اور یہ ابھی ہمارے نصیب میں نہیں ہے۔"

وہ اس کا بازو تھام کر بولی "ہم سو نہیں سکتے اور کسی ایک کا جاگنا پسند نہیں کر سکتے۔ پھر کیوں نہ یہاں سے چل پڑیں۔ ہمارے سفر کے لیے گاڑی بھی موجود ہے۔"

پارس اُٹھ کر بیٹھ گیا "یہی مناسب ہے کہ ہم گاڑی میں کہیں دور نکل جائیں۔ پھر کوئی مناسب جگہ دیکھ کر نیند پوری کریں گے۔ رات ہونے سے پہلے ہمارا کچھ دیر کے لیے سو جانا ضروری ہے۔ پتا

نہیں، رات کو کیا حالات ہوں گے۔"

وہ دونوں اپنے اپنے ہتھیار اٹھا کر جھگی سے باہر آگئے۔ تین میں سے ایک گاڑی ہینڈ گرنیڈ کے دھماکے سے بے کار ہو گئی تھی۔ باقی دو گاڑیاں بستی کے اندر کھڑی ہوئی تھیں۔ سردار نے انھیں دیکھ کر پوچھا "کیا بات ہے، آرام نہیں کرو گے؟"

سلارا نے کہا "ہمیں ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ یہاں سے ابھی جانا ضروری ہے۔"

"تم ہمارے مہمان ہو۔ تمھارے لیے گوشت بھونا جارہا ہے، ہم تم کو کھلائے پلائے بغیر نہیں جانے دیں گے۔ ہماری تو خواہش ہے، تم دونوں یہیں رہو۔ تمھارے موجود رہنے سے ہمارا حوصلہ بڑھے گا اور ہم دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

سلارا نے کہا "دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تمھارے پاس کافی اسلحہ ہے۔ رہ گئی تمھاری مہمان نوازی کی بات تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دوسری بار جب بھی یہاں سے گزریں گے.... تمھارے ہاں سے کھا پی کر جائیں گے۔ ابھی ضد نہ کرو، ورنہ ہمارا بہت نقصان ہوگا۔"

سردار نے کہا "ہم تمھارا نقصان نہیں کریں گے۔ ایسی بات ہے تو خوشی سے جاؤ۔"

انھوں نے اس جیپ میں سے کافی اسلحہ سردار کے حوالے کیا۔ کچھ اپنے لیے رکھا۔ ایک بیگ میں کھانے کا جو سامان تھا اسے بھی رکھ لیا۔ پھر پارس نے کہا "ان سے کہو، یہ دوسری گاڑی ان کے لیے بے کار ہے، اگر یہ یہاں رہے گی تو دشمنوں کے کام آئے گی۔ لہٰذا ہم اسے بے کار کر رہے ہیں۔"

سلارا نے یہ بات سردار کو اونچی آواز میں سمجھائی تاکہ سب سن لیں۔ پھر پارس نے ریوالور نکال کر اس کے دو پہیے بے کار کر دیے۔ اپنی جیپ کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سلارا اس کے پاس آگئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی، پھر ان کے درمیان سے چلتی ہوئی بستی سے باہر آگئی۔ پارس نے گاڑی روک کر کہا "ہم نے پٹرول چیک نہیں کیا ہے۔"

سلارا نے کہا "پیچھے دو کین پٹرول کے رکھے ہوئے ہیں اور ضرورت سمجھتے ہو تو ہم دوسری گاڑی سے لے آتے ہیں۔"

سلارا نے پلٹ کر چیختے ہوئے کہا "سردار! اس گاڑی میں جتنا پٹرول ہے وہ ہمارے پاس بھیج دو۔"

دو آدمی اس گاڑی کے پٹرول کین اٹھا کر ان کے پاس لے آئے۔ وہ وہاں سے چل پڑے۔ جس پہاڑی کے راستے سے آئے تھے، گاڑی اسی پہاڑی پر چڑھاتے ہوئے پارس نے کہا۔ "اچھا ہوا، ہم جا رہے ہیں۔ قبیلے کے لوگ ہمیں دھوکا نہ دیتے، لیکن جو شکست کھا کر اور نقصان اٹھا کر گئے ہیں وہ اس بار چاروں طرف سے بستی کو گھیریں گے اور ہمیں ضرور تلاش کریں گے۔"

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ اس نے اچانک ہی سانس روک لی تھی۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے خوش ہو کر کہا۔ "خدا کا شکر ہے، اب میرا دماغ حساس ہو گیا ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہوں۔ ہیلو پاپا!"

وہ دوسرے ہی لمحے چونک گیا۔ کیونکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ جوجو خوشی سے چیخ کر کہہ رہی تھی "ہائے پارس، تمھاری کھوپڑی میں جگہ مل گئی ہے، اب کتنا مزہ آئے گا۔ کیا میں تمھاری کھوپڑی میں آجاؤں؟"

"اچھا، تو تم ابھی تک میرے اندر نہیں آئی ہو؟"

"بھائی آدمی سمجھاتے ہیں کسی کی اجازت کے بغیر نہ اس کے مکان میں جانا چاہیے، نہ اس کے دماغ میں۔ اسی لیے تو اجازت لے رہی ہوں۔ جلدی بولو نا، آجاؤں؟"

"تم پچیس برس کی ہو چکی ہو، آخر کب عقل آئے گی۔ میرے دماغ میں آکر اجازت لے رہی ہو۔ چلو باہر جاؤ، پھر اجازت لے کر آؤ۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گئی۔ میں سمجھ رہی تھی، اپنے کمرے میں بیٹھ کر تم سے اجازت لے رہی ہوں۔ یہ خیال خوانی کی لہریں بس ایسی ہی بے لگام ہوتی ہیں۔ میں آنکھیں بند کر کے تمھیں تصور میں دیکھ رہی تھی۔ تمھارا لب و لہجہ دُہرا رہی تھی کہ یہ سوچ کی لہریں تمھارے پاس پہنچ گئیں، یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ سوچ کی لہروں کو اجازت کے بغیر نہیں پہنچنا چاہیے۔ اچھا میں واپس جا رہی ہوں۔ اپنے کمرے میں رہ کر تم سے اجازت حاصل کروں گی۔ تم جیسے ہی بولو گے۔ آجاؤ، میں آجاؤں گی۔"

وہ واپس چلی گئی۔ پارس نے جلدی سے گاڑی روکی۔ سلارا سے کہا "پلیز، پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔"

"کیا بات ہے؟"

"شامت آگئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی جوجو میرے دماغ میں آئی تھی۔ میں نے اسے ذرا دیر کے لیے ٹال دیا ہے۔ اگر اس نے تمھیں دیکھ لیا تو مجھے اس سیٹ پر بیٹھنے نہیں دے گی۔"

"کیا تم اس سے ڈرتے ہو؟"

"یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔ فوراً پیچھے جاؤ۔ وہ آرہی ہوگی۔"

وہ سر جھٹک کر بولی "یہ میری توہین ہے۔ کیا اس کے کہنے سے تم مجھے پیچھے پھینک دو گے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ پہلے میں اس سے تمھارا تعارف کراؤں گا۔ پھر اس سے اجازت لوں گا تو وہ خوش ہو جائے گی۔"

"یعنی تم اس کی اجازت سے مجھے چاہو گے؟"

"اس کے سامنے چاہنے کا نام بھی نہ لینا۔ وہ کبھی برداشت نہیں کرے گی کہ میں اس کے سوا کسی اور کو چاہوں۔"

"میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ اچھی خاصی جوان ہے اور بچوں جیسا ذہن رکھتی ہے۔ عقل نام کو نہیں ہے۔ کیا ایسی لڑکی کے ساتھ تم ساری زندگی گزار سکتے ہو؟"

"تم ساری زندگی کی بات کرتی ہو، میں اس کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا۔"

"اور میں تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتی۔ میں یہاں سے پیچھے نہیں جاؤں گی۔"

اسی وقت جوجو کی آواز سنائی دی "پارس! میں کیا کروں؟ جب تمہارے پاس سے واپس گئی تو کمرے میں پہنچ گئی۔ وہاں بیٹھ کر تمہیں اتنی دیر تک پکارتی رہی۔ پھر مجھے عقل آگئی، بھلا سوچ کی لہر جب تک دماغ میں نہیں جائے گی، میں اجازت کیسے لوں گی؟"

پارس نے حیرانی سے کہا "ارے جوجو! تم تو بہت عقل مند ہو گئی ہو۔ تم نے اتنی جلدی عقل کی بات سوچ لی، کمال ہے۔"

وہ خوش ہو رہی تھی۔ اسی وقت سلارا نے اس کے بازو کو جھنجوڑ کر پوچھا "تم اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو، اگر تمہارے دماغ میں کوئی بول رہا ہے تو مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے آخر کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

جوجو نے غصے سے پوچھا "اے پارس! یہ کون بول رہی ہے، کون ہے تمہارے پاس؟"

"یہ... یہ سلارا ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔"

"یاد تمہیں کرنا چاہیے، یہ کیوں کرتی ہے؟"

"یہ تمہیں بہت چاہتی ہے، میں جب بھی تمہارا ذکر کرتا ہوں تو خوش ہو کر سنتی ہے اور کہتی ہے، جوجو سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ وہ کتنی پیاری لڑکی ہے۔"

"مجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے تو اس سے کہو میرے پاس آئے۔ تمہارے پاس کیا کر رہی ہے؟"

"آہ، جوجو! یہی تو مصیبت ہے۔ یہ ابھی تمہارے پاس نہیں آسکتی۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ تمہارے پاس آنا ہوگا۔"

"وہ کیوں؟"

"تم تو جانتی ہو، تنویمی عمل کے ذریعے کسی انسان کو کیسے مجبور اور بے بس بنا دیا جاتا ہے۔"

"ہاں، جانتی ہوں۔ شیبا ممی تمہیں بھی تنویمی عمل کے ذریعے یہاں سے لے گئی تھیں۔ تم کسی کی نہیں سنتے تھے۔ میں آواز دیتی تھی، پاپا آواز دیتے تھے، ماما آواز دیتی تھیں۔ بھائی آرمر بلاتے تھے، مگر تم اپنے دماغ میں نہیں آنے دیتے تھے۔"

"میں بہت مجبور ہوں۔ تنویمی عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھو، ایک تنویمی عمل کرنے والے نے مجھے سلارا کے ساتھ اور سلارا کو میرے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہم الگ ہوتے ہیں تو پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔"

وہ یہ باتیں زبان سے بھی کہتا جا رہا تھا تاکہ سلارا سُنے۔ وہ سن رہی تھی اور ایک ہاتھ سے سر تھام کر سوچ رہی تھی "میں خوامخواہ اس بے چاری جوجو سے جل رہی تھی۔ وہ تو بہت معصوم ہے، بالکل بچی ہے۔ مجھے اپنا رویّہ بدلنا چاہیے۔"

جوجو پوچھ رہی تھی "پارس، تم سچ بول رہے ہو نا؟"

"بالکل سچ بول رہا ہوں۔ تمہیں یقین نہیں ہے تو میں الگ ہو کر دکھاتا ہوں۔"

اس نے جیپ روک دی۔ اس سے اتر کر ذرا دور چلا گیا۔ پھر بولا "میں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، تم اب آئی ہو۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی اچانک پارس نے پیٹ پکڑ کر کراہنا شروع کیا "ہائے، درد ہو رہا ہے۔ ہائے، میں کیا کروں؟"

دوسری طرف سے سلارا نے پیٹ پکڑ کر زور سے چیخ کر کہا "پارس جلدی آجاؤ۔ میرے پیٹ میں بھی درد ہو رہا ہے۔"

وہ ایک ہاتھ انکار کے انداز میں ہلاتے ہوئے بولا "میں نہیں آؤں گا۔ میری جوجو اجازت نہیں دے رہی ہے۔ میں پیٹ کے درد سے مر جاؤں گا، مگر تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔"

جوجو نے تڑپ کر کہا "نہیں، پارس نہیں، جلدی جاؤ۔ خبردار تم درد سے نہ مرنا۔ میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔ جلدی قریب جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جیپ اسٹارٹ کی، پھر اسے ڈرائیو کرنے لگا۔ جوجو نے کہا "میں اس تنویمی عمل کرنے والے کو جان سے مار ڈالوں گی۔ اس شیطان نے تم دونوں کو کتنا مجبور کر دیا ہے۔"

سلارا پارس کے اور قریب ہو گئی۔ اس سے ذرا لپٹ گئی۔ اس کے شانے پر سر رکھ کر بولی "جوجو، تم کتنی اچھی ہو۔ ہماری مجبوریوں کو سمجھتی ہو۔ کوئی بے وقوف لڑکی ہوتی تو کبھی سمجھ نہ پاتی۔ تم سچ مچ عقلمند ہو۔"

چند لمحوں کے بعد پارس نے کہا "جوجو، تمہاری باتوں سے بہت ہی خوش ہو رہی ہے۔ تمہیں دوست بنانا چاہتی ہے، تمہارے دماغ میں آکر باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

سلارا نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "مجھے افسوس ہے، کیا تم نے جوجو کو نہیں بتایا کہ تنویمی عمل کرنے والے نے میرے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ کوئی بھی سوچ کی لہر آتی ہے تو میں بے اختیار سانس روک لیتی ہوں۔ کوشش کرتی ہوں، کسی کو آنے

دوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہوتا۔"

میں ایسے ہی وقت پارس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ جوجو کی سوچ کی لہریں پہلے سے موجود تھیں۔ میں تھوڑی دیر تک معلوم کرتا رہا، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ پارس دو چاہنے والیوں کے درمیان الجھا ہوا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ جوجو کے سوا نہ کسی کو چاہتا تھا اور نہ کسی کو چاہنے کا ارادہ تھا۔ وہ جوجو کا دل دُکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اگر وہ کہتی، سلارا سے الگ ہو جاؤ اور وہ نہ ہوتا تو وہ رونے لگتی۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے بچگانہ ذہن کے مطابق اسے بہلا رہا تھا لیکن سلارا اس موقع سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ پارس کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اس کی حرکتوں پر پیچ و تاب کھا رہا ہے اور جوجو کے جانے کے بعد اسے ڈانٹنے والا ہے۔ جوجو اس کے چور خیالات پڑھ سکتی تھی لیکن نادان تھی۔ دماغ میں آتے ہی پارس سے ملنے کی خوشی میں سب کچھ بھول جاتی تھی۔ رسونتی اور آرمر کئی بار اسے سمجھا چکے تھے۔ خیال خوانی کی تکنیک بار بار بتا چکے تھے، لیکن اس لڑکی کو وہی باتیں یاد رہتی تھیں جو پارس سمجھاتا تھا اور پارس اسے یہ نہیں سمجھاتا تھا کہ وہ اس کے چور خیالات پڑھے۔

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا "بیٹی! تم کہاں ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "پارس! پاپا مجھے مخاطب کر رہے ہیں، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ حاضر ہو کر بولی "کیا ابھی آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ میں پارس کے پاس تھی۔ اب مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی ہے۔ ہم دونوں بڑی اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ بہت دیر تک باتیں کرتے ہیں۔"

"بیٹی! یہی تو میں سمجھانے آیا ہوں، اس سے زیادہ دیر باتیں نہ کرو۔ وہ ایک گھنے جنگل میں ہے۔ وہاں خطرناک جانور ہیں، وحشی لوگ ہیں۔ اسے وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا چاہیے۔ تم اسے باتوں میں الجھاؤ گی تو وہ دشمنوں سے کیسے مقابلہ کرے گا؟"

"یہ بات تو پارس نے مجھے نہیں بتائی۔"

"تم تو بہت سمجھدار بیٹی ہو۔ پہلے اس کے دماغ میں جاتے ہی اس کی خیریت پوچھنا چاہیے۔ اس کے دشمنوں کے متعلق معلوم کرنا چاہیے۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کو شکست دینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو تمہیں خود پیش کش کرنا چاہیے کہ پارس، تم جب بھی کہو گے، میں آکر دشمنوں کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔ اس طرح جب تم پارس کی مدد کرو گی تو وہ تم سے کتنا خوش ہوگا۔"

وہ خوش ہو کر تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھ ملا کر بولی "ہائے پاپا، آپ نے مجھے پہلے نہیں سمجھایا۔ میں ابھی جا کر پارس کو بتاتی ہوں۔"

"ہاں، شاباش۔ اس کے پاس جب بھی جاؤ، اس کے کام آیا کرو۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کرو گی تو اس کا نقصان ہوگا۔ اور جب کوئی بات نہ ہو تو واپس آجایا کرو۔ اسے تنہا رہنے دیا کرو۔"

"پاپا، وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ سلارا ہے۔ وہ دونوں مجبور ہو گئے ہیں۔ کسی تنویمی عمل کرنے والے نے دونوں کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے۔ جب الگ ہوتے ہیں تو پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ وہ تنویمی عمل کرنے والا مجھے ملے گا تو میں اس کے کان پکڑ کر کہوں گا۔ میاں، سلارا کو پارس سے الگ کرو اور میری جوجو کو پارس کے قریب رکھو، تاکہ یہ دونوں کبھی الگ نہ ہوں۔"

"سچ پاپا، آپ کتنے اچھے ہیں۔"

"اچھا، اب جاؤ۔ مگر زیادہ دیر تک نہ رہنا۔"

میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ سلارا کو مستقل پارس کے ساتھ دیکھے۔ میں نے سوچ لیا تھا، آئندہ مجھے موقع ملے گا تو سلارا کو کسی طرح اس سے الگ کر دوں گا تاکہ میری جوجو کا دل نہ دُکھے۔ وہ پارس کے پاس آکر بولی "میں اور زیادہ سمجھدار ہو گئی ہوں۔"

"اچھا، وہ کیسے؟"

"ابھی پاپا نے مجھے سمجھایا ہے، مجھے کام کی بات کرنا چاہیے۔ تمہارے دشمنوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ کون تمہیں پریشان کرتا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گی۔ بتاؤ کون ہیں وہ؟"

"وہ ایک نہیں سیکڑوں ہیں، بلکہ ہزاروں ہیں۔ یہاں جنگل میں بہت سے دشمن ڈیرے جمائے ہیں۔ ان سے کسی وقت بھی سامنا ہو سکتا ہے۔ تم میرے پاس آدھے گھنٹے تک آؤ۔ ہو سکتا ہے، میں اپنے کسی دشمن سے تمہاری ملاقات کرا دوں۔ پھر وہ ملاقات اس دشمن کو زندگی بھر یاد رہے گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا "سلارا، یہ غلط بات ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو، میں جوجو کو بے وقوف بنا کر تمہیں چپکنے کا موقع دوں گا؟ نہیں، میں اسے کبھی اس قسم کا فریب نہیں دے سکتا۔ وہ بہت معصوم ہے۔"

"تو پھر اسے بے وقوف کیوں بنا رہے تھے؟"

"صرف اس لیے کہ ہم میں سے کوئی اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھو جب بھی وہ میرے دماغ میں موجود ہو تو یہ سمجھ لو، وہ ہم دونوں کے سامنے موجود

ہے۔ ایسے وقت تم مجھ سے دور رہو تو بہتر ہے۔"
"تم اسے زیادہ اہمیت دیتے ہو، کیا یہ نہیں جانتے کہ ایک عورت اپنے سامنے دوسری کی اہمیت برداشت نہیں کرتی۔"
"یہی بات تمھیں سمجھنا چاہیے۔ جب جوجو کو تمھاری نیت کا پتا چلے گا تو وہ تمھیں برداشت نہیں کرے گی۔"
"وہ میرا کیا بگاڑ لے گی؟"
"وہ صرف ایک بار کہے گی' پارس الگ ہو جاؤ' اور میں تم سے ہمیشہ کے لیے الگ ہو جاؤں گا۔"
وہ ایک دم سے جھنجلا کر بولی "میری انسلٹ کر رہے ہو۔"
"تم نے پوچھا تھا' وہ تمھارا کیا بگاڑ لے گی۔ میں تمھاری بات کا جواب دے رہا ہوں۔ اس کی ہر بات میرے لیے پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔"
"ایسی بات ہے تو تم اسے بے وقوف کیوں بنا رہے تھے' کیوں مجھے اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے؟"
"تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میں حالات سے مجبور ہوں۔ تمھیں یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہے میں تمھارے بھائی سے تمھیں چھین کر لایا ہوں۔ تمھیں واپس پہنچانا میرا فرض ہے۔"
"تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔ سورج کو دیکھو اور شمال کی سمت چلتے جاؤ۔ ہم آج نہیں تو کل ضرور قلعے تک پہنچ جائیں گے۔"
"میں تمھیں ایسے نہیں پہنچاؤں گا۔"
"پھر کیسے پہنچاؤ گے؟"
"پاپا سے پوچھوں گا۔ شاید وہ تمھیں پہنچانے کے سلسلے میں تمھارے بھائی سے کچھ شرائط منوانا چاہتے ہوں۔"
"جب تک جوجو تمھارے پاس نہیں آئی تھی' تم مجھ سے بڑی لگاوٹ کا اظہار کر رہے تھے۔ میرے ساتھ ہنستے بول رہے تھے۔ پچھلی رات تم نے لاشخ میں کہا تھا' اگر تمھارے پاپا وہاں پہنچ جائیں تو تم ان کے ذریعے بھائی تک مجھے پہنچا دو گے۔"
"بے شک میں نے کہا تھا۔ یہی بات اب بھی کہہ رہا ہوں۔"
"لیکن تم نے شرائط منوانے والی بات نہیں کی تھی۔"
"یہ شرائط منوانے والی بات میرے پاپا سے تعلق رکھتی ہے' بھلا میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔"
"ارے واہ، کہہ بھی رہے ہو اور انکار بھی کرتے جا رہے ہو۔"
"میں نے تم سے کوئی شرط نہیں منوائی ہے اور نہ ہی تمھارے بھائی سے منوانا چاہتا ہوں۔ تم میری بات سمجھو۔ میں اپنے بزرگوں کی بات کر رہا ہوں۔"
"میں ساری زندگی تمھیں دوست رکھنا چاہتی ہوں۔ مگر تم دشمنوں کی طرح بات کر رہے ہو۔ کیا ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ کسی بھی شرط کے بغیر تم مجھے قلعے میں پہنچا دو۔"
"کیا کسی شرط کے بغیر تم بہن بھائیوں نے مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دیا تھا؟"
"پچھلی باتیں بھول جاؤ۔"
"ہم جو بات آج کرتے ہیں یا جو کام آج کرتے ہیں اس کا اثر آئندہ ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً تم لوگوں نے ایک ٹرانسفارمر مشین بنا لی۔ اب یہاں آنے والے تمام دشمنوں سے یہ کہو گی کہ ماضی میں جو ہو چکا اسے بھول جاؤ۔ ٹرانسفارمر مشین کی باتیں ختم کر دو تو کیا یہ بات ماننے والی ہو گی؟ کیا دشمن اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں گے؟"
"تم ٹرانسفارمر مشین کی بات نہ کرو۔ میں اپنے دشمنوں سے نمٹ لوں گی۔ اپنی بات کرو۔"
"چلو اپنی ہی بات کرتا ہوں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی ابتدا تم لوگوں سے ہوئی۔ نہ مجھے اغوا کرتے نہ اتنی بات بڑھتی۔ تم بہن بھائیوں نے اتنی ذہانت اور محنت سے وہ مشین تیار کی۔ اور کتنی حماقت سے یہ راز کھول دیا کہ وہ مشین تمھارے پاس ہے۔ تم لوگوں کا خیال تھا کوئی یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔ اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو یہاں تک پہنچانے کے لیے مجھے قیدی بنا لیا گیا۔ اب خود ہی دیکھ لو، تم لوگوں نے کل جو کچھ کیا اس کا نتیجہ آج سامنے آ رہا ہے۔"
"تم کہاں کی کہاں لے جاتے ہو، میری بات کرو۔ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"
"تم کل سے دیکھ رہی ہو' میں تمھارے لیے جان کی بازی لگاتا آ رہا ہوں۔ کوئی اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے۔"
"کون کسی کے لیے جان دیتا ہے۔ تم مجھے دل و جان سے چاہتے ہو اسی لیے تو جان پر کھیل رہے تھے۔"
"تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟"
"کسی وقت بھی آزما کر دیکھ لو۔"
"اچھی بات ہے۔ میں کسی بھی شرط کے بغیر تمھیں قلعے میں پہنچا دوں گا۔ اگر تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو تو یہ بتا دو، وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟"
"تم پوچھ کر کیا کرو گے؟"
"میرے پاپا وہ مشین کسی کے پاس نہیں رہنے دیں گے ہم اسے تباہ کر دیں گے یا بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گے۔"
"کیا محبت اسی کو کہتے ہیں۔ ہم نے اتنی محنت سے وہ مشین تیار کی اور تم میری محبت آزمانے کے لیے اسے تباہ کرنا چاہتے ہو۔"
"میں تمھیں اس کا فائدہ بھی پہنچاؤں گا۔"
"وہ کیسے؟"
"وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آ جائے گی تو تمھارے دماغ

میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا جائے گا۔"
"میں کیسے یقین کر لوں؟"
"وہ شخص کبھی جھوٹ نہیں بولتا جو دوسروں کے لیے جان پر کھیلتا ہے۔"
وہ سوچنے لگی "یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ جو جانباز ہوتے ہیں، وہ موت سے نہیں ڈرتے۔ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور جب کسی سے نہیں ڈرتے تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور سچے اور کھرے کام کرتے ہیں۔"
پارس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو، کیا فیصلہ کر رہی ہو؟"
"میں سوچ رہی ہوں کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نفسیات کا علم بھی تمھارے دماغ میں ٹھونس دیا گیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"تم انسانوں کی نفسیاتی کمزوری کو سمجھتے ہو تم نے یہ سوچ لیا کہ جب میرا اتنا بڑا فائدہ ہوگا اور میں ٹیلی پیتھی جیسا علم حاصل کر لوں گی تو ضرور تمھارے فیصلے سے اتفاق کروں گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم نے بہترین آفر دی ہے۔ اس میں میرا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ لیکن اس فیصلے میں تھوڑی سی اور لچک پیدا کر لو۔ تم نے جس محبت سے مجھے ٹیلی پیتھی سکھانے کا وعدہ کیا ہے' اسی محبت سے میرے بھائی کو بھی یہ علم سکھا دو۔ اگر تمھارے پاپا راضی ہو جائیں تو ہم وہ ٹرانسفارمر مشین تمھارے حوالے کر دیں گے۔"
"میں صاف اور سیدھی بات کرتا ہوں۔ تمھارے سوا کسی کو یہ علم سکھانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاپا تمھارے کسی بھائی کو یہ موقع نہیں دیں گے۔"
"کیا تمھارے کہنے سے وہ مجھے یہ موقع دیں گے؟"
"ہاں اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم مجھے دل و جان سے چاہتی ہو کبھی دھوکا نہیں دو گی۔ دوسری وجہ یہ کہ پاپا... ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمھیں ٹیلی پیتھی ضرور سکھائیں گے لیکن تمھاری ایک صلاحیت ختم کر دیں گے۔"
وہ چونک کر بولی "کون سی صلاحیت؟"
"یہی کہ ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے بعد تمھارے دماغ کو زیادہ حساس نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اسی مشین کے ذریعے دماغ کو ذرا کمزور بنایا جائے گا تاکہ تم کبھی سانس نہ روک سکو اور پاپا وغیرہ کو دماغ میں آنے سے منع نہ کر سکو۔"
"نہیں، یہی تو میری سب سے بڑی شہ زوری ہے کہ میرا دماغ حساس ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر نہیں آ سکتا۔"
"پاپا، ماما اور انکل آرمر ضرور آنا چاہیں گے تاکہ تم کوئی سازش نہ کرو۔ اچھی طرح سوچ لو تم ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر صرف پاپا، ماما اور انکل آرمر کے سامنے کمزور رہو گی اور ساری دنیا کے لیے شہ زور۔ بڑے بڑے خطرناک دشمن تمھارے سامنے آنے سے کترائیں گے۔ تم اچھا برا سوچنے کے بعد فیصلہ کرو تو میں تمھاری بہتری کے لیے پاپا سے بات کروں گا۔"
وہ سوچنے لگی، پارس نے اسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جیسا علم سیکھنا کون نہیں چاہتا، یہ تو دیوانے کا خواب ہے' کسی کسی کو اس کی تعبیر ملتی ہے۔ پارس بڑے اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔
ایک ہیلی کاپٹر کی آواز دھیمی دھیمی سی سنائی دینے لگی۔ اس نے جیپ روک دی۔ سیٹ پر سے اٹھ کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا، وہ آواز کی سمت کا اندازہ کر لیتا تھا اور اس کا اندازہ شاذ و نادر ہی غلط ہوتا تھا، وہ آواز ایک پہاڑی کے پیچھے سے آ رہی تھی۔
وہ سیٹ پر بیٹھ گیا، جیپ اسٹارٹ کی پھر تیزی سے ڈرائیو کرنے لگا ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی جا رہی تھی اور وہ درختوں کے جھنڈ تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔
کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر کوشش کامیاب ہو جائے، وہ ہیلی کاپٹر والوں کی نظروں میں آ گئے تھے۔ درختوں کے جھنڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ ان کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا۔ پرواز نیچی ہو رہی تھی۔ پارس آخر درختوں کے جھنڈ تک پہنچ ہی گیا لیکن دیر ہو چکی تھی، اگر آنے والے دشمن تھے تو وہ سر پر آ پہنچے تھے۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر چکا تھا۔ پارس تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا گھنے درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ذرا دور نکل گیا تھا پھر اس نے جیپ روک دی۔ سلارا نے پوچھا "رک کیوں گئے، جلدی نکل چلو۔"
وہ جیپ کے پچھلے حصے میں کودتے ہوئے بولا "ہتھیار سنبھال لو۔"
"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے، پتا نہیں وہ تعداد میں کتنے ہوں گے کیوں خواہ مخواہ مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟"
"میں دیکھنا چاہتا ہوں، آنے والے کون ہیں، اگر خطرہ زیادہ ہوگا تو جیپ ڈرائیو کرتا ہوا نکل جاؤں گا۔ ان کے پاس ہیلی کاپٹر ہے' کوئی جنگل میں دوڑنے والی گاڑی نہیں ہے۔"
"اگر وہ جنگلوں میں لڑنے کے ماہر ہوں گے تو ان میں سے کچھ لوگ ہیلی کاپٹر میں ہمارا تعاقب کریں گے، اوپر سے فائرنگ کریں گے۔ ہم کہیں رکنا چاہیں گے تو ان کے باقی ساتھی تعاقب کرتے ہوئے ہمارے پاس آ جائیں گے، نہ ہم رک سکیں گے اور نہ ہی ہیلی کاپٹر کے سائے میں آگے بڑھ سکیں گے۔"
پارس نے کہا "شاباش! تم نے اپنی ذہانت کا ثبوت دے دیا ہے لیکن یہ تو سوچو، ہمارے آگے بڑھنے سے بھی وہی بات سامنے آئے گی جو تم کہہ رہی ہو۔"
پارس اُدھر دیکھ رہا تھا جہاں اب ہیلی کاپٹر کا پنکھا تھم گیا تھا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ ایک طرف سرک گیا تھا اس دروازے سے ایک عورت نے زمین کی طرف چھلانگ لگائی، وہ چست پتلون اور جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں

تھا، اس کی زلفیں شانوں تک بکھری ہوئی تھیں۔ پارس نے اسے دیکھتے ہی ہتھیار کو ایک طرف پھینکا پھر زور کی چیخ ماری: "مما! اوہ مائی ڈارلنگ مما..."

اس نے جیپ سے چھلانگ لگائی پھر دوڑتے ہوئے ادھر جانے لگا۔ سلارا نے حیرانی سے دیکھا۔ پہلے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ سونیا کو مما کہتا ہے، وہ بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگی۔

ہیلی کاپٹر سے کئی مسلح افراد اتر گئے تھے۔ سونیا ان سے دور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پارس دوڑتا ہوا آیا اور اس سے دس قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ سونیا نے پینترا بدلتے ہوئے کہا: "پہلے میں..."

پارس نے بھی جواباً پینترا بدلتے ہوئے ایک انگلی سے انکار کا اشارہ کرتے ہوئے کہا: "نو مما، پہلے میں..."

وہ پینترا بدل کر ایک طرف سے دوسری طرف آئی پھر بولی۔ "دیکھ پارس! تیرا ایک ہاتھ زخمی ہے، میں تجھے اور نقصان نہیں پہنچانا چاہتی، سیدھی طرح بات مان لے، پہلے میں۔"

"ارے جاؤ مما! پارس کوئی موم کا گڈا ہے کہ ایک ہاتھ کے زخمی ہونے سے تمہاری دھونس میں آ جائے گا۔"

سونیا نے کہا: "ایسی بات ہے تو ایک منٹ رک جاؤ۔"

اس نے ایک مسلح شخص کو بلا کر کہا: "میرا یہ دایاں ہاتھ باندھ دو۔ کل کا چھوکرا مجھے چیلنج کر رہا ہے۔"

وہ شخص رسّی لینے گیا۔ سونیا نے اپنا دایاں ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ پارس نے کہا: "مما، تم تو ناقابلِ شکست کہلاتی ہو، میرا ایک ہاتھ زخمی ہے تو اپنا ایک ہاتھ باندھ رہی ہو، یہ تو کوئی برابری نہ ہوئی، میری جتنی عمر ہے، اس سے دگنا تمہارا تجربہ ہے۔"

وہ شخص رسّی لے کر آیا۔ سونیا نے کہا: "میرے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ سلارا حیران اور پریشان ہو کر دیکھ رہی تھی کہ وہ کیسے ماں بیٹے ہیں جو دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے مقابلے کے لیے تن گئے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، ماں اب شیرنی کی طرح غراتی ہوئی اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔

آخر وہ دونوں چاہتے کیا تھے؟ یہ "پہلے میں" کا مطلب کیا تھا؟

اصل بات یہ تھی کہ جب پارس بچہ تھا اور سونیا ملاقات کے لیے آتی تھی تو اسے دونوں بازوؤں میں تھام کر پیار کرتی تھی پھر پارس نے کہا: "نہیں مما! اب میں جوان ہو گیا ہوں، میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر پیار کروں گا۔"

سونیا نے کہا تھا: "تو جوان ہونے کا ثبوت دے۔ مجھے بازوؤں میں اٹھا سکتا ہے تو اٹھا، ورنہ میں تجھے جبراً بازوؤں میں لے کر پیار کروں گی۔"

پارس نے کہا تھا: "اب اتنا آسان نہیں ہے، میں تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گا۔"

"سوچ لے، بری طرح زخمی ہو جائے گا۔"

"بچپن سے آپ ہی کے ہاتھوں زخم کھاتا آ رہا ہوں اور زخم دینے کا ہنر بھی سیکھ رہا ہوں۔"

بہرحال اس عرصے میں ان ماں بیٹے کی تین بار ملاقات ہوئی تھی۔ تینوں بار پارس نے شکست کھائی تھی اور ہر شکست کے بعد کہا تھا: "مما! کوئی بات نہیں، میں آپ سے سیکھتا جا رہا ہوں۔ اگلی ملاقات میں بازی پلٹ دوں گا۔"

اس کے اغوا ہونے کے طویل عرصے بعد پھر ایک بار ماں بیٹے کی ملاقات ہو رہی تھی۔ ماں کی ضد تھی کہ وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر پیار کرے گی اور بیٹے کی ضد تھی کہ وہ بچہ نہیں رہا، بھرپور جوان ہے اور اپنی ماں کو بازوؤں میں اٹھا سکتا ہے لہٰذا آج چوتھی بار اسے پھر سونیا کے سامنے اپنے جوان ہونے کا ثبوت پیش کرنا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پینترا بدل رہے تھے۔ اچانک سونیا حملہ کرنے کے انداز میں آگے بڑھی۔ پارس اچھی طرح سمجھ گیا تھا، مما کیسے دھوکا دیا کرتی ہیں۔ واقعی اس نے دھوکا دیا تھا۔ حملہ کرنے کے بجائے اچانک فضا میں اچھل کر قلابازی کھائی تھی اور اس کے سر پر سے گزرتے پیچھے چلی گئی تھی تاکہ پیچھے سے آ کر اسے پیار کر لے۔ جیسے ہی وہ سر پر سے گزر کر پیچھے آئی، پارس نے یکبارگی الٹی چھلانگ لگائی۔ اس کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے پہنچ گیا لیکن وہ بھی اسے جکڑ نہ سکا۔ اچانک ہی سونیا نے پلٹ کر اس کے سینے پر سر کی ٹکر ماری جیسے جانور سینگ مار رہا ہو۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، وہ ہاتھ استعمال نہیں کر سکتی تھی۔ پارس لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر اس نے گھوم کر ایک لات ماری، سونیا اچھل کر ذرا پیچھے گئی۔ اس نے پھر گھوم کر دوسری لات ماری، سونیا نے اس بار اس کی ٹانگ میں اپنی ٹانگ پھنسائی اور دوسری طرف گھما کر پھینک دیا، وہ جہاں گرا، وہ جگہ نشیبی تھی لہٰذا لڑھکتا ہوا ذرا دور چلا گیا۔

وہ ہنستے ہوئے بولی: "بیٹا! اولاد چاہے پہاڑ سے اونچی ہو جائے مگر ماں کے سامنے بچہ ہی ہوتی ہے۔ تھک گئے ہو تو کہو، میں ہاتھ کھلوا لوں گی پھر تمہیں بازو میں اٹھا کر چوم لوں گی۔"

وہ نشیبی حصے سے دوڑتا ہوا آیا پھر پے در پے اسے کراٹے کے ہاتھ مارنے لگا لیکن ایک ہاتھ بھی اس پر نہیں پڑ رہا تھا، وہ اچھل اچھل کر کبھی ادھر جا رہی تھی، کبھی ادھر، کبھی پیچھے ہٹ رہی تھی اور کبھی قلابازی کھا کر دور جا رہی تھی اور دونوں پاؤں پر کھڑی ہو جاتی تھی۔

پارس نے پھر آگے بڑھ کر حملہ کیا، اس بار وہ زمین پر گری، چاروں شانے چت ہوئی پھر لیٹے ہی لیٹے گھوم کر اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ پارس کے قدم اکھڑ گئے، وہ اچھل کر دوسری طرف جا گرا۔ ایک دم سے جھنجھلا کر اٹھتے ہوئے بولا: "میں چار چار، پانچ پانچ دشمنوں پر بھاری پڑتا ہوں سارے مما! کیا تم نے قسم کھائی ہے، میرا

ایک ہاتھ بھی نہیں کھاؤ گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ہاں، میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک دن تم ضرور جیتو گے لیکن آج نہیں، ابھی تم بچے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی پھر آگے بڑھتے ہوئے بولا: "میں ہارا، تم جیت گئیں، میں خود تمہارے ہاتھ کھولتا ہوں۔"

سونیا اس کی طرف گھوم گئی۔ اس نے قریب آ کر اس کے ہاتھ کھولے، جیسے ہی ہاتھ کھلا، اس نے بازوؤں میں اٹھانا چاہا۔ سونیا پھسل کر نیچے گئی پھر الٹ کر اس کے منہ پر لات ماری، وہ لڑکھڑا کر پیچھے چلا گیا، وہ اچھل کر کھڑی ہوئی پھر بولی: "دیکھ لو، تمہاری مکاری کے باوجود میں نے اپنے ہاتھ استعمال نہیں کیے حالانکہ یہ کھل چکے ہیں۔"

"اوہ مائی گریٹ مما! میں نے سوچا تھا، جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، اسی طرح مکار بن کر میں بھی اپنی بین الاقوامی شہرت یافتہ مکار ماں کو شکست دے سکتا ہوں مگر تم تو کسی طرح قابو میں آتی ہی نہیں ہو۔ چلو، اب مکاری نہیں، جم کر مقابلہ کروں گا۔"

وہ آگے بڑھا پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھام کر بولا: "اوہ نو جوجو! ابھی تم جاؤ، مما نے پھر چیلنج کیا ہے، مجھے یہ بازی جیت لینے دو۔"

یہ کہہ کر وہ چپ ہوا۔ سونیا کے منہ کو تکنے لگا پھر بولا: "تم جب بھی آتی ہو، بکواس کرنے لگتی ہو۔ اس مقابلے میں مما مجھے جان سے مار تو نہیں دیں گی، آخر وہ میری ماں ہیں، میں ان کا بیٹا ہوں۔"

وہ ذرا چپ ہوا پھر بولا: "بھئی! میں سچ کہہ رہا ہوں، تمہیں یقین نہیں ہے تو خود اپنی مما سے کہو۔"

وہ پھر چپ ہوا، اس کے بعد بولا: "اور کیسے کر سکتی ہو؟ خیال خوانی کرتی ہو مگر اس کی تکنیک بھول جاتی ہو۔ تم میرے دماغ پر قبضہ جما کر میری زبان سے مما کو مخاطب کر سکتی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے پارس کی آواز بدل گئی۔ اس کے منہ سے جوجو کی آواز نکل رہی تھی اور وہ اس کے لب و لہجے میں بے اختیار بول رہا تھا: "مما! یہ کیا ہو رہا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

سونیا نے آگے بڑھ کر کہا: "جوجو! میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکی ہوں، تم اتنی بزدل نہ بنو، ہم کوئی دشمن تو نہیں ہیں۔"

"مما! خوامخواہ لڑنا کیا ضروری ہے، اچھے بچے کبھی نہیں لڑتے۔"

سونیا نے بے اختیار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: "تم ہمیں بھی اپنی طرح بچہ ہی سمجھتی ہو۔"

یہ کہہ کر وہ ہنستی چلی گئی۔ اچانک پارس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے گھمایا۔ سونیا دوسری طرف گھومی۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور اسے چوم لیا۔ سونیا کی ہنسی پہلے ہی رک گئی تھی، وہ جیسے ایک دم سے ہوش میں آ گئی۔ پارس نے کہا: "کیوں مما! یہ ٹھیک ہے نا، لوہا، لوہے کو اور مکار مکار کو کاٹتا ہے۔ میرے دماغ میں جوجو نہیں آئی تھی۔"

سونیا نے خوش ہو کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں پھر اسے چومتے ہوئے کہا: "شاباش، زندگی میں پہلی بار جس نے مجھے مکاری سے شکست دی، وہ میرا بیٹا ہی ہے۔"

چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلح افراد تالیاں بجانے لگے۔ سلارا بھی بے اختیار تالی بجا رہی تھی اور ماں بیٹے کی محبت کا انداز دیکھ رہی تھی۔ اگرچہ انداز وحشیانہ تھا لیکن اس میں بھرپور محبت چھپی تھی، وہ سونیا کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے ایک ایک مسلح فرد کے سامنے سے گزرتا جا رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "جب میں بچہ تھا، میری ماں مجھے گود میں اٹھاتی تھی۔ آج میں جوان ہوں، اپنی ماں کو اپنے جوان بازوؤں کی پناہ میں لے چکا ہوں۔"

وہ ذرا دور گیا پھر ان مسلح افراد کی طرف پلٹ کر بولا: "آج مما کو جیت کر یہ خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے کہ میں کسی بھی آندھی کا رخ موڑ سکتا ہوں۔"

سونیا، اس کے بازوؤں سے اتر گئی پھر اسے گلے سے لگا کر چومتے ہوئے بولی: "مجھے معلوم ہے، تم کس طرح دو دنوں اور دو راتوں سے آندھیوں کا رخ موڑتے آ رہے ہو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"تم اچانک اِدھر چلی آئی ہو یا پاپا نے بتایا تھا؟"

"تمہارے پاپا نے بتایا تھا۔ میرے پاس اس جنگل کا تفصیلی نقشہ ہے، میں نے اس نقشے کے مطابق اندازہ کیا اور تمہارے پاس پہنچ گئی۔"

سلارا قریب آ گئی تھی۔ پارس نے کہا: "مما! کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ سلارا ہے؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا۔ سلارا نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا: "میں تمہارے چرچے سنتی رہتی ہوں، سوچ رہی تھی شاید دشمن بن کر ملاقات کرنا پڑے اور یہ ملاقات مجھے مہنگی پڑے گی۔ مجھے بے حد خوشی ہے، ہم دوستانہ انداز میں مل رہے ہیں۔"

سونیا نے بزرگانہ انداز میں کہا: "تم چاہو تو ہمیشہ دوستانہ انداز میں ملتے رہیں گے اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"مما! میں نے سلارا کو ایک تجویز پیش کی ہے، اگر یہ مان لے گی تو ہماری دوستی ہمیشہ کے لیے پائیدار ہو جائے گی۔"

"میں نہیں پوچھوں گی، تم نے کیا تجویز پیش کی ہے۔ ہمارا بیٹا، سلارا کو ایسا کمزور مشورہ نہیں دے گا جس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ بہرحال تم دونوں کئی دنوں سے ڈبے کا کھانا کھاتے آ رہے ہو، میں تم لوگوں کے لیے تازہ کھانا لائی ہوں، آرام سے بیٹھ کر یہاں کھاؤ پھر تازہ دم ہو کر آگے بڑھو۔"

پارس نے کہا: "مجھے ایک نقشے کی ضرورت ہے۔"

"میں تمہارے لیے لائی ہوں اور صرف نقشہ ہی نہیں، ایک زبردست باڈی گارڈ بھی لائی ہوں، جو اس جنگل میں تمہاری صحیح رہنمائی کرے گا،

ذرا پیچھے گھوم کر دیکھو۔"

پارس اور سلارا دونوں نے گھوم کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ اس کے دروازے سے غلام باقی اُتر رہا تھا، وہ سوا چھ فٹ کا لمبا تڑنگا نیگرو امریکا کا شہری نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اُس نے مقامی باشندوں کا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کا سیاہ بدن دھوپ میں چمک رہا تھا۔

پارس نے آگے بڑھ کر اُس سے معانقہ کرتے ہوئے کہا۔ "باقی انکل! اس جنگل میں تم سے بہتر ساتھی اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

باقی نے کہا۔ "پارس بابا! تم نہیں جانتے، افریقہ کے جنگلوں میں چڑیل قسم کی عورتیں اور شیطان قسم کے مرد خطرناک جادوگر ہوتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اُس نے کن انکھیوں سے سلارا کی طرف دیکھا، پھر کہا۔ "اگر تم پر کسی چڑیل کا سایہ پڑے گا تو میں اس سے بھی نجات دلاؤں گا۔"

اُن کے لیے کھانے کی ڈشیں لاکر رکھ دی گئی تھیں، وہ سب سبز گھاس پر کھانے بیٹھ گئے۔ سونیا ایک اہم مقصد لے کر وہاں آئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے اسے بتایا تھا۔ وہ سلارا کے ساتھ جیپ میں جنگل کے ایک حصّے سے گزر رہا ہے۔ جو جو، پارس کے دماغ میں آئی تھی لیکن سلارا ہمارے بیٹے کے لیے کھیل بنتی جارہی ہے۔ تم ذرا تدبیر سوچو، کچھ کہے سُنے بغیر سلارا سے ہمارے بیٹے کو نجات دلائی جا سکتی ہے۔

سونیا نے کہا۔ "ہمارا بیٹا نوجوان ہے، یہ بات سلارا کو سوچنی چاہیے، وہ پچیس برس سے اوپر کی ہوگی، حالات نے دونوں کو پچھلے دو دنوں سے یکجا کر رکھا ہے اور یہ بات ہمارے بیٹے کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے، میں نے چُپکے سے اس کے خیالات پڑھے تھے، پتا چلا اُس نے بڑے ہی سخت آزمائشی مرحلے میں گناہ سے دامن بچایا ہے لیکن سوچ رہا ہوں، سلارا آگ کی طرح ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ وہ کب تک اس کی لپیٹ میں آنے سے بچتا رہے گا۔"

سونیا نے تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد کہا۔ "ہم نے اپنے بیٹے کو اچھی تعلیم و تربیت دی ہے، خطرہ چاہے موت کا ہو یا عورت کا اس سے بچنے کے گُر سکھائے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم شاید سلارا کے مزاج سے واقف نہیں ہو، وہ مردوں سے سخت نفرت کرتی رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے اور اسی سے چپک کر رہنا چاہتی ہے۔"

"میں تم سے زیادہ عورت کو سمجھتی ہوں۔ سلارا حسین ہے، جوان ہے، بے شمار چاہنے والے اس کی طرف بڑھتے رہے ہوں گے۔ اس بات نے اسے مغرور بنا دیا ہوگا اور وہ سب کو ٹھکراتی آرہی ہوگی، اگر وہ خود کو مرد بیزار ظاہر کرتی ہے تو ہمارا غلام باقی اس سے زیادہ عورت بیزار ہے، جب وہ اس کے قریب رہے گا اور

نیگرو ہونے کے باوجود اسے لفٹ نہیں دے گی تو اسے اپنی توہین کا احساس ہوگا، وہ خود کو غلام باقی سے زیادہ اہم اور برتر ثابت کرنے کے لیے اسے اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کرے گی۔ ایسی کوششوں میں عورت اپنا سب کچھ ہار جاتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں یہ معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں، تم سلارا کی پٹری بدل دو۔"

سونیا نے خوب سوچ سمجھ کر غلام باقی کا انتخاب کیا تھا۔ پہلے بھی امریکا کی ملکۂ حُسن مورینا اس پر مرمٹی تھی، یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس میں مردانہ کشش کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، گوری عورتیں صرف اس کے کالے رنگ سے ہچکچاتی تھیں لیکن اسے ایک بار نظریں اُٹھا کر دیکھتی ضرور تھیں اور تنہائی میں بار بار سوچتی ضرور تھیں۔

سونیا نے اُسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ پارس اور سلارا کے درمیان رہ کر کس قسم کا ڈراما پلے کرے گا اور کس طرح سلارا کے جذبات کی آندھی کا رُخ اپنی طرف موڑ لے گا۔

غلام باقی نے کہا۔ "مادام! آپ تو جانتی ہیں، مجھے عورتوں سے سخت نفرت ہے مگر اپنے پارس بابا کو چڑیلوں سے بچانے کے لیے میں سب کچھ کر سکتا ہوں اور یہ ضرور کروں گا۔"

یوں بھی پارس کو جنگل میں غلام باقی سے بہتر گائیڈ اور کوئی نہ ملتا۔ کھانے کے دوران سونیا نے کہا۔ "سلارا! پارس نے کوئی تجویز پیش کی ہے، میں نہیں جانتی وہ تجویز کیا ہے۔ کیا تم بتانا پسند کرو گی؟"

سلارا نے کہا۔ "پارس کا مشورہ ہے، میں اپنے دماغ کے دروازے پاپا، ماما اور آرمر کے لیے کھول دوں، وہ لوگ میرے دماغ میں رہ کر معلوم کریں گے کہ بھائی جارج نے وہ مشین کہاں چھپا رکھی ہے، اگر مشین آپ لوگوں کو حاصل ہوگئی تو پارس کا وعدہ ہے، میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا جائے گا۔"

"پارس نے تمہارے اور ہمارے درمیان دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے بہت مناسب وعدہ کیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، یہ وعدہ ہر حال میں پورا ہوگا۔ یہ بتاؤ، تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"میں تذبذب میں ہوں۔ تم لوگوں کے درمیان رہ کر ایسا لگتا ہے جیسے اپنی فیملی میں ہوں، تم لوگوں کی ایک ایک بات دل کو لگ رہی ہے لیکن مجھے اپنے بھائی جارج سے بہت محبّت ہے۔ میں نے پارس سے کہا ہے، اپنے وعدے میں ایک ذرا سا اضافہ کرے۔ میں اپنے بھائی جارج کو بھی یہ علم سکھانا چاہتی ہوں لیکن پارس نے صاف طور سے انکار کر دیا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "یہ ہماری طرح سوچتا ہے، ہماری طرح فیصلے کرتا ہے، ہم تمہارے سوا کسی کو یہ علم نہیں سکھائیں گے۔ ابھی تم تذبذب میں ہو۔ کوئی بات نہیں، خوب سوچ سمجھ کر اطمینان سے فیصلہ کرو۔ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے تمہارے فیصلہ کرنے تک ہم خود ہی مشین تک پہنچ جائیں۔"

سونیا کھانے کے بعد پارس کو ہیلی کاپٹر کے اندر لے گئی۔ وہاں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جو پُشت پر باندھا جاتا تھا۔ اُس میں پارس کے پہننے کے لیے تین جوڑے اور دوسری ضروریات کا سامان تھا۔ سونیا نے اُس کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں ایک انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا آزمودہ حربہ ہے۔ اگر کوئی دُشمن زیر نہ ہوتا ہو اور اسے تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے حوالے کرنا چاہو تو انگوٹھی کے اس ننھے سے بٹن کو دبا دینا۔ دوسری طرف ہلکی سی سوئی برآمد ہوگی، یہ دیکھو۔"

اُس نے بٹن کو دبایا تو ایک ننھی سی سُوئی برآمد ہوئی۔ اُس نے کہا۔ "جب تم دُشمن سے معانقہ کرو گے یا اس کے جسم کے کسی حصّے پر ہاتھ مارو گے تو اس سوئی میں سے ایک زہریلا مادّہ نکل کر اس کے خون میں شامل ہو جائے گا اور اسے اعصابی کمزوریوں میں مُبتلا کر دے گا۔"

اُس نے ایک لائٹر نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے جلاؤ اور اگلی سیٹ کی پُشت پر یہ جو سیاہ نشان دکھائی دے رہا ہے اس نشان کو لائٹر کی جلتی ہوئی لَو کے آرپار دیکھو۔"

پارس نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ لائٹر کو جلایا پھر ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے اس کی لَو کے آرپار سیاہ نشان کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "لائٹر کے نیچے ایک ننھا سا بٹن ہے۔ اسے اس طرح دباؤ کہ ہاتھ ہلنے نہ پائے اور وہ نشان اسی طرح لَو کے آرپار رہے۔"

اُس نے پھر ہدایت پر عمل کیا۔ ننھے سے بٹن کو دبایا تو ایک ننھی سی سوئی نکل کر اُس سیاہ نشان میں پیوست ہوگئی۔ سونیا نے ایک کاغذ کے ٹکڑے سے سوئی کو پکڑ کر نشان سے کھینچا اور کہا۔ "یہ زہریلی سوئی ہے۔ تم کسی بھی دُشمن کا نشانہ اس کی لَو کے آرپار لو گے تو سوئی صحیح نشانے پر جائے گی اور دُشمن کا کام تمام کر دے گی۔ اس میں بیس عدد سوئیاں تھیں، ایک ابھی ضائع ہوگئی۔ اسے چھپا کر رکھو۔ سلارا کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سونیا نے اس زہریلی سوئی کو ہیلی کاپٹر کے باہر پھینک دیا۔ پھر آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ "بیٹے! تم نے بڑی جواں مردی سے پارسائی سے کام لیا۔ سلارا تمہیں بہکانے میں ناکام رہی ہے۔ ہم تم سے خوش ہیں لیکن سلارا کا رُخ بدلنے کے لیے میں نے غلام باقی کو تمہارے درمیان پہنچا دیا ہے۔ وہ جو بھی کرے، اس پر اعتراض نہ کرنا، بلکہ اسے نظر انداز کرتے رہنا۔"

"میں آپ کے ارادوں کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپ وہی کر رہی ہیں جو میں چاہتا ہوں۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے باہر آئے۔ غلام باقی نے اپنا مختصر سا سامان اُٹھا لیا۔ سونیا نے سلارا سے معانقہ کرتے ہوئے کہا۔ "پارس کی تجویز پر غور کرو اور دوستانہ فیصلہ کرو، او کے سو فار۔"

سونیا اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا کر بیٹھ گئی۔ پارس، سلارا اور غلام باقی دور درختوں کے جُھنڈ میں چلے گئے۔

وہاں سے ہاتھ ہلا کر سونیا کو الوداع کہا۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرتا ہوا چلا گیا۔ غلام باقی دور کھڑی ہوئی جیپ کی طرف جانے لگا۔ سلارا اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر پارس کے ساتھ چل رہی تھی اور آہستگی سے کہہ رہی تھی۔ "کیا تم اپنی ممّا سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے، تمہیں کسی گائیڈ کی ضرورت نہیں ہے، یہ کالا خواہ مخواہ ہمارے درمیان دیوار بن کر رہے گا۔"

"محبّت کرنے والے دیوار پر چڑھ کر بھی محبّت کر لیتے ہیں۔"

"مذاق نہ کرو، مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ، میں کسی اجنبی کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔"

"یہ امریکی باشندہ ہے، ہم سے بہت محبّت کرتا ہے، اس لیے ہمارے ساتھ رہتا ہے، بہت ہی خطرناک فائٹر ہے۔ اس کے فولادی جسم پر دُشمنوں کا حملہ زیادہ اثر نہیں کرتا۔"

وہ تینوں جیپ کے پاس پہنچ گئے۔ غلام باقی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولا۔ "پارس بابا! آپ میرے پاس آکر بیٹھ جائیں۔"

سلارا نے ناگواری سے پوچھا۔ "کیا میں پیچھے بیٹھوں گی؟"

پارس نے کہا۔ "انکل! میں سلارا کے ساتھ پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں، میں تمہارا انکل ہوں، ڈرائیور نہیں ہوں۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک آپ کا ڈرائیور کی طرح آگے بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔"

"میں ڈرائیو کروں گی۔ پارس تم میرے ساتھ بیٹھو گے۔"

غلام باقی نے سخت لہجے میں کہا۔ "مادام نے مجھے پارس بابا کا گائیڈ اور باڈی گارڈ بنا کر یہاں چھوڑا ہے۔ میں کسی کی ڈرائیونگ پر بھروسا نہیں کروں گا، خود ڈرائیو کروں گا۔"

"انکل! بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگر سلارا پیچھے بیٹھی اور دُشمنوں نے اچانک ہی پیچھے سے حملہ کر دیا تو یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہوگی۔ لہٰذا ایک مرد کو ڈرائیونگ سیٹ پر اور دوسرے مرد کو پچھلی سیٹ پر بیٹھنا چاہیے چونکہ تم ڈرائیور نہیں ہو اس لیے تمہارے ساتھ بھی کسی کا بیٹھنا ضروری ہے۔ سلارا! تم انکل کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتی، غلام باقی نے حقارت سے کہا۔ "پارس بابا! تم جانتے ہو، مجھے عورتوں سے نفرت ہے۔"

سلارا نے غصّے سے کہا۔ "ارے تم کیا نفرت کرو گے۔ کبھی اپنی صورت آئینے میں دیکھی ہے۔ عورتیں تم سے نفرت کرتی ہوں گی۔"

غلام باقی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "پارس بابا! شہر پہنچ کر اسے وہ پرانے امریکی رسالے دکھا دینا جن میں مس امریکا اور غلام باقی کے عشق کی داستان شائع ہو چکی ہے۔ ان رسالوں کو پڑھ کر اس مغرور عورت کو احساس ہوگا کہ وہ تو مس امریکا تھی، یہ مس افریقہ بھی نہیں ہے۔"

وہ گھونسا دکھا کر بولی۔ "میں تمہارا مُنہ توڑ دوں گی۔"

"میرا منہ اپنی جگہ رہے گا تمہارا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔"

وہ جھنجلا کر جیپ کی پچھلی سیٹ پر آئی پھر بولی "دشمن اگر پیچھے سے حملہ کرتے ہیں تو کہنے دو، میں کسی کالے کے ساتھ بیٹھنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

پارس اگلی سیٹ پر آگیا۔ غلام باقی نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر جان بوجھ کر ایسے اونچے نیچے راستے سے گزرنے لگا کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سلارا کئی کئی فٹ اُوپر اُچھل کر پھر سیٹ پر آتی تھی اور چیخیں مارنے لگتی تھی "پارس! اس سے کہو، گاڑی ہموار راستے پر چلائے... یا آہستہ چلائے۔"

پارس نے کہا "پلیز انکل! گاڑی ذرا سہولت سے ڈرائیو کریں"

"برخوردار! یہ گوری چمڑی والی قوم کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ ساتھ بیٹھنے میں توہین ہوتی ہے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پیچھے کوئی ملازمہ یا کوئی غیر اہم عورت بیٹھتی ہے۔"

"یو شٹ اپ، میں پیچھے نہیں بیٹھوں گی۔"

اُس نے جیپ روک دی۔ پارس پچھلی سیٹ پر آتے ہوئے بولا "آگے جاؤ اور جھگڑا نہ کرو۔"

وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ باقی نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔ اب وہ ایسی جگہ سے گزر رہا تھا، جہاں ایک طرف گاڑی کا جھکاؤ ہوتا تھا، جس کے نتیجے میں سلارا جھک کر اُس پر آجاتی تھی۔ ایسے وقت وہ بار بار اس کے جسم کی سختی کو محسوس کرتی رہی۔ اُس نے سوچا اعتراض کرے لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی، یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کہ یہ اینٹ بولے گی تو وہ پتھر سنائے گا۔

اُس نے کہا "پارس بابا! مجھے خاموشی اچھی لگتی ہے، اب انشاء اللہ دھچکے نہیں لگیں گے۔"

پارس نقشہ دیکھ کر کہہ رہا تھا "یہ جنگل تو شیطان کی آنت کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ اب یہ کیسے سمجھا جائے کہ ہم جنگل کے کسی حصے میں ہیں۔"

سلارا نے جلدی سے کہا "میں بتا سکتی ہوں تمہارے پاس آجاؤں؟"

"پارس بابا! نقشہ لپیٹ کر رکھ دو۔ ہم کہیں آرام کرنے کے لیے رکیں گے تو میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گا۔"

سلارا نے پوچھا "اگر میں، پارس کے پاس جا کر سمجھا دوں، تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"مجھے پھر احساس ہوگا کہ میں اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ڈرائیور ہوں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہاری نیت خراب ہو رہی ہے۔"

باقی نے گاڑی کو پھر ایک ایسی جگہ سے گزارا کہ وہ اس پر آگری۔ وہ بولا "بار بار پکے ہوئے پھل کی طرح مجھ پر گر رہی ہو اور میری نیت کو الزام دے رہی ہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہو۔ گاڑی روکو، میں پیدل جاؤں گی۔"

اب وہ ایک دریا کے کنارے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا "میں ذرا ان جھاڑیوں کے پیچھے سے آتا ہوں پھر غسل کر کے لباس تبدیل کر لوں گا۔"

سلارا نے [illegible] نے تمہاری ممی سے لینے کے لیے ایک جوڑا مانگ لیا تھا، میں بھی غسل کر کے لباس تبدیل کروں گی۔"

پارس جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ غلام باقی دریا کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ سلارا جیپ سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ بے خیالی میں غلام باقی کے پتھر جیسے سیاہ جسم کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "کیا واقعی یہ گوشت پوست کا انسان ہے؟"

تھوڑی دیر بعد وہ چونک گئی۔ پانی میں دھپ سے کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی تھی پھر اسے پارس تیرتا ہوا نظر آیا، وہ خوش ہو کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی "پارس! میں بھی آرہی ہوں۔"

مغرب کی عورتوں کے لیے لباس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ انھیں تیراکی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اب وہ اتنے ہی لباس میں تھی جتنا کہ تیراکی کے لیے ضروری ہوتا ہے پھر وہ دوڑتے ہوئے کنارے پر آئی اور پانی میں چھلانگ لگادی۔

غلام باقی چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ہنس رہی تھی اور تیرتے ہوئے پارس کے قریب جارہی تھی۔ وہ ڈبکی لگا کر اس سے ذرا دُور پانی سے اُبھر آیا۔ وہ پلٹ کر بولی "مجھ سے دُور کیوں چلے گئے؟"

"انکل سامنے بیٹھے ہیں، بھلا ہم قریب کیسے آسکتے ہیں۔"

وہ ناگواری سے بولی "کیا مصیبت ہے، پہلے جوجو نے پریشان کیا، اب یہ پریشان کرنے آگیا ہے۔ سنو، ایک ترکیب ہے۔"

اُس نے محتاط نظروں سے غلام باقی کی طرف دیکھا پھر آہستگی سے بولی "ہم پانی میں ڈبکی لگائیں گے پھر اندر ہی اندر تیرتے ہوئے دُور نکل جائیں گے۔"

دونوں شڑاپ سے پانی کے اندر چلے گئے۔ اندر ہی اندر تیرنے لگے۔ کنارے کا پانی ذرا گدلا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو واضح طور پر دیکھ نہیں سکتے تھے پھر پارس نے اُس سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ سلارا نے ذرا پانی سے اُبھر کر دیکھا۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں نکلی تھی۔ غلام باقی جس پتھر پر بیٹھا ہوا تھا، اب وہ خالی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کالا دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کی نظریں پارس کو تلاش کرنے لگیں، وہ شاید ابھی تک پانی کے اندر ہی اندر تیر رہا تھا، وہ بھی ڈبکی لگا کر اندر چلی گئی۔

اچانک وہ تیرتے ہوئے گھبرا گئی۔ کسی نے اُس کی ٹانگ پکڑلی تھی۔ اُس نے گھوم کر دیکھنا چاہا۔ ٹانگ پکڑنے والا بھی تیرتا ہوا اُس کے پیچھے چلا گیا۔ وہ نظر نہیں آیا۔ سلارا جلدی سے دونوں ہاتھ مارتے ہوئے پانی سے اُبھری پھر چیخ کر بولی "پارس! یہ کیا شرارت ہے میری ٹانگ چھوڑدو۔"

اس نے ٹانگ چھوڑدی مگر اسے کمر سے پکڑلیا۔ تب سلارا کو محسوس ہوا، یہ پارس کی گرفت نہیں ہے۔ اُسے گرفتار کرنے والا بالکل پتھر ہی پتھر لگ رہا تھا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا "کیا یہ وہی ہے جس سے دُور بھاگ رہی تھی اور نفرت کر رہی تھی؟"

پھر انھیں فائر کی آواز نے چونکا دیا۔ غلام باقی ہڑبڑا کر پانی سے نکلا۔ سلارا کو اس کی ان حرکتوں پر اعتراض کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ دریا کے کنارے کالے گورے لوگوں کی فوج نظر آرہی تھی۔ جنگل کے اس حصے میں آباد رہنے والے قبیلے کے لوگ تیر کمان اور نیزوں کے ساتھ دکھائی دے رہے تھے اور جو گوری چمڑی والے تھے، ان کے ہاتھوں میں رائفلیں، ریوالور اور اسٹین گنیں تھیں۔ ان کے درمیان ایک گوری عورت اُن کے کالے سردار سے لگی کھڑی تھی۔

ایک رائفل والے نے ڈپٹ کر پوچھا "کون ہو تم لوگ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"

غلام باقی خاموش تھا اور تیز نظروں سے وہاں کھڑے ہوئے تمام لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک شخص نے اُن کے قریب ہی پانی میں اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ وہ گولیاں پانی میں پیوست ہوتی ہوئی اور چھینٹیں اُڑاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف چلی گئیں۔ سلارا چیخ مار کر غلام باقی کے بازوؤں میں چھپ گئی۔ اُس نے پوچھا "کیا اب مجھ سے نفرت نہیں رہی؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ ساحل پر کھڑے ہوئے ایک گورے نے حکم دیا۔ "ہمارے پانچ گننے تک اِدھر آجاؤ، ورنہ ہر طرف سے گولیوں کی بوچھار ہوگی۔"

غلام باقی نے ہاتھ اٹھا کر کہا "گننے کی ضرورت نہیں ہے ہم آرہے ہیں۔"

وہ دونوں پانی میں سنبھل کر آگے بڑھنے لگے۔ سلارا نے اِدھر اُدھر دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

غلام باقی نے دھیمی سرگوشی میں ڈانٹ کر کہا "اس کا نام نہ لو۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے ساتھ کوئی تیسرا بھی تھا۔"

"اگر پارس ہوتا تو مجھے یہاں سے بچا کر لے جاتا۔"

"میں اسی پارس کو بچانے کے لیے گرفتاری پیش کر رہا ہوں۔ میں زیادہ سے زیادہ انہیں یہاں الجھائے رکھنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ کہیں دور نکل جائے۔ بس اب اس کا نام نہ لینا۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اسے بچانے کی خاطر مجھے قربانی کے لیے پیش کر رہے ہو۔"

"اگر کسی تیسرے کا ذکر کر کے تم خود کو بچا سکتی ہو تو بچالو۔"

وہ گھٹنے گھٹنے پانی تک آگئے، پھر غلام باقی نے وہیں رک کر مقامی زبان میں سردار سے کہا "میں موزانگا قبیلے کے سردار کا بیٹا ہوں۔ کیا تم لوگ مجھے قیدی بنا کر میرے قبیلے سے دشمنی مول لینا پسند کرو گے؟"

سردار پریشان نظر آنے لگا۔ ایک سیاہ فام جو پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے تھا اس نے ریوالور سے غلام باقی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "اب اس قبیلے کا سردار تمہارے قبیلے کی دھونس میں نہیں آئے گا۔ ہمارے صاحب لوگوں نے اسے بیس رائفلیں، پانچ ریوالور اور دو اسٹین گنیں دی ہیں، اس جنگل کا کوئی قبیلہ ہمارے سردار کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ تم باتیں نہ بناؤ۔ پانی سے باہر آؤ۔"

وہ سلارا کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا کنارے پر آگیا۔ رائفل بردار انہیں چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہوگئے۔ دو دشمن ان دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھنے لگے۔ ان کی جیپ اور تمام سامان پر دشمنوں کا قبضہ ہو چکا تھا حتیٰ کہ ان کے بدن پر برائے نام کپڑا رہ گیا تھا۔

جب سلارا نے پارس کو مشورہ دیا تھا کہ ڈبکی لگا کر پانی کے اندر ہی اندر غلام باقی سے دور جائیں گے تو اس نے مشورہ مان لیا تھا۔ ڈبکی لگاتے ہی گدلے پانی سے فائدہ اٹھا کر اس سے ذرا دور ہو گیا تھا۔ وہاں سے گھوم کر اس کی مخالف سمت تیرتا چلا گیا تھا۔ جب اس کی سانس پھولنے لگی اور تازہ ہوا کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے ایک جھاڑی کے پاس پہنچ کر پانی سے سر اٹھایا۔ اسی وقت اس نے بہت سارے قدموں کی آواز سنی۔ وہ جھاڑی میں دبک کر ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ بہت سے کالے اور گورے اس کی جیپ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھر اسے سلارا کی چیخ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "پارس! یہ کیا شرارت ہے۔ میری ٹانگ چھوڑدو۔"

پارس کو یہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی کہ کس نے اس کی ٹانگ پکڑی ہے۔ اس نے اپنی آواز سنا کر دشمنوں کو متوجہ کر لیا تھا لہٰذا وہ ان سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس نے دور مخالف سمت میں ایک جھاڑی کو دیکھا پھر ڈبکی لگا کر اندر ہی اندر تیرتا ہوا اس جھاڑی تک پہنچ گیا۔ اس طرح وہ ان سے بہت دور نکل آیا تھا۔ کافی فاصلہ ہونے کے باوجود وہ ابھی تک نظر آرہے تھے۔ ٹھیک ایسے ہی وقت اسے جوجو کی آواز سنائی دی۔ "پارس! میں کب سے تمہارے پاس آنا چاہتی تھی۔ پاپا نے منع کر دیا تھا۔ اب میں چھپ کر آئی ہوں۔ پاپا سے نہ کہنا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ سلارا اور غلام باقی دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ ہو سکتا ہے میں بھی ان کی نظروں میں آجاؤں۔ تم فوراً پاپا کو خبر کرو۔"

وہ چلی گئی۔ پارس سر گھما کر دور تک دیکھنے لگا۔ اب اندر ہی اندر تیر کر جانے کے لیے کوئی آڑ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ البتہ دور ساحل پر موٹے تنے کا درخت تھا۔ اس موٹے درخت کے پیچھے خشکی پر جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ اُدھر جانے کا خطرہ مول لے سکتا تھا۔

اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ مجھے اپنے حالات بتاتے ہوئے جھاڑی کے پیچھے سے اُدھر دیکھتا رہا جدھر وہ دشمن نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا، "تم لوگوں نے یہ کیا حماقت کی۔ تینوں بہ یک وقت پانی میں اتر گئے تھے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ فریب کیسے جا سکتے ہو۔"

"میں سمجھ رہا تھا انکل باقی ساحل پر موجود رہیں گے لیکن اس وقت کسی کی غلطی بیان کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔"

"اس الجھن سے نکلنا ہوگا لیکن میں ایک بات سمجھا دوں۔ باقی ذرا موٹی عقل کا آدمی ہے۔ اسے گائیڈ کرتے رہو تو صحیح کام کرتا ہے اور اس کی مرضی پر چھوڑ دو تو کام بگاڑ دیتا ہے۔ بہرحال تمھیں خطرہ مول لینا ہوگا۔ اسی طرح پانی کے اندر ہی اندر تیرتے ہوئے اس درخت اور جھاڑیوں کی طرف جاؤ۔ میں غلام باقی کے پاس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں وہاں کتنے دشمنوں کے دماغوں تک پہنچنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔"

اس نے پانی میں ڈبکی لگائی۔ میں اس کے دماغ سے فوراً نکل آیا کیونکہ ڈبکی لگانے کے لیے سانس روکنا ضروری ہوتا ہے اور سانس روکنے سے خیال خوانی کی لہریں باہر آ جاتی ہیں۔ میں غلام باقی کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا، "میرے آقا، کیا آپ ہیں؟"

"ہاں، میں ہوں۔ ان لوگوں سے باتیں کرتے رہو۔"

میں نے اس کے ذریعے دو چار لوگوں کی باتیں سُنیں۔ پھر ایک کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ پھر چیخ کر کہا، "ہوشیار رہو، یہ دونوں فرہاد علی تیمور کے ساتھی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے میرے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم میں سے جو یوگا کے ماہر نہیں ہیں وہ گونگے اور بہرے بن جائیں۔"

میں تین آدمیوں کی آوازیں سُن چکا تھا۔ اس کی باتوں کے دوران دوسرے کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اب میرے لیے موقع تھا۔ میں اس کے ذریعے ان کے لیڈر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر مجبور کر سکتا تھا لیکن ایک بار ایسا طریقہ اختیار کر کے مجھے نقصان اٹھانا پڑا تھا جب میں تل ابیب میں قیدی کی حیثیت سے تھا اور میں نے ایک افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر وہاں سے نکلنا چاہا تھا تو باقی دوسرے سپاہیوں نے خود ہی اس افسر کو گولی مار دی تھی۔ کیونکہ میں اس افسر سے بہت زیادہ اہم تھا۔ ادھر ان لوگوں کو معلوم تھا کہ ایک غلام باقی ہے اور دوسری جارج فری مین کی بہن سلارا ہے۔ دونوں ہی اہم تھے۔

سلارا کے ذریعے وہ جارج فری مین کو بلیک میل کر سکتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر میں لیڈر کو گن پوائنٹ پر رکھتا تو ہو سکتا تھا وہ لیڈر کی موت گوارا کر لیتے اور کسی دوسرے کو اپنا لیڈر بنا لیتے لیکن سلارا کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

میں نے ذرا تحمل سے کام لیا۔ ایک کے دماغ میں جگہ مل چکی تھی۔ اس کے ذریعے میں دوسرے کئی ایسے لوگوں کے دماغوں میں جگہ بنا سکتا تھا جو یوگا کے ماہر نہیں تھے۔ وہ لیڈر یہ بھول گیا تھا کہ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے کن لوگوں نے اپنی آوازیں سنائی ہیں کیونکہ وہ سب بڑی دیر سے کچھ نہ کچھ بولتے جا رہے تھے۔

لیڈر نے کہا، "مسٹر فرہاد! ہم سے سمجھوتہ کر لو۔ ہم تمھارے آدمی کو نہیں ماریں گے، قیدی بھی نہیں بنائیں گے۔ اس کی جیپ اور سامان سب کچھ واپس کر دیا جائے گا یہ تمھارے پاس واپس آ سکتا ہے۔ اس کے بدلے ہم سلارا کو لے جائیں گے۔"

غلام باقی نے کہا، "میرے آقا کو یہ سودا منظور نہیں ہے۔ تم اگر میری جان لو گے اس کے بدلے تم سب نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ تم ٹرانسفارمر مشین کے لیے آئے ہو۔ اگر اس مشین تک پہنچنے کے لیے زندہ سلامت رہنا چاہتے ہو تو مجھے اور سلارا کو چھوڑ دو۔"

اس دوران میں نے دو اور آدمیوں کے دماغوں میں جگہ بنائی۔ حالات کسی وقت بھی بگڑ سکتے تھے۔ میں اطمینان سے ان کے دماغوں میں سرنگ بنانا چاہتا تھا لیکن یہ پروگرام بدل بھی سکتا تھا۔ ان کا لیڈر سوچ میں پڑ گیا تھا پھر اس نے کہا، "تعجب ہے، تمھیں آزادی مل رہی ہے۔ تمھاری جیپ اور پورا سامان مل رہا ہے۔ تم آسانی سے رہائی پا کر یہاں سے جا سکتے ہو پھر پلٹ کر ہم پر منظم حملہ کر سکتے ہو لیکن تمھارا باس فرہاد میری اس آفر کو ٹھکرا رہا ہے۔ کیا اسے تمھاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

غلام باقی نے کہا، "مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔ تمھیں جو کرنا ہے وہ کر کے دکھاؤ۔"

وہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔ سوچتی ہوئی نظروں سے غلام باقی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا، "انھیں اسی طرح باندھ کر لے چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرہاد کیسا پلان میکر ہے اور وہ میرے خلاف کس قسم کے اقدامات کرے گا۔ ہم ہر طرح مستعد رہیں گے۔"

وہ ان دونوں کو قیدی بنا کر لے جانے لگے۔ ادھر پارس پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا اس درخت تک پہنچ گیا تھا پھر کسی کی نظروں میں آئے بغیر جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اب کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ رینگتا ہوا دور تک گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ دور کسی گھنے درخت پر چڑھ جائے گا اور پھر اس کی بلندی سے دیکھے گا کہ سلارا اور غلام باقی کو کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ میں اسے معلومات فراہم کر سکتا

ہا لیکن اس کا درخت پر چڑھ کر چھپ جانا زیادہ بہتر تھا۔ وہ دور تک نگنے کے بعد دوڑنے لگا۔ اس کے بدن پر صرف ایک نیکر تھی۔ سلیے ڑے اور ضرورت کا سامان ندی کنارے رہ گیا تھا حتیٰ کہ ایک ہیار بھی نہیں تھا۔ دھوپ کی وجہ سے اس کا سفید بدن سرخ ہو رہا ھا۔ وہ ایک گھنے درخت کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے سر اٹھا کر اس ی اونچائی کو دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر چڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے تنے میں پیوست ہو گیا۔ وہ یکبارگی اچھل کر ذرا دور گیا۔ پھر فوراً ہی زمین پر لیٹ گیا تاکہ تیر آئے تو اوپر سے گزرتا چلا جائے۔ کسی دوشیزہ کا مترنم قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے ایک طرف سر گھما کر دیکھا۔ بہت سی سیاہ فام عورتیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے جسموں پر مختصر لباس تھا۔ ہاتھوں میں تیر کمان تھے۔ کچھ عورتوں نے نیزے اٹھا رکھے تھے۔ انھوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن جو قہقہہ لگا رہی تھی وہ نیگرو نہیں تھی۔ گوری چمڑی والی نوعمر لڑکی تھی۔

وہ جلدی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جہاں لیٹا ہوا تھا وہاں بڑے بڑے چیونٹے تھے، اس کے جسم پر چڑھ رہے تھے۔ وہ جلدی جلدی چیونٹوں کو اپنے جسم پر سے جھاڑنے لگا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہنستے قریب آ رہی تھی۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ اس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک آدھ بار پارس کی نظریں اس کی نظروں سے ٹکرائیں تو اس نے محسوس کیا اس کی آنکھوں میں کوئی غیر معمولی سی بات ہے ورنہ وہ بہت ہی معصوم اور بے ضرر دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے قریب آ کر پارس کے بدن پر رینگنے والے ایک چیونٹے کو اپنی چٹکی میں لیا۔ پھر اپنی دوسری ہتھیلی پر اپنے منہ کا لعاب ڈالا۔ پارس اس کی حرکت کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیونٹے کو اپنے منہ کے لعاب میں ڈال دیا۔ پارس نے شدید حیرانی سے دیکھا۔ اس کی چٹکی میں مچلنے والا چیونٹا لعاب دہن میں پہنچتے ہی ایک دم سے ساکن ہو گیا۔ وہ مر چکا تھا۔

وہ فوراً ہی ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا، "کیا تم زہریلی ہو؟"

وہ بڑی خوشی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولنے لگی، "میرا نام ماریہ۔ میں شی کوبرا (ناگن) ہوں۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا، پارس نے چونک کر اس کے ہاتھ کو دیکھا تو وہ جلدی سے ہتھیلی کے لعاب کو اپنے لباس سے پونچھنے لگی۔ پھر دوبارہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی، "آئی فرینڈ، یو فرینڈ۔ میں دوست، تم دوست۔"

پارس کی انگلی میں سونیا کی دی ہوئی انگوٹھی تھی۔ اس انگوٹھی سے نکلنے والی سوئی ایسی دوا انجیکٹ کرتی تھی جس کے نتیجے میں مقابل اعصابی کمزوری کا شکار ہو جاتا تھا۔ پارس نے سوچا کیا اس زہریلی لڑکی پر یہ دوا اثر کرے گی؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی اس نے انگوٹھی کو آزمایا مصافحہ کرنے سے پہلے اس کے بٹن کو چپ چاپ دبایا۔ ایک سوئی باہر نکل آئی۔ مصافحہ کرنے کے دوران وہ سوئی ماریہ کی ہتھیلی میں پیوست ہو گئی۔ وہ ذرا چونک گئی۔ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر اپنی ہتھیلی کو دیکھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر بولی، "یہ کیا چیز ہے۔ بڑی اچھی لگتی ہے۔ پھر ایک بار ہاتھ ملاؤ۔"

پارس نے دوسری بار ہاتھ ملاتے ہوئے وہ دوا اس کی ہتھیلی میں انجیکٹ کی۔ خاک اثر نہیں ہوا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی، "میں دوست، تم دوست۔ میرے ہاتھ کو چوم لو۔"

اس نے اپنی ہتھیلی کی پُشت اس کی طرف بڑھائی۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اپنے ایک گھٹنے کو زمین پر ٹیک دیا۔ پھر اس کی ہتھیلی پر ہونٹ رکھ کر چوم لیا۔ اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو کر بولا، "میں دوست، تم دوست۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر اسی کے انداز میں اپنا ایک گھٹنا زمین پر ٹیک دیا۔ اس کی ہتھیلی کی پشت پر جھکی۔ آخری بار پارس نے صرف اس کے سفید چمکتے ہوئے دانتوں کو دیکھا۔ وہ دانت اس کی ہتھیلی کی پشت پر آ کر ٹھہر گئے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا۔ تڑپ کر پیچھے گیا۔ پھر کمزور اور ڈوبتی ہوئی آواز میں پکارنے لگا، "پاپا! تم کہاں ہو، پاپا! پاپا!"

میں ٹھیک اسی وقت پہنچا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اندر زہر پھیل رہا ہے اور وہ بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔ اس سے قبل کہ میں پوری طرح حالات کو سمجھتا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔ اس کا ذہن ڈوبتا جا رہا تھا اور میں پریشان ہو کر سوچ رہا تھا اگر اس کا دماغ تاریکی میں ڈوب گیا تو میں کیسے اپنے بیٹے کے کام آ سکوں گا؟

اب وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا۔ میں ایک دم سے قریب گیا۔ اس کے ڈوبتے ہوئے ذہن سے آخری بار اتنا ہی دکھائی دیا کہ ایک نوعمر لڑکی اس کی ہتھیلی کی پشت پر جھک گئی تھی۔ اس کے بعد میں کچھ نہ دیکھ سکا۔ پارس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔

کے ساتھ ساتھ جیسے میری بھی سانس رکتی جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں، سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کے باوجود اس بس

جان باقی تھی۔ یوں لگتا تھا، جان جاتے جاتے رُک گئی ہو، ملک الموت نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو حالانکہ موت آتی ہے تو پھر نہیں ٹلتی۔ اسے ٹالنے میں یہ بات صادق آرہی تھی کہ جو زخم لگاتا ہے، وہ بھر سکتا ہے، جو ناگن زہر اُگل کر موت کی طرف لے جاتی ہے، وہ زہر چوس کر زندگی کی طرف لا بھی سکتی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے کا دماغ موت کی تاریکی میں نہیں ڈوبا، میری سوچ کی لہروں کو وہاں سے نکلنا نہیں پڑا۔ میں وہیں موجود رہا اور محسوس کرتا رہا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اس کے دماغ میں سناٹا چھایا ہوا تھا، وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا، اگرچہ وہ بے ہوش نہیں تھا تاہم اس پر شدید غفلت طاری تھی۔

جب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ خطرے سے باہر ہے تو میں نے سونیا، پومی اور آمنہ کو اس کے متعلق بتایا، وہ پریشان ہوکر سنتی رہیں پھر سونیا نے کہا "فرہاد! بہت ہو چکا، پارس اپنی عمر سے زیادہ جدوجہد کر چکا ہے، ہم اسے میدانِ عمل میں لاکر مطمئن ہیں، وہ ہر آزمائشی مرحلے میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کرتا رہا ہے۔ اب اسے چھٹی ملنی چاہیے۔"

"کیا تم چاہتی ہو اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیج دیا جائے؟"

"بے شک۔ اس کے جسم سے پوری طرح زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے مکمل توجہ اور مسلسل علاج کی ضرورت ہوگی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں میرے بیٹے کو اب آرام کرنا چاہیے لیکن ہم نے اسے چارہ بناکر دشمنوں کے سامنے چھوڑ دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد چارے کے طور پر صرف سلارا رہ جائے گی، وہ بھی فی الوقت دشمنوں کے قبضے میں ہے۔"

"سلارا پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا، ہم اسے دشمنوں کی قید سے نکال لائیں گے لیکن وہ کسی مرحلے پر دھوکا دے سکتی ہے، تم یہ کیوں بھول گئے کہ تمہارا دوسرا بیٹا بھی ہے۔ پارس اوّل کو ادارے میں بھیجو اور پارس دوم کو یہاں بلاؤ۔"

"کیا کہہ رہی ہو، رسونتی سنے گی تو آسمان سر پہ اُٹھالے گی، وہ روز صبح اُٹھ کر جب تک بیٹے کو نہیں دیکھتی، ایک گلاس پانی بھی نہیں پیتی۔"

"میں جانتی تھی تم یہی کہو گے۔ کیا وہ بیٹے کو ساری زندگی آنچل کے سائے میں رکھے گی؟ کیا وہ بیٹا ہمارا نہیں ہے؟ کیا ہم پارس اوّل کی طرح اسے عملی میدان میں آزمائش کے لیے چھوڑ نہیں سکتے؟ اس کی صلاحیتوں کو آزما نہیں سکتے؟"

"ہمیں یہ سب کچھ کرنا چاہیے لیکن رسونتی کو کون سمجھائے گا؟"

"تم شوہر ہو، سمجھانے کی کوشش کرو۔ نہیں سمجھے گی تو اس سے کہنا، مجھ سے بات کرے۔"

"اچھی بات ہے لیکن یہ بعد کا معاملہ ہے۔ میں پارس کو اس حالت میں چھوڑ کر کسی دوسری طرف خیال خوانی نہیں کروں گا۔ آرمر کو غلام باقی اور سلارا کے پاس بھیج رہا ہوں، پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"ان کی فکر نہ کرو۔ آرمر خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود رہے گا۔ میں ہیلی کاپٹر میں نکل رہی ہوں، تم ان کے تین آدمیوں کے دماغ میں پہنچ چکے ہو، کچھ معلوم ہوا، وہ لوگ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"وہ ماسک مین کے لوگ ہیں۔"

میں نے آرمر کے پاس پہنچ کر وہاں کے مختصر حالات بتائے پھر کہا "میرے پاس آؤ، میں تمہیں دشمنوں کے تین آدمیوں تک پہنچا رہا ہوں، تم ان کے دماغوں میں رہ کر صرف اتنا معلوم کرتے رہو کہ ان میں کتنے لوگ یوگا کے ماہر نہیں ہیں اور ہماری خیال خوانی کی مٹھی میں آسکتے ہیں۔ جن کے متعلق پورا یقین ہو جائے، ان کے دماغوں میں جاسکتے ہو، اگر زیادہ لوگوں کے لب و لہجے کو یاد نہ رکھ سکو تو باقی لوگوں تک رسونتی کو پہنچا دینا۔"

وہ میرے دماغ میں آیا، میں اسے دشمنوں کے تین آدمیوں کے پاس پہنچا کر بیٹے کے پاس آگیا، وہ ابھی تک غافل تھا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے، جب تک اس کی آنکھ نہ کھلتی وہ دماغی طور پر بھی بیدار نہ ہوتا۔ اس وقت تک میں بھی اندھیرے میں رہتا۔

سونیا نے کہا تھا، وہ سلارا اور غلام باقی کی طرف ہیلی کاپٹر میں آئے گی اور اُدھر دُور دُور تک پرواز کرے گی تاکہ وہ جگہ معلوم ہو سکے، جہاں پارس زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوا تھا۔ میں ایسے وقت اس کے دماغ میں پہنچا تھا کہ اس لڑکی کے متعلق کچھ معلوم نہیں کرسکا تھا، پتا نہیں وہ کون تھی، کہاں سے آئی تھی؟

پارس کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ نوعمر حسین لڑکی زہریلی ہے۔ اتنی سی بات نے منجالی کی یاد تازہ کردی، یہ عجیب اتفاق تھا کہ بیٹے کی زندگی میں بھی ایک زہریلی لڑکی آئی تھی، لیکن منجالی کی طرح دوست بن کر نہیں، دشمن بن کر آئی تھی۔

اُسی وقت خیال آیا، میں غلط سوچ رہا ہوں، اگر وہ لڑکی دشمن تھی تو میرا بیٹا زندگی کی طرف کیسے لوٹ آیا تھا اور اب خطرے سے باہر تھا۔ شاید اس کا کچھ علاج بھی ہو رہا ہوگا۔ میرے لیے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ مجھے اس لمحے کا انتظار تھا جب وہ آنکھیں کھول کر پاپا کہے گا۔

مجھے جوجو کی آواز سنائی دی "پاپا! پارس بولتا کیوں نہیں ہے، خاموش کیوں پڑا ہوا ہے؟"

میں آج صبح سے جوجو کو پارس سے دُور رکھنے کی کوشش کرتا آیا تھا کیونکہ اس کے ساتھ سلارا تھی۔ میں اس کے دل کو دُکھ پہنچانا نہیں چاہتا تھا، اسی لیے سونیا سے مل کر منصوبہ بنایا تھا کہ کس طرح سلارا کو پارس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے جوجو سے کہہ دیا تھا۔ "بیٹی! آج شام سے پہلے پارس کے پاس نہ جانا، وہ بہت مصروف ہے، اگر تم اس سے باتیں کرو گی تو وہ دشمنوں کی طرف توجہ نہیں دے سکے گا۔ تم اس کی سلامتی چاہتی ہو، اس لیے میری بات پر عمل کرو۔"

اس بے چاری نے پارس کی سلامتی کی خاطر شام تک انتظار کیا تھا پھر اس کے پاس پہنچی تو وہ پانی میں تیرتا ہوا ایک جھاڑی میں جاکر چھپ گیا تھا۔ اس نے جوجو سے کہا تھا کہ وہ خطرے میں ہے، پاپا کو اس کی اطلاع دی جائے۔ جب میں نے اسے خطرے میں دیکھا تو جوجو کو سمجھایا "بیٹی! ایک گھنٹے تک اور صبر کرو، ابھی پارس کے پاس نہ آنا، دشمن اسے چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔"

وہ بے چاری پھر چلی گئی تھی۔ اب جو اس نے آکر دیکھا تو پارس گہری غفلت میں تھا، اپنی جوجو کی آواز نہیں سُن رہا تھا۔ میں نے کہا "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایک سانپ کے زہر نے اس پر اثر کیا تھا، وہ اثر ختم ہو رہا ہے۔"

وہ بولی "جب اثر ختم ہو رہا ہے تو پھر میری آواز کیوں نہیں سُنتا، مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ دیکھیے پاپا! اب مجھ سے یہ نہ کہیے کہ میں اس کے دماغ سے چلی جاؤں، میں نہیں جاؤں گی، جب تک یہ مجھ سے بات نہیں کرے گا، میں یہیں رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے، تم یہیں رہو لیکن وعدہ کرو، بہت ہوشیاری سے اس کی ایک ایک دماغی کیفیت کو سمجھتی رہوگی۔ مثلاً ابھی اس کے آس پاس کچھ لوگ ضرور ہوں گے، اگر ان کی باتیں کرنے کی آواز پارس کے دماغ سے سنائی دے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

میں بیٹے کے دماغ سے واپس آنا چاہتا تھا، رسونتی کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہی تھی "فرہاد! میرے بیٹے کے ساتھ اتنا کچھ ہوگیا اور تم نے مجھے اطلاع تک نہیں دی۔ کیا یہ میرا بیٹا نہیں ہے؟"

"میں بہت پریشان ہوں، جب سے ایک لڑکی کے زہر نے اس پر اثر کیا ہے، میں اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھر رہا ہوں، ضروری انتظامات کر رہا ہوں اور ان انتظامات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"اس سے پہلے تمہیں بارہا آزما چکا ہوں، کسی کام کے معاملے میں تمہیں بلایا جاتا ہے تو تم ضرور کام کرتی ہو لیکن تھوڑی دیر میں پھر پارس دوم کے پاس پہنچ جاتی ہو، اگر وہ بابا صاحب کے ادارے میں بہترین تعلیم و تربیت نہ حاصل کرتا تو تم اسے لاڈ پیار میں ایک بزدل اور کمزور لڑکا بنا دیتیں۔"

وہ فخر سے بولی "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو بہت سے علوم سکھائے ہیں، وہ میری نگرانی میں ایسے ایسے ہنر سیکھتا رہا ہے کہ اب کوئی اس کا ثانی نہیں ہو سکتا۔"

"یہی تو سوچنے کی بات ہے، تم چاہتیں تو دونوں بیٹوں کو بیک وقت اپنی نگرانی میں تراشا ہوا ہیرا بنا سکتی تھیں لیکن تم نے ایک پر زیادہ توجہ دی۔"

"تم خواہ مخواہ الزام دیتے رہتے ہو، مجھے پارس اوّل سے بھی اتنی ہی محبت ہے۔"

"تم اس کے دماغ میں ہو، اس کی حالت سے اندازہ کرسکتی ہو، یہ کس طرح موت کے منہ سے نکل کر آیا ہے۔ کیا اب اسے آرام کی ضرورت نہیں ہے؟"

"بے شک۔ میں تو یہی مشورہ دوں گی، فوراً میرے پاس بھیج دو۔"

"کیا تم دن رات اس کی تیمارداری کروگی؟"

"کیسی بات کرتے ہو، میں اس کی ماں ہوں۔"

"تو پھر پارس دوم کو یہاں بھیج دو۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی، بولی "اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"بہت ضرورت ہے، ہم یہاں جو گیم کھیل رہے ہیں، اس کے لیے میرے کسی ایک بیٹے کا ہونا ضروری ہے۔"

"کیوں میری ممتا کا امتحان لے رہے ہو، میں اسے افریقہ کے جنگل میں نہیں بھیجوں گی۔"

"جب ہیرو پارس اوّل کا سُراغ ملا کہ وہ افریقہ کے جنگل میں ہے اور ہم سب یہاں آنے لگے تو تمہاری زبان سے اتنا نہیں نکلا کہ پارس کو اس جنگل میں نہ رہنے دیا جائے، فوراً ادارے میں بھیج دیا جائے۔ اب اپنے بیٹے کی باری آئی ہے تو تم افریقہ کے جنگل سے ڈر رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہو، میں اسے نہیں بھیجوں گی۔"

"وہ میرا بھی بیٹا ہے اور میں اسے چار دیواری کا ہیرو نہیں کھلے میدان کا سپاہی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں اسے تمہاری طرح ہیرو نہیں بنانا چاہتی، تم جان بوجھ کر مصیبتوں کو دعوت دیتے رہتے ہو۔ خدا نہ کرے، میرے بیٹے پر کبھی کوئی مصیبت آئے گی تو وہ ثابت کرے گا کہ کتنا حوصلہ مند، دلیر اور حاضر دماغ ہے۔ آج کل اس کا زیادہ وقت یہاں کی لیبارٹری میں

گزرتا ہے، وہ بہت مصروف رہتا ہے۔ اپنی مصروفیات چھوڑ کر خواہ مخواہ افریقہ کے جنگل میں مصیبتوں کو دعوت دینے نہیں جائے گا۔"

"کیا ہم مصیبتوں کے ڈر سے اس ٹرانسفارمر مشین کا خیال چھوڑ دیں اور ٹیلی پیتھی کے شیطانوں کو پیدا ہونے کا موقع دیں؟"

"یہ ہم بڑوں کا مسئلہ ہے، بچوں کا نہیں۔"

"ہم نے اپنے بچوں کو ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے چالیس سال کا تجربہ کار بنا دیا ہے، وہ سولہ برس کی عمر میں بچے نہیں رہے۔ پارس اول نے پچھلے دو دن اور دو راتوں میں تنہا دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خطرناک مراحل میں حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے بچے ہر آزمائشی اور خطرناک مراحل سے گزر سکتے ہیں، بشرطیکہ ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد ہو۔"

"تم باتیں بنا کر مجھے قائل نہیں کر سکو گے۔"

"میں صرف محبت سے سمجھا رہا ہوں، ورنہ قائل کرنا ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس بھی ایک باپ کے حقوق ہیں۔ میں اسے لوارسے سے نکال کر لے جا سکتا ہوں لیکن میں تمہیں سوچنے کے لیے دو گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں، چاہو تو اس سلسلے میں سونیا سے بات کر سکتی ہو۔"

ہم پارس کے دماغ سے نکل کر بات کر رہے تھے تاکہ اس کے کمزور دماغ پر بوجھ نہ پڑے۔ رسونتی نے رونے کے انداز میں کہا "کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ کیا ایک ماں سے زبردستی اس کا بیٹا چھین کر لے جاؤ گے؟"

"اگر تم باپ کو دشمن سمجھ رہی ہو تو ایسا ہی سمجھو۔"

"میں تمہیں دشمن نہیں سمجھتی، تمہارے منصوبے کو غلط کہتی ہوں، اپنے کسی بھی بیٹے کو اس جنگل میں رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"ساری دانشمندی تمہارے حصے میں آئی ہے۔ سونیا، پوجا اور آمنہ، ہم سب جنگلوں میں بھٹکنے آئے ہیں، ہم سب ہی احمق ہیں، میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں، دو گھنٹے بعد ایک دلیر ماں کا فیصلہ سننے آؤں گا۔"

میں پارس اول کے پاس آیا، وہ ابھی تک غافل پڑا ہوا تھا۔ اس کی طویل غفلت ہمیں تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے بتایا، وہ اپنے ہیلی کاپٹر میں تقریباً پچاس مسلح افراد کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئی ہے جہاں وہ قبیلہ آباد ہے، اگرچہ اس نے قبیلے سے تقریباً دس میل دور ہیلی کاپٹر اتارا لیکن قبیلے کے سامنے رہنے والی ماسک مین کی پارٹی نے ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا ہے۔

یہ بات مجھے آدمی سے معلوم ہوئی، وہ تین آدمیوں کے دماغ میں باری باری جا رہا تھا اور اس بستی کے متعلق پوری معلومات حاصل کر رہا تھا، وہ ایک ایسے نیگرو کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جو ماسک مین پارٹی کا گائیڈ بنا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے سب سے اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اس زہریلی لڑکی کا تعلق اسی قبیلے سے ہے لیکن وہ اس قبیلے سے دور سامنے والی پہاڑی کے دامن میں رہتی ہے۔

لڑکی کا نام ماریہ تھا۔ زہریلے پن کے باعث اسے "شی کوبرا" یعنی ناگن کہا جاتا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں رہنے والے تمام حبشی سپیرے اس کی پوجا کرتے تھے۔ اب سے بیس برس پہلے ایک انگریز اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں میں بھٹکتا ہوا اس قبیلے میں آ پہنچا تھا جہاں ابھی سلار اور غلام باقی قیدی بنا کر لے جائے گئے تھے۔ وہ انگریز افریقی قبیلوں کے رسم و رواج کے متعلق دستاویزی متحرک فلم تیار کر رہا تھا۔ اسے پتا چلا، اس قبیلے کا سردار ان سپیروں سے خوف کھاتا ہے جو پہاڑی کے دامن میں آباد ہیں، کیونکہ ان کے پاس سیکڑوں سانپ ہیں اور ایک ایسی لیڈی وچ ڈاکٹر یعنی جادوگرنی ہے جو اپنے سپیروں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرتی ہے اور جادو ٹونے کے ذریعے جسے چاہتی ہے نقصان پہنچاتی ہے۔

وہ سیاہ فام، لیڈی وچ ڈاکٹر دیکھنے میں چڑیل لگتی تھی۔ اس نے سپیروں کے سامنے پیش گوئی کی تھی کہ ہماری موجودہ سانپوں کی ملکہ دو برس کے اندر مر جائے گی۔ اس کے بعد تمہیں پوجا کرنے کے لیے ایک نئی ملکہ کی ضرورت ہو گی، لہٰذا سامنے والے قبیلے کے سردار سے کہہ دو، ان کے یہاں ایک انگریز مہمان آئے گا۔ سردار اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرے گا پھر اس سے جو اولاد ہو گی اس کا رنگ گورا ہو گا۔ ہمارے دستور کے مطابق سانپوں کی ملکہ سیاہ فام نہیں ہوتی۔ ہم سے مختلف، گورے رنگ کی ہوتی ہے لہٰذا اس انگریز سے جو پہلی اولاد ہو گی، وہ ہمارے حوالے کر دی جائے گی، ہم اس کی ایسی پرورش کریں گے کہ وہ جوان ہوتے ہوتے شی کوبرا بن جائے گی، پھر تم سب اس کی پوجا کرو گے اور آسمانی آفات سے محفوظ رہو گے۔

اس انگریز کا نام سر تھامس جانسن تھا، وہ بے چارہ دستاویزی فلم کی شوٹنگ کے لیے آیا تھا مگر وہاں پھنس گیا۔ سردار نے اس سے کہا "اگر میری بیٹی سے شادی نہیں کرو گے تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔"

مختصر یہ کہ سر تھامس جانسن کو سردار کی سیاہ فام بیٹی سے شادی کرنا پڑی۔ شادی کے بعد جب ماں بننے کے آثار پیدا ہوئے تو سردار نے کہا "تم گوری چمڑی والے یہاں سے بھاگ جاؤ، اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

سر تھامس جانسن نے کہا "لیکن میری بیوی ماں بننے والی ہے، یہاں میری اولاد ہو گی، میں اسے چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"

"وہ میری بیٹی کی بھی اولاد ہے لہٰذا یہیں رہے گی، یہیں پلے گی، بڑھے گی، اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

سر تھامس جانسن نے سوچا، خیریت اسی میں ہے کہ ابھی تو چپ چاپ واپس چلا جائے پھر سرکاری طور پر مقامی ذمے دار

افسران اور سپاہیوں کے ساتھ آئے اور اپنی بیوی اور بچے کو لے جائے لہٰذا وہ چپ چاپ وہاں سے چلا آیا۔ اسے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کی اولاد گوری چمڑی والی ہو گی تو اسے سپیروں کی بستی میں لیڈی وچ ڈاکٹر کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اس نے شہر پہنچ کر مقامی حکام سے رابطہ قائم کیا۔ اپنی بیوی اور ہونے والے بچے کا مطالبہ کیا۔ اسے جواب ملا، وہاں کی سرکار جنگلوں میں آباد رہنے والے جنگلی قبیلوں کے رسم و رواج اور ان کے طرزِ زندگی پر نہ اعتراض کرتی ہے نہ مداخلت۔ ان کے دستور کے مطابق سردار کے خاندان میں ہونے والی اولاد سردار کے پاس ہی رہتی ہے، خواہ اس اولاد کا باپ مقامی ہو یا غیر مقامی۔

وہ مایوس ہو کر لندن پہنچا۔ ان دنوں شمال مغربی افریقہ کے بہت سے حصے برطانوی حکومت کے زیرِ اثر تھے۔ سر تھامس جانسن نے برطانوی اثر و رسوخ سے کام لیا پھر مسلح سپاہیوں کے ساتھ اس قبیلے میں پہنچا۔ اس بھاگ دوڑ میں ایک برس گزر چکا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو پتا چلا، اس کی بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا تھا جو پیدا ہوتے ہی مر گئی۔ اس کی سیاہ فام بیوی صدمے سے پاگل ہو گئی تھی، وہ نیم پاگل بیوی کا علاج کرانے کے لیے اسے لندن لے گیا۔ اس کے بعد پھر واپس نہیں آیا، وہ بے چارہ آ کر کرتا بھی کیا؛ اس کی دانست میں اس کی بیٹی مر چکی تھی۔

جب اس کی سیاہ فام بیوی، ماں بننے والی تھی تو اس نے خوش ہو کر کہا تھا "ہمارا بیٹا ہو گا تو اس کا نام ایڈورڈ تھامس رکھیں گے اور بیٹی ہوئی تو اس کا نام ماریہ تھامس ہو گا۔"

تھامس جانسن تو مجبور ہو کر چلا آیا تھا لیکن ماریہ کو جنم دینے والی ماں سمجھ رہی تھی کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے مگر وہ اپنے قبیلے کی سلامتی کے لیے چپ تھی اور سلامتی اسی میں تھی کہ پہلی اولاد سپیروں کی بستی میں اس لیڈی وچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو سیکڑوں سانپ ان کے قبیلے میں نہ جانے کہاں کہاں سے پہنچیں گے اور سب کو ڈس لیں گے یا پھر وہ جادوگرنی اپنے کالے جادو سے ایسی آندھی لائے گی کہ پورا قبیلہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے گا۔ تند و تیز آندھی میں سوکھے پتوں کی طرح اڑتا ہوا پہاڑوں اور چٹانوں سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

ماریہ کی ماں کشمکش میں تھی، کبھی سوچتی تھی، محبت کرنے والے خاوند کو حقیقت بتا دے۔ کبھی سوچتی تھی حقیقت معلوم ہو گی تو وہ اپنی جان دے دے گا مگر اولاد کو سپیروں کے حوالے نہیں کرے گا، اس طرح محبت کرنے والا شوہر بھی مارا جائے گا اور بستی والے بھی زندہ نہیں بچیں گے۔

جب اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور پتا چلا کہ ایک بہت ہی گورے رنگ کی خوبصورت سی بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ صدمات سے چور چور ہو گئی۔ چیخ چیخ کر کہنے لگی "میری بیٹی کو سپیروں کے حوالے نہ کیا جائے، میں اسے لے کر یہاں سے دور چلی جاؤں گی۔"

لیکن کسی نے اس کی نہیں سنی۔ بیٹی، لیڈی وچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی گئی۔ ایسے ہی وقت ماریہ کی ماں ذہنی توازن قائم نہ رکھ سکی، ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔ بعد میں سر تھامس جانسن اسے علاج کے لیے لندن لے گیا۔

اب اس بات کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا کہ ماریہ، تھامس جانسن کی بیٹی ہے۔ اس نیم پاگل عورت کا دس برس تک علاج ہوتا رہا تب وہ آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگی۔ نارمل ہونے کے بعد اس نے سوچا، اس کی بیٹی پیدائش کے وقت زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہو گی۔ یہ بات اس نے اپنے شوہر کو بتائی۔ اس نے بے یقینی سے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ تم پورے ہوش و حواس میں ہو؟"

"میں ایک ماں ہوں۔ اپنی اولاد کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی، غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی۔ میں نے یہ بات آپ سے چھپائی تھی کیونکہ میں بہت مجبور تھی، اگر آپ کو حقیقت معلوم ہوتی اور آپ اپنی اولاد کو لینے کی ضد کرتے تو وہیں مارے جاتے۔ میں نے اپنے قبیلے کو اور آپ کو بچانے کی خاطر ایک بیٹی کی قربانی دی ہے لیکن یہ قربانی اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ میں اتنے برس تک پاگل رہی، مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ میں زندہ تھی۔ اور اب ہوش و حواس کی زندگی ملی ہے تو بیٹی کی یاد مجھے تڑپا رہی ہے، پتا نہیں وہ کیسی ہو گی، کس حال میں ہو گی۔"

سر تھامس جانسن نے پھر ایک بار سرکاری سطح پر ذمے دار حکام کو بتایا "پہاڑی کے دامن میں سپیروں کا جو قبیلہ آباد ہے، اس کی شی کوبرا میری بیٹی ہے۔ میں اسے اپنی پناہ میں لینا چاہتا ہوں۔"

سر تھامس جانسن سے پوچھا گیا "اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہاں جو شی کوبرا ہے، وہ تمہاری بیٹی ہے۔"

اس نے کہا "میں جبراً کسی کی بیٹی کو کیوں اپناؤں گا، وہ میری ہے، اسے میرے پاس رہنا چاہیے۔"

اسے سمجھایا گیا "سر تھامس! تم جانتے ہو، افریقی ملکوں سے اب برطانوی اثر ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم ٹھوس ثبوت کے بغیر قانوناً اس لڑکی کا مطالبہ نہیں کر سکیں گے۔"

ماریہ کی ماں نے کہا "ایک ہی ثبوت ہے، میرے شوہر نے اولاد کی پیدائش سے پہلے کہا تھا، اگر بیٹا ہو گا تو اس کا نام.... ایڈورڈ تھامس رکھا جائے گا اور بیٹی ہو گی تو اسے ماریہ تھامس کہیں گے۔ میں اپنی بیٹی کو سپیروں کے حوالے کرنے پر راضی نہیں تھی، بہت مجبور ہو کر ایسا کیا لیکن اپنے سردار باپ کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ میری بیٹی کا نام ماریہ رکھا جائے گا اور سب اسے اسی نام سے پکاریں گے۔"

اس سے پوچھا گیا: "کیا ضروری ہے کہ اس کا نام ماریہ رکھا گیا ہو، یوں بھی عرفِ عام میں وہ شنی کورا کہلاتی ہے۔"

ماریہ کی ماں نے کہا: "ہم قبیلے والے اچھی طرح جانتے ہیں، ہمارا سردار جس بات کا وعدہ کر لیتا ہے، اُسے ضرور پورا کرتا ہے۔ اُس نے لیڈی وِچ ڈاکٹر سے بھی یہی شرط منوائی تھی۔ میں یقین سے کہتی ہوں، ہماری بیٹی کا نام آج بھی ماریہ ہوگا۔"

برطانوی سرکار نے افریقی سرکار سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا لیکن کوئی اس نام کو ٹھوس ثبوت کے طور پر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ماریہ کسی بھی لڑکی کا نام ہو سکتا تھا اور سیاہ فام سپیروں کی بستی میں گورے رنگ کی لڑکی کسی بھی انگریز کی اولاد ہو سکتی تھی کیونکہ آئے دن کتنے ہی انگریز ان جنگلات میں شکار کھیلنے جاتے تھے، وہاں کے قبیلوں میں راتیں گزارتے تھے اور وہاں پیدا ہونے والی اولاد کا حساب کیے بغیر چلے آتے تھے۔

سر تھامس جانسن نے ہر طرف سے مایوس ہو کر فرنگی سیاست سے کام لینا شروع کیا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ بیٹی سیدھی طرح ہاتھ نہیں آ رہی ہے تو اسے اغوا کرایا جائے اور جب تک کامیابی نہ ہو، بیٹی کو وہیں کسی نہ کسی طرح مہذب بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کام کے لیے اس نے وہاں کے حبشیوں کی خدمات حاصل کیں۔ اُنھیں بڑی بڑی رقمیں دیں۔ ایسے دو نیگرو جو انگریزی بھی جانتے تھے، سانپوں کے تاجر بن کر سپیروں کی بستی میں پہنچ گئے پھر وہیں رہائش اختیار کر لی۔

وہ دونوں تاجر سپیروں سے مہنگے داموں سانپ خریدتے تھے اور اُنھیں بیرونی ممالک میں ضرورت مندوں کے ہاتھوں فروخت کرتے تھے۔ سپیروں کو بڑی بڑی رقمیں ملتی تھیں، کھانے پینے کا سامان اور پہننے کے لیے عمدہ کپڑے ملتے تھے، اس لیے وہ بہت خوش تھے۔ اِدھر یہ دونوں ماریہ کو بھی متاثر کرتے رہتے تھے اور اسے انگریزی زبان سکھانے کے علاوہ شہری زندگی اور انسانی تہذیب کے متعلق بہت کچھ بتاتے رہتے تھے۔

ماریہ بچپن سے ہی لیڈی وِچ ڈاکٹر کو اپنی ماں سمجھتی تھی، اس کی ہر بات مانتی تھی۔ اُس نے بچپن سے یہ دیکھا تھا کہ جو اُس کی ماں کہتی ہے، وہی ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کی عزت کرتے ہیں، اس سے خوف کھاتے ہیں اور اس کے ہر حکم پر سر جھکا دیتے ہیں۔

وہ جب بھی کوئی خطرناک کالا عمل کرتی تو کسی جانور یا انسان کی گردن ضرور کٹواتی تھی، طرح طرح کے منتر پڑھ کر ان ہلاک ہونے والے انسانوں یا جانوروں کے خون کے چھینٹے چاروں طرف پھینکتی تھی، وہ چہرے سے ہی چڑیل دکھائی دیتی تھی۔ اُسے دیکھ کر سب سہم جاتے تھے۔ آج تک اُس نے جتنے انسانوں اور جانوروں کی گردنیں کٹوائی تھیں، ان سب کو ایک پر ایک رکھ کر ان کی چار دیواری بنائی تھی۔ اس چار دیواری میں پھوس کی چھت ڈال کر رہا کرتی تھی۔ اس کے گلے میں ننھے ننھے مُردہ بچوں کی کھوپڑیوں کی مالا ہوتی تھی جسے دیکھ کر صاف پتا چلتا تھا کہ وہ کتنی سفاک، سنگدل اور بے رحم ہے۔

وہ اپنے جادو کے ذریعے اکثر صحیح پیش گوئی کرتی تھی۔ اس نے کہا تھا، سامنے والے قبیلے میں ایک انگریز آئے گا، جس سے ایک بیٹی پیدا ہوگی اور وہ بیٹی ہمارے ہاں شنی کورا بن کر رہے گی تو ہمیں خوش حالی نصیب ہوگی۔

جب ماریہ دس برس کی ہوئی تو وہ اُسے سمجھانے لگی: "دیکھو بیٹی، تمھیں یہاں سے بھگا کر لے جانے والے کتنے ہی لوگ آئیں گے، اگر تم ان کی دُشمن بن جاؤ گی تو کوئی کامیاب نہیں ہوگا۔"

وہ دو نیگرو تاجر بن کر آئے تھے۔ اسے انگریزی زبان سکھاتے تھے، اس کے لیے طرح طرح کے لباس لائے تھے، اسے لباس پہننا بھی سکھایا تھا۔ ایک دن ان میں سے ایک نے کہا: "یہ جادوگرنی تمھاری ماں نہیں ہے۔ تمھارے ماں باپ یہاں سے دُور لندن شہر میں تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا تم وہاں جانا پسند نہیں کرو گی؟"

اُس نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگی: "میری ماں میرے ساتھ رہتی ہے، میں کسی اور کو نہ تو جانتی ہوں اور نہ جاننا چاہتی ہوں۔"

ماریہ کے انکار نے ان کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔ وہ سمجھ گئے، اگر اس نے لیڈی وِچ ڈاکٹر سے شکایت کر دی تو وہ بے رحم عورت اپنے جادو سے اپنے سپیروں کے ذریعے انھیں ختم کر ڈالے گی، لہٰذا ایک نے جبراً ماریہ پر قابو پایا، اس کے منہ اور ہاتھوں کو باندھا۔ رات کا وقت تھا۔ ایک نے اُسے کاندھے پر لاد لیا، دوسرے نے اپنی اسٹین گن سنبھالی، پھر وہ بستی کے اندر سے گزرتے چلے گئے۔ کتنے ہی سپیروں نے انھیں دیکھا، اپنے نیزے اور تیر کمان نکالے۔ ماریہ کے ساتھ رہنے والی عورتیں بھی تیر کمان لے کر آ گئی تھیں لیکن اسٹین گن کے ایک برسٹ نے ان سب کو پیچھے جانے یا چھپنے پر مجبور کر دیا۔ لیڈی وِچ ڈاکٹر ایک بڑے سے پتھر پر آ کر کھڑی ہو گئی پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بولی: "میرے ماننے والو! مجھ پر یقین رکھنے والو! ان کا پیچھا نہ کرو، وہ بے موت مریں گے اور تمھاری شنی کورا پھر تمھارے پاس واپس آ جائے گی۔"

ان دونوں نیگروؤں کو زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ پہاڑی کے پیچھے ان کے لیے پہلے سے ایک گاڑی تیار تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک غار سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس غار کے اندر سے کئی سرنگ نما راستے دائیں بائیں جاتے تھے جو اس پہاڑی کے اندر دُور ہی دُور نہ جانے کہاں لے جاتے تھے۔ انھیں تو سیدھا اس غار کے آخری سرے تک پہنچنا تھا۔ اُدھر لیڈی وِچ ڈاکٹر بڑے سے پتھر پر کھڑی ہوئی آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر منتر

پڑھ رہی تھی اور چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہی تھی، اُدھر ماریہ کے منہ پر بندھا ہوا پٹہ کھل گیا تھا یا ہو سکتا ہے کپڑا پوری احتیاط سے نہ باندھا گیا ہو۔ ماریہ اُس کے کاندھے پر لدی ہوئی تھی اور جھٹکے کھا رہی تھی، اس طرح پٹہ ڈھیلا پڑ گیا ہوگا۔ ماریہ کا منہ کھل گیا تھا، اُس نے غصے سے پھنکار کر اس کی پشت پر کاٹ لیا۔ اُسے اغوا کرنے والے کی ایک چیخ بلند ہوئی، وہ لڑکھڑا کر گرا اور وہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے لگا۔

وہ جانتے تھے، ماریہ کو زہریلی بنا دیا گیا ہے لہٰذا اُنھوں نے اپنے بچاؤ کے لیے ایک زہر مہرہ ساتھ رکھا تھا۔ اسٹین گن والا ساتھی اُس کی مدد کے لیے لپکا۔ وہ زہر مہرے سے کام لینا چاہتا تھا، ماریہ اچانک اُس سے بھی لپٹ گئی، وہ اُسے ہلاک نہیں کر سکتا تھا کیونکہ زندہ سلامت سر تھامس جانسن تک پہنچانے کا معاوضہ لے چکا تھا۔ اس نے ماریہ کو اپنے سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ اتنی دیر میں اُس نے اُسے بھی ڈس لیا۔

جب وہ تنہا غار سے نکل کر واپس آئی تو بستی کے تمام سپیرے خوشی سے اُچھل اُچھل کر ناچنے لگے۔ اس کی سہیلیوں نے آ کر اسے گھیر لیا۔ سب کے سب لیڈی وِچ ڈاکٹر کے آگے جُھک رہے تھے اور اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ چڑیل اونچے پتھر پر کھڑی دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہہ رہی تھی: "اب ہوشیار ہو جاؤ، آئندہ کسی بھی اجنبی کو اپنی بستی میں رہنے کی اجازت نہ دینا، کوئی بھی آئے تو اُسے مار مار کر بھگا دینا۔"

ماریہ پندرہ برس کی ہو گئی تھی۔ ایک دن اُس کی چڑیل ماں نے کہا: "شاید مجھ پر بُرا وقت آ رہا ہے، تُو اگر چاہے تو مجھے بچا سکتی ہے۔"

اُس نے کہا: "میں تمھارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں، بولو! مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا کالا علم بتاتا ہے کہ یہاں ایک نوجوان آئے گا، میں اُس کے سامنے مجبور ہو جاؤں گی، میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کس طرح مجبور ہو جاؤں گی۔ میں نے آج تک بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دی ہے، بھلا ایک نوجوان مجھے کیسے بے بس کر سکے گا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

ماریہ نے کہا: "جب بھی وہ آئے گا، میں اُسے دیکھتے ہی ڈس لوں گی۔ میری سہیلیاں اسے تیر سے چھلنی کر دیں گی۔"

"بیٹی، میں یہی چاہتی ہوں، کوئی بھی آئے، اس سے کبھی متاثر نہ ہونا، اُسے دیکھتے ہی ڈس لینا۔ اگر تُو نے ایسا کیا تو میرا بُرا وقت ٹل جائے گا۔"

اُس روز سے ماریہ محتاط رہنے لگی پھر آنے والے دن کسی کا انتظار کرنے لگی۔ جسے دیکھا نہ ہو اور اُس کا انتظار بھی ہو تو اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ آنے والا اس سوچنے والی کے دماغ میں غیر شعوری طور پر نقش ہوتا رہا۔ اس کی چڑیل ماں نے اپنے علم کے ذریعے بہت کوشش کی کہ آنے والے کے متعلق کچھ معلوم ہو سکے، وہ کس دن آ سکتا ہے، وہ کون ہوگا اور کیسا ہوگا؟ اس چڑیل کی پچاس سالہ زندگی میں بارہا ایسا ہو چکا تھا کہ بہت سی باتوں کا صحیح پتا نہیں چلتا تھا اور وہ آنے والے وقت کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

ہم مسلمان ہیں، ہمارا یہ ایمان ہے کہ خیر کے مقابلے میں شر اور انسان کی نیکی کے مقابلے میں شیطانی عمل ضرور ہوتا ہے۔ ہم ازل سے شیطان کا مقابلہ کرتے آئے ہیں، جہاں ناکام ہوتے ہیں، وہاں شکست کھاتے ہیں۔ کبھی قدرتی حالات ہمارے موافق بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ پارس اوّل کے ساتھ ہُوا جب وہ سلارا اور غلام باقی کے ساتھ جنگل کے اس حصّے میں داخل ہُوا تو وہ چڑیل بری طرح بیمار پڑی ہوئی تھی، کھوپڑیوں کی چار دیواری سے باہر نہیں آ سکتی تھی، اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اُٹھ کر پانی بھی نہیں پی سکتی تھی، کوئی منتر پڑھنے کے قابل نہیں رہی تھی، کچھ پڑھنا چاہتی تو تھوڑی دیر میں سانس پھولنے لگتی تھی اور وہ ہانپتے ہانپتے پریشان ہو کر سوچتی تھی کیا بُرا وقت آ گیا ہے؟

ماریہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا میں نہانے گئی تھی۔ وہاں اُس نے پارس کو دیکھا، وہ صرف ایک نیکر پہنے ہوئے تھا۔ اس کا گورا بدن دھوپ کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا اور وہ دوڑتا ہُوا ایک درخت کے پاس جا رہا تھا، وہ سب جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ ماریہ اُسے بے اختیار دیکھتی ہی جا رہی تھی، اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، وہ کیوں دیکھ رہی ہے، وہ جوان کیوں اچھا لگ رہا ہے؟ پھر اُس نے اپنی ایک سہیلی سے کہا: "تیر چلاؤ، مگر اسے زخمی نہ کرنا۔"

اُس کی سہیلی نے کمان سنبھالی، تیر کو چلّے پر چڑھایا پھر کھینچ کر چھوڑا۔ تیر سنسناتا ہُوا، پارس کے قریب سے گزرتا ہُوا درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا، وہ فوراً ہی اُچھل کر دور زمین پر جا گرا۔ اُس نے احتیاطاً ایسا کیا تھا کہ دوسرا کوئی تیر اسے نہ لگے اور اس کے اُوپر سے گزر جائے۔ ماریہ نے سمجھا، وہ گھبرا کر گر پڑا ہے۔ اُسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ہنستی ہوئی جھاڑیوں کے پیچھے سے نکلی۔ وہ اپنی ہنسی کے دوران اس نوجوان کو دیکھتی جا رہی تھی۔

پارس کے ننگے بدن پر چیونٹے رینگ رہے تھے، وہ انھیں ہاتھوں سے جھٹک کر دُور پھینک رہا تھا۔ ماریہ نے قریب آ کر ایک چیونٹے کو اپنی چٹکی میں لیا پھر اُسے اپنے منہ کے لعاب میں ڈبو دیا۔ چیونٹا دیکھتے ہی دیکھتے مر گیا۔ پارس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر پوچھا: "کیا تم زہریلی ہو؟"

اس سوال نے ماریہ کو بھی چونکا دیا، اُسے اپنی چڑیل ماں کی بات یاد آئی: "کوئی بھی تمھارے پاس آئے تو اُسے زندہ نہ چھوڑنا، فوراً ڈس لینا۔" مختصر یہ کہ اس نے پارس کے ہاتھ کو چومنے کے

بھانے ہولے سے کاٹ لیا۔ جب وہ چیخ مار کر زمین پر گرا اور ایڑیاں رگڑنے لگا، تب جانے اس نوعمر لڑکی کے دل میں کیسی کھلبلی پیدا ہوگئی۔ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس جوان کے ساتھ وہ خود اذیتوں میں مبتلا ہو رہی ہو۔ اس نے چند لمحوں تک اُسے تڑپتے ہوئے دیکھا، پھر برداشت نہ ہو سکا، وہ فوراً ہی اس کے ہاتھ پر جھک گئی۔ جہاں کاٹا تھا، وہاں ہونٹ رکھ دیئے پھر زہر کو چوسنے لگی، وہ جس ردِ عمل کا مظاہرہ کر رہی تھی وہ جذباتی بھی تھا اور منطقی بھی۔ جذباتی اس لیے کہ وہ غیر شعوری طور پر پارس سے متاثر ہوگئی تھی، اگر پہلی نظر میں محبت ہو جاتی ہے تو اسے بھی ہوگئی تھی۔ اس ردِ عمل کا منطقی پہلو یہ تھا کہ سانپ کبھی خود آ کر کسی کو نہیں کاٹتا۔ اکثر یہی دیکھنے میں آیا ہے، جب اُسے پریشان کیا جاتا ہے یا اس کے سامنے بین بجا کر چھیڑا جاتا ہے، تب ہی وہ ڈستا ہے۔ وہ دو نیگرو، ماریہ کی مرضی کے خلاف اسے اغوا کر کے لے جا رہے تھے، اُسے پریشان کر رہے تھے، اس نے دونوں کو ڈس لیا تھا جبکہ پارس نے اس کی دوستی کے جواب میں کہا تھا ”آئی فرینڈ، یو فرینڈ... میں دوست، تم دوست،“ جب وہ دوست تھا تو پھر اُس نے کیوں ڈس لیا؟ صرف اس لیے کہ اس کی چڑیل ماں نے حکم دیا تھا۔ بہرحال اُس نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ زہریلی ہونے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ انسان کی بچی نہیں تھی، یقیناً تھی، اسی لیے اس میں احساس بھی تھا، ندامت بھی تھی، محبت بھی تھی اور پچھتاوا بھی تھا، لہٰذا اُس نے جو کیا اُس کی تلافی کر دی۔

جب اُسے یقین ہو گیا کہ اس کے زہر سے تڑپنے.... والا خطرے سے باہر ہے تو اُس نے اپنی سہیلیوں سے کہا ”اسے فوراً ہماری خاص جگہ لے چلو۔“

اُس نے سہیلیوں کے ساتھ غار کے ایک حصے میں ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جہاں وہ سب مل کر ہنستی بولتی اور طرح طرح کے کھیل کھیلتی تھیں، اگر کھیل ہی کھیل میں کبھی اس کی کسی سہیلی کو اس کا دانت لگ جاتا یا کسی طرح اس کی ذات سے نقصان پہنچتا تو وہ فوراً اس زہر کا توڑ کرتی تھی۔ پہلے اپنا زہر چوس لیتی تھی پھر جڑی بوٹیوں کے ذریعے رگوں میں دوڑنے والے زہر کے اثر کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتی تھی۔ اُسے صرف زہریلی نہیں بنایا گیا تھا بلکہ زہر کا توڑ بھی سکھایا گیا تھا، مختلف جڑی بوٹیوں کا استعمال بھی بتایا گیا تھا۔

اُس کی سہیلیوں نے بانس کاٹ کر ایک اسٹریچر بنایا، اس پر پارس کو اُٹھا کر لٹایا پھر اس اسٹریچر کو کاندھے پر رکھ کر اسی غار کے مخصوص حصے میں چلی آئیں۔ وہاں سب نے مل کر جڑی بوٹیوں کا عرق تیار کیا پھر پارس کا منہ کھول کر وہ عرق اس کے حلق میں ڈالا۔ جب اس دوا کا خاطر خواہ اثر ہونے لگا اور وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اُس نے سہیلیوں سے کہا ”میں اپنی ماں سے مل کر آتی ہوں۔ تب تک اس کا خیال رکھنا۔“

اُس نے جاتے جاتے خوابیدہ پارس پر ایک نظر ڈالی پھر سر جھکا کر سوچتی ہوئی غار کے اس حصے سے گزرنے لگی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے قدم ماں کی طرف جا رہے ہوں اور دل اس نوجوان کی طرف بھاگ رہا ہو، وہ بہت پریشان تھی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، ایسا کیوں ہو رہا ہے، وہ اتنا اچھا کیوں لگ رہا ہے؟ وہ چپ چاپ سر جھکائے بستی کے درمیان سے گزرتی رہی۔ اس کے پاس سے گزرنے والی عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان سر جھکاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ وہ چڑیل ماں کی جھونپڑی کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس جھونپڑی کا دروازہ نہیں تھا۔ دروازے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کوئی وہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف ماریہ اندر جاتی تھی۔ آج وہ چوکھٹ پر بیٹھ گئی۔

چڑیل ماں سرکنڈے کی چٹائی پر پڑی ہوئی تھی۔ ایسی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے سانس لینا دشوار ہو رہا ہو۔ اس نے سر گھما کر چوکھٹ کی طرف دیکھا پھر کہا ”اندر آ جاؤ۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”نہیں آؤں گی۔“

”کیا بات ہے؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”جس کی تُو نے بات کہی تھی، وہ آ گیا ہے۔“

”کیا تُو یہ کہنا چاہتی ہے، کوئی اجنبی آیا ہے؟“

اُس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ چڑیل ماں نے تڑپ کر اس کی طرف کروٹ لی پھر لرزتے ہوئے بولی ”تُو نے اسے ڈس لیا ہے، نا؟“

اُس نے پھر ہاں کے انداز میں سر ہلایا، ماں بولی ”وہ مر گیا ہے نا؟“

ماریہ چپ رہی۔ چڑیل نے دانت پر دانت جما لیے۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دانت پیس کر غصے کا اظہار کرتی پھر لرزتی ہوئی بولی ”نہیں، وہ زندہ ہے۔ میں سمجھ گئی۔ اگر وہ مر چکا ہوتا تو میں اس حالت میں نہ ہوتی۔ اب میری سمجھ میں آیا ہے، میں کس طرح بے بس ہو گئی ہوں۔ اس کے آتے ہی بیماری نے مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ میں منتر بھی نہیں پڑھ سکتی۔ پڑھنا چاہتی ہوں تو کمزوری کے سبب گر جاتی ہوں یا زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ جا یہاں سے، ابھی جا اور اسے ختم کر دے۔“

ماریہ نے توقع کے خلاف ایک سوال کیا ”کیا تُو میری سگی ماں ہے؟“

وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولی ”کیا بکتی ہے، تیرے دماغ میں یہ سوال کیسے پیدا ہوا؟“

”میں بڑی ہو گئی ہوں، بہت سی باتوں کو سمجھنے لگی ہوں، اس بستی کے دستور کو بھی جانتی ہوں۔ یہاں وہی شی کوبرا بن سکتی ہے

یا کوبرا ناگ بن سکتا ہے جو تم لوگوں سے مختلف ہو، گوری چمڑی والا ہو اور کسی انگریز کی اولاد ہو۔ تم اسے زہریلا بنا دیتی ہو جیسا کہ مجھے بنا دیا ہے۔ کیا کوئی ماں اپنی اولاد کو زہر پلاتی ہے؟ اگر نہیں پلاتی تو تم نے کیسے پلایا اور جب تم نے پلایا ہے تو پھر تم میری سگی ماں نہیں ہو۔“

”کیا تُو مجھ سے انتقام لینے آئی ہے؟“

”نہیں، یہ یاد دلانے آئی ہوں کہ عام حالات میں سانپ بے ضرر ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ میں بھی اس نوجوان کو خواہ مخواہ مارنا نہیں چاہتی۔“

”وہ زندہ رہے گا تو میں مر جاؤں گی۔“

”میں اسے سمجھاؤں گی۔ اچھا ہو جائے گا، تو یہاں سے کہیں دور چلا جائے گا، تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

وہ غصے سے بولی ”میں اپنے کالے علم کے ذریعے جو خطرہ محسوس کرتی ہوں، بتا دیتی ہوں۔ اگر تیری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو یہاں سے چلی جا۔ کیا تُو مجھے مجبور اور بے بس سمجھتی ہے؟ مجھے ذرا اُٹھ کر بیٹھنے دے، ذرا توانائی ملنے دے، پھر دیکھ میں تجھے بھی اس جوان کے ساتھ کالے علم سے غارت کر دوں گی۔ جا یہاں سے دور ہو جا، میری نظروں سے دور چلی جا۔“

وہ چپ چاپ چوکھٹ پر بیٹھی رہی۔ اسے اپنی ماں سے بہت ڈر لگتا تھا۔ پوری بستی ڈرتی تھی۔ آس پاس کے قبیلے والے اس سے خوف کھاتے تھے، اس کا ہر مطالبہ پورا کرتے تھے اور جو ایسا نہیں کرتا تھا، وہ خون تھوک تھوک کر مر جاتا تھا یا کسی بیماری میں مبتلا ہو کر یا کسی سانپ کے زہر سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ختم ہو جاتا تھا۔ ماریہ بھی ڈرتی تھی، پر جانے کیا بات تھی، آج ڈر نہیں لگ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا، اگر اس نوجوان کو مارے گی تو خود مر جائے گی اور اگر اسے زندہ رکھے گی تو اسے اندر سے ایسی خوشی حاصل ہو گی جس کے متعلق نہ وہ پہلے جانتی تھی اور نہ کبھی سوچتی تھی۔ آج بھی وہ جان بوجھ کر کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔ بس دل ضد کر رہا تھا کہ اسے نہیں مارنا چاہیے اور وہ ماں سے ضد کر رہی تھی کہ اسے زندہ رکھے گی۔

وہ سر جھکا کر چوکھٹ سے اُٹھ گئی، وہاں سے جانے لگی۔ چڑیل ماں اپنی پوری قوت صرف کر کے چیخنے لگی ”ارے کوئی ہے؟ اِدھر آؤ، میری بات سنو۔ قبیلے کے سردار سے کہو، اس کے ہاں بہت سے انگریز آتے ہیں۔ وہ قبیلے کی کسی لڑکی سے کسی انگریز کی شادی کرائے گا پھر اس سے اولاد ہو گی اور وہ اولاد کوبرا مین یا شی کوبرا بننے کے لیے میرے پاس آئے گی۔ میں، ماریہ کو ختم کر رہی ہوں، فنا کر رہی ہوں۔“

ماریہ سر جھکائے بستی کے اندر سے گزر رہی تھی۔ انسانی ہڈیوں کی چار دیواری کے اندر سے اس چڑیل کی آواز ابھر رہی تھی اور بستی والے سن رہے تھے، حیرانی اور پریشانی سے ماریہ کو دیکھ رہے تھے، وہ اچھی طرح جانتے تھے، وہ جسے مارنا چاہتی تھی، اسے سانپوں کے زہر سے یا اپنے جادو ٹونے سے ختم کر دیتی تھی یا اپنے سپیروں کو حکم دیتی تھی کہ وہ اسے تیروں سے چھلنی کر دیں۔ اب بستی والے یقیناً سوچ رہے ہوں گے، اگر ایسا موقع آئے گا، اور وہ چڑیل، ماریہ کو تیروں سے چھلنی کرنے کا حکم دے گی تو کیا وہ انکار کر سکیں گے؟

ماریہ جیسے دنیا والوں سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ کسی کی پروا نہیں تھی، کون اس کے ساتھ ہے اور کون اس کا ساتھ چھوڑ رہا ہے یا بستی والے اس کے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہیں؟ اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی، وہ سر جھکائے چلتی ہوئی غار میں آئی پھر پارس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ اب تک گہری نیند میں تھا۔ اس کے آس پاس چھ سہیلیاں تھیں۔ ماریہ نے اُنھیں باری باری دیکھا پھر کہا ”مجھے اس جوان کو زندہ رکھنے کی سزا ملنے والی ہے۔ میری ماں مجھے مار ڈالے گی، اگر تم سہیلیوں نے میرا ساتھ دیا تو وہ تمھیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی، اس لیے چلی جاؤ، مجھے تنہا چھوڑ دو۔“

وہ تمام سہیلیاں اس کے زہر سے ڈرتی تھیں لیکن زہر سے زیادہ اس کی چڑیل ماں سے ڈرتی تھیں۔ ماریہ کی بات سن کر سب کی سب سہم گئی تھیں۔ ایک دوسرے کا منہ تک رہی تھیں، اس نے کہا ”سب ہی کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے، تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گی تو دنیا چھوڑ کر جانا ہو گا لہٰذا چلی جاؤ، مجھ سے کچھ نہ کہو۔“

وہ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگیں۔ ماریہ تنہا رہ گئی۔ ان لمحات میں اسے دکھ پہنچ رہا تھا ”کیا میں اس دنیا میں اکیلی ہوں؟ میں پیدا ہوئی تو ماں کی گود نہیں ملی، باپ کا پیار نہیں ملا۔ میرے نانا سردار نے اپنی اور قبیلے والوں کی جان بچانے کے لیے مجھے وچ ڈاکٹر کے حوالے کر دیا۔ میں جھوٹی عزت اور شان و شوکت سے کتنی خوش تھی۔ سب کے سب سر جھکاتے تھے، میری عزت کرتے تھے اور مجھ سے ڈرتے تھے۔ میری چڑیل ماں کہتی تھی، عزت اسی کی جاتی ہے جس سے ڈر لگتا ہے، لہٰذا دنیا والوں کو اپنے زہر سے ڈرا کر رکھنا چاہیے لیکن تمام قبیلوں کے جنگلی لوگ زہر سے کم اور جادو سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے، میں کیوں نہیں ڈرتی؟“

یہ سوچتے ہوئے اس نے پارس کو دیکھا۔ اس کی نگاہیں چہرے پر جم گئیں، وہ جیسی بیٹھی ہوئی تھی، ویسی ہی بیٹھی رہ گئی، ایک ذرا نہیں ہل رہی تھی، اپنی نظروں کو وہاں سے ہٹانا نہیں چاہتی تھی۔

اس لڑکی نے آج تک کوئی مصیبت نہیں جھیلی تھی۔ دراصل مصیبت خود کبھی نہیں آتی۔ ایک انسان دوسرے انسان کے لیے

لاتا ہے اور وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب اس سے ڈرتے تھے لہٰذا کوئی اس کے لیے مصیبت نہیں لا سکتا تھا بلکہ اس کی مصیبت میں کام آنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ آج پہلی بار وہ ایک مصیبت میں پڑ گئی تھی، وہ نہیں سمجھتی تھی کہ پارس سے کوئی محبت ہے یا لگاؤ ہے بس وہ اتنا سمجھتی تھی کہ خوامخواہ کسی کے جسم میں اپنا زہر نہیں اُتارنا چاہیے۔ آج اتنے سخت آزمائشی مرحلے میں اس کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ تھی کہ اسے مصیبت سے نکلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ آج تک نہ اس نے کوئی تدبیر سوچی تھی نہ اب سوچ رہی تھی، بس ایک ٹک پارس کو دیکھتی جا رہی تھی۔

سونیا نے ہیلی کاپٹر کی پرواز کے دوران اس بستی کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا پھر اس سے دور، پہاڑی کے دامن میں رہنے والے پیپیروں کو بھی دیکھا تھا۔ اس نے بستی سے دو میل دور ہیلی کاپٹر اُتارا تھا۔ پندرہ آدمی وہاں اُتر گئے تھے، وہ پھر پرواز کرتی ہوئی اس پہاڑی کے اوپر پہنچی، جس کی پستی میں پیپیروں کی بستی تھی۔ آرمر نے بتا دیا تھا کہ وہ زہریلی لڑکی اسی بستی میں رہتی ہے لہٰذا پارس بھی وہیں ہو سکتا ہے۔ سونیا سیدھی اس پہاڑی پر اُتری تھی اور اپنے آدمیوں کو دور دور تک پھیلا دیا تھا۔ ماسک مین کے آدمی، سردار کی بستی سے سونیا کی اس کارروائی کو صاف طور سے دیکھ رہے تھے، سونیا بھی ان سے چھپنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اس تدبیر پر عمل کر رہی تھی کہ پہاڑی پر اپنے مسلح افراد کے ساتھ پہنچے گی تو ماسک مین کا کوئی آدمی ادھر آنے کی جرأت نہیں کرے گا، دور ہی دور سے فائرنگ کرے گا، اس طرح پارس پیپیروں کی بستی میں کہیں بھی ہوگا، کسی حال میں ہوگا تو اسے دشمنوں کی فائرنگ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔

سردار کی بستی کے درمیانی حصے میں ایک اونچا سا درخت تھا، غلام باقی کو اس درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ آرمر نے پوچھا "سلارا کہاں ہے؟"

غلام باقی نے کہا "میں بھی بہت دیر سے اسے نہیں دیکھ پا رہا ہوں شاید اسے کسی جھونپڑی کے اندر باندھ کر رکھا گیا ہے۔"

آرمر پھر ان لوگوں کے دماغوں میں جانے لگا جہاں جگہ مل رہی تھی۔ پتا چلا "اس پارٹی کا لیڈر اپنے چار مسلح افراد کے ساتھ سلارا کو ایک جیپ میں لے گیا ہے۔" آرمر نے ایک کی سوچ میں پوچھا "وہ کس وقت یہاں سے گیا ہے؟"

اس کی سوچ سے پتا چلا جب وہ ہیلی کاپٹر پہاڑی کے اوپر اُترا اور اس پارٹی لیڈر نے دوربین کے ذریعے سونیا کو دیکھا تو فوراً ہی اپنے آدمیوں کو حکم دیا "جیپ میں ضروری سامان رکھو اور سلارا کو لے چلو، اگر ہم سونیا سے ٹکرائیں گے تو ہو سکتا ہے، زندہ رہ جائیں لیکن سلارا ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

آرمر نے سونیا کو آ کر یہ باتیں بتائیں۔ اس نے فوراً اپنے چار آدمیوں سے کہا "ہیلی کاپٹر لے جاؤ اور پرواز کرتے ہوئے دیکھو کہ وہ جیپ میں سلارا کو کہاں لیے جا رہے ہیں، اُن کا راستہ روکو، سلارا کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔"

جنگ چھڑنے سے پہلے جگہ کی اہمیت دیکھی جاتی ہے کہ کون کون سی جگہ محاذ بنا کر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ سونیا نے پیپیروں کی بستی کے قریب پہاڑی پر اپنا محاذ بنا لیا تھا، دشمنوں کو اپنی اہمیت کا یقین دلا دیا تھا کہ وہ بلندی پر ہے، وہاں چٹان اور بڑے بڑے پتھر ہیں، ان کی آڑ میں وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ ان کی فائرنگ سے محفوظ رہے گی۔ سردار کی بستی سے آ کر لڑنے والے نہ تو زیادہ بلندی کی طرف فائرنگ کر سکیں گے اور نہ ہی ہینڈ گرنیڈ وغیرہ پھینک سکیں گے، اس کے برعکس بلندی سے ہینڈ گرنیڈ بہ آسانی پھینکے جا سکتے ہیں۔

جنگ میں جگہ کی اہمیت کے علاوہ فرد کی اہمیت بھی ہوتی ہے۔ سونیا کے لیے پارس اور سلارا بہت اہم تھے۔ ماسک مین کے آدمیوں کو پارس کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ وہ پیپیروں کی بستی میں پہنچا ہوا ہے۔ ان کے پاس سلارا تھی اور وہی سب سے اہم تھی، وہ اسے سونیا سے دور لیے جا رہے تھے۔ ماسک مین کے پارٹی لیڈر نے وہاں سے جاتے جاتے حکم دیا تھا "کوشش کرو گھنٹے دو گھنٹے تک سونیا سے ٹکراؤ ہوتا رہے اور وہ پہاڑی سے اُتر کر سردار کی بستی تک نہ آ سکے۔ جب تک غلام باقی کو زندہ رکھو گے، وہ اوپر سے اسے دیکھتی رہے گی اور اسے حاصل کرنے کے لیے فائرنگ کا تبادلہ کرتی رہے گی، اگر اسے مار ڈالو گے تو وہ انتظار نہیں کرے گی، ہینڈ گرنیڈ کے دھماکے کرتے ہوئے نیچے پہنچ جائے گی۔"

اس نے جنگی نقطۂ نظر سے یہ حکم دیا تھا، جب تک غلام باقی زندہ دکھائی دیتا، اس وقت تک ہینڈ گرنیڈ پھینکے نہ جاتے، کیونکہ وہ بھی ان کی زد میں آ سکتا تھا۔ پارٹی لیڈر نے سختی سے حکم دیا تھا "مجھے سلارا کو یہاں سے لے کر جانے کے لیے گھنٹے دو گھنٹے کی مہلت چاہیے۔ اس وقت تک فائرنگ کا تبادلہ ہونا چاہیے، اگر شکست ہو اور بھاگنا پڑے تو غلام باقی کو گولی مار دینا۔"

اس کے آدمیوں نے بستی کے میدانی حصے میں محاذ بنا لیا تھا۔ ان سب کا رُخ پہاڑی کی طرف تھا اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ سونیا نے اپنے پندرہ مسلح افراد کو وہاں سے دو میل دور ہیلی کاپٹر سے اُتارا تھا، وہ لوگ بستی کے قریب آ گئے تھے اور وہاں سے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ یہ غیر متوقع حملہ تھا۔ ماسک مین کے کتنے ہی آدمی مارے گئے۔ دوسری طرف سے سونیا نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ قبیلے کی عورتیں، بچے اور بوڑھے چیختے چلاتے پناہ کے لیے بھاگنے لگے۔ ماسک مین کے آدمیوں کے پاس اچھا خاصا گولہ بارود تھا لیکن آدمی کم پڑ رہے تھے۔ سردار کے آدمیوں نے دو طرفہ حملوں سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ماسک مین کے آدمیوں کو بھی مجبور ہو کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ سونیا کے آدمی فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو گئے تھے۔ بھاگنے والوں کو غلام باقی پر گولی چلانے کی بھی مہلت نہ ملی۔ میں نے باقی سے کہا "اپنے آدمیوں کے ساتھ ہتھیار لے کر پیپیروں کی بستی میں جاؤ اور ان کی مقامی زبان میں سمجھاؤ کہ ہم دشمن نہیں ہیں۔ ہمارا ایک نوجوان اس بستی میں ہے، ہم اسے لے کر چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

یہی بات میں نے سونیا کو بتائی، وہ بھی پہاڑی سے اُتر کر پیپیروں کی بستی کی طرف جانے لگی۔ تمام پیپیرے بڑی دیر سے ان کی محاذ آرائی کا تماشا دیکھ رہے تھے، انھیں بہت بڑی جنگ کا خطرہ تھا، وہ بستی چھوڑ کر جانے والے تھے کیونکہ دونوں طرف سے ہونے والی فائرنگ کے دوران گولیاں ان کی طرف بھی آ سکتی تھیں۔

جب اُدھر جنگ بند ہوئی، سونیا اور غلام باقی اپنے اپنے مسلح افراد کے ساتھ ان کی طرف آنے لگے تو انھوں نے تیر کمان پھینک دیے اور گھٹنے ٹیک دیے۔ غلام باقی نے انھیں سمجھایا کہ وہ بستی کو فتح کرنے نہیں آئے ہیں، نہ ہی کسی کو نقصان پہنچائیں گے۔ ان کا ایک جوان یہاں ہے، اسے لے کر چلے جائیں گے۔

میں نے سونیا سے کہا "آرمر کی رپورٹ ہے کہ یہاں جو زہریلی لڑکی ہے، اس کا نام ماریہ ہے اور وہ لندن کے سر تھامس جانسن کی بیٹی ہے، اسے اس کے والدین سے ملا دینا بہت بڑی نیکی ہوگی۔"

بستی کے کچھ لوگ لیڈی ویچ ڈاکٹر کو صورتِ حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ اس چڑیل کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، وہ جلدی سے اُٹھ کر اپنے جنتر منتر کا سامان لے کر جھونپڑی کی چوکھٹ پر آ گئی پھر وہاں بیٹھ کر منتر پڑھنے لگی۔ سونیا اور غلام باقی اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچے تو اس جھونپڑی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ غلام باقی نے مقامی باشندوں سے ان کی زبان میں پوچھا، پھر سونیا سے کہا "یہ عورت بہت بے رحم اور انسانی خون کی پیاسی ہے، یہ جسے بھی سانپوں سے ڈسواتی ہے یا اپنے جادو ٹونے سے مارتی ہے، اس کا سر کاٹ کر یہاں رکھتی ہے اور اس طرح اس نے انسانی سروں کی چار دیواری بنائی ہے۔"

وہ چڑیل کچھ منتر پڑھنے کے بعد غلام باقی کی طرف پھونک مارنا چاہتی تھی، باقی نے اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری، وہ چیخ مار کر اُلٹ گئی، چوکھٹ کے اندر گئی۔ سونیا کے ساتھ آنے والوں نے اپنی رائفل کے کندوں سے کھوپڑیوں کی دیواروں پر ضربیں لگائیں تو ساری دیواریں ٹوٹ کر اس چڑیل پر گرنے لگیں، وہ چیخ چیخ کر ہاتھ پاؤں جھٹک رہی تھی اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ غلام باقی نے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر اتنی زور سے کھینچی کہ وہ ہڈیوں کے ڈھیر سے نکل کر بستی والوں کے پاس جا گری۔ غلام باقی نے اس کے پاس آ کر کہا "اب منتر پڑھو، اپنے کالے جادو سے بستی والوں کو دہشت زدہ کر سکتی ہو تو کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا ایک پاؤں اس کے منہ پر رکھ دیا، وہ فوجی طرز کے بھاری بھرکم جوتے پہنے ہوئے تھا۔ ان کا وزن ہی اس بیمار چڑیل کے لیے کافی تھا، کجا یہ کہ غلام باقی نے اپنے پاؤں کا ہلکا دباؤ بھی ڈالا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے، وہ تھوڑی دیر تک ہاتھ پاؤں جھٹکتی رہی، تڑپتی رہی پھر ٹھنڈی پڑ گئی۔

اس کے مرتے ہی بستی کے تمام لوگ گھٹنے ٹیک کر غلام باقی کے سامنے جھکنے لگے۔ اس نے کہا "تم سب اُٹھ جاؤ، میرے سامنے سر نہ جھکاؤ۔ آج تمھیں ایک کالی بلا سے نجات مل گئی ہے۔ خوش رہو اور آزادی سے زندگی گزارو، کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اتنا بتاؤ، وہ نوجوان کہاں ہے جسے زہریلی لڑکی نے ڈس لیا تھا؟"

ماریہ کی سہیلیوں میں سے ایک سہیلی نے کہا "میں جانتی ہوں، وہ ماریہ کے ساتھ غار کے اندر ہے۔"

سونیا نے کہا "باقی! تم جوانوں کے ساتھ پہاڑی پر رہو اور چاروں طرف نظر رکھو، پسپا ہونے والے دشمن واپس آ کر منظم حملے کر سکتے ہیں۔"

وہ دو مسلح جوانوں کے ساتھ اس لڑکی کی رہنمائی میں غار کی طرف جاتے ہوئے بولی "فرہاد! آرمر سے کہو، ہمارے جو آدمی ہیلی کاپٹر میں گئے ہیں، ان سے رابطہ قائم کرے اور سلارا کے متعلق رپورٹ حاصل کرے۔"

میں نے آمر کو ہدایت دی، پھر واپس سونیا کے پاس آیا۔ ہم نے ماسک مین کے آدمیوں کو پسپا کیا تھا۔ اس قبیلے کے سردار کی کمر توڑ دی تھی، اُس چڑیل کا خاتمہ کر دیا تھا لہٰذا اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ بیٹا بھی ہمیں ملنے ہی والا تھا لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ مہربان ہونے والی تقدیر اچانک نامہربان بھی ہو جایا کرتی ہے، پے در پے کامیابیاں حاصل کرتے کرتے کبھی اچانک ہی مایوسی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

سونیا غار کے اس حصے میں پہنچی تو دیکھا، پارس ایک جگہ سوکھی گھاس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک حسین، نوعمر لڑکی اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی اس کے سر کو سہلا رہی تھی۔ آہٹ سنتے ہی اس نے چونک کر سونیا اور دو مسلح افراد کو دیکھا پھر اُس کی آنکھیں غصے سے بھر گئیں۔ ان آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، وہ دانت پیس رہی تھی اور آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے کہہ رہی تھی "جاؤ، چلے جاؤ یہاں سے۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو میں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سونیا نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "غصہ نہ کرو، میں اس نوجوان کی ماں ہوں۔"

میں اس وقت تک ماریہ کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ اپنے دماغ میں بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ اس زہریلی لڑکی کی چھٹی حس بہت تیز تھی لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ اس کی سوچ نے بتایا، ابھی پارس ہولے سے کراہنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا، وہ ہوش میں آنے والا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی "یہ کتنا اچھا موقع تھا، یہ ہوش میں آ جاتا تو میں اسے یہاں سے دُور بھگا دیتی۔ اتنی دُور بھگا دیتی کہ میری ماں اسے اپنے جادو ٹونے سے نقصان نہ پہنچا سکتی، یہ زندہ رہتا تو مجھے کتنی خوشی ہوتی مگر یہ تین دشمن کہاں سے آ گئے ہیں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ دشمن نہیں ہو سکتے، یہ عورت کہہ رہی ہے کہ اس نوجوان کی ماں ہے۔"

پھر اس کی سوچ نے کہا "اگر یہ ماں ہے تو اچھی بات ہے، اگر دشمن ہو گی تو میں تینوں کو ڈس لوں گی۔"

میں نے سونیا کے پاس آ کر کہا "یہ پارس کو بہت چاہتی ہے۔ اس کی جان بچانے کے لیے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی ہے، یہ لڑکی بہت خطرناک ہے۔ اسے غصہ نہ دلانا، ورنہ موقع پاتے ہی ڈس لے گی۔"

ماریہ کی سوچ سے پتا چلا تھا، تھوڑی دیر پہلے پارس کے کراہنے کی آواز آئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا، وہ غفلت کی نیند سے واپس آ رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی ذہنی اور جسمانی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ کر میں اس کے اندر پہنچ گیا۔

وہ ہوش میں آ رہا تھا لیکن دماغ میں عجیب سا انتشار تھا۔ کوئی سوچ کی لہر ایک جگہ ٹھہرنے نہیں پاتی تھی۔ کوئی بھی بے ہوش ہونے والا جب بھی ہوش و حواس کی طرف آتا ہے تو اس کے دماغ کا انتشار بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہے اور وہ آنکھ کھلنے سے پہلے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

لیکن میرا بیٹا کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ سوچ کی بے ترتیب لہریں اِدھر سے اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ میں نے اُسے آواز دی "بیٹے، خود کو سنبھالو۔ دیکھو، میں تمہارے پاس ہوں۔ آنکھیں کھولو اور اپنی مما کو دیکھو۔"

میرے مخاطب کرنے پر کوئی مناسب ردِعمل نہیں ہوا، حالانکہ وہ اچھی طرح ہوش میں آ چکا تھا، صرف آنکھیں کھولنے کی دیر تھی۔ مجھے حیرانی ہوئی، وہ میری آواز نہیں سن رہا تھا یا سن کر بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر سونیا سے کہا "اس کی عجیب دماغی حالت ہے، یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔"

ایسا کہتے وقت میں نے سونیا کی آنکھوں سے دیکھا، پارس اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا اور دونوں ایڑیاں آگے پیچھے آہستہ آہستہ رگڑ رہا تھا۔ میں پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ ابھی اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں، اس کے تصور میں عجیب عجیب سی ڈراؤنی شکلیں آ رہی تھیں۔ کوئی کڑے بڑے بڑے دانت دکھا رہا تھا، کوئی بڑے بڑے ناخنوں سے نوچنے آ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے جوجو کی آواز سنائی دی "پارس! تم کہاں ہو؟ تم کیسے ہو؟ ارے! یہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ ایسی بھیانک صورتوں کے متعلق سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟ میری بات کا جواب دو۔"

میں نے بھی اُسے مخاطب کیا "ہاں بیٹے! دیکھو، تمہاری جوجو آئی ہے، اس سے باتیں کرو۔"

وہ ہنسنے لگا۔ جوجو نے کہا "یہ ہنس رہا ہے، میرا مذاق اُڑا رہا ہے، میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک ساکت پڑا ایک طرف دیکھتا رہا پھر اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا، کہنے لگا "یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ اِدھر سے اُدھر ہل رہی ہے، یہ سامنے پتھر والی دیوار میری طرف آ رہی ہے۔"

اُس نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "بیٹے، تم جن چیزوں کا ذکر کر رہے ہو، وہ ٹھوس ہیں اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتیں۔ اپنے دماغ کو قابو میں رکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو۔"

اُس نے پھر آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے سونیا آ گئی تھی لیکن وہ سونیا کو نہیں پہچان رہا تھا۔ ہنستے ہوئے کہنے لگا "ارے، یہ اِدھر سے اُدھر ہل رہی ہے۔"

اُس نے قہقہہ لگایا پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر دیکھ سکتا تھا اور سمجھ سکتا تھا کہ سونیا اسے ہلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، وہ جیسے نشے میں تھا، بہت مدہوش تھا اور اپنے سامنے نظر آنے والی ہر چیز کو ایک جگہ ٹھہرا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دوسری طرف یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس کی رگوں میں دوڑنے والا زہر ختم ہو چکا تھا صرف اُس کی نشیلی کیفیت باقی رہ گئی تھی۔

سونیا نے اُسے مخاطب کیا "بیٹے، مجھے دیکھو، مجھے پہچانو، میں تمہاری مما ہوں، مجھ سے باتیں کرو، میری طرف دیکھو۔"

وہ دونوں مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے سر گھما کر ماریہ کو دیکھا۔ ماریہ اس کے قریب آ گئی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وہ ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہ گیا۔ میں اس کے اندر رہ کر سمجھ رہا تھا، پارس اُس کی زہریلی آنکھوں کے رشتے سے بندھا ہوا تھا کیونکہ وہ زہر اُس کے اندر بھی موجود تھا اور زہر زہر کو پہچان رہا تھا۔ کسی کو آنکھوں کے ذریعے قابو میں کر لینے کو ہپناٹائز کہتے ہیں۔ وہ لڑکی تنویمی عمل نہیں جانتی تھی، نہ ہی پارس کو اپنا غلام بنانے کا ارادہ تھا، ایسی کوئی بات نہیں تھی بلکہ پارس اسے اچھا لگتا تھا۔ جب وہ اسے دیکھتی تھی تو مسلسل دیکھتی ہی چلی جاتی تھی، اس وقت بھی وہ پارس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور پارس اس کی طرف کھنچا ہوا تھا۔

میں نے محسوس کیا، جیسے میرے بیٹے کی ساری منتشر سوچیں ایک جگہ تھم گئی ہیں، وہ ذرا نارمل ہو گیا ہے۔ اس کی ساری توجہ ماریہ کی آنکھوں کی طرف تھی، وہ ان آنکھوں میں دیکھتے رہنے سے ایک عجیب سی لذت محسوس کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا، اسی طرح اسے دیکھتا رہے۔

جوجو نے اسے آواز دی "ارے! تم اس کی آنکھوں میں کیا دیکھ رہے ہو؟ میری بات سنو، مجھ سے بات کرو۔"

وہ زور سے بول رہی تھی لیکن اس کے دماغ میں وہ آواز بہت دُور سے آ رہی تھی۔ میں نے بھی اُسے مخاطب کیا تو میری آواز بھی اس نے دُور سے آتی ہوئی محسوس کی جیسے کوئی بازگشت ہو، جو گونجتے رہنے کے بعد ختم ہو گئی ہو۔ اس کا دماغ کسی کو جاننے پہچاننے یا کسی کی بات سننے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔

وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ نے آہستگی سے کہا "اس عورت کو دیکھو کیا وہ تمہاری ماں ہے؟"

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا کہ وہ ماریہ کو آنکھوں سے پہچان رہا ہے۔ اس کی بات سن رہا ہے، سمجھ رہا ہے۔ اس کے کہنے پر اس نے نظریں ہٹائیں پھر سونیا کی طرف دیکھنے کے لیے سر گھمایا۔ اس کا سر پہلے کی طرح گھومنے لگا۔ سوچ کی تمام لہریں منتشر ہو گئیں۔ اس بار اسے وہ دونوں مسلح افراد شیطان کی طرح نظر آ رہے تھے، ان کے چہرے بھیانک لگ رہے تھے۔ سونیا بھی چڑیل دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر ایک چیخ ماری پھر پلٹ کر ماریہ سے لپٹ گیا، اس کے بازوؤں میں منہ چھپانے لگا۔

اب میں ماریہ کے دماغ میں تھا۔ وہ اس کی حالت پر پریشان نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہوا تھا۔ اس نے اب تک تین چاہنے والوں کو ڈسا تھا اور واپس زہر چوس لیا تھا۔ ان میں سے ایک سپیرا تھا جو اُسے بہت چاہتا تھا، دوسری ایک سہیلی تھی، تیسرا پارس تھا۔ اس کی سہیلی بھی اسی طرح دماغی توازن کھو چکی تھی۔ کچھ عرصے تک اُس کی حالت عجیب سی رہی تھی۔ وہ ہوش مندی کی باتیں نہیں کرتی تھی پھر رفتہ رفتہ نارمل ہو گئی تھی، وہ سپیرا بھی زہر چوس لینے کے بعد زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا لیکن پاگل ہو گیا تھا پھر وہ کبھی ہوش مندی کی بات نہ کر سکا، چند روز کے بعد ہی مر گیا۔

وہ سوچ رہی تھی "میں اس نوجوان کو مرنے نہیں دوں گی۔ اسے اپنی جان دے کر بھی بچا لوں گی جس طرح اپنی سہیلی کو بچایا تھا۔"

اور میں سوچ رہا تھا "یہ جذباتی باتیں ہیں۔ مجھے فوراً ہی اپنے بیٹے کو بڑے بڑے تجربے کار ڈاکٹروں کے پاس پہنچانا چاہیے، یہ ابھی خطرے میں ہے، اگر دیر ہو گی تو خدانخواستہ بیٹا ہماری آنکھوں میں آنسو لے آئے گا۔"

میں نے سونیا سے کہا "ماریہ کو سمجھاؤ، ہم دونوں کو شہر لے جائیں گے۔ اسے اس کے والدین تک پہنچائیں گے اور پارس کا علاج کرائیں گے۔"

سونیا نے کہا "ماریہ! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ تم نے ہمارے بیٹے کو زہر سے نقصان پہنچایا تھا لیکن اسے زندگی کی طرف واپس لے آئی ہو اور اب بھی اس کا خیال رکھتی ہو مگر تمہارے علاج سے ہماری تسلی نہیں ہو گی۔ ہم اسے کسی بڑے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔"

ماریہ نے ایک دم سے گھور کر دیکھا اور انکار میں سر ہلایا۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم اپنے والدین سے ملنا نہیں چاہتیں؟ ہم تمہیں ان کے پاس لے جائیں گے۔"

اُس نے سوچتی ہوئی نظروں سے سونیا کو دیکھا پھر پارس کو دیکھ کر اُس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیریں۔ اس کے بعد کہا "میں نہیں جاؤں گی۔ اسے بھی نہیں جانے دوں گی، اس کا علاج کروں گی، یہ جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔"

وہ پارس سے الگ ہو کر ایک طرف گئی۔ وہاں بہت سی جڑی بوٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مٹی کے ایک پیالے میں کوئی رقیق دوا نظر آ رہی تھی۔ شاید ان جڑی بوٹیوں سے عرق نکالا گیا تھا، وہ مٹی کا

کٹورا اُٹھا کر لائی پھر پارس کے ہونٹوں سے لگا کر بولی "اسے پی جاؤ۔"

میں ماریہ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ مجھے پتا چلا، اُس نے پہلے بھی یہی عرق اسے پلایا تھا، جس کے اثر سے اندر کا زہر ختم ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے اس دوا پر اعتراض نہیں کیا۔ پارس نے مٹی کے پیالے کو ہونٹوں سے لگایا پھر ایک گھونٹ پی کر بُرا سا منہ بنانے لگا۔ دوا بہت ہی کڑوی تھی۔

ماریہ نے کٹورے کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا پھر بولی۔ "میرے ہاتھ سے پیو گے تو دوا کڑوی نہیں لگے گی۔"

پارس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں گُم ہونے لگا۔ اسے پتا نہیں چلا کہ وہ پیالے کو اس کے ہونٹوں سے لگا کر دوا پلانے لگی ہے۔ وہ کڑوی کسیلی دوا چُپ چاپ پیتا جا رہا تھا۔ جب کٹورا خالی ہو گیا تو ماریہ نے کہا "یہ ہم دونوں کو شہر لے جانا چاہتے ہیں لیکن میری ماں بہت بڑی جادوگرنی ہے، وہ ہمیں یہاں سے جانے نہیں دے گی۔"

سونیا نے کہا "تمہاری ماں اب زندہ نہیں ہے، وہ مر چکی ہے، تمہارا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا۔"

ماریہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ یہاں سے نکل کر بستی والوں سے پوچھ لو اور خود اپنی آنکھوں سے ماں کی لاش دیکھ لو لیکن وہ تمہاری اپنی ماں نہیں تھی۔ ہم تمہاری اپنی ماں اور باپ کے پاس تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں نہیں جانتی کہ ماں باپ کیا ہوتے ہیں لیکن مجھے خوشی ہے کہ اس چڑیل سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب ہم دونوں ضرور شہر جائیں گے لیکن دیکھو، میں وارننگ دیتی ہوں، اگر کسی نے مجھے نقصان پہنچایا، دھوکا دیا یا اس نوجوان کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"سونیا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے قابو میں رہتا ہے۔ ان میں ایک دوسرے کے لیے زہریلی کشش ہے۔ پارس نے اس کشش سے نکل کر جب تمہیں اور دو مسلح افراد کو دیکھا تھا تو پھر اس کے دماغ میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ ماریہ ہمارے بیٹے کے لیے بہت اہم ہے، اسے ساتھ رکھنا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ اس کے ماں باپ کو اطلاع دے دی جائے گی کہ ان کی بیٹی ہمارے پاس ہے اور جب تک ہمارا بیٹا نارمل نہیں ہو گا، وہ اسی کے ساتھ رہے گی۔"

میں نے اپنے مخصوص ذرائع استعمال کیے۔ ایک طیارہ چارٹرڈ کرایا۔ ارادہ تھا، پارس کو یہاں سے ہیلی کاپٹر میں نکو گدا لے جاؤں گا، وہاں سے طیارے میں پیرس پہنچا دوں گا — اس سلسلے میں میں نے پیرس کے ذمے دار افسران کو بھی اطلاع دے دی۔ میں جلد ہی وہاں پہنچ رہا ہوں اور پہنچنے سے پہلے پھر خیال خوانی کے ذریعے اطلاع دوں گا۔

ہمارے ہیلی کاپٹر میں جو لوگ سلاما کو تلاش کرنے گئے تھے، وہ ناکام لوٹ کر آ گئے۔ ہم جو مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے تھے، اب ناکامیوں سے دوچار ہو رہے تھے۔ ایک تو پارس ہمیں مل کر بھی جیسے نہیں ملا تھا۔ بد نصیبی چیلنج کر رہی تھی کہ اپنے بیٹے کو بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ دوسری ناکامی سلاما کا ہاتھ سے نکل جانا تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ اسے کہاں لے گئے تھے۔ ہمارا دوسرا ہیلی کاپٹر آمنہ کے پاس تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "میں سونیا کا ہیلی کاپٹر لے جا رہا ہوں، تم اس کے لیے اپنا ہیلی کاپٹر روانہ کر دو۔"

آمنہ نے پوچھا "سونیا کہاں ہے؟"

"آرمر تمہارے پائلٹ کو گائیڈ کرے گا، تمہارا ہیلی کاپٹر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔"

پھر میں نے سونیا سے کہا "تم یہاں دوسرے ہیلی کاپٹر کا انتظار کرو، میں ماریہ اور پارس کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

سونیا نے ماریہ کو دیکھا پھر کہا "یہ لڑکی زہریلی ہے، ان کے ساتھ ہمارے دو چار آدمی جائیں گے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اسے کسی بات پر غصہ آئے گا تو یہ کسی کو پھر ڈس لے گی لہٰذا بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ نگورا، تم اس کے ساتھ ہو جاؤ گے، تمہیں بھی محتاط رہنا ہو گا۔"

پھر اس نے ماریہ سے کہا "بیٹی! تم بہت اچھی ہو، چلو پارس کو اپنے ساتھ لے چلو۔"

پارس نہ سونیا کو پہچان رہا تھا، نہ سوچ کے ذریعے ہماری کسی بات کا جواب دے رہا تھا بلکہ ہماری سوچ کی لہریں ہی اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ماریہ کے کہنے سے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر اس کی گردن میں بازو ڈال کر اس کے سہارے چلنے لگا، وہ اچھا خاصا باڈی بلڈر تھا۔ ماریہ دور تک اس کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتی تھی۔ سونیا نے کہا "بیٹی! اس سے کہو کہ یہ میرا سہارا لے کر چلے۔" ماریہ نے جب پارس کو یہ بات کہی تو وہ راضی ہو گیا، سونیا کا سہارا لے کر چلنے لگا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے کہا "اسے پہاڑی سے اُتار کر نیچے لے آؤ۔"

سونیا اور دونوں مسلح نوجوان بہت محتاط تھے۔ ماریہ کو خوش رکھنے کے لیے اس کی تعریفیں کرتے جا رہے تھے۔ سونیا نے کہا "پیرس پہنچنے کے بعد جوجو کی طرف سے پریشانی ہو گی، وہ پارس کے پاس اسپتال میں آنا چاہے گی اور یہ مناسب نہیں ہو گا کیونکہ ماریہ وہاں رہے گی۔"

میں نے کہا "ہم جوجو کو سمجھائیں گے، یوں بھی اس کا ادارے سے باہر نکلنا مناسب نہیں ہے۔"

سونیا نے پارس کو سہارا دے کر ہیلی کاپٹر میں بٹھایا، ماریہ اس کے پاس بیٹھ گئی، دو محافظ ان کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ہیلی کاپٹر وہاں سے روانہ ہوا۔ ہم نے اس بات کو حتی الامکان راز میں رکھنے کی کوشش کی تھی کہ پارس کو یہاں سے منتقل کیا جا رہا ہے۔

میں نے جب سے یہودی گوریلوں کو اس ہوٹل میں ختم کیا تھا، تب سے دشمن میرے قریب نہیں آتے تھے لیکن دور ہی دور سے نگرانی کرتے تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا پارس نکو گدا پہنچے اور وہاں سے طیارے میں پیرس جائے تو دشمنوں کو خبر ہو جائے۔ پارس کا ہیلی کاپٹر رات کے آٹھ بجے تک پہنچنے والا تھا۔ میں نے اپنی ایک عارضی ڈمی بنائی۔ اپنے قد اور جسامت کی مناسبت سے ایسے ایک شخص کا انتخاب کیا جو ادارے سے آیا تھا اور نکو گدا میں ہماری خدمات کے لیے رہ گیا تھا۔ رات کے وقت مکمل میک اپ کی ضرورت نہیں تھی، جس وقت مجھے پتا چلا کہ ہیلی کاپٹر ایئر پورٹ پہنچ رہا ہے تو پوپی میری اس ڈمی کے ساتھ ہوٹل سے نکلی اور اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر تفریح کے لیے نکل گئی۔ میں نے اسے سمجھا دیا تھا، وہ ڈمی کے ساتھ ایسی ایسی جگہ جائے، جہاں روشنی کم سے کم ہو۔ اس کے جانے کے بعد میں ہوٹل سے نکلا۔ میں نے بھی عارضی میک اپ کیا تھا۔ ہوٹل کے رن وے پر ہمارا چارٹرڈ طیارہ کھڑا ہوا تھا۔ میرے آدمی، ماریہ اور پارس کو اس طیارے میں پہنچا چکے تھے۔ میرے وہاں پہنچتے ہی طیارہ روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کی تھی کہ میرا بیٹا دشمنوں کی نظروں میں نہ آئے لیکن دشمن بھی کچھ کم نہیں تھے۔ انھوں نے دور دور تک جال بچھا رکھا تھا۔ انھیں اس بات کی اطلاع مل جاتی تھی کہ کتنے ہیلی کاپٹر جنگل میں جا رہے ہیں اور کتنے جنگل سے واپس آ رہے ہیں اور جو ہیلی کاپٹر واپس آ رہے ہیں، وہ کس سے تعلق رکھتے ہیں؟

ٹرانسفارمر مشین کے لیے وہاں جتنی پارٹیاں آئی تھیں، ان کے ایک دو جاسوس ایئر پورٹ کی عمارت میں ضرور موجود رہتے تھے۔ انھوں نے ایک طیارہ رن وے پر دیکھا تھا جو پیرس جانے والا تھا اور پیرس کا نام سنتے ہی تمام دشمن چونک جاتے تھے کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اس شہر سے اور وہاں کی حکومت سے خاص طور پر تھا۔

وہاں موجود رہنے والے سُراغ رسانوں نے ایک ہیلی کاپٹر سے ماریہ اور پارس کو اُترتے دیکھا۔ بہت کم ایسے تھے جو پارس کو چہرے سے پہچانتے تھے۔ وہاں موجود رہنے والے جاسوس اسے پہچان نہ سکے۔ ماریہ بھی ان کے لیے اجنبی تھی۔ انھوں نے اپنی اپنی پارٹی کے لیڈروں کو رپورٹ دی کہ ایک ہیلی کاپٹر سے ایک نوجوان ایک نوعمر لڑکی کے ساتھ اُترتے دیکھا گیا ہے۔ نوجوان کچھ بیمار سا ہے، اسے دو آدمی سہارا دے کر چارٹرڈ طیارے میں لے گئے ہیں۔

چونکہ وہ ہیلی کاپٹر جنگل سے آیا تھا اور وہ ہم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے انھوں نے یقین کی حد تک شبہ کیا، وہ نوجوان پارس ہو سکتا ہے۔ یہ بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئی کہ نوعمر لڑکی کون ہو سکتی ہے؟ انھیں سلاما کے متعلق معلوم تھا، وہ ایک بھرپور عورت تھی۔ وہ یہ بھی جانتے تھے، جوجو بابا صاحب کے ادارے میں ہے۔ بہرحال، ماریہ ان کے لیے زیادہ اُلجھن کا سبب نہیں تھی۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ پارس کے متعلق معلوم ہو چکا تھا۔ ایئر پورٹ پر دو آدمی اسے سہارا دے کر لے جا رہے تھے، اس سے یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ بیمار ہے اور اسے بابا صاحب کے ادارے میں واپس بھیجا جا رہا ہے۔

میں نے پیرس کے ایک ذمے دار آفیسر سے کہا "ہم بخیریت طیارے میں سفر کر رہے ہیں لیکن اندیشہ ہے، دشمن اس شہر میں پارس کو گھیرنے اور پھر اغوا کر کے لے جانے کی کوشش کریں گے، لہٰذا سخت انتظامات کیے جائیں۔"

"جناب! آپ اطمینان سے آئیے، اس طیارے کو ہمارے ایک فوجی اڈے پر اُتارا جائے گا پھر وہاں سے فوجیوں کی نگرانی میں پارس کو اسپتال پہنچایا جائے گا۔ ہم نے بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کو یہاں بٹھا رکھا ہے، یہ ہر قسم کے زہر کے اثرات اور ان کے توڑ کے متعلق چالیس اور پچاس سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔"

آرمر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرے بھائی! قبیلے کا سوار، سونیا کے پاس آیا تھا، اس نے چند کاغذات دیے ہیں جو سر تھامس جانسن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کاغذات میں اس کا مکمل پتا بھی موجود ہے۔ کیا تم اُسے اُس کی بیٹی کے متعلق اطلاع دینا چاہو گے؟"

"ضرور اطلاع دینی چاہیے، تم پتا بتاؤ۔"

اُس نے پتا بتایا۔ میں نے وہی پتا پیرس کے افسر کو بتاتے ہوئے کہا "سر تھامس جانسن سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو، اس کی بیٹی جو پیدائش کے بعد سپیروں کی بستی میں پرورش پا رہی تھی، وہ اب پیرس پہنچ رہی ہے، اُس کا نام ماریہ ہے، وہ ماریہ کی ماں کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے پیرس آ سکتا ہے۔"

ایک طویل عرصے کے بعد میں نے اپنے بیٹے کی صورت دیکھی تھی لیکن بھاگ دوڑ میں اور حفاظتی انتظامات کرنے میں مجھے اتنا وقت لگ گیا کہ اسے اچھی طرح توجہ سے دیکھ نہ سکا۔ ماریہ سے بھی سرسری ملاقات کی، اپنا مختصر سا تعارف کروایا پھر خیال خوانی میں

مصروف رہا۔ جب ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تو میں نے پہلے پارس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس کا دماغ ابھی تک اس کے قابو میں نہیں تھا اور پہلے جیسا انتشار بھی نہیں تھا، وہ سو رہا تھا اور اس کے ذہن میں ماریہ کی دونوں آنکھیں نقش تھیں جیسے وہ ان آنکھوں کو دیکھتے دیکھتے سو گیا ہو، وہ نیند کی حالت میں بھی اس زہریلی لڑکی کے ایک ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھا۔

وہ جاگ رہی تھی، کبھی کبھی میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا "میری بیٹی بہت خوبصورت ہے۔ کیا تم خوبصورتی کا مطلب سمجھتی ہو؟"

وہ کچھ سوچ کر بولی "ہاں، میرا رنگ گورا ہے اور وہاں قبیلے میں سب کے سب کالے تھے۔"

میں نے اُسے سمجھایا "خوبصورتی کا مطلب صرف گورا رنگ نہیں ہے، ناک نقشہ اچھا ہو تو سانولے رنگ کی اور کالے رنگ کی عورتیں بھی خوبصورت کہلاتی ہیں۔ تمھارا رنگ بھی گورا ہے، ناک نقشہ بھی اچھا ہے بلکہ بہت ہی اچھا ہے اور تم خوبصورت اس لیے بھی ہو کہ تمھارا دل بہت خوبصورت ہے۔ تم چاہتیں تو میرے بیٹے کو ڈسنے کے بعد چھوڑ دیتیں، یہ ختم ہو جاتا لیکن تم نے اسے بچا لیا۔ جو لڑکی میرے بیٹے کی جان بچائے وہ میرے لیے دُنیا کی حسین ترین لڑکی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "تم بہت اچھی باتیں کرتے ہو۔ میں تمھیں کیا کہوں، تمھارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام فرہاد ہے لیکن تم مجھے پاپا کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔"

"ہماری بستی میں دو تاجر آئے تھے، وہ مجھے بتاتے تھے، باپ کو ڈیڈی، پاپا کہتے ہیں۔"

"تم مجھے بھی اپنا باپ سمجھو۔"

اچانک ماریہ نے مجھے غصے سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سانپ غصے سے پھن اُٹھانے والا ہو، وہ بولی "کیا تمھاری نیت بدل گئی ہے؟ تم لوگوں نے وعدہ کیا تھا، مجھے میرے باپ سے ملاؤ گے اور خود باپ بن رہے ہو، مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو؟"

"بیٹے! ایسی بات نہیں ہے۔ ہم جہاں جا رہے ہیں، وہاں تمھارے ماں باپ ملنے آئیں گے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمھارا باپ نہیں ہوں لیکن باپ جیسا ہوں۔"

اس کا غصہ ذرا کم ہونے لگا۔ میں بڑی اُلجھن میں پڑ گیا۔ اگر اس لڑکی کو اسی طرح غصہ آتا رہا تو ہمارے لیے بڑی خطرناک ثابت ہو گی، کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا "کیا تم پارس کو بہت چاہتی ہو؟"

اس نے میرے بیٹے کی طرف دیکھا پھر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی "اس کا نام پارس ہے نا؟"

میں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا، وہ خوش ہو کر بولی، "بہت چاہتی ہوں، یہ بہت اچھا لگتا ہے، جی چاہتا ہے، ہمیشہ میرے پاس رہے اور میں اس کے پاس رہوں اور ہم دونوں مل کر دن رات کھیلتے رہیں۔"

"میرے بیٹے کے ساتھ رہنے کی ایک شرط ہے۔ تم اپنے دماغ سے غصے کی گرمی کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔ تمھیں بہت جلد غصہ آتا ہے اور غصے کے نتیجے میں تم کسی کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہو۔"

"ارے واہ! کیسی بات کرتے ہو۔ غصہ تو مجھے اس وقت آئے گا جب کوئی غصہ دلائے گا۔ تم لوگ ایسی باتیں ہی کیوں کرتے ہو؟"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو تمھاری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کیا ایک باپ کی طرح تمھیں بیٹی کہنا یا تمھارا مجھے پاپا کہہ دینا کوئی غصہ دلانے والی بات ہے؟"

"سوری، اب میں سمجھ گئی۔ تمھیں پاپا کہوں گی اور کبھی غصہ نہیں دکھاؤں گی۔"

"شاباش، ایک بات بتاؤ۔ کیا تمھارا دل چاہتا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو دانتوں سے کاٹ لو؟"

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی "ہمیشہ کسی کو کاٹنے کو دل نہیں چاہتا لیکن بہت دن ہو جاتے ہیں تو کچھ بے چینی سی ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے، کسی کو تھوڑا سا کاٹ لوں۔ میرے اندر کوئی چیز اُبلتی ہے جسے میں کسی کے اندر اُگل دینا چاہتی ہوں۔"

"ایسے وقت تم کیا کرتی ہو؟"

"میں برداشت کرتی ہوں۔ جب برداشت نہیں ہوتا تو کسی جانور کو کاٹ لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی پھر بولی "ایک بار میں نے اپنی سہیلی کو کاٹ لیا تھا۔ وہ بے چاری بہت پریشان ہوئی۔ مرتے مرتے بچ گئی۔ میں نے اُسے بچا لیا۔ اس کا علاج بھی کیا پھر اس سے کہا، تم اسی طرح کبھی کبھی مجھے کاٹنے دیا کرو، میں تمھیں مرنے نہیں دوں گی، فوراً بچا لیا کروں گی۔ اس طرح تم میرے زہر کی عادی ہو جاؤ گی پھر ہم پکی سہیلیاں بن جائیں گی لیکن وہ کمبخت بہت ڈرپوک تھی۔ میرے قدموں میں گر کر گڑگڑانے لگی تو میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔"

یہ کہنے کے بعد اس نے خوش ہو کر پارس کو دیکھا پھر کہا۔ "اب میں پارس کو پکا دوست بناؤں گی۔ کبھی کبھی اسے کاٹ لیا کروں گی۔ میرا زہر اس کے اندر پھیلنے لگے گا تو پھر اسے چوس لوں گی۔ اسے بچا لوں گی، اس کا علاج کروں گی۔ اس طرح یہ میرے زہر کا عادی ہوتا جائے گا۔"

وہ بول رہی تھی اور میں پریشان ہو کر اسے دیکھ رہا تھا اور اسے دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

میرے مخالفوں میں سب سے وسیع ذرائع کا مالک سُپر ماسٹر تھا۔ خصوصاً افریقہ کی بے شمار ریاستوں کے حکمران اس کے زیرِ اثر تھے۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہم سے پہلے اس قلعے میں پہنچ گیا تھا۔ ماسک مین اور یہودی گوریلوں کی طرح اس نے بھی اپنی ایک ٹیم جنگل میں بھیجی تھی لیکن یہ صرف دکھاوے کے لیے تھی۔ وہ درپردہ اپنی خاص ٹیم ہیلی کاپٹر کے ذریعے روانہ کر چکا تھا۔

میں وقتاً فوقتاً سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچتا تھا اور یہ ساری معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ مقامی پولیس اور انٹیلی جنس والوں نے سُپر ماسٹر کو اطلاع دی تھی کہ قلعے کا مالک جارج فری مین نہیں ہے، کہیں فرار ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے نمائندے کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "جناب، یہاں کوئی نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلارا ہمارے پاس ہے۔ اس سے سمجھوتا ہو چکا ہے۔ ہم اسے واپس بھیجنا چاہتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اپنے بھائی سے باتیں کرے گی۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہے اور اگر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گفتگو ہو سکتی ہے تو اس کی فریکوئنسی بتائی جانی چاہیے۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں، سلارا آپ کے پاس نہیں ہے نہ ہی اس سے کوئی سمجھوتا ہوا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ مسٹر جارج کا پتا اور ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی نہ پوچھتے۔"

"اگر نہیں پوچھوں گا تو ایک بہن کو اس کے بھائی تک کیسے پہنچاؤں گا؟"

"جناب! وہ بہن بھائی بہت گہرے ہیں۔ مادام سلارا اچھی طرح جانتی ہیں کہ اپنے بھائی سے کس وقت اور کس طرح رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

میں گفتگو کے دوران اس نمائندے کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ اسے بہن بھائیوں کے متعلق بس اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کسی حال میں بھی رابطہ قائم کرنا جانتے ہیں اور ٹرانسفارمر مشین سے متعلق جتنے بھی راز ہیں، وہ ان کے سینے میں دفن ہیں۔ کوئی اور ان کے متعلق نہیں جانتا۔ میں نے کہا "میں اس ڈمی سلارا سے باتیں کرنا چاہتا ہوں جو اب سے پہلے کئی بار تمھارے سامنے آ کر مجھ سے گفتگو کر چکی ہے۔"

"مسٹر جارج کے جانے کے بعد یہاں کوئی ڈمی نہیں رہی۔ میرے جیسے کچھ ملازم رہ گئے ہیں، جنھیں دھمکی دی جا رہی ہے کہ ہتھیار پھینک کر باہر نکل آئیں اور ہم یہی کرنے والے ہیں۔"

"کیا جارج فری مین وہ مشین بھی ساتھ لے گیا ہے؟"

"میں نے مسٹر جارج کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کوئی ہیلی کاپٹر ضرور قلعے کے اندر پہنچا ہو گا۔"

"ہمارا ہیلی کاپٹر آپ کے صاحبزادے نے تباہ کر دیا۔ دوسرا چوبیس گھنٹے کے بعد ملا لیکن ہم نے واپس کر دیا۔ اُسے استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مسٹر جارج ہمارے نام ایک پیغام چھوڑ گئے تھے کہ ہیلی کاپٹر آئے تو اُسے واپس کر دیا جائے۔ یہاں جتنی گاڑیاں ہیں، ہم ان میں بیٹھ کر جہاں چاہے جا سکتے ہیں اور اس قلعے کو خالی چھوڑ سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم لوگوں نے اس قلعے کو پہلے ہی خالی کیوں نہ کیا؟"

"مسٹر جارج نے حکم دیا تھا، اسے خالی کرنے سے پہلے یہاں کے تمام خفیہ میکنزم کو تباہ کر دیا جائے۔ یہاں کے تہ خانے میں اور ایسے خفیہ کمروں میں جہاں چور دروازوں سے گزر کر پہنچا جاتا ہے، ان سب جگہ بارودی سرنگ بچھا دی جائے اور انھیں تباہ کر دیا جائے۔"

ہم نے سوچ رکھا تھا کہ آمنہ قلعے کے جنوبی سمت میل دو میل کے فاصلے پر کیمپ بنائے گی اور قلعے کے شمالی سمت غلام باقی کا کیمپ ہو گا۔ قلعے کے پیچھے دلدل تھی۔ اس دلدل سے پرے سونیا کیمپ بنانے والی تھی۔ میں نے ان تینوں کو مخاطب کر کے کہا "اپنے اپنے کیمپ [illegible] اور [illegible] قلعے کے اندر زبردست دھماکے [illegible]"

[illegible] جارج فری مین اسی قلعے کے [illegible] تہ خانے میں یا کسی خفیہ [illegible] چھپا ہوا ہے اور وہ کمرا یقیناً [illegible] قسم کا ہو گا جہاں تک پہنچنے میں دشواری ہو گی لیکن ان کے پاس ایسے جدید آلات تھے جو خفیہ کمروں، چور دروازوں اور تہ خانوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ سُپر ماسٹر کو یقین تھا کہ ان آلات کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ جائے گا۔

وہاں جارج فری مین کے جتنے ملازم تھے انھوں نے ہتھیار قلعے کے اندر چھوڑ دیے۔ اپنے اپنے ہاتھ اُٹھا کر باہر نکلنے لگے۔ مقامی سپاہی ان سب کو قیدی گاڑیوں میں بٹھا رہے تھے۔ قلعے سے نکلنے والے آخری شخص نے تہ خانوں اور خفیہ کمروں میں بچھی ہوئی بارود کو ایک ٹائم بم سے منسلک کیا تھا۔ وہاں سے نکلتے وقت اس نے دھماکے کے لیے دس منٹ کا وقت مقرر کیا پھر باہر چلا آیا۔ اسے بھی قیدی گاڑی میں بٹھایا گیا۔ وہ گاڑی قلعے سے باہر چلی گئی۔ باہر دور تک مقامی سپاہی اور انٹیلی جنس کے لوگ موجود تھے۔ اب وہ یقین کرنا چاہتے تھے کہ قلعے میں کوئی نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے انھوں

نے ایک افسر اور دس سپاہیوں کو بھیجا تاکہ وہ پورے قلعے کی تلاشی لے کر انھیں رپورٹ پیش کریں۔

ان کے اندر پہنچتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا، سپاہیوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ جو لوگ جان بچا کر باہر نکل رہے تھے، وہ دوسرے دھماکے کی نذر ہو گئے پھر تیسرا، چوتھا دھماکا ہونے لگا۔ قلعے کے باہر کھڑے ہوئے لوگ بے تحاشا گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔ اس قلعے کے اندر طاقت ور بموں کے جال بچھائے گئے تھے۔ تقریباً بیس بائیس دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں وہ قلعہ کھنڈر بن کر رہ گیا۔ جو لوگ وہاں تلاشی لینے آئے تھے، اُسے دور سے ہی دیکھتے رہ گئے۔ اب وہاں جانے کی جرأت نہیں تھی۔ اندیشہ تھا، پھر تھوڑے وقفے سے دھماکے ہو سکتے ہیں۔

مَیں نے جارج فری مین کے نمائندے سے باتوں ہی باتوں میں ایک کام کی بات معلوم کی تھی اور وہ یہ کہ وہاں جو ہیلی کاپٹر آیا تھا، اس سے پہلے ہی جارج فری مین جا چکا تھا اور ہیلی کاپٹر واپس بھیج دیا گیا تھا۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں معلوم کر رہا تھا، اس لیے سچ اور جھوٹ کو سمجھ رہا تھا۔ اس نمائندے نے اپنی آنکھوں سے اس ہیلی کاپٹر کو خالی جاتے دیکھا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جارج فری مین وہاں سے پیدل روانہ ہوا ہے یا کسی گاڑی میں سڑک کے راستے سے نکلا ہے اور پھر آگے جا کر کہیں راستہ بدل چکا ہے۔ ظاہر ہے، وہ خالی ہاتھ نہیں گیا ہو گا۔ اس کے ساتھ وہ تمام سوٹ کیس ہوں گے جن میں ٹرانسفارمر مشین کے مختلف حصے رکھے گئے ہوں گے۔

قلعے کے جن لوگوں کو قیدی بنا کر لے جایا گیا تھا، اب ان سے باری باری پوچھا جا رہا تھا، ان کی اچھی طرح پٹائی بھی ہو رہی تھی۔ ان سب کا مشترکہ بیان یہی تھا کہ جارج فری مین چپ چاپ وہاں سے چلا گیا ہے۔ کسی نے اُسے جاتے نہیں دیکھا، یہ ایک نہیں، سب کا بیان تھا۔ تمام بیانات سننے کے بعد یہ سوچنا پڑا کہ تہ خانے میں کوئی سرنگ ایسی بھی ہے جو جنگل کے کسی حصے میں نکلتی ہے اور جارج فری مین اسی سرنگ سے فرار ہوا ہے۔

میں وہاں کے حالات پر پوری توجہ نہیں دے سکتا تھا کیونکہ بیٹے کے ساتھ دن رات لگا رہتا تھا۔ میں نے سونتی اور آرمر سے کہہ دیا تھا، چپ چاپ سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کرتے رہیں۔ ان دونوں کے ذریعے معلومات مجھ تک پہنچ رہی تھیں۔ اُدھر ایک گھنٹے تک جب قلعے میں اور کوئی دھماکا نہیں ہوا تب سپر ماسٹر کی پارٹی وہاں داخل ہوئی۔ ان زبردست دھماکوں کے باعث تہ خانے اور خفیہ کمرے چھپے ہوئے نہیں رہے تھے ان کی دیواریں گر چکی تھیں اور تہ خانوں کا اوپری فرش جگہ جگہ سے اُکھڑ گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ جدید آلات کے ذریعے ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے جو بم کے دھماکے سے محفوظ رہی ہو اور وہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہو۔

تمام دن تلاش کرتے رہنے کے بعد مشین تو نہ ملی۔ ایک سرنگ والا راستہ مل گیا، وہ اس سرنگ سے گزرتے ہوئے تقریباً دو میل تک گئے پھر اُوپر چڑھنے کے لیے ایک زینہ نظر آیا۔ وہاں سے چڑھتے ہوئے وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ان جھاڑیوں کو ہٹا کر دیکھا تو چاروں طرف جنگل نظر آ رہا تھا۔ انھوں نے آس پاس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ وہاں کی زمین کچھ ملائم تھی۔ جوتوں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے اور وہ ایک ہی شخص کے جوتوں کے نشان تھے۔ اس طرح یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ جارج فری مین اسی راستے سے گیا ہے۔

ایک سوال کھٹک رہا تھا، وہ اتنی بڑی اور وزنی مشین تنہا کیسے لے گیا ہو گا؟ ایک ہی شخص کے جوتوں کے نشان یہ ثابت کر رہے تھے کہ جانے والے نے کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا ہے اور نہ ہی کسی سے مشین اُٹھوا کر یہاں تک لایا ہے، وہاں کسی گاڑی کے پہیوں کے نشانات بھی نہیں تھے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا کہ وہ وزنی مشین گاڑی میں رکھ کر لے جائی گئی ہے۔ اُدھر کوئی ہیلی کاپٹر بھی نہیں آ سکتا تھا کیونکہ میلوں دور تک میدان نہیں تھا۔ گھنے سایہ دار درخت تھے۔

وہ قلعہ اپنی اہمیت کھو چکا تھا۔ سلارا کو ماسک مین کے آدمی لے گئے تھے۔ جارج فری مین روپوش ہو گیا تھا اور وہ مشین ایک معما بن گئی تھی۔ انھوں نے قلعے کا چپہ چپہ دیکھ لیا تھا۔ جدید آلات کی رہنمائی حاصل کی تھی اور یہ بات یقینی ہو چکی تھی کہ مشین اب قلعے کی حدود میں نہیں ہے۔

اس کے بعد انھوں نے قلعے کے چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھنا شروع کیا۔ وہ قلعے کی تین سمتوں میں دور تک دیکھتے رہے اور وہاں بھی جدید آلات کے ذریعے معلوم کرتے رہے۔ اس کی چوتھی سمت یعنی پیچھے کی طرف دلدل پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے دلدل کے اطراف بھی گھوم گھوم کر دیکھا۔ کتنے ہی قدموں کے نشانات دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں ایسے آثار تھے جیسے کسی نے کیمپ لگایا ہو۔ یقیناً چند گھنٹے پہلے سونیا کا کیمپ وہاں تھا۔ میرے کہنے پر وہ خیمے اکھاڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلی گئی تھی۔ سپر ماسٹر کی ٹیم میں بڑے بڑے ماہرین اور خرانٹ قسم کے جاسوس تھے۔ وہ سب حیران تھے کہ آخر وہ مشین کہاں چلی گئی۔ کیا یہی رائے قائم کی جائے کہ جارج فری مین تنہا اتنی بڑی اور وزنی مشین کے حصے کر کے انھیں باری باری اُٹھا کر اسی سرنگ سے لے گیا ہو گا لیکن کہاں تک لے جائے گا۔ سرنگ سے نکلنے کے بعد بھی وہ کتنی دور تک مشین

اُٹھائے اُٹھائے میلوں دور جنگل سے گزرتا جا رہا ہو گا۔ قلعے کے اندر جو سامان تباہ ہوا تھا، اس میں کئی طرح کی مشینیں بھی تھیں۔ ان کے پرزے اور حصے الگ الگ ہو گئے تھے۔ کچھ ملبے میں دبے ہوئے تھے، کچھ نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے ملبہ ہٹا کر تمام مشینوں کے حصے اور پرزے ایک جگہ جمع کیے اور انھیں ماہرین کی رپورٹ کے لیے شہر بھیج دیا۔

جہاں میری ٹیلی پیتھی کام آتی ہے، وہاں چٹکی بجاتے ہی مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ سراغ رسانی کا کتنا ہی پیچیدہ معاملہ ہو، وہ پلک جھپکتے ہی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ چونکہ میں جارج فری مین اور سلارا کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا، ان کی چال بازیوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا، اس لیے اس قدر سراغ رسانی کی ضرورت پیش آ رہی تھی اور ایک ایک بات پر توجہ دینے کی ضرورت پڑ رہی تھی۔ اُدھر پارس کی طبیعت سنبھل گئی تھی مگر وہ پوری طرح نارمل نہیں ہوا تھا۔ کبھی ہمیں پہچانتا تھا اور کبھی پہچاننے سے انکار کر دیتا تھا لیکن ہر حال میں ماریہ کو اپنے قریب دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تھوڑی دیر بعد اس کے حالات بیان کروں گا۔ ابھی وہ مشین ہم سب کے لیے ایک چیلنج بنی ہوئی ہے۔ ہم سب کو اس بات کا یقین تھا کہ جارج فری مین تنہا گیا ہے۔ ایک خیال یہ قائم ہوتا تھا کہ جارج فری مین ہر طرف سے مایوس ہو کر اس مشین کو دلدل میں چھوڑ گیا ہے اور دلدل میں چھوڑنے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ کسی کے کام نہیں آ سکتی۔ اس دلدل کی گہرائی کا اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ گہرے سے گہرے دریا اور سمندر میں ڈوبنے والے کو بچایا جا سکتا ہے لیکن دلدل میں دھنسنے والے کو بچانا ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے باوجود مشین کے دیوانے باز آنے والے نہیں تھے۔ سپر ماسٹر کے چند جانباز اس دلدل میں اُترنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے لیے خاص طور پر دلدل پروف لباس تیار کروایا گیا۔ آکسیجن کے سلنڈر وغیرہ کا انتظام کر کے انھیں ہیلی کاپٹر سے نیچے لٹکایا گیا۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ انھیں رسیوں سے باندھ کر دو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لٹکایا گیا تھا اور آہستہ آہستہ دلدل میں چھوڑا گیا تھا، وہ دلدل میں ڈوبتے چلے گئے۔

سمندر کی گہرائیوں میں اُترنے والے غوطہ خور دور تک پانی میں دیکھ لیتے ہیں، وہ چار شخص جو دلدل کے مختلف حصوں میں اُتر رہے تھے، انھیں اپنے آس پاس سوائے دلدل کے کچھ نظر آیا۔ وہاں پانی نہیں تھا، کیچڑ کی موٹی تہ تھی، جس کے آرپار دیکھا نہیں جا سکتا تھا، وہ جہاں تک اُترتے گئے، وہیں تک معلوم ہوتا گیا کہ کوئی فولادی مشین نہیں ہے۔ انھیں وہاں صرف پندرہ منٹ کے لیے اُتارا گیا تھا۔ اس کے بعد واپس کھینچا گیا۔ وہ چاروں پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ کیچڑ میں اس طرح سنے ہوئے تھے کہ آدمی کا سراپا نظر ہی نہیں آتا تھا۔ انھیں اسی طرح ہیلی کاپٹر سے لٹکا کر پرواز کرتے ہوئے ذرا فاصلے پر بہتے ہوئے دریا میں چھوڑ دیا گیا۔

انھوں نے دریا سے نکل کر بہت ہی مایوس کن رپورٹ دی۔ اس دلدل میں اُترنے والوں کو نہ تو آس پاس کچھ نظر آیا تھا اور نہ ہی انھوں نے وہاں کوئی ٹھوس فولادی چیز محسوس کی تھی۔

وہ دلدل دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے چپے چپے پر اپنے جانبازوں کو اُتارنے کی ضرورت تھی لیکن وہ چار جانباز جو رپورٹ دے رہے تھے، اس کے بعد کسی کی جرأت نہیں ہوئی۔ انھوں نے بتایا، گیس سلنڈر کے باوجود گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اپنی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کے باعث زندہ رہے تھے اور گیس سلنڈر سے سانس لیتے رہے تھے، ورنہ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے جیتے جی دلدل کی قبر میں دفن کر دیے گئے ہوں۔

وہاں جتنی پارٹیاں آئی تھیں، سب مایوس ہو رہی تھیں، صرف ماسک مین کی پارٹی نے کچھ حاصل کیا تھا۔ سلارا کو قیدی بنانے کے بعد یہ اُمید بندھ گئی تھی کہ جارج فری مین ان سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ اس سے کوئی دوستانہ سمجھوتا ہو سکے گا۔ وہ بہن بھائی ایسے ہی کسی دوستانہ سمجھوتے کے لیے مجھ سے راضی نہیں تھے۔ اس کے باوجود میں نے ایک بار کوشش کی۔ جارج فری مین کے دماغ پر دستک دی تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پھر اُسے مخاطب کرنا چاہا۔ اُس نے پھر سانس روک لی، وہ ایک پل کے لیے بھی مجھے اپنے دماغ میں جگہ نہیں دے سکتا تھا۔ اُسے اندیشہ ہو گا کہ ذرا موقع ملا تو میں معلوم کر لوں گا کہ مشین کہاں ہے۔

میں نے سلارا کو مخاطب کیا، اُس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر دوسری بار مخاطب کیا، اُس نے پوچھا "کیا تم پارس کے پاپا ہو؟"

"ہاں، میں تمھیں بتانے آیا ہوں، پارس تمھیں بہت یاد کر رہا ہے، اُس کی حالت بہت ہی تشویشناک ہے۔"

میں نے اُس کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی۔ اُس نے کہا۔ "میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ تم اس طرح دیر تک میرے دماغ میں رہ کر معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں اپنے بھائی سے کس طرح رابطہ قائم کرتی ہوں۔ بہرحال، تمھیں مایوسی ہو گی۔"

"دیکھو سلارا! تم ماسک مین کی قید میں ہو، وہ لوگ تم پر ظلم کریں گے۔ تمھارے ساتھ ایسی حرکتیں کریں گے جس کے بعد تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہو گی، یہ لوگ نادان نہیں ہیں، اتنا سمجھتے ہیں کہ مجھے ذرا بھی تکلیف پہنچائیں گے، مجھے کوئی چوٹ آئے گی... یا میں کسی بیماری میں مبتلا ہو کر دماغی طور پر کمزور ہو جاؤں گی تو خیال خوانی کرنے والے میرے پاس پہنچیں گے اور میرے بھائی کا پتا اور مشین کا سراغ لگائیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں مشین کے متعلق کچھ معلوم ہے؟"

”مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ زیادہ باتیں نہ کرو، بس پارس کو اتنا کہنا کہ میں اسے دن رات یاد کرتی ہوں۔ دُشمن مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میرا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے ہیں اور میں بہت آرام سے ہوں، وِیٹس آل۔“

اُس نے سانس روک لی، میں باہر چلا آیا۔ سواقی ماسک مین دانش مندی سے کام لے رہا تھا۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ تک پہنچنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ میں نے اتنی دیر کی گفتگو میں صرف اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ وہ شہر میں ہے اور گرم لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس سے پتا چل گیا کہ وہ ماسک مین کے ملک میں پہنچادی گئی ہے۔

جس طرح ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو، اسی طرح سپر ماسٹر ٹرانسفارمر مشین کسی دوسرے کے قبضے میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ ابھی تک اس کے آدمی قلعے کے آس پاس منڈلا رہے تھے، اس جھاڑی کی طرف بھی جا رہے تھے جہاں سے سرنگ کا راستہ باہر نکلتا تھا۔ جھاڑی کے اطراف دُور دُور تک اُنھوں نے اس جگہ کا جائزہ لیا تھا۔ قریب ہی پہاڑی کے دامن میں ایسا غار تھا جس میں شیروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آس پاس کی پہاڑیوں میں ایسے غار بھی تھے جہاں سانپوں کی بہتات تھی۔ سپر ماسٹر کے آدمی جہاں جہاں سے گزرتے تھے، وہاں خفیہ کیمرے اور دوسرے ڈِٹیکٹو آلات نصب کرتے جاتے تھے۔ ان تمام الیکٹرونک کیمروں اور آلات کو ایک بہت بڑی الیکٹرونک مشین سے منسلک کیا گیا تھا۔ وہ مشین ایک کیمپ میں تھی۔ اس کیمپ میں بیٹھے ہوئے لوگ ایک اسکرین پر وہاں کے تمام مناظر دیکھتے تھے۔ اُدھر سے گزرنے والے انسانوں اور جانوروں کو صاف طور پر دیکھا جاتا تھا۔ سپر ماسٹر کو یقین تھا، جارج فری مین نے وہ مشین کہیں اطراف میں چھپائی ہے اور کسی نہ کسی دن اسے لینے آئے گا تو ان کیمروں کی زد میں ضرور آئے گا۔

اِدھر سپر ماسٹر دوسرے کی ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے چکر میں تھا، اُدھر ہم اس کی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے نئے سرے سے پھر جدوجہد شروع کر چکے تھے۔ اعلیٰ بی بی امریکا پہنچ گئی تھی۔ اس کے کئی چور بھی وہاں موجود تھے۔ میں سپر ماسٹر کے دماغ سے جو معلومات حاصل کرتا تھا، وہ اعلیٰ بی بی تک پہنچا دیتا تھا۔ اس کی ٹرانسفارمر مشین اس تہ خانے میں نہیں تھی، جہاں ایک بار وہ جوجو کو لے گئے تھے۔ ہم اس جگہ کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لیے اُنھوں نے جگہ بدل دی تھی۔ اب اس جگہ کا سُراغ لگانا اعلیٰ بی بی کا کام تھا۔

ہمارا بیٹا پیرس کے ایک فوجی اسپتال میں تھا۔ وہاں رسونتی اسے دیکھنے کے لیے آنا چاہتی تھی لیکن میں نے منع کر دیا۔ اس طرح دُشمنوں کو معلوم ہو سکتا تھا کہ فوجی اسپتال میں کوئی خاص مریض ہے جس کا تعلق رسونتی اور فرہاد سے ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا ”میں نے پارس دوم کو افریقہ بھیجنے کے سلسلے میں کسی آخری فیصلے تک پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ تمھیں دو گھنٹے کی مہلت دی تھی، اب دو ہفتے گزر گئے۔ مجھے اتنا وقت نہیں ملا کہ اس سلسلے میں تم سے بات کر سکتا۔ میرا خیال ہے، اتنے دنوں میں تم نے کوئی دانش مندانہ فیصلہ کر لیا ہوگا۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”جب میں پارس اوّل کے کارنامے سُنتی ہوں، اس کی تعریفیں سب ہی کو کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو میرا بھی دل چاہتا ہے، پارس دوم بھی ایسے کارنامے انجام دے لیکن جب پارس اوّل کا انجام دیکھتی ہوں کہ وہ اسپتال میں پڑا ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس کے جسم سے زہر کو بالکل ہی ختم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہیں میرے بیٹے کے ساتھ ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟“

”دو ہی باتیں ہوں گی، وہ زندہ رہے گا یا مر جائے گا خواہ وہ ادارے میں رہے یا ادارے سے باہر۔ کیا تم نے اس سلسلے میں سونیا سے بات کی تھی؟“

”ہاں، اب سے دو گھنٹے پہلے بات کر چکی ہوں، وہ کہہ رہی تھی، پارس کو افریقہ نہ بھیجا جائے بلکہ اسے اب میدانِ عمل میں آنا چاہیے لہٰذا امریکا بھیج دو لیکن اس کے ساتھ کوئی نہ ہو، وہ پارس اوّل کی طرح تنہا رہے گا، خیال خوانی کرنے والے اس کی رہنمائی کریں گے۔“

”سونیا نے صحیح مشورہ دیا ہے، اس پر عمل کرو، اسے یہاں سے روانہ کر دو۔“

”فرہاد پلیز! مجھے ایک مہینے کی مہلت دو، وہ پانچ منٹ تک سانس روک لیتا ہے، کبھی کبھی چھ منٹ تک پہنچتا ہے۔ میں مزید ایک ماہ میں اسے سات منٹ تک پہنچا دوں گی پھر وہ کلامِ پاک کا آخری سپارہ حفظ کر رہا ہے، اس ماہ میں وہ مکمل کلامِ پاک کا حافظ بن جائے گا۔“

میں کلامِ پاک کے حوالے سے خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ”اچھی بات ہے، آج پہلی تاریخ ہے، اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو اُسے روانہ کر دینا۔ جناب شیخ صاحب سے کہو، فرانس کی سب سے بڑی یونیورسٹی سے اس کے لیے ایک ڈپلومہ حاصل کریں۔ فرضی نام سے اس کے لیے پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات تیار کروائیں... میک اپ کی ضرورت نہیں ہے، وہ پہلی بار میدانِ عمل میں آ رہا ہے۔ اسے صورت سے کوئی نہیں پہچانتا۔“

میں نے پارس دوم کو مخاطب کیا، اُس نے فوراً سانس روک لی پھر دوسری بار مخاطب کیا، اُس نے سانس لیتے ہوئے کہا پوچھا ”کون، پاپا؟“

میں نے گوڈ ورڈز ادا کیے ”یس، پاپا، ٹوکس یور مائنڈ۔“

وہ ایک بڑی سی انسائیکلوپیڈیا پر جھکا ہوا تھا۔ اُس نے ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا ”میں سانپوں کے زہر کے متعلق اسٹڈی کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے بھی آپ لوگوں نے ٹیلی پیتھی اور تنویمی عمل کے ذریعے ہمارے دماغ میں ایسی معلومات نقش کرادی ہیں۔ آپ مسلسل دو ماہ سے پارس اوّل کے ساتھ ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے، ابھی وہ نارمل نہیں ہُوا ہے۔“

”تم درست سمجھ رہے ہو۔“

”اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اسپتال آنے کا موقع دیں، میں پارس اوّل کا کیس کسی دوسرے پہلو سے دیکھ رہا ہوں۔“

”بیٹے! کس پہلو سے دیکھ رہے ہو؟“

”یہ اپنی اپنی ذہانت اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کی بات ہے، اگر آپ میری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے ہیں تو اسپتال بلوا لیجیے۔“

”میں نے تمھاری ماما کو بڑی مشکلوں سے راضی کیا ہے، وہ ٹھیک ایک ماہ بعد تمھیں امریکا روانہ کریں گی۔ اب یہاں کے ایک فوجی اسپتال میں بلانے کے لیے پھر تمھاری ماں کے سامنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔“

”آپ فکر نہ کریں، میں ماما کو سمجھا لوں گا۔“

”پھر تو کوئی بات نہیں، جب چاہو چلے آؤ۔“

اسی وقت رسونتی اس لائبریری میں پہنچی۔ پارس دوم نے اسے دیکھتے ہی دونوں بازو پھیلا دیے اور کہا ”او ماما! ابھی یاد کر رہا تھا اور آپ پہنچ گئیں۔“

وہ آگے بڑھ کر جوان بیٹے کے بازوؤں میں سما گئی پھر اسے چومتی ہوئی بولی ”کوئی خاص بات ہے؟“

پارس نے دھیمی سرگوشی میں کہا ”ماما، آپ چاہتی ہیں نا کہ میں پارس اوّل پر برتری حاصل کر لوں۔ اس سے بھی آگے نکل جاؤں؟“

”ہاں بیٹے، جس دن تم یہ ثابت کر دو گے، میں تم پر ناز کروں گی، دُنیا والوں کو بتاؤں گی کہ ایسا بیٹا کسی ماں نے پیدا نہیں کیا ہوگا۔“

پارس نے انسائیکلوپیڈیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ابھی میں سانپوں کے متعلق اسٹڈی کر رہا تھا۔ یوں بھی آپ لوگوں نے بہت سی معلومات میرے دماغ میں نقش کرادی ہیں۔ آپ جانتی ہیں، میں کیا کرنے والا ہوں۔“

رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا ”یہ سانپوں کی بات کیوں کر رہے ہو، آخر کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”میں ایک ہفتے کے اندر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اپنے بھائی پارس سے ہی نہیں، اپنے پاپا سے بھی صلاحیتوں میں آگے ہوں۔“

رسونتی نے خوش ہو کر اُس کی پیشانی چوم لی پھر پوچھا ”سچ کہہ رہے ہو، نا؟“

”ہاں ماما، مجھے یہاں سے پیرس کے فوجی اسپتال میں جانا ہوگا۔ وہاں بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر پارس کا علاج کر رہے ہیں اور وہ نارمل نہیں ہو رہا ہے۔ پاپا بھی پریشان ہیں۔ ان کی ذہانت بھی کام نہیں آ رہی ہے۔ ایسے میں، میں اگر ذہانت کا مظاہرہ کروں، تو...“

رسونتی نے اس کی بلائیں لیں پھر سر پر آنچل رکھ کر بولی ”بس آگے کچھ نہ کہو۔ میں اپنے بیٹے کو پیرس کے فوجی اسپتال تک جانے کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تم جاؤ، میں تمھارے لیے ابھی نماز پڑھنے کے بعد دُعائیں مانگوں گی۔“

وہ وہاں سے جانے لگی، اگر میں پارس دوم کو پیرس بُلانا چاہتا تو وہ اتنی جلدی راضی نہ ہوتی۔ دو چار دن تک ضرور بحث کرتی رہتی۔ اُس کا دل بیٹے کو باہر بھیجنے سے خوفزدہ رہتا لیکن خود بیٹے نے اس کے اندر مقابلے کا جذبہ پیدا کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ وہ پارس اوّل سے برتری حاصل کر لے گا۔ وہ فوراً راضی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی ماں کی عادتوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اسی لیے چند منٹوں میں ہی اُسے راضی کر چکا تھا۔

میرے دونوں بیٹے ایک دوسرے سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ دونوں میں صرف اتنا فرق تھا کہ پارس اوّل زندہ دل تھا اور پارس دوم بہت ہی سنجیدہ اور خشک مزاج تھا۔ بہت کم بولتا تھا۔ کام کی باتیں کرتا تھا اور ان باتوں سے ہی اپنا کام نکال لیتا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی دیکھ کر کوئی اسے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ اس کی پیدا کرنے والی ماں نے بھی شاید ہی اسے مُسکراتے دیکھا ہو۔ پارس اوّل نے اس کے متعلق درست کہا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے میں صرف دو بار مُسکراتا ہے۔ ایک صبح اور دوسرے رات کو سونے سے پہلے دانتوں میں برش کرتے وقت۔ اس طرح اس کے دانت دکھائی دیتے ہیں اور ہم اپنی تسلی کر لیتے ہیں کہ بچہ مُسکرا رہا ہے۔

میں نے تھوڑی دیر بعد رسونتی سے کہا ”ابھی میں پارس دوم کے پاس گیا تھا، وہ کہہ رہا ہے، ہمارے پاس فوجی اسپتال میں آئے گا۔“

رسونتی نے فخر سے مُسکراتے ہوئے کہا ”ہاں، تمھارے تجربہ کار ڈاکٹر ناکام ہو گئے ہیں، اب میرا بیٹا اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے گا۔“

”ہمارا بیٹا ڈاکٹر نہیں ہے آخر وہ کیا کرے گا؟“

”یہ سوال میں نے اپنے بیٹے سے نہیں کیا، تم بھی نہیں کرو گے۔ ہمیں اپنی اولاد پر پورا بھروسا ہونا چاہیے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ میرے بیٹے کو سب دوم کہتے ہیں لیکن وہ ہر مقابلے، ہر آزمائش میں

اوّل رہے گا۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا "چلو اچھا ہے۔ وہ اسی جذبے سے پارس دوم کو میدانِ عمل میں جانے کی اجازت تو دے رہی ہے۔

پارس کے لیے دو ڈاکٹر ہمیشہ ڈیوٹی پر رہتے تھے۔ جب ان کی ڈیوٹی ختم ہوتی تو دوسرے دو ڈاکٹر چلے آتے تھے، یہ چاروں بہت ہی تجربہ کار تھے، پوری توجہ سے اس کا علاج کر رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ایک ہفتے میں اس کے اندر سے زہر کے تمام اثرات ختم کر دیں گے۔

جس روز پارس کو اسپتال پہنچایا گیا، اُس کے دوسرے دن سر تھامس جانسن اپنی سیاہ فام بیوی کے ساتھ پیرس پہنچ گئے۔ انٹیلی جنس والوں نے انھیں پہلے اسپتال نہیں جانے دیا۔ ان میاں بیوی کو اپنے اعلیٰ افسر کے بنگلے میں لے گئے۔ وہاں انھیں میرے اور پارس کے متعلق بتایا گیا۔ انھیں تاکید کی گئی کہ ابھی اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جانے کی ضد نہیں کریں گے۔ دوسری تاکید یہ کی گئی کہ یہاں سے جانے کے بعد وہ فرہاد اور پارس کا نام کسی کے سامنے نہیں لیں گے۔

سر تھامس جانسن نے کہا "لندن میں میرے کتنے ہی عزیز اور دوست احباب میری بیٹی کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اپنی ماریہ کو لے کر آ رہا ہوں۔ اس کی آمد پر ہم جشن منانے والے ہیں، اگر میں اس کے بغیر جاؤں گا تو انھیں کیا جواب دوں گا؟"

"آپ سیدھی سی بات کہہ سکتے ہیں کہ پیرس والوں نے آپ کی بیٹی کو ایک زہریلی لڑکی بنا دیا ہے۔ پیرس کے ڈاکٹر بڑی تندہی سے اس کا علاج کر رہے ہیں۔ جب تک اس کا زہر ختم نہیں ہو گا، اسے کسی سوسائٹی میں لے جانا اور اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کرانا بہت ہی خطرناک ہو گا، وہ کسی وقت بھی غصے میں آ کر کسی کو بھی ڈس لے گی۔"

یہ سُن کر ماریہ کی ماں رونے لگی۔ سر تھامس جانسن نے کہا۔ "ہم نے بہت پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ ہماری بیٹی کو زہریلی بنایا گیا ہے۔ میں نے اپنے دو آدمی اس بستی میں بھیجے تھے۔ بے چارے دونوں مارے گئے، میری بیٹی کو واپس نہ لا سکے۔ کیا واقعی وہ اس قدر زہریلی ہے کہ اپنے قریبی رشتوں کا بھی لحاظ نہیں کرے گی؟"

"وہ بہت معصوم ہے، کسی کو جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچاتی لیکن جب غصہ آتا ہے تو وہ بے اختیار کسی کو بھی کاٹ لیتی ہے۔"

"آفیسر! اگر ایسی بات ہے تو ہم محتاط رہیں گے، ہم اس کے والدین ہونے کے ناتے سے اس کا علاج خود کرانے کا حق رکھتے ہیں۔ لندن میں بڑے نامی گرامی ڈاکٹر ہیں، وہ ہماری بیٹی کا کامیابی سے علاج کریں گے، پھر کیا ضروری ہے کہ اسے پیرس میں رکھیں؟"

"بہت ضروری ہے۔ اس نے فرہاد صاحب کے بیٹے کو ڈس لیا ہے۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق پارس اس کے زہر سے متاثر ہے لہٰذا اس لڑکی سے بھی متاثر ہے، وہ ماریہ کی آنکھوں کے زیرِ اثر رہتا ہے، اس کی ہر بات مانتا ہے۔ دوسروں کی باتیں نہ سُنتا ہے، نہ سمجھتا ہے، نہ ان پر عمل کرتا ہے۔ ان حالات میں آپ بیٹی کو لے جائیں گے تو پارس کی جان خطرے میں ہو گی۔ ہم اس کا معقول علاج نہیں کر سکیں گے۔"

دوسرے افسر نے کہا "آپ اسی بات کو دوسرے پہلو سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ خدانخواستہ پارس کو اس کے زہر نے مار دیا تو پھر آپ کی بیٹی اس کی قاتل کہلائے گی اور قانون کی مجرم۔ لہٰذا ہمیں موقع دیجیے، ہم آپ کی بیٹی کو قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے پارس کا کامیاب علاج کریں گے۔ اس طرح پارس موت سے اور آپ کی بیٹی قانون سے محفوظ رہے گی۔"

یہ بات سر تھامس جانسن کی سمجھ میں آ گئی، وہ فوجی جوانوں کی نگرانی میں اسپتال پہنچے۔ مجھ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا پھر ہم نے ماریہ کو ان سے ملایا۔ اسے دیکھتے ہی ماں باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ باپ نے روتے ہوئے کہا۔ "اوہ! میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری بیٹی اتنی خوبصورت، اتنی معصوم ہو گی۔ کون کہتا ہے تم زہریلی ہو۔ نہیں . . نہیں بیٹی تم جیسی بھی ہو، ہمارے لیے نئی زندگی کا پیغام لائی ہو۔"

وہ بے خطر آگے بڑھا پھر اُس نے بیٹی کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی پیشانی کو چوم لیا۔ ماں نے بھی آگے بڑھ کر اُسے گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، وہ ماں سے الگ ہو کر بولی "میں شہری زندگی کے بارے میں بہت کچھ سمجھنے لگی ہوں، تمھیں پہلی ملاقات میں اس طرح گلے لگ کے نہیں رونا چاہیے۔ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہنا چاہیے، تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں بھی جواب میں کہوں گی، مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

اس کی بات پر ماں روتے روتے مسکرانے لگی۔ باپ نے فوراً ہی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "ہماری بیٹی تو ہم سے بھی زیادہ سمجھدار ہے۔ پلیز ٹو میٹ یو. . ."

ماریہ نے بھی مصافحہ کرتے ہوئے کہا "پلیز ٹو میٹ یو، اب میرے دوست سے ملو یہ پارس ہے، میرا بوائے فرینڈ۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔"

دونوں نے پارس کی طرف دیکھا، وہ بستر پر سو رہا تھا گہری

نیند میں تھا۔ سر تھامس جانسن نے خوش ہو کر کہا "اوہ گاڈ! ہماری بیٹی تو محبت کو بھی سمجھتی ہے اور جو محبت کو سمجھتا ہو وہ کسی کے خلاف زہر نہیں اُگلتا۔"

ماں نے کہا "مریض کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ آؤ بیٹی، ہم دوسرے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ کر بولی "میں پارس کو چھوڑ کے نہیں جاؤں گی۔"

میں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں نے تمھیں سمجھایا ہے، اگر کوئی ضرورت ہو تو پارس کو تھوڑی دیر کے لیے تنہا چھوڑ دینا چاہیے، جیسے ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جاتے ہیں تو تم اس سے جُدا ہو جاتی ہو، اس وقت تمھارے والدین تم سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ تمھارا فرض ہے، ان کے ساتھ خوب گھُل مل کے باتیں کرو، تم تو بہت اچھی بیٹی ہو، ہر بات سمجھ لیتی ہو۔"

یہ اس کی کمزوری تھی۔ اتنی تعریفیں سُن کر بات مان لیتی تھی۔ وہ والدین کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس سے مل کر اور اس کے ساتھ گھنٹوں باتیں کرنے کے بعد بھی ماں باپ کا دل نہیں بھرا تو سر تھامس جانسن نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کی بڑی مہربانی ہو گی، اگر آپ ہمیں خصوصی اجازت دلائیں تاکہ ہم یہاں روز اپنی بیٹی سے ملنے آ سکیں۔"

میں نے کہا "یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ فوجی اسپتال کے احاطے سے باہر نہ جائیں اور یہیں قیام کریں۔"

"ہمیں ایک دن کے لیے لندن جانا ہو گا۔ وہاں تمام دوست، عزیز و اقارب ہماری بیٹی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کے درمیان جا کر وضاحت کرنا ہو گی کہ حالات کیا ہیں۔"

"بے شک! ایک دن کے لیے جائیں لیکن واپس آنے کے بعد اس اسپتال کے احاطے سے باہر نہ جائیں۔"

"آخر اتنی سختی کیوں کی جا رہی ہے؟"

"آپ ہمارے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اتنا سمجھ لیجیے کہ آپ بار بار جائیں گے، آئیں گے تو دشمن کسی دن آپ کو ٹریپ کریں گے پھر آپ کے میک اپ میں یہاں آ کر میرے بیٹے کو نقصان پہنچائیں گے۔"

"مائی گاڈ! آپ کے دشمن کیا اتنے چالاک اور خطرناک ہیں؟"

"جی ہاں، آپ اتنا ہی سمجھ لیں کہ آنے والا کوئی بھی لمحہ میرا دشمن بن جاتا ہے اور میں احتیاطی تدابیر کرتا رہتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک دن کے لیے لندن گئے پھر واپس آ گئے۔ میں نے اسپتال کے احاطے میں ان کی رہائش کا انتظام کرا دیا۔ یوں بھی ماں باپ کا قریب رہنا ضروری تھا تاکہ ماریہ ان سے محبت کرتی رہے اور متاثر ہوتی رہے۔ ان کی تہذیب اور طور طریقوں کو اچھی طرح سمجھتی رہے۔

ایک ہفتے کے مسلسل علاج کے بعد پارس کچھ نارمل ہوا۔ اُس نے مجھے پہچانتے ہوئے سنجیدگی سے ہاتھ اُٹھا کر سلام کیا پھر مصافحہ کیا۔ مجھے اس کی سنجیدگی گراں گزر رہی تھی۔ وہ بہت ہی زندہ دل لڑکا تھا۔ خود ہنستا تھا اور دوسروں کو ہنساتا رہتا تھا۔ اس پر بھی میں نے خدا کا شکر ادا کیا، وہ اب نارمل ہو چلا تھا لیکن بارھویں دن ڈاکٹروں نے تشویش کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

انھوں نے کہا "ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ہم نے اپنی دانست میں اس کے اندر سے سارا زہر ختم کر دیا تھا لیکن پھر تھوڑی سی مقدار میں زہر پیدا ہو گیا ہے، یہ بلڈ کینسر جیسا کیس ہے، جیسے بلڈ کینسر ہو جاتا ہے، اس کے اندر کا سارا زہریلا خون نکال کر دوسرا خون دیا جاتا ہے، مگر طبّی نقطۂ نظر سے یہ بات غلط ہے کہ سارا خون نکال لیا جاتا ہے، کسی بھی شخص کے اندر سے خون کا آخری قطرہ بھی نکال لیں تو پھر وہ زندہ کیسے رہے گا؟ کچھ تو خون رہ جاتا ہے، اس طرح ہم جو اس کے اندر زہر کی صفائی کر رہے ہیں تو اس کا بھی ایک آدھ قطرہ رہ جاتا ہے۔ ہمیں نئے سرے سے سوچنا، سمجھنا اور عمل کرنا ہو گا، ہم اس کے اندر سے زہر کا آخری قطرہ بھی نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

میں اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر تشویش میں مبتلا رہتا تھا، وہ صرف ایک دن کے لیے نارمل ہوا تھا، اس کے بعد پھر ہم سے بیگانہ ہو گیا تھا۔ کبھی ہوش کی باتیں کرتا تھا اور کبھی دیوانوں کی طرح صرف ماریہ کو پہچانتا تھا اور ساری دُنیا کو بھول جاتا تھا۔ دو ہفتے بعد ڈاکٹروں نے رپورٹ دی "ہم اپنے طور پر کامیاب ہیں۔ دو ہفتے میں پارس دوبارہ نارمل ہوا اور اس کا نارمل ہونا ہماری کامیابی کی دلیل ہے لیکن جانے کیوں پھر اس پر دیوانگی طاری ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے، اس کے اندر نئے سرے سے زہر پہنچایا جاتا ہے۔ یہ زہر یا تو ماریہ پہنچاتی ہے یا آپ کے دُشمن۔"

ڈاکٹروں کی اس بات نے مجھے چونکا دیا، یہ فوجی اسپتال تھا لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ دُشمن تو قبر میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے ہم نے اس بات کو اہمیت دی کہ ماریہ ایسا کر سکتی ہے لیکن اس سلسلے میں اہم بات یہ تھی کہ پارس کے جسم کے کسی حصے میں اس کے دانتوں کے نشان نہیں تھے۔ میں نے اس سے بڑی محبت سے پوچھا "بیٹی! اگر تم اس کے جسم کے کسی حصے میں دانت لگاتی ہو یا کسی طرح اس کے اندر زہر پہنچاتی ہو تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ یہ تمھارا دوست ہے۔ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ میں ہمیشہ اسے

تمہارے ساتھ رکھوں گا، تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دوں گا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔"

اُس نے پارس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اور اس کے ایک ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر کہا "پاپا! میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں مر جاؤں گی مگر اسے مارنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچوں گی۔ میں نے ایسی کوئی حماقت نہیں کی ہے۔ جب میں اس کے قریب آتی ہوں تو اس بات کا خاص خیال رکھتی ہوں کہ میرے دانت اور ناخن اس کے جسم سے لگنے نہ پائیں۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ میرے بیٹے کو دل و جان سے چاہتی تھی۔ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی لہٰذا مجھے دشمنوں کے متعلق سوچنا پڑا۔ میں نے وہاں کے افسران سے کہا "نگرانی میں سختی کر دی جائے۔ میرے بیٹے کے پاس آنے والوں اور میرے بیٹے کی دوائیں تیار کرنے والوں پر کڑی نظر رکھیں۔" میں ویسے بھی ہر ایک کے دماغ میں پہنچ کر اپنی تسلی کیا کرتا تھا لیکن ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میری نیند کے دوران یا کسی مصروفیت کے وقت کوئی یہاں آتا ہو اور دوا میں تبدیلی کر دیتا ہو، اس روز سے میں اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ میں نے رسونتی سے کہا "میری نیند یا مصروفیت کے دوران تم اسپتال کے ایک ایک فرد کے دماغ میں آتی جاتی رہا کرو گی۔"

پھر میں نے پارس دوم کو مخاطب کر کے پوچھا "تم یہاں آنے والے تھے۔ اب تک کیا کر رہے ہو؟"

"پاپا! صرف ایک دن کی مہلت چاہیے۔ میں ذرا تیاریوں کے ساتھ آرہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، پرسوں یہاں کے افسران، باباصاحب کے ادارے میں جائیں گے اور تمہیں اپنی نگرانی میں لے کر آئیں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، دشمن جو ہماری نگرانی کر رہے ہیں کیا وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہاں سے پارس دوم جا رہا ہے اور اسپتال پہنچ رہا ہے پھر انہیں یہ دیکھنے اور سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ دونوں پارس ایک ہی جگہ ہیں۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا پھر پریشان ہو کر کہا "بیٹے، دیوانگی نے مجھے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ تم درست کہتے ہو۔ یوں بھی پارس اوّل میدان عمل میں آیا تو میں نے اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی لہٰذا تمہارے معاملات میں بھی کچھ نہیں کہوں گا، تم جس طرح آنا چاہو چلے آؤ۔"

"میں کس طرح آؤں گا، یہ ایک لمبی تفصیل ہوگی۔ میں صرف اتنا بتا دوں کہ پرسوں ایک اناڑی کی طرح اسپتال میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا اور جان بوجھ کر پکڑا جاؤں گا، جب آپ کو اطلاع ملے تو مجھے اپنے پاس بلا لیجیے گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "بہت اچھی تدبیر ہے اس طرح دشمن تمہیں کبھی پارس دوم نہیں سمجھیں گے، وہ یہی سمجھیں گے کہ کسی تنظیم یا کسی بڑے ملک کی طرف سے کسی کو بھیجا گیا تھا جو پکڑا گیا ہے۔"

میں نے بیٹے سے رابطہ ختم کر دیا، اگر میں چاہتا تو اسپتال میں ڈیوٹی دینے والے تمام فوجی افسران اور دوسرے فوجی جوانوں کو یہ بتا دیتا کہ میرا بیٹا یہاں کس طرح داخل ہونے والا ہے، انہیں بھی اسی کی طرح ڈراما پلے کرتے ہوئے اُسے گرفتار کر کے کس طرح میرے سامنے پہنچانا ہے لیکن ایسا وقت سے پہلے کہنا مناسب نہیں تھا۔ کوئی بھی فوجی افسر یا جوان کسی دشمن کا ایجنٹ ہو سکتا تھا، اور اس طرح پارس کو نقصان پہنچ سکتا تھا لہٰذا میں نے خاموشی اختیار کی۔ پارس کو اس کے اپنے طریقہ کار پر عمل کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس فوجی اسپتال کے احاطے میں چھوٹے چھوٹے اسپیشل کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ فوج کا کوئی اعلیٰ افسر بیمار ہوتا تو اسے ایسے کاٹیج میں رکھا جاتا تھا۔ وہاں مسلح فوجیوں کا پہرا ہوتا تھا۔ اسپتال کے خاص ڈاکٹر، نرسیں اور وارڈ بوائز کے سوا کوئی ان کاٹیج میں نہیں جا سکتا تھا۔ پارس کو ایسے ہی ایک اسپیشل کاٹیج میں رکھا گیا تھا۔ میں وہاں آنے والے خاص ڈاکٹروں، نرسوں اور وارڈ بوائز کو چیک کرتا تھا۔ ان کے دماغوں میں رہتا تھا۔ احتیاطاً ماریہ کے ماں اور باپ کے دماغ کو بھی ٹٹولتا رہتا تھا۔ اس بات کی گنجائش تھی کہ کوئی بھی دشمن تنویمی عمل کے ذریعے انہیں اپنا آلۂ کار بنا سکتا تھا۔

پارس کا خون تبدیل کرنے اور اس کا علاج کرنے کے سلسلے میں اسے اسپتال کے مختلف شعبوں میں کبھی کبھی لے جایا جاتا تھا۔ وہاں اسپتال کے بہت سے لوگوں سے میرا واسطہ پڑتا تھا۔ میں، رسونتی اور سار مرا ان تمام لوگوں کے دماغوں کو پڑھتے رہتے تھے۔ اتنی کوشش کے باوجود کوئی سازش کرنے والا نظروں میں نہیں آرہا تھا۔ آخر رسونتی نے کہا "میری بات مانو تو کوئی دشمن پارس اوّل کے جسم میں زہر انجیکٹ نہیں کر رہا ہے، یہ ماریہ کا کام ہے۔"

"لیکن ماریہ قسم کھا رہی ہے، وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ پارس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"بے شک جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچائے گی لیکن پیار سے تو پہنچا سکتی ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"اب تم بوڑھے ہو چلے ہو، تمہارا دماغ کام نہیں کرتا۔ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ دو چاہنے والے ایک دوسرے کو کس طرح پیار کرتے ہوں گے اور اس پیار کے ذریعے کس طرح ماریہ کا زہر پارس میں منتقل ہوتا ہوگا۔"

رسونتی کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ مجھے یہ بات یاد آئی کہ کس طرح ماریہ نے ایک بار اپنی ہتھیلی پر اپنے منہ کا لعاب رکھا تھا اور اس میں چیونٹے کو چھوڑ دیا تھا۔ چیونٹا فوراً ہی ساکت ہو گیا تھا۔ یعنی وہ زبان اور ہونٹوں سے بھی زہر پہنچا سکتی تھی۔ وہ اپنی جگہ معصوم تھی۔ اسے کبھی جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی لیکن انجانے پن میں محبت کے ذریعے نقصان پہنچا رہی تھی۔

اب ایک ہی راستہ تھا کہ اسے پارس سے الگ کر دیا جائے۔ میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ ایک ڈاکٹر نے کہا "آخری راستہ یہی ہے۔ سانپ کو مار دیا جائے یا اسے انسانوں سے دور رکھا جائے لیکن اس کے نقصانات بھی ہیں، جس طرح نشہ کرنے والے افیون، چرس اور ہیروئن کے عادی ہو جاتے ہیں، اس کے بغیر رہ نہیں سکتے، جنون میں مبتلا رہتے ہیں یہی حالت پارس اوّل کی ہے، وہ فی الحال ماریہ کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ ہم رفتہ رفتہ اس کے جسم سے زہر کے اثرات ختم کر دیں گے تو ماریہ کا اثر بھی کچھ کم ہو جائے گا۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے لیکن اپنی کوششوں سے اس قدر نارمل کر دیں گے کہ ماریہ کی کشش برائے نام رہ جائے گی۔"

تیسرے ڈاکٹر نے کہا "پھر ہم ماریہ کا بھی علاج کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ اس کے جسم سے بھی زہر کی مقدار کم سے کم ہوتی جائے۔ اگر آپ اسے پارس اوّل سے الگ کریں گے تو وہ غصے میں آئے گی پھر سب کے لیے خطرناک بن جائے گی۔ اسے ہمیشہ زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا ہوگا اور ایسے میں اس کا علاج مشکل ہو جائے گا۔"

میں پارس کے کاٹیج میں تھا۔ اس کے کمرے میں ماریہ بھی موجود تھی۔ میں سمجھ رہا تھا، میری موجودگی ماریہ پر گراں گزر رہی ہے، وہ پارس کے ساتھ تنہائی چاہتی ہے لیکن میں اپنی فکر میں تھا۔ سوچ رہا تھا، اسے کس طرح سمجھاؤں کہ وہ ایسی محبت نہ کرے، میرے بیٹے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس وقت پارس اوّل نارمل تھا۔ مجھے پہچان رہا تھا۔ کبھی کبھی مجھ سے دو چار باتیں کر لیتا تھا۔ میں اس کی موجودگی میں ماریہ سے ایسی بات نہیں کر سکتا تھا۔

ایسے میں فون کی گھنٹی سنائی دی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر فون کے پاس آکر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے پارس دوم کی آواز سنائی دی۔ اُس نے کہا "ہیلو پاپا! کیا آپ میرے پاس آسکتے ہیں؟"

"آرہا ہوں، ریسیور رکھو۔"

میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے، کل آرہے ہو نا؟"

"آؤں گا لیکن پروگرام بدل چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ پارس کے جسم میں زہر کس طرح پہنچ رہا ہے۔ میں اپنی ایک تدبیر آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

"بیٹا، یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، تم کیا چاہتے ہو؟"

"ماریہ کو سمجھائیے کہ دشمنوں سے خطرہ ہے، اس لیے پارس کو چھپانے کے لیے اس کے چہرے پر میک اپ کیا جا رہا ہے۔"

"میں اسے سمجھاؤں گا بلکہ اس کی تسلی کے لیے اس کے سامنے ہی پارس کے چہرے پر میک اپ کروا دوں گا اور بولو۔"

"آپ پارس اوّل کے چہرے پر میرا میک اپ کیجیے یعنی اسے پارس دوم بنائیے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اپنے بھائی کی جگہ لینا چاہتا ہوں۔ میں معلوم کروں گا کہ پارس کے جسم میں زہر کس طرح پہنچتا ہے۔"

"کیا تم نے ہوش میں رہ کر یہ تدبیر سوچی ہے، کیا تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ ماریہ تمہیں پارس اوّل سمجھ کر تمہارے جسم میں اپنا زہر پہنچا سکتی ہے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں، ماریہ کا زہر مجھ پر اثر نہیں کرے گا۔"

"کیا تم زہر پروف ہو چکے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے، آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ میں اپنی حفاظت کر لوں گا۔ آپ ذرا غور فرمائیں، پارس اوّل اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا۔ جب نارمل ہوتا ہے تو کوئی دانش مندی کی بات نہیں کر سکتا، نہ ہی اپنا بچاؤ کر سکتا ہے بلکہ وہ بُری طرح ماریہ کی طرف مائل ہے۔ اگر میں اس کی جگہ آجاؤں تو ہوش و حواس میں رہوں گا۔ میں ماریہ کو اپنے نقطۂ نظر سے سمجھاؤں گا۔ اپنی محبت کا واسطہ دوں گا، وہ محبت کرنے سے اور تعریفیں کرنے سے خوش ہو جاتی ہے۔ ہر بات مان لیتی ہے۔ آپ میری اس تدبیر پر عمل کریں، پلیز۔"

میں نے اس کی بات مان لی۔ ماریہ کے والدین کو اور ڈاکٹروں کو بتایا کہ اس کے زہر سے پارس کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم کس تدبیر پر عمل کر رہے ہیں پھر ان سب نے ماریہ کو سمجھایا کہ پارس کے چہرے پر میک اپ کرنا ضروری ہے تاکہ دشمن اسے پہچان نہ سکیں۔ جب سب نے اسے سمجھایا تو بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے میک اپ کا سامان منگوایا اور پارس اوّل کے چہرے پر دوسرے بیٹے کا میک اپ کر دیا۔ ماریہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ جب میک اپ مکمل ہو گیا تو اُس نے حیرت سے چیخ کر کہا "ارے میرا پارس کہاں گیا، وہ تو نظر نہیں آرہا ہے۔"

سر تھامس جانسن نے اُس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے

ہوئے کہا "بیٹی! یہی پارس ہے۔ دیکھو، جب تم محبت کرنے والی اسے نہیں پہچان سکتی ہو تو دشمن بھی نہیں پہچانیں گے، اس طرح یہ محفوظ رہے گا۔"

وہ پارس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھا "کیا تم میرے وہی پارس ہو؟"

"ہاں، میں وہی ہوں، میں میک اپ کے دوران آئینہ دیکھتا رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ چہرہ بدل گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ذرا چپ ہوا پھر کچھ سوچتے ہوئے مجھے دیکھتے ہوئے بولا "پاپا! ذرا آئینہ دکھائیے۔"

میں نے پھر آئینہ دکھایا۔ اس نے کہا "یہ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے، معلوم ہوتا ہے، میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"تم بہت سی صورتیں بھول چکے ہو، رفتہ رفتہ سب یاد آجائے گا ابھی دماغ پر زور نہ ڈالو کہ یہ کس کا چہرہ ہے۔"

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ دماغ پہ زور ڈال رہا تھا۔ سمجھانے کے باوجود سوچنے سے باز نہیں آرہا تھا۔ دونوں بھائی ساتھ رہتے آئے تھے۔ ایک ساتھ ہر طرح کے علم و ہنر حاصل کرتے رہے تھے۔ ایسے میں آشنا سا چہرہ بھی یاد نہ آئے تو پریشانی ہوتی ہے، سر دُکھنے لگتا ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی تھی اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو قابو میں بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے تھپک تھپک کر تھوڑی دیر کے لیے سُلا دیا۔

بڑی حد تک یقین ہو چکا تھا کہ اس فوجی اسپتال میں کوئی دشمن میرے بیٹے کے خلاف سازش نہیں کر رہا ہے۔ اس کے باوجود ہم محتاط تھے۔ پارس دوم کو ایک ایمبولینس میں مریض بنا کر اسپتال کے اندر لایا گیا۔ پارس اوّل کے چہرے پر میک اپ کرنے کے بعد اسے وہی لباس پہنایا گیا تھا جو پارس دوم کے پاس تھا۔ ہمارے پروگرام کے مطابق سر تھامس جانسن نے کہا "بیٹی! ہم صبح لندن کے لیے جا رہے ہیں، آج رات کا کھانا تم ہمارے ساتھ کھاؤ۔"

وہ پارس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتی تھی، اسے کھاتے وقت تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ جب ہم نے سمجھایا تو وہ راضی ہوگئی۔ دوسرے کمرے میں جا کر اپنے والدین کے ساتھ کھانے لگی۔ ایسے ہی وقت ہم نے پارس اوّل کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پارس دوم آکر اس کے بستر پر لیٹ گیا۔ وہ مجھے اپنے طریقۂ کار کے متعلق پوری تفصیل بتا چکا تھا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "مجھے اپنے دونوں بیٹوں پر ناز ہے۔"

اس نے کہا "پلیز پاپا! کہیں ماریہ کے سامنے ایسی بات نہ کہہ دیں۔"

میں ہنسنے لگا۔ مجھے کچھ یاد آیا تو میں نے کہا "تمہاری ایک بہت بُری عادت ہے تم کبھی مسکراتے نہیں ہو۔ تمہارے چہرے پر جو گہری سنجیدگی ہے، وہ میرے باپ کے چہرے پر بھی نہیں تھی۔ تمہیں پتا ہے، پارس نارمل رہتا ہے تو مسکرا کر ماریہ سے باتیں کرتا ہے، اگر تم نہیں مسکراؤ گے تو اپنے بھائی کی جان بچانے میں ناکام رہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، آخر لوگ کیوں مسکراتے ہیں، انھیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ جتنا وقت مسکرانے میں ضائع کرتے ہیں اتنی دیر میں کوئی کتاب پڑھ لیں، کسی انسان کی اسٹڈی کریں، کسی کی نفسیات کو سمجھنے کی کوشش کریں یا اتنی دیر میں کوئی ہنر ہی سیکھ لیں۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا لیکن پارس اوّل کا رول ادا کرنے کے لیے مسکرانا ضروری ہے۔"

"جب مسکرانے کا مرحلہ آئے گا تو میں ماریہ سے نمٹ لوں گا۔ مشکل یہ ہے کہ مجھے لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔ کوئی قریب آتی ہے تو یوں لگتا ہے، ایک کڑوی گولی حسن کی مٹھاس میں لپٹ کر آرہی ہے۔ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود میں خوش مزاجی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اب دیکھوں گا، بھائی کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

پارس دوم اس معاملے میں مجھ سے بالکل مختلف تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ باپ شیطان ہو تو بیٹا شیطان، باپ مولوی ہو تو بیٹا مولوی نکلے۔ کبھی مولوی کے گھر شیطان اور شیطان کے گھر مولوی پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنے ماحول اور پرورش کے مطابق بچے کا مزاج بنتا ہے۔ پارس اوّل، شیبا، سونیا اور آمنہ کے زیر اثر رہا، انھوں نے اسے ہر طرح کا علم سکھایا۔ ہر طرح کی تربیت دی لیکن اسے کسی بات کا پابند نہیں رکھا۔ اسے کبھی یہ نہیں کہا کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو، یہ اس کی ذہانت اور سوجھ بوجھ پر چھوڑ دیا۔ انھوں نے کبھی پارس اوّل سے یہ نہیں کہا، کسی لڑکی سے کبھی دوستی نہ کرنا اور یہ بھی نہیں سمجھایا کہ لڑکیوں سے دوستی کرتے پھرو۔ سونیا زندہ دل تھی۔ شیبا اور آمنہ بھی ہنستی بولتی رہتی تھیں۔ یہی زندہ دلی پارس اوّل کے حصے میں آئی تھی۔ اس نے کبھی لڑکیوں سے دوستی نہیں کی، یہ اس کی اپنی ذہانت اور سوجھ بوجھ تھی۔ جب اس نے جرجیس میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی، تب بھی انھوں نے کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ انھیں اپنی پرورش پر پورا یقین تھا کہ پارس اوّل کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا۔ جرجو سے دلچسپی ہے، محبت ہے، لگاؤ ہے تو اس میں پاکیزگی بھی ہے۔

دوسری طرف پارس دوم کو پرورش کے لیے رسوتی کا ماحول ملا۔ وہ میری طرف سے پہلے ہی نالاں تھی کہ میں کیوں رنگین مزاج ہوں اور لڑکیوں سے دوستی کرتا رہتا ہوں، وہ ایسی کوئی بات اپنے بیٹے میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس لیے شروع سے پابند کرتی تھی۔ اسے سمجھاتی تھی کہ لڑکیوں سے دور رہنا چاہیے، یہ زہریلی ناگنیں ہوتی ہیں، اوپر سے معصوم دکھائی دیتی ہیں مگر زندگی میں رفتہ رفتہ زہر گھول دیتی ہیں۔

پارس دوم کی عادت تھی، وہ ماں کی اچھی باتوں سے متاثر ہوتا تھا۔ ان پر عمل کرتا تھا لیکن جو بات اس کے اپنے مزاج کے خلاف ہوتی، اسے صرف سر جھکا کر سن لیتا تھا۔ اس کا خیال تھا، وہ صرف پیدائشی طور پر لڑکیوں سے بیزار ہے۔ ماما کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہے اور نصیحت ہوتی کیا ہے، ایک بچہ بچپن سے جوانی تک ماں باپ کی نصیحتیں سنتا آتا ہے لیکن جوانی میں اپنی من مانی کرتا ہے۔ بہرحال، معاملہ کچھ بھی ہو، پارس دوم واقعی لڑکیوں سے بیزار رہتا تھا۔ اس بیزاری کے باوجود وہ بد اخلاق نہیں تھا۔ کسی سے سامنا ہو جاتا تو بڑے ہی مہذب انداز میں دو باتیں کر کے گزر جاتا تھا۔

ماریہ رات کا کھانا کھا کر اپنے والدین کے کمرے سے آئی تو میں اس کمرے سے چلا گیا۔ ماریہ نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کے ہاتھوں کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا "مجھے افسوس ہے، تمہیں اتنی دیر تک تنہا رہنا پڑا۔"

اس نے جواب دیا "ہم دونوں کو کبھی کبھی تنہائی کی عادت ڈالنی چاہیے۔ کبھی بُرا وقت پوچھ کر نہیں آتا۔ تقدیر نامہربان ہو تو دیکھتے ہی دیکھتے دو چاہنے والوں کو جدا کر دیتی ہے۔"

"میں تم سے کبھی جدا نہیں ہوں گی۔" وہ جذباتی انداز میں اس سے لپٹنا چاہتی تھی، اس نے اچانک کھانستے کھانستے دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ وہ لپٹنے کے لیے جھک رہی تھی۔ تکیے پر اوندھے منہ ہوگئی پھر ہنستے ہوئے بولی "تم اُدھر ہوگئے، میں اِدھر گر پڑی۔"

وہ سیدھی طرح بیٹھ کر کھلکھلاتے ہوئے ہنسنے لگی۔ پارس پھر چاروں شانے چت ہوگیا، پھر بولا "کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ مجھے اچانک کھانسی آجائے گی؟"

"میں بھلا کیسے سوچ سکتی تھی۔"

"اسی کو حالات کہتے ہیں۔ اچانک مجھے کھانسی آئی، میں اِدھر ہوگیا، تم اُدھر گر پڑیں یعنی ہم ملتے ملتے جدا ہوگئے۔"

"ارے ہاں، ہم واقعی ملتے ملتے جدا ہوگئے جبکہ ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ارے پارس، تم نے پہلی بار اتنی عقل والی بات کی ہے۔ کیا تم اچھی طرح سوچنے سمجھنے اور باتیں کرنے لگے ہو؟"

"ہاں، میرے اندر تمہارا زہر بھر گیا ہے اور میں تمہاری طرح عقل مند ہوگیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری طرح عقل والی باتیں کرنے لگے ہو۔"

"اگر تم میرے اندر اور زہر بھرنے لگو گی تو میں اور عقل مند ہو جاؤں گا۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی "لیکن میں نے تو تمہارے اندر سے اپنا سارا زہر چوس لیا تھا، جڑی بوٹیوں سے تمہارا علاج کیا تھا پھر یہ ڈاکٹر بھی تمہارا علاج کر رہے ہیں۔ اس کے بعد میرا زہر تمہارے اندر کیسے بھر سکتا ہے، میری عقل تمہارے اندر کیسے آسکتی ہے؟"

"ماریہ! تم نے پاپا سے قسم کھا کر کہا تھا، اپنا زہر میرے اندر نہیں پہنچاتی ہو لیکن میں جانتا ہوں، میرے اندر یہ پہنچتا رہتا ہے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"تم نادانستگی میں ایسا کرتی ہو، تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو یہ محبت میرے اندر پہنچ جاتی ہے۔"

پارس دوم اسے سمجھانے لگا کہ کس طرح پیار کرنے سے اس کا زہر اس کے اندر منتقل ہوتا ہے۔ وہ حیرت سے سن رہی تھی پھر بولی "اگر ایسا ہے تو یہ اچھی بات ہے کیونکہ میرا زہر تمہیں عقل مند بنا رہا ہے۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ ایک آدھ بار زہر اچھی طرح میرے جسم میں جائے تاکہ میں اور عقل مند بن جاؤں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"وعدہ کرو، جو کہوں گا اس پر عمل کرو گی۔"

"میری جان تمہارے لیے ہے اور جان سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ میں وعدہ کرتی ہوں، جو کہو گے، اس پر عمل کروں گی۔"

"آئندہ تم مجھے پیار نہ کرنا، اگر میں نارمل نہ رہوں اور تم سے پیار کرنے کی ضد کروں تب بھی ایسا نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے، ایسا نہیں کروں گی لیکن میرا زہر تمہارے اندر کیسے جائے گا؟"

"یاد ہے، پہلی بار تم نے میری ہتھیلی کی پشت کو چومنا چاہا تھا اور وہاں کاٹ لیا تھا۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔"

"بس تو پھر تمہارا پیار کرنے کو جی چاہے تو میری ہتھیلی کی پشت پر کاٹ لیا کرو۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں یقین نہیں ہے تو ابھی کاٹ لو۔"

"لیکن تمہیں زیادہ تکلیف پہنچے گی۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے، تم زہر پھر چوس لینا، وہ زہر برائے نام میرے اندر رہے گا اور مجھے عقل مند بناتا رہے گا۔"

وہ سوچتے ہوئے کچھ پریشان ہوتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنے لگی پھر بولی "میرا دل بہت چاہتا ہے، کسی کو کاٹ لوں۔ تم میری یہ خواہش پوری کرنا چاہتے ہو لیکن تم چیخ پڑو گے۔ اسپتال والوں کو خبر ہو جائے گی پھر کیا ہوگا؟"

"تم یہ دروازہ اندر سے بند کر لو، میں منہ میں رومال ٹھونس لوں گا، میرے اندر سے چیخ نہیں نکلے گی۔"

"اوہ پارس، تم کتنے اچھے ہو۔ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو، میری خواہش کا کتنا خیال رکھتے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر لپٹنا چاہتی تھی، پارس نے اس کے بازو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا: "دیکھو! ابھی تم نے وعدہ کیا تھا، مجھ سے اس طرح پیار نہیں کرو گی۔ کیا اتنی جلدی بھول گئیں؟"

وہ فوراً سیدھی طرح بیٹھ کر شرمندگی سے بولی: "سوری، میں بھول گئی تھی، اب نہیں بھولوں گی۔"

"اچھا، ایک بات بتاؤ، جب تم ایک بار کسی کو کاٹ لیتی ہو تو پھر دوسری بار کب کاٹنے کی خواہش ہوتی ہے؟"

"میرے ڈیڈی مجھے دن، مہینے اور سال کا حساب سمجھا رہے ہیں، اس حساب سے میرا اندازہ ہے، ایک بار کاٹنے کے بعد کوئی مہینے دو مہینے بعد دوسری بار خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

"ابھی میں نے کاٹنے کے لیے کہا تو تم خوش ہو گئیں۔ کیا پہلے تمہارے دل میں خواہش نہیں تھی؟"

"ضرور تھی لیکن میں اس خواہش کو دباتی رہی۔ تم نے ابھی کہا ہے کہ میں کس طرح پیار و محبت کے ذریعے تمہارے اندر زہر منتقل کرتی رہی ہوں۔ شاید اس وجہ سے بھی خواہش اب پہلے جیسی شدید نہ رہی ہو پھر بھی کاٹنے کا شوق بچپن سے ہے، یہ خواہش کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے۔"

"اچھی بات ہے، دروازہ بند کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "پارس! وہ جو ہم پیار کرتے ہیں، تا، وہی اچھا لگتا ہے۔ میں کاٹنے کی خواہش کو آہستہ آہستہ دبا دوں گی، ختم کر دوں گی۔"

"دیکھو ماریہ، جب میں ہوش و حواس میں نہیں تھا تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تم مجھ سے کس طرح پیار کرتی ہو لیکن اب میں نارمل ہوں۔ ہوش میں رہتا ہوں اور یہ بات سمجھتا ہوں کہ ہمیں شادی سے پہلے ایسا نہیں کرنا چاہیے، یہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔"

"کیا ہم شادی کے بعد ایسا کر سکتے ہیں؟"

"بے شک لیکن ابھی تمہاری شادی کی عمر نہیں ہوئی ہے، قانون کے مطابق جب تم اُنیس یا بیس برس کی ہو جاؤ گی، تب شادی ہو سکے گی۔"

"ہم کبھی کبھی تو گلے لگ سکتے ہیں؟"

"کبھی نہیں، میں خدا سے ڈرتا ہوں، تمہیں بھی ڈرنا چاہیے۔ دیکھو پھر تم اپنا وعدہ بھول رہی ہو، کیا یہ اچھی بات ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "اچھی بات ہے، میں اب نہیں بھولوں گی۔"

"اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گی تو ہمیشہ تمہیں وعدہ یاد رہے گا۔"

"میری ممی اور ڈیڈی مجھے گاڈ کے متعلق بہت کچھ بتاتے ہیں، تم بھی مجھے خدا کے متعلق بتاتے رہو گے تو میں وہی کروں گی جیسا تم کہہ رہے ہو۔"

وہ اس کے پاس سے اُٹھ کر گئی، دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پارس نے ایک رومال لے کر منہ میں ٹھونس لیا۔ وہ اس کے پاس آئی، اس کے ایک ہاتھ کو محبت سے تھام کر اپنی پیشانی سے اپنی آنکھوں سے لگایا پھر ہتھیلی کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ اس کے بعد بڑے پیار سے مگر بڑی سختی سے اپنے دانت اس میں پیوست کر دیے۔

اس کے منہ سے دبی دبی سی چیخ نکلی، اگر منہ میں رومال نہ ہوتا تو اس کی کربناک چیخ دُور تک گونجتی ہوئی جاتی۔ وہ تڑپنے لگا تھا، ایڑیاں رگڑ رہا تھا، ماریہ تھوڑی دیر تک ایک جذب کے عالم میں رہی، جیسے برسوں کی دبی ہوئی خواہش پوری ہو گئی ہو پھر وہ پارس کو تڑپتے دیکھ کر چونک گئی۔ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ اس پر ایک نظر ڈالی پھر اس کی ہتھیلی کی پشت پر آ کر جھک گئی۔ اپنے ہونٹ وہاں رکھے جہاں تھوڑی دیر پہلے کاٹا تھا اب وہ اپنا زہر چوسنے والی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے چیخ نکلی، جیسے ہی اس نے پہلی بار چوسا، ویسے ہی اسے جلن کا احساس ہوا۔ جیسے اس کے منہ میں اور حلق کے اندر آگ اُترتی جا رہی ہو، وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑی تھی پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔

ہماری مہذب دُنیا کے بعض ممالک میں ایسے غیر مہذب قبیلے بھی ہیں جو آج بھی شیطان کو اور سانپوں کو پوجتے ہیں خصوصاً سپیروں کی بستی میں ایک وِش کنیا یعنی زہریلی لڑکی کی پرورش ضرور ہوتی ہے۔ ایسی لڑکی جوان ہوتے ہوتے اس قدر زہریلی ہو جاتی ہے کہ زہریلے سانپ اسے کاٹنے کے بعد خود مر جاتے ہیں۔ اس پر تیز اور زود اثر منشیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایک بار ڈاکٹروں نے ماریہ کو جلدی سُلانے کے لیے نیند کی کئی گولیاں کھلائی تھیں اور وہ بڑے آرام سے کھا کر دیر تک پارس کے ساتھ جاگتی رہی تھی لیکن ایسی زہریلی لڑکیوں پر ایک چیز اثر کرتی ہے، وہ اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتیں اور وہ ہے مرچ، اگر ذرا سی مرچ ان کے منہ سے لگ جائے تو وہ تڑپنے لگتی ہیں، ماریہ بھی تڑپ رہی تھی۔ اسے میٹھا کھانے کی عادت تھی، خاص طور پر اس کے لیے میٹھی چیزیں کمرے میں رکھی جاتی تھیں، وہ فرش پر رینگتے ہوئے ایک میز کے پاس آئی پھر اُٹھ کر ایک ڈبے کو کھولا۔ اس میں سے کوکو چاکلیٹ نکال کر جلدی جلدی چوسنے لگی۔

میں اس کے دماغ میں رہ کر سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر میں نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے بیٹی! تم ابھی چیخ رہی تھیں؟"

اُس نے گھبرا کر پارس کی طرف دیکھا۔ میں نے بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اسے کیا ہوا؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی: "پاپا! یہ مجھے کاٹنے کے لیے کہہ رہا تھا، میں نے اسے کاٹا ضرور ہے، یہ سوچ کر کہ زہر چوس لوں گی لیکن جیسے ہی چوسنے کے لیے ہونٹ رکھے، میرے اندر آگ سی لگنے لگی۔"

وہ چاکلیٹ چوس رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "میری سمجھ میں نہیں آتا، میں اپنا زہر کیسے چوسوں، یہ تو مر جائے گا۔ اسے کسی طرح بچا لیجیے۔"

"تم اسے دل و جان سے چاہتی ہو، تم ہی اسے بچا سکتی ہو۔ پلیز بیٹی! تم ہی اس کا زہر واپس چوس لو۔"

"لیکن میں اس سے منہ لگاتی ہوں تو جلن ہونے لگتی ہے، آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"دراصل ڈاکٹر اسے طرح طرح کی دوائیں کھانے کو دیتے ہیں۔ پتا نہیں کیسے کیسے انجکشن لگاتے ہیں، یہ انہی کا اثر ہے اسی لیے تمہیں جلن ہوتی ہے لیکن تمہیں کچھ تو قربانی دینا چاہیے۔ اس جلن کو برداشت کرنا چاہیے۔"

میں اسے سمجھا منا کر پھر پارس کے پاس لایا۔ وہ اس کی ہتھیلی پر جھکی، ڈرتے ڈرتے وہاں ہونٹ رکھے پھر جیسے ہی زبان رکھ کر چوسنا چاہا تو چیخ نکل گئی، وہ پھر تڑپ کر پیچھے گئی۔ میں نے اسے گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا۔ سہارا دے کر چاکلیٹ کے پیکٹ کے پاس لایا۔ اس کے منہ میں ایک چاکلیٹ رکھا۔ وہ جلدی جلدی چوسنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے، چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔ جلن برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹروں کو بلایا۔ وہ پہلے سے جانتے تھے کہ ہم کیا ڈراما پلے کر رہے ہیں۔ میں نے اس کے سامنے یونہی مختصر سی بات بتائی کہ اس نے پارس کو کاٹا ہے اور اب زہر چوسنا چاہتی ہے تو خود جلن محسوس کرتی ہے۔

ڈاکٹروں نے کہا: "کوئی بات نہیں، ہم ابھی پارس کو لے جا کر اس کا معائنہ کرتے ہیں، جسم میں جو زہر پھیل رہا ہے اسے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

ہم پارس کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر اسپتال کے دوسرے حصے میں آ گئے۔ وہاں ایک کمرے میں لا کر دروازے کو بند کیا۔ ہم نے ماریہ کو کاٹیج میں چھوڑ دیا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد میں نے کہا: "بیٹے! آنکھیں کھول دو۔"

پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی قمیص کے بٹن کھولے پھر اس کی قمیص اُتاری۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھیلی سے لے کر شانوں تک ربر کا خول چڑھایا گیا تھا۔ وہ ربر بالکل اس کی جلد کے رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ ربر دو سُوت موٹا تھا۔ اس موٹائی کی تہ میں اسٹین لیس اسٹیل کی ایک پلیٹ تھی تاکہ ماریہ اپنے دانت پیوست کرنا چاہے تو وہ دانت ربر سے گزر کر پارس کی جلد تک نہ پہنچیں، بیچ میں وہ پلیٹ آ جائے پھر اس پلیٹ سے ایک باریک نلکی منسلک تھی۔ وہ نلکی ہتھیلی کی پشت سے نیچے بغل تک گئی تھی۔ بغل کے نیچے ربر کی ایک تھیلی تھی جس میں ایک گھونٹ کے برابر پانی بھرا ہوا تھا اور اس پانی میں مرچیں حل کی گئی تھیں۔ جب ماریہ زہر چوسنے کے لیے آئی تو پارس نے اپنی بغل میں دبی ہوئی اُس تھیلی کو ہولے سے دبایا تو مرچ والا پانی نلکی سے گزرتا ہوا اُس ہتھیلی کی پلیٹ تک پہنچ گیا۔ ماریہ نے دو بار کوشش کی، دونوں بار وہ مرچ کا پانی اس کی زبان تک پہنچا تو وہ تڑپنے لگی تھی۔

وہ ذہین نہیں تھی لیکن کند ذہن بھی نہیں تھی۔ دراصل مہذب دُنیا سے دُور رہنے کے باعث وہ ایسی چالاکیوں کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ ہم نے اسے بعد میں سمجھایا کہ پارس کے جسم سے زہر نکالنے میں کافی وقت لگے گا۔ اب وہ صبح کاٹیج میں لایا جائے گا چونکہ صبح تک فرصت تھی، اس لیے پارس کے دونوں بازوؤں سے ربر کا خول نکال دیا گیا، اب دوسرا مرحلہ باقی تھا۔ اس مرحلے میں پارس کے ہونٹوں پر ربر کا خول چڑھانا تھا۔ اس ربر کے خول میں بھی مرچ کا پانی ہوتا۔ جب وہ پیار کے مرحلے سے گزرنے کی ضد کرتی تو وہاں بھی اُسے مرچیں لگتیں، اس طرح وہ کاٹنے اور پیار کرنے سے پرہیز کرنے لگتی۔ جو بچے تین برس تک بھی دودھ نہیں چھوڑتے، ان کی مائیں ان سے دودھ چھڑانے کے لیے کچھ ایسی ہی کڑوی کسیلی دوائیں استعمال کرتی ہیں۔

دوسرے دن یہی ہوا۔ ماریہ نے کہا: "اب میں کبھی تمہیں نہیں کاٹوں گی، وہی ہماری محبت کا طریقہ اچھا ہے۔ پتا نہیں کیوں میں تمہیں ایک بار پیار کرتی ہوں تو گھنٹوں اس کے متعلق سوچتی رہتی ہوں۔"

اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ گھنٹوں ہائے ہائے کرتی رہے گی۔ جب اس نے ضد کی اور پارس نے اسے اجازت دی تو وہی ہوا جو ہم چاہتے تھے۔ جس طرح زہر انسان کو راس نہیں آتا، اسی طرح مرچیں زہریلے افراد کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی ہیں۔ بڑی دیر تک چاکلیٹ منہ میں رکھنے کے بعد اسے تھوڑا قرار آیا، وہ پریشان ہو کر بولی: "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے ڈاکٹروں نے تمہیں کیسی دوائیں کھلائی ہیں، کیسے انجکشن لگا رہے ہیں۔ میرے لیے یہ ساری دوائیں مصیبت بن گئی ہیں۔ اب ہم کیسے محبت کریں گے؟"

"میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں، جب تک شادی نہیں ہو گی دُور ہی دُور سے محبت کریں گے۔"

"کیا شادی کے بعد تمہارے اندر سے دواؤں کا اثر ختم ہو

جائے گا پھر مجھے جلن محسوس نہیں ہوگی۔"

"اس وقت تک میں نارمل ہو جاؤں گا تم بھی نارمل ہو جاؤگی۔ تمہارے اندر سے بڑی حد تک زہر ختم ہو جائے گا۔"

یہ باتیں اب اس کی سمجھ میں آرہی تھیں، اگر وہ نہ سمجھتی تب بھی پارس کے قریب جانے کا حوصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ دوسری طرف پارس اوّل دو دن سے ڈاکٹر کو پریشان کر رہا تھا۔ مجھ سے بار بار کہتا تھا "ماریہ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ یا مجھے اس کے پاس جانے دو۔" ڈاکٹر اسے نیند کی دوائیں دیتے تھے، زیادہ تر سُلا کر رکھتے تھے اور اپنی دواؤں کا اثر دیکھتے رہتے تھے۔ اس کے مطابق پارس دوم بھی ایسی ایکٹنگ کرتا تھا جیسے اُسے نیند کی دوائیں دی گئی ہُوں اور وہ زیادہ سے زیادہ سوتا رہتا ہو۔ ماریہ اسے دواؤں کے زیرِ اثر سمجھ کر دُور رہتی تھی۔ یوں پارس کی دلی تمنا پوری ہو جاتی تھی۔

ایک ہفتے بعد پارس نے کہا "آپ جانتے ہیں، میں کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہوں گا، یہ ہفتہ میں نے ضائع کیا ہے۔ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے تمام مصروفیات چھوڑ کر آ گیا۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے، مجھے جانا چاہیے۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ پارس اوّل اب خطرے سے باہر تھا۔ پارس دوم اس کاٹیج سے نکل آیا تھا۔ ہم نے پارس اوّل کو پھر اس کی جگہ پہنچا دیا تھا۔ اس ایک ہفتے میں ڈاکٹروں نے اپنی توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل کی تھی، وہ اب نارمل رہنے لگا تھا، صرف ہوش میں آنے کے بعد ماریہ کو پوچھتا تھا۔ ایسے وقت میں نے سمجھایا۔ "بیٹے! وہ اکثر ہمارے پاس آتی ہے لیکن ایسے وقت تم نارمل نہیں رہتے۔"

"میرا خیال ہے، میں نارمل ہو رہا ہوں۔"

"وہ تمہارے پاس آئے گی تو تم اسے اپنے سامنے دیکھو گے اور یقین کرو گے کہ وہ تمہارے پاس آیا کرتی تھی۔"

دوسری طرف میں نے ماریہ کو سمجھایا کہ وہ نارمل تو ہو گیا ہے لیکن بہکی بہکی باتیں بھی کرتا ہے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ماریہ کتنے دنوں سے نظر نہیں آئی حالانکہ تم اُس کے پاس آتی جاتی رہی ہو۔ تم اُسے یہی سمجھانا کہ پہلے تم نارمل نہیں تھے، اب ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ ہو رہا ہے۔

اس طرح ہم نے ایک ہفتے بعد پارس اوّل کو ماریہ سے ملا دیا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو دونوں کے دماغوں میں جگہ مل جاتی تھی۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے ان کے درمیان موجود رہتا تھا اور اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ کہیں ماریہ کی ذہنی رَو بہک نہ جائے اور پھر وہ محبت پہ آمادہ نہ ہو جائے۔

ایک ماہ گزر گیا۔ ماریہ نے ایسی محبت کی جرأت نہیں کی جس میں مرچیں لگتی ہوں۔ دوسرے ماہ پارس بالکل نارمل ہو گیا تھا۔ ایسا صرف ڈاکٹروں کے علاج سے نہیں ہوا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں میں زبردست قوتِ ارادی تھی، وہ دونوں ہی مستقل مزاج تھے اور ان میں یہ صلاحیتیں شمع بینی کے ذریعے پیدا ہوئی تھیں۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ شمع بینی کرتے رہیں اور اس طرح مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ایک دن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کریں لیکن اتنی مدت گزرنے کے باوجود ان میں خیال خوانی کی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ سو یہ اس کا فائدہ یہ ضرور ہُوا کہ شمع بینی کے ذریعے ارتکازِ توجہ کی مشق ہو گئی۔ پارس دوم جب ماریہ کے روبرو آیا تھا تو اُس کی آنکھوں سے متاثر نہیں ہُوا تھا حالانکہ آنکھیں بہت ہی زہریلی اور پُرکشش تھیں، اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں لیکن جو بچپن سے شمع کی لَو کو اپنی آنکھوں میں، اپنے دماغ میں اور اپنی رُوح میں جذب کر لیتا ہو، اسے بھلا کسی کی آنکھیں کیا سحر زدہ کر سکتی تھیں؟

یہی صلاحیت پارس اوّل میں بھی تھی۔ چونکہ ماریہ کا زہر اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا اور اس کے دماغ کو کمزور بنا چکا تھا، اس لیے وہ اس لڑکی کی آنکھوں سے متاثر ہو جاتا تھا اور ہمارے مقابلے میں اسی کی بات مانتا تھا۔ علاج کے دوسرے ماہ جب اس کی دماغی توانائی پوری طرح بحال ہو گئی تو ماریہ کی زہریلی آنکھیں اس کے سامنے بے اثر ہو گئیں۔ میں نے اپنے بیٹے میں دو بڑی تبدیلیاں دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ اُس کے چہرے پر پہلے سے زیادہ سختی آ گئی تھی، جیسے وہ کوئی پختہ عمر کا جوان ہو۔ شاید یہ زہر کا اثر تھا اور شاید یہ بھی زہر کا اثر تھا کہ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ چمکیلی اور مقناطیسی ہو گئی تھیں۔

میں نے اُسے پارس دوم کے متعلق بتایا۔ "وہ یہاں آیا تھا، اُس نے تمہاری جگہ لی تھی اور تمہیں ماریہ کے زہر سے دُور کر دیا تھا، وہ ایک ہفتے تک اس سے نمٹتا رہا اور یہ اُسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ماریہ اب تم سے دُور ہی دُور رہ کر محبت کرتی ہے۔"

"اس تمام ڈرامے کی پلاننگ کس نے کی تھی؟"

"تمہارے بھائی نے، جس طرح تم نے ایک بار کہا تھا، میں تمہارے طریقۂ کار کے مطابق تمہیں عمل کرنے دوں اور تمہارے معاملے میں مداخلت نہ کروں، اسی طرح تمہارے بھائی نے بھی یہی کیا۔ میں نے اُس کے معاملے میں ایک ذرا مداخلت نہیں کی، حتیٰ کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا بھی نہیں دیا۔"

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا "ماما تو بہت خوش ہوں گی۔ ان کے بیٹے نے میری جان بچائی۔ جو کام بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر نہ کر سکے، وہ اُس نے کر دکھایا۔ اُس نے بے شک ایک زبردست کارنامہ انجام دیا ہے لیکن میں ماما کی یہ بات نہیں مانوں گا کہ وہ مجھ سے برتر ہے۔"

میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا "بھئی، اپنی ماما کا دل رکھنے کے لیے مان لو۔"

"جب میں اپنے بھائی کو کمتر نہیں سمجھتا اور نہ ہی وہ مجھ سے کمتر ہے تو پھر میں برتر کیوں تسلیم کروں جب کہ میں بھی اُس سے کمتر نہیں ہُوں۔ مانا کہ آج اُس کا ایک قرض مجھ پر ہے۔ خدانخواستہ کبھی اُس پر کوئی مصیبت آئی تو میں یہ قرض اُتار دوں گا۔"

"بے شک تم دونوں بھائیوں میں اسی طرح ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ ہونا چاہیے لیکن فی الحال تم باباصاحب کے ادارے تک محدود رہو گے۔ تمہارا بھائی امریکا جانے والا ہے۔"

اُدھر رسونتی اپنے بیٹے کی کامیابی پر پھُولی نہیں سما رہی تھی۔ بیٹے نے کہا "پارس یہاں آئے گا تو میں چلا جاؤں گا۔"

"اب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہارے باپ سے کہہ دوں گی، تم نے اپنی ذہانت اور بھرپور صلاحیتوں سے خود کو برتر ثابت کر دیا ہے۔ کوئی تمہاری مثال پیش نہیں کر سکے گا۔ اب دوسرے مصائب کو دعوت دینے کے لیے کہیں جانا دانش مندی نہیں ہے۔"

"ماما! آپ میرے ایک ہی کارنامے سے خوش ہیں۔ ذرا پارس اوّل کے کارناموں کا حساب کیجیے، وہ ایک ایسے قلعے میں قید تھا جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ آپ میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا وہاں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ خود پارس اوّل کا دماغ آپ لوگوں کی خیال خوانی کو قبول نہیں کرتا تھا۔ ایسے میں اس نے تنہا اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ تنہا اپنے بل پر اس قلعے سے نکلا اور پاپا جس عورت کو یہاں ضمانت کے طور پر طلب کر رہے تھے، اسے بھی اغوا کر لیا۔"

وہ مُنہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پارس نے اس کے سامنے آ کر دونوں بازو اس کی گردن میں ڈال کر کہا "آپ مان لیجیے، وہ بہت دلیر ہے، خطرناک حد تک ذہین ہے۔ وہ افریقہ کے جنگلوں میں صرف انسانوں سے نہیں درندوں سے بھی لڑتا ہُوا گزرا ہے۔ اس نے تمام رات تعاقب کرنے والوں کو دہشت میں مبتلا رکھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر میں اسے تلاش کرنے آئے تو اُس نے ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

رسونتی نے ناراض ہو کر اپنی گردن سے اس کے دونوں بازو الگ کر دیے پھر پوچھا "کیا تم ایسے کارنامے انجام نہیں دے سکتے؟"

"مجھے موقع ملے گا تو ان شاءاللہ ایسا ہی کر دکھاؤں گا لیکن آپ ذرا سوچیے جب ماسکو میں کے آدمی اپنی چالاکیوں سے سلارا کو اغوا کرنا چاہتے تھے تو پارس نے کتنی ذہانت سے ان کا مقابلہ کیا تھا اور ان کا ہیلی کاپٹر لے اڑا تھا۔ ماما، آپ مان لیجیے وہ دوسرا فرہاد علی تیمور ہے۔"

رسونتی ایک قدم پیچھے ہٹ کر غصّے سے بولی "کیا بکواس کر

رہے ہو۔ دوسرے فرہاد علی تیمور تو تم ہو۔ دیکھو، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"آپ خواہ مخواہ غصہ کر رہی ہیں، اگر آپ چاہتی ہیں کہ دُنیا مجھے دوسرا فرہاد تسلیم کرے تو پھر مجھے جانے دیجیے، مجھے بھی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے دیجیے۔ جتنے کارنامے پارس اوّل نے انجام دیے ہیں، میں ان سے زیادہ انجام دوں گا، تب ہی دُنیا تسلیم کرے گی۔ صرف آپ کی تمنا کی وجہ سے تو کوئی تسلیم کرنے سے رہا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی پھر پریشان ہو کر بولی "کیا میں دُنیا والوں سے تسلیم کروانے کے لیے تمھیں خطرات میں جھونک دوں؟"

"کیا آپ مجھے خطرات سے بچانے کے لیے گھر کی چار دیواری میں چھپا کر رکھیں گی۔ کیا یہاں موت نہیں آسکتی؟"

"خبردار! مرنے کی بات نہ کرنا۔"

"بات نہ کرنے سے موت اور حادثے کبھی ٹلتے نہیں ہیں۔ پارس اوّل یہاں کتنے آرام سے تھا اور کس طرح خلافِ توقع اغوا کر لیا گیا۔ بُرا وقت کبھی اطلاعی گھنٹی بجاتا ہوا نہیں آتا۔ مجھے بُرے وقت سے لڑنے کا موقع دیجیے۔"

رسونتی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بیٹے! جانتے ہو، میں تمھیں کس لیے روک رہی ہوں؟"

"بتا دیجیے کس لیے روک رہی ہیں؟"

"میں ایسے مقصد کے لیے تمھیں ہرگز نہیں جانے دوں گی جس میں ناکامی ہو۔ تقریباً دس برس تک میں نے تمھارے پاپا، سونیا، شیبا، اعلیٰ بی بی اور پومی وغیرہ نے اس مشین کو حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کی اور ناکام ہوتے رہے۔ اعلیٰ بی بی کی ذہانت، سونیا کی مکاری اور ہماری خیال خوانی کسی کام نہیں آئی۔ تم وہاں جا کر کیا کامیابی حاصل کر لوگے اور اگر ناکام واپس آگئے تو مجھے بڑی شرمندگی ہوگی۔"

"یہی تو بات ہے کہ آپ ناکامی برداشت نہیں کرتیں، جو لوگ ناکامی برداشت نہیں کرتے انھیں آئندہ کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ ماسٹر واتسو رو کی نے ہمیں کامیاب حملے سکھانے سے پہلے مار کھانا سکھایا۔ ہمیں مار مار کر فولاد بنا دیا۔ جب آپ جیسے تمام تجربہ کار خیال خوانی کرنے والے ناکام ہو کر شرمندہ نہیں ہیں تو پھر میری ناکامی پر کیسی شرمندگی؟"

"کچھ بھی ہو، اگر تم مجھے یقین دلاؤ کہ شرمندگی نہیں ہوگی تو میں تمھیں جانے کی اجازت دوں گی۔"

"اس کا ایک ہی راستہ ہے، میں اعلان کر دوں کہ مشین کے سلسلے میں نہیں جا رہا ہوں چونکہ دُنیا دیکھنا چاہتا ہوں، اس لیے سیر و تفریح کی غرض سے امریکا جا رہا ہوں اور ایک آدھ ہفتے میں واپس آجاؤں گا۔"

وہ مطمئن ہو کر بولی "ہاں، یہ ٹھیک ہے، تم وہاں جا کر چُپ چاپ یہ معلوم کرو کہ مشین حاصل ہو سکتی ہے یا تباہ کی جا سکتی ہے، اگر تم نے اسے حاصل کر لیا یا تباہ کر دیا تو پھر ہم اعلان کر دیں گے کہ تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔"

اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں ماما! کسی ایک بات پر قائم رہنا چاہیے۔ بہتر ہے آپ مجھ سے شرط لگائیں۔ میں کہتا ہوں، کامیاب ہو کر آؤں گا، اس مشین کو تباہ کر دوں گا۔ آپ کہتی ہیں ناکام رہوں گا اور آپ کو شرمندگی اُٹھانا پڑے گی۔ اس سلسلے میں آپ کی شرط یہ ہے کہ مجھے چُپ چاپ جانا چاہیے اور مشین کے سلسلے میں کوشش کرنا چاہیے۔ میری شرط یہ ہے کہ میں ڈنکے کی چوٹ پر جاؤں گا اور کامیاب ہو کر آؤں گا۔ بتائیے آپ کون سی شرط ماننا چاہتی ہیں؟"

وہ تھوڑی دیر تک بیٹے کے چہرے کو تکتی رہی اور سوچتی رہی "جس مشین کے سلسلے میں ہم دس برس سے ناکام ہو رہے ہیں اور ہماری خیال خوانی کام نہیں آرہی ہے۔ سونیا کی ذہانت اور مکاری بھی بے اثر ہو چکی ہے، وہاں میرا ناتجربہ کار بیٹا کیسے کامیاب ہو سکے گا۔ یہ ضد کر رہا ہے تو میں اسے دُنیا دیکھنے کے لیے بھیج دوں گی۔ اس بات کا چرچا نہیں کیا جائے گا کہ یہ مشین کے سلسلے میں جا رہا ہے۔ میں اپنے بیٹے کے نام کے ساتھ ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔"

پارس نے قریب آکر پوچھا "آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "میں فیصلہ کر چکی ہوں، تم یہاں سے چُپ چاپ جاؤ گے، اپنی سی کوشش کرو گے اور خاموشی سے واپس آجاؤ گے۔"

پارس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر پوچھا "ڈن؟"

رسونتی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "ڈن۔"

❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻

اِس دلچسپ
ترین داستان کے
بقیہ واقعات بیسویں
حصے میں ملاحظہ فرمائیں

❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻❖✻